اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znzlibrary.com/

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

باکس میں موجود ناولز یا کیٹیگری والے ناولز پڑھنے کے لئے ناول نام یا کیٹیگری نام پر کلک کریں

Famous Youtube Novels

Novel Name : Yaar E Sitamgar

Lams E Junoon By Zoya Ali Shah

Dedar E Yaar By Gumnam Larki

Shehr E Dil Novel By Kitab Chehra

Wajib E Ishq Novel By Gumnam Larki

Dastane Rooh E Basil By Saleha Iqbal

Yaar Yaaron Se Ho Na Juda Novel Season 3

Qarar E Mann Romantic Novel By Zara Hayat

Atish E Ishq An American Monster By Saleha Iqbal

Novels Categories

Web Special

Short Novels

Long Novels

Digest Novels

Romantic Novels

Facebook Novels

Ebook Novels PDF

Youtube Novels PDF

مکمل ناول

دل تیرے سنگ جوڑ لیا

حور یہ ملک

وہ عہدِ غم کی کاہش ہائے بے حاصل کو کیا سمجھے
جوان کی مختصر روداد بھی صبر آزما سمجھے

یہاں وابستگی واں برہمی کیا جانیے کیوں ہے؟
نہ ہم اپنی نظر سمجھے نہ ہم اُنکی ادا سمجھے

فریبِ آرزو کی سہل انگاری نہیں جاتی
ہم اپنے دل کی دھڑکن کو تری آوازِ پا سمجھے

تمہاری ہر نظر سے منسلک ہے رشتۂ ہستی
مگر یہ دور کی باتیں کوئی نادان کیا سمجھے

نہ پوچھو عہدِ الفت کی بس اک خوابِ پریشاں تھا
نہ دل کو راہ پر لائے، نہ دل کا مدعا سمجھے

فیض احمد فیض

جولائی کی تمتماتی سی صبح وہ معمول کی مانند سادہ سے شلوار قمیض میں ملبوس براون چادر اپنے گرد اوڑھے سڑک کنارے چلتی جا رہی تھی۔

گرے لیدر بیگ جو شاید کثرتِ استعمال سے اپنی رنگت کھونے کو تھا اس کی سٹریپ دائیں کندھے پہ لٹکائے وہ بائیں ہاتھ سے ماتھے پہ آیا پسینہ چادر کے پلو سے پونچھتی ہوئی سیاہ دوپٹہ سادہ سی چپل میں مقید پاوں گھسیٹتی ہوئی اپنی لاحاصل منزل کی طرف بڑھ رہی تھی۔

گرمی کی شدت جب مزید بڑھی تو اس نے دائیں ہاتھ سے سینے کے ساتھ لگی فائل کو ماتھے پہ چھجا سا بنا کے چند منٹوں کے لیے اپنا سانس بحال کرنے کی کوشش کی اور بے بسی سے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی کہ شاید کہیں سے پانی مل جائے لیکن بے سود ٹھہری۔

گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے بیگ سے ایک کارڈ نکالا اور اس پہ لکھے پتے کو از سرِ نو از بر کرتی وہ اپنی منزل کی طرف بڑھی۔

میر سنز اینڈ انٹر نیشنل کمپنی" کی جانب بڑھتی زحلے ابراہیم یہ جانتی تھی کہ " چمکتے شیشوں سے مزین یہ انٹر نیشنل کمپنی اس جیسی لڑکی کو کبھی بھی جاب پہ نہیں رکھیں گے لیکن اس کے اٹھتے قدموں کے ساتھ اس قدر 'ضروریات' جڑی ہوئی تھیں کہ اسے ناکامی کا اندازہ ہونے کے باوجود بھی ہر بار نئی کوشش کرنی پڑتی ہی تھی۔

گیٹ پہ موجود چوکیدار نے جس انداز میں اس کے حلیے کو سرتاپا دیکھتے ہوئے اندر جانے کو کہا اسے یہی لگا کہ اسے شاید انٹرویو سے قبل ہی واپس بھیج دیا جائے گا۔

نک سک سی تیار ریسیپشنسٹ توقع کے برخلاف بہت نرمی سے اسے ویٹنگ روم میں بیٹھنے کا کہہ کے اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

ویٹنگ روم میں موجود خوبصورت وماڈرن لڑکیوں کو دیکھ کے اس کے اندر ریسیپشنسٹ کے اخلاق کو دیکھ کے جو ڈھارس بندھی تھی وہ بھی ٹوٹنے لگی لیکن پھر بھی ایک موہوم سی امید کے تحت وہ وہیں اپنی فائل تھامے بیٹھی رہی۔

اسے وہاں انتظار میں بیٹھے تقریباً ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت بیت چکا تھا جب اس کی سماعتوں میں رسیپشنسٹ کی نرم آواز ٹکرائی۔

زحلے ابراہیم!" اپنے نام کی پکار پہ وہ ایک گھٹی گھٹی سا سانس اندر کو کھینچتی" اپنی جگہ سے اٹھی اور پر تعیش آفس کی جانب بڑھی۔

ملک ہاوس' میں اس وقت معمول کے مطابق ڈرائننگ روم میں گہما گہمی' جاری وساری تھی کیونکہ اس وقت گھر کے سبھی بڑے افراد ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پہ جمع تھے جبکہ بچے سکول وکالجز کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔

سربراہی کرسی پہ بیٹھے داد بخش ملک اپنے خوشحال گھرانے کو دیکھتے ہوئے مسکراتے چہرے کے ساتھ ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔

اسد سیمینار سے واپس کب آئے گا؟"انہوں نے چائے کا سپ لیتے ہوئے" اپنے منجھلے بیٹے احمد ملک سے اپنے بڑے بیٹے اسد ملک کی بابت دریافت کیا جو ملک کے بہت جانے مانے اور قابل بیرسٹر تھے۔

بابا جان شاید پرسوں تک واپس آئیں گے بھائی۔"احمد صاحب نے جواب" دیتے ہوئے میز پہ رکھے جوس کا گلاس تھاما۔

اس وقت ڈائننگ ہال میں باتوں کی ہلکی سی بھنبھناہٹ اور برتن ٹکرانے کی آوازیں آرہی تھیں جب ہمیشہ کی طرح ایک چہکتی ہوئی آواز 'ملک ہاوس' کے وسیع و عریض اور دیدہ زیب ڈائننگ ہال میں گونجی تو ناشتے میں مشغول 'ضرغام ملک' کا چہرہ آن واحد میں پتھریلے تاثرات سے سج گیا۔

"السلام علیکم ایوی ون! "شہرے ملک کی خوبصورت، کھنکتی و مترنم آواز" گونجی تو سب نے ہی بہت پرجوش انداز میں اسے جواب دیا۔

"آئیں شہرے! ناشتہ کریں۔" ثمرین بیگم (مسز اسد ملک) نے مسکراتے" لہجے میں اسے دعوت دی تو ضرغام کی گردن میں اک گلٹی سی ابھر کے معدوم ہوئی۔

نہیں بڑی ماما! مجھے کالج سے دیر ہو رہی ہے آپ پلیز ضرغام چاچو سے کہیں" مجھے ڈراپ کر دیں۔"اس نے ایک نظر سفید شرٹ میں ملبوس اس کی مضبوط پشت پہ ڈالتے ہوئے ٹھنکتے ہوئے فرمائش کی تو ضرغام نے ایک جلتی ہوئی نظر خود کو دیکھتے داد بخش ملک کی جانب دیکھا تو وہ نگاہیں چرا کے رہ گئے۔

آئم سوری شہرے لیکن مجھے آج کہیں ارجنٹ جانا ہے اور میرا روٹ آپ" کے کالج روٹ سے چینج ہے۔" بنا اس کی جانب دیکھے وہ نیپکن سے چہرہ تھپتھپاتا اپنی جگہ سے اٹھا اور سب کو خدا حافظ کہتا وہ ڈائننگ روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔

شہرے آپ پریشان نہیں ہوں، یہاں بیٹھ کے ناشتہ کرو، آپ کو آپ کے" منجھلے دادا جان چھوڑ آئیں گے۔" ثمرین بیگم نے بیٹے کی بداخلاقی چھپانے کو

احمد صاحب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اسی کے دیے گئے نام کی جانب اشارہ کیا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

"مطلب کہ میں آج فل سیکیورٹی اور پروٹوکول کے ساتھ اپنے ینگ سے دادا جان بلکہ منجھلے دادا جان کے ساتھ کالج جاوں گی۔" وہ شرارتی انداز میں مسکراتی ہوئی ضرغام کی چھوڑی گئی کرسی پہ بیٹھتی جوس کا گلاس ہونٹوں سے لگا گئی۔

"یہ زیادتی ہے شہرے بچے، ہم دادا جان اور ہماری بیگم آپ کے لیے ماما جان؟" داد بخش ملک کے سب سے چھوٹے صاحبزادے احد ملک نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے مصنوعی رنجیدگی سے کہا تو وہ مسکراہٹ ہونٹوں میں دباتی ہوئی تھوڑا آگے کو جھکی۔

دیکھیں نا چھوٹے دادو، چھوٹی ماما جانی کو دیکھیں یہ کس اینگل سے میرے" جیسی بیس سالہ حسین دوشیزہ کی دادی لگتی ہیں؟"اس نے شرارت سے مسز احد (مہوش بیگم) کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جوابی سوال کیا تو ڈائننگ روم کھلکھلاہٹوں سے گونج اٹھا۔

اور ملک ہاوس کے ڈائننگ ہال میں مسکراہٹیں بکھیرتی اور سمیٹتی شہرے ملک اس بات سے قطعی انجان تھی کہ اس کی ہر صبح ملک ہاوس میں چند لمحے کی ملاقات کسی کے لیے کس قدر بھاری ثابت ہوتی تھی کہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس ملاقات کے زیرِ اثر چند گھنٹوں کے لیے ساری دنیا سے رابطے منقطع کر لیتا تھا۔

اپنی

منکوحہ' سے بھی۔'

بہت دنوں کے بعد پھر سے آج 'میر پیلس' کے سیکنڈ فلور کے بالکل آخری سرے پہ بنے اس کمرے سے توڑ پھوڑ کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

اگرچہ کمرہ ساونڈ پروف تھا لیکن چونکہ ہانیتی کانپتی ملازمہ چند لمحے قبل ہی وہاں سے آئی تھی اور وہی دروازہ بند کرنا بھول بیٹھی تھی اور اب اسی ادھ کھلے دروازے سے آتی یہ آوازیں وہاں کے مکینوں کو خاصی ناگوار گزر رہی تھیں۔

نجانے کب تک یہ تماشا برداشت کرنا ہو گا؟" سامعہ نے نہایت بیزاری" کے ساتھ سیڑھیوں کی جانب دیکھتے ہوئے حقارت سے استفسار کیا اور دھپ سے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

جب تک ہمارے ہاتھ اس 'تماشے' کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔"اجیہ "
بیگم نے بیٹی کے نخوت زدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے جواب دیا جبکہ وہاں موجود باقی نفوس کے تاثرات بھی ویسے ہی تھے۔
نخوت، نفرت، ناپسندیدگی اور بیزاری سے بھرے پڑے۔

ڈونٹ وری ڈیئر! مما بتا رہی تھیں کہ آج اس تماشے کو ختم کرنے کے لیے " پہلی سیڑھی پہ قدم رکھنے والی ہیں وہ۔"طوبیٰ اپنے گھنگریالے بالوں کی لٹ اپنی انگلی پہ لپیٹتے ہوئے ذو معنی انداز میں بولی تو سب نے چونک کے اسے دیکھا۔

کیا مطلب؟"سامعہ نے چونک کے اس کی جانب دیکھا جبکہ باقی سب نے " سوالیہ نگاہیں اس کی جانب موڑیں۔

مطلب ایک دو دن تک آنکھوں سے دیکھ لینا۔" نپا تلا سا جواب دیتی وہ اپنی" جگہ سے اٹھی اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی جبکہ باقی سب نے نخوت سے اس کی جانب دیکھا جو بہت موڈی تھی لیکن یہ بات وہ اس کے لیے اس کے سامنے نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہاں اس پیلس میں موجود نفوس سب کی خامیوں کو چار و ناچار نگل لیتے تھے۔

ان سب نفوس کے لیے فی الحال ایک دوسرے سے دشمنیاں نہیں نبھانی تھیں کیونکہ اس وقت ان سب کا ایک ہی سانجھا دشمن تھا جو اس وقت سیکنڈ فلور کے کونے پہ بنے ماسٹر بیڈ روم میں وہیل چیئر پہ بیٹھا سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ بدترین حالت کا شکار ہوئے کمرے کو دیکھ رہا تھا۔

وہ بہت کوفت و بیزاری کے ساتھ سامنے شیشے کی میز کے دوسری جانب بیٹھی ایک خوبصورت اور طرحدار سی خاتون کی ایکسرے کرتی نگاہوں کو

بمشکل برداشت کرتی وہ ان کے مزید بولنے کا انتظار کرنے لگی جو اس کی سی وی پہ ایک نظر ڈالنے کے بعد فارمل انٹرویو کی بجائے اس کی فیملی کے متعلق سوال وجواب کرنے کے بعد نجانے کن سوچوں میں مشغول ہو چکی تھیں۔

"مس زحلے ابراہیم! آپ کی سی وی میں نے چیک کی ہے آپ کا اکیڈمک ریکارڈ بہت زبردست ہے لیکن آپ کے پاس تجربہ نہیں ہے۔" بالآخر انہوں نے اپنی خاموشی توڑی تو زحلے کے چہرے پہ مایوسی پھیل گئی لیکن وہ چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ بکھیرے اپنی فائل لیے کرسی سے اٹھی۔

"اٹس اوکے میم، تھینک یو۔" مروتاً ان کا شکریہ ادا کرنے کے بعد وہ وہاں سے اٹھنے کو تھی جب پاور سیٹ پہ بیٹھی 'مسز شازمین میر' نے اسے فوراً روکا۔

بیٹھی رہیے مس ابراہیم !اگرچہ آپ کے پاس اس طرح کی کمپنیز میں جاب"
کرنے کا ایکسپیرینس نہیں ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ آپ کا اکیڈمک
ریکارڈ بہت زبردست ہے اس لیے میرے پاس آپ کے لیے ایک جاب
ہے۔"ان کی بات بے توجہی سے سنتی زحلے جو کرسی پہ بے دلی سے ٹکی ہوئی
تھی ان کے کہے آخری جملے پہ جی جان سے چونکی۔

جاب؟"اس کی متعجب و بے یقین خوبصورت نگاہیں ان کے میک اپ سے"
سجے خوبصورت چہرے پہ مرکوز تھیں۔

بالکل۔"انہوں نے ہولے سے سر خم کرتے ہوئے اس کی حیرانگی دور"
کرنی چاہی۔

کیسی جاب؟"اس کی آنکھیں یکایک امید کے تمتماتے دیوں سے چمکنے" لگیں تو شازمین میر کے چہرے پہ سکون پھیلتا چلا گیا۔

"میرے شوہر کے بھتیجے کو ہوم ٹیوشن دینا ہو گی،اس کے لیے آپ کو پک اینڈ ڈراپ کی سہولت دی جائیگی اور مکمل سیلری پیکج بھی دیا جائے گا جو یہاں موجود ورکرز کو دیا جاتا ہے کیونکہ آپ کے بھی ہوم ٹیوشن کی ٹائمنگ صبح نو سے شام ساڑھے پانچ بجے تک ہو گی۔"ان کی تفصیل میں کی گئی اس بات پہ اس کے چہرے پہ تعجب کے رنگ مزید گہرے ہوئے کہ اتنی لمبی ٹیوشن وہ کیسے دے سکے گی لیکن پھر سوچا کہ کوئی اور جاب کرتی تب بھی اتنا وقت تو دینا ہی تھا اس لیے وہ اپنے ساتھ جڑی بہت سی امیدوں کو سوچتی انہیں اپنی رضامندی دے گئی۔

اس کے رضامند ہونے پہ شازمین میر نے اس کے سامنے کانٹریکٹ پیپر رکھے جن کے مطابق وہ ان کے شوہر کے بھتیجے کا کورس مکمل ہونے سے پہلے اس جاب کو نہیں چھوڑ سکتی تھی۔

اس کانٹریکٹ پہ شاید وہ کوئی سوال اٹھاتی لیکن اس معمولی سی جاب کے عوض جو مراعات اور ستر ہزار ماہانہ تنخواہ مل رہی تھی اس نے اس کی زبان پہ تالے لگا دیے تھے۔

اور شاید ایسے ہی تالے یہاں موجود ہر دوسرے فرد کے منہ پہ لگ جاتے ہیں جب انہیں اپنے سے زیادہ خود سے وابستہ رشتوں کی خوشی، سلامتی اور سکون کے لیے ایسی مراعات درکار ہوں۔

مس ابراہیم جاتے ہوئے ریسیپشنسٹ سے اپنا اپائنٹمنٹ لیٹر لیتی جایئے" گا۔" وہ اپنی سوچوں میں گم شازمین میر کا شکریہ ادا کرتی آفس سے نکلنے والی

تھی جب عقب سے آتی ان کی آواز پہ وہ گہری سانس بھرتی سر اثبات میں ہلا کے دروازہ پار کر گئی۔

جبکہ اندر لگژری آفس روم کی پاور سیٹ پہ بیٹھی شازمین میر پہلی 'سیڑھی' پہ قدم جمائے بہت سرشاری کے ساتھ مسکراتی ہوئی باقی انٹرویو کینسل کرنے کا آرڈر دے رہی تھیں۔

کیونکہ انہیں اپنا کوہِ نور مل چکا تھا۔

ڈیڈ! پلیز آپ کیوں بی بی جان کو سمجھاتے نہیں ہیں کہ جو حکم مجھے یہ دے" رہی ہیں میں اسے پورا نہیں کر سکتا۔" وہ آج تقریباً پندرہ دن کے بعد حویلی لوٹا تھا لیکن آتے ہی جب وہ حسبِ عادت بی بی جان سے ملنے کے لیے ان کے کمرے میں گیا تو ان کی پرانی فرمائش سن کے وہ حقیقتاً جھنجھلا اٹھا۔

تو کیا مجھے مرتے ہوئے دیکھ سکتے ہو تم؟" بی بی جان نے پھپھکتے ہوئے" استفسار کیا تو وہ ان کی ایسی بات پہ اس نے بے یقینی سے انہیں دیکھا جو زار و قطار روتے ہوئے اس سے خاصی نالاں نظر آ رہی تھیں۔

بی بی جان! آپ کیسے کسی دوسرے کے لیے اپنے پوتے کو ایسے تکلیف پہنچا" سکتی ہیں؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ آپ کے یہ الفاظ میرے لیے کس قدر تکلیف کا باعث ہیں؟" وہ آہستگی سے چلتا ہوا ان کے نزدیک پہنچا اور پھر اس کے قدموں میں پنجوں کے بل بیٹھتا وہ اپنی سیاہ گھور خوبصورت آنکھوں سے ان کے پر نور چہرے کو دیکھتا پر تاسف لہجے میں بولا تو ان کے چہرے پہ ملال جاگ اٹھا۔

وہ کوئی دوسرے نہیں ہیں، تم جانتے ہو کہ ہمارے جدی پشتی وہ پیر چلے" آئے ہیں اور آج تم اپنی اکڑ اور بے جا ضد کی وجہ سے مجھے میرے پیر کے سامنے شرم سے ڈوب مرنے پہ مجبور کر رہے ہو۔" وہ مزید تیزی سے رونے لگیں تو سائرہ بیگم نے فہمائشی نگاہ بیٹے پہ ڈالتے ہوئے ساس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے گویا خاموش تسلی دی۔

آپ کس دور میں جی رہی ہیں بی بی جان اور معاف کیجیے گا پیر سائیں نے" ایسی فضول رس۔۔۔۔" وہ سخت ناگواری سے بول رہا تھا جب گردیزی صاحب نے اسے فوراً ٹوکا۔

رہبان!" ان کی تنبیہی آواز پہ وہ سنبھلا اور پھر گہری سانس بھرتا کھڑا ہوا۔"

اوکے سوری لیکن بہت معذرت بی بی جان لیکن میں ایسی کوئی رسم نہیں" مانتا کہ پہلے کسی جیتے جاگتے وجود کو اپنا نام سونپوں اور پھر اس وجود کو بنا دیکھے ان دیکھی قید کی نذر کر دوں۔"اس کی بھاری بے لچک اور قطعیت سے بھرپور آواز کمرے کی بوجھل فضا کو مزید بوجھل کر گئی جبکہ بی بی جان کی مزید بڑھتی سسکیوں پہ سائرہ گردیزی، حماد گردیزی اور رضا گردیزی نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے سر جھکا لیا۔

اور دوسری جانب اپنے کمرے کے وسط میں ٹہلتا رہبان بہت بے چینی سے اپنے گھنیرے بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنے موبائل کو دیکھ رہا تھا جہاں اس کی کولیگ اور دوست اس سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار کر رہی تھی۔

اس نے اپنی نازک کلائی میں بندھی گھڑی پہ ایک نظر ڈالتے ہوئے سامنے موجود اس وسیع رقبے پہ پھیلی کشادہ عمارت کو دیکھا جس پہ جعلی حروف میں جگمگاتا 'میر پیلس' نظروں کو خیرہ کر رہا تھا۔

گاڑی اسے اسے بتائے گئے وقت سے تقریباً بیس منٹ پہلے ہی اس کی منزل پہ لے آئی تھی اور چونکہ آج اس کا پہلا دن تھا اس لیے وہ بھی صبح جلد ہی اپنے کام ختم کرنے اور ابراہیم صاحب کو ناشتہ دینے کے بعد جلدی ہی تیار ہو چکی تھی اس لیے گاڑی کے وقت سے پہلے پہنچنے پہ وہ کسی ہڑبڑاہٹ کا شکار نہ ہوئی تھی۔

چوکیدار کو شاید اس کے آنے کی خبر تھی تبھی بنا کسی روک ٹوک کے اسے اندر جانے دیا گیا تھا اور چونکہ اس وقت وہ اپنی ہی ذہنی خلفشار میں مگن تھی

اس لیے وہ بنا ارد گرد دھیان دیے سیدھی چلتی جا رہی تھی جہاں سامنے اسے ایک ملازمہ نظر آئی جو بنا کچھ کہے اسے اندرونی حصے میں لے گئی۔

ہال میں داخل ہوتے ہی ایک پل کے لیے اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں لیکن اس سے قبل کے وہ ہال کی زیبائش و آرائش پہ غور کرتی ملازمہ کی روبوٹک سی آواز گونجی۔

آیئے میں آپ کو چھوٹے صاحب کے کمرے تک چھوڑ آوں۔"اس کی پکار" پہ وہ سر ہلاتی ایک متعجب سی نگاہ خالی گھر جہاں صرف ملازمین دکھائی دے رہے تھے پہ ڈالتی سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔

کیا گھر میں اور کوئی نہیں ہے؟"اس نے دل میں پنپتے ان دیکھے خوف کا" شکار ہوتے ہوئے اس نے ملازمہ سے استفسار کیا۔

سب سو رہے ہیں۔" ملازمہ نے نپا تلا سا جواب دیتے ہوئے اسے سیکنڈ فلور" کے آخری سرے پہ موجود کمرے تک رہنمائی کی۔

یہ چھوٹے صاحب کا کمرہ ہے۔" وہ بند دروازے کی جانب اشارہ کرتی ہوئی" وہاں سے پلٹ گئی جبکہ وہ گہری سانس بھرتی ہوئی اس کی پشت دیکھتی رہ گئی کہ اس کا دل چاہا کہ وہ اسے کہے کہ اس بچے کو ڈرائنگ روم میں لے آئے وہ نیچے ہی پڑھا دے گی لیکن پھر سوچا کہ بڑے گھروں کے بچوں کے نخرے بھی بڑے ہوتے ہیں اس لیے شاید وہ اپنے کمرے میں پڑھنا پسند کرے اس لیے وہ چپ سادھ گئی۔

خود کو ایک نئے محاذ کے لیے ذہنی طور پہ تیار کرتی وہ اللہ کا نام لے کے دروازے پہ ہولے سے دستک دیتی اندر داخل ہوئی تو پہلی نگاہ ہی جیسی پتھر کی ہو گئی تھی۔

کمرے کے وسط میں پڑی وہیل چیئر پہ بیٹھا وہ شخص کم از کم وہ 'بچہ' نہیں تھا جسے وہ ٹیوشن دینے آئی تھی۔

بلکہ کمرے میں موجود شخص کی عمر اٹھائیس انتیس سال سے کم نہ ہو گی۔

وہ اس عجیب سی افتاد پہ چکراتے ہوئے سر کے ساتھ اس سچویشن کو سمجھنے کی سعی کر رہی تھی جب اس کی کھردری اور وحشت زدہ سی آواز کمرے میں گونجی۔

"کون ہو تم؟"

Zubi Novels Zone

کون ہو تم؟" درشت لہجے میں کیے گئے استفسار پہ اس کی ٹانگوں سے جیسے "
جان نکلنے لگی۔

وہ م۔۔۔میں۔۔۔آہہہ!" اگلے ہی لمحے اس شخص نے سامنے پڑے میز پہ "
رکھا اپنا قیمتی موبائل اٹھا کے دیوار پہ زور سے مارتے ہوئے اپنا سوال دہرایا تو
اس کے حلق سے ایک واشگاف سی چیخ نکلی۔
اس شخص کی سرخ آنکھوں سے چھلکتی وحشت دیکھ کے اسے لگا کہ جیسے وہ
اسی وقت اپنے حواس کھو دے گی۔
اس وقت اس کی لرزتی ٹانگوں میں اتنی سکت نہ رہی تھی کہ وہ پلٹ کے اس
کمرے کی دہلیز پار کر جائے اور اس زندان سے بھاگ نکلے۔

کون ہو تم؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی؟"اس کی لرزتی کانپتی اور" ابتر حالت کا اثر لیے بنا وہ بلند آواز میں دھاڑا تو وہ لرزی لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی رد عمل دے پاتی کمرے میں ایک نرم آواز گونجی۔

یہ آپ کی ٹیوٹر ہیں۔"نوارد کی آواز جہاں اس شخص کے لیے حیرانگی کا" باعث تھی وہیں اس کی سماعتوں پہ کوڑے کی مانند برسی۔

اس نے اپنی شہد رنگ آنکھوں میں شدید حیرت و بے یقینی بھرے اس بھرپور مرد کو دیکھا جسے اسے ٹیوشن دینے کے لیے کہا جا رہا تھا جبکہ وہ تو یہاں کسی بچے کو ٹیوشن دینے کا سوچ کے آئی تھی۔

اس کا سر اس عجیب و غریب افتاد پہ چکرا اٹھا تھا۔

مجھے کسی ٹیوٹر کی ضرورت نہیں ہے، آپ اسے یہاں سے واپس بھیج سکتے "
ہیں۔" حقارت سے ایک سائیڈ پہ کھڑی زحلے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے
وہ بولا تو اس کی شہد رنگ آنکھیں اپنی اس قدر ذلت پہ آنسوؤں سے بھر
گئیں جنہیں چھپانے کو وہ لرزتے قدموں کے ساتھ وہاں سے بھاگنے کی سعی
کرنے لگی۔

زوالنورین میر! آپ نے ایک ہفتہ قبل مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ اپنی "
سٹڈی مکمل کریں گے اس لیے آپ وعدہ نہیں توڑ سکتے۔" ڈاکٹر مرتضیٰ جن
کی عمر لگ بھگ پچاس سے پچپن سال کے درمیان ہو گی ان کی نرم مگر
قدرے تنبیہی آواز کمرے کی چوکھٹ پار کرتی زحلے کی سماعتوں سے ٹکرائی
لیکن وہ بنا مزید کچھ سنے کانپتے قدموں کے ساتھ وہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔

جبکہ کمرے میں بیٹھا ذوالنورین میر تاحال ابھی تک اس جگہ کو نفرت سے گھور رہا تھا جس جگہ کچھ لمحے قبل وہ اپنی تمام تر خوبصورتی و معصومیت کے ساتھ کھڑی تھی۔

لگژری آفس کی داہنی گلاس وال کے سامنے کھڑا وہ خوبصورت ہونٹوں کے بیچ سگریٹ دبائے اپنی بھوری آنکھوں کو نیچے سڑک پہ پھسلتی تیز رفتار گاڑیوں پہ مرکوز کیے ہوئے تھا جبکہ خیالات کی روش نجانے کس رو میں بہکی ہوئی تھی۔

آپ کے ہاتھوں پہ موجود یہ تل مجھے بہت پسند ہیں۔" ایک کھنکتی ہوئی آواز" کانوں میں گونجی تو پشت کی جانب موڑے اس کے دائیں ہاتھ کی انگلیاں بے ساختہ انداز میں اندر کی جانب بھنچ سی گئیں۔

وہ تمہارے لیے اس دنیا میں اتاری ہی نہیں گئی ہے اس لیے اس کا خیال" اپنے ذہن سے نکال دو ضرغام ملک۔" ایک اور بے لچک اور خشک آواز کانوں میں گونجی تو اس کی ٹریفک پہ مرکوز بھوری آنکھوں میں جیسے مرچیں سی چبھنے لگیں جبکہ سانسیں بھاری سے بھاری تر ہونے لگیں۔

تبھی اس نے بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں تھاما ہوا سگریٹ دوبارہ سے ہونٹوں سے لگاتے ہوئے گہرا کش لگایا اور گلاس وال کے سامنے سے ہٹا۔

سیکرٹری کو نیکسٹ میٹنگ کے متعلق کال پہ بریفنگ دے کے اس نے کرسٹل ٹیبل پہ رکھے اپنی بیش قیمت موبائل کی جانب ہاتھ بڑھایا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔

السلام علیکم، ضرغام ملک اسپیکنگ!"اس کی بھاری آواز گونجی تو دوسری" جانب موجود نگاہ حمدانی ناراض ہونے کے باوجود ہلکا سا مسکرادی۔

وعلیکم السلام اینڈ مسز ضرغام ملک اسپیکنگ!"شوخ لہجے میں جواب دیتے" ہوئے وہ ضرغام کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکان جبکہ آنکھوں میں چھائی وحشت بڑھا گئی۔

کیسی ہو؟"اس نے نرمی سے استفسار کیا تو نگاہ کو یاد آیا وہ اس سے ناراض" ہے تبھی وہ ٹھنکتے ہوئے بولی۔

میں بہت اچھی ہوں لیکن آپ بہت برے ہیں۔"اس کے الفاظ پہ اب کی" بار کھل کے مسکراتے ہوئے اس نے آگے ہو کے سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسلا اور خود کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کے پر سکون ہوا۔

یہ تو مجھے پتہ ہے لیکن کچھ نیا ہوا ہے کیا؟"اس کی متبسم آواز پہ وہ جھنجھلا" اٹھی۔

آپ جانتے ہیں کہ میرا دل کرتا ہے صبح سب سے پہلے آپ سے بات" کرنے کے لیے لیکن آپ ہیں کہ بارہ بجے تک میسر ہی نہیں ہوتے۔"اس کے شکوے پہ اس کے مسکراتے ہوئے لب جڑ گئے جبکہ نگاہوں کے سامنے بے ساختہ اس شکوے کی 'وجہ 'لہرائی تو چہرے کی گھمبیرتا بڑھنے لگی۔

اس وقت میں خود کو میسر نہیں ہوتا آپ کو کیسے وقت دوں نگاہ۔" بے بسی" سے خود کلامی کرتا وہ آنکھوں کو زور سے مسلتا سیدھا ہوا اور ہولے سے گلا کھنکھارا۔

آپ ناشتے سے پہلے کال کر لیا کریں۔"اس نے درمیانی راہ نکالنی چاہی۔"

ناشتے کے بعد کیا ہو جاتا ہے؟"نگاہ نے بات برائے بات سوال کیا۔"

اس وقت میں خود کا نہیں رہتا۔"سنجیدگی سے اس کی بات کا جواب دیتے" ہوئے وہ اسے خدا حافظ کہتا ہوا کال بند کر گیا اور بہت وحشت زدہ انداز میں اپنی جگہ سے اٹھا۔

میری ذات، میرے جذبات واحساسات کو جس طرح سے آپ سب نے" بے قدر جانا ہے اس کے لیے میں آپ سب کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔"

میز سے اپنا موبائل اٹھاتا وہ دل ہی دل میں اپنے 'مجرموں' سے مخاطب ہوا جبکہ کنپٹی کی پھڑکتی ہوئی رگ اس کی اندرونی کیفیت کا حال بخوبی بیان کر رہی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ اسی وحشت زدہ انداز میں وہاں سے نکلتا اس کا موبائل ایک دم سے گنگنا اٹھا۔

اس نے ایک سرسری سی نگاہ موبائل کی روشن سکرین پہ ڈالی جہاں کوئی نام سیو نہیں تھا لیکن اس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

جو بنا اجازت دل کے کواڑ خانوں میں براجمان تھی اس کا سکرین پہ جگمگاتا نمبر اس کے پورے وجود سمیت اس کے دل کو بھی لحظہ بھر کے لیے ساکت کر گیا۔

موبائل گنگناتے گنگناتے بند ہو گیا تو اس کو جیسے ہوش آیا اس نے سر جھٹکتے ہوئے ایک نظر موبائل پہ ڈالی جو اسی لمحے دوبارہ سے گنگنانے لگا۔

اس کا دل چاہا کہ وہ وقت ضائع کیے بغیر کال کاٹ دے لیکن اس کا انگوٹھا سرخ بٹن پہ پریس کرنے کی بجائے سبز بٹن سے ٹکرایا تو اس کی کھنکھتی ہوئی آواز آفس میں گونجنے لگی۔

السلام علیکم! ضرغام چاچو میں شہرے بات کر رہی ہوں۔"اس کی مترنم" آواز اس کی سماعتوں پہ جیسے چابک کی طرح برسی تھی جبکہ لفظ 'چاچو' پہ چہرہ سرخ پڑ گیا۔

وعلیکم السلام! کہیے۔"اس نے فوراً اپنے ضبط کی طنابیں کھینچتے ہوئے اس" سے اس اچانک کال کے متعلق استفسار کیا۔

چاچو! میں کالج سے فری ہو گئی ہوں، آج تین لیکچرز نہیں ہوئے، آپ پلیز" ڈرائیور انکل کو کہیں کہ مجھے آ کے لے جائیں۔"اس سے قبل اس نے کبھی

اسے یوں کال نہ کی تھی آج اگر کی تھی تو وہ اسے لینے کے لیے ڈرائیو کو نہیں بھیج سکتا تھا۔

کیونکہ شہرے ملک کے متعلق ضرغام ملک کسی پہ اندھا اعتماد نہ کیا کرتا تھا۔

وہی شہرے ملک جس کے لیے ضرغام ملک اس کا 'چچا' تھا
لیکن اسی ضرغام ملک کے لیے شہرے ملک اس کا 'سب کچھ' تھی۔

خوبصورت مومی پاؤں سیاہ چپل میں مقید کیے وہ بہت نزاکت کے ساتھ سیڑھیاں اترتی جا رہی تھی جبکہ اس کے پیروں کی حرکت کے ساتھ اس کی کمر پہ لٹکتی اس کی لمبی چٹیا بھی ہلکورے لیتی دیکھنے والی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

آبگینے کی شادی کب تک کرنے کاارادہ ہے پیر سائیں کا؟"ہال میں بیٹھی" اس کی ماں(ساجدہ بیگم)کے ساتھ براجمان اس کی چچی(نسرین بیگم)نے استفسار کیاتوساجدہ بیگم کی آنکھوں میں اذیت کے رنگ پھیل گئے۔

پتہ نہیں۔"اپنی تکلیف دیورانی پہ ظاہر کیے بغیرانہوں نے نپاتلاساجواب" دیاتونسرین بیگم کچھ بدمزہ سی ہو گئیں۔

آپ نے آبگینے کو بتایاکہ وہ خاندان کی خوشحالی کے لیے وقف کی جانے والی" ہے؟"انہوں نے ایک اور داو کھیلناچاہاویسے بھی اس وقت وہ فارغ تھیں۔ مرد سارے مردان خانے میں تھے،ملازمائیں سارا کام مکمل کر چکی تھیں جبکہ لڑکیاں اپنے اپنے کاموں میں مگن تھیں جبکہ وہاں آنے والی آبگینے بھی ماں اورتائی سے فاصلے پہ بیٹھی کزنز کے ساتھ براجمان ہو گئی۔

بھر جائی !ابھی بچی کاذہن خراب کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے ؟جب" وقت آیاتواسے سمجھادوں گی۔"انہوں نے دبے دبے لہجے میں انہیں جواب دے کے ایک نظر بیٹی کو دیکھا جس کی حسن نظروں کو خیرہ کرتا تھا۔

ارے کس وقت کاانتظار کر رہی ہو آپ بھر بھائی، کیاآپ کو نہیں معلوم" کہ کل پیر سائیں کی وہ مرید دربار آئی تھی جس کے پوتے سے آبگینے کا نکاح کرنا ہے۔اب ایسے میں آپ آبگینے کو سمجھاتی نہیں ہیں تواس کے لیے تو مسئلہ ہو جائے گانا۔"انہوں نے ساجدہ بیگم کو گہرے دکھ میں مبتلا کرتے ہوئے ساتھ مشورہ بھی دیا کہ آج ہی آبگینے کو سچائی سے آگاہ کر دیں۔

یاخدا!میری بیٹی کواس آزمائش سے بچالے۔"انہوں نے نسرین بیگم کو" جواب دینے کی بجائے دل ہی دل میں اللہ پاک سے التجا کی کہ وہ انہیں اس آزمائش سے بچائے۔

انہوں نے آبگینے کو دیکھا جس کی قلقل کرتی ہنسی ان کے دل پہ چھریاں چلا رہی تھی۔

اور وہ کیسے اپنے دل پہ پتھر رکھ کے اس ہنسی کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں۔

اگر آپ نہیں کر سکتی تو مجھے بتائیں میں کروں آبگینے سے بات؟" وہ شاید" بہت جلدی میں اس سارے ڈرامے کا اینڈ دیکھنے کو بیتاب تھیں۔

نہیں میں خود اسے سمجھا دوں گی۔" انہوں نے نرمی سے انہیں انکار کیا" جبکہ وہاں دور کزنز میں بیٹھی آبگینے ان کی باتوں پہ متعجب ہوئی جا رہی تھی۔

میری شادی؟ کس نے بتایا تمہیں؟" اس کی شادی کی اڑتی خبریں سبھی تک" تقریباً نامحسوس انداز میں پہنچ چکی تھیں اور اب کزنز اسے چھیڑ رہی تھیں۔

ہاں تمہاری شادی اور جہاں تک میں نے سنا تھا بابا سائیں تایا سائیں کو بتا" رہے تھے کہ لڑکا بہت پیارا ہے۔" دریہ کی شوخی پہ حیران بیٹھی آبگینے کے گال ایک دم سے بہت بے ساختگی میں انجانے سے احساس کے تحت سرخ ہوئے تو سب اسے دیکھ کے کھلکھلانے لگیں۔

مسکراہٹیں بکھیرتی ان لڑکیوں اور سپنے سجاتی آبگینے کو پتہ نہ تھا کہ کچھ دنوں تک ان کے سروں پہ کیسا بلاسٹ ہونے والا تھا؟؟؟

بیڈ پہ اپنا بیگ رکھے وہ بہت بگڑے موڈ کے ساتھ اپنے کپڑے ٹھونسے جا رہا تھا جب کمرے کا دروازہ ہولے سے کھٹکھٹا کے مائرہ گردیزی کمرے میں

داخل ہوئیں تواس نے بمشکل اپنے بھڑکتے جذبات وتاثرات پہ قابو پاتے ہوئے ہولے سے مسکرا کے انہیں خوش آمدید کہا۔

یہ کہاں جانے کی تیاری ہو رہی ہے ؟"بہت نرم لہجے میں استفسار کرتے" ہوئے وہ اس کے بیڈ پہ بکھرے کپڑوں کو ایک سائیڈ پہ کرتیں وہیں بیٹھ گئیں تواس نے ہاتھ میں پکڑی شرٹ بیگ میں رکھی۔

واپس جارہا ہوں شہر۔"اس نے سنجیدگی سے جواب دیا تو انہوں نے بغور" اس کا خوبرو چہرہ دیکھا۔

حالات سے ڈر کے بھاگنے والے لگتے تو نہیں تھے آپ ایس پی رہبان" گردیزی۔"انہوں نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے جتلایا تو وہ جھنجھلا اٹھا۔

حالات سے ڈر کے نہیں بھاگ رہا تائی جان لیکن مجھے بی جان کی ضد پریشان" کر رہی ہے۔میں یہاں آیا تھا کہ ماما کو بتا سکوں کہ میں اپنی کولیگ کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہوں لیکن۔۔۔۔۔۔" وہ بیزاری سے بات ادھوری چھوڑتا وہیں بیڈ پہ ٹک گیا تو مائرہ گردیزی نے توجہ سے اس کی جانب دیکھا۔

پسند کرتے ہو کولیگ کو؟" انہوں نے سوچ سمجھ کے سوال اٹھایا۔"

فار گاڈ سیک تائی جان، میں ان جھنجھٹوں میں پڑنے والا شخص نہیں ہوں" لیکن میں اس میس کو ختم کرنا چاہتا تھا اس لیے یہ شادی کرنے کو کہا لیکن بی جان کا ردعمل میرے لیے پریشان کن ہے۔" اس کے چہرے پہ اس وقت بیک وقت پریشانی، جھنجھلاہٹ اور بیزارگی پھیلی ہوئی تھی جو اس کے خوبصورت چہرے کی گھمبیرتا بڑھا رہی تھی۔

تو پھر بی جان کی بات مان لو۔" مائرہ گردیزی کی بات پہ اس کا فشار خون" ایک بار پھر سے بلند ہوا تو وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ناٹ اگین تائی جان ! میں اپنی استعمال کی ہوئی بے جان چیز کسی کے لیے" نہیں چھوڑتا اور آپ سب چاہتے ہیں کہ میں ایک جیتی جاگتی لڑکی کو اپنے نام کر کے لاوارثوں کی طرح وہیں چھوڑ کے خود بے غیرت بن جاوں ؟" وہ ایک دم سے آتش فشاں پہاڑ کی مانند پھٹ پڑا لیکن مائرہ گردیزی نے اطمینان سے اس کے غیض و غضب کو برداشت کرنے کے بعد سکون سے اس کی جانب دیکھا۔

آپ سے یہ کس نے کہا کہ آپ ایسا کرو؟" ان کی پر سکون مگر نرم آواز پہ" غصے سے اپنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے رہبان نے چونک کے ان کی جانب

دیکھا جن کے چہرے پہ پھیلا تبسم اور آنکھوں میں چھائے ناقابلِ فہم تاثرات اسے ٹھٹھکا سے گئے۔

وہ کانپتے لرزتے قدموں کے ساتھ بمشکل سیڑھیاں اترتی جب نیچے پہنچی تو سامنا فورالاونج میں بیٹھی شازمین میر سے ہوا تو وہ تیر کی مانند ان کی جانب لپکی۔

م۔۔ میم وہ۔۔۔۔۔۔"اس نے خشک ہوتے ہونٹوں کے ساتھ کچھ کہنا" چاہا جب وہ بہت شائستگی سے اس کی بات قطع کرتے ہوئے بولیں۔

مل لیا اپنے سٹوڈینٹ سے آپ نے مس زحلے؟"ان کے سوال پہ ساتوں" آسمان اس کے سر پہ ٹوٹتے چلے گئے۔

میم وہ۔۔وہ سٹوڈینٹ۔۔۔۔"اس نے انہیں گویا باور کروانا چاہا کہ وہ" بھرپور مرد اس کا سٹوڈینٹ کیسے ہو سکتا ہے۔

ہاں وہی سٹوڈینٹ جس کو پڑھانے کے لیے آپ نے کل کانٹریکٹ سائن" کیا تھا۔"ان کے نرم الفاظ میں چھپی تنبیہ پہ زحلے کے حواس جیسے جاگ اٹھے۔

اس کو احساس ہوا کہ اب بہت دیر ہو چکی تھی اور یہ دیر شاید اس کی اپنی جلد بازی کی بدولت ہوئی تھی کہ جو اپنی جاب کے متعلق مکمل معلومات لینا بھول گئی تھی۔

اور اب منہ پھاڑ کے کھڑی ضروریات کے سامنے وہ اپنے کانٹریکٹ سے انکاری نہیں ہو سکتی تھی۔

ج۔۔جی میم۔"وہ ہولے سے کہتی ہوئی واپس مڑی اور تھکے تھکے قدموں"
کے ساتھ واپس سیڑھیوں کی جانب چل دی۔

وہ ایک دفعہ پھر سے اسی کمرے کے سامنے پہنچ چکی تھی جہاں گزرے چند لمحے اس کی زندگانی کی تمام تر اذیتوں پہ بھاری تھے۔

مگر وہ چاہ کے بھی اپنے قدم واپسی کی جانب نہ موڑ سکتی تھی۔

اس نے آہستگی سے دروازہ کھولا تو اندر صوفے پہ اُس کے ساتھ بیٹھے ڈاکٹر مرتضیٰ نے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جبکہ ان کے ساتھ بیٹھے شخص کی نگاہیں کمرے میں پڑی اپنی وہیل چیئر پہ مرکوز تھیں۔

"آئیں بیٹا! بیٹھیں آپ؟" ڈاکٹر مرتضیٰ نے فوراً اسے خوش آمدید کہا تو وہ ہولے سے قدم اٹھاتی نرم و دبیز قالین کو روندتی جا کے کرسی پہ بیٹھ گئی۔

"کمرے میں چھائی آکورڈ سی خاموشی کو توڑنے کے لیے انہوں نے ایک اور سوال کیا تو اس نے دزدیدہ نگاہوں سے اس شخص کے چہرے پہ پھیلتی ناگواری کو محسوس کیا لیکن ضبط کر گئی۔ "آپ کا نام کیا ہے؟

"اس نے اپنا تعارف کروایا اور پھر نگاہ اپنی گود میں "زحلے۔۔زحلے ابراہیم!
رکھے ہاتھوں پہ مرکوز کر دی۔

بہت پیارا نام ہے، یہ میرا بہت پیارا دوست ہے ذوالنورین میر، یہ آج کا" شاگرد ہے۔"انہوں نے تعارف کروایا تو اس نے بنا اس شخص کی جانب دیکھے ہولے سے سر ہلایا۔

میں اب چلتا ہوں. ذوالنورین مجھے شکایت نہ ملے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھے" اور ایک تنبیہی نگاہ بے نیازی کی مورت بنے بیٹھے ذوالنورین پہ ڈالی تو اس نے خفگی سے سر جھٹکا۔

آپ کے نوٹس اور بکس کہاں ہیں؟"ڈاکٹر صاحب کے جانے کے بعد جب" وہ چند لمحے کچھ نہ بولا تو اس نے جی کڑا کرتے ہوئے سر ہولے سے اٹھایا اور اس کی جانب دیکھتے ہوئے متوازن لہجے میں استفسار کیا۔

جبکہ اس کے یوں ڈائریکٹ سوال پہ ذوالنورین کے چہرے پہ کڑواہٹ سی پھیل گئی۔

آپ سے کچھ پوچھا ہے میں نے؟"اس کی خاموشی پہ اس نے اپنے الفاظ پہ" زور دیا تو اس نے گردن گھما کے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

نہیں ہے میرے پاس، آپ نے پڑھانا ہے تو پڑھا کے جائیں یہاں سے۔"" شاید ڈاکٹر صاحب سے ہوئی کلاس کا اثر تھا جو وہ تم سے آپ ہو گئی تھی لیکن اکڑ اور نخوت جوں کی توں برقرار تھی۔

آپ کے سبجیکٹس کیا ہیں؟"اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے" دیکھا جو سیاہ ٹی شرٹ اور سیاہ ہی ٹراوزر پہنے صوفے پہ بیٹھا ہوا تھا جبکہ ٹانگوں

پہ ایک براون شال پڑی ہوئی تھی جو اس کے پیروں تک کو ڈھانپے ہوئے تھی۔

اس شاندار اور بھرپور مرد کی ایسی حالت پہ اس کے دل میں فطری دکھ ابھرا تھا لیکن اس نے اس کا اظہار بالکل نہ کیا۔

"دیکھیے مس ابراہیم! آپ کا کام مجھے پڑھانا ہے اس کے علاوہ جو بھی آپ کے فضول سوالات ہیں ان کے متعلق آگہی لے کے اس کمرے تک آتیں تو بہتر تھا۔" اس کی جانب ہولے سے گردن موڑے وہ سپاٹ لہجے میں بولتا اسے شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈبو گیا۔

اس کا چہرہ ہتک کے احساس سے فوراً سرخ پڑا تبھی وہ بمشکل ضبط کرتی اپنی جگہ سے اٹھی۔

اوکے ذوالنورین! ہم کل اسی ٹائم کلاس سٹارٹ کریں گے امید ہے کہ کل" آپ مینٹلی اس کے لیے تیار ہوں گے۔" سنجیدگی سے ایک نظر اسے دیکھتی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اس کے کمرے سے باہر نکل گئی۔

سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کی آنکھوں میں وہ ستر ہزار روپے لہرائے جن کی قیمت اس کی ہمت و سکت سے بہت زیادہ تھی لیکن۔۔۔۔۔۔

اس لیکن کا جواب بہت اذیت ناک تھا اس لیے وہ لب سختی سے بھینچے سیڑھیاں اتر کے ملازمہ کو بتا کے لاونج سے باہر نکل گئی۔

جبکہ اوپر کمرے میں بیٹھا ذوالنورین اپنی وحشت زدہ نگاہیں موندے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کے بیٹھا اپنے بائیں گھٹنے پہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں بجاتا زہر خند سوچوں میں مگن تھا۔

بایاں ہاتھ سٹیئرنگ پہ رکھے وہ دایاں بازو کھلے شیشے پہ رکھے بہت ضبط کے ساتھ کار میں بیٹھا شہرے کا انتظار کر رہا تھا جو کال کرنے کے باوجود ابھی تک نہیں آئی تھی۔

ایک اچٹتی نگاہ سائیڈ مرر پہ ڈالتے ہوئے اس نے اپنی گاڑی کے پیچھے کھڑی گارڈز کی گاڑی دیکھی تو غصے کا گراف جیسے مزید بڑھ گیا اور شاید اسی لیے وہ تیزی سے اپنی کار کا دروازہ کھول کے باہر نکلا اور اس سے پہلے کہ کالج کے گیٹ کی جانب بڑھتا، سیاہ ٹراوزر کے ساتھ سفید لوز سی شرٹ پہنے وہ سفید حجاب اوڑھے اپنی دوستوں کے ساتھ باہر نکلتی دکھائی دی تو اس نے اپنے قدم وہیں روک لیے۔

"شہرے! وہ یونانی اپالو تمہیں لینے آیا ہے؟" وہ قدم واپس کار کی جانب موڑ رہا تھا جب شہرے کی دوست کی نظر اس پہ پڑی جو سیاہ پینٹ اور لائٹ بلیو

شرٹ پہنے جس کے بازو کہنیوں تک فولڈ کیے، وہ بائیں کلائی میں بیش قیمت گھڑی پہنے، سیاہ جوتے پہنے، ہوا سے بے ترتیبی کا شکار ہوئے بالوں کو ماتھے پہ سجائے وہ چہرے پہ سنجیدہ تاثرات لیے خوبصورتی و وجاہت کا جیتا جاگتا مجسمہ لگ رہا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ! شہرے یہ اتنا شاندار بندہ تمہیں کہاں سے مل گیا؟ تمہاری فیملی کے سارے مرد ہی شاندار ہیں لیکن یہ تو کوئی الگ قسم کا چارم لے کے آیا ہے، یہ تمہارا فیانسی تو نہیں؟ اگر نہیں ہے تو پلیز اس سے شادی کر لو نہیں تو میری کروا دو۔" شہرے جو ابھی منعم کے سوال کا جواب دینے ہی والی تھی، حرا کے بے صبرے پن پہ بوکھلا گئی۔

جبکہ ان سے چند فرلانگ کے فاصلے پہ کھڑا ضرغام ملک اس لڑکی کے آخری جملوں پہ جہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔

پاگل ہو چکی ہو تم، یہ ضرغام چاچو ہیں اور ان کا نکاح ہو چکا ہے۔"ان کی" فضول گوئی پہ سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ وہ دبے دبے لہجے میں گویا ہوئی تو اس کے الفاظ پہ ضرغام ملک کا دل کیا پوری ہستی پل میں فنا ہوئی تھی۔

بھوری آنکھوں کو زور سے میچتے ہوئے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کار کی جانب بڑھا اور اس کا فرنٹ ڈور شہرے کے لیے کھول کے وہ اپنی سائیڈ کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھول کے اندر بیٹھا۔

چند ہی ثانیوں کے بعد وہ خوشبوئیں بکھیرتی کھلے دروازے سے اندر بیٹھی اور دروازہ بند کر کے اس کی جانب دیکھا جو نجانے کیوں ہمیشہ اسے دیکھنے سے احتراز برتتا تھا۔

ضرغام چاچو! ایک سوال پوچھوں آپ سے؟"گاڑی میں چھائی خاموشی"
اور ضرغام کا اجنبی رویہ جب اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ بول اٹھی جبکہ اس
کی آواز پہ ضرغام نے ہولے سے سر خم کرتے ہوئے گویا بولنے کا اشارہ کیا۔

آپ مجھ سے ناراض ہیں کیا؟ نا آپ مجھ سے بات کرتے ہیں نا میری طرف"
دیکھتے ہیں حالانکہ میں تو آپ کو تنگ بھی نہیں کرتی۔" وہ اس کی طرف ہلکا سا
رخ موڑے اس کی جانب دیکھتی شکوہ کناں لہجے میں بولا تو اس کے سوالات
پہ ضرغام کا چہرہ جیسے انتہائی سرخ پڑا تھا۔
یہ لمحے شاید اس کے لیے بہت بھاری ترین لمحے تھے۔

ایسا کچھ نہیں ہے، آپ جانتی ہیں کہ میری طبیعت ہی ایسی ہے۔" بنا اس کی"
جانب دیکھے وہ بمشکل لہجے کو کمپوز کیے بولا تو شہرے نے خفگی سے اسے
دیکھا۔

نگاہ چچی سے تو آپ اتنے پیار سے بات کرتے ہیں۔"شکوہ کرتے ہوئے وہ"
یہ بات فراموش کر گئی کہ وہ کس سے اپنا مقابلہ کر رہی ہے۔
جبکہ اس کی یہ بے خبری دوسری جانب آگ لگا گئی تھی تبھی وہ خشک لہجے
میں اسے ٹوک گیا۔

شہرے پلیز!"اس کے ٹوکنے پہ وہ لحظہ بھر کے لیے خاموش ہو گئی اور پھر"
رخ مکمل طور پہ کھڑکی جانب موڑتی گزرتے مناظر کو دیکھنے لگی۔
جبکہ اس کی موجودگی میں ہمکتے دل کو سختی سے ٹوکتا ہوا وہ مکمل طور پہ سامنے
سڑک پہ توجہ مرکوز کر گیا۔
اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ گاڑی میں خاموشی بڑھتی جا رہی تھی۔

جائے نماز تہہ کر کے اسے رکھنے کے بعد وہ اپنے بیڈ کی جانب بڑھی ہی تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد ساجدہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں تو اس نے چونک کے انہیں دیکھا۔

"اماں سائیں! آپ اس وقت؟" اس نے دیوار پہ لٹکی گھڑی پہ ایک نظر ڈال کے ان کی طرف دیکھا جو آج بہت غیر متوقع طور پہ اس وقت کمرے میں آئی تھیں۔

"نماز پڑھ لی تم نے؟" ساجدہ بیگم اس کے بستر پہ بیٹھتے ہوئے تمہید باندھنے کے سے انداز میں گویا ہوئیں تو آبگینے سر اثبات میں ہلاتی ان کی گود میں سر رکھ کے لیٹ گئی۔

آپ پریشان لگ رہی ہیں، کیا ہوا؟"ان کے چہرے سے مترشح ہوتی پریشانی" کو دیکھتے ہوئے وہ بولی تو انہوں نے ایک نظر اس کے خوبصورت چہرے پہ ڈالی اور پھر ہمت مجتمع کرتے ہوئے بولیں۔

پیر سائیں تمہاری شادی کرنا چاہتے ہیں۔"انہوں نے بالآخر اس کے سر پہ" دھماکہ کرتے ہوئے وقفہ لیا تو آبگینے ساکت ہوتی دھڑکنوں اور پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ ماں کا چہرہ دیکھنے لگی جو مزید بول رہی تھیں۔

لیکن اماں۔۔۔یہ سب۔۔ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟"وہ ایک جھٹکے سے ان کی" گود سے اٹھتی ششدر سی ماں کو تکنے لگی جنہوں نے اس کی سماعتوں پہ ایسا اندوہناک انکشاف کیا تھا کہ اس کا وجود ہل کے رہ گیا۔

ایسا تو کہیں نہیں لکھا ہے اماں سائیں، اللہ تعالیٰ نے اگر انسانوں کی جان کا" صدقہ قبول کرنا ہوتا تو وہ حضرت اسماعیل کی جگہ دنبہ کو نہ بھیجتا پھر۔۔۔ پھر پیر سائیں کس صدقے کس قربانی کی بات کر رہے ہیں؟" وہ ڈوبتی سانسوں اور اڑے اڑتے حواسوں کے ساتھ بے ربط سے انداز میں بولتی جا رہی تھی جبکہ اس کی حالت دیکھ کے ساجدہ بیگم کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔

میری بچی یہ صدیوں سے اس گھرانے کی روایت چلی آ رہی ہے۔" وہ اس" کے ہولے ہولے لرزتے وجود کو اپنی بانہوں میں سمیٹنے کی کوشش کرتیں گلوگیر لہجے میں بولیں تو وہ مچل اٹھی۔

پھر اس روایت کو اس گھٹیا طریقے سے پورا کیوں کرتے ہیں اس گھرانے" والے؟ کیا ضروری ہوتا ہے کہ ایک لڑکی کی آنکھوں میں شادی کے خواب سجا کے اس کا نکاح ان دیکھے مرد سے کروا کے اسے رخصت کر کے اس کے

ساتھ بھیجنے کی بجائے زندان خانے میں بھیج دیا جائے جہاں سسکتی ہوئی وہ جان گھرانے کی سلامتی کے لیے قربان ہو جائے، قربان ہی کرنا ہے تو پیدا ہوتے ہی بند کر دیا کریں ناتب تو جان جلدی چھوٹ جاتی ہے۔" یہ صدمہ اور ایسی شرمناک حقیقت نے اسے بے حال سا کر دیا تھا اس لیے وہ ان کی گرفت میں بے قابو ہوتی سسکنے لگی۔

ایسا ضروری ہوتا ہے میری بچی۔" وہ اسے سینے میں سمیٹتی روتے ہوئے" بولیں تو اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں۔

اماں سائیں پلیز، آپ۔۔آپ پیر سائیں کو منع کریں نا۔انہیں روکیں نا" آپ جانتی ہیں کہ اندھیرے سے جان جاتی ہے میری اور۔۔۔اور اکیلے رہنا میری سانس بند کر دے گا، میرے ساتھ یہ ظلم نہیں کریں، پلیز اماں

سائیں۔" وہ ایک دم سے ماں کے ہاتھ پکڑتی لجاجت سے گویا ہوئی تو ساجدہ بیگم کا دل بیٹی کی حالت دیکھ کے جیسے پھٹنے لگا تھا۔

اس کا پھولوں کی طرح مہکتا وجود پل میں جیسے کسی کھنڈر نما عمارت کا منظر پیش کرنے لگا تھا۔

صبر کرو میری بچی اور اپنے لیے اللہ پاک سے بس دعا کرو۔" اس کے " چہرے پہ بوسہ دیتیں وہ نم لہجے میں کہتیں اس کے سسکتے وجود کو خود میں چھپا گئیں۔

رات کی تاریکی میں سڑک پہ رواں دواں ٹرک کا شور ایک عجیب سا سماں پیدا کر رہا تھا اور اسی شور میں شاید ٹرک کے اندر موجود انسانی وجود کی سسکیاں دبنے لگی تھیں۔

کتنے آئٹمز ہیں؟"ٹرک ڈرائیور کے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے دونوں" نفوس میں سے ایک بولا تو دوسرے نے فوراجواب دیا۔

تیس ہیں۔"اس نے جواب دیتے ہوئے نسوار زبان کے نیچے رکھی۔"

تم نے چیک کر لیا تھا نا کہ آگے کوئی چیک پوسٹ تو نہیں ہے؟"پہلے والے" شخص نے اب کی بار ڈرائیور کی جانب دیکھتے ہوئے استفسار کیا۔

نہیں صاحب! وہ ایس پی آج کل شہر سے کہیں باہر گیا ہے اور اس کے علاوہ" کوئی مائی کا لال ایسا نہیں ہے جو ہمارے ٹرک کی جانب آنکھ اٹھا کے بھی دیکھ سکے۔"ڈرائیور سینہ پھیلاتے ہوئے شیخی سے بولا۔

اس سے پہلے کہ وہ شخص اس کی بات کا کوئی جواب دیتا اچانک تیز روشنی سامنے سے پڑنے پہ تینوں نے بے ساختہ ہاتھ آنکھوں کے سامنے رکھا جس سے ٹرک ڈگمگا سا گیا جسے بمشکل سنبھال کے ڈرائیور نے سر جھکا کے چندھیائی آنکھوں سے سامنے دیکھا تو گویا سانس حلق میں اٹک گیا ہو۔

ایس پی رہبان گردیزی!" اس کی سرگوشی پہ وہ دونوں شخص بھی بری طرح سے چونک اٹھے۔

اگر اس شخص کے ہتھے ہمارا مال چڑھا تو ہماری لاشوں کے ٹکڑے پاکستان" کے چیل کوے کھائیں گے۔" ان میں سے ایک شخص نے خوفزدہ انداز میں کہتے ہوئے اپنے پسٹلز نکال کے ان پہ گرفت مضبوط کی لیکن اس سے قبل کے ان میں سے کوئی بھی ہوشیاری کرتا ٹرک کے آگے والے ٹائر ایک ساتھ

پنکچر ہوئے اور ٹرک ہچکولے کھاتا سڑک سے اترتا نیچے کچے میں لگے مضبوط درخت سے ٹکرا گیا۔

جبکہ اپنے بائیں ہاتھ میں ایک پسٹل تھامے ایس پی رہبان گردیزی اپنی کمر میں اٹکا دوسرا پسٹل بھی نکالتا دائیں ہاتھ میں پکڑے ٹرک کی جانب بڑھا۔

وہ پسٹلز ہاتھ میں تھامے ٹرک کی جانب بڑھ رہا تھا اور اسے آگے بڑھتے دیکھ کے اندر بیٹھے تینوں نفوس نے جلدی سے اپنے ہتھیار سنبھالے مگر اس سے پہلے کہ وہ اس کا نشانہ لے پاتے کھلے شیشوں سے آتی گولیاں ان کے ہاتھوں کو ناکارہ بناتیں ہتھیار نیچے گرانے پہ مجبور کر گئیں۔

وائلنس سخت ناپسند ہے مجھے لیکن تم لوگوں کی فضول ہیرو گیری مجھے " وائلنس کرنے پہ مجبور کر دیتی ہے۔" ایک اور فائر کرتا رہبان ٹرک کا دروازہ

کھولتا ہوا بولا تو رات کی تاریکی میں اس کی بھاری آواز گونج اٹھی جبکہ اس کی بات پہ اس کے ساتھ آیا اس کا اہلکار سمیع مسکراہٹ چھپانے کو سر جھکا گیا۔

"سمیع! چونکہ میری نظر میں صرف میں ہی ہیرو ہوں اس لیے تم نقلی ہیروز کو گاڑی میں بٹھاو میں ذرا ان کے جنازے کا کنفرم بندوبست بنا کے آتا ہوں۔" اپنے مخصوص بے لچک انداز میں سمیع کو اشارہ کرتا وہ پچھلی سائیڈ پہ آیا اور جلدی سے دروازہ کھولا۔

دروازے کھولنے پہ اندر سکڑے سمٹے بیٹھے بارہ سے پندرہ سالہ لڑکے اور لڑکیوں کو دیکھ کے اس کا دل گویا پھٹنے والا ہو گیا۔

اس کا دل چاہا کہ وہ اپنے ہاتھ میں تھامے پسٹلز کی تمام گولیاں ان افراد کے سینے میں اتار دے جو ان جیسے معصوموں کا سودا کرتے ہیں۔

دکھتے دل کے ساتھ وہ اندر بڑھا اور ان بچوں کو وہاں سے نکالنے لگا جو اسے دیکھتے ہوئے روئے جا رہے تھے۔

ایک نظر گھڑی پہ ڈالتے ہوئے اس نے تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے ابراہیم صاحب کے لیے ناشتے کی ٹرے تیار کی اور ان کے کمرے کی جانب بڑھی۔

بابا آپ یہ ناشتہ کریں فٹافٹ سے تب تک میں کام نبٹا کے آتی ہوں۔"ان" کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے وہ بشاشت سے گویا ہوئی تو بیڈ پہ لیٹے ابراہیم صاحب نے چونک کے اس کی جانب دیکھا جو چاکلیٹ کلر کے سوٹ میں ملبوس بلیک دوپٹہ کندھوں پہ پھیلائے ان کے لیے ناشتہ پلاسٹک کی تپائی پہ رکھنے لگی۔

تم جانتی ہو زحلے کہ میں تمہارے بغیر ناشتہ نہیں کرتا۔"اسے وہاں سے "
نکلنے کے لیے پر تولتے ہوئے انہوں نے آہستگی سے شکوہ کیا تو اس کے
قدموں کو جیسے بریک سا لگا تھا۔
آج صبح صبح ابراہیم صاحب کی طبیعت اچانک بگڑنے کی وجہ سے وہ اپنے
معمول کے کام وقت پر نپٹانے میں لیٹ ہو چکی تھی اسی لیے وہ آج بنا ناشتہ
کیے جلدی سے بقیہ کام نپٹا کے اپنی جاب پہ جانا چاہتی تھی۔

بابا جانتی ہوں میں لیکن آج میں تھوڑا لیٹ ہو گئی تو سوچا"
کہ۔۔۔۔۔۔۔۔"اس نے یاسیت سے کہتے ہوئے قدم واپس موڑے اور
کمرے میں پڑی کرسی گھسیٹ کے تپائی کے نزدیک کی اور پھر ابراہیم صاحب
کو سہارا دے کے بٹھایا اور پھر وہیں براجمان ہو گئی۔

جبکہ اس کی ادھوری بات ابراہیم صاحب کے دل میں کھب سی گئی، انہوں نے اسے دیکھا جس نے ہوش سنبھالتے ہی اپنی ذات کو فراموش کر ڈالا تھا کیونکہ جب دس سال کی ہوئی تھی تو یہ جان لیوا انکشاف ہوا تھا کہ ابراہیم صاحب کو بلڈ کینسر ہے۔ شروع میں کینسر زیادہ پھیلا نہ تھا اس لیے جو جمع پونجی تھی اس سے ان کا علاج کروایا گیا لیکن مرض تھا کہ بڑھتا چلا گیا اور سرمایہ ختم ہوتا چلا گیا۔

حالات اس قدر بگڑ گئے کہ نوبت فاقوں تک آ گئی تھی اور پھر جب سولہ سال کی ہوئی تو ماں کی وفات کے بعد جیسے وہ صحیح معنوں میں تپتے صحرا میں آ گئی ہے۔

ماں اگرچہ سوتیلی تھی اور اس میں سے دو بھائی بھی تھے لیکن ان کے ہونے سے اسے ڈھارس تھی۔

ماں کے مرتے ہی جب دونوں بھائیوں معیز، معید کا اپنے ننھیال والوں کے ساتھ ربط بڑھا تو دونوں بھائی باپ اور بہن سے متنفر ہوتے چلے گئے اور پھر

دو سال بعد ہی نوبت یہاں تک آ پہنچی کہ اوپری پورشن میں دونوں بھائی شفٹ ہو گئے اور الگ دروازہ بھی سیڑھیوں پہ لگا کہ گویا ان باپ بیٹی سے تعلق ختم کر لیا کہ ان کے بقول ان کی ماں ان کے باپ کی وجہ سے مری ہے۔

بھائیوں کی ایسی حرکت اور باپ کی بتدریج خراب ہوتی حالت دیکھ کے زحلے جس کی دنیا گھر اور کالج سکول تک ہی محدود تھی وہ باہر نکلی اور اپنی تعلیم کے ساتھ ساتھ مختلف کام کرنے لگی کیونکہ وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھر کے باپ کی موت کا ساماں نہیں بن سکتی تھی۔

پڑھائی میں ہمیشہ وہ اچھی رہی تھی اس لیے اس کی سکالرشپ جاری رہا جس کی وجہ سے اس نے پڑھائی نا چھوڑی لیکن پارٹ ٹائم ٹیوشنز، کمپیوٹر آپریٹنگ جیسی چھوٹی موٹی جابز کر کے گزارا کرنے لگی۔

لیکن گزشتہ کچھ عرصے سے اس کے نام لگی دکان سے آیا جانے والا کرایہ جب اس کے سوتیلے بھائیوں نے ضبط کرنا شروع کر دیا اور حالات پھر سے کشیدگی کا شکار ہونے لگے تو وہ ان چھوٹی موٹی جابز کو چھوڑ کے ایک اچھی اور مستقل جاب کی تلاش میں نکلی تو اندازہ ہوا کہ اس راہ میں اپنی عزت اپنی جان سے بڑھ کے بچانی پڑتی ہے۔

کیونکہ بہت سی جگہوں پہ اسے جابز صرف اس کی خوبصورتی کی وجہ سے دی جانے کی کوشش کی جاتی کہ کیا ہوا جو تجربہ نہیں لیکن ایک خوبصورت بدن تو ہے۔

انہی کٹھن راہوں سے ہوتی وہ ایک دن 'میر اینڈ سنز انٹرنیشنل کمپنی' تک پہنچ گئی جہاں موجود جاب کو سن کے اسے لگا تھا کہ اس کا امتحان شاید ختم ہو چکا ہے کیونکہ ستر ہزار میں ان دونوں باپ بیٹی کے مہینے کا گزارا بہت آسانی سے ہو سکتا تھا بشمول ابراہیم صاحب کی دوائیوں کے جن پر کینسر کے اثر سے مزید بیماریاں جنم لے رہی تھیں۔

مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا امتحان تو ابھی شروع ہوا تھا۔

ذوالنورین میر' کی صورت میں۔'

رات کا کھانا کھاتے ہوئے' گردیزی حویلی' کے سارے افراد اس وقت ڈائننگ ہال میں جمع تھے جہاں وہ میز پہ کھانا چننے کی بجائے فرشی دستر خوان بچھاتے اور نیچے بیٹھ کے کھانا کھاتے تھے۔

رہبان واپس چلا گیا نا؟" بی جان نے سائرہ گردیزی کی جانب دیکھتے ہوئے" شکوں کناں لہجے میں استفسار کیا تو وہ نگاہیں چرا گئیں۔

نہیں بی جان! رہبان واپس آگیا ہے۔" غیر متوقع طور پہ اس کی "
خوبصورت و بھاری آواز سن کے سب نے ہی چونک کے دروازے کی جانب دیکھا جہاں وہ سیاہ پینٹ کے ساتھ نیوی بلیو شرٹ پہنے کف کہنیوں تک فولڈ کیے بہت جاذبِ نظر دکھ رہا تھا۔

کل رات کو کہاں چلے گئے تھے اور آج بھی پورا دن نہیں دکھے؟" بی جان "
نے اس کے قریب آنے پہ اس کی پیشانی کا بوسہ لیتے ہوئے استفسار کیا تو اس نے ایک نظر باپ اور چچی کو دیکھا اور پھر بی جان کی طرف متوجہ ہوا جو کھانا چھوڑ کے اس کی جانب متوجہ ہو چکی تھیں۔

دوستوں کو اپنی شادی کا انویٹیشن دینے گیا تھا۔" اس کے سنجیدہ لہجے میں "
کہے گئے الفاظ پہ وہاں موجود سبھی نفوس کو جیسے جھٹکا سا لگا ماسوائے دو افراد کے۔

سبھی کھانے چھوڑے اسے دیکھنے لگے۔

مجھے لگتا ہے لالہ نے ہماری ہونے والی بھابھی کی تصویر دیکھ لی ہے جو آناً فاناً یہ' فیصلہ کیا ہے۔"ریحان نے ساتھ بیٹھی دریہ کے کان میں سرگوشی کی تو اس نے شدومد سے سر ہلاتے ہوئے اس کی بات سے اتفاق کیا۔

آپ۔۔آپ واقعی شادی کے لیے مان گئے ہو؟"بی جان نے خوشی سے" کانپتے ہوئے لہجے میں استفسار کیا تو اس نے ہولے سے کندھے اچکائے۔

آپ سبھی مان چکے تھے اس لیے مجھے بھی مجبوراً ماننا پڑا۔"اس کے لہجے کی" لاپرواہی اس کی سیاہ آنکھوں کے ناقابلِ فہم تاثرات کا بالکل ساتھ نہ دے رہی تھی۔

جبکہ اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے ان الفاظ پہ بی جاب کو لگا جیسے انہیں ہفتِ اقلیم مل گئی ہو انہوں نے جھٹ سے اسے دوبارہ سینے سے لگایا اور اس کی پیشانی چومتی اس کا شکریہ ادا کرنے لگیں۔

مگر پھر ایک دم سے احساس ہونے پہ وہ تھمیں اور ایک نظر پوتے کو دیکھا جو ایک ٹھہرے ہوئے سمندر کی مانند بظاہر بہت پر سکون دِکھ رہا تھا۔

بچے آپ جانتے ہیں کہ یہ شادی کس طرح سے ہو رہی ہے تو آپ دوستوں" کو نہ بلاتے تو بہتر تھا۔" انہوں نے مناسب الفاظ کا چناو کرتے ہوئے اسے منع کرنا چاہا کہ یہ کوئی 'نارمل شادی' تھوڑی نہ تھی۔

ریلیکس بی جان! شادی شادی ہی ہوتی ہے، یہ کسی بھی طرح سے ہو مگر" مجھے اسے اسی طرح سے کرنا ہے جیسے 'رہبان گردیزی' کی شادی ہونی

چاہیے۔"ان کی آنکھوں میں دیکھتا وہ مضبوط لہجے میں بولتا انہیں بہت کچھ باور کرواتے ہوئے پر سکون انداز میں کھانے کی جانب متوجہ ہو گیا۔

مانو نا مانو یہ محترم لڑکی پہ بری طرح سے لٹو ہو چکے ہیں۔"ریحان کی زبان" میں پھر سے کھجلی ہوئی تو وہ نوجوان پارٹی میں سرگوشی کرنے لگا۔

لیکن بچارے یہ نہیں جانتے کہ جن پہ یہ محترم لٹو ہیں وہ ان کے ہاتھ نہیں" آنے والی۔"دریہ جو کہ ریحان کے نزدیک بیٹھی تھی اس نے فوراً پر تاسف لہجے میں جواباً کہا۔

رہبان گردیزی کی ایک دھواں دھار لو سٹوری بناتے اس کے بہن بھائی اور کزنز یہ بات نہیں جانتے تھے کہ سب کا سکون خاک میں ملانے کے بعد سکون سے کھانا تناول کرتا رہبان گردیزی اپنی ہونے والی 'منکوحہ' کے نام سے بھی ناواقف تھا۔

معمول کی مانند مستعد ملازمہ کی معیت میں جب اس نے لاونج میں قدم رکھا تو اس وقت نو بج کے پچیس منٹس ہو چکے تھے لیکن چونکہ لاونج میں کوئی نہیں تھا اس لیے کلمہ شکر کہتی تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔

اسے ذوالنورین میر کو ٹیوشن دیتے ہوئے ایک ہفتہ ہو چکا تھا اور اس ایک ہفتے میں اسے لگتا تھا کہ وہ کسی پتھر کے مجسمے سے اپنا سر ٹکراتی رہتی ہے۔

اس نے نو سے ساڑھے پانچ بجے تک اسی کے کمرے میں رہنا ہوتا تھا چاہے اس دوران وہ شخص کچھ بھی کرے لیکن اس کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ وہ اسے زیادہ ٹائم پڑھائے تاکہ جلد از جلد اس کی اس مصیبت سے جان چھوٹے مگر اسے اس کی امید نہیں تھی۔

وہ گھنٹوں مسلسل بولتی رہتی لیکن وہ بنا کچھ بولے کوئی سوال کیے اسے سنتا رہتا اور اس کے چپ ہونے پہ گود میں رکھے نوٹس یا کتاب کو جھٹکے سے بند کرتا ساتھ پڑی میز پہ پٹخ دیتا تھا۔

ذوالنورین کے عجیب و غریب رویے کو سوچتی وہ اس کے کمرے کا دروازہ ہولے سے ناک کرتی ہوئی اندر داخل ہوئی تو نگاہ سیدھی اسی سے جا ٹکرائی جو معمول کی طرح سیاہ ٹی شرٹ اور سیاہ ٹراوزر پہنے ٹانگوں پہ سکن چادر پھیلائے صوفے پہ براجمان تھا جبکہ خوبرو چہرے پہ پھیلے تاثرات بھی ہمیشہ کی طرح جامد و سرد تھے۔

السلام علیکم!" اس نے آہستگی سے سلام کیا اور اس سے حتی المقدور فاصلہ رکھتی براجمان ہو گئی۔

آپ آدھا گھنٹہ لیٹ ہیں۔" بنا سلام کا جواب دیے وہ دیوار پہ لٹکی گھڑی کی " جانب اشارہ کرتا ہوا روکھے لہجے میں بولا تو وہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔

جب آپ نے کچھ سننا سمجھنا ہوتا نہیں تو کیا فرق پڑتا ہے کہ آدھ گھنٹہ کم " پڑھا جائے یا آدھ گھنٹہ زیادہ۔" وہ سنجیدگی سے کہتی کتاب کھولنے لگی جبکہ اس کی بات پہ ذوالنورین نے اپنی خوبصورت آنکھیں جو کہ ہمیشہ کی طرح ہلکی سی سرخی لیے ہوئے تھیں اٹھا کے ایک کاٹ دار نگاہ اس پہ ڈالی جو اس سے کچھ فاصلے پہ براجمان اپنے کام میں مگن تھی۔

مجھے کسی کے انتظار میں ایک لمحہ گزارنا بھی سخت ناپسند ہے کجا کے آدھ " گھنٹہ۔" اس کا لہجہ اگرچہ گہری کاٹ لیے ہوئے تھا لیکن اس کے الفاظ پہ نجانے کیوں اس کی جانب نوٹس پکڑاتی زحلے کے ہاتھ پل بھر کے کپکپائے

جس کی وجہ سے نوٹس ذوالنورین کے تھامنے سے قبل ہی زمین بوس ہو گئے۔

"نوٹس نیچے گرنے پہ جب وہ ہولے سے ذوالنورین پلیز ڈونٹ۔۔۔۔۔ نیچے جھکنے کی کوشش کرتا خود کو حرکت دینے لگا تو وہ بے ساختہ انداز میں قدرے بلند آواز میں کہتی اس کے بائیں کندھے پہ ہاتھ رکھتی اسے مزید مزید حرکت کرنے سے روک گئی۔

جبکہ اس کی اس اچانک حرکت اور اپنے کندھے پہ محسوس ہوتے لمس پہ وہ لحظہ بھر کے لیے تھم سا گیا لیکن یہ صرف پل بھر کے لیے تھا اگلے ہی پل جب وہ اس کے کندھے سے ہاتھ اٹھاتی نیچے جھک کے اس کے پیروں کے پاس پڑے نوٹس اٹھانے لگی تو اس نے کرب زدہ انداز میں آنکھیں زور سے میچیں۔

آج کے بعد میرے پیروں میں مت جھکیے گا چاہے کتنی ہی اہم شے کیوں نہ" اٹھانی ہو۔" وہ نوٹس اٹھا کے سیدھی بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کی سرد آواز اس کے کانوں میں گونجتی اسے ششدر کر گئی۔

اس نے گردن گھما کے اس کی جانب دیکھنے لگی جس کا خوبرو چہرہ اس وقت شدتِ ضبط کے باعث سرخ ہو رہا تھا۔

وہ نہیں سمجھ سکی تھی کہ اس نے یہ الفاظ کیونکر کہے تھے اور کن معنوں میں کہے تھے لیکن اس جیسے شخص کے منہ سے نکلنے والے یہ الفاظ اسے حقیقتاً بے یقینی و حیرت کی عمیق گہرائیوں میں لے گئے تھے۔

لیکن کچھ ہی ثانیوں بعد وہ سنبھلتی ہوئی نوٹس اسے تھما کے آج کا لیکچر اسے دینے لگی جو حسبِ معمول اسے سننے کی بجائے اپنی خوبصورت آنکھیں اپنے چادر سے ڈھکے پیروں پہ مرکوز کر چکا تھا۔

اپنا بریف کیس ملازم کو پکڑاتا وہ اپنا بلیو کوٹ دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں میں تھام کے کندھے پہ لٹکائے اندر کی جانب بڑھتا دوسرے ہاتھ سے گریبان کے اوپری بٹن کھولنے لگا۔

جب ہال کے داخلی دروازے پہ قدم رکھتے ہی اس کی سماعتوں میں اس کی کھلکھلاتی ہوئی آواز پڑی تو تھکن جیسے مزید بڑھ گئی۔

اس سے پہلے کہ وہ قدم واپس موڑتا اس کی نظر اس پہ پڑ چکی تھی۔

"اس نے چہکتی آواز پہ اس کی۔ مسٹر رائٹ آ گئے آپ کے لیں نگاہ چچی!

گردن گھمائی جہاں نگاہ گود میں زوہان لے کے بیٹھی شہرے کے سامنے پڑے صوفے پہ ثمرین بیگم کے ساتھ براجمان مسکرا رہی تھی۔

السلام علیکم !" باآواز سلام کرتے ہوئے وہ ان لوگوں کی جانب بڑھا۔"

وعلیکم السلام !"سب نے مشترکہ جواب دیا تو وہ وہیں نگاہ کے نزدیک ہی" بیٹھ گیا۔

کیسی ہیں آپ؟"اس نے نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا تو نگاہ ہولے" سے مسکرائی۔

ہمیشہ کی طرح بہت خوبصورت۔"نگاہ نے حسبِ عادت اپنا پسندیدہ" جواب دیا تو اس کے چہرے پہ بڑی خوبصورت سی مسکان سی پھیل گئی۔

اپنے بیٹے کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کے ثمرین بیگم کے دل میں ٹھنڈک سی اتری کیونکہ ایسا بہت کم ہوتا تھا جو وہ یوں مسکراتا جبکہ دوسری جانب شہرے اسے مسکراتا دیکھ کے جیسے خفا ہوئی تھی۔

ساری دنیا سے مسکرا کے بات کرتے ہیں لیکن میری طرف تو دیکھتے بھی" نہیں ہیں حالانکہ باقی ساری چاچو تو اتنا پیار کرتے ہیں۔" وہ جس نے ہمیشہ سبھی سے پیار سمیٹا تھا وہ ضرغام کے ایسے رویے پہ ہمیشہ خفگی واداسی کا شکار ہو جاتی تھی۔

نگاہ چچی! آپ کی نیکسٹ ایگزبیشن کب ہے؟" سب ہی باتوں میں مگن" تھے کیونکہ اس ٹائم سبھی اکٹھے ہوتے تھے اور آج چونکہ نگاہ بھی آئی تھی اس لیے سبھی اسے وقت دینے کے لیے وہیں گپ شپ لگا رہے تھے۔

دیکھ لو نگاہ یہ بیس سالہ لڑکی بھی تمہیں چچی کہے گی اور یہ ایک سالہ بچہ" بھی۔" انیلہ بھابھی نے شہرے کے نگاہ کو مخاطب کرنے پہ شرارت سے کہا تو وہ جھینپ اٹھی۔

بھئی اب یہ تو برداشت کرنا پڑے گا۔" وہ مسکراتے ہوئے اس کی شرارت "
کے جواب میں گویا ہوئی تو سب کے قہقہے بلند ہو گئے۔

بالکل صحیح کہا اب ایسا شاندار بندہ ملے تو اس کے لیے بندہ چچی کیا دادی بننے "
کے لیے تیار ہو جائے۔" عیسیٰ نے انیلہ اور نگاہ کی شرارت کو طوالت بخشی تو
محفل نگاہ کے گلابی پڑتے چہرے کو دیکھ کے جیسے زعفران سی بن گئی۔

بھئی دادی نانی بھی یہ کچھ ہی سالوں میں بن جائے گی، یہ ایک دو سال تک "
ہم نے شہرے کی شادی کی تو شہرے کے بچوں کی نانی بن جائے گی یہ۔"
قندیل بھابھی کے شرارت سے کہنے پہ جہاں شہرے کا چہرہ ایسی غیر متوقع
بات سن کے سرخ پڑا تھا وہیں سب کے قہقہوں پہ نگاہ کے ساتھ بیٹھے ضرغام
کا وجود جیسے دہکتے انگاروں کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔

وہ ایک دم سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو سب نے چونک کے اسے دیکھا۔

میں چینج کر آوں۔" نگاہ سے مدہم لہجے میں کہتا ہوا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا"
ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اوئی ماں ایسا شاندار جوڑا!" پیر حویلی میں موجود زنان خانے کے بڑے سے "
ہال میں موجود خواتین اس وقت ایک جگہ میں جمع ہوئیں بڑے سے میز پہ
پڑے سامان کو حیرت، رشک، حسد اور بے یقینی سے تک رہی تھیں۔

کیونکہ یہ سامان اور کسی کے لیے نہیں بلکہ آبگینے کے لیے آیا تھا۔اسی آبگینے
کے لیے جس کی شادی فقط تین سائن کرنے کا ایک کھیل تھی۔

اس کے لیے مہندی اور بارات کے لیے دیدہ زیب و قیمتی جوڑا، میچنگ جیولری و جوتے آئے دیکھ کے سب حیرت سے گنگ رہ گئیں تھیں۔

کیا فائدہ بھلا ان چیزوں کا جب اس 'بیچاری' کا ان سب پہ کوئی حق ہی نہیں" رہنا۔" نسرین بیگم نے چچ کرتے ہوئے پر تاسف لہجے میں کہا تو بہت سوں سے ان کی بات سے اتفاق کیا اور بہت سے اختلاف کرتے ہوئے نازک سی آبگینے کے لیے دل سے دعا گو ہوئے۔

جبکہ اپنے لیے آئے اس شاندار سے سامان سے بے نیاز آبگینے کسی معجزے کی منتظر اپنے لیے دعا مانگ رہی تھی کیونکہ گزشتہ ایک ہفتے میں اس کی باپ، بھائی، چچا، دادا الغرض ہر ایک کے سامنے کی گئی التجا رد ہو چکی تھی۔

اور اب وہ فقط کسی معجزے کی منتظر تھی جو اسے اس اذیت سے نکال سکتا کیونکہ اس کی اس نام نہاد شادی میں چار دن ہی بچے تھے۔

وہ اپنی سوچوں میں غلطاں تھی جب اس کے کمرے میں پڑا موبائل گنگنا اٹھا۔

اس نے ایک نظر بیڈ پہ پڑے موبائل کی جانب دیکھا۔ حویلی میں لڑکیوں کے پاس ذاتی موبائلز نہیں تھے لیکن ہر فیملی کے پاس ایک موبائل ضرور تھا جو زیادہ تر ماؤں کی زیرِ حراست ہوتا تھا لیکن آج کل چونکہ ساجدہ بیگم ذہنی پراگندگی کا شکار تھیں اس لیے موبائل یوں بے دھیانی میں پڑا تھا۔

اس نے مسلسل بجتے ہوئے موبائل کی گنگناہٹ سے بیزار ہوتے ہوئے لپک کے موبائل اٹھایا اور کال پک کر کے فون کان سے لگا لیا۔

السلام علیکم!"اس نے اپنی نم آنکھوں کو صاف کرتے ہوئے لہجے کو نارمل" کرتے ہوئے سلامتی بھیجی جبکہ لہجے سے چھلکتی ہلکی سی نمی دوسری جانب فورا سماعتوں میں جذب ہوئی تھی۔

وعلیکم السلام!"بھاری مردانہ لیکن بے حد خوبصورت لب ولہجے میں دیے" گئے جواب پہ وہ جیسے ہِل سی گئی تھی۔

اس نے چونک کے موبائل کان سے ہٹایا اور سکرین کی جانب دیکھا جہاں کوئی نام وغیرہ نہ لکھا تھا۔

کون؟"اس نے موبائل کان سے لگاتے ہوئے اب کی بار لٹھ مار انداز میں" استفسار کیا تو دوسری جانب موجود شخص اپنے سلام کے جواب میں اس کے لہجے میں در آنے والی اس تبدیلی پہ جیسے محظوظ ہوا تھا۔

خاکسار کو رہبان گردیزی کہتے ہیں۔"نہایت عاجزانہ انداز اختیار کیے وہ"
آنکھوں میں ایک چمک لیے بولا تو دوسری جانب آبگینے نے ایسے اندازِ
تعارف پہ خوفزدہ انداز میں دروازے کی جانب دیکھا کہ اگر جو کسی کو معلوم
ہو گیا کہ وہ کسی اجنبی کی کال پک کر چکی ہے تو اگلے چند لمحوں میں اس کے
ساتھ کیا ہو سکتا ہے؟ یہ سوچتے ہی اس کا وجود مارے خوف کے کپکپا اٹھا۔

کال بند مت کیجیے گا۔" وہ جو دروازے کی جانب دیکھتی خود سے جامد ہو چکی"
تھی اس کی اگلی بات پہ اسے جیسے ہوش آیا تھا۔

کون رہبان گردیزی؟"اس نے سنبھلتے ہوئے قدرے خوفزدہ لہجے میں"
استفسار کیا تو اس سوال پہ سکون سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کے بیٹھے ایس
پی رہبان گردیزی کا سکون لمحے میں غارت ہوا۔

لعنت ہو تم پہ رہبان گردیزی، چار دن بعد بننے والی بیوی سے عشق" بگھارنے کے چکروں میں تھے اور یہاں وہ سرے سے تمہیں پہچانتی ہی نہیں ہے۔" وہ خود کو لتاڑتے ہوئے ایک کھا جانے والی نگاہ موبائل پہ ڈالتا واپس ٹیک لگا گیا۔

تعارف موبائل پہ چاہتی ہیں یار و برو؟" اس کے گھمبیر لہجے میں کیے گئے" اگلے سوال پہ آبگینے نے ایک جھٹکے سے موبائل کان سے ہٹایا اور کال بند کرتی موبائل بیڈ پہ پٹخ چکی تھی۔

نجانے کون بدتمیز ہے۔" اس اجنبی کو لتاڑتے ہوئے وہ چند لمحوں کے لیے" ہی سہی لیکن اپنی زندگی میں آنے والی آزمائشوں کو فراموش کر گئی۔

گھڑی کی سوئیاں اس وقت رات کے تقریباً دس بجا رہی تھیں اور ان آگے پیچھے دوڑتی گھڑی کی سوئیوں سے بے نیاز وہ سیاہ شلوار قمیض پہنے اپنے کمرے سے منسلک اپنی شاندار سٹڈی میں بیٹھا اپنا کام کر رہا تھا۔

اسی لمحے اس کے سٹڈی ٹیبل پہ پڑا انٹر کام بجا تو اس نے لیپ ٹاپ پہ نگاہیں جمائے بڑے مصروف سے انداز میں انٹر کام اٹھایا تو دوسری جانب 'اسد ملک' تھے جو کہ کل رات ہی سیمینار سے واپس آئے تھے اور اس وقت اس سے ملنے کو کہہ رہے تھے۔

اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے انہیں مثبت جواب دیا اور خود لیپ ٹاپ پہ تیزی سے انگلیاں دباتا اپنا کام مکمل کرنے لگا۔ اگلے پانچ منٹوں میں سٹڈی روم کا دروازہ ہولے سے کھٹکھٹانے کے بعد اسد ملک وہاں داخل ہوئے تو اس نے لیپ ٹاپ بند کر کے ہونٹوں پہ خیر مقدمی مسکراہٹ سجا کے انہیں دیکھا تھا۔

مصروف تو نہیں تھے؟" وہاں موجود صوفے پہ بیٹھتے ہوئے انہوں نے "
اس کی جانب دیکھا جو انہی کی جانب متوجہ تھا۔

نہیں۔" یک لفظی جواب دیتے ہوئے وہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگا۔"

رخصتی کا ارادہ کب تک کا ہے؟" انہوں نے جیسے بات کرنے کو تمہید "
باندھنے کی کوشش کی تھی۔

یہ سوال کرنے کی نوبت کیونکر آن پہنچی آپ کو؟" سوال اگرچہ سادہ تھا"
لیکن اس سوال میں چھپی چبھن محسوس کرتے ہوئے اسد صاحب نے زور
سے اپنے لب بھینچے۔

تمہاری ماما چاہتی ہیں کہ اب تمہاری شادی ہو جانی چاہیے۔"انہوں نے" نرمی سے جواب دیا تو اس کی خوبصورت بھوری آنکھوں کے گوشے ہلکے گلابی ہونے لگے۔

تو آپ لوگوں کو کب سے میری رضامندی کی فکر ہونے لگی، آپ فیصلہ" سنائیے کہ کب لے کے جانی ہے مجھے بارات؟"اس نے ایک بازو کرسی کے ہتھے پہ جمائے دوسرا ہاتھ اپنے گھٹنے پہ ہولے سے مارتے ہوئے اپنی خوبصورت آنکھیں ان کے چہرے پہ گاڑھے بے تاثر سے انداز میں جواب دیا تو شدتِ ضبط سے اسد صاحب کا چہرہ سرخ پڑا تھا۔

ضرغام! تم وہ بات فراموش نہیں کر سکتے؟ تم جانتے ہو کہ وہ" تمہ۔۔۔۔۔"انہوں نے بیٹے کا بے تاثر چہرہ دیکھتے ہوئے اسے اپنے تئیں اس

کی اذیت سے نکالنا چاہا جب وہ ایک جھٹکے سے اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ان کی بات قطع کر گیا۔

"وہ بات ختم ہو چکی ہے بابا جان۔ گڑھے مردے نہ اکھاڑیے۔" وہ ان کے سامنے سے ہٹتا سامنے دیوار پہ ٹنگی پینٹنگ کو تکتے ہوئے مدھم لہجے میں گویا ہوا تو اسد صاحب نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔

"اگر بات واقعی ختم ہو چکی ہے تو اس کے اثرات تمہاری ذات پہ ابھی تلک کیوں موجود ہیں؟ کیوں اس کا نام تک تمہیں تمہاری ذات سے بھی دور لے جاتا ہے۔" ان کا وار اس قدر گہرا تھا کہ خود پہ تہہ در تہہ خول چڑھائے ضرغام ملک کا گویا وجود تار تار ہو گیا۔

وہ سرخ چہرے کے ساتھ پلٹا اور واپس اپنی کرسی پہ بیٹھ کے رخ سٹڈی ٹیبل کی جانب موڑتا سپاٹ لہجے میں بولا۔

آپ اس مہینے کی کوئی سی بھی تاریخ رکھ لیجیے شادی کے لیے۔" بنا ان کی جانب دیکھے وہ سپاٹ لہجے میں بولا لیکن اس کے لہجے میں پنہاں ازیت اور اک نامحسوس سی کپکپاہٹ نے شاید اتنے سالوں میں پہلی دفعہ انہیں ان کے کیے فیصلے کے غلط ہونے کا اشارہ دیا تھا۔

لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔

تیزی سے کام نپٹاتے ہوئے اس کے ہاتھوں میں چھنکتی کانچ کی سرخ چوڑیاں گنگناتیں تو اس کے لب ہولے سے مسکرا اٹھتے۔

کل اس کی سالگرہ تھی اور ابراہیم صاحب نے ان سے اکثر ملنے کے لیے آنے والے اپنے دوست فردوس صاحب سے اس کے لیے تحفتاً کانچ کی چوڑیاں

منگوائیں تھیں جو اسے رات کو اس کے لائے گئے کیک کی کٹنگ کے دوران دیں تو اس کی خوشی دوبالا ہو گئی تھی۔

"اچھا بابا! میں اب چلتی ہوں۔ کھانا یہ میں نے آپ کے پاس ڈھانپ کے رکھ دیا ہے اور یہ چولہا بھی ساتھ ہی ہے تو آپ کھانا کھانے کے بعد دن والی میڈیسن یاد سے لے لیجیے گا۔" وہ اپنی سیاہ چادر اپنے گرد اوڑھتی انہیں ہدایات دیتی ان کے سامنے جھکی اور ان سے دعائیں لے کے وہ اپنی منزل کی طرف گامزن ہو چکی تھی۔

ذوالنورین میر کے کمرے میں آنے کے بعد اس نے اپنی جگہ پہ بیٹھتے ہوئے نوٹس کھولے تو اپنے دھیان میں گم ذوالنورین میر نے چونک کے اس کی جانب دیکھا جو توجہ پوری طرح سے نوٹس پہ مبذول کیے ہوئے تھی۔

اوکے لیٹس سٹارٹ!"مطلوبہ صفحہ کھولنے کے بعد نوٹس اس کی جانب" بڑھاتے ہوئے وہ بولی تو ایک دفعہ پھر سے اس کا چونکنا اسے ٹھٹھکا گیا۔

کیا ہوا؟" وہ اسے دیکھنے لگی جو آج اپنے پیروں کو دیکھنے کی بجائے اس کی" جانب متوجہ تھا۔

وہ یہ چوڑیاں۔۔۔۔"اس نے الجھے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے اپنا بایاں" ہاتھ بڑھا کے اس کی مومی کلائی میں موجود سرخ چوڑیوں کو چھوا تو اس کی اس حرکت پہ اس کا وجود سن ہوا تھا۔
اس کی مضبوط انگلی اس کی کھنکھتی چوڑی پہ محوِ حرکت تھی لیکن اسے اس کی انگلی اپنی رگ دباتی محسوس ہوئی تو اس نے فوراً اپنا ہاتھ پیچھے کو کھینچتے ہوئے گہری سانس خارج کی۔

ان کی آواز اچھی ہے۔"اس کے ہاتھ کھینچنے کا نوٹس لیے بنا وہ مزید بولا تو آج"
پہلی دفعہ زحلے کو کمرے کی تنہائی محسوس ہوئی تھی کیونکہ آج پہلی دفعہ
ذوالنورین میر کی توجہ اپنے شال میں ڈھکے وجود کی بجائے اس کی خوبصورت
کلائیوں کی جانب مبذول تھی۔

وہ بنا جواب دیے سر اثبات میں ہلاتی بہت نامحسوس انداز میں چوڑیاں کلائی
سے دور کرتی انہیں پیچھے کو بازو میں پھنسانے لگی تاکہ ان کی آواز پیدا نہ ہو۔

آنلائن ایڈمیشن بھجوادیا ہے نا آپ نے اپنا؟"تقریباً بارہ بجے جب انہوں"
نے پہلا سیشن مکمل کر کے بریک لی تو خیال آنے پہ اس نے استفسار کیا۔

نہیں۔"جواباً ملنے والے پر سکون انداز میں بہت متحمل مزاج زحلے کا بھی"
دماغ ایک لمحے کو گھوم گیا۔

ابھی تک ایڈمیشن نہیں کروایا رجسٹریشن نہیں کروائی تو ایگزامز کب دیں"
گے آپ؟ اناونس کی گئی ڈیٹ کے بعد؟" وہ خشک میں بولتی چلی گئی جب
اس نے گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا جو اسی کی جانب متوجہ تھی۔

مس ابراہیم! مجھے کوئی ایگزام نہیں دینا ہے۔" وہ بہت ٹھہرے ہوئے لہجے"
میں بولتا اس کا دماغ بھک سے اڑا گیا۔

یہ بات اپنے دماغ میں بٹھا لیں اور جس نے بھی آپ کو یہاں بھیجا ہے انہیں"
بھی کلیئر کر دیں کہ میں کوئی ایگزام نہیں دے رہا اور اگر آپ یہ نہیں کر
سکتیں تو زیادہ بہتر یہی ہو گا کہ اپنی ڈیوٹی کو مکمل کریں مگر اس ڈیوٹی میں مجھ
سے آج کے بعد کوئی سوال مت کیجیے گا اور اس ٹون میں بات تو بالکل بھی

مت کیجیے گا۔"اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس نے اتنے سارے دنوں میں شاید پہلی دفعہ کوئی بات اتنی تفصیل سے کی تھی۔

لیکن وہ اس وقت اس تفصیل کی گہرائی میں نہیں جا رہی تھی کہ اس کی آنکھوں سے چھلکتی وحشت اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا گئی تھی۔

اور شاید یہ اس کے لہجے کی دہشت اور آنکھوں کی وحشت ناکی ہی تھی کہ وہ اس کے لنچ ٹائم میں شازمین بیگم کے روبرو پہنچتی انہیں اس کے ارادوں سے باخبر کر گئی۔

مس زحلے !آپ سے کس نے کہا کہ اسے ایگزامز دلوائیں یا اسے ایگزامز" کے لیے آمادہ کریں کیونکہ یہ بات تو میں پہلے سے ہی جانتی ہوں کہ وہ ایسا کچھ نہیں کرنے والا ہے۔"وہ زحلے کے خوبصورت مگر سادگی بھرے وجود کو

دیکھتے ہوئے بڑے نرم مگر پراسرار لہجے میں گویا ہوئیں تو اس کا دل و دماغ جیسے الجھ سا گیا۔

"کیا مطلب؟ پھر یہ ٹیوشن۔۔۔۔؟" وہ بات ادھوری چھوڑ کے انہیں دیکھنے لگی جو اچانک بہت عجیب سے انداز میں مسکراتی ہوئیں آگے کو ہوتیں اپنے دونوں بازو میز پہ ٹکا کے بولنے لگیں۔

"زحلے ابراہیم تمہیں یہ ٹیوشن ذوالنورین میر کو ایگزامز کلیئر کرنے کے لیے نہیں دی گئی تھی بلکہ تمہاری ٹیوشن اسے اپنے اس سادگی بھرے حسن کے جال میں پھنسانے کے لیے ہے۔" ان کے مکروہ لہجے میں کیے گئے انکشاف پہ اس کے سر پہ دھڑا دھڑ ساتوں آسمان ٹوٹتے چلے گئے اور اس ملبے تلے وہ سر تا پا دھنستی چلی گئی۔

تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے وہ نیچے آیااور بنار کے باہر کی جانب لپکنے ہی والا تھا کہ بدر صاحب (پھپھا) نے اسے دیکھتے ہی ہانک لگائی۔

نوشے میاں! یہ سواری کہاں ہوا کے گھوڑے پہ اڑنے کو تیار ہے؟ یہاں" ہمیں آپ کے شاہی آرڈر کے مطابق آپ کی شادی کے لیے بلایا گیا ہے لیکن آپ ہیں کہ آنکھ میں ڈالنے کو بھی نہیں مل نہیں رہے۔" بدر صاحب نے اپنے ازلی شگفتگی بھرے انداز میں اسے روکا توان کے اتنے لمبے چوڑے شکوے پہ زیرِلب مسکراتا ہوا پلٹااور ان کے نزدیک جا بیٹھا۔

یہ بدر صاحب کو ہم خاکساروں کو آنکھ میں ڈالنے کی نوبت کیونکر آن پہنچی" ہے جبکہ ان کے سامنے عقیدت گردیزی براجمان ہیں۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں اپنی پھپھو کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بڑے اطمینان

سے انہیں چھیڑا تو عقیدت ایک دم سے جھینپ گئیں جبکہ باقی سب کھلکھلا اٹھے۔

"بدر چاچو! آپ نے غور کیا یہ رہبان لالہ کچھ دنوں سے بہت کھلے کھلے نظر آ رہے ہیں۔" ریحان نے بھائی پہ نظریں جمائے شرارت سے کہا تو بدر صاحب نے زور و شور سے سر ہلایا۔

"ان کی شادی ہونے سے پہلے ایسا ہی ہوتا ہے فیوز تو بعد میں اڑتے ہیں۔" برجستگی پہ چھت پھاڑ قہقہے ابل پڑے جبکہ رہبان کے ہونٹوں پہ ناچاہتے ہوئے بھی مسکراہٹ پھیل گئی جسے فوراً دباتے ہوئے وہ ان کی جانب جھکا۔

"فکر مت کریں ہم دوسروں کے فیوز اڑانے والوں میں سے ہے کیونکہ ہمارا پیشہ ہمیں ہمارے فیوز اڑانے کی اجازت نہیں دیتا۔" مضبوط لہجے میں کہتے

ہوئے اس نے واپس صوفے کی پشت سے ٹیک لگائی تو اس کی بات پہ بدر صاحب نے ستائشی انداز میں ابرو اچکا کے اس کی جانب دیکھا جو واقعی کچھ دنوں سے بہت مطمئن نظر آ رہا تھا۔

رہبان لالہ! کیا ہم لوگ بھی بی جان کے ساتھ جائیں گی بھابھی کی طرف" مہندی کی رسم کے لیے؟" زمل نے اس کی جانب رخ کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

ضرور جائیں آپ سب لوگ۔" اس کے جواب پہ عقیدت بیگم الجھ گئیں۔"

رہبان یہ سب کرنے کی کیا ضرورت ہے جب پتہ ہے کہ یہ شادی بس" ایک کاغذی کاروائی ہے۔" انہوں نے اسے گویا باور کروانا چاہا۔

پھپھو! شادی کاغذی ہو، اصلی ہو یا پھولوں والی ہو، شادی شادی ہی ہوتی" ہے اس لیے آپ لوگ ساری رسومات مکمل کریں جو بعد کے کام ہیں انہیں ایٹ داسپاٹ دیکھ لیا جائے گا۔ شادی کاغذی ہے تو کیا ان سب کے مہندی کی رسم کرنے سے اس کاغذی شادی پہ مہر تھوڑی لگ جائے گی۔" اس کے سنجیدہ لب و لہجے پہ عقیدت بیگم نے گہری سانس بھر کے مائرہ بیگم کی جانب دیکھا جو رہبان کی جانب دیکھتیں ہولے سے مسکرا رہی تھیں۔

مانو نا مانو یہ اپنے لالہ محترم شادی والے دن کوئی گل کھلانے والے ہیں۔"" زمل ساتھ بیٹھی مشعل کے کان میں گھسی تو اس کے الفاظ پہ جز بز ہوتی مشعل نے فورا اسے ایک تھپڑ رسید کیا۔

ہمیشہ الٹی سیدھی ہی سوچنا تم۔" اسے لتاڑتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔"

آو جلدی سے ہم لوگ اپنا ڈریس سلیکٹ کر لیں یہ نا ہو کہ دیر کرنے پہ بی" جان لے کے ہی نہ جائیں۔" وہ زمل، عدن اور دریہ کو لے کے تیزی کے ساتھ وہاں سے نودو گیارہ ہو گئی۔

سگریٹ ہونٹوں میں دبائے وہ اپنی بتدریج سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ اپنے سامنے میز پہ پڑے سنہری کارڈ کو تک رہا تھا۔
جبکہ کانوں میں زہریلی آوازوں کی گونج سینے میں ایک الاو سا دہکا رہی تھی۔

شرم سے ڈوب مرنا چاہیے تمہیں ضرغام ملک، اپنے سے عمر میں چھوٹی" لڑکی سے عشق بگھاڑتے ہوئے اور وہ بھی اس لڑکی سے جو تمہاری بھتیجی لگتی ہے۔"خوبصورت آنکھوں کے گوشے مزید سرخ ہوئے جبکہ سینے میں اٹھتا درد مزید سوا ہوا تھا۔

"اگر تم نے اپنی ضد نہ چھوڑی تو اپنے ساتھ اپنی ماں کو لے کے اس حویلی کی دہلیز پار کرنا ہو گی۔" ایک اور زہریلی آواز نے سماعتوں کا پیچھا کیا تو اس نے اندر کی گھٹن کم کرنے کے لیے ٹائی کی گرہ ڈھیلی کرتے ہوئے گریبان کے اوپری دو بٹن کھولے۔

"اندر اٹھتے شور، دل میں اٹھتے درد اور اپنے اندر کی اذیت سے چور" شہرے! ہوتے ہوئے وہ جیسے ہارے ہوئے انداز میں کہتا اپنی چیئر کے ساتھ سر ٹکاتا خوابیدہ پلکیں موند گیا۔

"ضرغام چاچو!"

"ڈوبتے دل و دماغ کے ساتھ اس کے کانوں میں اس کی" ضرغام چاچو! کھنکھتی ہوئی آواز نے رس گھولا تو زور سے آنکھیں میچتے ہوئے اس نے ان

آوازوں سے اور اس کے سحر سے چھٹکارا پانا چاہا لیکن جب آوازیں اندر اودھم مچانے لگیں تو اس نے خوبصورت آنکھیں وا کرتے ہوئے سامنے دیکھا تو اس کا دھندلا سا سراپا اس کے ہونٹوں پہ زہر خند سی مسکراہٹ بکھیر گیا۔

"آپ کا خیال میری ذات کو برباد کرنے پہ تلا ہے اور اب آپ کا تخیل مجھے فنا کر دینے کے درپے ہے۔" آتش زدہ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کے اس دھندلے سے سراپے کو اپنی گرفت میں لیا۔

"مخمور مگر آج کچھ اذیت، تھوڑی سلگتی ہوئی آگ آپ بھی محسوس کریں۔" پر تپش لہجے میں کہتے ہوئے اس نے عالمِ مدہوشی میں اس تخیل کو خود میں سمیٹنے کی خود میں بھینچنے کی کوشش کی تو اگلے ہی لمحے جیسے اس کا وجود راکھ ہوا تھا۔

ضرغام چاچو!"اس کے سینے سے بھینچی ہوئی شہرے ملک کی چیختی ہوئی نم"
آوازاس کی سماعتوں پہ جیسے دہکتے ہوئے سیسے کی مانند اتری تھی۔

اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ کس طرح سے گھر پہنچی تھی،اس کی سماعتوں میں شازمین میر کے الفاظ جبکہ نگاہوں کے سامنے ان کا مکروہ چہرہ آرہا تھا جسے یاد کرتے ہی اس کی شہد رنگ آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کی رفتار مزید تیز ہوئی تھی۔

گھر میں داخل ہوتے ہی اس نے جلدی سے دروازہ لاک کیا جیسے شازمین میر نامی عفریت اس کے پیچھے چلی آئے گی اور پھر خود اپنا چہرہ صاف کر کے تیز

قدموں سے چلتی ہوئی ابراہیم صاحب کے کمرے کی جانب چل دی لیکن دہلیز پہ پیر رکھتے ہی اس کے وجود کو جھٹکا سا لگا۔

بابا!"اس نے بھاگ کے نیچے گرے ابراہیم صاحب کو اٹھانے کی کوشش" کی لیکن آج کے دن ملے دھچکوں نے اس کی ہمت جیسے نچوڑ ڈالی تھی تبھی وہ بھاگنے کے سے انداز میں اٹھی اور سیڑھیوں کا دروازہ زور زور سے کھٹکھٹاتی اپنے سوتیلے بھائیوں کو مدد کے لیے پکارنے لگی۔

باپ کے بارے میں سن کے غیر متوقع طور پہ دونوں بھائی بھاگتے ہوئے آئے تھے اور انہیں اٹھا کے ٹیکسی کے ذریعے ہاسپٹل لے آئے تھے۔

آدھ گھنٹے بعد جب ڈاکٹر نے ابراہیم صاحب کے فوری آپریشن کا کہا تو وہ ایک موہوم سی امید کے تحت بھائیوں کو دیکھنے لگی جنہوں نے فورا نظریں چرائیں۔

تم جانتی ہو زحلے، ہمارے پاس کوئی سیونگ نہیں ہے جو ماہانہ کماتے ہیں وہ" خرچ ہو جاتا ہے ایسے میں آپریشن کے لیے پانچ لاکھ کا بندوبست ہم کیسے کر سکتے ہیں؟"معیز کے کہنے پہ وہ چپ ہوتی سائیڈ پہ ہو گئی اور اپنے موبائل میں سیو کیا ہوا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

السلام علیکم! میں زحلے بات کر رہی ہوں۔"اس نے بہتے آنسوؤں پہ قابو" پانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے لرزتے لہجے میں سلام کیا۔

زحلے ابراہیم تمہیں یہ ٹیوشن ذوالنورین میر کو ایگزامز کلیئر کرنے کے لیے" نہیں دی گئی تھی بلکہ تمہاری ٹیوشن اسے اپنے اس سادگی بھرے حسن کے جال میں پھنسانے کے لیے ہے۔"اس کی سماعتوں میں دوسری جانب سے کہے الفاظ کی بجائے یہی الفاظ بار بار ٹکرا رہے تھے جنہیں سر جھٹکتے ہوئے وہ نظر انداز کرتی اب کے بہت مشکل سے گویا ہوئی۔

میم! مجھے ارجنٹ پانچ لاکھ کی ضرورت ہے۔"اس کے کہے الفاظ پہ" دوسری جانب موجود شازمین میر کے ہونٹوں پہ بڑی کمینی سی مسکان پھیلی تھی۔

اگلے دس منٹ تک تمہیں پیسے مل جائیں گے اور اپنے باپ کے آپریشن" کے اگلے پانچ دنوں کے بعد تم میر پیلس موجود ہو گی۔"انہوں نے حکم جاری کرتے ہوئے کال بند کر دی جبکہ وہ زار و قطار روتی ہوئی وہیں گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھتی چلی گئی۔

کیونکہ اس دفعہ باپ کی زندگی بچانے کی قیمت بہت بھاری چکانی پڑنی تھی اس کو۔

شازمین میر کے کہے کے مطابق اسے اگلے دس منٹوں میں پیسے پہنچا دیے گئے تھے اور پیسے ملتے ہی اس نے ڈاکٹرز کو آپریشن کا کہہ دیا۔

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ آپریشن تھیٹر کے سامنے پڑے سنگی بینچ پہ ایک مجسمے کی مانند بیٹھی ارد گرد سے بے نیاز بس اپنے باپ کی زندگی کے لیے محوِ مناجات تھی۔

پیسوں کا بندوبست کہاں سے کیا ہے زحلے؟"اس کے بھائی نے دل میں" اٹھتے تجسس کی خاطر ایک نظر آپریشن تھیٹر کے بند دروازے کو دیکھ کے اسے مخاطب کیا۔

تو اس نے کاٹ دار نگاہیں اٹھا کے اس کے چہرے کی جانب دیکھا اور بے حد تلخ اور زہر خند لہجے میں گویا ہوئی۔

خود کا سودا کیا ہے۔"اس کے اس قدر بے رحم الفاظ پہ سامنے کھڑے معیز" کا چہرہ مارے ہتک و سبکی کے سرخ پڑ گیا۔

کیا بکواس کر رہی ہو؟"وہ دبے دبے لہجے میں غرایا لیکن اب کی بار اس نے" جواب دینے کی بجائے واپس توجہ گود میں دھرے ہاتھوں کی جانب مبذول کر لی۔

جبکہ اس کے اس انداز پہ پیچ و تاب کھاتا معیز واپس معید کی طرف چلا گیا۔

صفدر شاہ (پیر سائیں) اپنے علاقے کی ایک بہت جانی مانی اور بہت معزز ہستی مانے جاتے ہیں کیونکہ وہ نسلوں سے چلتی اپنے بزرگوں کی روایات و اقدار کو لیے اس علاقے میں بہت سے اصلاحی کام بھی کروا رہے تھے۔

لیکن اسی گھرانے کی صدیوں سے ایک رسم چلتی آرہی تھی کہ ہر نسل کے بڑے بیٹے کی بیٹی کو اس کے خاندان کی سلامتی و حفاظت کے لیے اس رسم کی بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔

اس لڑکی کا نکاح ہر نسل کے گدی نشین کے کسی بھی خاص مرید یا اس کے گھر میں کسی کے ساتھ کر دیا جاتا اور اس نکاح کے فورا بعد اسے ایک کمرے میں بند کر دیا جاتا تھا جہاں وہ اپنی بقیہ زندگی اللہ کی راہ میں اپنے خاندان کی سلامتی کے لیے قربان کر دیتی تھی۔

ان کے تئیں یہ ان کے خاندان کا ایک صدقہ ہوتا تھا اور چونکہ کوئی بھی کھل کے اس رسم سے منحرف نہیں تھا اس لیے نسلوں سے یہ رسم چلی آرہی تھی۔

برسوں پہلے صفدر شاہ کی بہن پھران کی بیٹی (مزدلفہ) بھی اسی رسم کی بھینٹ چڑھی تھی۔

صفدر شاہ (پیر سائیں) کے دو بیٹے جعفر شاہ جن کی شریکِ حیات ساجدہ بیگم ہیں وہ بڑے، ان سے چھوٹے سفیر شاہ جن کی شادی فاطمہ بیگم پھر مزدلفہ شاہ اور سب سے چھوٹے پرویز شاہ ہیں جن کی شادی نسرین بیگم سے ہوئی تھی۔

جعفر شاہ سائیں کی تین اولادیں ہیں آبگینے، اویس اور طلال۔

سفیر شاہ سائیں کی دو بیٹیاں ہیں زاہرہ جس کی شادی ظہیر شاہ سے ہو چکی ہے اور دوسری بیٹی عائزہ ہے۔

پرویز سائیں کی بھی تین اولادیں ہیں مریم، زینب اور ثمران۔

لیکن چونکہ جعفر سائیں سب سے بڑے ہیں اور اگلے گدی نشین بھی وہی ہوں گے اس لیے اس بار رسم کے لیے ان کی بیٹی 'آبگینے جعفر' کو چنا گیا تھا۔

حویلی میں موجود سبھی لڑکیاں آبگینے کے ایسے نصیب پہ افسردہ تھیں لیکن اس کے نام نہاد سسرال سے آئے اس کے شاندار سامان کو دیکھ کے ورطہء

حیرت میں مبتلا بھی تھیں کہ صرف ایک کاغذی کاروائی کے لیے کون اتنا تردد کرتا ہے بھلا؟

اور ایسی ہی صورتحال باہر مردان خانے میں بھی تھی۔

"پیر سائیں! آپ کو رضا گردیزی کو منع کرنا چاہیے تھا کہ جب پتہ ہے کہ یہ سب ایک پانچ منٹوں کی کاروائی ہے تو اس کے لیے ایسا ڈھنڈورا کیوں پیٹ رہے ہیں یہ لوگ؟" جعفر سائیں جو گزشتہ چند دنوں سے بیوی اور بیٹی کی سسکیوں اور التجاؤں سے بے حد تپ چکے تھے وہ اس سارے ڈرامے کو دیکھ کے مزید زچ ہو گئے تھے۔

"یہ سب اس کے بیٹے کی خواہش ہے کہ شادی بیشک جس طرح کی بھی ہو رہی ہے لیکن مکمل رسومات کا خیال رکھا جائے گا۔" پیر سائیں خاصے متحمل

انداز میں گویا ہوئے کیونکہ اس وقت میں ان کی ایک جذباتی حرکت ان کے لیے مسئلہ کھڑا کر سکتی ہے اس لیے وہ اس وقت مصلحتاً چپ تھے۔

اس سے قبل کے وہ مزید کچھ کہتے یا کوئی اور اعتراض اٹھاتے اچانک حویلی کا مین گیٹ کھلا اور یکے بعد دیگرے تین گاڑیاں حویلی کے پورچ میں آن ٹھہریں۔

گردیزی ہاوس سے بچیاں آچکی ہیں، اندر زنان خانے میں اطلاع پہنچاو کہ " آبگینے کو تیار کریں۔ یہ لوگ اس کی مہندی کی رسم کرنے آئے ہیں۔ "چونکہ اس وقت شام اپنے پر پھیلا چکی تھی اس لیے پیر سائیں نے رسم کے لیے پیغام بھجوادیا کیونکہ وہ لوگ بتا چکے تھے کہ آج مہندی کی رسم کے لیے تشریف لائیں گے۔

زنان خانے میں جب پیر سائیں کا پیغام اور گردیزی ہاوس کی خواتین ایک ساتھ پہنچیں تو سب یکلخت چوکنے سے ہو گئے۔

"یہ آبی کے سسرال میں لڑکیاں اس قدر حسین ہیں تو سوچو اس کا میاں بھی تو خوبصورت ہو گا نا؟" مریم زاہرہ کے کان میں گھسی جو اس کی بات سن کے تپ اٹھی۔

"کیا فائدہ ایسی خوبصورتی کا جب اپنے حق کے لیے ہی نہ آواز اٹھائے اور یہ فضول رسم ختم کرے, بزدل مرد۔" زاہرہ کو اپنے گھر والوں کے ساتھ ساتھ اس شخص پہ بھی غصہ آرہا تھا جو اس رسم کو نبھانے کے لیے تیار ہو گیا تھا۔

وہ بھی مجبور ہو گا جس طرح آبی کو مجبور کیا گیا ہے۔"مریم نے افسردگی" سے کہا تو زاہرہ نے نخوت سے سر جھٹکا۔

آبی کا کیس اور ہے وہ مرد ہے وہ آواز اٹھا سکتا تھا لیکن خیر دعا ہے کہ آنے" والی نسلوں میں کوئی مرد کا بچہ اس گھٹیا رسم کا خاتمہ کر دے۔"زاہرہ جوان سب سے زیادہ اس رسم پہ اور سب کی خاموشی پہ دل برداشتہ تھی وہ زہر خند لہجے میں گویا ہوئی۔

بھابھی کدھر ہیں؟"زمل جسے سب سے زیادہ بھابھی سے ملنے کا کریز تھا وہ" سب سے ملنے کے بعد جب بیٹھی تو فوراً پرا شتیاق لہجے میں گویا ہوئی۔

تیار ہو رہی ہے۔"جواب فاطمہ بیگم کی جانب سے آیا تو وہ سر ہولے سے" ہلاتی واپس لڑکیوں کی باتوں کی جانب متوجہ ہو گئی۔

ضرغام چاچو!"اس کی نم اور قدرے بھنچی ہوئی آواز اس کی سماعتوں پہ" جیسے دہکتے ہوئے سیسے کی مانند اتری تھی۔

جبکہ سینے پہ موجود اس کے نازک وجود کا لمس اسے حقیقت کی تلخ دنیا میں پٹختا جیسے زندہ درگور کر گیا۔

اس نے فوراً اپنی گرفت ڈھیلی کی اور سیکنڈ کے ہزارویں لمحے میں اسے خود سے دور دھکیلا جو سیاہ رنگ کے لباس میں ملبوس گرے حجاب اپنے چہرے کے گرد اوڑھے سرخ چہرے, نم آنکھوں میں بے یقینی لیے، گہری سانسیں بھرتے ہوئے نیم وا کپکپاتے سرخ ہونٹوں کے ساتھ اسے تک رہی تھی۔

آئم سوری شہرے!"اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کا دل چاہا وہ خود کو فنا" کر ڈالے جو اتنے سالوں کے چھپے جذبات کو آج عالمِ مدہوشی میں 'ننگا' کر دینے کے درپے تھا۔

آئم ناٹ ان مائی سینسز، آئم ریئلی سوری۔"اس نے نظریں ملائے بغیر وہ" مدہم سے لہجے میں گویا ہوتا اپنی جگہ سے اٹھا تو شہرے بے ساختہ ایک قدم پیچھے ہوئی اور اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ضرغام ملک شہرے کی اس حرکت پہ جیسے جیتے جی مر گیا تھا۔

آپ۔۔۔آپ ڈرنکڈ ہیں؟"اس کی لرزتی ہوئی اور قدرے خوفزدہ آواز" پہ اس نے سختی سے لب بھینچتے ہوئے اپنی بھوری آنکھیں اٹھا کے اس کی جانب سلگتی نگاہوں سے دیکھا جبکہ اس سوال پہ کنپٹی کی رگ جیسے پھڑک اٹھی تھی۔

میں ڈرنکڈ نہیں تھا شہرے، میں نیند میں ڈوب رہا تھا اس لیے مجھے پتہ نہیں" چلا اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔" وہ کسی کو صفائی نہیں دیتا تھا، وہ بزنس کے دوران بھی کسی ڈیکنگ کے دوران کسی کو قائل کرنے کے لیے بے تحاشا گفتگو نہیں کرتا تھا نا فضول کی بھڑکیں لگاتا تھا اور اب نازل ہوئی اس افتاد پہ جب روح کی مکین بے یقینی کا شکار تھی صرف اس کے لیے وہ صفائی دینے کی کوشش کر رہا تھا اور یہ چیز اسے اذیت دے رہی تھی۔

اوکے لیکن آپ نے مجھے بہت زور سے پکڑا تھا، میرے بازوؤں میں ابھی" تک درد ہو رہی ہے۔ میری توبہ جو زندگی میں کبھی بھی سوتے ہوئے آپ کے نزدیک آئی۔" وہ جو اس کے اس سے بات نہ کرنے پہ خفگی کا شکار ہوتی تھی اس کے بار بار معذرت کرنے پہ سب فراموش کر گئی کہ نیند میں تو

انسان کو بعض دفعہ پتہ نہیں چلتا اس لیے نیند میں 'چاچو' نے سینے سے لگا لیا ہو گا۔

لیکن اس کی معذرت قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے شکوہ کرتے ہوئے اپنے ارادوں سے بھی آگاہ کیا تو ضرغام نے ایک سرسری سی نگاہ اس کے بازوؤں پہ ڈال کے سرعت سے واپس کھینچ لی۔

آپ کیا کرنے آئی تھیں یہاں؟"اس نے موضوعِ گفتگو بدلا۔"

اوہ ہاں، ہم لوگ نگاہ چچی کے ساتھ شاپنگ کے لیے نکلے ہیں اور اب بڑی" ماما(ضرغام کی ماما) کا کہنا ہے کہ برائیڈل ڈریس لینا ہے اس لیے آپ بھی ہمارے ساتھ آجائیں گاڑی نیچے کھڑی ہے۔"اس نے عادتاً تفصیل سے آگاہ کیا تو اس کی کشادہ پیشانی پہ بل پڑے۔

وہ لوگ نیچے کھڑے ہیں؟"اس نے اب کی بار سنجیدگی اور کسی قدر" ناگواری سے استفسار کیا۔

نہیں وہ سامنے موجود مال سے کچھ چیزیں لے رہے ہیں، آپ کا نمبر بند آرہا" تھا اس لیے میں نے سوچا آپ کو بلا لیتی ہوں۔"اس نے دوبارہ تفصیل سے جواب دیا تو پیشانی کے بل مزید گہرے ہوئے۔

لیکن وہ اس وقت اپنی کیفیت پہ قابو پانا چاہتا تھا اس لیے اگلے ہی پل بنا کچھ کہے اپنی چیزیں سمیٹتا اس کے ہمراہ باہر کی جانب بڑھا جہاں اسے اپنی منکوحہ کے لیے 'برائیڈل ڈریس' پسند کرنے جانا تھا۔

ابراہیم صاحب کا آپریشن ہو چکا تھا اور تیسرے روز انہیں ڈسچارج مل چکا تھا۔

ہاسپٹل سے ڈسچارج ہوتے ہوئے زحلے نے وہاں ڈاکٹر سے بات کر کے بابا کے لیے ایک میل نرس کا ارینج کیا کیونکہ اسے دو دن بعد 'میر پیلس' جانا تھا اور پیچھے ابراہیم صاحب کی دیکھ بھال کے لیے کسی کا ہونا بہت ضروری تھا۔

بابا! مجھے کل سے جاب پہ جانا کرنا ہے، میں نے آفس سے ادھار لیا ہے اس" لیے کیا پتہ مجھے اوور ٹائم دینا پڑے اس لیے پریشان مت ہوئیے گا۔ میں نے عاشر کو سمجھا دیا ہے وہ آپ کے پاس آپ کے ساتھ رہا کرے گا۔" اسے اگلے دن 'میر پیلس' جانا تھا اس لیے وہ رات کو ابراہیم صاحب کو دوا دیتی مدہم لہجے میں بول رہی تھی جبکہ اس کے تھکن زدہ چہرے کو دیکھ کے وہ بے بسی سے فقط سر اثبات میں ہلا کے رہ گئے۔

اس سے اگلے دن وہ عاشر (میل نرس) کو بابا کے حوالے سے مکمل ہدایات جاری کرتی آٹھ بجے ہی گھر سے نکل گئی کیونکہ شازمین میر کا کہنا تھا کہ وقت سے پہلے آئے تاکہ وہ اس سے بات کر سکے۔

ساڑھے آٹھ بجے جب وہ وہاں پہنچی تو ملازمہ کی معیت میں سیدھی شازمین میر کے کمرے تک پہنچی جہاں وہ سلک کا وائٹ نائٹ گاون پہنے بیڈ ٹی لے رہی تھی۔

"آج سے تمہیں فل ٹائم ذوالنورین کے ساتھ رہنا ہو گا، صبح آ کے اس کا ناشتہ بنانے سے لے کے، اس کی میڈیسن، اسے واشروم تک پہنچانا، اس کا کھانا پینا یہ سب تمہیں دیکھنا ہو گا الغرض تمہیں صبح آٹھ سے رات سات بجے تک اس کا سایہ بن کے رہنا ہو گا۔ اسے اس قدر اپنا عادی بناو کہ وہ پاگل ہونے لگے۔" چہرے پہ ناقابل فہم تاثرات جبکہ آنکھوں میں ایک جنونی چمک لیے

وہ بولتی جارہی تھیں جبکہ ان کی باتیں سنتی زحلے جیسے صوفے پہ بیٹھی اسی کے اندر دھنستی جارہی تھی۔

لیکن اس سے پہلے اپنا حلیہ بہتر کرو، خود کو سنوارو، خود کو نکھارو تاکہ وہ جلد" تمہاری جانب متوجہ ہو۔ ٹھیک ہے نا؟" اسے حکم جاری کرتے ہوئے انہوں نے اس کی جانب دیکھا جس پہ کسی بے جان مورت کا سا گمان گزر رہا تھا۔ اس کے پوچھنے پہ زحلے نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

اوکے اب تم جاسکتی ہو۔ ملازمہ تمہیں کچن میں پہنچادے گی اور ذوالنورین" کا ٹائم ٹیبل بھی سمجھادیتی ہے۔" اسے حکم دیتی وہ کپ سائیڈ ٹیبل پہ پٹخ کے اٹھی اور خود ڈریسنگ روم میں گھس گئی جبکہ وہ بے جان ہوتے قدموں کے ساتھ ملازمہ کی معیت میں کچن کی جانب چل دی۔

اورنج کلر کے شرارے کے ساتھ اولیو گرین شرٹ پہنے، لمبے بالوں کی چٹیا بنا کے بائیں کندھے پہ ڈالے، وہ سر پہ بلیو آرگنزہ کا دوپٹہ جس کے کناروں پہ پیلے اور گلابی رنگ کی خوبصورت سی باونڈری ہوئی تھی سجائے، بنا میک اپ کیے فریش پھولوں کی جیولری پہنے جب زاہرہ، مریم اور عائرہ کے ہمراہ دھیرے دھیرے چلتی ہال میں پہنچی تو وہاں آئی گردیزی ہاوس کی تمام خواتین اس کا اتنا مکمل، پر نور اور معصومیت سے بھرپور حسن دیکھ کے دنگ رہ گئیں۔

اور دل سے بے ساختہ ہوک سی نکلی کہ یہ حسن، یہ خوبصورت وجود ان کا ہو کے بھی ان کا نہیں ہو گا۔

آبگینے ماں کے اشارے پہ بی جان کی جانب بڑھی تو انہوں نے محبت سے اسے سینے سے لگایا اور پھر اپنے پاس ہی بٹھالیا۔

اس کے بیٹھنے پہ سائرہ گردیزی آگے بڑھیں اور وفورِ جذبات سے اسے اپنے سینے میں سمیٹتے ہوئے اس کی پیشانی کا بوسہ لیا۔

"یہ تمہاری ساس ہیں آبگینے۔" نسرین چچی نے سائرہ بیگم سے اس کا تعارف کروایا تو وہ جوان کے التفات پہ جز بز سی ہو رہی تھی اس تعارف پہ جیسے سن ہو کے رہ گئی۔

پھر رفتہ رفتہ سب آگے بڑھیں اور اس سے بہت محبت سے ملیں اور اپنا تعارف کروانے لگیں۔

جبکہ ان سب کی محبتوں کے مظاہروں اور تعارف پہ آبگینے کے اندر زہر بھرنے لگا کہ وہ کون سا ان کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ جوڑنے والی تھی جو سب یوں بیہیو کر رہے تھے۔

پھر بی جان کے اشارے پہ اس کے کندھوں پہ ایک سجا ہوا دوپٹہ پھیلایا گیا تو زاہرہ اور زینب نے مل کے جلدی سے میز پہ چیزیں سجائیں اور پھر مہندی کی رسم شروع کی گئی۔

بھابھی کے ہاتھوں پہ مہندی نہیں لگائی گئی؟" جب بی جان اس کے ہاتھ پہ " نوٹ رکھنے کے بعد مہندی اس نوٹ پہ رکھنے لگیں تو اس کی بے داغ ہتھیلیوں کو دیکھ کے وہ دریہ بے ساختہ بول اٹھی۔

اس کے اس اچانک سوال پہ سب ایک دوسرے کا چہرہ دیکھنے لگیں تو بی جان نے گلا کھنکھارتے ہوئے نواسی کو تنبیہہ کرنی چاہی۔

دراصل بیٹا، آبی کے ہاتھوں پہ مہندی نہیں لگائی جاسکتی۔ پیر سائیں نے منع" کیا ہے۔" فاطمہ بیگم نے لہجے میں بشاشت سموتے ہوئے اسے اس کے سوال کا جواب دیا تو اس کا چہرہ جیسے لٹک گیا۔

لیکن رہبان لالہ نے تو کہا کہ میری دلہن کے ہاتھوں پہ لازمی مہندی لگانی" ہے۔" اس نے اپنے مخصوص بلنٹ انداز میں اپنے بے باک لالہ کا پیغام باآواز بلند دیا تو سبھی کو گویا سانپ سونگھ گیا۔

آپ لگانا چاہتی ہیں تو لگالیں۔" زاہرہ نے نجانے کیا سوچ کے اسے کہا تو" ایک ہی لمحے اسے ماں، تائی اور چچی سبھی کی خشمگیں نگاہوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن دریہ کو تو جیسے ایسے ہی کسی اجازت نامے کی تلاش تھی۔

وہ مہندی کی کون پکڑ کے فوراً آبگینے کے نزدیک ہوئی اور اس کی ہتھیلی کے درمیان گول سی ٹکی جلدی سے بنانے لگی کہ کوئی منع نہ کردے اور پھر ایک

سائیڈ پہ دریہ بیٹھی آبگینے کے ہاتھوں کو مہندی سے رنگنے لگی جبکہ دوسری طرف باری باری سب بیٹھ کے رسم کر رہے تھے۔

پیر حویلی کی خواتین کی توجہ رسم سے زیادہ آبگینے کے مہندی والے ہاتھوں پہ مبذول تھی کیونکہ اگر کسی کو پتہ چل جاتا تو مردوں نے انہیں بہت سخت سست سنانی تھیں۔

اگلے ایک گھنٹے میں وہ اس کے خوبصورت ہاتھوں کو مہندی سے سجا چکی تھی۔

رسم کے دوران مائرہ گردیزی مسلسل اپنے موبائل پہ ان کی تصاویر بنا رہی تھیں اور یہ کام وہ مکمل اجازت نامے سے کر رہی تھیں جبکہ ساجدہ بیگم بیٹی کے سسرال والوں کی اس محبت و توجہ پہ خوش بھی نہ ہو پا رہی تھیں کہ یہ سب بیٹی کا نصیب نہیں تھا۔

اپنے شگن مکمل کرنے کے بعد کھانا وغیرہ کھا کے جب وہ لوگ نکلے تو زاہرہ نے پہلی فرصت میں تھکی ہوئی آبگینے کو اس کے کمرے تک پہنچایا۔

"آپی پلیز یہ جیولری اتار دیں، مجھے وحشت ہو رہی ہے۔" اس نے کمرے میں آتے ہی نم لہجے میں زاہرہ سے کہا جو سر اثبات میں ہلاتی اس کے بالوں اور کانوں سے پھولوں کے زیورات نکالنے لگی۔

"ہاتھ سیدھے رکھو یہ نا ہو کہ گجرے اتارتے ہوئے مہندی خراب ہو جائے۔" جب زاہرہ اس کی کلائیوں میں پہنے گجرے اتارنے لگی تو اسے ٹوکتی ہوئی بولی۔

"اچھا ہے خراب ہی ہو جائے، میرا ویسے بھی ان رنگوں سے اب کیا واسطہ؟" خود اذیتی سے کہتی ہوئی وہ اپنی ہتھیلوں کو سیدھا کرتی بے تاثر

نگاہوں سے مہندی پہ نظر مارنے لگی تو جیسے نگاہ ووجود لمحوں میں منجمند ہوا تھا۔

اس کی ہتھیلی کے سائیڈ پہ جگمگاتے 'رہبان' نام کو دیکھ کے اس کے وجود کو جیسے حیرت و بے یقینی کے جھٹکے لگے تھے جبکہ سماعتوں میں ایک خوبصورت بھاری لہجہ گونجا تھا۔

"خاکسار کو رہبان گردیزی کہتے ہیں۔"

"رہبان گردیزی۔۔۔۔۔۔"

باہر تو وہ جیسے سنگی مجسمے کی مانند ساکت اور ہر شے سے بے نیاز بیٹھی تھی کہ اگر کسی نے اس کا نام لیا بھی تھا تو اس نے سنا نہ تھا اور نہ مہندی لگواتے ہوئے اس نے ایک نظر بھی اپنے ہاتھوں پہ ڈالی تھی۔

لیکن اس لمحے ہونے والے انکشاف پہ اس کا وجود بے یقینی کی زد میں تھا۔

اس کی حیرت و کیفیت سے بے خبر زاہرہ اس کی جیولری اتار کے اسے ریسٹ کرنے کا کہہ کے کمرے سے نکل چکی تھی۔

اگر یہ وہی رہبان ہیں تو حویلی میں کال کیوں کی تھی؟" بار بار یہ سوال اس" کے دماغ میں اودھم مچا رہا تھا۔

لیکن اس کی بے لگام سوچوں کو بریک ایک عجیب سی آواز نے لگایا تو اس نے گردن گھما کے ادھر ادھر دیکھا تو نگاہ سائیڈ ٹیبل پہ پڑے موبائل پہ پڑی جو وائبریشن پہ لگا اس وقت تھر تھرا رہا تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھتی اس طرف بڑھی اور جھک کے موبائل سکرین کی جانب دیکھا جہاں موجود ان ناون نمبر دیکھ کے اس کی دھڑکن بے ساختہ منتشر ہوئی تھی۔

دل ودماغ میں ہونے والی کھدبد کو ختم کرنے کے لیے کہ یہ وہی ہے یا کوئی اور کچھ سوچتے ہوئے اس نے گرین بٹن کو پریس کیا۔

دونوں ہاتھوں میں ناشتے کی ٹرے پکڑے وہ بائیں کندھے پہ اپنا بیگ لٹکائے اس کے کمرے کی جانب بڑھی۔

ٹرے کی مدد سے ہی ہلکی سی دروازے پہ ٹھک ٹھک کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی تو نگاہ سیدھی اس سے جا ٹکرائی جو آج وہیل چیئر پہ بیٹھا بالکونی کی جانب کھلتی کھڑکی کے سامنے موجود تھا۔

اتنے دنوں بعد اسے سامنے دیکھ کے اس پہ مستزاد اس کے ہاتھوں میں ناشتے کی ٹرے دیکھ کے اس کی آنکھوں میں چھائے سرد تاثرات مزید گہرے ہوئے۔

السل۔۔۔۔۔۔۔"اس نے ٹرے میز پہ رکھتے ہوئے اسے سلام کرنا چاہا" جب اس نے درشتگی سے اس کی بات قطع کی۔

"بتول (میڈ) کہاں ہے؟"

اس کی درشت آواز پہ اس کے ہاتھوں میں پکڑی ٹرے لرزی اور اسی کپکپاہٹ پہ قابو پانے کے لیے اس نے ٹرے میز پہ رکھی۔

السلام علیکم!"اس نے خود کو کمپوزڈ کرتے ہوئے سلام کیا تو اس کی کشادہ" پیشانی پہ بل پڑے۔

بتول کہاں ہے؟" بھنچے ہوئے لہجے میں بمشکل ضبط کرتے ہوئے اس نے" اپنا سوال دہرایا تو زحلے کا حوصلہ گرنے لگا۔

اُس۔۔اس کے بیٹے کی طبیعت خراب ہے تو وہ آج آ نہیں سکی۔"اس نے" بروقت شازمین بیگم کا بتایا ہوا بہانہ اس کے سامنے پیش کیا اور قدرے سائیڈ پہ کھڑی نامحسوس انداز میں انگلیاں چٹخانے لگی۔

تو آپ کو کیا ضرورت تھی یہ سب کرنے کی؟ یہاں اور بھی میڈز موجود" ہیں۔"اس کی پیشانی کے بل ہنوز قائم ودائم تھے جبکہ لہجے کی کرختگی واضح کر رہی تھی کہ اسے اس کا اپنے لیے ناشتہ لانا کس قدر سخت ناگوار گزرا ہے۔

اور زحلے جواذیت کی آخری حدوں کو چھوتی اس گھٹیا کام کے لیے آمادہ ہوئی تھی اس شخص کی ناپسندیدگی دیکھ کے پہلے ہی مرحلے پہ جیسے ہمت ہار گئی تھی۔

مگر پھر تلخ حقیقت کا ادراک ہوتے ہی اس نے خود کو سنبھالا دیا۔

م۔۔مجھے پیسوں کی ضرورت ہے تو میں نے آپ کی آنٹی سے کہا ہے کہ " بتول کے بیٹے کی طبیعت سٹیبل ہونے تک مجھے اس کے حصے کا کام دے دیں کیونکہ میں لیکچر دینے کے بعد زیادہ تر فارغ ہی ہوتی ہوں۔" نظریں جھکائے وہ اپنی عزتِ نفس پہ زور سے پیر رکھے سپاٹ لہجے میں بولتی چلی گئی جبکہ اس کے لفظوں کے ساتھ ساتھ سامنے بیٹھے ذوالنورین کی آنکھوں کے کناروں کی سرخی بڑھنے لگی تھی۔

آپ کو پیسوں کی ضرورت ہے تو آپ کو وہ مل جائیں گے لیکن آج کے بعد" میرے کام کرنے کی ضرورت نہیں ہے مس ابراہیم!" سختی سے اسے وارن کرنے کے بعد اس نے ہاتھ بڑھا کے میز سے ٹرے کھینچ کے اپنے نزدیک کرنی چاہی تو زحلے فوراً آگے بڑھی۔

ایک منٹ۔" وہ فوراً اسے ٹوکتی ہوئی اس کے نزدیک میز گھسیٹ کے ناشتہ" اس کے سامنے سرو کرنے لگی تو ذوالنورین کے چہرے پہ چھائی ناپسندیدگی بڑھنے لگی۔

ہٹیں یہاں سے۔" درشتگی سے اس کے ہاتھ پرے جھٹکتے ہوئے وہ ایک" جھٹکے سے کھانے کی ٹرے الٹا میز کے کانچ کو بھی ہاتھ کی زوردار ضرب سے مختلف حصوں میں تقسیم کرتا اس کے جھٹکے سے چند قدم دور کھڑی زحلے کے دل و دماغ کو گہری وحشت و خوف سے بھر گیا۔

یہ جفائے غم کا چارہ، وُہ نجات دِل کا عالم
تِرا حُسن دستِ عیسٰی، تِری یاد رُوئے مریم

دِل و جاں فدائے راہے کبھی آ کے دیکھ ہمدم
سرِ کُوئے دِل فِگاراں ـــــــ شبِ آرزو کا عالم

تِری دِید سے سوا ہے تِرے شوق میں بہاراں
وُہ چَمن جہاں گری ہے تِری گیسُوؤں کی شبنم

یہ عجب قیامتیں ہیں، تِری رہگُزر میں گزراں
نہ ہُوا کہ مر مِٹیں ہم، نہ ہُوا کہ جی اُٹھیں ہم

لو سُنی گئی ہماری، یُوں پِھرے ہیں دِن کہ پِھر سے
وہی گوشۂ قفس ہے ــــ وہی فصلِ گل کا ماتم

فیض احمد فیض

کال پک کرتے ہی اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ موبائل کان سے لگاتے ہوئے ایک نظر کمرے کے بند دروازے کو دیکھا جبکہ دوسری جانب اس کی گھبرائی ہوئی سانسوں کی آواز محسوس کر کے وہ بے ساختہ مسکرایا تھا۔

السلام علیکم! رہبان گردیزی اسپیکنگ! "گھمبیر مگر خوبصورت سا لہجہ" سپیکر میں گونجتا اس کی تیز رفتار دھڑکنوں کو پل بھر کے لیے تھما سا گیا تھا۔

کیا یہ وہی 'رہبان' ہے؟"اس کے دل میں یکدم پھر سے وہی سوال سر اٹھانے لگا جس نے اسے یہ فون کال اٹھانے پہ مجبور کیا تھا۔

"کون 'رہبان گردیزی'؟"ایک چور نگاہ بند دروازے پہ ڈالتے ہوئے اس نے بنا سلام کا جواب دیے اپنے اندر اٹھتے سوال کا جواب تلاشنے کی کوشش کی تو دوسری جانب اس کوشش پہ وہ نچلے لب کا کونا دانتوں میں دبائے بھاری لہجے میں بولا۔

"اس کے جذب جس کے نام کی مہندی اپنے ہاتھوں میں سجائے بیٹھی ہیں۔"اس کے کہنے پہ بے اختیار اس کی مہندی سے سجی ہتھیلیوں سے پسینہ پھوٹ نکلا اور دل کی دھڑکن جیسے کسی تیز گام ٹرین کی مانند دوڑنے لگی۔

اور اپنی اسی کیفیت و حالت سے گھبراتے ہوئے اس نے فوراً سے پیشتر کال بند کرتے ہوئے موبائل دور بیڈ پہ اچھال دیا۔

"یہ۔۔یہ اگر وہی ہیں تو حویلی میں کال کیوں کر رہے ہیں؟" کال بند کرنے کے بعد بھی یہ سوال اس کے اندر سر اٹھانے لگا لیکن اس سوال کا جواب وہ اس شخص سے نہیں لے سکتی تھی۔

"جس جی داری سے تم نے اس حویلی میں کال کرنے کی جرات کی ہے کاش اتنی جی داری سے تم اس گھٹیا رسم کے خاتمے کی کوشش کرتے تو تمہارا نام سن کے دل کو سکون ملتا۔" اس کے کال کرنے کی وجہ کو تلاشتی وہ اپنی ہتھیلیوں کو تکتے ہوئے افسردگی سے سوچتی اسی لباس و حلیے میں تکیے پہ سر رکھتی وہیں ڈھیر ہو گئی۔

جبکہ دوسری جانب 'پیر حویلی' سے دور 'گردیزی پیلس' کے ماسٹر بیڈروم میں موجود رہبان گردیزی اپنے موبائل پہ سینڈ کی گئی 'آبگینے جعفر' کی تصاویر دیکھ کے ساکت ہو چکا تھا۔

میں نے رنگوں سے مزیّن کیے بے رنگ نقوش

...میں نے خوشبو بھرے احساس کو تصویر کیا

مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے وہ سیاہ شرٹ کی آستینیں فولڈ کیے ٹائی قدرے ڈھیلی کیے وہ بھاری دل کے ساتھ ان سب کے ساتھ شاپ میں داخل ہوا تو مینیجر فوراً الرٹ ہوا۔

السلام علیکم ! ملک صاحب کیسے ہیں آپ ؟" وہ ان کے نزدیک آتا انہیں "
بیٹھنے کو کہتا اس کی جانب متوجہ ہوا۔

وعلیکم السلام ! " مختصر سے انداز میں جواب دیتے ہوئے اس نے نگاہ اور "
شہرے کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

کہیے کیا خدمت کی جائے آپ کی ملک صاحب ؟" مینیجر پیشہ ورانہ انداز "
میں بولا تو ضرغام نے گہری سانس بھرتے ہوئے اسے برائیڈل ڈریسز کے
ڈیزائن دکھانے کو کہا۔

ضرغام ! آپ بھی کوئی مشورہ دیں نا۔" ثمرین بیگم نے ایک سائیڈ پہ "
لاتعلق سے کھڑے ضرغام کو مخاطب کیا تو وہ چونکا۔

یہ آپ خواتین کا ڈیپارٹمنٹ ہے، آپ لوگ آپس میں ڈسکس کر لیں۔""
سنجیدگی سے انہیں منع کرتے ہوئے اس نے موبائل نکال کے اس پہ نگاہیں مرکوز کر لیں۔

نگاہ چچی! یہ دیکھیں کتنا زبردست اور فریش کلر لگ رہا ہے؟"اس کی"
لاتعلقی اور بے نیازی کو اس کی فریش اور کھنکھناتی آواز نے اس بری طرح سے متاثر کیا کہ وہ اپنی گردن موڑ کے اس کی جانب دیکھنے سے خود کو روک نہ سکا۔

میرون بھاری زرتار آنچل جس کے کناروں پہ گولڈن کام ہوا تھا وہ اپنے ہاتھوں میں تھامے وہ اشتیاق سے نگاہ کی جانب دیکھتے ہوئے بولی تو قندیل نے ہنستے ہوئے آنچل کا پلو اس کے ہاتھ سے تھاما۔

نگاہ کاارادہ تومیرون یاریڈ کی بجائے کوئی ڈفرینٹ کلر لینے کاہے لیکن تمہیں" یہ پسند آرہاہے توتم اسے لے کے ایڈوانس میں اپنے لیے رکھ لو۔"شوخی سے کہتے ہوئے قندیل نے اسی آنچل کاپلواس کے سر پہ ٹکایاتو جیسے وقت تھم سا گیا۔

میرون ڈوپٹے کے ہالے میں مقیداس کاسرخ وسفید خوبصورت چہرہ اوراس پہ پڑتازرتاری آنچل کاعکس اور قندیل کی شرارت بھری باتوں سے اترتا شرمیلاگلال اس کے چہرے کوجلابخش گیا۔

اس کے چہرے کووارفتگی سے دیکھتاضرغام جیسے اس لمحے وہاں موجودہر فرد،ہر شے کوفراموش کرچکا تھاحتی کہ اپنی جانب دیکھتی نگاہ کی نظروں کو بھی۔

بس کریں قندیل چچی!" اگلے ہی لمحے وہ جھینپتے ہوئے فوراً پلو اپنے سر سے "
ہٹاتی فوراً اس آنچل کو وہیں رکھتی نئے ڈیزائن کی جانب متوجہ ہو گئی تو جیسے
اس لمحے کے سحر میں جکڑے ضرغام کو ہوش آیا تھا وہ سر جھٹکتے ہوئے واپس
موبائل کی جانب متوجہ ہونے ہی لگا تھا کہ اک عجیب سے احساس کے تحت
اس نے گردن اٹھا کے سامنے دیکھا تو نظر نگاہ سے ٹکرائی جو بہت سنجیدگی
سے اسی کی جانب دیکھ رہی تھی۔

کون سا کلر لوں میں اپنے لیے؟" اسے اپنی جانب متوجہ دیکھ کے نگاہ نے "
چہرے پہ مسکراہٹ سجائے اسے مخاطب کیا تو وہ گہری سانس بھرتے ہوئے
دو قدم آگے ہوا۔

جو آپ کو پسند ہے وہ سلیکٹ کریں، مجھے وہی پسند آجائے گا۔" نرمی سے "
کہتے ہوئے وہ اس کے پہلو میں جا کھڑا ہوا۔

یہ کلر کیسا رہے گا؟"اس نے اس کے سامنے گولڈن اور شاکنگ امتزاج" سے مزین خوبصورت اور دیدہ زیب ڈریس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے استفسار کیا تو وہ مسکرا دیا۔

بہت پیارا ہے اور آپ پہ اس سے بھی زیادہ پیارا لگے گا۔"مکمل طور پہ کچھ " فاصلے پہ کھڑی شہرے سے بے نیازی برتنے کی کوشش کرتا وہ اپنے مخصوص انداز میں گویا ہوا۔

کیونکہ جو بھی تھا وہ اس کے نکاح میں تھی اس سے وابستہ تھی اور وہ کبھی بھی اسے دانستہ تکلیف دینے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا۔

پھر یہ فائنل کر دیں نا؟" ثمرین بیگم نے دونوں کی پسندیدگی کا اندازہ لگاتے ہوئے استفسار کیا تو ضرغام نے نگاہ کی جانب دیکھا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"یہ شہرے کے لیے بھی لے لیں، انہوں نے اس کا آنچل سر پہ رکھا تھا اس لیے بہتر ہے کہ آپ یہ انہیں اپنی طرف سے دے دیں۔" جب ثمرین بیگم ڈریس فائنل کرنے لگیں تو وہ سپاٹ لہجے میں بولتا جیب سے کریڈٹ کارڈ نکالنے لگا جبکہ اس کی بات سن کے ثمرین بیگم ٹھٹھکیں لیکن پھر ہولے سے مسکرا دیں۔

"اوکے۔" اور پھر نگاہ کی شادی کا جوڑا خریدتے ہوئے ثمرین بیگم نے شہرے کے لیے بھی ڈریس خرید لیا لیکن اسے دیا نہیں کیونکہ انہیں سب کے سامنے یوں برائیڈل ڈریس گفٹ کرنا مناسب نہ لگا تھا۔

گردیزی پیلس میں اس وقت ہنگامے اپنے عروج پہ تھے کیونکہ آج گردیزی خاندان کے لاڈلے اور اتھرے سپوت کے نکاح کا فنکشن تھا اور اپنی ہٹ دھرمیوں کے باعث رہبان گردیزی اس سادگی بھرے فنکشن کو سادگی سے ہٹا کے مختلف رسومات کو اس فنکشن کا حصہ بنانے پہ تلا ہوا تھا۔

"رضا گردیزی کو جب رہبان! یہ اتنے مہمانوں کو کیوں بلایا ہے آپ نے؟" خبر ہوئی تھی کہ بارات پہ جانے کے لیے مہمان پیلس آنا شروع ہو چکے ہیں تو وہ ان کی آمد پہ حیران ہوتے اس سے استفسار کرنے لگے جو سیاہ شلوار قمیض میں ملبوس بہت شان سے صوفے پہ براجمان موبائل پہ مصروف تھا۔

شادی کر رہا ہوں تو کیا دوستوں کو نہ بلاوں؟"اس کی بے نیازی قابل دید" تھی جسے ملاحظہ کرتے ہوئے رضا صاحب نے حماد صاحب کی جانب دیکھا تو وہ بے بسی سے کندھے اچکا کے رہ گئے۔

"تو جب نکاح کے بعد بنا بیوی کے وہاں سے رخصت ہو گے تو ان دوستوں کو کیا جواب دو گے؟"انہوں نے سنجیدگی سے اسے لاجواب کرنا چاہا لیکن یہ کام کرنے کے لیے انہوں نے غلط بندے کا انتخاب کیا تھا کیونکہ لاجواب ہونا رہبان گردیزی کو نہیں آتا تھا۔

"وہ جواب آپ کو موقع پہ دوں گا ابھی مزہ نہیں آئے گا آپ کو سن کے اس لیے ان خواتین کو جلدی سے کمروں سے نکالیں کیونکہ وقت کافی ہو چکا ہے۔"پر سکون لہجے میں انہیں جواب دے کے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور بی جان کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"بھائی صاحب! مجھے آپ کے صاحبزادے کے ارادے ٹھیک نہیں لگ رہے؟" حماد صاحب کی جانب دیکھ کے رضا صاحب الجھے ہوئے لہجے میں بولے تو اس طرف آتی مائرہ گردیزی نے ایک نظر حماد گردیزی کی جانب دیکھا۔

"آپ پرائیویٹ ڈیٹیکٹو بننے کی کوشش کیوں کر رہے ہیں، جب وہ آپ سب کی بات مان کے سکون سے اس رسم کے لیے راضی ہو چکا ہے تو پھر کیونکر آپ سب اس سے فضول سوالات کر رہے ہیں؟" وہ تیوری چڑھا کے بولیں تو انہوں نے بے بسی سے بیوی کی جانب دیکھا اور ہارے ہوئے انداز میں ڈھیلے سے پڑ گئے۔

معاف کر دیں بیگم، ہماری کیا مجال ہے جو آپ کے لاڈلے کو کچھ کہہ "
سکیں۔"اس کے ہتھیار ڈالنے والے انداز پہ مسکراہٹ دباتیں وہ پلٹیں اور
سائرہ بیگم کو بلانے چل دیں تاکہ سب بچیوں کو لے کے سب پیر حویلی کی اور
نکلیں۔

ایک نظر بیڈ پہ بے سدھ لیٹے ذوالنورین میر پہ ڈالتے ہوئے اس نے کپکپاتے
ہاتھوں کے ساتھ کمرے میں پھیلی تباہی کے اثرات کم کرنے کی کوشش کی تو
نگاہوں میں بار بار وہی منظر لہرانے لگا جب ناشتے کی ٹرے اور میز کا کانچ
توڑنے کے بعد بھی اس کے اندر ابلتا غبار کم نہ ہوا تو وہ وہیل چیئر کی مدد سے
ادھر سے ادھر ہوتا کمرے میں موجود چیزوں کو پوری قوت سے توڑنے
پھوڑنے لگا۔

ایسی ہی تباہی اس نے اس دن بھی کی تھی جب اس نے پہلے دن اسے ناشتہ سرو کیا تھا لیکن اس دن تباہی صرف ناشتے کی ٹرے اور میز تک ہی محدود رہی تھی مگر آج تو شاید وہ ہر حد توڑ دینا چاہتا تھا۔

اس ساری تباہی میں اسے نجانے کتنی چوٹیں آئی تھیں لیکن وہ ان چوٹوں کی تکلیف سے بے نیاز بس اندر لگی آگ کو اس تباہی سے کم کرنے کی کوشش کرتا دیوار کے لگی تھر تھر کانپتی زحلے کو فراموش کر چکا تھا جو اس کے اس قدر وحشی روپ پہ خوف و بے بسی سے ادھ موئی ہوئی جا رہی تھی۔

اور اس سے قبل کے اس کا یہ روپ اس کے حواس چھین لینا توڑ پھوڑ سے ہونے والی بلند آوازیں سن کے شاید ملازمین نے ڈاکٹر مرتضیٰ کو اطلاع دی تھی اور وہ اگلے چند لمحوں میں وہاں آ کے بمشکل اسے قابو کرتے ہوئے زبردستی پر سکون نیند کا انجیکشن دے کے اس کی مدد سے اسے بیڈ پہ لٹا کے زحلے کو اس کے حوالے سے کچھ ہدایات دے کے نیچے جا چکے تھے جبکہ اپنی مجبوریوں کے باعث وہاں موجود زحلے اس کی تباہی کے تاثرات مٹاتی پھوٹ

پھوٹ کے رونے لگی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کی موجودگی میں وہاں اس کی مدد کے لیے کوئی ملازمہ نہیں آنے والی تھی۔

میں نہیں جانتی کہ آپ کے ساتھ اس گھر کے افراد کو کیا مسئلہ ہے لیکن" آپ لوگوں کے مسئلے اور آپ کی معذوری میری مجبوریوں کو کیش کروا گئی ہے۔" شیشے کے بکھرے ٹکڑوں کو ہتھیلی میں سمیٹتی وہ اس پہ ایک بھیگی ہوئی نظر ڈالتی دکھ سے سوچنے لگی اور پھر زخمی ہوئی ہتھیلیوں کو صاف کرنے کے لیے واشروم کی جانب بڑھی۔

واشروم سے باہر نکلتے ہوئے اسے ایک عجیب سا احساس ہوا تو وہ چند قدم چلتی ہوئی اس کے بیڈ کے نزدیک پہنچی تو اسے بے چین پایا کیونکہ وہ کسمساتے ہوئے بہت بے چینی سے اپنا سر دائیں بائیں پٹختا ہوا دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچے ہوئے تھا۔

ماما!"اس کے بے چین اور بھنچے ہوئے ہونٹوں سے یہ لفظ ایک سسکی کی" مانند نکلا تو اس کے بیڈ سے چند فرلانگ دور کھڑی زحلے کے وجود کو جیسے کسی گہرے دکھ سے آن سمیٹا تھا۔

اسے اس لمحے ذوالنورین میر پہ ایک بچے کا سا گمان ہوا تھا اور شاید اسی وجہ سے اس کے دکھ کو محسوس کرتی وہ آگے بڑھی۔

زوالنورین!"اس نے نرمی سے اس کے نزدیک کھڑے ہوتے ہوئے" اسے پکارا، وجہ یہی تھی کہ وہ اسے اس سمے ہونے والی تکلیف سے بچانا چاہ رہی تھی۔

ماما!" وہ ایک دفعہ پھر سے سسکا تو اس نے نرمی سے اپنی پوری ہمت مجتمع" کرتے ہوئے اس کے کندھے پہ ہولے سے ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اگلا لمحہ اس پہ جیسے کسی قیامت کی مانند آن پڑا تھا۔

کیونکہ اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہی ذوالنورین میر ایک دفعہ پھر سے 'ماما' لفظ کی گردان کرتا اس کے ہاتھ کو سختی سے اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیتا اسے اپنی جانب کھینچ چکا تھا۔

ہائے اللہ! آبی تم کس قدر حسین لگ رہی ہو۔ اگر میں تمہارے ہونے" والے شوہر کی جگہ پہ ہوتی تو اس روپ میں تمہیں دیکھ کے ہر طرح کی رسموں کو ٹھوکر مار کے اس ظالم سماج سے لڑ کے تمہیں اپنے ساتھ لے جاتی۔" بلڈ سرخ رنگ کے قیمتی و دیدہ زیب بھاری لہنگے چولی میں ملبوس،

میچنگ بھاری جیولری اور نفاست سے کیے گئے میک اپ سے سجی آبگینے کو دل و جان سے سنوارنے سجانے کے بعد جب زاہرہ اس کے سامنے سے ہٹی تو اس کا نوخیز کلیوں کی مانند مہکتا ہوا وجود اور سجا سنورا سراپا دیکھ کے مریم پرشوق انداز میں بولتی چلی گئی۔

جبکہ اس کی بات سن کے نجانے کیوں آبگینے کے کانوں میں ایک خوبصورت سا مردانہ لب و لہجہ گونجا تو دھڑکنوں نے فوراً لے بدلی۔

"کاش ایسی جی داری اس کے ہونے والے شوہر میں بھی ہوتی لیکن وہ شاید ساری جی داری آبی کی شاپنگ اور شادی کی ہر طرح کی رسمیں کروانے میں دکھا چکا ہے۔" اس کے پھولوں کی خوبصورتی کو بھی مات دیتے خوبصورت چہرے کو نیٹ کے ڈوپٹے تلے چھپاتی زاہرہ زہر خند لہجے میں گویا ہوئی تو آبی کے وجود میں وحشت سی بھرنے لگی۔

یااللہ! مجھ پہ اگر یہ آزمائش ڈالی ہے تو مجھے صبر عطا کرنا۔"آنکھیں میچتی وہ" اللہ سے دعا گو ہوتی ان سب کے ساتھ باہر کی جانب بڑھنے لگی تو دھڑکنیں جیسے رک رک کے چلنے لگیں۔

وہ اپنی توجہ سامنے کھلے لیپ ٹاپ پہ مکمل طور پہ مرکوز کیے اپنا کام کر رہا تھا جب موبائل کی رنگ ٹیون پہ اس نے ناگواری سے سکرین کی جانب دیکھا لیکن وہاں جگمگاتے نام کو دیکھ کے اس کے وجیہہ چہرے پہ مسکان پھیل گئی۔

"بنا سوال وجواب دوسری جانب سے استفسار کیا گیا تو اس نے "کہاں ہو؟ مسکراہٹ دباتے ہوئے ایک پرتاسف نگاہ لیپ ٹاپ پہ ڈالتے ہوئے اسے شٹ ڈاون کیا اور خود اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

آفس سے نکلنے لگا ہوں۔ "گاڑی کی چابی پینٹ کی جیب میں اڑستے ہوئے وہ" سٹینڈ سے کوٹ لیتا دروازے کی جانب تیزی سے بڑھنے لگا۔

دل تو کر رہا ہے تمہیں تمہاری اس مصروفیت کے باعث کوئی سخت سی سزا" دوں لیکن پھر یہ سوچ کے چپ کر گیا ہوں کہ تمہارے لیے یہی سزا کافی ہے کہ تم کچھ دنوں میں اُس کے سامنے کسی اور کے ہونے والے ہو۔" دوسری جانب سے کہے الفاظ پہ دروازہ کھولتے ضرغام ملک کے ہاتھ لحظہ بھر کو ٹھٹھکے لیکن اگلے ہی لمحے وہ خود کو سنبھالتے ہوئے باہر نکلا۔

ایسا کچھ سال قبل ہو چکا ہے، ابھی تم مجھے یہ بتاو کہ مجھے کال کیوں کی ہے؟"" اس کا سپاٹ لہجہ گونجا۔

اس لیے کہ جو تم کچھ سال قبل کر چکے ہو وہ میں آج کرنے جا رہا ہوں اور"
اس میں مجھے تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے۔" نپے تلے انداز میں اسے
بہت کچھ باور کروا کے وہ دوسری جانب سے کال بند کر چکا تھا جبکہ اگلے چند
گھنٹوں کا لائحہ ء عمل تیار کرنے کے بعد ضرغام گارڈز کے ساتھ اپنی منزل کی
جانب رواں دواں ہو چکا تھا۔

اپنی کزنز اور بھائیوں کے ہالے میں جب نیٹ کے دوپٹے میں چہرہ چھپائے
آبگینے کو خوبصورتی سے سجے لان میں لایا گیا تو سیدھا اسے زنان خانے کے
لیے سجے حصے کی طرف لایا گیا تھا۔
کیونکہ لان کو درمیان میں پھولوں کی گھنی سی لڑیوں کے ساتھ دو حصوں
میں تقسیم کر کے مردانہ و زنانہ حصے الگ الگ کر دیے تھے تاکہ جدید دور کے

مطابق شادی کا فنکشن بھی ہو جائے اور ان لوگوں کی روایات واقدار بھی برقرار رہیں۔

اسی لیے سٹیج پہ بیٹھا رہبان گردیزی چاہ کے بھی آبگینے کی ایک بھی جھلک دیکھنے سے محروم رہا تھا اور پھر آبگینے کے زنان حصے میں سجے سٹیج پہ بیٹھتے ہی نکاح کی رسم کی گئی اور چند ہی لمحوں میں پچاس لاکھ حق مہر کے عوض رہبان گردیزی آبگینے گردیزی کو اپنے نام کر چکا تھا۔

نکاح ہوتے ہی کھانا کھول دیا گیا تھا کیونکہ وہاں اس وقت صرف رہبان کے دوست احباب نہیں تھے بلکہ پیر سائیں نے بھی بہت سے مہمان بلائے تھے اس لیے اس نام نہاد نکاح کی رسم پہ بھی وہاں لوگوں کا ایک طوفان سا امڈ آیا تھا کیونکہ نکاح کی تقریب سب کے سامنے ہونی تھی اور اس کے بعد کی کاروائی وہ مہمانوں کے رخصت ہونے کے بعد کرنے کا ارادہ رکھتے تھے لیکن جو ارادہ بنا کے رہبان وہاں آیا تھا اس سے شاید وہ سبھی بے خبر تھے۔

تبھی اس نے انہیں اپنے ارادوں سے باخبر کرنے کے لیے دھیرے سے اپنے لب کھولتے ہوئے اپنی خوبصورت آواز میں انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔

"پیر سائیں! اب رخصتی کی اجازت دیجیے۔" سٹیج پہ موجود اپنی باتوں میں مگن افراد پہ رہبان گردیزی کی آواز کسی ناگہانی آفت کی مانند اتری تھی۔ سب نے ہی ایک جھٹکے سے اس کی جانب دیکھا جو بہت پر سکون انداز میں پیر سائیں کی مانند متوجہ تھا جن کا چہرہ اس کی بات سن کے مارے طیش و ضبط کے سرخ پڑنے لگا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم لڑکے؟" ایک چور نگاہ سٹیج سے پرے باتوں میں مصروف مہمانوں پہ ڈالتے ہوئے وہ اپنے اندر اٹھتے ابال کو بمشکل دباتے ہوئے قدرے دبے دبے لہجے میں بولے تو بی جان ہولتی ہوئیں آگے بڑھیں۔

رہبان یہ کیا پاگل پن ہے بچے؟"انہوں نے رہبان کے کندھے پہ ہاتھ " رکھتے ہوئے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

نکاح کے بعد سبھی اپنی بیویوں کو اپنے ساتھ رخصت کروا کے لے جاتے " ہیں بی جان،اس میں پاگل پن کیا ہے؟"دوسری جانب لاپرواہی و بے نیازی عروج پہ تھی جو پیر حویلی کے افراد پہ کسی بجلی کی مانند اتر رہی تھی۔

اپنا تماشہ بند کرواور لوگوں کے رخصت ہونے تک اپنی بکواس بھی بند رکھنا " ورنہ جان سے جاوگے۔"اس کی ہٹ دھرمی دیکھتے ہوئے جعفر سائیں آگے بڑھے اور لوگوں کو متوجہ ہوتے دیکھ کے چہرے پہ بمشکل نارمل تاثرات سجائے وہ دبے دبے لہجے میں غرائے تو اس نے بایاں ابرو ہولے سے اچکاتے ہوئے سسر کے تیور و دھمکیاں ملاحظہ کیں۔

جبکہ گردیزی پیلس کے افراد ان کی دھمکی سن کے دہل سے گئے اور رضا گردیزی بے ساختہ رہبان کی جانب بڑھے۔

ایسہ دھمکیاں دینے سے بہتر ہے کہ آپ میری بیوی کو میری ساتھ " رخصت کر دیں۔"اس نے سنجیدگی سے ایک اچٹتی نگاہ نیٹ کے پردے کے اس پار بنے سٹیج کے دوسرے حصے پہ ڈالی جہاں اس وقت اس کی 'بیوی' براجمان تھی۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یہاں ہونے والی گفتگو سے واقف ہو رہی تھی یا نہیں لیکن وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ جب وہ اس گفتگو کا ماخذ جانے گی تب وہ مرمٹنے پہ تُل جائے گی۔

رہبان فضول کی ضد نہیں کرو، جب ایک بات طے تھی تو اس پہ اتنا فضول " ردعمل کیوں دے رہے ہو؟"رضا گردیزی نے اس کے نزدیک ہوتے

ہوئے اسے ڈپٹا کیونکہ اب لوگ سٹیج کی طرف متوجہ ہوتے چہ مگوئیاں کرنے لگے تھے اور یہ بات معاملے کو سنگینی بخش رہی تھی۔

"یہ فضول ضد نہیں ہے نہ یہ فضول رد عمل ہے، یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ کچھ دیر قبل میرا ان کی بیٹی سے نکاح ہوا ہے اور میں ایسا بے غیرت ہر گز نہیں بنوں گا کہ اسے لاوارثوں کی طرح ایک رسم کی بھینٹ چڑھانے کو یہیں کہیں چھوڑ جاوں وہ بھی اس صورت میں جب میرا نام اس کے ساتھ جڑا رہے گا۔" بنا کسی خوف و خطر وہ مضبوط و بلند لہجے میں بولا تو سٹیج کے پار موجود خواتین کے نرغے میں سر جھکائے بیٹھی 'آبگینے' کا وجود ہوا میں معلق ہوا۔

جبکہ اس کی باتیں سنتی بی جان سمیت گردیزی پیلس کے افراد کے چہروں پہ گھبراہٹ، شرمندگی و خوف کے تاثرات نمایاں ہونے لگے تھے کیونکہ

اپنے اصول وروایات کے متعلق اس کی ایسی ہتک آمیز باتیں سن کے پیر جویلی کے سبھی افراد کے ضبط کا پارہ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور سفیر سائیں اپنی جیب میں اٹکی پسٹل نکال کے اس کے سینے پہ تان گئے۔

رہبان!" ایک دم سے بہت سے لوگوں کی چیخ وپکار کے ساتھ گولی کی گونج" پہ اس کے لفظوں کے حصار میں ساکت بیٹھی آبگینے حواس کھوتی چلی گئی۔

آبگینے کے حواس کھوتے وجود کو سنبھالتی خواتین ٹھٹھک سی گئیں کیونکہ وہاں صرف ایک گولی کی گونج نہیں سنائی دی تھی بلکہ اس کے بعد یکے بعد دیگرے بہت سی گولیوں کی گونج سنائی دینے لگی یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ہوائی فائرنگ کی جارہی ہو۔

سفیر سائیں جو اس کے سینے پہ پسٹل رکھے ٹریگر دبانے ہی والے تھے کہ پہلی گولی کی گونج پہ چونک کے آواز کے تعاقب میں دیکھا جو ایک شخص ہاتھ میں چمکتا ہوا سیاہ پسٹل لیے بہت سکون سے ان دونوں کی طرف ہی دیکھ رہا تھا جبکہ اس کے پسٹل کی نال سے نکلتا دھواں بتا رہا تھا کہ ابھی گولی چلانے والا وہی تھا۔

اور پھر اسی پہ اکتفانہ ہوا تھا اُن سب کے سنبھلنے اور سمجھنے سے قبل رہبان گردیزی کے بلائے گئے 'مہمان دوست' بھی اپنے کھلونے نکال کے اس کے نکاح کا جشن منانے لگے۔

تبھی ان سب کے متغیر چہرے دیکھتے ہوئے اس کے خوبرو چہرے پہ بڑی محظوظ کن مسکراہٹ سی پھیلی اور وہ سفیر سائیں کے پسٹل کی نوک اپنے سینے سے ہٹاتے ہوئے بڑے اطمینان سے گویا ہوا۔

بہت معذرت چچا سائیں لیکن پولیس والا ہوں بنا ہتھیاروں کے کہیں نہیں" جاتا۔"ان سے کہتے ہوئے اس نے بائیں آنکھ دباتے ہوئے پیچھے کھڑے شخص کو دیکھا اور واپس اپنے سسرالیوں کی طرف متوجہ ہو گیا جو اس کی اس حرکت پہ آگ بگولہ ہو چکے تھے۔

نصرت بی! کیا تم نے اپنے پوتے کو اس رسم کے متعلق آگاہ نہیں کیا تھا یا تم" بھی اس بدبخت کے ساتھ مل کے ہماری توہین کرنے کا ارادہ بنا کے آئی تھی؟" پیر سائیں بی جان کی طرف دیکھتے ہوئے پر جلال لہجے میں گویا ہوئے تو بی جان زار و قطار روتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگیں۔

ن۔۔ نہیں پیر س۔۔۔۔۔۔"وہ اپنے مرشد کو ناراض نہیں کرنا چاہتی" تھیں جن کی دعاوں سے ان کی نسل چلی تھی لیکن رہبان کو کم از کم بی جان کا یوں رونا قطعی برداشت نہ ہوا۔

یہاں موجود میرے خاندان کا کوئی بھی شخص میرے ارادوں سے باخبر" نہیں تھا اور اب باخبر ہونے کے بعد ان سمیت آپ سب میں سے کسی کی بھی جرات نہیں جو مجھے میری بیوی لے جانے سے روک سکے۔" وہ اپنی بلند اور پر عزم آواز میں قدرے ناگواری سے بولتا ہوا سٹیج سے نیچے اترا تو اس کی بلند آواز پہ چہ مگوئیاں کرتے مہمان مزید اس ہنگامے کی جانب متوجہ ہو گئے۔

اور برائے مہربانی اپنے کارندوں سے کہہ دیں کہ اپنے کھلونے نیچے پھینک" دیں کیونکہ ان کا استعمال مجھے بہت اچھے سے آتا ہے اور میرا ان کو استعمال کرنا ناصرف یہاں تباہی مچائے گا بلکہ آپ کے نام و شہرت کے لیے بھی خطرے کا باعث ہے۔" زنان خانے کی جانب بڑھتے ہوئے جب راستے میں اسے پیر سائیں کے کارندوں نے روکنے کی کوشش کی تو وہ ان کی جانب مڑتا ان سب

کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بے لچک و سرد انداز میں بہت گہری دھمکی دیتا ہوا مضبوط قدموں کے ساتھ زنان خانے کی جانب بڑھا تو ایک نظر دور کھڑے پسٹل تھامے اُس وجیہہ شخص کو دیکھتے ہوئے پیر حویلی کے افراد نے مارے ضبط کے زور سے مٹھیاں بھینچیں اور قہر آلود نگاہوں سے اس کی جانب دیکھنے لگے جو آج ان کی عزت، ان کی رسم و رواج کو مٹی تلے روندنے پہ تُلا ہوا تھا۔

اسے پھولوں کی لڑیاں ہٹا کے اس طرف آتے دیکھ کے لڑکیوں سمیت بڑی خواتین کی بھی آنکھیں مارے ستائش کے چمکنے لگیں اور بے ساختہ آبگینے کی قسمت پہ رشک آنے لگا جس نے اتنا خوبصورت و جی دار مرد اس کے نصیب میں لکھا تھا۔

السلام علیکم!" بنا کسی خاتون کی جانب نظر اٹھا کے دیکھے وہ اپنی خوبصورت آواز میں انہیں سلام کرتا سٹیج کی جانب بڑھا جہاں صوفے پہ اس کی منکوحہ بنا ہوش و حواس ایک سائیڈ کو لڑھکی پڑی تھی۔

"آپی آبی کے شوہر کی شکل کیا آواز ہی اتنی پیاری ہے کہ آبی ان کی آواز سنتے ہی تمام ناراضگی بھول جایا کرے گی۔" مریم رہبان کو اشتیاق سے دیکھتے ہوئے زاہرہ کے کان میں گھسی تو اس نے اسے ٹھوکا مارتے ہوئے چپ رہنے کا اشارہ کیا کیونکہ ماحول اس وقت انتہائی ناساز محسوس ہو رہا تھا۔

"مجھے ان کی کوئی شال یا بڑی چادر دے دیں۔" اس کے وجود کو ہاتھ لگانے سے قبل اس نے ہلکی سی گردن موڑتے ہوئے بنا کسی کو مخاطب کیے اپنی بات کہی تو ساجدہ بیگم اپنی شال لیے آگے بڑھیں۔

اگر ہمت کر کے اسے اس آزمائش سے نکالنے کی جرات کی ہے تو آئندہ" زندگی میں بھی اس کا ساتھ دیتے رہنا بیٹا اور اس کی غلطیوں کو اس کے گلے کا پھندہ ہر گز نہ بنایئے گا کیونکہ یہ بات آپ بھی جانتے ہو کہ اس کے لیے واپسی کا ہر روزن بند ہونے والا ہے۔" اپنی شال اس کے ہاتھوں میں تھماتے ہوئے وہ مدہم مگر پر ملال لہجے میں گویا ہوئیں تو اسے معلوم ہو گیا کہ یہ آبگینے کی ماں ہیں تبھی اس کے سنجیدہ چہرے پہ ہلکی سی مسکان پھیلی۔

"آپ ہم دونوں کے لیے دعا کیجیے گا۔" نرمی سے کہتے ہوئے اس نے سر جھکا کے ان سے پیار لیا اور پھر چادر پھیلا کے آبگینے کے وجود پہ ڈالنے ہی تھا کہ عقب سے طلال جعفر زور سے پھنکارا۔

رہبان گردیزی! میری بہن سے اپنے ہاتھ دور رکھنا ورنہ تمہاری آنے والی" نسلیں تک اس کا خمیازہ بھگتیں گی۔"اس کی اس قدر فضول دھمکی پہ رہبان کی کشادہ پیشانی پہ بل پڑے جبکہ چہرے پہ فورا ناگواری پھیلی۔

میں آج ایک نئے سفر کے آغاز میں تمہاری بہن کو اس کے میکے کی طرف" سے کوئی ناقابل تلافی دکھ نہیں پہنچانا چاہتا ورنہ تمہارے قد سے بڑی اس گیڈر بھبھکی کا سبق تمہیں ضرور دیتا۔" چبھتے ہوئے طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے وہ مڑا اور آبگینے پہ چادر پھیلا کے بڑے استحقاق سے اس کے نازک وجود کو اپنی بانہوں میں اٹھایا تو اس نرم و نازک وجود کے لمس سے شاید پہلی دفعہ سینے میں مقید دل نے دھڑکنوں کی لے بدلی تھی۔

جو آج تم کر رہے ہو نا اس پہ تم تاعمر رونے والے ہو رہبان گردیزی۔""" آبگینے کو خود میں سمیٹے جب وہ ششدر سے کھڑے اپنے گھر والوں اور غیض و

غضب کا شکار ہوتے آبگینے کے گھر والوں کے درمیان میں سے گزرنے لگا تو پیر سائیں نے چبھتے ہوئے لہجے میں اسے وارن کیا تو اس نے گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا۔

آپ کی دھمکیوں میں کوئی دم خم ہوتا تو میں اب تک یہاں زندہ سلامت" کھڑا نہ ہوتا۔" ایک گہرا اور کاٹ دار وار اپنے طنزیہ لفظوں سے کرتا ہوا وہ بڑے اطمینان سے اپنی 'بیوی' کی عظیم و شان رخصتی کروا کے وہاں سے چلتا بنا تھا۔

وہ بے حرکت و ساکت اس کے مضبوط مگر بے یار و مددگار وجود پہ پڑی پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس کا چہرہ تک رہی تھی جو بے چینی سے سر ادھر اُدھر پٹختا دھیرے دھیرے اس کی کلائی پہ گرفت سخت سے سخت تر کرتا جا رہا تھا۔

ماما! ماما!" اس کی سرگوشی نما پر اذیت سسکیاں بڑھتی جا رہی تھیں اور ان" سسکیوں کے ساتھ اس کی خود پہ پڑی زحلے کی کلائی پہ گرفت بھی سخت سے سخت تر ہوتی چلی جا رہی تھی جس کے باعث اس کی کلائی درد سے سن ہونے لگی۔

ذو۔۔ذوالنورین! چھوڑو مجھے پلیز۔" اپنی پوری ہمت مجتمع کرتے ہوئے" اس نے پوری قوت لگا کے اس کی گرفت سے اپنی کلائی آزاد کروانے کی کوشش کرتے ہوئے اس سے فاصلہ قائم کیا۔

لیکن اس شخص کے وجدان کو نجانے کون سا خوف لاحق ہو چکا تھا یا وہ کس خواب و احساس کے شکنجے میں تھا کہ وہ گرفت ڈھیلی کرنے کی بجائے مزید سخت کرتا اس کے اور اپنے درمیان فاصلے کو بتدریج پھر سے کم کرتا زحلے کے وجود کو دہکتی انگیٹھی کی نذر کر چکا تھا۔

بے سدھ پڑے ذوالنورین کے مضبوط وجود کا لمس، مردانہ کلون کی دلفریب مہک، اس کی بوجھل ہوتی سانسوں کی پرتپش لپک اور اس کی مخدوش حالت اسے گہرے خوف میں مبتلا کر رہی تھیں تبھی اس کی مزاحمت میں تیزی آنے لگی مگر جب اس کی گرفت سے آزادی نہ مل سکی تو بے بسی، کم مائیگی اور غصے کی ملی جلی کیفیات کے زیرِ اثر اس کا دوسرا ہاتھ اٹھا اور پوری قوت کے ساتھ بے چینی سے بڑبڑاتے ہوئے ذوالنورین کے منہ پہ جا پڑا اور اس غیر متوقع تھپڑ کی گونج اور اثر اس قدر گہرا ضرور تھا کہ نیم بیہوشی کی طرف مائل ذوالنورین میر کا دماغ ایک جھٹکے سے جیسے کسی گہرے خواب سے جاگا تھا اور وہ پٹ سے اپنی آنکھیں کھولتے ہوئے اسے دیکھنے لگا جو اس کے بے تحاشا نزدیک جھکی روتے ہوئے چہرے اور آنکھوں میں مختلف تاثرات سجائے اسے ہی تکتی مسلسل کلائی چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

میرا ہاتھ چھوڑو۔"اس نے اسے ہوش میں آتے دیکھ کے اس کی گرفت" میں مقید کلائی کو حرکت دیتے ہوئے چھڑوانے کی کوشش کی۔

مجھے تھپڑ کیوں مارا؟"اس کی حرکت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ اس کے" نم چہرے کو اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے دیکھتا ہوا وحشت زدہ لہجے میں بولا تو وہ چیخ ہوتی۔

یہ تھپڑ اس لیے مارا کہ آپ شاید ہوش و حواس میں آجائیں اور جان سکیں" کہ آپ کس قدر اخلاقی گراوٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی ٹیچر کے ساتھ زبردستی کر رہے ہیں۔"وہ اپنی پوری قوت لگا کے اپنی کلائی اس کی گرفت سے آزاد کرواتی قدرے بلند آواز میں بولی تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔

گیٹ آٹ، آئی سیڈ گیٹ آوٹ۔"اس کی طرف انگلی سے اشارہ کرتا وہ بلند " آواز میں دھاڑا لیکن وہ اپنی جگہ سے ہلی نہیں۔

میں آپ کو پڑھانے کی ایڈوانس فیس لے چکی ہوں اس لیے مجھ پہ چلانے " کی بجائے خدارا اپنے حواسوں کو قابو میں رکھیں اور مجھے میرا کام ختم کرنے دیں۔"وہ جانتی تھی وہ آج اس کی اس قدر نفرت پہ وہاں سے چلی بھی جائے تو کل پھر سے اسے واپس یہیں آنا تھا اس لیے وہ بہت سپاٹ انداز میں اپنی عزتِ نفس کو روندتے ہوئے بے تاثر لہجے میں گویا ہوئی اور اس کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کو ایک نظر دیکھ کے دروازے کی جانب بڑھ گئی کیونکہ یہ وقت اس کے لنچ کا تھا اور اسے اس کے لیے لنچ لے کے آنا تھا۔

اپنی اپنی جنگ میں مصروف وہ دونوں ہی یہ بات نہ جان سکے تھے کہ نیچے اپنے سٹڈی روم میں بیٹھی شازمین میر بہت محظوظ کن مسکان ہونٹوں پہ

سجائے اپنے موبائل کو تک رہی تھی جہاں اُس لمحے کی تصاویر جگمگا رہی تھیں جب زحلے ابراہیم ذوالنورین میر کے چوڑے وجود کا حصہ بنی اس پہ پڑی تھی۔

اور یہیں سے ان دونوں کی زندگی کا ایک عجیب سا دور شروع ہونے والا تھا جس کی منزل سے وہ دونوں ہی لاعلم تھے۔

تاریخ میں رقم کیا جانا چاہیے کہ ایک ایسا مرد بھی تھا جو اپنی ہی بیوی جسے اس" نے دیکھا تک نہ تھا اس کی رخصتی اس کی بیہوشی میں اسی کے میکے والوں کی بندوقوں تلے کروا کے لایا تھا۔" گاڑی کا سٹیئرنگ دائیں ہاتھ میں تھامے وہ بہت ریش ڈرائیونگ کرتا اپنی منزل کی طرف گامزن تھا جب موبائل پہ

آنے والے وائس نوٹ کو سن کے اس کے ہونٹوں پہ بڑی جاندار سی مسکان پھیلی تھی۔

اس نے فوراً کال ملا کے کان میں بلیوٹوتھ ایڈجسٹ کیا۔

ہوگا کیا مجھ سے بڑھ کے بھی کوئی عاشق مزاج زن مرید؟"اس کی بات کو" انجوائے کرتے ہوئے اس نے ایک گہری نگاہ بیک سیٹ پہ پڑے بیہوش سراپے پہ ڈالی تو دوسری جانب اس نے زیرِلب اسے بہت مہذب سی گالی سے نوازا۔

ابھی کہاں جارہے ہو تم؟"اس نے استفسار کیا۔"

فی الحال تو اپنی بیوی کو کڈنیپ کر کے لے جارہا ہوں کیونکہ بیوی کے" سسرالی اور میکے والے دونوں ہی دشمن بنے ہوئے ہیں۔"مصنوعی بیچارگی کا

مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے گیئر بدلا تو دوسری جانب کال پہ موجود وہ مسکرا دیا۔

اوکے گڈ لک، اپنا اور بھابھی کا بہت سارا دھیان رکھنا اور فکر نہیں کرنا"
کیونکہ ادھر میں سب سنبھال لوں گا۔"محبت سے اسے تسلی دیتے ہوئے اس نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے کال بند کی تو گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے رہبان نے اب کی بار ایک پر تپش سی نگاہ اس کے سجے سنورے مگر بے سدھ سراپے پہ ڈالی۔

اب آپ سے باضابطہ ملاقات کا وقت ہوا چاہتا ہے مس آبگینے"
جعفر، اونہوں بلکہ۔۔۔۔"دل ہی دل میں اسے محوِ کلام ہوتے ہوئے اس نے ہولے سے سر جھٹکا اور ایک قاتل سی مسکان ہونٹوں پہ سجاتا پر شوق انداز میں سرگوشی نما آواز میں بولا۔

"!مسز آبگینے رہبان"

"۔۔۔

فار گاڈ سیک چچی! اب میں شادی کے لیے لڑکیوں کی طرح کام کاج چھوڑ" کے گھر بیٹھنے سے تو رہا۔ شادی کا فنکشن تین دن کا ہوتا ہے تب نہیں جاوں گا آفس۔" وہ سنجیدگی سے کہتے ہوئے واپس پلکیں موند گیا۔

اب ان کو کیا بتاتا کہ وہ جو پل گھر میں گزارتا تھا وہ بھی اس کے لیے کسی قیامت سے کم نہ ہوتے تھے۔

بھئی چاچو آپ آفس سے چھٹیاں لیں یا نا لیں لیکن آج سے آپ رات" ساڑھے نو سے ساڑھے بارہ بجے تک ٹائم ضرور دیں گے۔ آخر کو آپ کی شادی ہے کوئی ڈھولک نام کی بھی شے ہوتی ہے۔" شاہ زیب ملک (شہرے کا بھائی) شہرے کے ساتھ لاونج میں داخل ہوتا اس کی بات سن کے جواباً بولا تو اس نے بڑے سرد انداز میں ان دونوں کو گھورا۔

شاہ زیب اگر تم آج اس اتھڑے گھوڑے کو اس بات پہ منوالو تو میری طرف سے تمہارے لیے گفٹ ہو گا۔"ضرغام جو اپنی ریزروڈ فطرت کے باعث گھر میں کسی کو بھی بہت فرینکلی میسر نہ ہوتا تھا اسے شاہ زیب کی گرفت میں آتا دیکھ کے جازم شرارت سے بولا تو ضرغام نے بے دریغ اسے گھورا۔

مجھے کوئی بھی شخص کسی بھی بات کسی بھی رسم کے لیے فورس نہ کرے" ورنہ میں ہر طرح کی رسم ختم کر کے سادگی سے شادی کر لوں گا۔"اس بے مروتی سے کہتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھا تو ساری نوجوان پارٹی اس سنگ دلی کے مظاہرے پہ جیسے تڑپ اٹھی تھی۔

نگاہ چچی کے کہنے پہ بھی بات نہیں مانیں گے کیا؟"اسے وہاں سے جاتے" دیکھ کے شہرے نے اپنے تئیں بہت زبردست لالچ دینے کی کوشش کی جبکہ ہمیشہ کی طرح اُس کے منہ سے نگاہ کا نام سن کے اس کا وجود جھلس سا گیا۔

اور وہ بنا اسے کوئی جواب دیے لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"اتنے کھڑوس تو کوئی بھی نہیں ہیں جتنے یہ حضرت ہیں، اگر یہ مجھے پیارے نہ لگتے ہوں تو جتنی یہ بے مروتی دکھاتے ہیں میں کبھی مر کے بھی انہیں مخاطب نہ کرتی۔" شہرے کو اس کا بنا جواب دیے جانا اتنا کھلا کہ وہ سب کی طرف گول گول آنکھیں گھما کے دیکھتی نروٹھے لہجے میں بولتی چلی گئی جبکہ اس کی باتیں سنتے ہوئے وہ سب مسکرا رہے تھے۔

یہ جانے بغیر کہ جب جب شہرے ملک اس گھر میں قدم رکھتی تھی اور ضرغام ملک یا نگاہ واحدی سے ہمکلام ہوتی تھی تو اس لمبے چوڑے مرد کا دل ریزہ ریزہ ہو جایا کرتا تھا۔

کیونکہ محبوب کی بے خبری دنیا میں سب سے زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔

اچھا بابا میں اب چلتی ہوں۔" ابراہیم صاحب کی کنپٹی اپنے ہونٹوں سے " چھوتے ہوئے اس نے ان سے اجازت طلب کی جب وہ اپنی نقاہت زدہ آواز میں بولے۔

آج چھٹی کر لو میری بیٹی، تمہیں رات سے تیز بخار ہے اور ابھی تک وہی" حالت ہے۔اگر آرام نہ کیا تو طبیعت زیادہ بگڑ جائے گی۔" وہ متفکر لہجے میں بولے، چہرے پہ پریشانی اور بے بسی نمایاں تھی۔

بابا میں ٹھیک ہوں، واپسی میں اپنے لیے میڈیسن بھی لیتی آوں گی اگر" طبیعت زیادہ خراب محسوس ہوئی۔" وہ ان کے ہاتھ چومتے ہوئے تسلی آمیز لہجے میں بولتی انہیں خدا حافظ اور ان کے میل اٹینڈینٹ کو ان کے متعلق ہدایات دے کے گھر سے نکل پڑی۔

اپنے مقررہ وقت پہ جب وہ 'میر پیلس' پہنچی تو بہت غیر متوقع طور پہ پہلا سامنا لاونج میں موجود شازمین میر سے ہوا جو اسے دیکھتے ہی اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتیں ایک روم کی جانب بڑھیں تو اسے چار و ناچار اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کے پیچھے اس کمرے میں داخل ہونا پڑا۔

"یہ لگاواپنے چہرے اور ہونٹوں پہ اور اپنے بال کھول کے انہیں اس کیچر میں سمیٹو۔" کمرے میں داخل ہوتے ہی بنا کسی تمہید کے انہوں نے ڈریسنگ ٹیبل پہ پڑی لپ اسٹک، کریم اور کیچر کی جانب اشارہ کیا تو اس نے ایک جھٹکے سے ان کی جانب دیکھا لیکن ان کے چہرے پہ چھائے ناقابلِ فہم تاثرات کو دیکھ کے اس کے اندر جنم لیتے الفاظ وہیں دم توڑ گئے۔

اور وہ خاموشی سے کریم اپنے چہرے پہ لگانے کے بعد پنک لپ اسٹک اپنے خوبصورت کٹاوودار ہونٹوں پہ سجانے لگی۔

اس سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بڑے روبوٹک انداز میں ہاتھ اپنے سر کی جانب بڑھاتے ہوئے چادر سر سے سرکائی اور چٹیا پکڑ کے اس کے بل کھولنے کے بعد انہیں کیچر لگا کے باقی کھلا چھوڑ دیا۔

ٹھیک ہے۔" سپاٹ انداز میں کہتی وہ ان کی جانب مڑی اور ان کے "
مسکرانے پہ چادر واپس سر پہ ٹکائی لیکن اس بار چادر گردن تک کسی نہ تھی
بلکہ اتنی ڈھیلی ضرور رکھی تھی کہ شازمین میر کی محنت نظر آسکے۔

اب جاو تم اور جو کام تمہیں کہا تھا اس میں تیزی لاو۔ "حکمیہ انداز میں کہتے "
ہوئے انہوں نے اسے جانے کا اشارہ کیا تو وہ کچن کی جانب بڑھی اور وہاں
سے ناشتے کی ٹرے لے کے ذوالنورین کے کمرے کی جانب چل دی۔

حسبِ معمول کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا اس لیے وہ بازو کے دباو سے
دروازہ پورا کھولتی ہوئی ناشتے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی اور ٹرے لے جا
کے اُس کے سامنے پڑی میز پہ رکھ دی۔

ناشتہ کرلو اپنا۔"معمول کی مانند اپنا جملہ دہراتی وہ ایک سائیڈ پہ پڑی کرسی" پہ براجمان ہو گئی۔

واشروم جائیں اور اپنا منہ دھو کے بال سمیٹ کے آئیں۔"کرسی پہ بیٹھنے" کے بعد وہ جو عادتاً ہاتھوں کی لکیریں کھوجنے لگی تھی اس کی غیر متوقع سی بھاری آواز سن کے اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کے اسے دیکھا جو اس کی جانب دیکھے بغیر ناشتہ کرنے میں مصروف تھا۔

میں نے کہا واشروم جا کے اپنا منہ دھو کے آئیں۔"اسے ہنوز وہیں کسی سنگی" مجسمے کی مانند ایستادہ دیکھ کے اس نے اپنے الفاظ واپس دہرائے تو وہ مزید الجھی۔

اس فضول بات کا کیا مقصد ہوا؟"اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے سنجیدگی سے استفسار کیا تو وہ تلخی سے ہنس دیا۔

"اگر جو میں اس معذوری میں مبتلا نہ ہوتا تو کیا تب بھی آپ یوں میرے کمرے میں بیٹھی مجھ سے ایسا بیوقوفانہ سوال کر رہی ہوتیں مس ابراہیم؟"

اس کی خوبصورت پلکوں سے سجی خوابیدہ آنکھوں میں نجانے اس وقت کیسا تاثر تھا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی تھی۔

اور شاید اسی تاثر سے گھبراتے ہوئے وہ اٹھی اور بھاگنے کے سے انداز میں واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

جبکہ اس کی گھبراہٹ سے بے نیاز وہ معمول کی مانند اپنی ٹانگوں پہ سیاہ چادر پھیلائے واپس ناشتے کی جانب مشغول ہو چکا تھا۔

ایک بات پوچھوں آپ سے ؟" حسبِ معمول وہ اپنا کام ختم کرنے کے بعد "
نگاہ سے کال پہ بات کر رہا تھا جب اس نے قدرے سنجیدگی سے تمہید باندھی
تو وہ ہلکا سا چونکا کیونکہ وہ بات کوئی بھی ہو کرنے یا پوچھنے سے قبل ایسی کوئی
بھی تمہید نہ باندھتی تھی۔

پوچھیں۔" یک لفظی جواب دیتے ہوئے وہ اس کے مزید بولنے کا منتظر تھا۔ "
جب اس نے لب کھولتے ہوئے اس کے سر پہ گویا دھماکہ کیا تھا۔

"آپ شہرے کو پسند کرتے ہیں ؟"

وہ نگاہ کا سوال نہیں تھا بلکہ ایک بلاسٹ تھا جو ضرغام ملک کی ذات کے پرخچے
اڑا گیا تھا۔

کیا اتنا ارزاں تھا میرا عشق کہ یوں اس کی تشہیر ہو گئی؟" بے ساختہ اس کے " دل سے ہوک نکلی۔

ضرغام!" اس کی اس قدر گہری خاموشی پہ نگاہ نے اسے پکارا تو وہ چونکا اور " فوراً خود کو سنبھالا دیا۔

آپ کو ایسا کیونکر محسوس ہوا؟" اس کی سپاٹ آواز میں ایک عجیب سرد سا" تاثر تھا جس نے نگاہ کو قدرے نروس سا کر دیا تھا۔

آپ کی نظروں سے۔" اس نے بہت دھیرے سے بہر حال جواب دیا جسے " سن کے وہ پل بھر کے لیے زور سے اپنی پلکیں میچ کے رہ گیا تھا۔

جن سوالوں کے جواب نہیں ہوں اُن سوالوں کو دفن کر دینا چاہیے نگاہ۔"
آپ میری اُن نگاہوں کو محسوس کریں جو آپ کی طرف اٹھتی ہیں کیونکہ
بیوی آپ ہیں میری۔"جو بے نام رشتہ اس کے دل کے کواڑ خانوں میں
کہیں سانسیں لیتا تھا وہ اس کی تشہیر کر کے اُس کی عزت پہ سوال نہیں لانا
چاہتا تھا اس لیے مدہم مگر نپے تلے انداز میں بولتا اس کے بے چین دل کو قرار
سونپ گیا۔

میں جانتی ہوں بس نجانے دل میں کیا سمائی تھی کہ پوچھ لیا۔"وہ اس کے"
پر سکون رد عمل پہ خجل سی ہوتی ہوئی بولی تو ضرغام کو گہری شرمندگی نے آن
گھیرا تھا۔

اپنے دل کو پر سکون رکھیں نگاہ، میں نے یہ رشتہ اپنی رضامندی سے جوڑا" ہے بے فکر رہیں۔" وہ جانتا تھا کہ اس کی چاہت لاحاصل ہے اور اسی بناء پہ جب اس نے نگاہ کو زندگی میں شامل کیا تھا تو پوری رضامندی سے کیا تھا۔

یہ اور بات تھی کہ دل کے خانوں میں مقید محبت کبھی بے اختیار ہو جایا کرتی تھی مگر وہ اپنی لیے محدود کی گئی حد بندیوں کو کراس کرنے کا ارادہ نار کھتا تھا اس لیے وہ پورے جذب کے ساتھ اسے بولتا چلا گیا کیونکہ وہ اپنی خواہش کے پیچھے کسی لڑکی کے جذبات کا قاتل نہیں بننا چاہتا تھا۔

اس کے اتنے خوبصورت اندازِ تسلی پہ وہ ہلکی پھلکی سی ہوتی اس سے شادی کی تیاریوں کے متعلق باتیں کرنے لگی۔

آپ کیوں اپنی سٹڈی کو لے کے سیریس نہیں ہو رہے ذوالنورین؟" وہ" بہت دلجمعی سے نوٹس پہ جھکی اسے لیکچر دے رہی تھی کہ پوائنٹ کلیئر کرنے کے بعد جب اس نے سر اٹھا کہ اس کی جانب دیکھا تو وہ دیوار پہ نظریں جمائے بیٹھا اس کے تن بدن میں آگ دہکا گیا تھا۔

آپ کیوں میری سٹڈی کو لے کے اتنی کانشیئس ہو رہی ہیں؟ آپ کو" سیلری چاہیے نا تو بس آئیں وہاں اس کرسی پہ بیٹھ جائیں اور اپنے وقت پہ گھر واپس چلی جائیں۔" اس کا دل جلاتا اطمینان قابلِ دید تھا جسے محسوس کر کے زحلے نے گہری سانس اندر کی جانب کھینچی۔

ان پیسوں اور مجبوریوں کے چکر میں اپنی ذات کو بیچ چکی ہیں اور آپ کہتے" ہو کہ بنا کام کیے فری میں پیسے بٹورتی رہوں؟" نجانے دل میں کیا سمائی تھی

کہ وہ تلخی سے اپنی زندگی کا سب سے ازیت ناک سچ اس کے سامنے اُگل گئی تھی لیکن سامنے والے نے سن کے بھی کوئی تاثر نہ تھا۔

یہ اس دن سے ہفتے بعد کی بات تھی جب اس نے اس کا منہ زبردستی دلوایا تھا اور اسی دن کے بعد سے وہ شازمین میر کے ہزار اصرار کے باوجود بالوں کی چٹیا بنائے بغیر اس کے سامنے نہ گئی تھی ہاں ہونٹوں پہ پنک لپ اسٹک کی بجائے نیچرل کلر کا رنگ سجا کے آتی تھی اور شازمین میر کے کہنے پہ ہی ڈریسز بھی پہلے سے بہتر ہوتے تھے اور اس کے کمرے میں آنے کے بعد دوپٹہ وہ سر پہ اوڑھے بڑی چادر کندھوں پہ پھیلا کے رکھتی تھی۔

آپ چاہتی ہیں کہ میں اپنی ڈگری جلد از جلد مکمل کروں؟" اچانک وہ یکسر بدلے ہوئے لہجے میں بولا تو زحلے چونک کے اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

جی۔"اس نے ہولے سے سر اثبات میں خم کرتے ہوئے جواب دیا کیونکہ "
وہ واقعی اس جان کے عذاب سے جان چھڑانا چاہتی تھی جس میں اسے اپنے
سے بڑی عمر کے مرد کو نا صرف بند کمرے میں ٹیوشن دینا پڑ رہی تھی بلکہ
اسے رجھانے کا گھٹیا ترین کام بھی اسے سونپا گیا تھا۔

میں آپ کے کہنے پہ ایگزام دوں گا لیکن اس کے بدلے آپ کو مجھے کچھ دینا"
ہو گا۔"آج وہ بہت معمول سے ہٹ کے بیہیو کرتا ہوا اس کی جانب مکمل
طور پہ متوجہ ہوتا لہجے میں اک نامحسوس سا اضطراب لیے بولا تو نجانے کیوں
اک خوف ساز حلے کی رگوں میں سرائیت کرنے لگا۔

ک۔۔کیا دینا ہو گا؟"اس کے مضبوط وجود کو شہد رنگ آنکھوں سے"
خوفزدہ انداز میں دیکھتے ہوئے اس نے کترائے سے لہجے میں استفسار کیا۔

وہ میں آپ کو بتاتا ہوں لیکن یاد رکھیے گا کہ جاننے کے بعد اگر آپ میری" بات نہیں مانیں گی تو دنیا کی کوئی بھی طاقت مجھے یہ ڈگری مکمل کرنے پہ مجبور نہیں کر سکتی۔" سرد سے لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے خوف کو مزید گہرا کر گیا۔

اس کا دل چاہا وہ یہاں سے بھاگ نکلے جہاں ہر طرف اس کی ذات کو لے کے سودے کیے جا رہے تھے۔

کیا چاہتے ہو آپ؟" اس کو اپنی وحشت سے بھرپور آواز سنائی دی تو اس" کے سامنے بیٹھے ذوالنورین کے چہرے پہ ایک تاریک سا سایہ لہرایا۔

اپنی م۔۔ماما سے ملنا چاہتا ہوں۔" بہت ہی غیر متوقع الفاظ سماعتوں کی نذر" ہونے پہ اس نے کرنٹ کھا کے اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھا جو اس وقت گہرے کرب میں ڈوبا نظر آ رہا تھا۔

آپ کی ماما؟ وہ کہاں ہیں؟"اس کے دماغ میں کچھ دن قبل کا منظر لہرایا جب"
وہ بیہوشی میں بھی اپنی ماں کو پکار رہا تھا اور اب اس کی ایسی فرمائش؟

وہ یہیں ہیں، اسی گھر میں ہی ہیں لیکن میں ان سے مل نہیں پا رہا۔ آپ اگر"
ان سے مجھے ملوا دیں گی تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس ڈگری کو آپ کے
پڑھائے بغیر مکمل کر لوں گا اور آپ کو جتنے پیسوں کی ضرورت ہے وہ بھی
آپ کو مل جائیں گے۔"اتنے عرصے میں پہلی دفعہ اسے اس شخص کے
چہرے پہ التجا، شکستگی اور منت جیسے تاثرات نظر آئے تھے اور یہ تاثرات
سامنے بیٹھی زحلے کا دل پسیج گئے۔

"کون تھی اس شخص کی ماں؟"

اگر وہ اسی پیلس میں موجود تھی تو کیوں سامنے نہ آتی تھی؟ کیوں بیٹے کو اس"
"حالت میں اکیلا چھوڑا ہوا ہے؟
"اور کیوں وہ اس بڑے سے پیلس میں فقط نوکروں کے در پہ پڑا تھا؟"

اس کی فرمائش پہ اچانک بہت سارے سوالات اس کے ذہن میں گڈ مڈ ہونے لگے اور تبھی اس نے ارادہ بنایا کہ وہ ضرور اس شخص کو اس کی ماں سے ملوائے گی۔

مجھے آپ کی شرط منظور ہے۔"اس نے آہستگی سے منظوری دی۔"
کہ اس کے لیے یہ بہتر تھا جتنی جلدی اس کے یہاں سے جانے کا بندوبست ہو جاتا اتنی ہی جلدی اس کی ایک اجنبی کے نزدیک رہنے سے بھی جان چھوٹ جائے گی۔

شکریہ مس ابراہیم!" سنجیدگی سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوا وہ دوبارہ سے " دیوار کی سمت دیکھنے لگا جبکہ زحلے اٹھ کے اس کی میڈیسن لانے چل دی۔ اور یہ بھی الگ ہی داستان تھی کہ کتنے جتنوں اور ذلت آمیز لمحوں کے بعد یہ شخص اس کے ہاتھوں لائے گئے کھانے اور دوائی کو قبول کرنے لگا تھا۔

شہرے! جو کل تمہیں کالج سے پک کرنے آیا تھا وہ کون تھا؟" کالج کی بیک " سائیڈ پہ بنے لان میں بچھی نرم گھاس پہ آلتی پالتی مار کے بیٹھی شہرے کو تہمینہ نے مخاطب کیا تو اس کے ساتھ بیٹھی حمنہ بھی اس کی جانب متوجہ ہوئی۔

شاہ زین لالہ اور ضرغام چاچو تھے۔"اس نے سرسری سے لہجے میں جواب " دیا۔

یہ تمہارے سگے چاچو نہیں ہیں نا؟"اس نے اگلا سوال کیا تو اس نے نفی میں " سر ہلایا۔

نہیں ڈیڈ کے کزن ہیں لیکن تمہیں کیا ہوا جو اس قدر ان کے متعلق تفتیش " کر رہی ہو؟ یاد رکھو ان کی چار پانچ دن تک شادی ہے۔"وہ اپنے مخصوص شرارتی انداز میں گویا ہوئی لیکن تہمینہ کے چہرے پہ اس کی شرارت کے کوئی اثر نہ جھلکا۔

شہرے! وہ تمہیں پسند کرتے ہیں۔"اس کے الفاظ شہرے کے پورے وجود کو زلزلوں کی زد میں لے گئے جبکہ خوبصورت آنکھیں حیرت و بے یقینی سے پھیلتیں چہرے کی خوبصورتی و معصومیت کو اک جلا سی بخش گئیں۔

"ان کا تمہیں دیکھنے کا انداز، انہوں نے تم پہ اک نگاہ ہی ڈالی تھی لیکن وہ نظر سب سے الگ تھی۔" وہ مزید بولی تو شہرے کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی مگر کچھ ثانیوں کے بعد وہ کچھ سنبھلی تو پھر ہنستی چلی گئی۔

"پاگل ہو چکی ہو مینا تم، ایک تو میرا اور ان کا رشتہ اور دوسری بڑی بات ان کی شادی ہونے والی ہے وہ بھی اُن سے جس سے انہوں نے اپنی مرضی سے نکاح کیا تھا۔"اس کے کیے گئے انکشاف کے صدمے سے نکلتے ہوئے وہ اپنے مخصوص کھنکتے ہوئے لہجے میں بولی تو تہمینہ الجھی۔

لیکن شہری۔۔۔۔۔"اس نے کچھ کہنا چاہا جب شہرے نے سرعت سے" اس کی بات کاٹی۔

ناولز کم پڑھا کرو میری جان ورنہ آنے والے وقتوں میں تمہیں سب کی" نظریں بدلی ہوئی نظر آئیں گی۔"شرارت سے اس کی بات چٹکیوں میں اڑاتے ہوئے وہ کھل کے ہنس دی جبکہ اس کی شرارت پہ حمنہ بھی ہنسنے لگی۔

اچھا چلو یہ سب ختم کرو اور شہری یہ بتاو کل جا رہی ہو نا ہمارے ساتھ ٹرپ" پہ؟"حمنہ نے اس موضوع کی طرف توجہ دلوانی چاہی جس پہ ڈسکشن کے لیے وہ یہاں آ کے بیٹھی تھیں۔

یار میں کنفیوژ ہو گئی ہوں،اب شادی کا فنکشن بھی سر پہ ہے اور ٹرپ" چھوڑنے کا بھی دل نہیں ہے۔"وہ منہ بناتے ہوئے بولی۔

تواس میں پریشانی والی کیا بات ہے دو دن بعد ہم واپس آجائیں گے اور اس" کے بعد ہی شادی کے فنکشن شروع ہونے ہیں تو تم آرام سے شادی بھی انجوائے کر لینا۔"حمنہ نے سکون سے تجویز پیش کی جو اسے بھی قدرے بھائی۔

چلو ٹھیک ہے آج گھر جا کے ڈیڈ سے بات کر کے فائنل میسج کر دوں گی۔"""
وہ نیم رضامندی دیتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

چلو اٹھ جاو، ڈرائیور آچکا ہو گا۔"اس نے دونوں کو اٹھنے کا اشارہ کیا اور وہاں" سے باتیں کرتی ہوئیں گیٹ کی مانند چل دیں۔

گیٹ کے پاس کھڑی سیاہ مرسڈیز کو دیکھ کے شہرے کو بے ساختہ تہمینہ کی باتیں یاد آئیں۔

"شہرے وہ تمہیں پسند کرتے ہیں۔"

اس کا پروثوق لہجہ کانوں میں اچانک گونجا تو بیک سیٹ پہ بیٹھتی شہرے کا دل ایک دم سے اپنی لے بدل گیا۔

"پاگل ہے وہ اور مجھے بھی کرنا چاہتی ہے۔" سر جھٹکتے ہوئے اس نے اس لمحے کی زد سے خود کو نکالتے ہوئے سر سیٹ کی پشت پہ ٹکایا اور اپنی پلکیں موند گئی۔

'گردیزی پیلس' کا ماحول اس وقت انتہائی کشیدگی کا شکار ہو رہا تھا۔

بی جان پوتے کی ڈھٹائی پہ شرمندہ ہوتیں اس وقت مارے فکر و پریشانی کے بستر سے لگی ہوئی تھیں کہ ایک طرف اپنے پیر سائیں کی ناراضگی کا خوف تھا

اور دوسری طرف رہبان کی روپوشی نے دل کو مزید خوف سے ہمکنار کر رکھا تھا۔

جبکہ دوسری جانب باقی سارے افراد بھی اپنی جگہ پریشانی کا شکار تھے کیونکہ رہبان کی حرکت پہ پیر حویلی والوں نے جس قدر دھمکیاں دی تھیں ان پہ مستزاد بی جان کی ناساز حالت اور رہبان کی آبگینے سمیت گمشدگی الگ دل دھڑکائے جا رہی تھی۔

آپ پتہ کیوں نہیں کر رہے کہ کہاں لے کے گیا ہے وہ آبگینے کو؟" سائرہ" بیگم بی جان کے کمرے میں ہی موجود حماد صاحب سے قدرے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا تو وہ بھنا سے گئے۔

خدانخواستہ مسجدوں میں اعلان کرواتا پھروں یا پولیس اسٹیشن میں ایک" قابل ایس پی کی اپنی ہی بیوی کو لے کے بھاگ جانے کی رپورٹ درج کروا

کے آوں؟"ان کے بھنائے ہوئے انداز پہ نوجوان پارٹی کے پریشان چہروں پہ بڑی بے ساختہ سی مسکان پھیلی تھی جبکہ سائرہ بیگم جھینپ سی گئیں۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا لیکن آپ کسی کے ذریعے یا آس پاس کے علاقے میں اپنے آدمی بھیج کے پتہ کروائیں نا۔"انہوں نے اب کی بار لجاجت سے شوہر کو منانا چاہا کیونکہ انہیں بی جان کی حالت زیادہ پریشان کر رہی تھی۔

"پتہ کروا رہا ہوں، نہیں لے کے جاتا چاند کے پار اپنی بیوی کو۔آپ سب کے اسی رویے سے خائف وہ غائب ہوا ہو گا اس لیے اب لکیر پیٹنے سے بہتر ہے کہ خود کو پر سکون رکھیں۔جو ہو چکا ہے اس پہ صبر شکر کریں اور بی جان کو ریلیکس کرنے کی کوشش کریں۔"انہوں نے رسانیت سے اب کی بار سب کو اجتماعی طور پہ مخاطب کیا تو مائرہ بیگم نے فوراً تائید آ سر ہلایا۔

بھائی صاحب بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔دیکھا جائے تو رہبان نے بہت" اچھا قدم اٹھایا ہے اور بڑی جی داری سے ایک فضول رسم کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے بہتر ہے کہ ہم اس چیز کو تسلیم کریں اور بی جان کو بھی پر سکون کریں۔" مائرہ نے بہن کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انہیں سمجھایا تو ان کے تنے ہوئے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے اور وہ ہولے سے مسکراتی ہوئیں بی جان کی جانب بڑھی جنہیں اس وقت ڈرپ لگی ہوئی تھی جبکہ نوجوان پارٹی کے دلوں میں اپنے بے باک سے لالہ اور ان کی خوبصورت سی بیوی دیکھنے کا اشتیاق بڑھتا جا رہا تھا۔

لیکن ان کے اشتیاق سے پرے وہ دونوں گردیزی ہاوس سے بہت دور مظفر آباد میں بنے ایک بے حد دلکش کاٹیج کے سامنے موجود تھے۔

اپنے دونوں بازو دائیں بائیں پھیلائے وہ گہری سانس بھرتے ہوئے شام کے گہرے ہوتے سائے میں اپنے سامنے موجود خوبصورت کاٹیج کو دیکھتا گاڑی کی بیک سیٹ کی جانب مڑا۔

افففف!"دروازہ کھول کے جب اندر جھانکا تو اسے ہنوز ہوش و حواس سے " بے نیاز پایا تو سلگ اٹھا۔

لعنت پہ مجھ پہ جو تم جیسے سڑے ہوئے شخص کی بات مان کے پہلے سے " بیہوش بیوی کی نس دبا کے اسے بیہوش کیے رکھا۔"بڑبڑانے کے سے انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کے پھولوں کی طرح مہکتے ہوئے وجود کو اپنی مضبوط بانہوں میں سمیٹا تو جذبات سبک رو ہونے لگے۔

بیوی کے قدم سے قدم ملا کے اُس کے گھر سے رخصت لینے سے لے کے " اُس کے ہمارے گھر میں پہنچنے کا جو خوشگوار احساس ہے اسے محسوس کرنے کی بجائے میں بیہوش بیوی کو رخصت کروا کے بیہوش ہی بیوی کو بانہوں میں اٹھائے اس کے نئے گھر میں لے جا رہا ہوں۔" اپنی انوکھی شادی پہ محظوظ ہوتا وہ کاٹیج میں موجود ملازم میاں بیوی کے دروازہ کھولنے پہ اندر داخل ہوا اور انہیں کھانا کمرے میں پہنچانے کا کہہ کے سیدھا کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس کے مہکتے وجود کو بیڈ پہ لٹانے کے بعد وہ اس کے چادر میں چھپے سراپے کو دیکھ رہا تھا جب دروازے پہ دستک دینے کے بعد ملازمہ کھانے کی ٹرے لیے اندر داخل ہوئی۔

بہت شکریہ،اب آپ سو سکتی ہیں۔"اس نے شائستگی سے اس کا شکریہ ادا" کیااور اس کے جانے کے بعد دروازہ بند کرنے کے بعد واپس بیڈ کی جانب بڑھااور بہت آہستگی کے ساتھ اس کے نزدیک بیڈ پہ بیٹھ گیا۔

اس کی زندگی بڑے شفاف انداز میں گزری تھی،وہ ہر کام ہر بات ڈنکے کی چوٹ پہ کرنے کا عادی تھا لیکن زندگی میں پہلا کام تھا جو اس نے ڈنکے کی چوٹ پہ کرنے کے ساتھ ساتھ بہت کچھ پوشیدہ رکھ کے کیا تھا۔

اس سب کو کرنے کا مقصد بہت واضح تھا لیکن اب اس چادر سے ڈھکے وجود کو دیکھتے ہوئے جو احساسات میں سُبک روی آرہی تھی وہ اس مقصد کو متزلزل کررہی تھی۔

گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھایا اور اس کے چہرے سے چادر کا پلو سرکایا تو نگاہ نیٹ کے ڈوپٹے میں چھپے چاند چہرے سے الجھ سی گئی لیکن

سرعت سے نگاہوں کی لگامیں کھینچتے ہوئے اس نے آگے بڑھ کے پانی کی بوتل تھامی اور ہتھیلی میں پانی لے کے اس کے اس کے نیٹ کے ڈوپٹے تلے چھپے چہرے پہ ہی پانی کا چھڑکاو کرنے لگا۔

وہ بہت سکون سے پلکیں موندے پڑی تھی جب اچانک اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ کھلے آسمان تلے آگئی ہے جہاں سے برستی بارش نے مجبوراً اسے آنکھیں کھولنے پہ مجبور کر دیا۔

کسمسائے سے انداز میں مسکارے سے بوجھل پلکوں کو وا کرتے ہوئے اس نے ارد گرد دیکھنا چاہا تو پہلی ہی نظر سرخ نیٹ کے آنچل سے ٹکرائی تو گہرے خواب میں سویا ہوا دماغ ایک جھٹکے سے جیسے جاگا تھا۔

اسے یاد آیا تھا کہ وہ کس طرح سے ہوش و حواس سے بیگانہ ہوئی تھی اور یہ یاد آنا ہی تھا کہ وہ ایک جھٹکے سے اٹھی ہی تھی کہ خود کی جانب قدرے جھکے رہبان گردیزی کے چوڑے سینے سے جا ٹکرائی۔

اس اچانک ہوئے تصادم پہ آبگینے کا سانس جیسے رک سا گیا جبکہ دوسری جانب رہبان اس مہکتے سراپے کو اپنی بانہوں میں یوں دیکھ کے پل بھر کے حیران ہونے کے بعد کھل کے مسکرا دیا۔

اور اس سے قبل کے آبگینے سنبھلتے ہوئے اس سے فاصلہ بڑھاتی اس نے بایاں بازو بڑھایا اور اس کی نازک کمر کے گرد حائل کر دیا۔

خیر مقدمی کا یہ دلپزیز انداز بہت پسند آیا مجھے۔" گھمبیر مگر دلکش لہجے میں " کہتا ہوا وہ اس کے سینے سے لگی آبی کے حواس ٹھٹھر اگیا۔

نازک کمر کے گرد لپٹے اس کے مضبوط بازو کا سلگتا ہوا لمس، اس کی پر تپش سانسوں کی لپک، خوبصورت لب و لہجے میں چھپا ہوا تبسم اور پہلو پہ سرسراتی

اس کی انگلیوں کی حرکت یہ سب اس کے اعصاب پہ بہت بھاری محسوس ہو رہا تھا۔

چ۔۔ چھوڑیں مجھے۔"اپنی پوری ہمت مجتمع کرتے ہوئے اس نے اس کی" گرفت میں کسمساتے ہوئے خود کو آزاد کروانا چاہا جب اس کے وجود کی نرمیوں کو محسوس کرتا رہبان اس مزاحمت پہ چونکا اور پھر کھل کے مسکرا دیا۔

معافی چاہتا ہوں لیکن بہت المیز ڈ ہوں میں اس معاملے میں، کسی کے حکم" دینے پہ عمل نہیں کرتا میں۔"دلکشی سے کہتے ہوئے اس نے اس کی کمر کے گرد لپٹے اپنے بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے اسے مزید خود کے قریب کیا تو اس قیامت خیز قربت پہ اس کی سانسیں اتھل پتھل ہونے لگیں۔

چھوڑیں مجھے پلیز۔"اب کی بار مترنم لہجے میں ہلکی سی نمی جھلکی تو رہبان" نے نظریں جھکا کے اس کے چہرے کی جانب دیکھا جو ہنوز نیٹ کے سرخ آنچل میں چھپا ہوا اس کے احساسات پہ عجب انداز میں اثر چھوڑ رہا تھا۔

بنا اس کی کمر سے بازو ہٹائے اس نے دوسرا ہاتھ آگے بڑھایا اور ان دونوں کے بیچ دیوار بنتے اس آنچل کو بہت آہستگی سے اس کے چہرے پر سے ہٹایا تو جیسے چاند بادلوں سے نکل کے سامنے آگیا تھا۔

اس کے نام کے سولہ سنگھار کیے وہ اس کے دل کے کواڑوں پہ دستک دیتی محسوس ہو رہی تھی اور اس کے روپ سروپ کی اس دلکشی کو دیکھتے ہوئے رہبان گردیزی کا دل اس دستک پہ سارے کواڑ کھولنے کے درپے تھا۔

"breath taking....."

اس کی ستواں ناک میں پہنی گئی نتھ پہ اپنی مخمور نگاہیں جمائے اس نے مدہوش سے لہجے میں سرگوشی کی تو اس انداز اور اندازِ بے خودی پہ سامنے بیٹھی آبگینے لرز اٹھی۔

ک۔۔کون ہیں آپ؟"اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں وہی سوال دہرایا" جو وہ گزشتہ دو مرتبہ بھی ان کے درمیان ہوئی گفتگو میں استعمال کرتی آئی تھی۔

آپ کو آپ کے گھر والوں کے سامنے اپنی بانہوں میں اٹھا کے رخصت" کروانے کے بعد فوری ہنی مون ارینج کر کے اپنے سامنے بٹھا کے دیکھنے کی جرات وہی کر سکتا ہے جس کے نام کی مہندی اپنے ہاتھوں پہ سجائے بیٹھی ہیں۔" بڑے دلکش اور پر جذب انداز میں کہتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھ

بڑھاتے ہوئے اس کی کپکپاتی ہتھیلیاں اپنے ہاتھوں میں جھکڑیں اور بڑی نرمی کے سامنے جھکتے ہوئے اپنے نرم گرم لب اس کی ہتھیلوں پہ رکھے تو اس لمس اور اس جرات پہ آبگینے تھراہا اٹھی اور اسی ہڑبڑاہٹ میں اس کے لپ اسٹک سے سجے خوبصورت ہونٹوں سے ایک چیخ سی نکلی تھی۔

"نہیں! "اس نے فورا اس کی گرفت سے ہتھیلیوں کو آزاد کرواتے ہوئے بڑے بے ساختہ انداز میں اپنے آنچل تلے چھپاتے ہوئے حیرانگی و بے یقینی سے اسے دیکھا جو اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"یہ کام آئندہ مت کیجیے گا۔ "اس کی خوبصورت شیڈز سے سجی آنکھوں میں جھانکتا وہ اسے وارن کرنے والے لہجے میں بولا تو اس سحر انگیز شخص سے آبگینے کو خوف سا محسوس ہونے لگا۔

کیوں لے کے آئے ہیں آپ مجھے یہاں؟"اس کے اس بے تکے اور فضول" سوال کو سن کے وہ بھنا سا گیا تھا۔

جھک مارنے کے لیے۔"اگر سوال سیر تھا تو جواب سوا سیر تھا جسے سن کے" آبگینے کو اس شخص کی خودسری سے خوف آنے لگا۔

مجھے گھر جانا ہے اپنے۔"اس نے اپنی ہتھیلیوں کو زور سے رگڑتے ہوئے" اپنے لب ایک دفعہ پھر سے کھولے تو رہبان کی کشادہ پیشانی پہ ایک بل نمودار ہوا۔

میں یہ پہلے واضح کر چکا ہوں کہ میں کسی کے کہے پہ نہیں چل سکتا۔""" مضبوط لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہاتھ اس کی جانب بڑھائے تو وہ نفی میں سر ہلاتی ایک انچ پیچھے کو کھسکی۔

آ۔۔۔آپ مجھے تنگ نہیں کریں، مجھے واپس جانے دیں۔ پیر سائیں آپ کو" زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" وہ چاہتی تھی کہ اسے اس آزمائش سے بچایا جائے اور اس رسم کا خاتمہ کیا جائے لیکن بے ہوش ہونے سے قبل جو ردعمل وہ اپنی حویلی والوں کا دیکھ چکی تھی اس پہ مستزاد رہبان کا اسے لے کے روپوش ہو جانا یہ سب اس کو خوفزدہ کر گیا تھا۔

وہ اپنے گھر والوں کی جنونیت، ضد اور انتقام سے واقف تھی اس لیے وہ کم از کم اس رسم کو ان سے ایسی ٹکر لے کے ختم نہیں کروانا چاہتی تھی جس میں بے جا خون کی ندیاں بہیں۔

فی الحال تو آپ یوں دور رہ کے میری چلتی سانسوں پہ بھاری پڑ رہی ہیں۔""" اس کی فاصلہ بڑھانے والی حرکت پہ چوٹ کرتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھایا

اور بڑی سہولت کے ساتھ اسے اپنی گرفت میں مقید کیا تو وہ اس کی گرفت میں پھڑ پھڑائی۔

میں نے یہ شادی بس اس رسم کو ختم کرنے کے مقصد کے لیے کی تھی" کیونکہ کسی نے مجھے کہا تھا کہ شادی کر لو نکاح کے بولوں کی طاقت محبت کروا دے گی لیکن۔۔۔۔۔"اس کی مزاحمت کو مکمل نظر انداز کرتے ہوئے وہ بایاں بازو اس کی کمر کے گرد حائل کیے ہوئے دائیں ہاتھ کی مضبوط انگلیاں اس کے جھومر پہ پھیرتا اس کی دھڑکنوں کے زیر و بم کو تباہ کر رہا تھا۔

لیکن اب آپ کو مکمل استحقاق کے ساتھ اپنی بانہوں میں اس روپ کے" ساتھ محسوس کرتے ہوئے مجھے لگ رہا ہے کہ میں محبت نہیں شدید ترین عشق کی طرف مائل ہو رہا ہوں اور میرے جیسے عاشق کسی کی دھمکیوں سے گھبراتے نہیں ہیں۔"پر فسوں لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کے کان کے

بھاری جھمکے کی جانب جھکا اور اسے اپنے ہونٹوں سے چھوتے ہوئے اسے بے ساختہ زور سے بھینچتے ہوئے اپنے سینے میں پیوست کیا۔

شادی سے قبل جذبات واحساسات صرف ایک ہی طرف مبذول تھے اس" لیے ایک بڑی اہم شے 'منہ دکھائی' آپ کی دلکشی کے شایانِ شان لینا بھول گیا ہوں لیکن منہ دکھائی کے بعد جو احساسات میں تلاطم برپا ہوا ہے اس کے مطابق تحفہ وصول کریں۔" بھاری مخمور لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کے کچھ بھی سمجھنے سے قبل جھکا اور اس کی بھاری نتھ پہ اپنے لب رکھتا وہ اپنے پر شدت لمس کی حدت سے اس کے چہرے کو دہکا گیا۔

اور پھر یہی نہیں اس کے گستاخ لب سرسراتے ہوئے اس کے بالائی لب کے اوپر بالکل درمیان میں موجود بڑے سے تل پہ اپنا تسلط جماتے اس کی سانسوں کی رفتار کو بڑھا گئے۔

پلیز۔" دونوں ہاتھ اس کے سینے پہ رکھتے ہوئے اس نے فاصلہ بڑھانے کی"
کوشش کرتے ہوئے مزاحمت کرنی چاہی ورنہ تو اس بے لگام شخص کی
حرکتیں، باتیں اور بے باک نگاہیں اس کے حواس چھوڑنے کا باعث بنتی جا
رہی تھیں۔

آبگینے یہ فضول کی مزاحمت چھوڑ دیں کیونکہ اس کا فائدہ نہیں ہے۔"اس کی"
مزاحمت دیکھتے ہوئے وہ سنجیدگی سے گویا ہوا اور ہاتھ اس کے جھمکوں کی
جانب بڑھاتے ہوئے انہیں اس کے کانوں سے الگ کرنا چاہا تو وہ جیسے پھٹ
پڑی۔

آپ اتنے پر سکون کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ کو سمجھ کیوں نہیں آ رہی کہ جس"
لڑکی کو اس کے گھر والوں کے سامنے آپ یوں اٹھا کے لا کر رومانس بگھاڑ
رہے ہیں وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے بلکہ وہ پیر حویلی میں صدیوں سے چلتی

رسم کو پورا کرنے کے لیے چنی گئی لڑکی ہے اور اسے یوں اٹھا کے لانے پہ آپ کے خاندان، آپ پہ آپ کے جاننے والوں پہ کس قدر مشکلات آسکتی ہیں آپ کو ان کا اندازہ نہیں ہے اس لیے خدا کے لیے مجھے واپس گھر چھوڑ کے آئیں۔" پوری قوت لگا کے اس کی گرفت سے آزاد ہونے کی ناکام کوشش سے جھلستی وہ بلند آواز میں بولتی چلی گئی جبکہ وہ بنا کوئی تاثر دیے اس کی بات مکمل ہونے کا منتظر تھا۔

اس ساری بات میں صرف ایک بات پہ شدید اختلاف ہوا ہے، رومانس" بگھاڑنے کا طعنہ دینے سے قبل یہ تو سوچ لینا تھا کہ آپ رونس بگھاڑنے ہی کہاں دے رہی رہیں آپ؟" دلکشی و جذب سے کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکا اور اس کے کسی بھی بچاو سے قبل اس کے خوبصورت نقوش کو اپنے ہونٹوں کے بے لگام لمس سے چھوتا ہوا سرخ کرنے لگا جبکہ اس کی

جرات پہ ہق دق سی آبگینے اس کے سینے سے لگی اس کی گستاخیوں پہ لرز رہی تھی۔

میں کوئی پلے بوائے نہیں ہوں آبگینے جو صرف انجوائے منٹ کے لیے اتنا" بڑا قدم اٹھا گیا۔ میں ایک اٹھائیس سالہ باشعور مرد ہوں, مجھے اندازہ ہے کہ جو میں کر چکا ہوں اس کے کیا کیا اثرات ہو سکتے ہیں لیکن اگر میں نے یہ قدم اٹھایا ہے تو مجھے اس کے بدلے ہونے والے ہر رد عمل کو ڈیفینڈ بھی کرنا آتا ہے۔ اس لیے آپ یہ بات ذہن سے نکال دیں کہ میں آپ کو اپنے نام کر کے کسی بھی فضول رسم کا حصہ بننے کے لیے وہاں واپس چھوڑ کے آوں گا۔ یہ تو تب بھی ممکن نہ تھا جب آپ کو صرف اپنی 'بیوی' بنانے کی غرض سے گیا تھا اب تو آپ سے 'عشق' ہونے والا ہے۔" اپنے خوبصورت لب و لہجے میں بولتا ہوا وہ اس کی تمام باتوں کا جواب بہت واضح الفاظ میں دیتا آخر میں شوخی سے کہتے ہوئے اپنی بائیں آنکھ دبا گیا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

اور۔۔۔اور اگر میں اپنی مرضی سے کہوں کہ م۔۔مجھے آپ کے ساتھ " نہیں رہنا تو پھر۔۔۔؟؟"اس کے دماغ میں گولی کی گونج جیسے اودھم مچا چکی تھی لیکن اپنی بات کے جواب میں رہبان گردیزی کی بے باک و گستاخ حرکت جو اودھم اس کے وجود میں مچا گئی تھی وہ ایک لمحے کے لیے لرزا اٹھی تھی۔

کیونکہ اس کے سوال کے جواب میں اس کے پہلوؤں پہ دونوں ہاتھ مضبوطی سے جمائے اس کے وجود کی نرمی کو محسوس کرتے ہوئے بڑے گستاخانہ انداز میں اس کی گردن پہ جھکا اور ایک پر شدت لمس وہاں چھوڑتے ہوئے اس کے وجود کو لرزنے پہ مجبور کر گیا۔

پہلے ہی بتا چکا ہوں بڑا بے ادب اور المیز ڈسا بندہ ہوں۔"اپنے مخصوص" لہجے میں اسے باور کرواتے ہوئے اس نے اب کے ہاتھ اس کی گردن پہ جمے بھاری ہار کی جانب بڑھائے تو اس کے ارادوں کو سمجھتی آبگینے کی سانسیں اس کے سینے میں اٹکنے لگیں۔

گہری تاریک رات کے سائے میں وہ برآمدے کی سیڑھیوں پہ بیٹھی ہوئی اس سمے گہری سوچوں میں مگن تھی جب اپنی وہیل چیئر کو گھسیٹتے ہوئے ابراہیم صاحب وہاں آئے تھے۔

کیا بات ہے زحلے،اس وقت یہاں کیوں بیٹھی ہو؟"اس کے نزدیک آ کے" رکتے ہوئے انہوں نے نرمی سے استفسار کیا تو وہ ان کی اچانک آواز پہ جیسے چونک اٹھی۔

کچھ نہیں بابا، نیند نہیں آرہی تھی تو یہاں آکے بیٹھ گئی۔"وہ سنبھلتے ہوئے" مسکراتی ہوئی گویا ہوئی تو وہ بغور اس کا چہرہ دیکھنے لگے۔

کوئی پریشانی ہے کیا؟"ان کے سوال پہ وہ جز بز سی ہو گئی اور پھر کچھ سوچتے" ہوئے بولنے لگی۔

بابا! اگر کوئی چیز گھر کے اندر ہی کھو گئی ہو تو اسے کیسے ڈھونڈا جائے؟"اس" نے بمشکل اپنے اندر ہوتی جنگ کو مناسب لفظوں کا روپ دیا تھا۔

گھر کے اندر کھوئی چیزوں کے متعلق گھر والوں سے بہتر کوئی نہیں جان" سکتا۔"انہوں نے اپنے مخصوص مشفقانہ انداز میں جواب دیا تو وہ مزید الجھی۔

لیکن اگر گھر والوں سے پوچھا نہ جا سکتا ہو تو پھر کیسے ڈھونڈی جائے؟"اس" کے سوال پہ وہ ہلکا سا مسکرائے۔

گھر سے پوچھیں۔"ان کے جواب پہ اس نے متعجب انداز میں ان کی جانب" دیکھا۔

گھر کے اندر کی بہت قیمتی چیز کھوئی ہو تو ہمیں گھر کے در و دیوار سے بھی" پوچھنا چاہیے کیونکہ اس سے بہتر کوئی جواب نہیں دیتا،اس قیمتی چیز کا گھر کے کسی نہ کسی حصے سے کوئی نہ کوئی تعلق،ربط،یاد نکل آتی ہے جس سے ہم اس تک پہنچ جاتے ہیں۔"ان کے رسانیت بھرے انداز میں اس کے اندر جاری خلفشار کسی حد تک کم ہو گیا۔

بہت شکریہ بابا، میں بس تھوڑی سی پریشان تھی لیکن اب میں ٹھیک "
ہوں۔" وہ قدرے ہشاش بشاش لہجے میں گویا ہوئی تو وہ بھی پر سکون ہو
گئے۔

چلو پھر اسی خوشی میں اچھی سی چائے بناو، دونوں باپ بیٹی مل کے پیتے ہیں "
اور ساتھ گپ شپ بھی لگاتے ہیں۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ سر
اثبات میں ہلاتی اپنی جگہ سے اٹھی۔

اللہ کا واسطہ ہے شہری! یہ پنکھا ابھی چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔""
وہ ابھی گھر میں داخل ہو رہا تھا جب آیت کی جھنجھلائی سی آواز اس کے کانوں
میں سنائی دی۔

آیت پھپ۔۔۔۔۔۔"جواباً اس نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ وہ چلا اٹھی۔"

خدا کے لیے شہری، مجھے آیت ہی رہنے دو مجھے نہیں چاہیے اپنے سے دو ماہ" چھوٹی لڑکی سے اتنی عزت۔"اس کے انداز پہ شہرے سمیت وہاں موجود سبھی افراد کھلکھلا اٹھے جبکہ اسی جانب آتا ضرغام بھی ہلکا سا مسکرا دیا۔

بھئی میں بہت باادب اور تمیز دار بچی ہوں، رشتوں کا لحاظ رکھ کے مخاطب" ہوتی ہوں۔"اس کے شوخ لہجے پہ آیت نے فلور کشن اٹھا کے اس کی جانب پھینکا۔

ہاں اور تمہارے اسی ادب کے چکر میں ہم سب کے چانس تم خراب کر" دیتی ہو۔اب دیکھو ذرا ضرغام لالہ، جازم لالہ، ارسم، راسم، عیسی اور موس لالہ کو کس اینگل سے یہ تم جیسی لڑکی کے چاچو لگتے ہیں؟"آیت کے انداز پہ

اس کے ہونٹوں سے ایک دفعہ پھر سے کھلکھلاہٹ آزاد ہوئی توضرغام نے بمشکل آنکھوں پہ ضبط کے گہرے پہرے بٹھاتے ہوئے اس کی جانب دیکھنے سے مکمل گریز کیااور صوفے پہ براجمان ہو گیا۔

نوشے میاں! آپ کب لے رہے ہیں آفس سے آف؟"اسے دیکھ کے " سب اس کی جانب متوجہ ہو گئے جبکہ اسے دیکھ کے شہرے کے دماغ میں بے ساختہ تہمینہ کے کہے گئے الفاظ لہرائے تواس نے ایک دفعہ پھر سے اس کی جانب گردن گھمائی لیکن اسے مکمل ارسم کی جانب متوجہ دیکھ کے وہ پر سکون ہو گئی۔

مینا کا تو دماغ خراب ہے، چاچو تو نگاہ چچی کو بہت پسند کرتے ہیں۔"اپنے دل" کو تسلی دیتی ہوئی وہ تہمینہ کے کہے کو رد کرتی پر سکون سی ہو گئی۔

مہندی والے دن۔"اس نے آہستگی سے جواب دیتے ہوئے ملازمہ کے " ہاتھ سے پانی کا گلاس تھاما اور گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔

چلو تمہارا تو مان لیا کہ تم تو ہو ہی روبوٹک مشین لیکن ان محترمہ کا دیکھو جو" تمہاری شادی کے لیے اتنی بے چین پھر رہی تھیں وہ کل ٹرپ پہ جا رہی ہیں۔"عیسیٰ نے اس کی توجہ شہرے کی طرف دلوانی چاہی جو اس وقت وہاں ان سب کو اپنے ٹرپ کے بارے میں ہی بتانے آئی تھی۔

تو اس میں کیا پریشانی ہے؟ یہ مواقع روز روز تھوڑی آتے ہیں، مہندی دو" دن بعد تیسرے دن ہے تو تب تک یہ واپس آجائیں گی۔"وہ جو واقعی یہ چاہتا تھا کہ وہ ان دنوں اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے کیونکہ یہ لمحے، یہ دن اور اس پہ مستزاد اس کی موجودگی اس پہ بہت بھاری پڑ رہی تھی اور وہ اپنا ضبط کھوتا جا رہا تھا۔

اسے یہ موقع بہت بہترین لگا اس لیے بنا اس کی جانب دیکھے اس نے اس کی طرف داری کی تو وہ جیسے کھل اٹھی۔

واو، تھینک یو ضرغام چاچو۔اب تو دلہے کی جانب سے پرمٹ مل گیا ہے" اب تو جانا کنفرم ہو چکا ہے نا۔" وہ چہکتی ہوئی اپنی دوستوں کو مطلع کرنے کے لیے اٹھی اور وہاں سے بھاگ نکلی۔

جبکہ وہیں بیٹھا ضرغام ملک اس کی غیر موجودگی کو محسوس کرتا وہاں ہو کے بھی وہاں موجود نہ تھا۔

پیر حویلی' کے افراد اس وقت پاگل کتوں کی مانند رہبان گردیزی اور آبگینے' جعفر کو تلاش کر رہے تھے جو ان کو ملی گئی اطلاع کے مطابق' گردیزی پیلس' نہ گئے تھے۔

"پیر سائیں! آپ کس بات کا انتظار کر رہے ہیں؟ آپ کیوں اجازت نہیں دے رہے کہ گردیزیوں کی بیٹی کو اٹھا کے لے آئیں اور رہبان گردیزی کو کہیں کہ یا تو ہماری بیٹی ہمیں واپس کر دے یا اپنی بہن کو اس رسم کی بھینٹ چڑھانے کے لیے تیار ہو جائے۔" سفیر سائیں اور طلال جعفر جوان سب سے زیادہ غصے سے آگ بگولہ ہو رہے تھے وہ غصے سے پیر سائیں سے مخاطب ہوئے۔

"اونہوں، تحمل کا مظاہرہ کرو کیونکہ اب ہماری بچی تو ہماری رسم نبھانے کے قابل نہیں رہی۔" انہوں نے نپے تلے الفاظ کا سہارا لیا کیونکہ ان کے خیال میں اب تک رہبان گردیزی آبگینے کے وجود پہ اپنے وجود کی چھاپ چھوڑ چکا ہو گا اور اس صورت میں تو وہ یہ رسم نبھانے کی اہل نہ رہی تھی۔

اس لیے ہم رہبان گردیزی کے گھر کی ایک بچی کو اس رسم کے لیے ضرور" اٹھا کے لائیں گے لیکن اس سے پہلے اس شخص کو کمزور کرنا ہو گا جس کی پشت پناہی سے وہ کمینہ شخص ہماری بچی اٹھا کے لے گیا ہے۔" پیر سائیں کی بارعب آواز پہ سب نے چونک کے ان کی جانب دیکھا جن کے چہرے پہ اس وقت پر جلال سائے چھائے ہوئے تھے۔

کون سا شخص؟" جعفر سائیں نے استفسار کیا تو پیر سائیں کے مریدِ خاص" سے اس شخص کا نام سن کے لحظہ بھر کے لیے سب چپ سے ہو گئے۔

اس کی شادی ہونے والی ہے ایک دو دن میں اور اس کی شادی ہونے سے" قبل چاہے اس کی ہونے والی بیوی کے ذریعے، گھر کے کسی مرد کے ذریعے یا پھر کسی بھی عورت کے ذریعے اس شخص کو اپنے قابو میں کرو اور یہ کام انہی دو دنوں میں کرو۔ پھر اس کے بعد اسی شخص کے ذریعے رہبان گردیزی کو

شکست دو۔" پیر سائیں کے کہے گئے الفاظ کو وہاں موجود ہر مرد پوری طرح سے ذہن نشین کرتا اپنے لیے ٹارگٹ سیٹ کرتا اس کے نزدیک موجود رشتوں کو جانچنے لگا۔

اور پھر ان نزدیکی رشتوں میں نکلنے والے تین ناموں کو دیکھ کے پیر سائیں اور ان کے بیٹوں کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

کیا آپ میرے ساتھ اس کمرے سے باہر نکلو گے؟"اس کو ناشتے کے بعد" والا لیکچر دینے کے بعد اس نے اچانک اس سے استفسار کیا تو ذوالنورین نے چونک کے اس کی جانب دیکھا۔

کیوں؟"اس کے یک لفظی سوال پہ وہ گہری سانس بھرتے ہوئے اس کی" جانب متوجہ ہوئی جو بائیں جانب دیوار کو دیکھ رہا تھا۔

کیونکہ مجھے آپ کے دیے ٹارگٹ کو پورا کرنا ہے لیکن میں اس گھر میں آپ" کے بنا کہیں گھوم نہیں سکتی۔"اس کے سیدھے سے جواب پہ اس نے لحظے بھر کے لیے اسے دیکھا اور پھر نظریں واپس دیوار پہ جما دیں۔

میرا سہارا اس قدر مضبوط بھی نہیں ہے کہ آپ اس کی بنا پہ اپنے آپ کو" محظوظ محسوس کریں۔"اس کے گھمبیر لہجے کہے گئے ان گہرے الفاظ پہ وہ سُن سی ہو گئی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اس نے یہ الفاظ کیونکر بولے تھے لیکن نجانے کیوں یہ الفاظ اس کے دل پہ بہت بری طرح سے اثر انداز ہوئے تھے۔

آپ چوڑیاں پہن کے آئیں۔ماما کو ان کی کھنک بہت پسند ہے یہاں کوئی" چوڑیاں استعمال نہیں کرتا اس لیے آپ کی چوڑیوں کی آواز پہ وہ آپ تک خود آجائیں گی۔"اس کی خاموشی پہ وہ مزید بولا تو زحلے کو اچانک اپنی کلائی پہ ایک اجنبی سا نرم گرم لمس یاد آیا تو اس نے نظر اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو اس کی کلائی کی جانب ہی متوجہ تھا۔

اس کی نگاہوں میں نجانے کیسی لپک تھی کہ اس کو اپنا بازو ان دیکھی آگ میں جھلستا ہوا محسوس ہوا اور پھر اگلا لمحہ اس کے لیے حیرت کا سامان پیدا کر گیا جب اس نے اس کے بائیں ہاتھ کو اس کی نازک کلائی کی جانب بڑھتے ہوئے دیکھا۔

اس کا بایاں ہاتھ آگے بڑھا لیکن اس سے قبل کہ وہ اس کی کلائی کو چھوتا، اس نے سرعت سے اپنی انگلیاں اندر کو موڑیں اور زور سے مٹھی کرتا اپنا ہاتھ واپس کھینچ گیا۔

مجھے ریسٹ کرنی ہے اب۔" سپاٹ اور قدرے بیگانہ سے انداز میں کہتے " ہوئے اس نے اپنی وہیل چیئر کا رخ بیڈ کی جانب موڑا تو وہ دبی دبی سی سانس اندر کو کھینچتی انٹر کام کی جانب بڑھی تاکہ نیچے سے کسی ملازم کو بلا سکے جو آ کے ذوالنورین کو بیڈ پہ لیٹنے میں مدد دے سکے۔
لیکن نیچے سے جو اطلاع اسے ملی تھی وہ سن کے وہ سن سی ہو گئی تھی۔

آج میر پیلس میں کوئی بھی میل ملازم نہیں تھا جو اس کی مدد کر سکے۔

یہ اطلاع سن کے اسے ایک لمحے میں سمجھ آگئی تھی کہ یہ جان بوجھ کے کیا گیا تھا کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں تھا اس وقت پورے پیلس میں ایک بھی مرد ملازم موجود نہ ہو۔

وہ شازمین میر کی اس حرکت کے پیچھے چھپے گھٹیا مقصد کو سمجھتی ہوئی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی اور مرے مرے قدم اٹھاتی بیڈ کی جانب بڑھی جہاں وہ وہیل چیئر پہ بیٹھا ملازم کے آنے کا منتظر تھا۔

تیز تیز دھڑکتے دل پہ بمشکل قابو پاتے ہوئے اس نے کپکپاتا ہوا ہاتھ ذوالنورین کے کندھے پہ رکھا تو اس نرم و نازک ہاتھ کا لمس محسوس کر کے وہ بری طرح سے چونکا اور پھر ہوش میں آتے ہی سرعت سے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے جھٹکا تو زحلے کی عزتِ نفس ایک دفعہ پھر سے چکنا چور ہوئی تھی۔

ملازم نہیں ہے نیچے۔" بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ہاتھ پھر سے "
اس کی جانب بڑھایا تو اس نے تیوری چڑھا کے اس کی جانب دیکھا۔

تو؟"اس کے اس قدر اکھڑ اور بے لحاظ انداز پہ زحلے نے ڈھیر سارے آنسو "
حلق میں اتارے۔

آپ کب سے میری پرسنل میڈ کے طور پہ مجھے اسسٹ کرنے لگی ہیں؟""
اس نے ترکش سے مزید تیر چلائے تو مارے اہانت و سبکی کے اس کا دل چاہا وہ
زمین میں دھنستی چلی جائے۔

مجھے یہاں تمہارے لیے ہی ہائیر کیا گیا ہے اور اس دورانیے میں مجھے صرف "
تمہیں ٹیوشن نہیں دینی ہوتی بلکہ بوقت ضرورت تمہارے ملازمین کے میسر
نہ ہونے پہ تمہاری دیکھ بھال بھی کرنی ہوتی ہے۔"اس نے پہلی دفعہ اس کے

لیے 'تم' کا لفظ استعمال کیا تھا اور یہ شاید خود کو باور کروانے کے لیے تھا کہ وہ اس کے لیے صرف اس کا سٹوڈینٹ ہے۔

اور دوسری جانب اس نے بہت صفائی کے ساتھ اسے اپنے وہاں ہونے کا مقصد بھی باور کروانا چاہا۔

اس لیے وہ اس کی مزید کچھ سنے آگے بڑھی اور اپنا ایک نازک بازو اس کے کندھوں کے گرد حائل کیا اور ایک ہاتھ سے اس کا بازو تھاما تو اپنی ہی دھڑکنوں میں طوفان سا مچ گیا تھا۔

یہ اس کی زندگی کا پہلا لمحہ تھا جب ایک مرد اس کے نزدیک یوں آیا تھا اور مرد بھی وہ جس کے ساتھ اس کا کوئی رشتہ نہ تھا لیکن تکلیف دہ بات یہی تھی کہ رشتہ کوئی نہ تھا مگر قربت بلا کی تھی۔

اوراس قربت کااثر دوسری جانب بھی بڑی بے ساختگی میں ہوا تھا کیونکہ اس کے نزدیک آنے پہ ذوالنورین کی خوبصورت آنکھوں میں چھایا جمود ایک لحظے کے لیے تنزلی کا شکار ہوا تھا لیکن اس سے پہلے اس کیفیت سے گھبراتے ہوئے وہ اس کے بازو اپنے گرد سے ہٹاتا وہ سپاٹ لہجے میں بول اٹھی۔

میری ڈیوٹی مجھے کرنے دو کیونکہ ڈیوٹی نہ کرنے کی صورت میں مجھے یہاں" سے نکال دیا جائے گا اور ایسے میں میں تمہیں تمہاری ماما سے نہیں ملوا سکوں گی۔"اس نے بہت سبھاو کے ساتھ اس کی کمزوری پہ وار کرنے کی کوشش کی۔

اور یہ کوشش اس کی کامیاب ٹھہری تھی کیونکہ اس کا مزاحمت کے لیے اٹھا ہاتھ واپس اپنی گود پہ جا ٹکا تھا۔

اس کے انداز میں واضح ہوتی شکست کو محسوس کر کے وہ ایک انچ مزید بڑھی اور اسے سہارا دے کے وہیل چیئر سے کھڑا کیا مگر اتنی سی جدوجہد میں ہی اسے دانتوں تلے پسینہ آگیا تھا۔

انیتس سالہ جوان مرد کو اس جیسی نرم و نازک لڑکی کا سہارا گویا ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مترادف تھا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور اسے یوں بازوؤں میں سمیٹے وہ اسے بیڈ پہ بٹھانے کے لیے جھکی تو اس ساری ریاضت میں اس کے سر سے سر کا دوپٹہ اس کے کندھوں سے سرکتا ہوا بیڈ پہ نیم دراز ہوتے ذوالنورین میر کے چہرے پہ جا گرا۔

یہ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ بیڈ پہ نیم دراز ہوتا ذوالنورین اور اس پہ جھکی زحلے لحظے بھر کے بھونچکا رہ گئے تھے۔

آئم سوری۔" دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اس نے ہاتھ اس کے "
چہرے پہ گرے ڈوپٹے کی جانب بڑھایا ہی تھا کہ اس کے مضبوط ہاتھ سے
ٹکرا گیا۔

کیونکہ دوسری جانب اس کا دایاں ہاتھ آنکھوں سے ڈوپٹہ سرکاتا اسے چہرے
سے ہٹانے ہی والا تھا کہ اس کا نازک ہاتھ اس کے ہاتھ سے آن ٹکرایا تھا۔

اب صورتحال کچھ یوں تھی کہ اس پہ جھکی زحلے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ دھرے
سانس روکے اس کی ڈوپٹے سے عیاں ہوتی خوبصورت آنکھوں میں بہت ہی
خوفزدہ انداز میں دیکھ رہی تھی جب موبائل بپ کی آواز سے اس لمحے کا سحر
ٹوٹ گیا۔

آپ کا کام میری ڈگری مکمل کروانا تھا جس کا میں آپ سے وعدہ کر چکا"
ہوں اور جہاں تک بات ہے میری مدد کرنے کی تو میری ایک بات آج اپنے

دماغ میں فیڈ کر لیں۔۔۔۔۔"اس کا دوپٹہ اس کے ہاتھ میں تھماتا وہ اچانک آتش زدہ لہجے میں بولتا ہوا رکا تو اس کے اس انداز پہ زحلے نے اس کی جانب دیکھا۔

آج کے بعد میرے نزدیک مت آیئے گا، آپ کو اپنی سیلری چاہیے نا تو" آپ بس وہ کام کریں جو آپ کو کہا ہے لیکن آج کے بعد نزدیک مت آیئے گا کیونکہ بھیڑیا زخمی ہو کے بھی بھیڑیا ہی رہتا ہے اور اس پیلس نے برسوں پہلے 'ذوالنورین میر' کو بھیڑیا کہہ دیا ہے اور بھیڑیے یہ نہیں دیکھتے کہ سامنے موجود انسان کون ہے؟"اس کے آتش زدہ انداز میں کہے گئے میں اس قدر برودت تھی کہ وہ خوف سے لرزتی ہوئی بے ساختہ چند قدم دور ہوتی ششدر نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی جو اسے ایک بند پراسرار قلعے کی مانند لگ رہا تھا جس کے کواڑ کھولنے کے لیے ہاتھ زخمی کرنے پڑتے تھے۔

"کون ہے یہ شخص آخر؟"

"اس پیلس میں یہ اس قدر لاچار و بے بس کیوں پڑا ہے؟"

اس کی پراسرار شخصیت کو دیکھ کے ایک دفعہ پھر سے ایک خوف وجود میں سرائیت کر گیا تھا اور ساتھ ہی ان گنت سوالات اس کے دماغ میں اودھم مچا چکے تھے۔

دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ آنکھوں میں بے یقینی و خوف کے گہرے رنگ لیے اس کی جانب دیکھ رہی تھی جو چہرے پہ گہرا اطمینان لیے ہاتھ اس کے گلوبند کی جانب بڑھا رہا تھا۔

ن۔۔ نہیں۔" ہاتھ جیسے ہی اس کے گلوبند سے ٹکرایا وہ تڑپ کے فاصلے پہ" ہوئی۔

پیچھے کیوں ہٹ گئیں؟ کیا آج جیولری سمیت سونے کا ارادہ ہے؟"اس"
کے لہجے کی لاپرواہی پہ آبگینے نے حیرت سے اسے دیکھا جو بہت سہولت سے
اس کا ہاتھ کے اپنے نزدیک کرتا مزید بولا۔

"آپ کا اگر ارادہ ہے بھی تو اسے آج میرے لیے اتار لیں کیونکہ میں بے حد
ڈسٹرب ہوں گا عالمِ وصل کے دوران۔"اس کی گھمبیر آواز میں چھلکتی
ذو معنویت آبگینے کے چھکے چھڑوا گئی۔

اسے اندازہ ہوا تھا کہ رسم سے چھٹکارا پانے کے چکر میں وہ کس قدر بے لگام و
بے باک بلا سے چمٹ گئی تھی۔

دیکھیں، میری بات سنیں۔"اس کے ہاتھوں کو بہت بے ساختگی میں" روکنے کے لیے وہ اپنے ہاتھوں میں جھکڑتی ہوئی بولی تو اس کی اس قدر بے ساختہ و معصوم حرکت پہ اس کا دل ڈول سا گیا۔

وہ خود پہ ضبط کھوتا ہوا جھکا اور دوبارہ سے اس تل پہ لب جماتا وہ اس کے پورے وجود کو تھرا سا گیا۔

میں عمر بھر آپ کو سننے اور دیکھنے کے لیے تیار ہوں میری جان لیکن ابھی" جو آپ چاہتی ہیں وہ نہیں ہو سکتا۔"اس کے تل کو چھوتے ہوئے وہ اپنے مخصوص دلکش لب و لہجے میں بولتا بہت سہولت سے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروانے کے بعد ہاتھ کی گردن کے پیچھے حائل کرتا اس کی سانسوں کو منتشر کر گیا۔

آپ میرے ساتھ یوں زبردستی نہیں کر سکتے۔"اس کی مضبوط انگلیوں کا" لمس گردن پہ محسوس کر کے وہ مارے بے بسی و شرم کے چیخ اٹھی۔

ایسا میں بھی نہیں کرنا چاہتا لیکن ارادے آپ کے بھی نیک ہر گز نہیں ہیں" اور مارجن بھی آپ کو نہیں دے سکتا کہ ارادے میرے سسرالیوں کے بھی آپ سے زیادہ خطرناک ہیں۔" لہجے میں سنجیدگی، آنکھوں میں شوخ چمک دل میں خماری لیے وہ بڑے استحقاق سے اس کی جیولری اس کے وجود سے الگ کرتا ہوا بول رہا تھا جب اس کے نتھ کو چھونے پہ آبگینے کو ہوش آیا۔

خدا کے لیے آپ کیوں یہ بات نہیں سمجھ رہے کہ اگر آپ مجھے لے کے" یوں روپوش رہے یا مجھ سے کوئی تعلق قائم کرتے ہو تو پیر سائیں آپ کے خاندان کی کسی لڑکی کو اس رسم کے لیے چُن لیں گے۔"اس کے سینے پہ

دونوں ہاتھ جما کے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرتی وہ بلند آواز میں چلائی تو اس کے خوبرو چہرے پہ یکایک چٹانوں کی سی سختی پھیل گئی۔

"آپ کے سمجھانے کا بہت شکریہ لیکن مجھ میں خود سے وابستہ ہر عورت کو اللہ کی مدد سے پروٹیکٹ کرنے کی ہمت موجود ہے اس لیے آپ یہ فضول کی مزاحمت چھوڑ دیں کیونکہ آج کی رات یہ آپ کے کسی کام نہیں آئے گی۔"
گہری سنجیدگی سے اسے بہت کچھ باور کرواتے ہوئے وہ اب کی بار اس کی جانب بڑھا تو اس بار گرفت میں موجود شدت اور لمس میں موجود لپک اس کے وجود کو دہکا کے رکھ گئی۔

اس کی نتھ اس کے ناک سے الگ کرتے ہوئے اس نے سلگتے ہوئے لب ناک پہ رکھے تو روتی ہوئی آبگینے نے بے ساختہ دونوں ہاتھ اس کے گریبان پہ جما لیے۔

یہ (نتھ) مجھے آپ کے گھر والوں سے بھی بڑی رقیب لگ رہی تھی۔" معنی" خیز لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اب کی بار تسلط اس کی سانسوں پہ جمایا تو روتی ہوئی آبگینے کے آنسو اس قدر شدت پہ جیسے ٹھٹھر سے گئے اور اس کے گریبان پہ گرفت لمحہ بہ لمحہ سخت سے سخت تر ہوتی چلی گئی۔

آج کی رات میری قربت میں نفرت و ناپسندیدگی سے بہائے جانے والے" آنسوؤں پہ آپ آنے والے وقت میں ضرور نالاں ہوں گی۔" اس کے دوپٹہ اس کے وجود سے الگ کرتے ہوئے اس نے اس کو تکیہ پہ لٹاتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا تو اس کی سسکیاں بلند ہو گئیں جنہیں بہت سرعت کے ساتھ وہ اپنے مضبوط سینے میں مدغم کرتا ہوا اس کے وجود پہ گرفت مضبوط کر گیا۔

اور پھر کمرے کی روشنی گل کیے وہ اس کے نازک وجود پہ اپنے استحقاق کا تسلط جمائے اپنی شدتیں لٹاتا اس کی سسکیوں کو اپنے مضبوط سینے میں دبائے اسے خود میں بھینچتا اس کی نم شکووں پہ مسکراتا ہوا اسے خود میں بھینچ گیا۔

جبکہ اس کی بے باک شدتوں اور شرارتوں پہ شرماتا ہوا چاند گہرے بادلوں میں چھپ گیا۔

نیلی جینز پہ سفید رنگ کی ڈھیلی ڈھالی سی جرسی نما شرٹ پہنے وہ سر پہ نیلے رنگ کے حجاب میں لپیٹے، سفید جاگرز پہنے ٹرپ پہ جانے کے لیے ہر طرح سے تیار ہاتھوں میں ایک گفٹ لیے 'ملک ہاوس' میں داخل ہوئی تھی۔

یہ گفٹ کس کے لیے ہے؟" قندیل نے اس کے ہاتھوں میں پکڑا ہوا گفٹ " پیک دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو وہ مسکرائی۔

کل ضرغام چاچو کی برتھڈے ہے اور میں چونکہ کل گھر نہیں ہوں اس لیے ایڈوانس گفٹ دے رہی۔" اور یہ ملک ہاوس کی روایت سی بنی ہوئی تھی کہ بچے سے لے لے بڑے بوڑھے تک ہر فرد سالگرہ پہ ایک دوسرے کو گفٹ ضرور دیتے تھے اس لیے اس کی بات پہ سب مسکرا دیے جبکہ وہ ثمرین بیگم کی غیر موجودگی محسوس کر کے گفٹ یونہی ہاتھ میں لیے ان کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی اس کی نگاہ بیڈ پہ پڑے برائیڈل ڈریس پہ پڑی تو آنکھوں میں ستائش سی آگئی۔

یہ تو وہی جوڑا ہے۔" اشتیاق سے کہتی ہوئی وہ آگے بڑھی اسی لمحے ثمرین بیگم ڈریسنگ روم سے نکل آئیں۔

ارے شہری!"خوشی سے کہتی ہوئیں وہ آگے بڑھیں اور اس کی پیشانی" چومی۔

بڑی ماما! یہ کس کے لیے ہے ڈریس؟"اس نے ان سے استفسار کیا تو وہ لحظہ" بھر کے لیے چپ سی ہو گئی تھیں۔

یہ کسی کے لیے ایک سرپرائز گفٹ پاس پڑا ہے میرے جو مجھے اس کے نکاح" پہ دینا ہے۔"انہوں نے نپے تلے انداز میں اسے سچ بتایا تو اس کے چہرے پہ اشتیاق بھری الجھن جھلکی۔

کس نے کسے گفٹ کیا ہے؟"اس کے سوال پہ انہیں اس پل بیٹے کا لہجہ یاد" آیا تو انہوں نے بغور شہرے کا چہرہ دیکھا اور پھر سر جھٹک گئیں۔

یہ سرپرائز ہے۔ابھی آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپ کے ہاتھ میں کس کا گفٹ ہے؟"انہوں نے اس کی توجہ بھٹکانی چاہی۔

اوہ یہ ضرغام چاچو کا گفٹ ہے۔ابھی آپ مجھے جلدی سے مل لیں، میں" ٹرپ کے لیے نکلنے والی ہوں۔" وہ ان کے یاد دلانے پہ ان کے گلے لگتی ان سے پیار لینے کے بعد کمرے سے نکلی تو رخ ضرغام کے کمرے کی جانب تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ضرغام کسی کا اپنے روم میں جانا پسند نہیں کرتا تھا لیکن چونکہ ضرغام نے اسے ٹرپ کی اجازت دلوائی تھی اس لیے وہ گفٹ کے ساتھ اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اس کے کمرے میں جا رہی تھی۔

کمرے کے سامنے پہنچ کے اس نے ہاتھ ڈور ناب پہ رکھا ہی تھا کہ مینا کی آواز نے اچانک ہی سماعتوں پہ دستک دے ڈالی۔

وہ تمہیں پسند کرتے ہیں۔"اس شور سے گھبراتے ہوئے اس نے دروازہ" ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے اندر قدم رکھا تو گرے وہائٹ امتزاج سے سجے ماسٹر روم کو دیکھ کے وہ سحر زدہ سی رہ گئی۔

وہ شاید اب تک اس کے کمرے میں دوسری دفعہ آئی تھی اور اس کے شاہانہ بیڈ روم اور اس کی سجاوٹ کو دیکھ کے دنگ رہ گئی تھی۔

ضرغام چاچو خود کیا شاندار ہیں، کمرہ اس سے بڑھ کے شاندار ہے۔""" کلوزٹ کے سامنے کھڑی ہوتی وہ بڑبڑائی اور ہاتھ اس کی کلاتھ کلوزٹ پہ جمایا تو دونوں پٹ اچانک ہی کھلتے چلے گئے۔

اوپسسسس! "اس کے کپڑوں، ٹائیوں، بیلٹس، کف لنکس اور بہت ساری" دوسری چیزوں کا سٹاک دیکھ کے اس کی آنکھوں میں ستائشی رنگ بڑی سرعت سے لہرایا۔

افففف شہری! کتنی غلط بات ہے۔" کچھ ہی لمحوں بعد اسے یاد آیا کہ وہ کسی" کے کمرے میں کسی کو چیزوں کو چھیڑ رہی ہے تو وہ جلدی سے کلوزٹ بند کرتی ہوئی مڑنے لگی تھی جب اس کی نظر اچانک ٹھہر سی گئی۔

اس نے پلٹ کے کلوزٹ کو واپس کھولا اور ایک سائیڈ پہ لٹکتی شرٹ کی جانب ہاتھ بڑھایا تو اگلا لمحہ اس کے سر پہ کسی آسمان کی مانند ٹوٹ پڑا تھا۔

"شہری! تمہارا سرخ سٹالر کہاں ہے؟"

"یہ جوڑا کسی کے نکاح کے لیے سرپرائز گفٹ ہے۔"

"وہ تمہیں بے حد پسند کرتے ہیں۔"

"اپنی آنکھوں پہ اس قدر ظلم مت کیا کریں۔"

"پاگل ہو گئے تھے کیا تم جو انہیں یوں اکیلا چھوڑ دیا۔"

بہت سے جملے، بہت سی یادیں، بہت سے منظر ایک دم ہی اس پہ حملہ آور ہوئے تو اس کی آنکھیں جھلملا گئیں جبکہ ہاتھوں میں پکڑا ہوا گفٹ ان میں ہونے والی کپکپاہٹ کے زیرِ اثر چھوٹ کے نیچے جا گرا۔

"وہ تمہیں پسند کرتے ہیں۔"

"وہ تمہیں پسند کرتے ہیں۔"

ضرغام چاچو اور بڑے دادا کی بہت شدید لڑائی ہو رہی تھی شادی سے "پہلے۔"

لڑکھڑاتے ہوئے قدموں سے کمرے کی دہلیز پار کرتی وہ نجانے کتنی بار ڈگمگائی تھی لیکن اس میں اس کمرے میں رکنے یا پلٹ کے دیکھنے کی ہمت اس لمحے ہر گز نہیں تھی۔

ضرغام لالہ نے خود نگاہ سے شادی کے لیے کہا ہے۔"سیڑھیوں سے" اترتے ہوئے اس کے قدم بری طرح سے لڑکھڑائے تھے لیکن اس سے پہلے کہ وہ نیچے جا گرتی دو مضبوط ہاتھوں نے بہت سرعت سے اسے تھامتے ہوئے اسے سہارا دیا تو وہ اس وجود کا حصہ بنتی چلی گئی۔

اس اچانک افتاد پہ اس نے اپنی نم پلکیں اٹھائیں تو آنکھیں بھوری آنکھوں سے جا ٹکرائیں۔

وہ جس طرح تمہیں دیکھتے ہیں وہ انداز سب سے الگ ہے۔"ایک بار پھر" سے سماعت پہ حملہ ہوا تو اس نے فورا فاصلہ بڑھایا اور اپنے لڑکھڑاتے

قدموں کی پرواہ کیے وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتی اپنے پیچھے بلند ہوتی ملک ہاوس کے مکینوں کی آوازوں کو نظر انداز کرتی ہوئی صدر دروازے کو پار کر گئی۔

اور دوسری جانب سیڑھیوں کے وسط میں کھڑا ضرغام ملک یہ جان ہی نہ سکا کہ گزرے ہوئے چند لمحے شہرے ملک کے وجود اور اعتماد کے پرخچے کس بری طرح سے اڑا گئے تھے۔

مشکوک عادتوں سے مراجی نہ کر اُداس
جی بھر کے مجھ کو لوٹ مگر اعتبار سے

بازوؤں میں تکیہ لیے وہ بے سدھ پڑا بہت گہری نیند میں تھا جب اخ پٹخ کی آواز سے اس کی نیند میں خلل پڑا تھا۔

باووں میں تھاماہوا تکیہ کانوں پہ رکھتے ہوئے اس ناگوار شور سے جان چھڑانے کی کوشش کرنی چاہی جب شور مزید بلند ہوا تو چار وناچار تکیے کی دیوار آنکھوں کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے اس نے اپنی مخمور مگر نیند سے بوجھل ہوتی آنکھیں کھول کے سامنے دیکھنے کی کوشش کی تو کانوں میں ایک دفعہ پھر سے چھوٹے سے دھماکے کی آواز سنائی دی تو اس نے یونہی لیٹے لیٹے رخ بدل کے دیکھا تو اعصاب کو جیسے جھٹکا لگا تھا۔

کیونکہ سامنے ہی وہ اس کے سیاہ ٹراوزر کے ساتھ سیاہ ٹی شرٹ پہنے (کہ رخصتی کوئی باضابطہ طریقے سے تو ہوئی نہ تھی کہ اس کے کپڑے لینے کا وقت ملتا مگر وہ چونکہ یہاں آتا اور قیام کرتا تھا اس لیے اس کے دو چار کیجول ڈریسز الماری میں موجود تھے تو وہ انہیں ہی مجبوراً زیب تن کر چکی تھی) کندھوں پہ زرتاری آنچل پھیلائے ڈریسنگ پہ پڑی اس کی چند استعمال کی

چیزوں کو زمین بوس کرنے کے بعد اب ہیئر برش ڈریسنگ مرر پہ زور سے مارنے کے بعد شیشہ چکنا چور کیے خون آلود نگاہوں سے اسے گھور رہی تھی۔

جب سے میری شادی کی باتیں گھر میں شروع ہوئی ہیں تب سے اندازہ ہو" گیا تھا میری شادی کوئی نارمل شادی ہر گز نہ ہو گی لیکن مجھے یہ اندازہ ہر گز نہ تھا کہ میری شادی کے بعد پہلی صبح بھی نارمل طریقے سے نا ہو گی۔"اس کے سنجیدہ لہجے میں اسے طنز کی رمق تو نہ محسوس ہوئی تھی لیکن آنکھوں کی چمک اسے خائف ضرور کر گئی تھی۔

اس کے خوبصورت چہرے پہ پھیلے شرم وحیا کے رنگوں کے ساتھ گھلے ملے سے غصے کے رنگوں کا بغور جائزہ لیتا وہ قدرے اوپر کو ہوتا تکیہ بازووں میں جھکڑتے ہوئے بیڈ کراون سے ٹیک لگا گیا۔

اس اٹخ پٹخ کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"اس کے زرتاری آنچل کے نیچے " چھپے لمبے بالوں سے ٹپکتے پانی کے قطروں کو گہری نگاہوں سے دیکھتا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو اس انداز پہ وہ سلگ اٹھی۔

جو آپ کرنا چاہتے تھے وہ کر چکے ہیں اس لیے اب مجھے واپس چھوڑ کے " آئیں حویلی۔"بنا اس کے چہرے کی جانب تکتی وہ نم مگر تلخ سے انداز میں گویا ہوئی۔

کیا کرنا چاہتا تھا میں؟" دوسری جانب سے دکھائے گئے نا سمجھی کے اس تاثر" پہ اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا جبکہ لب جیسے سل سے گئے تھے۔

اور اگر اس سوال کا جواب یہاں پاس آ کے دیں گی تو شاید مجھے زیادہ اچھے" سے سمجھ آ جائے کیونکہ میں جاگتے ہی آپ کو بانہوں میں لے کے خود کو جگانا چاہتا تھا اس لیے میرا دماغ اپنی نیند میں ہے اسے نزدیک آ کے جگائیں اور اپنی بات کے معنی سمجھا جائیں۔" نجانے وہ واقعی یونہی تفصیلاً بات کیا کرتا تھا یا یہ سہولت صرف اسے ہی دی گئی تھی لیکن یہ اور بات تھی کہ اس سہولت سے اس کی سانسیں ضرور منتشر ہو جایا کرتی تھیں۔

آ بگینے!" اس کی باتوں کے جواب میں جب وہ کچھ نہ بولی تو اس نے گہرے" لہجے میں اسے پکارا تو وہ چونکی۔

مجھے واپس میری حویلی چھوڑ کے آئیں۔"اس نے الفاظ مجتمع کرتے ہوئے" اپنی بات دوبارہ دہرائی تو اس کی کشادہ پیشانی پہ بے شمار بل نمودار ہوئے۔

معذرت خواہ ہوں،ایسا حوصلہ نہیں رکھتا میں۔"چبھتے ہوئے لہجے میں بولتا" وہ واپس لیٹتا تکیے میں منہ گھسیڑ چکا تھا۔

اس کے اس انداز پہ اس کو جیسے آگ سی لگ گئی اور وہ جلتی بھنتی بنا انجام کی پرواہ کیے اس کی جانب بڑھی۔

میری زندگی میں اتنا بڑا طوفان کھڑا کر کے اتنے سکون سے کیسے سو سکتے ہو" تم؟میری یہ سوچ کہ نیندیں اڑ چکی ہیں کہ آنے والے لمحے میں نجانے کیا ہو جائے گا مگر تم ی۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس کے کندھے کو بدلحاظی سے جھنجھوڑتی ہوئی وہ بری طرح سے چیخی جب اس نے رخ موڑے بنا ہاتھ پیچھے کو کرتے

ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کے کھینچا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کے بے حد نزدیک بیڈ پہ گر سی گئی۔

"آپ کی نیندیں کسی دوسرے کے بارے میں سوچتے ہوئے نہیں اڑنی چاہیے بلکہ آپ کی نیندیں اڑانے کے لیے میرا نام کافی ہے۔" خوبصورت لب و لہجے میں جذب سے بولتا وہ اس کے ہونق چہرے پہ انگشت شہادت پھیرتا ٹھہری دھڑکنوں کو پاگل کر گیا۔

"اچھی لگ رہی ہیں یوں میرے رنگ میں رنگی ہوئی پوری مسز رہبان گردیزی لگ رہی ہیں۔" چہرے سے سرکتا ہوا ہاتھ جب گردن پہ اس کی گول گلے والی شرٹ پہ پہنچا تو وہ اس کی تھوڑی پہ لب رکھتے ہوئے بولا تو وہ بوکھلا گئی۔

چ۔۔۔"اس نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پرے ہٹانا" چاہا جب اس نے اس کا وہی تھامتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا باکس اٹھایا اور اسے یونہی اپنی گرفت میں رکھے وہ باکس کھولنے لگا۔

اتنا ہی کرو جتنا کہ واپس خود پہ بیتنے پر برداشت کر سکو،اس عاشقی کی پٹی ہٹا" کے ارد گرد کی خبر لو خدا کے لیے کیونکہ مجھے لے کے آئے تمہیں چوبیس گھنٹے ہو چکے ہیں اور پیر حویلی کے افراد اپنا بدلہ لینا میں چوبیس گھنٹوں سے زیادہ وقت نہیں لگاتے۔"اس سے پہلے کہ وہ باکس سے کچھ نکالتا وہ اس کی ڈھیلی گرفت کا فائدہ اٹھاتی اسے پوری قوت سے پرے کو دھکیل کے بیڈ سے اٹھی اور سلگتے ہوئے لہجے میں کہتی بھاگنے کے سے انداز میں چلتی واشروم میں گھس گئی۔

جبکہ اپنے ہاتھ میں اس کے لیے گفٹ لے کے بیٹھا رہا ان اس کی حرکت و الفاظ پہ مارے ضبط کے زور سے مٹھیاں بھینچ کے رہ گیا۔

پتہ نہیں کیا آپ نے رہبان اور آبگینے کا؟" سائرہ بیگم نے حماد گردیزی کو" چائے کا کپ تھماتے ہوئے افسردگی سے استفسار کیا۔

وہ شہر سے باہر کہیں گئے ہیں، پریشان نہیں ہوں آجائیں گے۔" انہوں نے" رسانیت سے کہتے ہوئے بیوی کو تسلی دینی چاہی۔

بی جان بہت پریشان ہیں، ان کی طبیعت سٹیبل نہیں ہو رہی۔" انہوں نے" انہیں مزید بتایا تو ان کے چہرے پہ ہلکی سی جھنجھلاہٹ نمودار ہو گئی۔

انہیں سمجھائیں آپ سب لوگ،ایسے پریشان ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے" اس نے کوئی گناہ نہیں کیا بلکہ ایک فرسودہ رسم کو جڑ سے اکھاڑا ہے۔"ان کے سنجیدہ لہجے پہ بھی سائرہ بیگم کے چہرے پہ چھایا تفکر کم نہ ہوا۔

آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن وہ پیر حویلی کے ری ایکشن سے خوفزدہ ہیں" کیونکہ وہ کہہ رہی تھیں کہ وہ لوگ اپنی اس بے عزتی کو کبھی نہیں بھولیں گے۔"انہوں نے اب کہ ساس اور اپنا ملا جھلا خوف ان کے سامنے پیش کیا تو ان کے باوقار چہرے کی گھمبیرتا بڑھ گئی۔

آپ لوگ پریشان نہیں ہوں بس کچھ دن گھر سے باہر نکلنے میں احتیاط" کریں باقی اللہ محافظ ہے۔"انہوں نے تسلی دیتے ہوئے بدد صاحب کا نمبر ملانا شروع کیا تاکہ کچھ دن عقیدت اور بچوں کے باہر نکلنے سے متعلق انہیں ہدایات دے سکیں۔

چہرے پہ چھائے اس خوف کو ختم کریں بیگم، ایس پی کی ماں ہیں"
آپ۔ جائیں بچیوں کو بلا کے لائیں اور سب کو فریش کریں۔" انہیں ریلیکس
کرنے کے لیے وہ ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوئے تو وہ جھینپتے ہوئے سب کو
بلانے چل دیں جبکہ انہوں نے اشارے سے وہاں آتی مائرہ گردیزی کو ایک
نمبر ملانے کو کہا اور خود تیزی سے کچھ سوچتے ہوئے باہر کی جانب بڑھے۔

وہ آہستگی سے متوازن چال چلتی ہوئی کچن کی جانب بڑھ رہی تھی جب مدہم
سی نسوانی آوازیں اس کے کانوں میں پڑیں تو وہ لاشعوری طور پہ ٹھٹھک سی
گئی۔

یہ ٹرے جلدی سے تیار کرواور باقی سب افراد کے ڈائینگ روم میں آنے" تک 'بڑی بیگم صاحبہ' کے کمرے تک پہنچا آو۔"ایک ملازمہ قدرے گھبرائے ہوئے انداز میں بولتی خود بھی تیزی سے ہاتھ چلانے لگی۔

اُن کو یہ ناشتہ یا کھانا دے کے آنے کا کیا فائدہ ہے بھلا جب وہ خود اپنے" ہاتھوں سے اچھے سے کچھ کھا نہیں سکتیں اور ہمیں اجازت نہیں ہے ان کی مدد کرنے کی۔"دوسری ملازمہ دلگرفتگی سے کہتی ٹرے میں ناشتہ سجانے لگی۔

اس مجبوری اور ذلت کی زندگی جینے سے بہتر ہے وہ مر جائیں تاکہ اس" اذیت سے تو جان چھوٹ جائے ان کی۔"وہ مزید بولی تو اب کی بار اس کے دل کو جیسے پتنگے سے لگ گئے۔

"کیا یہ 'وہی' ہیں؟"

اس نے بے اختیار سوچا اور پھر سرعت کے ساتھ کچن سے دور ہٹ کے دیوار کی اوڑ ہو گئی۔

کچھ ہی ثانیوں کے بعد ملازمہ ناشتے کی ٹرے لیے کچن سے نکلی اور بڑے محتاط لیکن تیز تیز قدم اٹھاتی ایک جانب بڑھ گئی۔

ایک چور نگاہ ارد گرد ڈال کے وہ آگے بڑھی اور اسی جانب چلنے لگی جس طرف ملازمہ گئی تھی۔

"آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟" اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کر کے جب ملازمہ حیرانگی سے پلٹی تو اس کے سوال پہ وہ بنا گھبرائے بولی۔

شازمین میڈم سے اجازت مل چکی ہے مجھے، میں گھر کا راونڈ لگا رہی ہوں"
تاکہ ذوالنورین کو باہر لا کے اس کی آسانی والی جگہوں پہ اسے لے جا سکوں۔"
اس نے لفظوں کو ترتیب دیتے ہوئے الٹی سیدھی سی توجیہہ پیش کی اور
چہرے پہ لاپرواہی کا عنصر سجائے آگے بڑھ گئی۔

جبکہ اس کی توجیہہ پہ ملازمہ نے کندھے اچکا دیے کہ جب شازمین میر
اجازت دے چکی تھی تو وہ لوگ سوال وجواب کرنے والی کون ہوتی ہیں؟
ملازمہ کے سامنے سے ہٹتے ہوئے اس نے پیچھے کو پھنسائی چوڑیوں کو کلائیوں
تک لایا اور اپنے ہاتھوں کو نامحسوس انداز میں حرکت دی تو فضا پل بھر کے
لیے چوڑیوں کی کھنکھناہٹ سے گونج اٹھی۔

ان کی آواز اچھی ہے۔"ایک گھمبیر سرگوشی پیلس کے اس قدرے ویران"
کوریڈور میں گونجی اور ساتھ ہی اسے چند قدم دور موجود کمرے میں ٹھاہ کی
آواز سنائی دی تو اس کے واپسی کو پلٹتے ہوئے قدم یکلخت تھم گئے۔

"کیا' وہ' یہاں ہیں؟"

"اور کیا وہ واقعی' وہی' ہیں؟"

حسبِ معمول بیک وقت بہت سے سوالات نے دماغ پہ دستک دی تو وہ الجھ سی گئی۔

اور اسی الجھن کا حل تلاشتی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی واپس 'ذوالنورین میر' کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

تم مجھے یہ بتاو کہ ایسا سڑا ہوا منہ ہی بنا کے رکھنا تھا تو ٹرپ پہ آنے کی" ضرورت کیا تھی؟" تہمینہ اور حمنہ جو اس کے اترے ہوئے چہرے اور وحشت زدہ سی خاموشی سے پریشان تھی، ایک دم سے پھٹ پڑیں جبکہ حمنہ

کی بات پہ اس نے خالی خالی نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر ایک دم سے پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی۔

کیا ہوا شہرے؟"اس کے اس طرح رونے پہ وہ بری طرح سے گھبرائی" تھیں، ایک گھنٹہ قبل ہی وہ سوات کے اس خوبصورت ہوٹل میں اپنے کالج فیلوز اور ٹیچرز کے ساتھ پہنچی تھیں اور دورانِ سفر اور اب بھی اس کی خاموشی پہ جوان کے استفسار پہ اس کا ردِ عمل سامنے آیا تھا وہ انہیں پریشان کر گیا۔

اتن۔۔اتنا بڑا دھوکہ دیا ہے انہوں نے مجھے۔"وہ ہچکیوں کے درمیان" کانپتے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی تو وہ دونوں مزید الجھیں۔

کس کی بات کر رہی ہو اور کیسا دھوکہ ؟" مینا نے الجھے ہوئے لہجے میں "
استفسار کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ انہیں کوئی جواب دے پاتی، انہیں ڈنر کے
لیے نیچے بلا لیا گیا تھا۔

اٹھو جلدی سے منہ ہاتھ دھو کے فریش ہو، جو بھی بات ہے ریلیکس ہو کے "
ہمیں کمرے میں آ کے بتانا لیکن اس سے پہلے خبردار جو تم مزید پریشان
ہوئیں۔ جس نے تمہیں دھوکہ دیا ہے یا پریشان کیا ہے اس سے نپٹنا ہمارا کام
ہے لیکن تم پریشان نہیں ہو۔" محبت بھرے لہجے میں کہتے ہوئے مینا نے اس
کے چہرے پہ بکھرے آنسو اپنی ہتھیلی سے پونچھے اور اسے زبردستی کھڑا کر
کے واشروم کی جانب دھکیل دیا۔

وہ اس وقت اپنی ایک بزنس میٹنگ کے سلسلے میں مری جا رہا تھا جب اس کا پرسنل موبائل رنگ ہوا۔

سٹیرنگ پہ گرفت قائم رکھے اس نے ڈیش بورڈ سے موبائل اٹھا کے نمبر دیکھا تو ایک ہلکی سی مسکان ہونٹوں پہ پھیل گئی۔

"السلام علیکم! ضرغام ملک اسپیکنگ۔" اس نے اپنے مخصوص انداز میں سلامتی بھیجی تو دوسری جانب موجود نگاہ کھل کے مسکرا دی۔

"وعلیکم السلام! مسز ضرغام ملک از ہیئر۔" حسبِ معمول اس نے کھنکھتے ہوئے لہجے میں جواب دیا تو اس کے گھنی مونچھوں تلے خوبصورت لبوں پہ بکھری مدھم سی مسکان مزید گہری ہوئی تھی۔

کل کوئی مجھے کہہ رہا تھا کہ اس کا مجھ سے اگلے تین دن مکمل پردہ ہو گا۔""
گاڑی کی سپیڈ نارمل کرتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔

بات کرنے کا پردہ ہر گز نہیں کہا تھا۔"دوسری جانب وہ احتجاجی انداز میں"
گویا ہوئی تو اس کا مدہم سا قہقہہ گاڑی کی فضا میں گونجتا نگاہ کو گہرے سکون
میں مبتلا کر گیا تھا۔
ایسا بہت کم ہوتا تھا جو وہ یوں اسے خوش اور پر سکون دیکھتی ہو اس لیے اس
کے لیے وہ لمحے امر ہوتے تھے جب وہ مسکرایا کرتا تھا۔

ویسے بھی میں نے اس لیے آپ کو یاد کیا تھا کہ بتا سکوں کہ میں نے آپ کا"
گفٹ آپ کے کمرے تک بھجوا دیا ہے۔"اس کی ہنسی کو سماعتوں میں جذب
کرتی وہ پیار سے بولی۔

بہت شکریہ لیکن میں پچھلے دو دن سے اپنے کمرے میں نہیں گیا اس لیے" آپ کے گفٹ کے متعلق بے خبر ہوں۔ابھی میٹنگ کے لیے جارہا ہوں واپسی پہ دیکھوں گا۔" وہ جو مصروفیت کے سلسلے میں واقعی دو دن سے کمرے میں نا جا سکا تھا وہ یہ نا جان سکا کہ دو دن پہلے وہاں جانے والی شہرے کا گفٹ کھلی کلوزٹ کے نزدیک تاحال بے دردی سے نیچے فرش پہ گرا ہوا تھا۔

نگاہ سے سات آٹھ منٹ کی گفتگو کرنے کے بعد جب اس نے کال بند کی تو ایک انجان نمبر سے چھ مسڈ کالز دیکھ کے اس کا ماتھا ٹھنکا۔
لیکن اس سے پہلے کہ وہ کال بیک کرتا ایک دفعہ پھر سے وہی نمبر سکرین پہ جگمگایا۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے کال پک کی مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی خیر مقدمی کلمات کہتا دوسری جانب سے سنائی دیتی متکبر آواز اسے ششدر کر گئی۔

دوسروں کے گھروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے قبل اپنے گھر کے" گرداونچی فصیلیں قائم کر لیتے تو آج یوں عزت دو کوڑی نہ ہو رہی ہوتی۔" متکبر لہجے میں کہے گئے گھٹیا ترین الفاظ پہ اس کا فشارِ خون یکلخت بلند ہوا تھا جبکہ بھوری آنکھیں مارے غضب کے سرخ ہو گئیں۔

کیا بکواس کر رہے ہو؟" وہ زخمی شیر کی مانند یوں غرایا گویا مخاطب کو فون" سے ہی دبوچ کے عالمِ بالا تک پہنچا دے گا۔

اس کے اشتعال پہ دوسری جانب سے مکروہ ہنسی ہنستے ہوئے فوراً کال کاٹ دی گئی تھی۔

اس نے فوراً موبائل کان سے ہٹا کے ایک نمبر ملانا چاہا جب اس کے پرسنل ملازم کی کال آئی تھی۔

سر! میں س۔۔۔وات ہوٹل سے ب۔۔۔ول رہا ہوں۔یہاں"
ش۔۔شہرے بی بی کو کچھ دیر پہلے ک۔۔کچھ آدمی اٹ۔۔۔الے لے گئے۔"درد سے چور آواز میں کہے گئے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ضرغام ملک کی سانسیں کھینچ گئے۔

اس نے ایک دم سے گاڑی کو بریک لگائی تو اس اچانک جھٹکے پہ اس کا سر پوری قوت کے ساتھ ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تو زخمی ہوا تھا مگر وہ اس لمحے اس تکلیف کو محسوس کرنے سے قاصر تھا کیونکہ کچھ دیر قبل کہے الفاظ اسے جیتے جی مار گئے تھے۔

س۔۔۔سر! ش۔۔شہرے ب۔۔۔۔۔۔"دوسری جانب سے اچانک" رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔

"آپ کے ہاتھ پہ موجود تِل مجھے بہت پسند ہیں۔"

کھنکتا ہوا لہجہ سماعتوں میں گونجا تو اس نے سانس لینے کی کوشش کی مگر اسے احساس ہوا کہ اس پل اس کے لیے سانس لینا کس قدر بھاری پڑ رہا تھا۔

مگر

اس کا خیال آنے پہ اس نے بمشکل اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتے ہوئے گاڑی کو سٹارٹ کرنے کی کوشش کی۔

اسی لمحے اس کا موبائل ایک دفعہ پھر سے بج اٹھا۔

اطلاع تو مل چکی ہو گی تمہیں لیکن افسوس تمہارے پہنچنے تک بہت دیر ہو جائے گی۔" کال پک کرنے پہ وہی مکروہ آواز اسے سنائی تو جامد ہوئے وجود میں ایک سے فشارِ خون بلند ہوا تھا جبکہ ماتھے کی رگیں پھول گئیں۔

ایک جھٹکے سے گاڑی سٹارٹ کرتے ہوئے اس نے فل سپیڈ پہ اسے چھوڑ کے تیزی سے موبائل پہ انگوٹھا پریس کرتے ہوئے ایک نمبر ملایا تھا۔

تمہیں ایک گڈ نیوز دوں؟"ادھ کھلا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے" وہ تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی لیکن سامنے نگاہ پڑتے ہی وہ ٹھٹھک سی گئی۔

کرسی کے پاس رکھی وہیل چیئر پہ بیٹھا وہ قدرے نیچے کو جھکا ہوا پیروں کے پاس گری کتاب اٹھا رہا تھا۔

یہ کیا کر رہے ہو تم؟"اس کے چہرے پہ تکلیف دہ تاثرات دیکھ کے وہ" ہوش میں آتی اس کی جانب لپکی اور نیچے گری کتاب سرعت سے اٹھا کے اسے تھمائی۔

تم خود کو تکلیف کیوں پہنچاتے ہو؟"اس کے سوال پہ اس نے لمحہ بھر کے" لیے اپنی نظریں اس کے دلکش چہرے پہ ڈالتے ہوئے واپس موڑ کے اس کی کلائیوں میں موجود چوڑیوں پہ ٹکا لیں۔

آپ کسی گڈ نیوز کی بات کر رہی تھیں مس ابراہیم؟"اس کے سوال کو" کمال خوبصورتی سے نظر انداز کیے وہ سپاٹ لہجے میں بولا تو وہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔

میں تمہاری ماما تک پہنچ گئی ہوں لیکن ان کے کمرے میں جانے سے قبل" تمہیں مجھے ان کی تصویر دکھانا ہو گی اور۔۔۔۔۔۔"اس کے مدہم لہجے میں کیے گئے انکشاف پہ اس نے پہلی دفعہ اس کے چہرے کے متغیر ہوتے تاثرات دیکھے تھے لیکن اس کے رکنے پہ وہ انہی تاثرات سمیت اس کی جانب متوجہ ہوا تو وہ حلق تر کرتی مزید بولی۔

اور تمہیں مجھے یہ بتانا پڑے گا کہ وہ تمہاری ماں ہو کے تم سے دور کیوں ہیں"
اور وہ تمہاری اس حالت کے باوجود تم سے ملنے کیوں نہیں آتیں؟" دھک
دھک کرتے دل کے ساتھ اس نے بات مکمل کرتے ہوئے اس کی جانب
دیکھا تو اس کے چہرے پہ چھائے تاثرات دیکھ کے اس کا نازک سا دل دھک
سے رہ گیا۔

Zubi Novels Zone

اس کے چہرے پہ اس وقت اس قدر شدید وحشت و برودت چھائی ہوئی تھی
کہ وہ بے ساختہ اک قدم پیچھے ہٹی۔
اگلے ہی لمحے اس کے ہونٹوں سے بڑی واشگاف سی چیخ نکلی۔

اپنے ہاتھ میں پکڑی کتاب کو زور سے سائیڈ ٹیبل پہ مارتا وہ وہاں پڑی تمام چیزیں نیچے گراتا ایک بے ہنگم سا شور برپا کر گیا۔

"ہاؤ ڈیئر یو؟ یہ پوچھنے کی ہمت کیسے کی؟" وہ بول نہیں رہا تھا بلکہ چیخ رہا تھا اور اس کے لفظ لفظ پہ سامنے کھڑی زحلے کے دل کی دھڑکن مدغم ہوتی جا رہی تھی۔

"کھڑکی کے مضبوط شیشے پہ زور سے ہاتھ مارتے ہوئے وہ ایک دفعہ پھر سے چیخا تو اب کی بار وہ اس قدر اشتعال برداشت نہ کر سکی اور حواس کھوتی ہوئی بہت بری طرح سے زمین بوس ہوئی۔ جو سامنے ہے وہی سچ ہ۔۔۔۔۔۔۔۔

آ۔۔۔یہ کیا ہے؟ڈیم اٹ۔۔۔۔"وہ جو غیض و غضب کا شکار ہوتا اس پل" اس ایک بات فراموش کیے اسی غضب میں بہہ نکلا تھا اس کے یوں دھڑام سے گرنے پہ اس کے چہرے پہ چھائے مشتعل رنگوں میں جھنجھلاہٹ کے رنگ نمودار ہوئے۔

اس نے ہلکا سا وہیل چیئر کو حرکت دیتے ہوئے اس کی جانب رخ کیا تو خوبصورت چہرے کی گھمبیرتا میں کئی گنا اضافہ ہوا۔

شٹ۔۔۔۔!!"دبیز قالین پہ گرتے ہی وہاں سائیڈ ٹیبل سے گر کے" چکنا چور پڑے لیمپ کا شیشہ اس کے بازو اور بائیں رخسار کو بری طرح سے زخمی کرتا ہوا قالین کو سرخ خون سے رنگتا چلا گیا۔

اس کی گاڑی بہت تیزی سے ان خطرناک سڑکوں پہ چلتی ہوئی اک نامعلوم سی منزل کی جانب بڑھ رہی تھی جبکہ اسٹیرنگ کو جھکڑے ہاتھوں کی نمایاں ہوتی رگیں اس کے اندرونی خلفشار کو بیان کر رہی تھیں۔

اسی لمحے گاڑی کی خاموش فضا میں موبائل رنگ ٹیون بجی تو اس نے فوراً کال آن کرتے ہوئے موبائل سپیکر پہ کیا۔

پتہ چلا کچھ ؟" بنا سوال و جواب میں وقت ضائع کیے وہ چھوٹتے ہی بولا تھا۔"
اس کے انگ انگ میں اس وقت بے چینی، تفکر اور اشتعال بھرا ہوا تھا۔

نہیں لیکن تم ف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"دوسری جانب سے اس کی کیفیت کا" اندازہ کرتے ہوئے وہ تسلی آمیز لہجے میں گویا ہوا تو اس نے بھڑکتے ہوئے اس کے الفاظ قطع کیے۔

لعنت ہے تم پہ اور تمہاری ٹیم پہ، آدھا گھنٹہ ہو چکا ہے اور اس کے باوجود تم" مجھے صرف لفظوں سے بہلانے کی کوشش کر رہے ہو۔" وہ زور سے ایک ہاتھ اسٹیرنگ پہ مارتا بلند آواز میں دھاڑا تو دوسری جانب اس کی یہ بے عزتی بمشکل ضبط کی گئی تھی۔

ضرغام صبر رکھوم۔۔۔۔۔۔"بات عزت تک پہنچ چکی تھی اور وہ یہ جانتا" تھا کہ اس وقت اس پہ کیا بیت رہی ہو گی اس لیے لہجہ اب بھی نارمل رکھے وہ بولا تھا لیکن اس نے فوراً اس کی بات کاٹی۔

یہاں جان پہ بن آئی ہے تم صبر کی تلقین کر رہے ہو۔"اس کے بلند لہجے" میں چھپی اذیت پہ دوسری جانب اس نے افسوس سے لب بھینچے۔

میں تمہیں پانچ منٹ میں لوکیشن سینڈ کرتا ہوں۔"سنجیدگی سے کہتے" ہوئے اس نے کال بند کی.

جبکہ وہ ایکسلیٹر پہ پاوں دباتا گاڑی کی سپیڈ مزید بڑھاتے ہوئے سوات کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اپنے نم بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے وہ کمرے سے باہر نکلا تو نگاہ سیدھی چھوٹے سے لاونج میں پڑے صوفے پہ دونوں پیر اوپر رکھ کے بیٹھی آبگینے پہ پڑی۔

وہ ابھی تک اسی کے ٹراوزر شرٹ میں ملبوس اپنے برائیڈل ڈریس کا دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھے جو اس کے سر سے ڈھلکا ہوا اس وقت فقط اس کے کندھوں پہ ٹکا ہوا تھا۔

لنچ میں کیا لیں گی؟"مضبوط قدم اٹھاتا وہ اس کی جانب بڑھا اور اس کے بے" حد نزدیک جا کے کھڑا ہوا تو اس کی مسحور کن خوشبو نے اسے چاروں طرف سے گھیرا تھا۔

اس کے ڈھلکے ہوئے آنچل سے جھلکتے خوبصورت بالوں کو دیکھتے ہوئے اس نے نرمی سے استفسار کیا کہ صبح کی منہ ماری کے بعد دونوں نے ہی ناشتہ نہ کیا تھا جبکہ اس کی پھیلی خوشبو کو ناگواری سے سانسوں میں اتارتی آبگینے لمحے کی دیری کیے فوراً پھنکاری تھی۔

زہر۔"اس کے یک لفظی جواب پہ وہ پہلے الجھا اور پھر یکلخت مسکرا دیا۔"

اونہوں! اب شادی اور رخصتی نارمل انداز میں نہیں ہوئی تو اس کا یہ" مطلب تو نہیں کہ میں اب ہر کام ہی دنیا سے نرالا کرنے لگوں۔ آپ کا اس گھر میں بلکہ میرے ساتھ پہلا لنچ ہے اور چونکہ آپ کے ہاتھوں کی مہندی نہیں اتری اس لیے میں پہلے ہی دن لنچ میں اپنی مسز کو اُس کی 'فرمائش' پہ زہر نہیں دے سکتا لیکن۔۔۔۔۔۔" متبسم لہجے میں بڑے دلفریب رنگ لیے وہ بولتے بولتے ایک دم سے رکا تو اپنے گھٹنوں پہ سر رکھے اسے سنتی آبگینے اس کے رکنے پہ لاشعوری طور پہ چوکنی سی ہو گئی۔

لیکن آپ کی یہ 'فرمائش' میں کچھ دنوں تک پوری کر سکتا ہوں تاکہ کچھ تو" میری زندگی میں بھی نارمل ہوتا نظر آئے کہ بیوی کے مظالم سے اکتائے شوہر نے اسے زہر دے دیا۔" اس کی آواز جس قدر دلکش و سحر انگیز تھی، اس کے الفاظ اسی قدر ہی آگ لگانے والے تھے تبھی اسی مکمل

نظر انداز کرنے کا عہد کیے بیٹھی آبگینے نے اپنے گھٹنوں سے سر اٹھاتے ہوئے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

جس قدر فضول تمہارے کام ہیں اس سے بھی زیادہ فضول تم بولتے ہو۔""" وہ بلند لہجے میں چیخی تھی۔

میرا بولنا ہی برداشت کریں آنسہ آبگینے رہبان کیونکہ جس قدر دلنشین" آپ مجھے اپنے کپڑوں میں یوں بیٹھی ہوئی لگ رہی ہیں نا میری کوئی اور حرکت آپ برداشت نہیں کر سکیں گی۔" سنجیدہ لہجے میں کہے گئے ذو معنی الفاظ اور چمکتی آنکھوں کے ساتھ وہ اسے پل میں گڑبڑانے پہ مجبور کر گیا۔ بے ساختہ اس کا ہاتھ اپنے دوپٹے کی طرف گیا جسے اس نے فورا سنبھالتے ہوئے خود کو اس میں لپیٹا اور سر واپس گھٹنوں پہ ٹکا دیا۔

یہ تواب آ۔۔۔۔۔"اس کی حرکت کو آنکھوں میں پر تپش سی لپک لیے" وہ بول رہا تھا جب اس کی جینز میں رکھا اس کا موبائل گنگنا اٹھا۔

جینز سے موبائل نکال کے اس نے سکرین کی طرف دیکھا تو نمبر دیکھ کے اس کے لب ہلکا سا مسکرائے۔اس نے فوراً کال پک کر کے موبائل کان سے لگایا۔

السل۔۔۔۔"شگفتہ انداز میں خیر سگالی کلمات کہنے چاہے جب دوسری" جانب وہ چھوٹتے ہی بولا۔

شہرے کڈنیپ ہو گئی ہیں۔"اس کے کیے گئے دھماکے کے زیرِاثر وہ چند" لمحے کچھ بول نہ سکا تھا۔

کس نے کیا اور کب ہوا؟ تم کدھر ہو؟" سنبھلتے ہی اس نے یکے بعد دیگرے سوالات جھاڑے۔

"تمہارے سسرال والوں کا کارنامہ ہے، سوات ہے وہ اس وقت اور میں مری ہوں۔" دوسری جانب وہ جانے کیسے ضبط سے بولا تو اس کے پہلے الفاظ پہ رہبان نے بے ساختہ سامنے بیٹھی آبگینے کو دیکھا اور پھر بہت ہی نامحسوس انداز میں اس سے چند قدم دور ہٹتا ہوا بولا۔

"انہوں نے شہرے کو کڈنیپ کیوں کیا؟" اس کے سنجیدہ لہجے میں اس وقت متفکر سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔

"یہ سوالات وجوابات کا وقت نہیں ہے، مجھے اُن کی لوکیشن چاہیے ابھی۔""
دوسری جانب جیسے وہ ضبط کھو کے چلایا تو وہ گہری سانس لے کے رہ گیا۔

انہیں میرے خاندان کی کسی عورت کو ٹارگٹ کرنا تھا اور ان دنوں شہرے" کی ملک ہاوس میں آمد اور وہاں قیام کی وجہ سے وہ اس خطرے میں پڑ چکی ہیں لیکن اگر انہوں نے کوئی بھی سنگین قدم اٹھایا تو میں ان کے خاندان کی نسلیں تباہ کر دوں گا۔" وہ غضبناکی سے کہتا کال بند کر گیا جبکہ اس صورتحال پہ خود بھی تفکر و غصے کا شکار ہوتا وہ واپس لاونج کی جانب بڑھا۔

کچن میں ہر شے موجود ہے، مجھے ابھی کہیں جانا ہے آپ کھانا ضرور کھا لیجیے" گا اور ہاں۔۔۔۔"اس کے پاس ٹھہرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا لیکن وہ ہنوز گھٹنوں پہ سر نیہوڑے اسے نظر انداز کیے ہوئے تھی۔

خود کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی مت کیجیے گا ورنہ اس کا خمیازہ آپ" کے پیارے بھگت سکتے ہیں۔"اس کی جانب ہلکا سا جھکتے ہوئے وہ اسی سنجیدگی

سے گویا ہوا اور پھر اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھتے ہوئے اس نے آہستگی سے لب اس کے سر پہ رکھے اور پھر بنا رکے تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے باہر نکل گیا۔

جبکہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی آبگینے کے آنسو اس کی آغوش میں مدغم ہوتے چلے گئے۔

دروازہ کھولو خدا کیلیے ! پلیز دروازہ کھولو۔" دونوں ہاتھوں سے دروازہ" کھٹکھٹاتی وہ اونچی آواز میں مدد کے لیے پکارتی ہوئی ساتھ ساتھ رو رہی تھی۔ وہ کھانے کے لیے ہوٹل کے ڈائینگ ایریے میں حمنہ اور تہمینہ کے ساتھ آئی تھی اور پھر کھانا کھانے کے بعد جب سب واک کے لیے نکلے تو چند لمحوں کے لیے جب وہ اپنی سوچوں کے باعث ان سے دور ہوئی تو نجانے کہاں سے دو آدمی اس کے نزدیک آئے اور اسے ہوش و حواس سے بیگانہ کر گئے تھے۔

ہوش آنے پہ اس نے خود ایک کمرے میں پایا جس کا بند دروازہ اس پہ یہ ہولناک انکشاف کر گیا تھا کہ اسے اغوا کیا جا چکا ہے اور یہ ادراک ہوتے ہی وہ روتی ہوئی اتنا دروازہ کھٹکھٹا چکی تھی کہ اس کے ہاتھ زخمی ہو چکے تھے لیکن دروازے کے پار بیٹھے نفوس نجانے بہرے تھے یا بے حس ہو چکے تھے جو اس کی چیخ و پکار پہ بھی کسی مدد کے لیے نہ آئے تھے۔

"ڈیڈ!

بڑے بابا!

ماما!

"چاچو

وہ باری باری سب کو پکارنے لگی لیکن اس وقت اس سے بہت دور اس کے اپنے اس کی پکار سننے سے قاصر تھے۔

اسے دروازہ پیٹتے اور روتے ہوئے نجانے کتنی دیر بیت گئی کہ دروازہ ایک کھٹکے کی آواز سے کھلا تو اس نے سر ایک جھٹکے سے اٹھایا۔

کک۔۔۔کون ہو تم؟" قطعی اجنبی شخص کو دیکھ کہ وہ بری طرح خوفزدہ" ہوئی تھی۔

یہ جاننا تمہارے لیے ضروری نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے یہ جاننا ضروری" ہے کہ تم یہاں کیوں لائی گئی ہو؟" سرتاپا گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے سفیر سائیں نے خشونت بھرے لہجے میں کہا تو وہ خود میں سمٹتی ہوئی لرزتے ہوئے لہجے میں بولی۔

ک۔کیوں لے کے آئے ہو؟"اس نے بری طرح سے روتے ہوئے" سوال کیا۔

"اس لیے کہ تم ضرغام ملک کو ابھی کہ ابھی فون کرو اور اسے کہو کہ ہماری بچی لے کے آئے اور تمہیں واپس لے جائے۔اگر وہ یا تم ایسا نہیں کرتے تو مجبوراً ہمیں تمہاری جان و عزت کی قربانی دینی پڑے گی۔"متکبر لہجے میں کہے گئے ان الفاظ پہ اس کا ذہن گھوم کے رہ گیا جبکہ دل کو گہرا دھچکا لگا۔

"ضرغام چاچو۔۔ان کی لڑکی۔۔۔۔۔"

لیکن وہ تو نگاہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس کے انتشار کا شکار دماغ میں اس وقت" بہت سے سوالوں سے یکلخت ہی اودھم مچایا تھا۔

نن۔۔ نہیں، مجھے گھر جانا ہے اپنے۔" وہ بمشکل ان سوالوں سے جان"
چھڑواتی ہوئی ہچکیوں کے ساتھ بولی تو سامنے کھڑے سفیر سائیں نے طیش
میں مبتلا ہوتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ اس کے رخسار پہ رسید کیا تو وہ لہراتی
ہوئی نیچے جا گری۔

تمہیں گھر جانے کی پڑی ہے جبکہ وہ ذلیل انسان دن دیہاڑے اپنے اس"
کمینے دوست کے ساتھ اپنی عزت مٹی تلے روند کے ہماری بچی کو اٹھا کے لے
گیا۔" بلند آواز میں گرجتے ہوئے وہ ایک دفعہ پھر سے اس کی جانب لپکے ہی
تھے کہ اس کمرے سے چند قدم دور گھر کا داخلی دروازہ اتنی شدت سے
لرزنے لگا کہ اس کی آواز پہ شہرے نے بے ساختہ سسکتے ہوئے دونوں ہاتھ
کانوں پہ رکھے۔

سفیر سائیں اور کمرے کے باہر کھڑے ان کے دونوں آدمی حیرت سے دروازہ دیکھنے لگی جسے باہر سے زوردار ضربیں لگاتے ہوئے گویا توڑنے کی بھرپور کوشش کی جارہی تھی۔

صورتحال کی سنگینی کا اندازہ لگاتے ہی سفیر سائیں نے شہرے کی جانب بڑھنا چاہا جب لکڑی کا بنا دروازہ ایک دھماکے کے ساتھ ٹوٹتا ہوا اس تنگ سے صحن میں بلند آواز کے گرتا ان کے بڑھتے قدموں کو روک گیا۔

اور اس سے پہلے کہ وہاں موجود تینوں نفوس کچھ سدِ باب کرتے ہوئے اپنا بچاو کرتے وہ آندھی طوفان بنا ان دونوں آدمیوں کی جانب بڑھا جو اپنے ہتھیار سیٹ کرتے اس پہ نشانہ باندھنے کو تھے لیکن اس نے بہت بپھرے ہوئے انداز میں سامنے کھڑے آدمی سے بندوق کھینچی اور اس کا پٹ اس کی کنپٹی پہ مارا تو وہ اڑتا ہوا دوسرے آدمی پہ جا گرا جس کے باعث اس کے ہاتھ سے بھی بندوق نیچے جا گری۔

اپنے قدم یہیں روک لو سفیر سائیں ورنہ میں ہر طرح کے انجام کی پروا کیے "
بغیر تمہیں گولیوں سے بھون کے رکھ دوں گا۔" سفیر سائیں نے جب اس
تلاطم خیز طوفان کے تیور ملاحظہ کیے تو اپنے پسٹل کو دائیں ہاتھ میں جھکڑتے
ہوئے شہرے کو اپنی تحویل میں لینا چاہا تو اس کے آدمیوں کی اچھے سے
درگت بناتا ہوا وہ اس کے اٹھتے قدم کو دیکھ کے اس قدر وحشت زدہ انداز میں
بولا تھا کہ پیر حویلی میں سب سے زیادہ سفاک اور ظالم مشہور سفیر سائیں بھی
ٹھٹھک سا گیا اور گردن گھما کے اسے دیکھا جو چہرے پہ ناقابلِ فہم تاثرات
لیے سکائی بلیو شرٹ اور کالی پینٹ پہنے بکھرے بال پیشانی پہ بکھرائے وہ
سرخ ہوتی آنکھوں میں جھلسا دینے والی نفرت و انتقام لیے اس کی جانب بڑھ
رہا تھا۔

اپنے قدم وہیں روک لو تم بھی ضرغام ملک، یہ مت بھولو کہ میری پسٹل کا"
نشانہ یہ لڑکی ہے اور سفیر شاہ کا نشانہ کبھی چوکتا نہیں ہے۔"اس کے آگے
بڑھنے پہ انہوں نے بھی بلند آواز میں اسے وارن کیا۔
لیکن اسی لمحے گولی کی بلند آواز گونجی تو جہاں ایک طرف ساکت بیٹھی
شہرے کے ہونٹوں سے چیخ بلند ہوئی تھی وہیں سفیر سائیں کی پسٹل نشانہ لگنے
پہ دور جا گری۔

آپ کا نشانہ اچھا ہو گا لیکن ایس پی رہبان سے بہتر ہر گز نہیں ہو گا۔""
اکھڑی ہوئی چوکھٹ پہ کھڑا وہ شخص شاید آخری شخص ہو گا جسے وہ اس پل
یہاں دیکھنا یا سننا نہ چاہتے ہوں گے۔

میرے گھر کی عورتوں کی طرف نگاہ اٹھانے کی جرات کیسے کی تم نے؟""
بپھرا ہوا ضرغام جو شہرے کے چیخ مارنے پہ اس کی جانب متوجہ ہوا تھا اس

کے رخسار پہ انگلیوں کے سرخ نشان اور اس کے پھٹے ہوئے ہونٹ کو دیکھ کے پاگل ہو گیا تھا وہ فورا سفیر سائیں کی جانب لپکا اور اس کا گریبان اپنے ہاتھ میں لیتا وہ دوسرے ہاتھ سے اس کے منہ پہ مکے مارتا غصے سے دھاڑا۔ شہرے جس نے ہمیشہ اس کا بہت پر سکون اور متحمل روپ دیکھا وہ اس کا ایسا جنونی روپ دیکھ کے سانس لینا بھول گئی اور لب بھینچے وہ ساکت سی پھٹی پھٹی نگاہوں کے ساتھ اسے تک رہی تھی جو اس لمحے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

"یہ تو خوش قسمتی سے ہمارا پہلا نشانہ بن گئی، اگر تم نے ہماری لڑکی واپس نہ بھجوائی اپنے اس کمینے دوست سے لے کے تو تمہاری منکوحہ، تمہاری ماں، تمہاری بہ۔۔۔۔۔۔۔۔" اس کے ہاتھوں پڑنے والے مکوں کا درد بمشکل برداشت کرتے ہوئے وہ بلند آواز میں بولے تو اس کے اندر گویا آگ دہک اٹھی۔

بکواس بند کر اپنی، میں تم لوگوں کی آنکھیں نوچ لوں گا جس سے تم لوگوں"
نے ان کی جانب دیکھنے کی جرات کی ہے۔"زور سے دھاڑتے ہوئے اس نے
مٹھی پوری قوت سے بند کرتے ہوئے مکہ پیٹ میں مارا اور پھر ان کا بایاں
ہاتھ پکڑ کے انگلیاں پوری قوت سے مڑوڑیں۔

تمہارے نام کے ساتھ لگے لفظ کی وجہ سے تمہارے ہر جائز ناجائز کام پہ"
چپ رہا ہوں لیکن میرے خاندان یا کسی بھی عورت کو اپنے انتقام کا نشانہ
بنانے کی کوشش کی تو یہ ضرغام ملک تم سے وعدہ کرتا ہے کہ تم پہ آنے والی
ہر گھڑی بد سے بدتر ہو گی۔"وحشت و برودت سے بھرپور لہجے میں بولتا ہوا
وہ اسے گریبان سے گھسیٹ کے رہبان کی جانب دھکیل چکا تھا۔

ایف آئی آر درج ہو چکی ہے، اب یہ شخص جیل کی سلاخوں سے نکلا تو" تمہارے بدن سے تمہاری وردی میں اتروا وں گا۔" کڑی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے دھمکی دی تو اس نے زور سے سر جھٹکا۔

تمہاری اس دھمکی سے میں اس قدر خوفزدہ ہو چکا ہوں کہ میری سانسیں" بند ہونے لگی ہیں۔" طنزیہ انداز میں کہتے ہوئے اس نے اپنے اہلکاروں کو بلایا اور ان تینوں کو گاڑی میں بٹھانے کے لیے کہا۔

چلیے محترم، اپنی بیوی کو ابھی شادی کا تحفہ دینا باقی ہے۔ آج جا کے تحفتاً" اطلاع پہنچاوں گا کہ اپنی گھٹیا طاقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اُن کے چچا جان نے جو حرکت کی ہے اس کے باعث انہیں جیل میں بند کر کے آیا ہوں اور آپ کی گرفتاری کے بعد آپ کے بھائیوں نے ایسی فضول حرکت کی تو ایسے

بہت سے تحفے انہیں دن رات دوں گا۔" سفیر سائیں کو ہتھکڑی لگاتے ہوئے وہ سرد لہجے میں انہیں سناتے ہوئے پولیس وین کی جانب بڑھ گیا۔

شہرے!" سفیر سائیں کو رہبان کی جانب دھکیلنے کے بعد وہ فوراً اس کی" جانب لپکا جو دیوار سے ٹیک لگائے پھٹی پھٹی خوفزدہ سی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔

شہرے! آپ ٹھیک ہو؟" اس کی حالتِ زار پہ بمشکل ضبط کرتے ہوئے" اس نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ بری طرح سے چونکی اور پھر یکایک اس کے قاتل نین نمکین پانیوں سے بھر گئے۔

وہ۔۔ مم۔۔ بابا۔۔م۔۔۔۔"بہت کچھ بولنے کی چاہ میں اس کے لب "
پھڑ پھڑائے لیکن وہ ذہن جو پچھلے تیس گھنٹوں سے پہلے ہی انتشار کا شکار تھا
اس پہ مستزاد اغوا اور اس پر ضرغام کا ایسا روپ دیکھنا اس کے اعصاب پہ اس
قدر بھاری پڑا تھا کہ ضرغام کو اب اپنے قریب دیکھ کے وہ حواس کھو کے اسی
کے بازوؤں میں بکھرتی چلی گئی۔

اس کے ہوش کھونے پہ وہ اسے خود میں سمیٹتا اس چھوٹے سے تنگ گھر سے
لے کے نکلا اور پھر اس کی حالت کو دیکھتے ہوئے وہ اسے لے کے نسبتاً کم
درجے کے ہوٹل میں لے آیا تاکہ ان کے لیے مسئلہ نہ بنے۔
لیکن اس کی اس قدر احتیاط کے باوجود پیر حویلی کے مرد جو چاہتے تو نگاہ کو
کڈنیپ کرنا تھا لیکن اس کے باہر نہ نکلنے کی وجہ سے جب شہرے کو وہاں سے
نکلتے ہوئے دیکھا تو اسے ہی مہرہ بنانے کا سوچ کے کڈنیپ کر لیا۔

اغوا کے بعد وہ جو آبگینے کی بازیابی کی توقع کر رہے تھے سفیر سائیں کی غیر متوقع گرفتاری پہ پاگل ہوتے وہ لوگ اب دوسرے ہتھکنڈے پہ اتر آئے۔

اگلا سورج نکلنے سے قبل انہوں نے جو آدمی سفیر سائیں کے شہرے کو کڈنیپ سے لے کے اس سارے میس کے دوران سیف سائیڈ کے لیے ان کے تعاقب میں لگا رکھا تھا اس کے موبائل میں بننے والی ویڈیو سے انہوں نے وہ پارٹ لیا جب ضرغام شہرے کو بازوؤں میں اٹھا کے اس گھر سے نکل رہا تھا اور پھر اپنی گاڑی میں بٹھا کے ہوٹل پہنچ کے اسی انداز میں لیے ہوٹل گیا۔

اس ویڈیو اور تصاویروں کو فوراً وائرل کیا اور ساتھ ہی یہ خبر پھیلا دی کہ شہرے ملک جو آئی تو کالج ٹرپ کے ساتھ تھی وہ در حقیقت یہاں ضرغام ملک کے ساتھ رنگ رلیاں منانے کے لیے آئی تھی۔

یہ خبر جنگل میں پھیلی آگ کی مانند اس قدر تیزی سے پھیلی تھی کہ ان سے دور ملک ہاوس کے مکینوں سمیت نگاہ واحدی پہ بھی یہ کسی بلاسٹ کی مانند پھٹی تھی۔

سوات میں موجود قدرے نچلے درجے کے ہوٹل میں موجود ضرغام کرسی پہ بیٹھا کرب سے اسے دیکھ رہا تھا جو اس وقت تھی تو ہوش میں لیکن گہری نیند میں تھی۔

یہاں آتے ہی اس نے سب سے پہلے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی اور چونکہ وہ مکمل ہوش میں نہیں تھی اس لیے ہوٹل سروسز سے جوس منگوا کے اسے پلانے کے بعد اس نے ان سے ہی منگوائی گئی سکون آور گولی اسے دی تاکہ وہ ریلیکس ہو سکے اور خود اس سے دور پڑی کرسی پہ براجمان ہوتا اسے دیکھنے لگا جسے اس طرح سے دیکھ کے اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔

یونہی پراذیت سوچوں میں گم نجانے کب رات اپنے پر سمیٹے صبح کا اجالا پھیلانے لگی تھی اسے کچھ خبر نہ ہوئی۔

اس وقت شاید صبح کے پونے پانچ بجے تھے جب رہبان کی جانب سے ملنے والی کال نے اس کے پورے وجود کو ہلا کے رکھ دیا تھا۔

وہ لڑکی جس سے منسلک جذبات کو اس نے خود سے بھی چھپا کے رکھا تھا اسے اس کے ساتھ نتھنی کر کے پوری دنیا کے سامنے تماشا بنا کر رکھ دیا تھا۔

یکلخت اس کے اندر انگارے سے دہکنے لگے جبکہ دل گویا ہر شے تہس نہس کرنے کو بے قرار ہوا تھا۔

چونکہ اس وقت شہرے کی بے خبری ہی بہتر تھی اس لیے وہ اسے یونہی سوتے میں ہی اٹھا کے واپسی کی جانب گامزن ہوا تھا کیونکہ اب کی بار ملنے والی چوٹ پہ وہ دشمن کو ناقابلِ فراموش سزا دینے والا تھا۔

لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ گھر پہنچنے پہ اس کے لیے کیسی قیامت خیز گھڑی اس کی منتظر تھی۔

فار گاڈ سیک بابا جان! آپ کیسے مجھے اس رشتے کے لیے فورس کر سکتے ہیں" جبکہ آپ جانتے ہیں کہ میں کمیٹڈ ہوں۔" اسد صاحب کا غیر متوقع حکم اسے کسی چابک کی طرح لگا تھا۔

اور اس چابک کی ضرب اتنی شدید تھی کہ وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا انتہائی بلند آواز اور تلخ لہجے میں بولا تو سب نے ہی دہل کے اس کے غضبناک تاثرات ملاحظہ کیے۔

میں تمہیں اس کمٹمنٹ کو ختم کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا بل۔۔۔۔۔"""

اس کے بے لچک واکھڑ تاثرات دیکھتے ہوئے اسد صاحب نے اسے نرمی سے ہینڈل کرنا چاہا۔

جبکہ وسیع و عریض ہال میں پڑے قیمتی و دیدہ زیب صوفوں پہ بیٹھے نفوس خاموش تماشائی بنے ان باپ بیٹا کو دیکھ رہے تھے۔

میں آپ کے کہنے پہ یہ کمٹمنٹ ختم بھی نہیں کرنے والا ہوں۔"اس کے " نخوت سے کہنے پہ جہاں وہاں موجود چند ایک نفوس کے ہونٹوں پہ دبی دبی مسکراہٹ پھیل گئی جبکہ اسد صاحب کا چہرہ سرخ پڑا۔

بات کو گھماومت، میں تمہیں صرف نکاح کے لیے کہہ رہاہوں۔"انہوں" نے اب کے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا جو ایک اتھڑے بے لگام گھوڑے کی مانند لگ رہا تھا جسے نکیل ڈالنے والا فی الحال کوئی نہ تھا۔

میرا نکاح ہو چکا ہے باباجان!"وہ چبھتے ہوئے لہجے میں بولا جبکہ سلگتی ہوئی" آنکھیں ان کے سرخ چہرے پہ گڑھی ہوئی تھیں۔

ضرغام ملک! مرد کو چار نکاح کرنے کی اجازت ہے۔"انہوں نے اس کے" مقابل آتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو اس نے زور سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچیں۔

لیکن میرے لیے ایک نکاح کافی ہے۔۔۔۔"اس کی تلخ آواز کو ایاز صاحب" نے قطع کیا۔

آج یوں دامن چھڑانے سے قبل تمہیں کل ایکشن لیتے ہوئے سوچنا" چاہیے تھا۔"انہوں نے اسے ٹھنڈا کرنا چاہا لیکن بے سود ٹھہرا۔

مجھے علم ہوتا کہ میرے 'ہمدردانہ' عمل سے آپ کی شان و شوکت کے لیے" مسئلہ کھڑا ہو گا اور وہ مسئلہ آپ میرے لیے مسئلہ ء کشمیر بنانے والے ہیں تو میں انہیں مرنے دیتا وہیں۔"وہ اس وقت اس ذہنی کشیدگی کا شکار ہوتا سخت بے رحم اور نخوت زدہ لہجے میں بولتا سب کے دل دہلا گیا۔

ضرغام بھولو مت کہ تم کس کے متعلق بات کر رہے ہو۔"اسد صاحب" اس کے بے رحم الفاظ پہ مشتعل ہوتے قدرے بلند آواز میں بولے تو وہ ایک قدم اٹھاتا ہوا ان کے سامنے کھڑا ہوتا لفظ چبا چبا کے بولا۔

یہ بات میں ہر گز نہیں بھول رہا لیکن آپ شاید یہ بات فراموش کر چکے "
ہیں کہ جس سے آپ میرے دوسرے 'نکاح' پہ زور دے رہے ہیں وہ
ناصرف مجھ سے عمر میں چھوٹی ہیں بلکہ بھتیجی لگتی ہیں میری۔"اس کے چبھتے
ہوئے لہجے پہ لحظہ بھر کے لیے خاموشی چھا گئی۔

ہال میں اس کے کہے گئے الفاظ کے جواب میں ایک ہولناک سناٹا چھا گیا جسے
داد بخش صاحب کی ہچکچاتی آواز نے توڑا۔

لیکن وہ آپ کی سگی بھتیجی نہیں ہے۔"ان کے الفاظ پہ اس کے اندر بہت "
کچھ زور سے ٹوٹا تھا اور ایسا ٹوٹا تھا کہ اس ٹوٹنے کی کرچیاں اس کی خوبصورت
آنکھوں میں نمایاں ہونے لگیں تھیں۔

زور سے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے وہ آنکھوں میں شدید ترین چبھن لیے خود پہ ضبط کے گہرے بندھن باندھنے کی کوشش میں تھا۔

لیکن ان کے ان الفاظ نے گویا برسوں پرانے زخموں کو چھیڑ ڈالا تھا۔

اس قدر مخالفت کیوں کر رہے ہیں آپ لوگ جبکہ وہ میری سگی بھتیجی بھی" نہیں ہیں۔" گزرے لمحوں نے جب سماعتوں پہ دستک دی تو جیسے اک طوفان سا اندر امڈ آیا جس کے زیرِ اثر وہ آگ بگولہ ہوتا ان کی جانب بڑھا تھا۔

آپ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"ہاتھ اٹھا کے اس نے انہیں کچھ کہنا چاہا لیکن اپنے" الفاظ کو فقط اُس کی عزت کی خاطر ضبط کرتا وہ بپھرے طوفان کی مانند مڑا اور اپنے راستے میں آتی ہر چیز کو اپنے پیروں کی ٹھوکر سے اڑاتا ہوا صدر دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

ضرغام!" ثمرین بیگم اس کی مچائی گئی تباہی کو ششدر نگاہوں سے دیکھتیں" اس کے باہر نکلنے پہ جیسے ہوش میں آئیں تھیں لیکن تب تک وہ دہلیز پار کر چکا تھا۔

عیسیٰ، جازم اس کے پیچھے جاو، وہ بہت غصے میں ہے کہیں کوئی نقصان نہ کر" بیٹھے۔"انہوں نے روتے ہوئے مڑ کے وہاں متفکر بیٹھے بیٹوں کو بلایا تو وہ تیزی سے اٹھ کے باہر چلے گئے۔

فل سپیڈ پہ گاڑی بھگاتے ہوئے وہ اپنے اندر موجود اشتعال کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اشتعال تھا کہ کم ہونے کی بجائے مزید بڑھتا جا رہا تھا۔

ایکسیلیٹر پہ پاوں دباتے ہوئے اس نے گاڑی کی سپیڈ مزید بڑھاتے ہوئے وہ اس گھٹن زدہ ماحول سے بھاگنے کی تگ ودو میں تھا جہاں اس کے لیے اس کی چاہت کو گلے کا پھندہ بنایا جارہا تھا۔

اس کے بھٹکتے ذہن کو اچانک موبائل کی بلند ہوتی رنگ ٹیون پہ جھٹکا سا لگا تھا۔

اس نے گردن گھما کے بتدریج سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ بلنک کرتی سکرین کو دیکھا، اس پہ دکھائی دیتے نمبر کو دیکھ کے اس نے نگاہ واپس ونڈو سکرین پہ جمادیں لیکن کال کرنے والا ازلی ڈھیٹ تھا اس لیے اس کے ایک بار کال نہ اٹھانے پہ اس نے یکے بعد دیگرے دو تین دفعہ جب کال کی تو چار و ناچار اس نے کال پک کی۔

کہاں ہو؟"دوسری جانب سے چھوٹتے ہی سوال پوچھا گیا تو وہ جو سلام" کرنے لگا تھا اپنے لب بھینچ گیا۔

گاڑی میں۔"اس نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے نگاہیں سامنے جمائیں۔"

میری طرف آجاو، مجھے ملنا ہے تم سے۔"اس نے سنجیدگی سے کہا تو اس" نے بھنویں سکیڑتے ہوئے موبائل کو گھورا۔

تمہاری کون سی طرف ہے؟گھر سے تم بھی بیوی سمیت دربدر ہو۔"سرد" لہجے میں بولتے ہوئے وہ اسے بلبلانے پہ مجبور کر گیا۔

دربدر نہیں ہیں ہم بلکہ ہنی مون منا رہے ہیں۔"اس نے جِلبلاتے ہوئے" اسے جواب دیا لیکن اس نے اثر لیے بنا گاڑی کی سپیڈ مزید تیز کی۔

نکاح سے انکار کیوں کر رہے ہو؟"اس کی خاموشی پہ دوسری جانب وہ" بہت سوچ بچار کے بعد بولا تو اس کے الفاظ پہ ضرغام کی پیشانی کے بل گہرے ہوئے جبکہ سٹیئرنگ پہ جمے ہاتھوں کی رگیں پھولنے لگیں۔

تو کیا کروں؟ جس محبت کو اس کی عزت کی خاطر چھپائے بیٹھا تھا اسے ایک" الزام کی صورت میں گلے میں پہن لوں اور ایسا الزام جو ہمیشہ انہیں میرے ساتھ بندھ کے اذیت دیتا رہے۔"اس کے لہجے میں ایک وحشت برپا تھی جو اس کی اندرونی اذیت و بے بسی کا پتہ دے رہی تھی۔

لیکن ضرغامت۔۔۔۔۔۔۔"دوسری جانب اس کی کیفیت کو سمجھتے" ہوئے اس نے کچھ کہنا چاہا جب وہ سرد مہری سے اس کی بات قطع کر گیا۔

رہبان سٹاپ اٹ ! میں اس بارے میں مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ تم" آپ لوگ یہ فراموش کر بیٹھے ہو کہ میں اک لڑکی کو اپنے ساتھ باندھ چکا ہوں اگرچہ میرے دل کے کواڑ خانوں میں برسوں پرانی چاہت پنجے گاڑھ کے بیٹھی ہے لیکن اس رشتے کی بدولت وہ مجھے اچھی بھی لگتی ہیں اور میں محبت بھی کرتا ہوں ان سے اور میں ہر گز بھی اپنے اس قدم سے ان دونوں ہستیوں کو تکلیف نہیں دے سکتا جنہیں میں چاہتا ہوں۔" اس نے سلگتے ہوئے مگر قدرے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے اپنا موقف اس کے سامنے پیش کرنا چاہا۔

تو کیا اگر تم یہ نکاح نہیں کرو گے تو اس کے لیے تکلیف کا سبب پیدا نہیں ہو" گا؟ وہ کالج ٹرپ کے دوران مسنگ ہوئی ہیں یہ بات انہیں باہر نکلنے نہیں دے گی، ان کی اور تمہاری غیر مہذبانہ تصاویریں پورے شہر یا ملک میں وائرل ہو چکی ہیں اور ایک لڑکی ہونے کی وجہ سے یہ بات ان کے لیے کس

قدر تکلیف کا باعث بنے گی اس بات کا اندازہ ہے تمہیں؟" رہبان جو اس کی ساری باتوں اور کیفیت کو سمجھتا تھا اس وقت جان بوجھ کے اس کی تائید سے احتراز برتتا اسے اس وقت جلد بازی سے روکنا چاہتا تھا۔

تمہارے لیے اس میس سے نکلنا آسان ہے لیکن ان کی پوری زندگی میں" تمہارا نام ایک دھبے کی صورت میں لگ چکا ہے، آج اگر وہ کسی سے ان کا نکاح کرتے ہیں تو وہ ایک الزام کی صورت میں اس شخص کی زندگی میں داخل ہو گی اور ساری عمر اس کے سامنے سر نہ اٹھا سکے گی۔" وہ مزید بولا تو اس کی سنجیدگی سے کہی باتوں پہ اس کے اندر گھٹن اس قدر بڑھنے لگی تھی کہ وہ گاڑی سڑک کنارے کھڑی کرتا بے بسی سے سر سٹیئرنگ پہ ٹکا گیا۔

یہ جو کچھ تمہاری زندگی میں اچانک برپا ہوا ہے اس کا سبب میں ہوں" مگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس کی بوجھل سانسوں کو محسوس کر کے وہ بولا تو

اس نے بے چینی سے اس کی کال منقطع کی اور دونوں ہاتھوں میں سر زور سے جھکڑتے ہوئے بے ساختہ خدا سے دعا گو ہوا۔

بھاری پلکوں سے بوجھل آنکھوں کو بمشکل کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لینا چاہا تھا جب دکھتے سر اور رخسار میں ہونے والے عجیب سے درد کے سبب وہ واپس تکیے پہ گرتی دونوں ہاتھوں کو حرکت دیتی سر تھامنے کو تھی جب بائیں کلائی میں درد کی ٹیسیں سی اٹھنے لگیں۔

اپنے وجود میں ہونے والی تکلیف کو بمشکل برداشت کرتے ہوئے اس نے پھر سے آنکھوں کو کھولنے کی کوشش کی تو نگاہ ایک نامانوس سے منظر سے ٹکرائی تھی۔

ہاوآریو میم؟"وہ ابھی مندی مندی آنکھوں سے ارد گرد کا جائزہ لینے کی ہی" کوشش میں لگی تھی کہ ایک اجنبی سی نسوانی آواز اس کی سماعتوں میں گونجی۔

اس نے بمشکل گردن گھمائی تو سامنے کھڑی نرس کو دیکھ کے اسے اندازہ ہوا کہ وہ اس وقت ہاسپٹل پہ موجود ہے، یہ احساس ہوتے ہی اس نے درد سے دکھتی آنکھیں خود پہ گھمائیں تو نگاہوں میں چیختے چلاتے ذوالنورین میر کا سراپا لہرایا تو زخموں میں درد کی لہر شدت سے سرائیت کر گئی۔

وہ نرس کے سوال کا جواب دیے بغیر اپنے وجود کو ہی گھور رہی تھی جب خود پہ پر تپش آنکھوں کی لپک کے احساس نے اسے دوبارہ پلکیں اٹھانے اور ارد گرد گھمانے پہ مجبور کیا تو اس کی حرکت کرتی پلکیں کھڑکی کے پاس وہیل چیئر پہ بیٹھ کے خود کو تکتے وجود پہ جیسے ٹھہر سی گئی تھیں۔

آپ کے ہز بینڈ بے حد پریشان تھے آپ کے لیے، جب سے آپ کو لے"
کے آئے ہیں ایک منٹ کے لیے بھی روم سے باہر نہیں نکلے۔"نرس نے جو
اسے اُس کو دیکھتے ہوئے پایا تو اس کے بیڈ کو تکیے کی جانب سے تھوڑا اوپر کرتی
ہوئی شگفتگی سے بولی تو اس کا چہرہ اس کے الفاظ پہ مارے خوف کے سپید پڑ
گیا۔

اس نے خوفزدہ انداز میں اس کی جانب دیکھا جو اس کے کہے گئے الفاظ سے
بے نیاز اسی طرح سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

آپ لوگوں کی لو میرج ہے؟"نرس جو اس کے ٹانکے چیک کرنے اور اسے"
میڈیسن دینے آئی تھی وہ ان دونوں کو ایک دوسرے کو گھورتے پا کے
مسکراتے ہوئے بولی تو اسے جیسے ہوش سا آیا۔

ہماری شادی نہیں۔۔۔۔۔۔"وہ ابھی اس کی غلط فہمی دور کرنے ہی والی" تھی جب دروازہ ناک کرتے ہوئے ڈاکٹر اندر داخل ہوا۔

اور پھر ڈاکٹر کے چیک اپ کے دوران نیم دراز ذحلے ابراہیم وہیل چیئر پہ بیٹھے ذوالنورین میر کو کن اکھیوں سے دیکھتی بس یہ سوچ رہی تھی کہ اس کے زخمی وجود کو اُس کے کمرے سے اٹھا کے یہاں ہاسپٹل کون لایا تھا؟؟ جبکہ اس کے خیالات سے بے نیاز وہ اب کھڑکی کے پار دیکھنے میں محو ہو چکا تھا۔

اسے جب سے ہوش آئی تھی وہ آمنہ بیگم (دادو) کی گود میں منہ چھپائے سکڑی سمٹی سی لیٹی ہوئی تھی۔

یہ صفدر سائیں کے بیٹوں کی دشمنی ضرغام سے کیونکر بن گئی؟ان کی بچی کی" شادی تو رہبان سے ہوئی ہے نا؟"مہوش ملک جنہیں یہ لگا کہ شاید وہ اس وقت سو چکی ہے انہوں نے اسی کمرے میں موجود خواتین سے الجھے ہوئے لہجے میں استفسار کیا۔

شاہ حویلی والوں کا عرصے سے ہم لوگوں کے ساتھ بیر چل رہا ہے کیونکہ" اسد نے ان کے خلاف بہت سے کیسز لڑے ہیں اور ضرغام بھی بزنس میں انہیں شکست دیتا آیا ہے اور سونے پہ سہاگہ یہ ہوا کہ ضرغام کی شہ زوری پہ جب رہبان وہاں سے ان کی بچی کو لے کے نکلا تو انہیں حویلی سے باہر لے جانے والا اور ان کے بعد حویلی والوں کو ان کے پیچھے جانے سے روکنے والا ضرغام تھا اس لیے وہ سب اس کے دشمن بن بیٹھے ہیں۔ان کا یہی ارادہ ہے کہ پہلے ضرغام کو کسی طریقے سے توڑ سکیں اور پھر رہبان پہ حملہ کریں کہ ان کی بچی کو اتنی آسانی سے حویلی سے لے جانا تبھی ممکن ہو سکا تھا جب ضرغام

اوراس کے گارڈز کی فوج نے انہیں ڈاج دیے رکھا۔" ثمرین بیگم جوابھی کچھ دیر قبل ہی اسد صاحب، احمد صاحب اور داد بخش صاحب کی تفصیلی گفتگو سن کے آئی تھیں انہوں نے تفصیل سے آگاہ کیا توان کی باتیں سنتی شہرے نے خارج کی۔ گھٹی گھٹی سی سانس

وہ شاہ حویلی والوں کی گئی گھٹیا حرکتوں کے متعلق تو جان چکی تھی لیکن وہ ابھی یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے گھر والے کیا سوچے بیٹھے ہیں؟

نگاہ سے ہوئی بات؟ ضرغام پہنچا اس کی طرف؟" ضرغام جسے نکلے چار گھنٹے " ہونے والے تھے اس کی طرف سے پریشان ہوتیں آمنہ بیگم نے ثمرین بیگم سے استفسار کیا تو وہ رونے لگیں۔

نہ وہ نگاہ کی طرف ہے نہ رہبان کی طرف ہے۔ میرا دل بہت پریشان ہو رہا" ہے خالہ جان۔" انہوں نے سسکتے ہوئے جواب دیا تو آمنہ بیگم کی بھی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

پریشان نہیں ہونے، آجائے گا واپس کچھ دیر میں۔ صورتحال ہی ایسی بن" گئی ہے کہ ہر کوئی اس وقت اپنی جگہ پریشان حال ہے۔ یہ بات اس کے لیے آسان نہیں ہے کہ پہلے سے نکاح شدہ ہوتے ہوئے وہ بھی اس صورت میں جب دو دن بعد شادی ہو ایسے میں اپنے سے کم عمر لڑکی سے بحالتِ مجبوری نکاح کرنا۔" اپنی ہی پوتی کے متعلق اس طرح سے بات کرتے ہوئے انہیں بے حد تکلیف ہوئی لیکن وہ اس حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرتی ہوئی بولیں تو ان کے آخری الفاظ پہ ان کی گود میں لیٹی شہرے کا وجود جھٹکوں کی زد میں آ گیا۔

وہ گم ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ ان کے کہے گئے الفاظ کو اچھے سے سمجھنے کی سعی کر رہی تھی جب مہوش بیگم بولیں۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں خالہ جان، اگر جو ضرغام کی تصویریں ساتھ وائرل نہ ہوتیں تو شہرے کا نکاح ہم موسیٰ سے بھی کر سکتے تھے لیکن ابھی کے لیے یہ ضروری ہو چکا ہے کہ ان دونوں کا نکاح کیا جائے مگر ضرغام ہے کہ پروں پہ پانی پڑنے ہی نہیں دے رہا اور جب شہرے کو پتہ چلا تو وہ کیا ردعمل دے گی؟" ان کے کہے گئے الفاظ پہ تو جیسے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہ رہی تھی۔

بے یقینی، حرکت، صدمے، افسوس، ناراضگی اور پھر نفرت کے جذبات یکایک اس کے دل و دماغ میں جنم لیتے گئے اور انہی کے زیرِ اثر وہ ایک جھٹکے سے آمنہ بیگم کی گود سے نکلی۔

ضرغام چاچو اور میرے ردِ عمل کا خیال سب کو آرہا ہے، کسی کو نگاہ چچی کا" احساس ہے کہ ان پہ کیا بیتے گی یہ سب دیکھ یاسن کے اور آپ سب لوگوں نے یہ سوچ بھی کیسے لیا کہ میں ضرغام چاچو کے ساتھ نکا۔۔۔۔۔۔۔۔" آخری لفظ بولتے ہوئے اس کا دل اس قدر خراب ہوا کہ وہ لب بھینچتی ہوئی افسوس سے انہیں دیکھنے لگی جو اس کے اچانک بولنے اور اٹھنے پہ حیران تھے۔

دیکھو میری بچی یہ اس وقت بہت ضروری ہے تمہاری اور ضرغام کی" تصو۔۔۔۔۔۔" اس کی جذباتی حالت کو دیکھتے ہوئے زونیہ بیگم (مما) نے نم لہجے میں اسے پچکارنا چاہا جب وہ بدکتی ہوئی بیڈ سے ہی نیچے اتر گئی۔

چاہے میری تصویریں پوری دنیا میں وائرل ہو جائیں، عزت خدا کے ہاتھ" میں ہے وہ اس کی حفاظت کر لے گا لیکن میں کسی قیمت پہ بھی ضرغام چاچو سے نکاح نہیں کروں گی۔" اس نے روتے ہوئے بلند مگر دوٹوک لہجے میں

انکاران تک پہنچایاجب قندیل تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی کمرے میں آئی اور پھولتی سانسوں کے درمیان بمشکل بولی۔

"سفیر سائیں کے جیل میں ہونے کی وجہ سے ان کے کارندے شہری کے متعلق بہت ہی گھٹیااور غیر مہذبانہ باتیں پھیلارہے تھےاوراسے ناصرف ضرغام بلکہ موسی عیسی کے ساتھ بھی منسوب کیے جارہے تھےاس لیے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"سانسوں کے بڑھتے انتشار کے باعث وہ سانس لینے کورکی تواس کی باتوں پہ شہرے لڑکھڑائی اور زرد پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھا۔

"اس لیے بڑے بابا(دادبخش)اور بابا(اسدملک)نے ضرغام اور شہرے کا جعلی نکاح سوشل میڈیا پہ اپلوڈ کردیاہے۔"اس نے قدرے بلند آواز میں کہتے ہوئے وہاں موجود خواتین کے سروں پہ بلاسٹ پھوڑا تھا۔

جبکہ ششدر کھڑی شہرے کی نگاہوں کے سامنے نگاہ کا خوبصورت چہرہ لہرایا اور پھر سیاہ کوٹ کے ساتھ وہ سرخ رنگ آیا تو وہ حواس کھوتی ہوئی بھر بھری ریت کی مانند دبیز قالین پہ بکھرتی چلی گئی۔

اپنی جینز کی پاکٹ سے چابی نکالتے ہوئے اس نے صدر دروازے میں چابی گھمائی اور بہت آہستگی کے ساتھ دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا۔

دو چار مضبوط قدم رکھتے ہوئے وہ آگے بڑھا ہی تھا کہ ایک دم سے ریموٹ اس کے سینے پہ آ کے 'ٹھاہ' کر کے لگتا اس کے قدموں میں آ گرا۔

اس اچانک افتاد پہ چونکتے ہوئے اس نے سامنے دیکھنا چاہا لیکن تبھی اگلا حملہ ہوا۔

کشنز، گلاس، ڈیکوریشن پیسز، فروٹس نجانے کیا کیا الم غلم وہ نجانے نجانے کہاں کہاں سے اٹھا کے بنا اس کی جانب دیکھے بنا اس کی سنے اس کی جانب اچھالتی جا رہی تھی۔

جبکہ ایس پی رہبان گردیزی جو ابھی سے ایک گھنٹہ قبل ایک مجرم کو جیل کی سیر کروا کے اور آدھ گھنٹہ قبل ایک عاشق کو عشق کی زنجیر پہنا کے آیا تھا وہ دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھائے بار بار بولنے کی کوشش کرتا ہوا اپنے بچاو کی ناکام کوشش کیے جا رہا تھا۔

آ بگینے یار، بتائیں تو سہی ہوا کیا ہے؟ کیوں بن گولیوں کے یہ قاتلانہ حملے" کرنے شروع کیے ہیں؟" وہ بلند آواز میں بولا تو اس کے تجاہل عارفانہ انداز میں اس کے اندر چھایا غیض دوبارہ امڈ آیا۔

وہ مڑی اور پیچھے میز پہ پڑا بہت قیمتی اور قدرے بھاری ڈیکوریشن پیس اٹھانا چاہا مگر اتنی مہلت ایس پی صاحب کے لیے کافی تھی اور وہ نیچے بکھرے

ٹکڑوں اور چیزوں سے قدم بچاتا پھرتی سے اس کے نزدیک پہنچا اور اس کے ڈیکوریشن پیس اٹھانے سے قبل ہی اس کے بپھرے وجود کو اپنی گرفت میں سمیٹا۔

"چھوڑو مجھے۔" وہ پوری قوت لگا کے اس کے بازوؤں کے تنگ ہوتے حصار میں کسمسائی۔

"پہلے بولیں آپ۔" اپنے بازوؤں کو زور سے جھٹکا دیتے ہوئے اس نے اس کی غصے سے سرخ ہوتی ناک کو چھوا۔

"جان سے مار ڈالوں گی میں، چھوڑو مجھے۔ فالتو سمجھ رکھا ہے کیا مجھے جو پہلے اپنی فضول بہادری و مردانگی دکھانے کے چکر میں مجھے میرے گھر سے اٹھایا اور پھر یہاں لا کے مجھے قید کر رکھا ہے۔ میں کیا تمہارے عشق میں مری

بیٹھی ہوں جو یوں بیٹھ کے سارا دن تمہارا انتظار کروں گی؟" وہ جو اس سے پہلے ہی شاکی تھی اس کے پورا دن غائب رہنے پہ اس کے اندر غصے کا جوار پھٹ رہا تھا جس کے باعث وہ ہر انجام سے بے پرواہ بری طرح سے چیخی تھی۔

مجھے بے وجہ چلانے والی عورتیں سخت ناپسند ہیں مسز رہبان لیکن آپ کو تو" سات خون معاف ہیں۔" جانثار کرنے والے انداز میں بولتے ہوئے وہ اس کی کڑوی کسیلی باتوں کو بھی امرت کی مانند پی گیا جبکہ اپنی اس قدر تلخ باتوں کے جواب میں اس کا ایسا دلبرانہ انداز اسے مزید آگ لگا گیا۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ حملے کرتی وہ اس کے چہرے پہ جھکا تو سانسوں کی تپش، آنکھوں کی بے باک لپک اور شوخ جذبات نے اس کی زبان کو گویا لکنت زدہ سا کر دیا۔

اتنی ظالم نہ بنیں مسز رہبان گردیزی، مانا کہ بہادری و مردانگی کے چکر میں" آپ کو آپ کے گھر سے اٹھا کے یہاں ہنی مون منانے کے لیے لانے کے بعد پورا دن اکیلا چھوڑ کے چلا گیا تھا لیکن یار ایسے حملے تو مت کریں اکلوتا شوہر ہوں آپ کا۔ اگر یونہی قاتلانہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی تو باخدا ابنا ہتھیاروں کے جان لے بیٹھیں گی اور خوامخواہ بیوہ بن جائیں گی۔" اس نے نرم و ملائم نقوش کو اپنے لبوں سے چھوتے ہوئے وہ اپنے مخصوص انداز میں لفظوں کے جال پھینکنے لگا تو اس کے آخری جملوں پہ اس کے پورے وجود کو جیسے جھٹکا سا لگا۔

لیکن وہ اب اسے کسی بھی طرح کی مہلت دیے بغیر اس پہ جھکا ہوا اس کے غصے سے تنے اعصاب کو اپنے استحقاق کے رنگوں سے شرم و حجاب میں بدلنے لگا۔

اس کی استحقاق سے سجی ان بے باک گستاخیوں اور شرارتوں سے گھبراتے بوکھلاتے ہوئے اس کا غصہ کہیں دم توڑنے لگا تھا کیونکہ اس شخص کی جنونی

اور شدت آمیز قربت ہمیشہ کی طرح اسے کچھ بھی کرنے کے اہل نہ چھوڑ رہی تھی۔

میرے ہی رنگ میں رنگی مجھے مجھ سے بیگانہ کر رہی ہو۔"اپنی سیاہ شرٹ کو" اس کے بدن پہ دیکھتے ہوئے اس نے مخمور انداز میں بولتے شرٹ کے گول گلے پہ اپنے لب رکھے تو وہ بے اختیار لڑکھڑائی اور بے ساختہ دونوں ہاتھ اس کی گردن کے لپیٹتے ہوئے خود کو سہارا دینے کی کوشش کی۔

تھینک یو میری جان، ہمارا سدا کا خوش فہم دل آپ کے اس قدم کو آپ کی" خود سپردگی سمجھتے ہوئے یہ دلکش رات آپ کے نام کر رہا ہے۔"اس کی نازک کمر کے گرد دونوں بازو لپیٹے وہ اس کے اقدام پہ خوش ہوتا اسے زور سے خود میں بھینچتے ہوئے گہرے گھمبیر لہجے میں بولتا اس کی پاگل دھڑکنوں کو مزید منتشر کر گیا۔

نہی۔۔۔۔۔۔"اس کے ارادوں سے خوفزدہ ہوتے ہوئے اس نے پیچھے" ہٹنا چاہا جب وہ ایک ہاتھ اس کی کمر سے ہٹا کے اس کے بالوں میں پھنساتا اس کے سانسوں پہ مسلط ہوا تو اس کی اس قدر پر شدت گرفت پہ اس کے قدم لڑکھڑائے۔

اس نے تیز ہوتی سانسوں کے ساتھ اس سے فاصلہ بڑھانا چاہا جب وہ اس پہ گرفت مزید سخت کرتا ہوا وہیں اسے ساتھ لیے لاونج پہ پڑے صوفے پہ گرنے کے سے انداز میں بیٹھا تو اس کی گرفت میں بے حال ہوتی آبگینے کے وجود میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔

وہ بے حد تکلیف اور بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا جو اس کے دونوں ہاتھ تھامے روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

میں جانتی ہوں کہ ضرغام یہ بہت مشکل ہے لیکن ایک لڑکی ہونے کے "
ناطے میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اس کے لیے کتنی مشکلات منہ پھاڑے کھڑی
ہیں۔اگر آج آپ کوئی سٹینڈ نہیں لیتے اور میں اس گھر میں جاتی ہوں تو کیا
میں وہاں کھل کے زندگی انجوائے کر سکوں گی؟"روتی ہوئی نگاہ جو اسے
شہرے سے نکاح کے لیے آمادہ کر رہی تھی وہ اسے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے
لگی تو اس کے اندر کی بے چینی مزید بڑھنے لگی۔

آپ سب مجھے کیوں نہیں سمجھ رہے ہیں؟"وہ بے بسی کی انتہاوں کو "
چھوتے ہوئے بولا کیونکہ اس وقت واقعی اسے کوئی نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ وہ
کیونکر اس نکاح سے منافی تھا۔

کیونکہ اس وقت آپ کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آپ کا انکار کتنی بڑی" مصیبت کھڑی کر رہا ہے آپ اندازہ نہیں لگا پا رہے۔ آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں میرے لیے آپ کا ساتھ اہم ہے۔" اس نے مدہم سا مسکراتے ہوئے اسے یقین دلانا چاہا جو اس کی جانب ہی دیکھ رہا تھا۔

اگر آپ سب کی یہ ضد ہے تو پہلے آپ رخصت ہو کے گھر آئیں گی پھر ہی" یہ نکاح ہو گا۔" اس نے ہتھیار ڈالتے ہوئے سرد لہجے میں اپنا حکم سنایا تو وہ لحظہ بھر کے لیے چپ سی ہو گئی اور پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے ثمرین بیگم کا نمبر ملا کے انہیں اس کا حکم سنایا۔

اگلے بیس منٹوں میں ملک ہاوس سے افراد کا ریلہ واحدی ہاوس پہنچا تھا۔ اور پھر ایک گھنٹے کے اندر اندر نگاہ کو اسی کے پسند کیے گئے برائیڈل ڈریس میں تیار کر کے بہت سی دعاوں تلے رخصت کروا کے بہت خاموشی اور روزدرانہ انداز میں وہ قافلہ ملک ہاوس کی جانب چل پڑا۔

جبکہ اس شادی کے لیے بہت سے پلانز اور بہت کچھ سوچے ہوئے بہت سارے افراد قسمت کے اس انوکھے کھیل پہ چپ چاپ تماشائی بنے سسکتے رہ گئے۔

چلتی ہوئی گاڑی میر پیلس کے وسیع و عریض پورچ میں آ کے ایک جھٹکے سے رکی تو وہ جیسے چونکی اور پھر دروازہ کھولنا چاہا جب ڈرائیور کے نکلنے پہ اسے بہت غیر متوقع طور پہ اس نے مخاطب کیا۔

آئم سوری!" یہ الفاظ، یہ انداز، یہ لہجہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ اس کا" دروازہ کھولتا ہوا ہاتھ اسی زاویے پہ ساکت ہو گیا۔

میں ایسا بالکل نہیں چاہتا تھا لیکن میں خود پہ قابو نہیں رکھ سکا اس کے لیے"
میں معذرت خواہ ہوں مس ابراہیم۔" وہ بہت ٹھہرے ہوئے انداز میں بولتا
اسے حیران کر رہا تھا کیونکہ وہ ہر چیز کی توقع کر سکتی تھی لیکن اس پتھر دل
شخص سے سوری کی توقع ہر گز نہ کی تھی اس نے۔

لیکن میری ریکویسٹ ہے آپ سے کہ مجھ سے یا میری مما سے متعلق آپ"
کوئی سوال نہ کیجیے گا۔" دوٹوک الفاظ میں اسے کہتے ہوئے وہ دروازہ کھولتے
کھولتے رکا۔

آپ کل سے پیلس نہیں آئیں گی مس ابراہیم، آپ کی ہر طرح کی جاب"
یہاں سے مکمل ہو چکی ہے۔ آپ کے بیگ میں آپ کا چیک رکھ دیا گیا ہے۔"
سرد لہجے میں کہتے ہوئے اس نے ڈوران لاک کیا تو کلک کی آواز پہ وہ بھی

جیسے کسی خواب سے جاگی تھی اور پھر خود کو سنبھالتی ہوئی وہ نیچے اتری اور اسے دیکھنے لگی جو ملازم کی مدد کی سے گاڑی سے اتر رہا تھا۔

ملازم جب اس کی وہیل چیئر لیے اندر کی جانب بڑھے تو وہ بھی زخمی ہاتھ اور چہرہ لیے ان کے ساتھ ساتھ اس کے کمرے کی جانب چل دی۔

آپ کی جاب ختم ہو چ۔۔۔۔۔۔"اسے اپنے ساتھ آتے دیکھ کے " زوالنورین میر نے سرد مہری سے ٹوکنا چاہا جب وہ سنجیدگی سے اس کی بات کاٹ گئی۔

میں آپ کی اپلائی کبھی نہیں رہی اس لیے آپ کے آرڈرز پہ میں جاب " نہیں چھوڑ سکتی۔" سپاٹ انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کے کمرے میں داخل

ہوئی تو اسے بھی کمرے میں پہنچانے کے بعد ملازم نا محسوس انداز میں دروازہ بند کرتے ہوئے خاموشی سے باہر نکل گئے۔

اب تمہیں کچھ دیر لیٹنا چاہیے۔"اس کی جانب سہارے کے لیے ہاتھ " بڑھاتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا تو وہ جو اس کی ہٹ دھرمی اور اس کے حکم نہ ماننے کے باعث اسے جھٹلانا چاہتا تھا اس کے زخمی چہرے کو دیکھ کے ناچاہتے ہوئے بھی وہ اس کے ہاتھ کا سہارا لے کے بیڈ کی جانب بڑھا۔ چونکہ وہ پہلے ہی زخمی اور نقاہت کا شکار تھی اسے سہارا دینے کے چکر میں وہ اسے لٹاتی ہوئی بازو پہ زور پڑنے کے باعث مارے تکلیف کے اس کے اوپر گر سی گئی۔

اور اسی لمحے جیسے قیامت برپا ہو گئی تھی۔

بند دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور بہت سے افراد ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوئے۔

سجی سنوری نگاہ جب مہوش بیگم اور قندیل کی معیت میں ضرغام کے خوبصورت اور شاہانہ بیڈ روم میں پہنچی تو اسی دوران ثمرین بیگم نے ایک خوبصورت و دیدہ زیب زرتاری برائیڈل ڈریس روتی ہوئی شہرے کے سامنے رکھا تو اس ڈریس پہ نظر پڑتے ہی اس کا سسکتا ہوا وجود جیسے جامد ہوا۔

اسے یاد آیا تھا کہ یہ وہی جوڑا تھا جو اس نے نگاہ کے ساتھ ہوتے ہوئے پسند کیا تھا اور اب اس جوڑے کو 'اِس' نکاح کے لیے اپنے سامنے دیکھ کے اس کا وجود گویا دہکتے انگاروں کی مانند جلنے لگا تھا۔

نہیں پہننا ہے مجھے یہ ڈریس۔" بے دردی سے ڈریس کو ہاتھ سے پرے "
دھکیلتے ہوئے وہ رونے کی شدت سے بیٹھی ہوئی آواز کے ساتھ بولی تو عمارہ
بیگم نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

شہرے! یہ ثمرین آپی نے بھیجا ہے تمہارے لیے۔" انہوں نے نرم لہجے "
میں کہتے ہوئے اسے رام کرنا چاہا لیکن وہ تو گویا اس وقت ہتھے سے اکھڑ گئی
تھی۔

تختہء دار پہ یوں سجا سنوار کے کیوں چڑھا رہے ہیں؟" وہ زہر خند لہجے میں "
پھنکاری تو انیلہ نے فوراً آگے بڑھ کے دروازہ مڈ بھیڑ کیا کہ اس کی آواز باہر نہ
جا سکے۔

شہری! تم کیوں اس قدر جذباتی ہو رہی ہو؟ یہ تو حالات کا تقاضا ایسا ہے کہ "
ض۔۔۔۔۔"عمارہ نے اسے سمجھانا چاہا لیکن وہ تو گویا پھٹ پڑی۔

آپ لوگ کیوں نہیں سمجھ رہے کہ آپ لوگ ایک لڑکی کے ساتھ کس "
قدر غلط کر رہے ہیں؟ ادھر ان کی رخصتی کروا کے بٹھایا ہے اور اب منہ
دکھائی میں سوتن دیں گے انہیں کیا؟" وہ بلند آواز میں چلائی تو اس کے الفاظ
پہ سب پل بھر کے لیے لاجواب سی ہو گئیں۔

مرنے والی تھی نا تو پھینک آتے ادھر ہی کہیں مجھے کیوں مجھے بچانے گئے "
اور کیوں اپنی اور میری گردن میں ان چاہا طوق بندھوانے جا رہے ہیں؟
عزت بچانی تھی نا میری اور خاندان کی تو ضروری تھا کہ ان سے ہی شادی
کرتے میری کیا باقی دنیا و خاندان کے لڑکے مر گئے ہیں؟"روتی ہوئی
شہرے کی اذیت و نفرت تو گویا امڈ امڈ کے آ رہی تھی۔

ضرغام کے ساتھ تمہاری تصویریں وائرل ہوئی ہیں اس لیے یہ سب ناگزیر" ہوا ہے۔"عمارہ بیگم نے سنبھلتے ہوئے اسے سمجھانا چاہا۔

اسی لمحے ثمرین بیگم دستک دے کے اندر داخل ہوئیں۔چونکہ صورتحال ایسی تھی کہ 'ملک ولا'(شہرے کے گھر والے) بھی سبھی ملک ہاوس ہی جمع تھے اسی لیے اس وقت سارے ہی یہیں جمع تھے۔

ثمرین بیگم نے اندر داخل ہوتے ہی بیڈ کی پائنتی والی سائیڈ پہ بکھرا پڑا ڈریس دیکھا اور پھر اسے جو سسکتی ہوئی بیڈ کے کنارے بیٹھی ہوئی بہت ترحم آمیز لگ رہی تھی۔

وہ آگے بڑھیں اور اس کے نزدیک بیٹھ کے اسے نرمی سے ساتھ لگا گئیں۔

بیٹا ہم سب کو معاف کر دیں، یہ سب جو کچھ بھی ہو رہا ہے اس میں ہم لوگ" بلکہ ضرغام قصوروار ہے۔ان لوگوں کی دشمنی ضرغام سے تھی اور وہ لوگ ضرغام کو ایموشنلی ٹارچر کرنا چاہتے تھے۔وہ نگاہ کو اٹھوانا چاہتے تھے لیکن وہ چونکہ کچھ دنوں سے گھر سے باہر نہیں نکلیں اس لیے انہوں نے آپ کو ٹارگٹ کر لیا۔اب ہم ایسا ہرگز نہ کرتے جو ضرغام کے ساتھ آپ کی تصویروں کو اس طرح سے ایڈٹ کر کے وائرل نہ کیا گیا ہوتا اس لیے میری بیٹی موقع کی نزاکت کو سمجھیں۔ابھی آپ بس یہ نکاح کریں آگے کا سوچ کے پریشان مت ہوں۔"انہوں نے اپنے مخصوص پر شفق لہجے میں اسے تسلی دی جو ان کے سینے سے لگی آنسو بہائے جا رہی تھی۔

آپ کو یہ ڈریس نہیں پہننا تو مت پہنیں، کوئی اور سوٹ پہن لیں لیکن خود" کو یوں ازیت دینا بند کرو شاباش۔"انہوں نے انیلہ کو ڈریس ڈبے میں رکھنے

کااشارہ کیااوراس کے لیے مونگیا کلر کی بہت خوبصورت سی شیفون کی سمپل سی فراک منگوائی اورزبردستی اسے زیب تن کرنے پہ مجبور کیا۔

مونگیارنگ کی سادہ پیروں کو چھوتی فراک کے ساتھ ہمرنگ دوپٹہ اس کے کندھوں پہ پھیلانے کے بعد عمارہ بیگم نے سکن بڑی سی چادراس کے سر پہ اوڑھائی تواس کادل ایک بار پھر سے سسکنے لگا۔

اور پھر جب بلکتی ہوئی شہرے کو بازووں کے حصار میں لیے زونیہ بیگم اور ثمرین بیگم لاونج میں پہنچیں تو تھری سیٹر صوفے پہ رومال چہرے پہ باندھ کے بیٹھے رہبان کے ہمراہ کریم کلر کے شلوار قمیض میں سر جھکائے بیٹھے ضرغام نے شدتِ ضبط سے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔

یہاں لے آئیں شہرے کو۔"انہیں آتے دیکھ کے اسد صاحب نے ثمرین" بیگم کو اشارہ کیا اور شہرے کو ضرغام کے پہلو میں بٹھایا تو اس کا پہلو گویا جلنے لگا۔

مولوی صاحب شروع کیجیے۔"داد بخش صاحب کے الفاظ پہ چہرہ بڑی سی" چادر میں چھپا کے بیٹھی شہرے کا دل چاہا وہ یہاں سے کہیں دور بھاگ جائے لیکن ایسا کچھ نہ ہو سکا اور مولوی صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کر دیا۔

پھر چند ہی لمحوں کے کھیل کے بعد وہ شہرے احسن ملک سے شہرے ضرغام ملک بن گئی۔

یہ یادگار لمحے کیمرہ مین بہت توجہ اور چابک دستی سے ریکارڈ کرتا جا رہا تھا کیونکہ یہ کھیل رچایا ہی اسی کام کے لیے گیا تھا۔

نکاح ہوتے ہی ثمرین بیگم آگے بڑھیں اور ایک سرخ مخملیں کیس ضرغام کی جانب بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟" گلابی ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کیس کو دیکھتے ہوئے اس نے ثمرین بیگم سے استفسار کیا تو ساتھ بیٹھا رہبان فوراً اس کے کان میں گھسا۔

"اسے عرفِ عام میں 'منہ دکھائی' کہتے ہیں اور تو خوش قسمت ہے جسے نکاح کے فوراً بعد ہی بیوی کو منہ دکھائی دینے کا موقع مل رہا ہے۔ ایک میں ہوں جو کہنے کو تو ہنی مون منا رہا ہوں لیکن مسز ہیں کہ منہ دکھائی دینے کا بھی موقع نہیں دے رہیں۔" اس کی بڑبڑاہٹ اتنی بلند ضرور تھی کہ ضرغام کے ساتھ بیٹھی شہرے بھی اس سے مستفید ہوئی تھی۔

تبھی جب ثمرین بیگم نے کیس سے کنگن نکال کے ضرغام کو پکڑا کے اسے پہنانے کا اشارہ کیا تو ضرغام ایک پتی نگاہ ارد گرد تماشائی بن کے کھڑے افراد

پہ ڈالتا ہولے سے اس کی جانب رخ موڑتا اس کی جانب ہاتھ بڑھاتا اس کی کلائی تھامنے کو تھا جب اس نے اس کے ہلکے سے لمس پہ کلائی بہت درشتگی سے اس کی پہنچ سے دور کی۔

مجھے نہیں چاہیے۔"اس کی مدہم مگر نم آواز اس کی سماعتوں میں پڑی تو اس" کا چہرہ مارے ضبط کے سرخ پڑا۔

شہرے کی سب کی موجودگی میں اس حرکت پہ وہ خود پہ ضبط کے کڑے پہرے بٹھاتا دوبارہ ہاتھ اس کی جانب بڑھا کے قدرے سختی سے اس کی کلائی تھامتا اسے ششدر کر گیا۔

اس سے قبل کے وہ اس سے اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ بہت نرمی سے کنگن اس کی نازک کلائی کی زینت بنانے لگا۔

اس کی اس حرکت پہ شہرے جو پہلے ہی اس سے بے تحاشا متنفر ہو چکی تھی اس کے اندر ناگواری کا جوار پھٹنے لگا۔

ضرغام جیسے ہی کنگن پہنا کے فارغ ہوا تو عمارہ بیگم آگے بڑھیں اور اسے سہارا دے کے وہاں سے اٹھایا اور واپس اسی کمرے کی جانب لیے چل دیں جہاں کچھ لمحے قبل وہ ٹھہری ہوئی تھی۔

شہرے کے اٹھتے ہی کب سے ضبط کیے بیٹھا ضرغام بھی ایک جھٹکے سے اٹھا اور بنا باپ دادا سے ملے رہبان کو لیے باہر کی جانب بڑھ گیا۔

جبکہ دوسری جانب داد بخش اور اسد ملک ایک دوسرے سے نگاہیں چرا کے رہ گئے۔

زحلے جو اسے لٹانے کے چکر میں تکلیف کی شدت سے بیلنس قائم نہ رکھ پانے کی صورت میں اس پہ گر سی گئی تھی اس اچانک افتاد پہ جب اس نے پلٹ کے دیکھا تو اس کا دل چاہا زمین پھٹے اور اس میں سما جائے۔

کیونکہ کمرے کے کھلے دروازے میں شازمین میر کے ساتھ نا صرف معیز اور معید کھڑے تھے بلکہ بہت سے نئے چہرے بھی تھے جو یقیناً میر پیلس کے ہی مکین تھے۔

اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اپنی بہن کی بے حیائی اور بے شرمی کے عظیم" مظاہرے کیونکہ میری دکھائی گئی تصویروں پہ تو تمہارے باپ کو یقین آیا نہیں۔" وہ ابھی پہلے جھٹکے سے سنبھلی نہیں تھی کہ شازمین میر کے ہونٹوں سے نکلنے والے ان الفاظ پہ اس کا وجود جیسے جھٹکوں کی زد میں آگیا جبکہ ان الفاظ کے سنتے ہی معیز زخمی شیر کی مانند آگے بڑھا اور یکے بعد دیگرے کئی

تھپڑ اس کے نازک اور زخمی رخسار پہ اس شدت سے برسائے کہ وہ تیورا کے واپس نیم دراز ذوالنورین میر کے سینے پہ جا گری۔

"بے حیا، بے شرم، نوکری کی آڑ میں یہ بے حیائی کر کے ہمارا نام ڈبو رہی ہو تم۔" اس کے بالوں کو دوپٹے سمیت پکڑتے ہوئے اس نے اسے ذوالنورین میر کے سینے سے ہٹانا چاہا جب کب سے چپ لیٹے ذوالنورین میر نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس کے بال اس کی گرفت سے آزاد کروائے۔

"جو بھی میس تم لوگ کری ایٹ کرنا چاہو وہ اس کمرے کے باہر کرنا کیونکہ یہاں مجھے ان سے کچھ سوال پوچھنے ہیں۔" معیز کا ہاتھ پرے جھٹکتے ہوئے اس نے سرد لہجے میں کہا تو اس کی سینہ زوری پہ آگ بگولہ ہوتا معیز اس پہ جھپٹنے لگا۔

اپنے ہاتھوں کو قابو میں رکھو کیونکہ میں تم جیسے افراد کے گندے ہاتھوں کو" اپنے وجود پہ برداشت نہیں کیا کرتا۔"اس کی بلند آواز میں اس قدر سرد مہری تھی کہ اس کے گریبان کی طرف بڑھتے معیز کے ہاتھ ٹھٹھک گئے جبکہ وہ اسے وارن کرنے کے بعد اس کی جانب متوجہ ہوا جس کے رخسار سے خون بہتا ہوا اس کی گردن کی طرف سرائیت کر رہا تھا جبکہ وہ لٹی پٹی سی حالت میں وہیں اس کے بستر کے کنارے بیٹھی صدمے و بے یقینی سے یہ سب تک رہی تھی۔

آپ کی جاب کی اس قدر پرفیکٹ ادائیگی اور آپ کی اداکاری کی داد دینی" پڑے گی مس ابراہیم لیکن یاد رہے اداکاری آپ نے اپنی مرضی سے کی ہے اب داد میری مرضی کی ملے گی۔"اس کی استہزائیہ اور طنزیہ آواز جب سن ہوتے اعصاب کے ساتھ بمشکل بیٹھی زحلے کے کانوں میں پڑے تو اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے پہلے اسے اور پھر مڑ کے شازمین میر کے چہرے کو

دیکھا جن کا مسکراتا ہوا چہرا اسے واضح کر رہا تھا کہ یہ عورت ڈبل گیم کھیل چکی ہے۔

"لے جاو اس بے حیائی کے ڈھیر کو ہمارے گھر سے اور اگر اپنی عزت کی ذرا سی بھی پرواہے تو آج کے بعد اس طرف کا رخ ہر گز نہ کرنا اور ہو سکے تو اس جیسی بہن کا گلہ دبا دینا۔" شازمین میر نے تابوت میں آخری کیل ڈھونکنا چاہا کیونکہ وہ گرم لوہے پہ چوٹ لگا کے اپنی راہ سے اسے ہٹوانا چاہ رہی تھی جسے بہت آسانی کے ساتھ وہ اپنے مقصد کے لیے استعمال کر چکی تھی۔

"نکلو یہاں سے۔" کب سے خاموش تماشائی بن کے کھڑا معید ان الفاظ پہ آگے بڑھا اور اس کے زخمی بازو سے اسے پکڑ کے کھڑا کرتا ساتھ گھسیٹنے لگا جب بہت ہی غیر متوقع طور پہ کمرے میں ایک مانوس سی آواز گونجی۔

-

رکو یار کہاں بھاگنے کی کوشش کر رہے ہو؟" تیز تیز چلتے ضرغام کے پیچھے "
لمبے لمبے ڈگ بھرتے رہبان نے اسے آواز دی اور پھر اس کا بازو تھام کے
لان کے آخری کونے میں بنے بینچ پہ لیے بیٹھ گیا۔

پریشان ہو؟" اپنے چہرے پہ بندھا رومال کھولتے ہوئے رہبان نے اس کی "
جانب دیکھا جس کی خوبصورت آنکھیں اس وقت وحشت سے پُر تھیں۔

میں اس وقت بے تحاشا تکلیف میں ہوں۔" اس کے لفظ لفظ سے عیاں "
ہوتی اس کی دلی کیفیت پہ رہبان بھی چند ثانیے چپ سا ہو گیا۔

تم میں سے کوئی بھی میری کیفیت نہیں سمجھ پارہا،سب کو یہ نظر آرہا ہے" کہ میں شہرے کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کررہا ہوں لیکن کوئی یہ کیوں نہیں سمجھ رہا کہ میرے اس انکار کی وجہ کیا ہے؟"کرب زدہ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے بینچ کی ٹھنڈی بیک سے اپنا سر ٹکایا اور بہت دھیرے سے بولنے لگا۔

جب ڈیڈ مجھے اکیس بائیس سال قبل اپنے ساتھ ہاسپٹل لے کے گئے اور" وہاں مجھے ایک روئی کی طرح نرم سی گل گوتھنی سی بچی میرے ہاتھوں میں تھمائی تو مجھے وہ بہت پیاری لگی اور شاید اس کے چہرے کی خوبصورتی ہی تھی کہ میں نے اعجاز انکل (شہرے کے دادا) کے بتائے گئے ناموں میں سے اس کے لیے شہرے نام سلیکٹ کیا۔اس بچی کے ساتھ میری انسیت ختم ہونے کی بجائے اس قدر بڑھتی چلی گئی کہ میں اس راستے کا راہی بن گیا جس کی کوئی منزل نہ تھی۔چھ سال قبل جب مجھے اس بات کا ادراک ہوا کہ میں خود سے

سات سال چھوٹی لڑکی جو مجھے چاچو کہتی ہے اس کے عشق میں مبتلا ہو چکا ہوں تو میں نے اس کے متعلق ڈیڈ سے بات کی کہ اگرچہ وہ ابھی کم عمر تھی لیکن میں کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا مگر ڈیڈ اور آغا جان نے میری محبت کو تسلیم کرنے کی بجائے مجھے رشتوں کی زنجیر میں الجھا دیا۔ پھر کچھ عرصے بعد میرا نگاہ سے نکاح ہوا، وہ اچھی تھی اور مجھے امید تھی کہ نکاح جیسا بندھن مجھے اس سے محبت کرنے میں مبتلا کر دے گا اور ایسا ہی ہوا اس کی سنگت نے مجھے خوش رہنا سکھایا لیکن وہ میرے اندر سے شہرے کے عشق کو نہ کھرچ سکی تھی۔

اور اب جب میں نگاہ کے ساتھ نئی زندگی شروع کرنے والا تھا اور یہ سب ہو گیا مگر تم لوگ مجھ پہ دباو ڈالنے سے قبل یہ بات کیوں فراموش کر گئے کہ شہرے میرا عشق ہے اور نگاہ سے محبت ہمارے درمیان رشتے اور اس کے خلوص کی بدولت ہے۔ مجھے جان بوجھتے سب نے اس ازیت میں مبتلا کیا ہے کہ یہ تماشا دیکھ سکیں کہ ضرغام ملک اپنے عشق اور محبت میں توازن کیسے کر

رکھ پاتا ہے؟" وہ جو بے حد دوستی ہونے کے باوجود بھی اس کے سامنے اس حد تک نہیں کھلا تھا اس وقت اپنے اندر کی گھٹن کو اس کے سامنے دھیرے دھیرے بیان کرتا ہوا آخر میں زہر خند لہجے میں گویا ہوا تو رہبان نے تسلی آمیز انداز میں اس کے کندھے پہ ہاتھ دھرا۔

"تم پریشان نہیں ہو، اگر خدا نے تمہیں اس آزمائش میں ڈالا ہے تو وہ تمہیں اس سے نکالنے میں بھی مدد دے گا۔ ابھی خود کو ریلیکس کرو اور اندر جاؤ نگاہ بھابھی انتظار کر رہی ہوں گی۔" اپنی نیچر کے برخلاف وہ سنجیدگی سے کہتا ہوا اسے ساتھ لیے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔

"سفیر سائیں کے خلاف کیس بہت سٹرانگ ہے اس لیے فی الحال ان کی طرف سے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ ابھی میں آبگینے کے پاس جا رہا ہوں کل صبح ہوتے ہی ان کارندوں کے پرزے کسوں گا جو خبریں پھیلا رہے ہیں۔" اسے

لیے اندر کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے جان بوجھ کے موضوع تبدیل کیا تو ضرغام کے چہرے پہ ان کے ذکر پہ غصہ پھیل گیا۔

"تم گھر کب لے کے جاو گے آبگینے کو لے کر؟" اس نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو اس نے کان کی لو کھجاتے ہوئے صدر دروازے کے سامنے رکتے ہوئے اسے دیکھا۔

"تپانے والے انداز میں جب تک آدھے سسرالی جیل میں نہیں ڈال لیتا۔" کہتے ہوئے وہ اسے اندر کی جانب دھکیل کے خود دوبارہ سے رومال منہ پہ باندھ کے پورچ میں کھڑی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

منہ پہ بندھا رومال، بنا نمبر پلیٹ کی گاڑی وہ اس وقت اس لیے استعمال کر رہا تھا کہ اس وقت وہ پیر حویلی والوں کی توجہ کا مرکز نہیں بننا چاہتا تھا۔

اور پھر گاڑی فل سپیڈ پہ بھگاتے ہوئے وہ جلد از جلد اپنی منزل کی جانب بڑھنے لگا۔

صدر دروازہ کھولتے ہوئے جب اس نے قدم واپس لاونج میں رکھے تو مرد سارے تاحال لاونج میں ہی موجود تھے۔

ان سب کو نظر انداز کرتے ہوئے اس نے سیڑھیوں کی جانب بڑھنا چاہا جب احمد ملک نے اسے آواز دی تو اعجاز صاحب اور احسن صاحب کی موجودگی کے باعث وہ چار و ناچار پلٹا اور ان کی جانب بڑھا۔

اعجاز انکل کا کہنا ہے کہ شہرے کی رخصتی اس کے فائنل سمسٹر تک منسوخ" کر دی جائے اس لیے وہ اسے ابھی ساتھ لے کے جانا چاہتے ہیں۔ تمہارا کیا

خیال ہے؟"احمد صاحب نے متانت سے بات مکمل کی تو اس کے اندر اشتعال بڑھنے لگا۔

اس کا دل چاہا کہہ دے کہ پہلے جو کچھ ہوا ہے وہ اس کی اور شہرے کی مرضی سے ہوا ہے جواب اس کی رائے لی جا رہی تھی لیکن وہ کم از کم احسن صاحب کے سامنے ایسے کسی بھی لفظ کا استعمال کر کے انہیں یہ باور نہیں کروانا چاہتا تھا کہ ان کی بیٹی یہاں ان چاہی تھی۔

جیسے آپ سب کو مناسب لگے۔"اپنے اشتعال پہ قابو پاتے ہوئے اس نے" قدم واپس سیڑھیوں کی جانب موڑے تو احمد صاحب احسن صاحب کی جانب متوجہ ہوئے جو ضرغام کی پشت کو تک رہے تھے۔

وہ جانتے تھے کہ نگاہ کی رخصتی ہو چکی ہے اسی لیے وہ اس وقت شہرے کو لے جانا چاہتے تھے کہ نگاہ یہاں سیٹ ہو جائے پھر حالات کے دھارے کو دیکھ کے شہرے کے متعلق فیصلہ کر لیا جائے گا۔

زونیہ! جائیں شہرے کو ساتھ لے آئیں۔" سیڑھیوں سے اترتی زونیہ بیگم " کو دیکھ کے احسن صاحب نے حکم جاری کیا تو وہ چونکہ اس فیصلے کے متعلق جانتی تھیں سر ہلاتی شہرے کو لانے کے لیے واپس پلٹ گئیں۔

اپنے کمرے کے دروازے کے سامنے رکتے ہوئے اس نے گہری سانس بھر کے خود کو ذہنی طور پہ ریلیکس کرتے ہوئے ڈورناب پہ ہاتھ دھرا ہی تھا دائیں جانب بنے دوسرے کمرے کا دروازہ کھلا اور مونگیا فراک میں ملبوس کندھوں پہ وہی سکن شال اوڑھے شہرے زونیہ بیگم اور قندیل کے بازوؤں میں حلقے میں مقید نکلتی دکھائی دی تو اس کی آنکھیں دہکنے لگیں جبکہ گردن کی گلٹی ابھر کے معدوم ہوئی۔

یہ اس کی پر تپش نگاہوں کی لپک ہی تھی ان غیر متوقع حالات وواقعات سے حواس باختہ شہرے نے نظر اٹھا کے سامنے دیکھا تو لحظہ بھر کے لیے نگاہوں کا بہت جاندار تصادم ہوا لیکن اگلے ہی پل شہرے کے تنفر سے نظریں پھیرنے پہ فسوں ٹوٹ گیا اور وہ جبڑے زور سے بھینچتا ہوا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا۔

اسے اندر جاتا دیکھ کے شہرے کو نجانے کیا کچھ یاد آیا تھا جس کے باعث اس کی آنکھیں فورا نمکین پانیوں سے بھیگ گئیں۔

مگر فورا ہی اپنی آنکھوں کو پونچھتے ہوئے اس نے سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھائے تاکہ جلد از جلد یہاں سے نکل سکے۔

جبکہ دوسری جانب اندر داخل ہوتے ضرغام کی پہلی نظر اپنے بیڈ پہ پڑی جہاں پھیلے ہوئے کمفرٹر کو دیکھ کے اندازہ ہو رہا تھا کہ نگاہ اس وقت محوِ استراحت ہو چکی تھی۔

دروازہ لاک کرنے کے بعد اس کے قدم وارڈروب کی جانب بڑھنے کی بجائے اپنے بیڈ کی جانب بڑھے اور بیڈ کے بے حد نزدیک پہنچ کے تھم سے گئے۔

ایک نظر اس کے کمبل میں چھپے وجود پہ ڈالتے ہوئے وہ وہیں بیڈ کے کنارے ٹک گیا۔

چند ثانیے چپ چاپ اس کے بلینکٹ میں ملفوف وجود کو دیکھنے کے بعد اس نے دایاں ہاتھ آگے بڑھایا اور بہت آہستگی کے ساتھ کمبل اس کے چہرے سے سرکایا۔

کمبل اس کے چہرے سے سرکاتے ہوئے اس نے نرم نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

جو لیمپ کی مدہم روشنی میں مٹے مٹے میک اپ کے ساتھ بہت دلکش لگ رہا تھا۔

بنا چینج کیے وہ اسی بھاری لباس، جیولری اور مٹے مٹے میک اپ کے ساتھ سوتی اپنے وجود کی خوبصورتی سمیت اس کے پریشان حال دل کو قدرے پر سکون کر گئی۔

یہ اس کی نگاہوں کی تپش تھی شاید کہ گہری نیند سوئی نگاہ کسمساتی ہوئی اسے چونکا گئی۔

پہلے اس کا دل چاہا کہ وہ اسے سونے دے لیکن پھر کچھ سوچ کے وہ دھیرے سے جھکا اور اس کی پیشانی پہ ڈھلکے ہوئے ٹیکے کو اتارتے ہوئے سرگوشی نما آواز میں اسے پکارا۔

نگاہ! "اس کی سرگوشی اور ہاتھوں کی خاموش حرکت پہ محوِ استراحت نگاہ" کی نیند میں خلل پڑا۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ نیند کی اس قدر رسیا ہیں آپ؟ "اسے آنکھیں" کھولتے دیکھ کے وہ نرم لہجے میں بولتا ہوا اس کے جھومر کی جانب متوجہ ہوا تو وہ جو قندیل اور مہوش بیگم کے گھنٹہ ڈیڑھ قبل جانے کے بعد سو گئی تھی اسے اچانک سامنے دیکھ کے حیران ہوئی۔

آپ یہاں اس وقت؟ "نیند سے بھری آنکھیں دیوار گیر گھڑی پہ ڈالتی وہ" متعجب سی لیٹے سے اٹھ بیٹھی تو اس کے سوال پہ سائیڈ ٹیبل پہ اس کا ٹیکا اور جھومر رکھتا ضرغام بہت سکون سے اس کی جانب پلٹا۔

مجھے اور کہاں جانا تھا نگاہ؟" سوال کے جواب میں کیے گئے سنجیدہ سوال پہ وہ" چپ سی ہو گئی۔

نجانے کیوں اس کے دل کے نہاں خانوں میں یہ خیال آیا تھا کہ شاید آج کی رات وہ شہرے سے نکاح کی بدولت اس کے پاس نہیں آئے گا۔

مگر اس نے اس کی یہ غلط فہمی دور کر کے اسے کسی قدر حیران کر دیا تھا۔

ویسے مجھے پتہ نہیں تھا کہ ڈریس لینے کے لیے آپ اتنا اس لیے مچل رہی" تھی کہ پہن کے اسے سونا تھا آپ نے؟" وہ جس کے اندر اس قدر گھٹن تھی کہ سانسیں بھاری پڑ رہی تھیں وہ اس کے اندر چھپے دکھ کو کم کرنے کے لیے اس سے بہت ہلکے پھلکے انداز میں محوِ گفتگو ہوا تھا کیونکہ جو کچھ ہو چکا تھا وہ اس کے لیے ناقابلِ تلافی تھا۔

ایسا کچھ نہیں تھا۔"اس کی شرارت پہ وہ ہلکا سا جھینپی اور اس کے بڑھتے ہاتھوں کو دیکھ کے وہ اس بار ہلکا سا پرے ہوئی اور اپنا گلوبند اتارنے لگی۔

ش۔۔شہرے کہاں ہے؟"گلوبند اتار کے سائیڈ ٹیبل پہ رکھنے کے بہانے" اس نے رخ موڑتے ہوئے بہت مدہم سے لہجے میں سوال کیا۔

اس کا یہ سوال اس لمحے ضرغام کو ایک زوردار چابک کی طرح محسوس ہوا تھا، اس کا دل چاہا وہ کہیں دور بہت دور جا کے چھپ جائے۔

مگر وائی رے قسمت وہ یہ نہیں کر سکتا تھا اس لیے خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے آہستگی سے آگے بڑھ کے نگاہ کے کندھوں پہ اپنے ہاتھ جماتے ہوئے اس کا رخ اپنی جانب موڑا تو اس کے گہرے لمس اور مضبوط گرفت پہ نگاہ نے گھبرا کے اس کے گھمبیر تاثرات لیے چہرے کو دیکھا۔

اس کے چہرے کی گھمبیرتا اس کی دھڑکنوں کو منتشر کر گئی۔

کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ اس وقت آپ مجھ سے ہماری بات کریں۔""

سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے دایاں ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کے سمپل سے جوڑے میں لگی پنوں کو نکالنا چاہا تو اس قدر نزدیکی, اس کے الفاظ اور کمرے میں چھائی معنی خیز خاموشی نے کب سے دل میں عجیب سا دکھ اور خالی پن لیے بیٹھی نگاہ کو احساس دلایا کہ آج ان کی شبِ زفاف ہے اور سامنے موجود شاندار مرد اس کا شوہر ہے۔

میں۔۔۔۔میں خود کر لوں گی۔"گھبرائے ہوئے لہجے میں کہتے ہوئے وہ" سرعت سے اس کی گرفت سے نکلی تو اس کی اس حرکت پہ گہری سانس بھرتے ہوئے ضرغام نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

نگاہ میں آپ کے احساسات کی قدر کرتا ہوں اور یہ چیز میرے لیے قابلِ" قدر اور احترام ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کے انمول لمحات میں مجھے کسی اور

کو سونپنے کی ہمت کی ہے لیکن خدارا مجھے نعوذ باللہ فرشتہ مت سمجھیے گا اور مجھ سے میری برداشت اور صبر سے بڑھ کے امتحان مت لیجیے گا۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں اور سمجھتا بھی ہوں کہ اس وقت آپ کے لیے میری پیش رفت کو ایسی کیفیات کے ساتھ قبول کرنا مشکل ہے اسی لیے میں اس وقت آپ کو سپیس دے دیتا ہوں مگر یہ یاد رکھیے گا کہ یہ سپیس طویل ہر گز نہیں ہو گی۔" وہ جو بمشکل اس کی گرفت سے نکلتی کانپتے ہاتھوں کے ساتھ بالوں میں لگی پنیں اتار رہی تھی اس کی اس قدر واضح گفتگو پہ جہاں کی تہاں کھڑی رہ گئی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اتنی جلدی اس کی ایک جذباتی حرکت سے اس کے احساسات کو جانچ لے گا۔ یہ سچ تھا کہ وہ اس لمحے واقعی سپیس چاہتی تھی کیونکہ تین گھنٹے قبل ہوا واقعہ اس کے اعصاب پہ اس قدر حاوی ہو رہا تھا کہ ضرغام سامنے ہو کے بھی سامنے محسوس نہ ہو رہا تھا، وہ اس کی موجودگی کو محسوس کر کے دلی سکون کے ساتھ اس رشتے میں رنگ بھرنا چاہتی تھی۔

اس کی خاموش کو محسوس کر کے وہ مزید بولا۔

میں نہیں جانتا کہ آنے والا وقت کیسے حالات پیدا کرتا ہے لیکن اگر اللہ" نے مجھے اس آزمائش کے لیے چنا ہے تو میرے لیے دعا کریں کہ میں اس میں سرخرو ہوں باقی آپ ریلیکس رہیں اور چینج کر کے سو جائیں۔" اسی مخصوصی لب و لہجے میں کہتے ہوئے وہ وارڈروب کی جانب بڑھا اور اپنا نائٹ سوٹ نکالنے لگا۔

سوٹ نکالتے ہوئے اس کی ذہنی رو بھٹکی جب وہ شہرے کو سوات سے واپس گھر لایا تھا تو تب ابھی نکاح کی بات نہیں ہوئی تھی۔

وہ چینج کرنے کے لیے کمرے میں آیا تو وہاں کا منظر دیکھ کہ وہ چونک گیا تھا۔ کمرے کے عین وسط میں گرا گفٹ اور نیم کھلی کلوزٹ۔۔نیچے جھک کے جب اس نے گفٹ اٹھایا تو اس پہ لکھے شہرے کے نام کو دیکھ کے وہ پہلے چونکا اور پھر گہری سانس بھرتے ہوئے اس گفٹ کو ڈرا میں رکھ گیا۔

اس وقت دماغ اس قدر ابتری کا شکار تھا کہ وہ کھلی کلوزٹ کے متعلق فراموش کر گیا لیکن آج اس لمحے اس کے ذہن میں اچانک یہ سوال اٹھا کہ اس دن اس کی کلوزٹ کس نے کھلی چھوڑی تھی؟؟

چند لمحے سوچنے کے بعد وہ سر جھٹکتے ہوئے واشروم کی جانب بڑھ گیا۔

جبکہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی نگاہ میک اپ ریموو کرتی ہوئی یاسیت سے اس رات کے متعلق سوچ رہی تھی جس کے بارے میں اس نے بہت خوش کن خواب بُنے تھے مگر خواب تھے کہ خشک پتوں کی مانند بکھرتے چلے گئے تھے۔

اس غیر متوقع آواز پہ زحلے نے پلٹ کے دروازے کی جانب دیکھا تو وہاں کھڑے ابراہیم صاحب کو دیکھ کے اس کی سانسیں ٹوٹنے لگیں۔

بابا!" وہ بمشکل ہمت کرتی آگے بڑھی جب معیز نے سرعت سے اس کی" کلائی تھامی۔

نہیں ہے تمہارا کوئی رشتہ ہمارے باپ سے اور ہم سے۔"اس کی کلائی تھام" کے اسے فرش پہ دور دھکیلتے ہوئے وہ پھنکارا تو ابراہیم صاحب تڑپ کے اس کی جانب بڑھے۔

معیز بکواس بند کرو اپنی، میری بیٹی ایسا کوئی کام نہیں کر سکتی جس سے میری" عزت پہ حرف آئے۔"ان کے الفاظ پہ چور چور ہوئی زحلے کو جیسے نئے سرے سے سانسیں عطا ہوئی تھیں۔

اس نے فرش سے چہرہ اٹھا کہ متشکر مگر نم نگاہوں سے باپ کی جانب دیکھا جو اس کا خون آلود چہرہ دیکھ کے تڑپ اٹھے تھے۔

آپ کی آنکھوں پہ اس کے لائے گئے پیسوں کی پٹی بندھی ہے لیکن ہم" اتنے بیغیرت نہیں ہوئے کہ اس جیسی بے حیا کو گھر میں رہنے دیں۔آپ ابھی فیصلہ کریں کہ آپ کو اسے گھر رکھنا ہے یا ہم دونوں کی موت دیکھنی ہے۔" باپ کی بات سن کے معید آگے بڑھا اور بے حد سفاک اور کریہہ لہجے میں بولتے ہوئے زحلے اور ابراہیم صاحب دونوں کے رنگ فق کر گیا۔

برائے مہربانی یہ میلوڈرامہ کہیں باہر جا کے رچائیں اور نکلیں ہمارے گھر" سے۔" شازمین میر اب گھر کے مردوں کے آنے سے پہلے انہیں گھر سے باہر کرنا چاہتی تھی۔

وہ بہت سکون کے ساتھ اپنے مہرے چلا رہی تھی لیکن کچھ دن قبل ہی اسے اطلاع ملی تھی کہ زحلے ابراہیم اس پیلس کے گڑھے مردے اکھاڑنے کی کوشش کر رہی ہے تبھی اس نے ترپ کا پتہ کھیلنے کا سوچا جس میں زحلے سے

اس کی بے ایمانی کا بدلہ اس انداز میں لینے کا سوچا کہ ذوالنورین میر یہ سمجھے کہ وہ کسی کے کہے پہ یہ سب ڈرامہ کر رہی تھی۔

اور اپنے اس مقصد میں وہ بہت اچھے سے کامیاب رہی تھی۔

کیوں نکلیں ہم اس گھر سے، اگر میری بیٹی یہاں کوئی غلط کام کر رہی تھی تو" اس میں قصوروار صرف میری بیٹی کیوں آپ کا بیٹا کیوں نہیں؟" دل میں اٹھتے شدید درد پہ بمشکل قابو پاتے ابراہیم صاحب اچانک بلند آواز میں چلائے تو کب سے خاموش تماشائی بن کے زحلے کے خون آلود چہرے کو تکتے ذوالنورین میر سمیت سب نے چونک کے انہیں دیکھا۔

حالانکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ زحلے کی جاب کی نوعیت کیا ہے مگر یہاں آتے ہی ملازماوں کی باتیں سن کے وہ جان گئے تھے کہ بیٹی کی دراصل نوکری کیا تھی؟

اس سب کے باوجود وہ سب کچھ دیکھ کے بھی یہ ماننے میں متامل تھے کہ ان کی بیٹی ایسا کریہہ فعل کر سکتی ہے۔

اب اس بات کا کیا مطلب ہوا؟" شازمین میر ناگواری سے بولیں۔ان کے " علاوہ میر پیلس کے بقیہ افراد بس دلچسپی سے یہ شوانجوائے کر رہے تھے بس وہی بول رہی تھیں۔

اس بات کا بہت واضح مطلب ہے خاتون کہ جس طرح میری بیٹی کے " متعلق ثبوت وشواہد اکٹھے کر کے اسے مجرم قرار دیتے ہوئے ہمیں مطلع کیا ہے اور میرے 'غیرت مند' بیٹے اسے سزا دینے کا سوچ رہے ہیں تو یہی سب آپ کے بیٹے کے ساتھ کیوں نہیں؟اس لیے کہ وہ لڑکا ہے ان کے لیے کوئی سزاو جزا کا تصور ہی نہیں۔" درد تھا کہ جسم میں پھیلتا جا رہا تھا لیکن وہ بہت ہمت کے ساتھ بیٹوں اور باقی سب افراد کے سامنے ڈٹ کے کھڑے بیٹی کے

لیے لڑ رہے تھے جو ہمت کھوتی اب واپس کارپٹ پہ دوزانو ہو کے بیٹھی بے جان چہرے کے ساتھ سبھی کو اجنبی نگاہوں سے تک رہی تھی۔

میں اِن کا بیٹا نہیں ہوں اس لیے ڈائریکٹ مجھ سے بات کریں۔ کیا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟" بہت سپاٹ اور خشک لہجے میں آواز بلند کرتے ہوئے اس نے ابراہیم صاحب کو اپنی جانب متوجہ کیا تو انہوں نے گردن گھما کے اسے دیکھا جو بیڈ کراون سے ٹیک لگائے نیم دراز سپاٹ چہرے کے ساتھ ان کی جانب ہی متوجہ تھا۔

مجھے اپنی بیٹی پہ یقین ہے کہ وہ کوئی غلط کام نہیں کر سکتی لیکن یہ معاشرہ" چونکہ ایسے بہت سے غیرت مندوں سے بھرا ہے۔" انہوں نے وہاں موجود افراد کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قدرے تھکے تھکے لہجے میں کہتے ہوئے کچھ ثانیے کا وقفہ لیا۔

اس لیے اگر میری بیٹی اس غیرت مندی کے چکر میں دربدر ہوتی ہے تو تم" بھی یہ گھر چھوڑو گے اور اگر تم یہ نہیں کرتے تو خدا کی قسم میں غریب اور بیمار ضرور ہوں لیکن یہاں میں تم لوگوں کے خاندان کے لیے اچھا ہر گز ثابت نہیں ہوں گا۔" ابراہیم صاحب کے الفاظ پہ زحلے کی خاموش آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔اسے احساس ہوا کہ والدین واقعی کس قدر انمول اثاثہ ہیں۔

جب ہر طرف سے ہر کوئی آپ کی عزت وجان کا دشمن بنا ہو تو یہ والدین کا وجود ہی ہوتا ہے جو آہنی دیوار کی مانند ان کی سازشوں کو روک دیتا ہے۔

آپ کی بات بجا ہے لیکن اس کی بجائے میرے لیے بہتر سزا یہ ہے کہ مس" ابراہیم سے میرا نکاح کر دیا جائے کیونکہ ہم ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور تبھی ہم سے یہ غلطیاں ہوئی ہیں۔" روبوٹک انداز میں بہت ہی

غیر متوقع طور پہ ذوالنورین کے کہے گئے الفاظ پہ وہاں موجود سبھی افراد پہ کمرے کی چھت ایک دھماکے ساتھ گویا گر پڑی تھی۔

وہ شاید پہلا شخص تھا جو یوں بیڈ پہ لیٹا ایک ادھیڑ عمر شخص سے اس کی بیٹی کو اس کے سر نیم سے مخاطب کرتا پسند کرنے کا اعتراف کرتے ہوئے نکاح کا پروزل دے رہا تھا۔

یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟" اس کا کیا گیا دھماکہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ سنبھلتے" ہی شازمین میر اس کی جانب متوجہ ہوتیں تیز لہجے میں بولیں۔

میرے معاملات سے دور رہیں، اتنی دیر سے آپ کو اس لیے کمرے میں" برداشت کر رہا ہوں تو اس کی بھی کوئی ریزن ہے لیکن اس سے زیادہ کچھ

کرنے کا سوچیے گا بھی مت۔" درشت اور اہانت آمیز لہجے میں بولتا ہوا وہ انہیں وہیں شٹ اپ کال دے گیا۔

وہ جانتی تھی کہ وہ اسے اس لیے برداشت کر رہا تھا کہ کل وہ اسے ایک ویڈیو دکھا چکی تھی جس میں زحلے اسے اپنے جال میں پھنسانے کا ذکر کر رہی تھی۔

یہ تب کی ہی ویڈیو تھی جب شازمین میر نے اسے کانٹریکٹ پیپر پہ سائن کرواتے ہوئے اسے اس کی ڈیوٹیس بتائی تھیں۔

لیکن ویڈیو کی ایڈیٹنگ ایسی ہوئی تھی کہ دیکھنے سننے والا فوری طور پہ یہی سمجھتا کہ زحلے ابراہیم یہاں صرف اور صرف ذوالنورین میر کو ٹریپ آئی تھی۔

ہر گز نہیں، یہ نکاح کبھی نی۔۔۔۔۔"اس کے کیے گئے دھماکے سے" سنبھلتا ہوا معیز بلند آواز میں انکاری ہوا جب ابراہیم صاحب کی سنجیدہ آواز گونجی۔

کب کرنا ہے نکاح؟" یہ سوال پوچھتے ہوئے ابراہیم صاحب کے سینے میں "
درد کی تیز لہر اٹھی جسے بمشکل دباتے ہوئے انہوں نے نظریں نیچی کر کے
کارپٹ پہ بیٹھی بیٹی کو دیکھا جو آنکھوں میں لاتعداد شکوے، بے تحاشا بے
یقینی اور دکھ لیے انہیں تک رہی تھی۔

ابھی۔ "یک لفظی جواب پہ ابراہیم صاحب کی جانب زحلے کی خاموش "
آنکھوں سے آنسو نکلا اور خون آلود رخسار سے ہوتا اس کی گود میں جا گرا۔

اماں سائیں! "طلال جو کہ کچھ دیر پہلے ہی حویلی پہنچا تھا وہ آج بہت دنوں "
کے بعد زنان خانے کی طرف آیا اور آتے ہی ساجدہ بیگم کو پکارنے لگا۔

کیا بات ہے طلال بچے؟کسے بلا رہے ہو؟"نسرین بیگم جو اپنے کمرے سے " نکل رہی تھیں اسے دیکھ کے میٹھے لہجے میں بولیں۔

اماں کہاں ہیں چچی سائیں؟"اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔"

کہاں ہونا ہے بیچاری نے،جب سے آبگینے کا مواشوہر منہ پہ کالک مل کے گیا" ہے تب سے ہی بیچاری کمرے کی ہو کے رہ گئی ہے۔"بظاہر ہمدردی جتاتے ہوئے انہوں نے اپنے اندر کا بغض بھی باہر نکالا۔

وہ فطرتاً بہت بری نہیں تھیں لیکن اتنی اچھی بھی نہیں تھیں،وہ دیورانی جٹھانی والے روایتی جلاپے سے مکمل مالامال تھیں جس کی بدولت وہ اکثر جٹھانی سے زیادتی کر جاتی تھیں۔

ابھی بھی آبگینے کے نام پہ طلال کے چہرے کے عضلات تن سے گئے جبکہ بڑی بڑی روشن آنکھوں میں بھی سرد مہری چھا گئی۔

دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے ہوئے وہ نسرین بیگم کو کوئی بھی جواب دیے بغیر ساجدہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"السلام علیکم اماں سائیں! "کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے بلند آواز میں سلام کیا اور صوفے پہ بیٹھی ماں کے پاس براجمان ہوتا وہ ان سے ان کی خیریت دریافت کرنے لگا۔

"اماں سائیں! جس دن گردیزی ہاوس والے حویلی آئے تھے اس دن کی تصویریں ہیں یہاں کسی کے پاس؟"اس نے ان کی خیریت وغیرہ پوچھنے کے بعد اچانک ہی بہت سرسری سے انداز میں آبگینے اور رہبان کا تذکرہ کیے بغیر استفسار کیا۔

تواس قدر اچانک سوال پہ وہ پہلے چونکیں اور پھر بولیں۔

میرے موبائل میں ہیں شاید، زاہرہ نے بنائی تھیں۔"وہ مرجھائے سے "
لہجے میں بولیں کہ انہیں لگا شاید وہ تصویریں ڈیلیٹ کرنے والا تھا جبکہ وہ تو
بس اب تصویریوں کے ذریعے بیٹی کا چہرہ دیکھا کرتی تھیں۔

جبکہ ان کی سوچوں کے برعکس وہ بہت توجہ کے ساتھ تصویریں دیکھتا ایک
جگہ پہ رکا۔

یہ کون ہے؟"اس نے ایک تصویر ان کے سامنے کی جس میں آبی کے "
دائیں بائیں دو خوبصورت لڑکیاں بیٹھی تھیں۔

چونکہ نکاح والے دن مردان اور زنان حصہ الگ الگ تھے اس لیے وہ لوگ ایک دوسرے کے خاندان سے متعارف نہ ہوئے تھے خاص طور پہ نوجوان نسل۔

یہ رہبان کی بہن ہے آیت اور یہ اس کی پھپھو کی بیٹی ہے دریہ۔"انہوں" نے جھجھکتے ہوئے تعارف کروایا کیا تو اس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

بہت خاموشی سے وہ تصویر اپنے نمبر پہ سینڈ کرنے کے بعد اس نے موبائل ان کی جانب بڑھا دیا۔

زبردست سی انگڑائی لیتے ہوئے اس نے کروٹ بدلی اور دونوں بازو پھیلا کے کچھ انچ کے فاصلے پہ سوئی اپنی شیرنی کو بازوؤں میں سمیٹ کے سینے سے لگایا۔

کل ضرغام کے نکاح کے بعد جب وہ گھر پہنچا تو اس سے تپی ہوئی آبگینے نے حملوں سے جو استقبال کیا تھا اس نے بمشکل اس کے حملوں کو اپنے بے باک استحقاق سے روکتے ہوئے خود میں بکھر جانے پہ مجبور کر دیا تھا۔

اور یہ شاید نہیں یقیناً اس کی ہی محبوبانہ شدتوں کا کمال تھا کہ وہ یوں بکھری ہوئی سی گہری نیند میں مگن اس کی بازوؤں میں سوئی پڑی تھی۔

"اس کے ایک breath taking سوتے ہوئے زیادہ لگتی ہو مسز۔" دوسرے میں پیوست گلابی ہونٹوں پہ ایک شریر سی نگاہ ڈالتے ہوئے اس نے اپنے ہونٹ اس کے بالائی لب کے درمیان بنے تل پہ رکھے اور پھر ہونٹ سرکتے ہوئے بالائی لب کو چھونے لگے۔

اور یوں میرے رنگ میں رنگی تو حواسوں پہ چھا رہی ہیں۔"اس نے اپنی"
براون ٹی شرٹ جو اس وقت وہ زیب تن کیے ہوئے تھی اس کے گول گلے
پہ انگلی پھیرتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے سرگوشی کی تو اس کی انگلی کی
سرسراہٹ، مخمور آنکھوں کی تپش اور لبوں کی بے باک گستاخیوں کے
باعث وہ ہولے سے کسمسائی۔

اس کے کسمسانے پہ وہ اس سے قدرے فاصلے پہ ہوا اور مڑ کے سائیڈ ٹیبل کی
دراز سے مخملیں کیس نکالا اور اسے کھول کے اس کے اندر سے بہت نفیس سی
گھڑی نکالنے لگا۔

جب اس نے شادی کا سوچا تھا کہ ایسے کسی بھی تگفے کا اس کے وہم و گمان میں
بھی نہ تھا لیکن جب اس نے اس رسم کو ختم کرنے کا ارادہ بنایا تو تب اس نے
بارات سے تین گھنٹے قبل جا کے یہ گھڑی پسند کی تھی جس کے خوبصورت

اس طرح سے کنندہ تھا A اور دوسری جانب R ڈائل کے ایک طرف کہ ان میں ننھے ننھے ڈائمنڈز لگے ہوئے تھے۔

ان ڈائمنڈز کی چمک جب ڈائل پہ پڑتی تو دیکھنے والی آنکھ مبہوت رہ جاتی۔

سوئی ہوئی آبگینے کی نازک کلائی ہاتھ میں لیتے ہوئے وہ اس دیدہ زیب اور قیمتی گھڑی کو اس کے ہاتھ کی زینت بنانے لگا۔

تاریخ میں لکھا جائے گا کہ ایک ایسا ایس پی بھی گزرا ہے جو اپنے سسرالیوں" کو دن دیہاڑے تگنی کا ناچ نچا سکتا ہے لیکن اپنی بیوی کے زبانی اور عملی حملوں کے خوف سے اسے سوتے میں منہ دکھائی گفٹ کر رہا ہے۔" خفگی نما انداز میں بڑبڑاتے ہوئے اس نے اس کی نازک کلائی کو اپنے سامنے کیا تو بے ساختہ وہ اس کی کلائی کو چومنے لگا۔

یہ اس کے لمس کی شدت تھی یا اس کی قربت کا اعجاز کہ سوتی ہوئی آبگینے نے کسمساتے ہوئے اپنی مندی مندی آنکھیں کھول کے ماحول کا جائزہ لینا چاہا جب خود پہ جھکے رہبان کو دیکھ کے فطری طور پہ بوکھلا سی اٹھی۔

آپ کیا کر رہے ہیں صبح صبح؟" اس نے کلائی اس کی گرفت سے آزاد کرواتے ہوئے گھبرائے سے لہجے میں استفسار کیا تو وہ جو اس کے وجود کی نرمیوں میں گم ہونے والا تھا اس کی آواز پہ اس کی جانب متوجہ ہوا۔

وہی جو رات کو کر رہا تھا۔ "اس قدر برجستہ مگر بے شرمی و بے باکی سے چور" جواب پہ آبگینے کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔

اس نے بڑی بے ساختگی میں خود کمبل کھینچتے ہوئے خود کو اس کی نگاہوں سے چھپانا چاہا۔

میرا دل صبح صبح بے ایمان ہو چکا ہے مسز رہبان، میں اب اس پردے کی" اجازت ہر گز نہیں دوں گا۔" کمفرٹر اس کے چہرے پہ پہنچنے سے قبل ہی اس نے ہاتھ میں دبوچتے ہوئے بھاری لہجے میں کہا تو وہ زچ سی ہو گئی۔

آپ اس قدر بے شرم اور بے باک کیوں ہیں؟ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ پیر" سائیں نے آپ کو ہمارے لیے چُن کیسے لیا؟" وہ جس کی زندگی حویلی میں بہت بے رنگ سی گزری تھی وہ اس کی شدتوں، بے باکیوں اور محبوبانہ شرارتوں اور باتوں سے بے تحاشا زچ ہو چکی تھی۔

اور اس کے زچ ہونے کی سب سے بڑی نشانی یہ تھی کہ وہ اس کے حق جتاتے انداز سے اس قدر گھبرا چکی تھی اس کے کہے پہ واپس 'آپ' پہ آ چکی تھی۔

لاحولہ ولا قوت الا باللہ!! اب آپ کے پیر سائیں کے ساتھ تو بے شرم اور بے باک ہونے سے رہا جو انہیں اندازہ ہوتا کہ میں کیسا ہوں۔"اس نے جیسے شدید برا مانتے ہوئے کہا اور کمبل اس کے چہرے سے ہٹایا۔

مجھے آپ کی ماما سے بات کرنی ہے۔"اس سے پہلے کہ وہ اس کے چہرے پہ جھکتا وہ قدرے تیز اور بلند آواز میں بولی تو وہ ٹھٹھکا اور یہی مہلت منتظر سی آبگینے کے لیے کافی تھی۔

وہ پھرتی سے اسے پرے ہٹا کے بیڈ سے نیچے اتری اور بنا لمحے کی دیری کیے واشروم کی جانب بھاگ گئی۔

دھوکہ باز مجرموں کے لیے میرے پاس ناقابل برداشت سزائیں ہوتی" ہیں مسز رہبان!"اسے واشروم میں گم ہوتے دیکھ کے اس اچانک کاروائی پہ

سنبھلتے ہوئے رہبان نے ہانک لگائی تو واشروم کا دروازہ بند کرتی آبی کی سانسیں پل بھر کے لیے انتشار کا شکار ہوتیں واپس اعتدال پہ آئی تھیں۔

اسی لمحے اس کی نگاہیں اپنی کلائی پہ موجود گھڑی پہ پڑیں تو اس نے بے ساختہ واشروم کے بند دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے گویا اس پار دیکھنا چاہا تھا۔

السلام علیکم! "ملک ہاوس میں معمول کی مانند اس وقت ناشتے کے لیے" سب ڈائیننگ ہال میں جمع ہوئے تھے جب حسبِ معمول اس کی آواز ہال میں گونجی تو ڈائیننگ ہال میں قدم رکھتے ضرغام نے بے ساختہ نظر اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو سیاہ ٹراوزر کے ساتھ براون شارٹ پہنے کندھوں پہ بلیک شال اوڑھے، سنہری بالوں کو پونی میں جکڑے وہ بے رنگ اور ستے ہوئے چہرے کے ساتھ داد بخش ملک کی جانب بڑھ رہی تھی۔

یہ وہ جانتی تھی کہ اس کے لیے کس قدر مشکل تھا واپس اس دہلیز کو پار کرنا لیکن اسے یہ کرنا تھا وہ جو ارادہ باندھ چکی تھی اس کے لیے اسے سب کا سامنا کرنا تھا کیونکہ یہ بات وہ بھی جانتی تھی کہ وہ ان سب سے چھپ نہیں سکتی تھی اس لیے اس نے ہمت جتا کے پہلا قدم بڑھایا تھا۔

بیٹھو شہری بیٹے، ناشتہ کریں۔" ثمرین بیگم نے خوشدلی سے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا تو اس نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

اس نے تاحال ضرغام کو نہیں دیکھا جو ابھی تک وہیں کھڑا اسی کی جانب متوجہ تھا۔

نہیں، مجھے نگاہ چچی سے ملنا ہے۔" نفی میں سر ہلاتے ہوئے اس نے مدہم" لہجے میں کہا۔

جبکہ اس کے 'نگاہ چچی' کہنے پہ جہاں سبھی افراد نے متعجب وافسوس کن انداز میں اس کی جانب دیکھا وہیں چند قدم دور کھڑے ضرغام کے اندر آگ سی دہکنے لگی۔

اس کے یوں کہنے پہ اس نے سلگتی نگاہوں سے داد بخش ملک کی جانب دیکھا تو وہ جو پہلے ہی اس کی جانب متوجہ تھے اس سے نظر ملتے ہی نگاہ چرا گئے۔

نگاہ تو شاید کمرے میں ہے، آپ بیٹھو ابھی آجاتی ہے۔" ثمرین بیگم نے " سنبھلتے ہوئے اسے ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا تو اس نے دونوں ہتھیلیاں مسلتے ہوئے انہیں دیکھا۔

میں کمرے میں جاکے ہی مل لیتی ہوں۔"زبردستی لب پھیلاتے ہوئے وہ" بولی اور قدم آگے کو بڑھائے لیکن چند قدم بعد ہی وہ ٹھٹھک گئی کیونکہ ڈائینگ ہال کی اینٹرس کے پاس ہی وہ کھڑا اپر تپش نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس کو غیر متوقع طور پہ سامنے دیکھ کے اس کے قدم لحظے بھر کے لیے من من بھر کے ہو گئے لیکن یکایک اسے گزری افتاد کا ادراک ہوا تو چہرے پہ تنفر کا سایہ بہت سرعت سے پھیلا اور یہ تنفر سامنے کھڑے شخص کی نگاہوں سے چھپ نہ سکا تبھی وہ اس کے اس تک پہنچنے سے قبل ہی وہ مضبوط قدم اٹھاتا اس کے پہلو سے گزرتا ان سب کی طرف بڑھ گیا جو خاموش تماشائی بنے ان دونوں کو ہی تک رہے تھے۔

السلام علیکم !"ان سب کے نزدیک پہنچتا وہ بھاری آواز میں ان پہ سلامتی" بھیج کر اپنی کرسی پہ براجمان ہو گیا جبکہ دوسری جانب وہ بھاری دل کے ساتھ وہاں سے نکلتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

گردیزی ہاوس' میں اس وقت ناشتے کی گہما گہمی چھائی ہوئی تھی۔ڈائیننگ' ٹیبل پہ بیٹھے افراد کی ہلکی پھلکی نوک جھونک کے ساتھ ساتھ چھریوں کانٹوں کے کھٹکھٹانے کی آوازیں بھی گونج رہی تھیں۔

ویسے شادی کے بعد لڑکیوں کی رخصتی کے بارے میں سنا تھا ہمارے ہاں یہ" الٹ کیونکر ہو گیا؟"پراٹھے کا نوالہ لیتے ہوئے داود (جو دو دن سے یہیں ٹھہرا تھا) نے کہا تو حماد گردیزی نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

یہ ہماری گمنام سی بھابھی کے ساتھ ساتھ ہمارے ایس پی صاحب بھی کہیں" روپوش ہی ہو گئے ہیں۔" وہ اپنے مخصوص ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوا تو زمل اور مشعل ہنسنے لگیں۔

یہ تم لوگوں کے لیے ایک عبرتناک سبق ہے کہ جان سکو کہ شادی کے" بعد لوگ بدل جاتے ہیں۔" مائرہ بیگم نے شگفتگی سے جواب دیا تو ان سب کے مدہم قہقہے گونج اٹھے۔

اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اب ہم اپنے بقیہ لڑکوں کی شادیاں نہیں کریں" گے۔" آیت نے شوخی سے کہا تو رضا صاحب نے بڑے مدبرانہ انداز میں سر اثبات میں ہلایا جبکہ آنکھوں میں شرارت چمک رہی تھی۔

ہر گز نہیں، خبر دار جو ایسا سوچنے کی کوشش بھی کی۔"اس کی بات سن کے "
حمدان تڑپ اٹھا۔
اس کے یوں برجستگی سے جواب دینے پہ بی جان بھی ہولے سے مسکرا دیں۔

اچھا بی جان، ڈیڈ میں کالج کے لیے نکل رہی ہوں۔"ناشتے سے فارغ ہو "
کے وہ اپنی جگہ سے اٹھی تو بی جان نے چونک کے اسے دیکھا۔

تم کیوں کالج جا رہی ہو؟"ان کے متوحش انداز پہ حماد صاحب نے پر سکون "
انداز میں ان کی جانب دیکھا۔

اماں کچھ نہیں ہوتا، اللہ ہے ہم سب کی حفاظت کے لیے۔اب لوگوں کی"
وجہ سے ہم نہ خود گھر میں چھپ کے بیٹھ سکتے ہیں نا اپنے بچوں کو گھر بٹھا سکتے

ہیں۔"ان کے متانت بھرے انداز میں کہنے پہ بی جان کے چہرے پہ تذبذب کا عالم چھا گیا لیکن وہ چپ رہیں۔

کیونکہ ان کی بات ویسے ٹھیک تھی کہ گزشتہ ڈیڑھ ہفتے سے انہوں نے بچوں بچیوں کی کہیں نکلنے نہ دیا تھا لیکن اب زندگی یوں تو تمام ہونے سے رہی اس لیے آج حماد صاحب کے کہنے پہ سب معمول کے کاموں کو سرانجام دینے کے لیے چاق وچوبند نظر آرہے تھے۔

پھر بی جان اور ماؤں سے دعائیں لے کے وہ سب آگے پیچھے اپنے یونیورسٹیز کالجز کی جانب چل دیے۔

رہبان گھر کب آئے گا؟"بی جان نے اپنا معمول کا سوال دہرایا تو حماد صاحب نے گہری سانس بھر کے انہیں دیکھا۔

اماں ! جلد آجائے گا۔ابھی آبگینے کے گھر والے دونوں کو پاگل کتوں کی" مانند ڈھونڈ رہے ہیں اور وہ نہیں چاہتا کہ آبگینے اپنے گھر والوں کا ایسا روپ دیکھے۔"ان کے تفصیلی جواب پہ ان کے چہرے پہ دکھ اور بے بسی چھا گئی۔ اور یہی بے بسی اور تکلیف سائرہ بیگم کے دل میں بھی چھائی تھی جو کئی دنوں سے بیٹے کا چہرہ دیکھنے اور آواز سننے سے محروم تھیں۔

وہ کمرہ جہاں کچھ دیر قبل اونچی اونچی آوازوں کے ساتھ اس پہ بہتان لگایا جا رہا تھا وہاں اب پن ڈراپ سائلنس کے ساتھ اس کے نکاح کے مراحل طے پا رہے تھے۔

ذوالنورین کے کیے گئے دھماکے کے بعد شازمین میر نے سن ہوتے دماغ کے ساتھ عبدالرحمن میر اور آفاق میر کو طلاع دی جو یہ خبر سن کے بھاگم بھاگ پیلس پہنچے تھے۔

انہوں نے آتے ہی بنا کسی اور کی جانب دیکھے ڈائریکٹ ذوالنورین سے اس نکاح کی بابت استفسار کیا تو وہ چہرے پہ ڈھیروں سکون لیے ان کی جانب متوجہ ہوا۔

دل کر رہا تھا میرا، یہاں پڑے پڑے بور ہو چکا تھا اس لیے میرا نکاح کے " لیے مچل اٹھا۔ "الفاظ اگرچہ غیر سنجیدہ تھے لیکن لہجہ افففف۔۔۔۔ اس کے لہجے میں اس قدر سرد مہری تھی کہ کمرے کی فضا بھی سرد ہونے لگی تھی۔

سن ہوتے اعصاب کے ساتھ صوفے پہ بیٹھی زحلے کے چہرے سے رستا خون اب چہرے پہ جم چکا تھا جبکہ کلائی بھی خون آلود تھی مگر وہ اس سب سے بے نیاز صوفے پہ اپنے لاچار باپ کے ہمراہ بیٹھی اپنی زندگی کے سب سے بڑے کڑے دور سے گزر رہی تھی۔

اس کا دل چاہا وہ اس سارے ڈرامے کا اختتام اپنی زبان سے کرے لیکن اس کے بولنے کا کوئی فائدہ نہ تھا۔وہ عورت اس سے فوراً ڈبل پیسوں کا مطالبہ کر دیتی یا اسے مزید بد کردار ثابت کر دیتی۔

جو تصاویریں، ویڈیوز یا باتیں وہ ایڈٹ کر کے جن انداز میں پیش کر کے اسے سرِ بازار رسوا کر چکی تھی اس کے بعد وہ سر بھی نہیں اٹھا سکتی تھی زبان کھولنا تو بہت دور کی بات تھی۔

نکاح شروع کریں؟"ڈاکٹر ارتضیٰ جنہیں ذوالنورین نے ہی کال کر کے بلایا" تھا وہ اس ایمرجنسی نکاح جس میں سارے یوں فق چہرے لیے بیٹھے تھے جیسے کسی کی موت ہوئی ہو، میں ڈھیروں تجسس لیے ان کے بظاہر پر سکون سے ابراہیم صاحب کی جانب متوجہ ہوئے جو صوفے پہ کسی لٹے ہوئے مسافر کی مانند بیٹھے تھے۔

زحلے ابراہیم دختر ابراہیم علی آپ کا نکاح ذوالنورین میر ولد ولید میر سے" سکہ رائج الوقت بعوض پچیس لاکھ نقد اور دس تولے سونے حق مہر کے کیا جاتا ہے، کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" مولوی صاحب کی مدہم لیکن فصیح آواز گونجی تو اس کا وجود جیسے اندیکھی قید میں جھکڑنے لگا۔

آپ کی اداکاری کی تو سزا دینی بنتی ہے نا؟" انتقام اور تنفر سے بھرپور یہ" سلگتا ہوا لہجہ سماعتوں میں گونجا تو جیسے ہر آواز دم توڑ گئی تھی۔
مگر جب اپنے نرم ہاتھ پہ ابراہیم صاحب کی گرفت محسوس ہوئی تو وہ ہولے سے سر اثبات میں ہلا گئی۔

اس کے رضامندی دینے کے بعد ذوالنورین سے اس کی رضامندی پوچھی گئی جسے اس نے بنا کسی دقت کے پیش کرتے ہوئے اس لڑکی کو اپنے نکاح میں

قبول کیا جسے وہ چند گھنٹے کے لیے اپنی ٹیوٹر کے طور پر بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

نکاح کی کاروائی ہوتے ہی سبھی افراد جھٹکے سے اٹھے اور تن فن کرتے ہوئے کمرے سے نکل گئے کیونکہ اس ڈرامے میں شریک ہونا بھی ان کے لیے بے حد مجبوری تھی۔

کبھی یہ مت سمجھنا کہ میں آپ پہ کسی شک کی بدولت یہ نکاح ایسے کروایا" ہے بس میری ٹوٹتی سانسوں کے ڈرنے مجھے احساس دلایا کہ میں آپ کو یوں نام نہاد غیرت مندوں کے بیچ لاوارثوں کی طرح نہیں چھوڑ سکتا اور جہاں تک بات ہے ذوالنورین کی تو امید رکھو وہ آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا کیونکہ زندگی کے ستاون سال گزارنے کے بعد اس دنیا سے اور کچھ تو نہیں حاصل کیا لیکن لوگوں کی آنکھیں اور چہرے پڑھنے کا ہنر جانتا ہوں اور اس

ہنر سے میں نے اتنا جانا ہے کہ ذوالنورین میر لاکھ برا ہو سکتا ہے لیکن وہ آپ کے نام نہاد بھائیوں جیسا 'غیرت مند جانور' نہیں ہو سکتا۔" نکاح کے بعد جب سب کمرے سے نکل گئے اور ذوالنورین ڈاکٹر ارتضیٰ سے باتوں میں مصروف ہوا تو ابراہیم صاحب بہت مدہم سے لہجے میں بمشکل اس سے کہتے چلے گئے جو دم سادھے انہیں تک رہی تھی۔

بابا آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟" ان کے ماتھے پہ چمکتے پسینے کے قطرے دیکھ کے وہ اپنے غم کو پرے جھٹکتی ہوئی متفکر لہجے میں بولی تو انہوں نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

میں اپنی بیٹی کو کچھ دیر بننے والے رشتے کی بناء پر یہاں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔" اسے کبھی ایسے رشتے بندھنے اور ایسے رخصت ہونے پہ کچھ تلخ مت کہنا کیونکہ میں نے ابھی کچھ دیر قبل اسے یہ امید دلائی ہے کہ ذوالنورین میر برا

ہو سکتا ہے لیکن وہ 'غیرت مند وحشی' نہیں ہو سکتا۔" صوفے سے اٹھ کر وہ بیڈ کے نزدیک پہنچ کے رسانیت سے گویا ہوئے تو کب سے چہرے پہ سپاٹ تاثرات سجا کے لیٹے ذوالنورین کے خوبصورت پہ زلزلے کے آثار نمایاں ہوئے جبکہ تاثرات بھی تغیر کا شکار ہوئے۔

اللہ کی امان بیٹا!" شدتِ ضبط سے اسے سینے سے لگا کے وہ تھکے تھکے " قدموں سے پلٹے اور کمرے کی دہلیز پار کر گئے۔

بابا!" جیسے ہی وہ کمرے کی دہلیز پار کر گئے اسے لگا وہ اندر تک خالی ہو گئی " ہے اور یہ احساس اسے اس حد تک پل میں ہی کھوکھلا کر گیا کہ وہ بے ساختگی میں دروازے کی جانب بڑھی۔

ہماری کلاس کا وقت ہو چکا ہے مس ابراہیم، آپ کہاں جا رہی ہیں؟"اس" کے آگے بڑھتے قدموں کو عقب سے آتی سرد و پر تپش ملا جلا سا تاثر لیے بھاری آواز نے روکا تو اسے یکلخت ہی بہت کچھ کے ساتھ اپنے وجود میں اٹھتا درد یاد آیا تھا۔

اور یہ یاد اس لمحے بہت سے ان دیکھے ٹانکے ادھیڑتی اس کے رگ و پے میں خوف بھر گئی تھی۔

وہ بمشکل پلٹی اور اس کی جانب دیکھا جو نا قابلِ فہم رنگ لیے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

وہ اس کی آنکھوں کی وحشت دیکھ کے آگے بڑھنے کی جانب الٹے پاوں پیچھے ہٹنے لگی تو نجانے کیوں وہ بے ساختہ مسکرایا اور پھر یکلخت ہی کھل کے ہنستا چلا گیا۔

اس کے چہرے پہ چھائی اس ہنسی کے رنگ اس قدر دلفریب تھے کہ وہ ہر شے، ہر جذبے، ہر احساس، ہر دکھ درد اور تکلیف کو فراموش کیے یک ٹک اسے دیکھتی ہی چلی گئی۔

ملک ہاوس کے اس شاندار بیڈ روم کے دروازے کے سامنے کھڑی وہ خود میں ہمت مجتمع کرتی اندر جانے کی سعی میں تھی۔

وہ اس کمرے میں پہلے بھی آتی تھی لیکن اس بار تو گویا قدم کمرے کی دہلیز پار کرنے سے قاصر تھے مگر۔۔۔۔

گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے آہستگی سے دستک دیتے ہوئے دروازہ کھولا تو مدہم سی خوشگوار خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔

کمرے میں قدم رکھتے ہی اس کی نگاہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی نگاہ پہ گئی جو بالوں میں کیچر لگاتی اسے غیر متوقع طور پہ یوں کمرے میں دیکھ کے حیران رہ گئی۔

السلام علیکم!" نگاہ کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کے اس نے آہستگی سے سلام کیا" تو اس کی آواز پہ نگاہ سنبھلی اور بالوں کو سمیٹ کے اس کی جانب مڑی۔

وعلیکم السلام! کیسی ہو شہری؟" اپنے مخصوص متبسم لہجے میں استفسار کرتی" ہوئی وہ اس کی جانب بڑھی اور پہلے ہی کی طرح اسے اپنے ساتھ لگایا تو کب سے صبر کا دامن تھام کے کھڑی شہرے اس کے کندھے سے لگتے ہی سسک اٹھی۔

آئم سوری نگاہ چچی، می۔۔میں ایسا کچھ نہیں چاہتی تھی لیکن یہ سب ہو" گیا۔"روتے ہوئے وہ ہچکیوں کے بیچ بولی تو اس کی بات سن کے نگاہ کے چہرے کی رنگت بدلی لیکن فوراً ہی اپنے اعصاب پہ کنڑول پاتے ہوئے اس نے اس کے پونی میں جھکڑے بالوں کو نرمی سے سہلایا۔

اٹس او کے شہری، یہ سب یونہی ہونا لکھا تھا اس لیے ہو گیا۔اس میں کسی کا" نہ کوئی قصور ہے نہ کسی کا بڑاپن۔"اس کے لہجے کی رسانیت پہ شہرے کو مزید رونا آنے لگا۔

میں آپ کی شا۔۔شادی کے لیے بہت ایکسائیٹڈ تھی لیکن میں یہ نہیں" جانتی تھی کہ آپ کی شادی پہ م۔۔میں ہی ایک بھیانک ت۔۔تحفے کی مانند آپ کو مل جاوں گی۔"اس کی اذیت تھی کہ کم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

اس کے لیے یہ بات دہری اذیت کا باعث تھی کہ ایک طرف یہ الزام کی صورت میں گلے کا طوق بنتا بندھن اور دوسری جانب نگاہ کے حق میں ڈالنا۔ اور اس جیسی بندی کے لیے دونوں ہی صورتیں بہت تکلیف دہ تھیں۔

شہری پلیز رومت۔" نگاہ بے بسی سے بولی، وہ اسے روکنا چاہتی تھی کیونکہ " اس کی باتیں اسے واقعی اس کے دکھ کا احساس دلا رہی تھیں اور وہ اس احساس میں کھو کے اپنے کیے گئے فیصلے پہ ڈگمگا نہیں سکتی تھی۔

آئم سوری میں نے آپ کو پریشان کر دیا مگر میں آپ سے معافی مانگنے کے " ساتھ ساتھ آپ کو کچھ کہنے آئی تھی۔" نگاہ کے چپ کروانے پہ وہ سنبھلتی ہوئی اس سے دور ہٹی اور اپنا چہرہ پونچھتی وہ نم لہجے میں بولی تو نگاہ نے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

کیسی بات؟"اس کے سوال پہ شہرے نے چند لمحے کچھ سوچا اور پھر آہستگی" سے لب کھولتے ہوئے اسے جواب دیا تو اس کے جواب پہ نگاہ کو لگا کمرے کی چھت اس پہ آن گری ہو۔

اس کے کہے الفاظ کی بازگشت سے اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے۔

یہ۔۔یہ کیا کہہ رہی ہو تم شہری؟"اس اچانک دھماکے سے سنبھلنے میں" اسے کئی لمحے لگے تھے اور سنبھلتے ہی وہ شاکڈ لہجے میں بولی مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی دروازے پہ ایک دم سے دستک ہوئی۔

نگاہ، شہرے آجاو ناشتہ پہ سب انتظار کر رہے ہیں۔"انیلہ نے دروازہ کھول" کے مسکراتے ہوئے انہیں پیغام دیا تو شہرے نگاہ س نظریں چراتی پلٹی اور انیلہ کے پہلو سے ہو کے باہر کی جانب نکل گئی۔

جبکہ اس کے انکشاف کی زد میں شاکڈ ہوئی نگاہ الجھے الجھے انداز میں اپنے سسرالیوں کے ساتھ اپنے پہلے ناشتے کے لیے بڑھ گئی۔

ویسے مسز رہبان! آپ کو نہیں لگتا کہ آپ میرے کپڑوں میں زیادہ پیاری" لگتی تھیں؟" آج ان کی شادی کو تقریباً ڈیڑھ ہفتہ گزر چکا تھا اور آج وہ ڈیوٹی سے واپسی پہ اس کے لیے شاپنگ کر کے لایا تھا۔

وگرنہ پہلے اس کے بار بار جتلانے پہ بھی وہ بہت ڈھٹائی سے اسے یہی جواب دیتا کہ وہ اسے اپنے کپڑوں میں دیکھ کے زیادہ اچھا محسوس کرتا ہے۔

میرا ٹیسٹ اتنا خراب نہیں ہوا جو ایسے برے گمان ذہن میں بنا کے رکھوں" گی۔" دوسری جانب سے توقع کے مطابق فوری حملہ داغا گیا تو لیپ ٹاپ گود

میں لے کے صوفے پہ بیٹھے ٹانگیں میز پہ پھیلا کے رکھے رہبان نے شریر نگاہوں سے اسے دیکھا۔

جو شاکنگ پنک کلر کی بالکل سادہ پلین شیفون کی ٹخنوں کو چھوتی فراک کے ساتھ ہم رنگ پاجامہ اور دوپٹہ پہنے ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی اپنے بالوں کے ساتھ کھپ رہی تھی۔

میں مدد کروں؟"اسے بالوں کے ساتھ الجھے دیکھ کے اسے اس کی روہانسی" صورت پہ ترس آیا تو اس نے خدمات پیش کرنے کی کوشش کیں لیکن دوسری جانب وہ تو گویا تڑپ اٹھی تھی۔

ہر گز نہیں، یہ سب آپ کی ہی مہربانی ہے اور میں مزید آپ کی مہربانیاں" افورڈ نہیں کر سکتی ایس پی صاحب۔"وہ تنکتے ہوئے لہجے میں بولی کیونکہ عالمِ

وصل میں اس شخص پہ نجانے کیسا طلسم چھایا ہوتا تھا کہ وہ اس کے بالوں کو گرفت میں لیے انہیں اپنے لمس سے مہکاتا الجھا دیا کرتا تھا۔

اور ابھی سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل بھی یہی ہوا تھا جب اس شخص نے اس کے بالوں کو حشر بگاڑا تھا۔

ایسی مہربانیاں ہم بغیر فیس کے کرتے رہتے ہیں اس لیے آپ کے لیے بہتر" ہو گا کہ دوپٹہ اوڑھ لیجیے مسز رہبان ورنہ آپ کے وجود پہ سجی اس فراک کی خوبصورتی دیکھ کے خراجِ تحسین پیش کرنے میں ذرا دیر لگائے بغیر ایک عدد مزید 'مہربانی' کر دوں گا۔" نگاہیں بظاہر لیپ ٹاپ کی سکرین پہ جمائے وہ اس کی فراک کی فٹنگ میں مقید اس کے نازک وجود کے نشیب و فراز کو بے باک نگاہوں کی زد میں رکھے وہ جس انداز میں بولا آبگینے نے لرز کے فوراً سے پہلے لپک کے دوپٹہ اٹھا کے اپنے گرد لپیٹا۔

اس کی قدر پھرتی پہ وہ جو اسے ہی تک رہا تھا وہ ایک دم سے قہقہہ لگا کے ہنس دیا۔

واللہ! پل بھر میں دل و دماغ بھٹکانے کا جیتا جاگتا سامان ہو آپ۔ادھر " آئیں آپ کے سسرالیوں سے آپ کی 'بے ضابطہ 'سی ملاقات کرواوں آپ کی۔"اس کے وجود کی دلکشی کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اس نے اسے پاس بلایا تو اس کے انداز پہ جز بز ہوتی آبگینے وہیں کھڑی ہو کے اسے دیکھنے لگی تو رہبان نے زچ ہو کے سکرین اس کی جانب گھمائی تو تسلی ہو جانے کی صورت میں وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کی جانب بڑھی تھی۔

جہاں وہ کال ملنے پہ اب بی جان سے محوِ گفتگو ہو چکا تھا۔

جازم چاچو! میں بیگ لے کے آتی ہوں، آفس جانے سے پہلے مجھے کالج" چھوڑ دیجیے گا۔" ناشتہ بے حد خاموشی سے کرنے کے بعد جب سب دھیرے دھیرے اپنی منزلوں کی جانب بڑھنے لگے تو وہ کرسی سے اٹھتے جازم کو دیکھ کے جلدی سے بولی۔

کیونکہ اعجاز صاحب (دادا) نے کہا تھا کہ کالج میں اسے کوئی مسئلہ نہیں ہو گا اس لیے اپنے خول میں بند رہنے کی بجائے سب کو فیس کرو تبھی انہوں نے زبردستی اسے آج ہی کالج جانے کے لیے آمادہ کیا تھا۔

اس کی اس اچانک بات پہ چائے کے سپ لیتے ضرغام نے نظر اٹھا کے اسے دیکھا وہ ہمیشہ کی طرح اپنی مخصوص کرسی پہ بیٹھی تھی۔

سب کچھ بظاہر پہلے جیسے ہی تھا لیکن بہت کچھ بدل چکا ہونا مٹنے کے لیے۔

شہری جانو! میں تو آفس نہیں بلکہ ایئرپورٹ جارہاہوں فرینڈ کو ریسیو" کرنے کے لیے۔ تم ایسا کرو ضرغام کے ساتھ آجانا۔" جازم نے اسے دیکھتے ہوئے معذرت کی اور پھر ساتھ ہی نیا مشورہ دیا تو وہ شاکی ہوئی۔

ضرغام چاچو کا روٹ چینج ہے اور ہمیشہ وہ کالج چھوڑتے ہوئے اتنا برا منہ" بناتے ہیں تو اب کیا ضروری ہے کہ میں صبح صبح ان سے اپنی ب۔۔۔۔۔۔" وہ جو تھوڑی دیر کے لیے گفتگو کرتی ہوئی جیسے ہر بات فراموش کر گئی تھی اور جس طرح جازم نے بہت نارملی گفتگو کی تھی وہ بھی بنا غور کیے پہلے ہی کے انداز میں بولتی چلی گئی جب اچانک بلند ہوتے بہت سارے قہقہوں کی آواز پہ اس کی فراٹے بھرتی زبان کو بریک لگا تھا۔

کیا ہوا؟" اس نے حیرانگی سے ان سب کی طرف دیکھا جو ہنستے ہوئے اسے" ہی دیکھ رہے تھے۔

کچھ نہیں بس تم بہت پیارا بولتی ہو۔"ارسم نے اسے دیکھتے ہوئے ہونٹوں" پہ مچلتی مسکان کو دباتے ہوئے کہا تو اس نے ہلکی سی خفگی سے اس کی جانب دیکھا جبکہ باقی ارسم کی شرارت پہ مسکرا دیے ماسوائے اس کے جو اس کے 'چاچو' کہنے پہ ایک شاکی نگاہ اس پہ ڈالنے کے بعد واپس ناشتے کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

یہ اور بات ہے کہ اس پیارا بولنے کے چکر میں تم کسی کے نازک ارمانوں" کے ساتھ کھیل گئی ہو۔"ارسم کی بات کو جاذم نے شرارت سے مکمل کیا تو سب کے چہروں پہ ایک دفعہ پھر سے مسکان پھیل گئی جبکہ اپنی پلیٹ پہ جھکے ضرغام نے بمشکل اپنے چہرے پہ کسی بھی قسم کا تاثر پھیلنے سے روکا تھا۔

یہ آپ میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں؟"اس نے اپنے کہے گئے" الفاظ کو ذہن میں دہراتے ہوئے اس سے قابلِ گرفت بات جاننے کی سعی کی لیکن اس کی سمجھ کے مطابق تو اس نے ایسا کچھ نہ کہا تھا تبھی وہ خفگی سے بولی۔

بڑی ماما، دادا یہ دیکھیں سب کو؟"اپنے سوال کے جواب میں ان کے" ہونٹوں پہ دوبارہ سے پھسلنے والی مسکان دیکھ کے وہ روہانسی سی ہوئی تھی۔

اونہوں، میری بیٹی کو تنگ مت کرو۔"دادا بخش صاحب نے فوراً سب کو" تنبیہہ کی تو سب بمشکل مسکان ضبط کرتے اپنی پلیٹ پہ جھک گئے جبکہ جازم سب کو اللہ حافظ کہتا ہال سے باہر نکل گیا۔

نگاہ! یہ بھی لو بیٹا، تکلف برتنے کی ضرورت نہیں یہ آپ کا اپنا گھر ہے۔""
ثمرین بیگم نے چائے کے سپ لیتے ہوئے نگاہ سے کہا چونکہ شادی کوئی روایتی طریقے سے نہ ہوئی تھی اس لیے ناشتے جیسی کسی بھی رسم سے انہوں نے منع کیا تھا۔

جی آنٹی لے رہی ہوں میں۔"اس کے مسکرا کے کہنے پہ شہرے نے نظر" بھر کے اسے دیکھا تو نظر ناچاہتے ہوئے بھی پل بھر کے لیے اس کے ساتھ بیٹھے ضرغام پہ جا پڑی۔
وہ دونوں ساتھ بیٹھے اتنے شاندار لگ رہے تھے کہ اس اپنے وجود میں بھانپھڑ سے جلتے محسوس ہوئے تھے۔

شہرے آپ ناشتہ مکمل کرو، ضرغام آپ کو کالج ڈراپ کر دے گا۔""
چونکہ گھر کی لڑکیوں کے لیے الگ ڈرائیور مختص کر رکھے تھے مگر اس ہونے

والے حادثے کے باعث فی الحال ڈرائیور کی بجائے انہیں خود ہی پک اینڈ ڈراپ کیا جارہا تھا اس لیے اسد صاحب نے ناشتہ مکمل کرنے کے بعد متانت سے اسے پکارا تو وہ چونکی۔

لیکن بڑے دادا مجھے ضرغام چاچو۔۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ جو کچھ دیر لمحے آئی" سوچ کے زیرِ اثر تھی اس نے گردن گھما کے انہیں انکار کرنا چاہا جب وہ ناشتہ ختم کر کے اپنی جگہ سے اٹھا۔

اپنا بیگ لے کے باہر آجائیں۔"اس سے قبل کہ وہ ایک دفعہ پھر سے 'چاچو''' بول کے واقعتاً اس کے احساسات و جذبات کا جنازہ دھوم دھام سے نکالتی وہ سنجیدگی سے کہتا اسے ٹھٹھکنے پہ مجبور کر گیا۔

لیکن اس کے چونکنے پہ دھیان دیے بغیر وہ نگاہ کی جانب متوجہ ہوا۔

اپنا خیال رکھیے گا۔" ایک الوداعی نرم مسکان اس کی جانب اچھال کے اس" نے ماں کو خدا حافظ کہتے ہوئے اس کی جانب دیکھا جو ہنوز تذبذب کی حالت میں کھڑی تھی۔

خدا کی بندی پہلے تمہیں جلدی پڑی تھی لالہ کے ساتھ جانے کی اب کس" مراقبے میں کھو گئی ہو؟" ثمرین بیگم کو خدا حافظ کہہ کے جب وہ باہر کی جانب بڑھنے لگا تو عائلہ نے اسے پکارا۔

اس کی بلند آواز پہ وہ چونکی اور اپنی چیزیں لے کر ایک چور نظر نگاہ کے چہرے پہ ڈال کے وہ سب کو خدا حافظ کہتی باہر نکلی جہاں وہ اپنی سیاہ مرسڈیز کی جانب بڑھ رہا تھا۔

نگاہ کے سامنے یوں ضرغام کے ساتھ نکلتے ہوئے اس کا دل اسے مسلسل کچوکے لگا رہا تھا۔

اس نے بہت من موجی اور فیئر سی زندگی گزاری تھی اس پہ اپنا سیکنڈ چوائس بن کے کسی دوسرے کی ذات پہ سونپ دینا بہت گراں گزر رہا تھا لیکن یہ بات کوئی بھی نہیں سمجھ رہا تھا۔

اس نے اپنی ہوتی آنکھوں کو شرٹ کی آستین سے صاف کرتے ہوئے سامنے دیکھا جہاں وہ گاڑی کے فرنٹ ڈور زان لاک کرنے کے بعد فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کے سائیڈ پہ ہو گیا۔

اس کے ساتھ وہ جب جب ہوتی تھی اس نے فرنٹ ڈور ہمیشہ اس کے لیے خود ہی کھولا تھا اور اس پہ بات پہ اس نے کبھی سوال نہ اٹھایا تھا۔

مگر آج اس کی اس حرکت پہ اس کی کنپٹیاں سلگ اٹھی تھیں، وہ جلتی بھنتی بیک سیٹ کی جانب بڑھی لیکن لاکڈ دروازے کو دیکھ کے اس کا دل مزید جل اٹھا۔

ان لاک کریں گاڑی۔" بنااس کی جانب دیکھے اس نے قدرے تیکھی آواز" میں اسے مخاطب کیا جو اس کے لیے فرنٹ ڈور اوپن کرنے کے بعد سائیڈ پہ ہو چکا تھا۔

بیک سیٹ کا دروازہ تو تب بھی آپ کے لیے کبھی نہیں کھولا" جب۔۔۔۔۔" وہ بنا رخ موڑے سنجیدگی سے کہتا کہتا اچانک رکا تھا لیکن اس ادھوری بات پہ بھی شہرے کے کانوں کی لوئیں تپ اٹھی تھیں۔

اب جب ایک مضبوط رشتہ آپ کے ساتھ بندھ چکا ہے تب تو ایسا نا ممکن" ہے۔" اس نے اسی سنجیدگی سے بات مکمل کی لیکن دوسری جانب یہ بات بالکل پسند نہ آئی تھی۔

میں ایسے کسی رشتے کو تسلیم نہیں کرتی۔دروازہ ان لاک کریں۔"اس کی" جانب مڑتے ہوئے اس نے انگشت شہادت بلند کر کے غرا کے کہا تو وہ سکون سے اس کی جانب پلٹا اور اس کی اسی انگلی کو تھام کے اس کے سوچنے سمجھنے سے قبل اسے گاڑی میں بٹھا چکا تھا۔

یہ بات گاڑی میں بیٹھ کے کر لینا آپ۔"دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے" اسی انداز میں کہا تو وہ جو اس کی اس حرکت پہ ہق دق سی تھی اس کے ڈرائیونگ سیٹ پہ آ کے بیٹھنے پہ جیسے چونکی تھی۔

آپ۔۔۔آپ کی ہمت کیسے ہوئی مجھے ہاتھ لگانے کی یام۔۔۔۔۔۔"اس" کی جانب رخ موڑتے ہوئے اس نے سلگتے ہوئے متنفر لہجے میں کہا تو اس نے رسانیت سے اس کی بات قطع کی۔

پہلی دفعہ نہیں لگایا ہاتھ۔"اس کے اس قدر رسان بھرے الفاظ پہ وہ جیسے "
سیٹ میں دھنس سی گئی۔
ہاں یہ پہلی بار تو نہیں تھا پھر اب ہی اس قدر شدید مزاحمت کیوں؟

پہلے۔۔۔پہلے آپ نگاہ چچی کے شوہر تھے۔"اس نے بہت دیر کے بعد "
بمشکل دلیل ڈھونڈنے کے سامنے رکھی جبکہ اس کی اس دلیل پہ بڑے
عرصے کے بعد ڈرائیونگ کرتے ضرغام کی آنکھوں میں بہت محظوظ کن تاثر
پھیلا تھا۔

لیکن اب آپ کا شوہر بھی ہوں اس لحاظ سے تو اب آپ مجھے ہاتھ لگانے "
سے منع نہیں کر سکتی۔"موڑ کاٹتے ہوئے اس نے اپنے مخصوص لہجے میں
اسے جواب دیا تو اس کا وجود جیسے کسی ملبے تلے دھنستا چلا گیا۔

اس نے سرخ پڑتے چہرے اور اچانک ہی نم ہو جانے والی پلکیں اٹھا کے اسے دیکھا جو نیوی بلیو تھری پیس سوٹ پہنے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

جبکہ ڈرائیونگ کرتے ضرغام کی توجہ ڈرائیونگ سے ہٹ رہی تھی، وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ اس کی خوبصورت کتھئی آنکھیں اسے ہمیشہ سب بھولنے پہ مجبور کر دیا کرتی تھیں اس لیے اسے یوں دیکھنا بند کرو لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ سب وہ اسے نہیں کہہ سکتا تھا۔

کہہ سکتا ہوتا تو شاید آج سب اس قدر آزمائش کا شکار نہ ہوتے۔

نہ شہرے۔۔۔

نہ ضرغام۔۔

نہ نگاہ۔۔

وہ آنکھیں پوری طرح کھولے اسے دیکھ رہی تھی جو اپنی ہنسی کو قابو میں کرتا ہوا اسے عجیب سے احساسات میں مبتلا کر گیا۔

کمال ہے مس ابراہیم! جب کوئی رشتہ نہ تھا تب مجھے اپنی اداوں کا اسیر کرنا" چاہ رہی تھیں اور اب جبکہ اسیر کرنے کے لیے، آپ کو قاتلانہ جادو چلانے کے لیے ایک بنیاد ڈھونڈ کے دی ہے تو قدم پیچھے ہٹا رہی ہیں، تعجب ہے۔" اس کے متبسم لہجے میں تمسخر کی جھلک اور آنکھوں کی کاٹ دار لپک پہ اس کا وجود جیسے اندر تک زخمی ہوا تھا۔

یا اسے بھی آپ کی کوئی قاتلانہ ادا سمجھوں؟" اپنی کاٹ دار نگاہیں اس کے" صبیح چہرے پہ گاڑھتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو اس کا چہرہ سپید پڑنے لگا۔

ا۔۔ایسی باتیں نہیں کرو خدا کے لیے۔" وہ احساسِ بے بسی و ذلت سے "
جیسے رو پڑی تھی۔

اول روز سے جن آنکھوں میں اجنبی اور اکھڑ تاثر چھایا رہتا تھا وہ اس سمے ان آنکھوں میں چھائی نفرت اور تمسخر سے کئی درجے بہتر تھا۔

کیونکہ اسے اس کی چبھتی ہوئی آنکھیں مار رہی تھیں۔

ادھر آئیں۔" اس کی التجا کے جواب میں اس کی اب کے بنا کسی تبسم کے "
مخصوص سی سرد آواز گونجی تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اس کے جسم میں زخموں اور ذہنی تھکاوٹ کے باعث بے حد تکلیف ہو رہی تھی لیکن وہ بمشکل خود کو سنبھالے اس کے سامنے کھڑی تھی لیکن اب اسے لگ رہا تھا کہ وہ اپنے حواس کھو دے گی۔

اس سے قبل کہ ان دونوں میں سے کوئی کچھ بولتا اچانک دروازے پہ دستک ہوئی تو وہ جو دروازے کی جانب ہی بڑھ رہی تھی اس اچانک آواز پہ جیسے اچھل سی گئی۔

اس نے گردن گھما کے دیکھا تو دروازہ کھول کے ڈاکٹر ارتضیٰ ہاتھوں میں اپنا میڈیکل باکس لیے کمرے میں داخل ہوئے۔

ڈاکٹر صاحب کو دیکھ کے ذوالنورین نے بمشکل خود کو کچھ کہنے سے باز رکھا جبکہ وہ زحلے کی طرف متوجہ ہوئی جو کمرے میں ایک سائیڈ پہ کھڑی قابلِ ترحم دِکھ رہی تھی۔

ادھر آو بیٹا۔"اس کا ہاتھ نرمی سے تھام کے انہوں نے اسے صوفے پہ" بٹھایا اور بنا کچھ کہے اس کے زخموں کی مرہم پٹی کرنے لگے۔

سسس، بابا!" ڈاکٹر صاحب نے جب اس کے رخسار پہ لگے ٹانکے جو معیز" کے تشدد سے بگڑ کے خون آلود ہو چکے تھے ان کی جانب ہاتھ بڑھایا تو مارے تکلیف کے اس کے ہونٹوں سے کراہ کی صورت میں باپ کا لفظ نکلا۔

اس کی سسکی اور لفظ 'بابا' پہ بیڈ پہ نیم دراز ذوالنورین جو کہ قصداً بے نیازی برت رہا تھا، اس نے بے ساختہ گردن گھما کے صوفوں کی جانب دیکھا جہاں وہ زور سے اپنی آنکھیں اور مٹھیاں میچیں ڈاکٹر صاحب کے سامنے بیٹھی اپنا رخسار صاف کروا رہی تھی۔

اس لمحے اس کے زرد پڑتے چہرے پہ اس قدر ملاحت تھی کہ وہ چند لمحات قبل خود پہ چھائے احساسات سے برطرف اس کے چہرے سے نگاہیں نہ ہٹا سکا تھا۔

یہ میڈیسن کھا کے کچھ دیر ریسٹ کرو تاکہ آپ کے اعصاب پر سکون ہوں" اور آپ کے زخموں کو بھی آرام ملے۔ ابھی میں آپ کو انجیکشن بھی لگا دیتا

ہوں تاکہ درد کی شدت میں کمی آسکے۔"اسے میڈیسن تھماتے ہوئے انہوں نے انجیکشن تیار کرنا چاہا تو زحلے کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

وہ اپنی عمر کی پچیس بہاریں دیکھ چکی تھی لیکن وہ اس لمبے سے دورانیے میں خود کو اتنا مضبوط نہ کر سکی تھی کہ وہ پر سکون ہو کے انجیکشن لگوا سکے۔

مگر اس سمے اس نے اپنا خوف کسی پہ ظاہر نہ ہونے دیا تھا کیونکہ یہاں ابراہیم صاحب نہ تھے جو اس کے خوف پہ اسے سہارا دیتے۔

ان کے انجیکشن تیار کرنے تک وہ خود کو انجیکشن کے لیے پوری طرح سے تیار کر چکی تھی لیکن لاکھ کوشش کے بعد بھی جب سرنج اس کے بازو سے ٹکرائی تو اس کی فلک شگاف چیخ کمرے میں گونج اٹھی۔

اس کی اس قدر بلند چیخ پہ ذوالنورین نے جھٹکا کھا کے اس کی جانب دیکھا جو آنکھیں میچے انجیکشن لگوانے کے بعد اپنا بازو مسل رہی تھی۔

ایک انجیکشن پہ اتنا کون چیختا ہے؟"اس کی حیرانگی اس وقت اپنے پیک پہ " تھی، تبھی وہ پوچھے بنا نا رہ سکا۔

تمہاری بیوی۔ "ڈاکٹر ارتضیٰ کے برجستہ جواب پہ زحلے جو آنکھیں کھولے " اس کی جانب دیکھ رہی تھی گھبراتے ہوئے فوراً پلکیں جھکا گئی جبکہ وہ اس کی گرتی پلکوں کی حرکت گہری نگاہوں سے تکنے کے بعد ڈاکٹر ارتضی کی جانب متوجہ ہوا جو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

آپ ریسٹ کروا بھی۔ "زحلے کو دوبارہ سے ہدایت دینے کے بعد وہ " ذوالنورین سے معمول کے چند جملے بولنے کے بعد کمرے سے نکلے تو کمرے میں ایک دفعہ پھر سے وہی تاثر رقص کرنے لگا جو زحلے کے اعصاب پہ بھاری پڑ رہا تھا۔

ریسٹ کیجیے فی الحال مس ابراہیم کیونکہ مجھے ہمیشہ چاق وچوبند دشمن پہ وار"
کرنے میں لطف آتا ہے اس لیے کل سے حساب کتاب شروع کروں گا۔"
اس کی میڈیسن اور سکون آور انجیکشن کے زیرِاثر بند ہوتی آنکھوں کو دیکھتے
ہوئے اس نے سپاٹ لہجے میں کہا لیکن وہ بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کی
بات کو صحیح سے سمجھ نہ سکی تھی۔
کیونکہ ڈاکٹر ارتضیٰ جان بوجھ کے اسے ایسی میڈیسن دے کے گئے کہ وہ
ذوالنورین میر کے اس 'زخمی روپ' سے برسوں سے واقف تھے۔
اس لیے وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ روپ زحلے ابراہیم دیکھے۔
تبھی وہ گرم لوہے کو پر سکون کرنے کے لیے اس لمحے ایک مناسب
بندوبست کر کے جا چکے تھے۔
دوسری جانب گزشتہ بہت سی راتوں کی مانند اس کی یہ رات بھی کھلی
آنکھوں میں تمام ہونی تھی جبکہ صوفے کی پشت پہ سر ٹکائے زحلے زخمی وجود
لیے پر سکون نیند کے زیرِاثر گہری سانسیں لے رہی تھی۔

تھری سیٹر صوفے پہ رہبان سے چند انچ کا فاصلہ بنائے وہ محتاط سی گود میں لیپ ٹاپ لے کے بیٹھی 'گردیزی ہاوس' کے مکینوں سے محوِ گفتگو تھی۔

"بھائی نے گفٹ کیا دیا ہے آپ کو؟" زمل جو سب سے زیادہ اسی بابت جاننے کو بے تاب تھی اس نے تیسری دفعہ اپنا سوال دہرایا تو مائرہ بیگم کی بات سنتی آبگینے کا ربط پھر سے ٹوٹا۔

"خدا کے لیے زمل، ہمیں پہلے بات تو کر لینے دو، یہ ندیدوں کی طرح گفٹ بعد میں دینا لینا تم۔" مشعل جو مائرہ کے ساتھ بیٹھی اس سے بات کر رہی تھی وہ زمل کے بیچ میں ٹوکنے پہ بری طرح تلملائی۔

دس منٹ سے مسلسل آپ لوگ باتیں ہی کر رہی ہیں۔"زمل نے"
روہانسے انداز میں جواب دیا تو ان سب کی نوک جونک پہ مسکراتی آبگینے نے
اپنی کلائی سکرین کے سامنے کرنی چاہی جب اس کے ساتھ بیٹھے رہبان نے
سرعت سے اس کی کلائی اپنی گرفت میں لے کے واپس صوفے پہ رکھی۔

بھئی یہ مصنوعی کیمروں میں آپ سب لوگ میری مسز کے گفٹ کو اسے"
پہنے دیکھ کے کیسے سراہ سکتے ہو۔اس لیے گفٹ کی رونمائی ہمارے آنے پہ ہو
گی۔"اس کی کلائی کو گرفت میں لیے وہ اپنے مخصوص بلنٹ انداز میں بولا تو
آبگینے نے گردن گھما کے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

یوں مت دیکھیں، میری ممارواتی ساس ثابت ہوئیں تو بیٹے کو ایسے"
گھورنے پہ بہو کے خلاف محاذ کھول لیں گی۔"اس کی نگاہوں کو محسوس کر
کے اس نے اپنی چمکتی نگاہیں اس کی آنکھوں میں گاڑھتے ہوئے اسی انداز میں

کہاتو جہاں گردیزی ہاوس کے افراد کا بلند قہقہہ گونجا تھا وہیں وہ بد تمیزی، ڈھٹائی اور بے شرمی کے عظیم مظاہرے پہ جیسے شرم سے ڈوب مرنے کو تیار تھی۔

رہبان! تنگ نہیں کرو میری بیٹی کو۔"سائرہ بیگم نے آبگینے کے خجل" چہرے کو دیکھتے ہوئے بیٹے کو تنبیہ کی تو اس نے سعادت مندی سے سر خم کیا۔

جی بہتر، میں ان کو تنگ کرنے کی جرات کیسے کر سکتا ہوں بھلا۔""" فرمانبرداری سے کہتے ہوئے اس نے واپس صوفے کی پشت سے ٹیک لگالی تو آبگینے پر سکون سی سانس خارج کرنے کے بعد واپس ان لوگوں کی جانب متوجہ ہوئی ہی تھی کہ ایک دم سے اس کا سانس رکا تھا۔

ساتھ بیٹھے رہبان کی مضبوط انگلیاں بڑی خاموشی کے ساتھ سرسراتی ہوئیں اس کی کمر پہ رینگتی اس کی سانسوں کے ردھم کو متاثر کر رہی تھیں۔

بھابھی آپ نے جواب نہیں دیا؟"عدن نجانے اس سے کیا پوچھ رہی تھی" جواس کے چپ ہونے پہ اس نے دوبارہ اسے پکارا تو وہ چونکی۔

او۔۔ہاں سوری میں۔۔۔۔آہ۔۔۔۔۔۔"اس کی پکار پہ سنبھلتے ہوئے اس" نے اسے جواب دینا چاہا جب اس سرسراتی ہوئی انگلیاں اس کے پہلو پہ پہنچیں تو اس کے ہونٹوں سے بڑی بے ساختگی میں مدہم سی چیخ بلند ہوئی۔

اپنی ساس کو سمجھایئے مسز کہ اگر ان کا بیٹا آپ کو تنگ نہیں کرے گا تو پیر" سائیں کو پرنانا کیسے بنائے گا اور ان کے اپنے گھر میں قلقاریاں کیسے گونجیں گی؟" سبھی اپنی اپنی بولی بول رہے تھے اس لیے آبگینے کی مدہم سی چیخ کسی

کے نوٹس میں نہ آئی تبھی وہ نامحسوس انداز میں اس کی جانب جھکا اور بے باکی سے الفاظ ادا کرتا وہ اس کے ہتھیلیاں نم کر گیا جبکہ خوبصورت چہرہ اس کے الفاظ پہ جیسے بھاپ چھوڑنے لگا۔

م۔۔مجھے آپ لوگوں کے ساتھ رہنا ہے۔آپ رہبان سے کہیں مجھے آپ" لوگوں کے پاس چھوڑ دیں۔"اس کے کہے الفاظ نے اس کی حالت اس قدر غیر کر دی تھی جبکہ لہجے سے چھلکتی اٹل بے باکی نے اس قدر خوفزدہ کر دیا تھا کہ وہ اچانک ہی بہت بے ربط سے انداز میں بولتی نا صرف ان لوگوں کو بلکہ ساتھ بیٹھے رہبان کو بھی حیران کر گئی۔

ہمارے ساتھ ہی رہنا ہے آپ نے ہمیشہ۔یہ تو آپ کے گھومنے پھرنے کے" دن ہیں ناتوانہیں انجوائے کر لو بعد میں ایسے موقع کہاں ملتے ہیں۔"سائرہ بیگم نے سنبھلتے ہوئے اس آکورڈ سی سچویشن کو توڑنے کی کوشش کی۔

ن۔۔ نہیں میں یہاں بور ہو چکی ہوں۔مجھے واپس آنا ہے۔"وہ جو یہ چاہتی" تھی کہ رہبان اسے واپس پیر حویلی چھوڑ آئے کیونکہ وہ اس رسم کے خاتمے کے لیے رہبان یا اس کے گھر والوں کو کسی تکلیف کا شکار نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنے گھر والوں کو جانتی تھی کہ اپنی روایات واقدار سے ٹکرانے والوں کے ساتھ وہ کس قدر بھیانک انداز میں پیش آتے تھے اور رہبان نے تو انہیں دی بھی بڑے کڑے انداز میں تھی شکست اس لیے وہ واپس جانا چاہتی تھی۔ لیکن گزشتہ چند ہی دنوں میں اس کی قربت میں بتائے گئے پلوں میں اس شخص کی بے باکی اور شدت کے اس قدر عظیم مظاہرے دیکھ چکی تھی کہ اب وہ چاہتی تھی کہ پیر حویلی نہ سہی وہ اسے کم از کم اپنے گھر ضرور لے چلے تاکہ وہاں شاید وہ سب کی موجودگی کے باعث اپنی بے باک اور ڈھیٹ حرکتوں سے باز آجائے تبھی وہ اس وقت بول اٹھی تھی۔

اچھا ٹھیک ہے۔رہبان آبگینے ٹھیک کہہ رہی ہے بہت دن ہو چکے ہیں اس" لیے بہو کو لے کے گھر واپس آجاواب آپ۔ویسے بھی بی جان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"اس کی گھبرائی ہوئی شکل دیکھ کے سائرہ بیگم نے رہبان کو ہدایت دی تو اس نے فقط سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

اور پھر چند ایک بات کرنے کے بعد انہوں نے کال بند کی تو آبگینے سے فورا سے پیشتر وہاں سے اٹھ کے بھاگنا چاہا لیکن مضبوط گرفت کے باعث وہ قدم بھی نہ اٹھا سکی۔

اس کے بازو کو گرفت میں لیے اس نے اسے واپس اپنی جانب کھینچا تو سیدھی اس کی آغوش میں جا گری۔

"یہ 'پیر حویلی' جانے کا ورد کرتے ہونٹوں نے 'گردیزی ہاوس' جانے کا" کیونکر کہہ دیا؟"ایک ہاتھ اس کے گرد حائل کیے دوسرے ہاتھ کی مضبوط انگلیوں سے اس کے ہونٹوں کو چھوتے ہوئے اس نے طنزیہ لہجے میں کہا تو

اس کے مضبوط ہاتھوں کی شوخ جسارتوں پہ اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں پہ بمشکل قابو پاتے ہوئے اس نے پوری ہمت مجتمع کرتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

کیونکہ گردیزی ہاوس جانے کی صورت میں پیر سائیں خود ہی مجھے لے" جائیں گے۔"اس نے اپنے ہونٹوں کو جنبش دیتے ہوئے جی کڑا کے جواب دیاتو وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

یار۔۔۔۔۔!"ہنستے ہنستے اس نے اسے زور سے اپنے ساتھ بھینچا تو وہ اپنی" اس قدر چبھتی ہوئی بات کے جواب میں اس رد عمل پہ جیسے بھونچکا رہ گئی۔

آپ معصوم ہو یا بیوقوف، آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کے پیر سائیں سے" 'ڈر' کے یہاں آپ کو لیے چھپ کے بیٹھا ہوں؟"اس کو یونہی سینے سے

لگائے اس نے محظوظ انداز میں استفسار کیا تو اس کی گرفت میں مچلتی آ بگینے نے سلگ کے اس کی جانب دیکھا۔

"بالکل! وہ اپنی باتوں سے اسے سلگانا چاہتی تھی کہ شاید وہ کسی طریقے ہی ہارمان کے اسے واپس بھیج دے۔

"اوپسس! واقعی اس ڈر نے تو نیندیں اڑا رکھی ہیں میری۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے معنی خیز انداز میں کہتے اپنی بائیں آنکھ دبائی تو اس کے لہجے کی ذو معنویت سمجھتی وہ سر تا پا سرخ رنگوں میں نہا گئی۔

"ایک نمبر کے بیکار اور بے شرم انسان ہیں آپ۔ اگر کل تک آپ مجھے اپنے گھر یا میرے گھر نہ لے کے گئے تو میں یہاں سے بھاگ جاوں گی۔ پوری

قوت سے لگا کے اس کی گرفت سے آزادی حاصل کرتی وہ بلند آواز میں اسے وارن کرنے کے بعد تیزی سے واشروم میں گھس گئی۔

"شادی جیسی خرافات کے اسی لیے سخت خلاف تھا میں کیونکہ شادی کے بعد انسان کے ساتھ بہت سارے 'بے' لگ جاتے ہیں جیسے بے شرم، بے باک، بے کار، بے غیرت وغیرہ وغیرہ۔" وہ وہیں صوفے پہ بیٹھا عادتاً بڑبڑاتے ہوئے اپنی ٹھوڑی کھجانے لگا۔

"خیر، مسز کا طعنہ دل کو جا لگا ہے اس لیے سسر صاحب! اب جنگ آمنے سامنے ہو کے لڑتے ہیں، زیادہ مزہ آئے گا۔" صوفے سے کھڑے ہوتے ہوئے وہ قدرے بلند آواز میں کہتا سیٹی کی شوخ سی دھن بجاتے ہوئے کچن کی جانب بڑھ گیا۔

کیونکہ اسے اس وقت چائے بنانی تھی کہ اس کی 'مسز' کو چائے بہت پسند تھی۔

یہ اور بات تھی کہ اس کے ہاتھ کی بنی چائے آبگینے نے ان دس بارہ دنوں میں ایک دفعہ بھی نہیں پی تھی۔

مگر اس کے باوجود وہ اس کے لیے روز چائے بنایا کرتا تھا کیونکہ اسے امید تھی کہ
کسی روز چائے کا بنا کپ وہ ضرور تھامے گی۔

کالج سے جب وہ اپنے ٹائم پہ باہر نکلی تو غیر متوقع طور پہ سامنے اسی کی گاڑی کھڑی تھی جسے وہ کم از کم اس وقت بالکل دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔

مگر خود پہ ضبط کرتے ہوئے اس نے قدم آگے بڑھائے اور کھلے دروازے سے فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی۔

مجھے آج کے بعد کالج لینے یا چھوڑنے مت آیئے گا ضرغام چاچو۔"اس کے" گاڑی سٹارٹ کرنے کے بعد اس نے دوٹوک لہجے میں اسے وارن کیا جس کی ساری توجہ ونڈا سکرین پہ مرکوز تھیں۔

شہرے آج کے بعد مجھے چاچو مت بلایئے گا۔"اسی کے انداز والفاظ کے" ساتھ اس کی سپاٹ آواز گونجی تو شہرے کے سر پہ لگی تلووں پہ جا بجھی۔

مجھے شوق بھی نہیں ہے آپ کے ساتھ کوئی رشتہ جوڑنے کا۔"وہ اس ہر گز" ہر گز بھی اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھی تھی۔

اسے بس یہی لگا کہ شاید وہ نہیں چاہتا کہ وہ اسے مخاطب کرے اس لیے اس نے اسے 'چاچو' بولنے سے منع کیا تھا تبھی وہ تڑخ اٹھی تھی۔

جبکہ اس کے کہنے پہ اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی سڑک کنارے روکی تو وہ اس کی اس حرکت پہ حیران ہوتی اس کی جانب مڑنے ہی والی تھی جب اس نے اس کے بازو کو اپنی نرم گرفت میں لیتے ہوئے اس کا رخ اپنی جانب موڑا۔

جو رشتہ آپ کا مجھ سے جڑ چکا ہے وہ آپ کے نا ماننے سے ختم نہیں ہو جائے" اور دوسری بات۔۔۔۔۔"اس کے بازو کو گرفت میں لیے وہ قدرے اس کی جانب جھکا سنجیدگی سے بولتے بولتے تھما تو اس اچانک قربت اور خود پہ پڑتی اس کی سانسوں کی تپش پہ اپنی سانسیں تک روک کے بیٹھی شہرے ٹھٹھکی۔

میں آپ کا 'چاچو' ہر گز نہیں ہوں اور جو ہوں اسے خاموشی سے سمجھ لیں" کیونکہ میرا سمجھایا گیا کم از کم آپ ابھی برداشت نہیں کر سکتیں۔"اس نے اسی سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کی تو اس کے الفاظ کے مفہوم سمجھتی شہرے کو پل میں اپنے وجود سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

وہ بے ساختہ اس سے فاصلہ بڑھاتی ہوئی اپنا بازو اس کی گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کرتی آنکھوں میں خوف، غصہ، نمی اور تنفر جیسی ملی جلی کیفیات لیے اسے تکنے لگی تو اس کی نم ہوتی آنکھوں کو دیکھ کے اس نے گہری سانس بھر کے اس کے بازو اپنی گرفت سے آزاد کیا۔

اس سب کے بعد شہرے جو بہت کچھ کہنے کا سوچ کے اس گاڑی میں بیٹھی تھی وہ اس کی اس حرکت اور اس کے الفاظ پہ اس قدر بے یقین و گم صم ہو چکی تھی کہ بقیہ راستہ وہ کچھ بھی نہ بول سکی۔

جبکہ دوسری جانب اپنی بائیں ہتھیلی میں ہنوز اس کے نرم بازو کا لمس محسوس کرتا وہ گاڑی کی سپیڈ بڑھا گیا۔

عجیب سے شور کے باعث کے باعث اس کی گہری نیند میں خلل پڑا تو اس نے آنکھیں مزید میچتے ہوئے کروٹ بدلنی چاہی تو مارے درد کے اس کی نیند بھک سے اڑی تھی۔

نیند سے بوجھل آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے ارد گرد کا جائزہ لینا چاہا جب سپاٹ سی مردانہ آواز پہ اس کے حواس پوری طرح سے بیدار ہوتے اسے تلخ حقیقت کی وادیوں میں پٹخ گئے۔

"مس ابراہیم، میرا خیال ہے کہ آپ کی نیند پوری ہو چکی ہو گی اس لیے اٹھ کے اب ٹیوٹر پلس بیوی ہونے کی زمہ داریاں نبھائیں۔" اس کی سپاٹ آواز پہ وہ جلدی سے سیدھی ہوئی تو بے آرامی سے سونے کے بعد گردن میں اسے درد محسوس ہوا لیکن اسے نظر انداز کرتی وہ فورا اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی وہ نیند کے خمار سے سرخ ہوتی آنکھوں میں استفسار کے رنگ لیے اسے دیکھنے لگی۔

مجھے واشروم لے کے جائیں مجھے فریش ہونا ہے۔"اس کے کہے پہ اسے "
کمرے کی چھت خود پہ گرتی محسوس ہوئی۔

م۔۔میں،۔واشروم؟؟"اس یوں پوچھا گویا کہ اسے تختہ دار پہ چڑھنے کو "
کہہ دیا ہو۔

ZNZ Zubi Novels Zone

وہ اس کی جانب دیکھتی اس دنیا سے ماورا کوئی چیز لگ رہی تھی۔

جی۔"اس نے مختصر سا جواب دیا جبکہ اس کا رنگ تو مزید فق پڑنے لگا تھا۔"

پہلے کیسے جاتے تھے؟"ہڑبڑاہٹ میں اس نے بڑا عجیب سا سوال پوچھا"
تبھی اس نے رخ موڑتے ہوئے کڑی نگاہوں سے اسے گھورا۔

ہوائی جہاز پہ۔"سرد لہجے میں ملے جواب پہ وہ گہری سانس لے کے آگے "
بڑھی تھی۔
وہ جان چکی تھی کہ یہ سب اس سے بدلہ لینے کی کوشش کی پہلی کڑی تھی۔
وہ یہ بات نکاح کے فوراً بعد ہی سمجھ چکی تھی کہ وہ اسے اس حد تک زچ کرنا
چاہتا تھا کہ اس کا بدلہ بھی پورا ہو جاتا اور وہ اس کی زندگی سے بھی نکل جاتی۔

اس نے آگے بڑھ کے وہیل چیئر پہلے اس کے بیڈ کے نزدیک کی اور پھر
چہرے پہ سپاٹ تاثرات سجائے اس نے ایک بازو اس کی گردن کے گرد
حائل کیا اور دوسرا بازو سامنے سے کمر کے گرد حائل کر کے اسے سہارا دینے
کی کوشش کی مگر وہ اسے ٹس سے مس بھی نہ کر سکی کیونکہ پہلے وہ اس کی مدد

کے لیے باڈی کو موو کرتا تھا لیکن اس وقت وہ سٹل بیٹھا اس کی ہمت جج کر رہا تھا۔

وہ گہری سانس بھرتی ایک انچ مزید اس کے نزدیک کھسکی اور اپنی پوری جان لگا کے اسے وہیل چیئر پہ بٹھانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

یہ اور بات تھی کہ اتنی سی کوشش میں اس کا سانس بری طرح سے پھول چکا تھا کیونکہ اس جیسے توانا مرد کو اس کی رضا کے بغیر حرکت کروانا اس کے لیے مشکل تھا۔

چیئر گھسیٹتے ہوئے وہ اسے واشروم لے کے گئی اور بہت ہی نامحسوس انداز میں اس کی وہیل چیئر پہ لگی بیل کا بٹن آہستگی سے دبا دیا۔

یہ بٹن اس کے لیے متعین ملازم کو نیچے سے بلانے کے لیے اس کی چیئر پہ لگوایا گیا تھا اور آج شومئی قسمت اس کے کام آ گیا تھا۔

اگلے چند سیکنڈز میں ہی اس کا ملازم دروازے میں کھڑا اجازت مانگ رہا تھا۔

"جی آجائیں آپ ثمر، آپ ذوالنورین کو فریش ہونے میں مدد دیں میں تب تک اس کے لیے ناشتہ لے آتی ہوں۔" اس سے پہلے کہ وہ یا ثمر کچھ کہتے وہ تیز تیز بولتی بنا ہاتھ منہ دھوئے کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ اس کی اس قدر چالاکی پہ وہ محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

کمرے سے نکلتے ہی اس نے بند دروازے کے ساتھ ٹیک لگاتے اپنی منتشر سانسوں کو قابو کرنے کی کوشش کی۔

بظاہر اس نے خود پہ بے تاثر پن کا خول چڑھایا ہوا تھا لیکن اس کی اس قدر قربت اسے ہراساں کر رہی تھی اس پہ مستزاد اسے فریش کروانا۔

گہری سانس بھر کے بمشکل خود کو کمپوز کرتی وہ آگے بڑھی اور متوزان چال چلتی سیڑھیوں کی جانب بڑھی۔

وہ ابھی آخری سیڑھی سے دو تین سٹیپ اوپر ہی تھی جب اسے دائیں جانب سے شازمین میر آتی دکھائی دیں۔

وہ بھی اسے دیکھ چکی تھیں تبھی ہونٹوں پہ تمسخرانہ مسکان سجائے اسے کے نزدیک آئیں۔

کیا ہوا؟ معذور شوہر کی خاطر داری میں شاید رات بھر زیادہ مصروف رہی" ہو جو حالت ایسی بنا رکھی ہے۔"اس کی بکھری حالت پہ گھٹیا انداز میں چوٹ کرتے ہوئے وہ تمسخرانہ انداز میں ہنسی تو اس کے چہرے کی رنگت مارے غصے اور احساسِ توہین دہکنے لگی۔

کیوں کیا آپ نے ایسا؟"ان کی بات پہ کوئی ردعملِ دیے بغیر وہ خالی سے" لہجے میں سوال گو ہوئی تو اگلے ہی پل وہ ہنس دی۔

میری جان تمہیں پیسے میں نے ذوالنورین میر کو اپنے جال میں پھنسانے "
کے لیے دیے تھے کہ وہ تمہارے پیار میں اتنا پاگل ہو جائے کہ یہ گھر چھوڑ
دے لیکن شاید تم اسے غلط لے گئی تم اسے پیار میں الجھا کے اس پیلس کے
گڑھے مردے اکھاڑنے چلی تھی سو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" چبھتے ہوئے انداز
میں بولتے ہوئے اس نے ڈرامائی سا وقفہ لیا۔

سو میں نے تمہاری اس چالباز محبت کو ہی گڑھے میں دفنا دیا اور تمہارے "
سٹوڈینٹ کو بس اتنا بتایا کہ تمہاری ٹیچر تمہارے پیار کا سودا کر چکی ہے۔"
چہرے پہ فاتحانہ چمک، آنکھوں میں شیطانی سی مسکان، ہونٹوں میں
تمسخرانہ تبسم لیے وہ شاندار سے لباس میں ملبوس عورت اسے اس وقت
عورت نہیں بلکہ شیطانی فتنہ دِکھ رہی تھی۔
جو کسی کی عزتِ نفس اور کردار کا سرِ بازار تماشا لگانے کے بعد مسرت سے
سرشار تھی۔

وہ بے تاثر نگاہوں سے اسے تکتی چلی گئی اور پھر رسانیت ست کہنے لگی۔

میں نہیں جانتی کہ آپ کا ذوالنورین سے کیا مسئلہ ہے یا آپ ان 'گڑھے" مردوں کو اکھاڑے 'جانے سے اس قدر خائف کیوں ہیں؟ میں بس اتنا کہوں گی کہ میں نے خود کے ساتھ کیے گئے آپ کے تمام فعل اللہ کی عدالت میں جمع کروا دیے ہیں اور بیشک وہ بہترین بدلہ لینے والا ہے۔" رسانیت سے اپنی بات مکمل کر کے وہ اس کا سبکی و اہانت سے سیاہ پڑتا چہرہ دیکھے بغیر پلٹی اور کچن کی جانب چل دی۔

پہلے وہ جا کے سنک کی جانب بڑھی وہاں اپنے ہاتھ اچھے سے واش کرنے کے بعد وہ ایک سائیڈ پہ کھڑی ہو کے چند لمحے کچھ سوچتی رہی اور پھر ملازمہ سے ناشتے کا بولنے ہی لگی تھی کہ زخمی شازمین ایک دفعہ پھر سے منظر پہ نمودار ہوئی۔

ناتم اس پیلس کی مالک ہو ناوہ تمہارا معذور شوہر وشا گرداس لیے یہاں اگر"
'میرے 'گھر میں رہنا ہے تو میرے نوکروں کو حکم دینے کی ضرورت ہر گز
کوشش نہ کرنا بلکہ اپنے اور اپنے شوہر کے کام خود کرو۔"زخمی ناگن بنی
شازمین اب کھل کے اپنے روپ میں آتی اسے آخری حد تک ڈی گریڈ
کرنے کی کوششوں میں لگ گئی۔
بلند آواز میں بولتی شازمین میر کی آواز سن کے اپنے کمروں میں سوئے بہت
سے افراد اٹھ کے باہر نکل آئے۔

کیا ہوا شازمین، کیوں اس قدر شور مچا رہی ہو؟"عبدالرحمن میر آنکھوں"
میں ناگواری لیے وہاں آتے ہوئے بولے تو اس نے بے ساختہ رخ بدلتے
ہوئے خود کو ان سب کی نفرت انگیز نگاہوں سے بچانے کی موہوم سی سعی
کی۔

ہونا کیا ہے، تمہارے اس مصیبت بھتیجے کو اس گھر سے نکال پھینکنا چاہتی" تھی وہ الٹا اس مخمل میں لگے پیوند کی طرح اسے بھی ہمارے سروں پہ بٹھا گیا۔ "انتہائی سفاک اور بے رحم انداز میں بولتے ہوئے وہ کل کی طرح اب بھی اس کی ذات کے پرخچے اڑا گئی تھی جبکہ سلیب پہ دونوں ہاتھ سختی سے جمائے وہ ضبط کی آخری حدوں پہ تھی۔

ڈونٹ وری آنٹی! کچھ دن مزید برداشت کر لیں کیونکہ زیادہ دن اس" 'مونسٹر' کے ساتھ ٹک نہیں سکے گی یہ۔ "رانیہ نے شازمین میر کو ریلیکس کرتے ہوئے کہا تو اس تماشے سے بیزار ہوتے عبدالرحمن میر نے نخوت سے سر جھٹکا۔

بھاڑ میں جھونکوانہیں اور ناشتہ لگواو۔جو لوگ اپنے پیروں پہ کھڑا نہیں ہو" سکتے ان کے لیے اپنے گھر کا سکون تباہ کرنے کی بالکل ضرورت نہیں شازمین بیگم کیونکہ ایسے لوگوں کو جڑ سے کیسے اور کب اتاڑ پھینکنا ہے میں اچھے سے جانتاہوں۔"ایک کاٹ دار نگاہ زحلے کے وجود کے آر پار ڈال کے وہ ناگواری سے کہتے ہوئے پلٹ گئے تو باقی سب تماشائی بھی آہستہ آہستہ چھٹنے لگے۔

ان سب کے جانے کے بعد وہ بھی اپنی ذات کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو سمیٹتی ہوئی فریج کی جانب بڑھی اور پھر اپنی دکھتی کلائی اور رخسار میں اٹھتی درد کی ٹیسوں کو نظر انداز کیے وہ اس کے لیے ناشتہ بنانے لگی جو شاید یہاں موجود باقی مکینوں سے بھی زیادہ اس سے 'نفرت' کرتا تھا۔

!!شاید۔۔۔

یاشاید یہ نفرت آگے جا کے کوئی نئے پنے کھولنے والی تھی۔

وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی اپنے ارد گرد بھاگتی دوڑتی رنگین دنیا سے بے نیاز کلرک آفس کی جانب بڑھ رہی تھی۔

مجھے سمجھ نہیں آتا کہ میں ہمیشہ ہر کام میں دیر کیوں کر دیتی ہوں؟"خود" سے بڑبڑاتے ہوئے وہ دائیں کندھے پہ لٹکائے بیگ سے والٹ نکالنے کی کوشش کرتی تیز تیز چل رہی تھی۔

اب یہ والٹ میرے بیگ کے کس خفیہ کونے میں چلا گیا ہے؟"کوفت" سے بڑبڑاتے ہوئے اس نے بیگ کندھے سے اتارا اور اسے کھنکھالنے لگی۔

ہائے میرا والٹ؟"پورا بیگ کھنکھالنے کے بعد بھی جب والٹ اسے نہ ملا تو" اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

یہ والٹ کہاں گیا؟ صبح تو ڈیڈ سے فیس کے لیے کارڈ لے کے اس میں رکھ" کے والٹ بیگ میں رکھا تھا۔" وہ ذہن میں دہراتی خود سے گفتگو کرتی اب واپس اسی راستے کی جانب بھاگتی ہوئی والٹ تلاش کر رہی تھی لیکن جب اسے کہیں بھی والٹ نہ ملا تو اب کی بار وہ صحیح معنوں میں پریشان ہوئی تھی۔

اب میں فیس کیسے پے کروں گی؟" چونکہ وہ پہلے ہی اتنے دنوں کی چھٹیوں" کے بعد کل ہی یونی آئی تھی اور آج سمسٹر فیس کی لاسٹ ڈیٹ تھی ایسے میں کارڈ سمیت والٹ کا کھو جانا اسے روہانسا کر گیا۔

کیا ضروری تھا کہ میں آج کالج اکیلی آتی؟" دلگرفتگی سے سوچتی وہ وہیں" گھاس پہ بیٹھتی بے ساختہ رو دی تبھی اس کے مائنڈ میں کلک ہوا۔

وہ بائیں ہاتھ کی پشت سے آنسوؤں سے تر رخسار صاف کرتی اپنی جیکٹ کی پاکٹ سے موبائل نکال کے نمبر ملانے لگی لیکن بند موبائل دیکھ کے اس کے سامنے گویا زمین و آسمان گھوم گئے تھے۔

یااللہ!! "ہر طرف سے ناامید ہونے کے بعد وہ کسی طور بھی خود پہ جبر نہ" رکھ سکی اور پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

ایکسکیوزمی مس! "وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے زار و قطار رو رہی تھی" جب اس کو بالکل اپنے نزدیک ایک نامانوس سی آواز سنائی دی لیکن وہ اس وقت اپنے دکھ میں اس قدر ڈوبی ہوئی تھی کہ اس نے توجہ دینے کی زحمت نہ کی کہ آیا نووارد مخاطب کس سے تھا۔

ایکسکیوزمی مس! آپ روکیوں رہی ہیں؟"اب کی بار وہی لہجہ سوالیہ انداز" میں دوبارہ اس کی سماعتوں سے ٹکرایا تو اس کے رونے میں مزید تیزی آگئی۔ یونہی روتے روتے اس نے چہرے کے سامنے سے ہاتھ ہٹا کے اپنی آنسوؤں سے لبریز نسواری آنکھیں اٹھا کے نووارد کی جانب دیکھا تو نسواری آنکھیں سرمئی آنکھوں سے الجھ کے رہ گئیں۔

جبکہ روتی ہوئی دریہ بدر کے سامنے قدرے جھک کے کھڑا طلال جعفر پل بھر کے لیے ان آنسوؤں سے بھرے نسواری کٹوروں میں ڈوب کے ابھرا تھا۔

آپ۔۔آپ روکیوں رہی ہیں؟"اس لمحاتی گرفت سے خود کو نکالتے" ہوئے اس نے سر جھٹکتے ہوئے اپنا سوال دہرایا تو دریہ کی آنکھیں ایک دفعہ پھر سے بھر آئیں۔

میرا۔۔۔میرا والٹ کھو گیا ہے اور مجھے آج اپنی فیس۔۔۔جمع کروانی"
ہے۔میرا موبائل بھی بند پڑا جبکہ میری کوئی یہاں ایسی دوست بھی نہیں
ہے کیونکہ ہم س۔۔سب کزنز ہی دوست ہیں اور وہ آج سارے چھٹی پہ
ہیں۔"اس وقت وہ اس قدر پریشانی کا شکار تھی کہ بنا سوچے سمجھے یونیورسٹی
لان میں گھاس پہ بیٹھی وہ روتی ہوئی اپنے سامنے قدرے جھک کے کھڑے
اس شاندار سے مگر اجنبی سے مرد کو اپنی پریشانی کا موجب بتاتی چلی گئی۔

آپ آیئے میرے ساتھ۔"اس کی ساری کتھا سننے کے بعد سامنے والے"
نے جب فقط اتنا ہی کہا تو اس نے کرنٹ کھا کے اس کی جانب دیکھا۔

کہاں اور کیوں جاوں میں آپ کے ساتھ؟"پریشانی ایک طرف لیکن اس" کا دماغ اتنا تو ضرور کام کر رہا تھا کہ وہ کسی کے بھی کہنے پہ کہیں بھی نہیں چل سکتی تھی۔

فیس جمع کروانی ہے کہ نہیں؟"اس کے دوٹوک سنجیدہ لہجے پہ وہ گڑبڑا سی" گئی اور خاصے ہونق پن سے اسے دیکھنے لگی گویا اس کی بات سمجھنے کی کوشش میں تھی۔

مس اگر آپ نے فیس جمع کروانی ہے تو مہربانی کر کے اٹھ جائیں۔"اسے" ہنوز بیٹھے دیکھ کے اس نے بمشکل خود پہ ضبط کرتے ہوئے سرد لہجے میں اسے پکارا تو وہ ہڑبڑاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

مجھے فیس جمع کروانی ہے لیکن میرے پا۔۔۔۔۔۔۔" وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ اس کے پاس پیسے نہیں ہیں وہ کسی طرح سے اس کے بھائی سے اس کا رابطہ کروادے کیونکہ 'رہبان گردیزی' کو تو سبھی جانتے تھے اس لیے اس کا نمبر کہیں سے بھی مل سکتا تھا۔

لیکن سامنے والے نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کی بات بہت آرام سے قطع کیا۔

مجھے طلال جعفر کہتے ہیں اور آپ مجھے کل یہیں فیس واپس کر سکتی ہیں اس" لیے ابھی آجائیں۔" سنجیدگی سے کہہ کے اس نے ایک جانچتی ہوئی نگاہ اس کے روئے روئے سے چہرے پہ ڈال کے قدم آگے بڑھائے تو وہ بھی کچھ سوچتی ہوئی اس کے پیچھے چل دی کیونکہ اس وقت ٹائم ضائع کرنے سے بہتر تھا کہ وہ اس کی مدد لے لیتی ویسے بھی وہ واپس کرنے کا بھی تو کہہ چکا تھا۔

جبکہ اس سے دو قدم آگے چلتا طلال اپنے اندازے پہ مسرور ہو رہا تھا کہ اس کے خیال کے تحت

رہبان گردیزی کے گھر والوں کی جانے بلا طلال جعفر کون تھا یا اویس جعفر کون تھا؟

ایسی آگہی وہاں رکھی جاتی جہاں رشتے ہمیشہ کے لیے جوڑنے ہوں جبکہ اس رشتے کی بنیاد تو رکھی ہی ایک کھوکھلے بیان پہ گئی تھی اس لیے اس کا خیال بالکل ٹھیک ٹھہرا تھا۔

یہ اور بات تھی اس کھوکھلے رشتے کی بنیاد سے اب ایک نیا رشتہ جنم لینے کو بے قرار ہوا تھا۔

انتقام کا رشتہ یا جنون کا رشتہ ؟؟

یہ تو آنے والا وقت ہی بہتر ثابت کر سکتا تھا۔

شہرے کو کالج سے گھر چھوڑنے کے بعد وہ آفس گیا تو وہاں سے اسے کسی ایمر جنسی کی وجہ سے فوری طور پہ بنا کسی سے ملے دوبئ جانا پڑا تھا۔

اور آج تقریباً دس دن کے بعد وہ خاصے تھکے ہوئے انداز میں ڈرائیونگ کرتا ہوا گھر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اس کے ساتھ اسد صاحب بیشک گارڈز یا ڈرائیور متعین کر دیں لیکن اس کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ وہ گاڑی خود ڈرائیو کیا کرے۔ گارڈز کے معاملے میں تو اس نے اکتا کے خاموش ٹھان لی تھی لیکن ڈرائیور کو وہ سہولت سے منع کر کے خود ہی ڈرائیونگ کیا کرتا تھا۔

صدر دروازے کو کھولتے ہوئے اس نے لاونج میں قدم رکھا وہ اندر سے آتی باتوں اور قہقہوں کی آواز پہ اسے اندازہ ہوا کہ حسبِ معمول اس وقت سب اپنی بیٹھک لگائے گپ شپ لگا رہے ہوں گے۔

"السلام علیکم! "اسی جانب قدم بڑھاتے ہوئے اس نے بلند آواز میں سلام کرتے سب کو اپنی جانب متوجہ کیا تو سب اسے اتنے دنوں بعد بالکل غیر متوقع طور پہ کھل سے گئے۔

بڑوں سے پیار لینے کے بعد وہ ایک نرم سے مسکان سب کے درمیان پر سکون سی بیٹھی نگاہ پہ ڈالتے ہوئے وہ سنگل صوفے پہ براجمان ہو گیا۔

"نوشے میاں! یہ کہاں تم اپنی دونوں بیویوں کو تن تنہا چھوڑنے کے بعد بے تھنے بیل کی مانند ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے؟ "عیسیٰ جو کہ اس کا ہی ہم عمر

تھا اسے دیکھتے ہوئے شرارت سے گویا ہوا تو اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

"تم میرے پی اے کب سے اپائنٹ ہوئے ہو؟" اس کے سنجیدگی سے کیے گئے استفسار پہ نگاہ سمیت سبھی ہنس دیے۔

"خاتون! آپ کی فیور میں بول رہا تھا لیکن صد افسوس۔۔۔۔۔۔" اسے ہنستے ہوئے دیکھ کے عیسیٰ نے مصنوعی تاسف کا مظاہر کیا تو اس کی ہنسی مزید گہری ہوئی۔

اسی لمحے وہ صدر دروازہ کھول کے ہال میں داخل ہوئی تو سبھی کا دھیان ایک ساتھ اس کی جانب مبذول ہوا۔

آہاہ شہرے آئی ہے، چلو شہری یہ بتاو کہ تم میری سائیڈ پہ ہو گی یا میری" انسلٹ پہ ہنسو گی؟" بنا اسے بولنے کا موقع دیے عیسیٰ نے بلند آواز میں کہتے ہوئے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تو وہ مسکرائی۔

آف کورس آپ کی سائیڈ لوں گی چاچو اور ویسے بھی اتنی ہمت کس کی جو" میرے سویٹ چاچو کی انسلٹ کرے؟" چونکہ وہ ضرغام کے آوٹ آف کنٹری ہونے سے واقف تھی اس لیے اپنے مخصوص بے فکر اور خوش کن سے انداز میں گویا ہوئی کہ اس نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔

یہ تمہارے ضرغام 'چاچو' نے۔" عیسیٰ کے معصومیت سے دیے گئے" جواب پہ اس نے کرنٹ کھا کے ایک جھٹکے سے اپنی گردن گھمائی تو نظر سیدھی اس سے ٹکرائی جو نیوی بلیو پینٹ کے ساتھ وائٹ پلین شرٹ پہنے اس کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ کیے سیاہ شوز پہنے ٹانگیں قدرے آگے کو

ریلیکس انداز میں پھیلائے، بائیں کلائی پہ رسٹ واچ پہنے اپنے شاندار اور سحر انگیز سراپے کے ساتھ سنگل صوفے پہ براجمان اسے اپنی بھوری آنکھوں کی گرفت میں لیے بیٹھا عجیب ناقابلِ فہم تاثرات سے دوچار کر گیا۔

زوہان کے رونے کی آواز پہ اس نے گڑبڑاتے ہوئے اپنی نظروں کا زاویہ فوری طور پہ بدلا اور پھر خفگی بھری نگاہ عیسیٰ پہ ڈالتی وہ قندیل کے ساتھ ہی جڑ کے بیٹھ گئی۔

ہائے شہری ابھی تو یار تم نے میری سائیڈ لینے کا حلف اٹھایا تھا۔"اس کی اس" قدر بے نیاز حرکت پہ وہ تڑپ ہی تو اٹھا تھا۔

تو آپ بھی تو میری سائیڈ پہ رہیں نا۔"اس نے ٹکڑا توڑ جواب دیا تو اس" برجستگی پہ وہ اپنی گدی کھجا کے رہ گیا۔

پس ثابت ہوا کہ عیسیٰ ملک آپ بیشک جو مرضی کرتے پھریں لیکن آپ کو" ضرغام ملک کی دونوں بیویوں سے کوئی فیور نہیں ملنے والی۔" جازم نے عیسی کی شکل دیکھتے ہوئے اعلانیہ انداز میں کہا تو اس کے انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی ضرغام مسکرا دیا۔

اور اس کی مسکراہٹ دیکھ کے شہرے فوراً سے پہلے عیسی کی جانب مڑی۔

اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا، چاچو ہیں یہ تو فیور تو بہر حال ان کی کروں گی" نا۔" بنا اس کی جانب دیکھے اس نے اپنے بیان میں رد و بدل کیا تو اس کے اس عمل کا پسِ منظر جان کے بہت سوں کے ہونٹوں پہ بے ساختہ مسکان ابھری تھی۔

نگاہ خاتون آپ بھی اپنے الفاظ پہ نظر ثانی کر لیں۔"عیسی نے رخ نگاہ کی" جانب موڑا تو وہ کھلکھلائی۔

نہیں عیسیٰ بھائی اب ایک آپ کی فیور کر رہی تو دوسری کو تو ان کی فیور" کرنے دیں۔"اس نے مسکراتے ہوئے انکار کیا تو ایک فرمائشی قہقہہ ابل پڑا۔ مزید کچھ دیر کی گپ شپ کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو اس سے قصداً رخ موڑے بیٹھی شہرے نے تشکر بھرا سانس لیا۔

ماما! چائے کمرے میں بھجوا دیں میں چینج کر لوں۔"ثمرین بیگم کو کہہ کے" وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا تو نگاہ ثمرین بیگم کے اشارہ کرنے پہ اپنی جگہ سے اٹھی اور کچن کی جانب چل دی۔

شہرے چائے بنانی آتی ہے تمہیں؟" کچھ سوچتے ہوئے ارسم نے اچانک " اسے مخاطب کیا حالانکہ وہ اس کا جواب جانتا تھا۔

نواور پلیز مجھے ڈیڈ کی طرح چائے بنانے پہ لیکچر ہر گز نہ دیجیے گا کیونکہ مجھے " بالکل بھی چائے نہیں پسند۔" وہ فوراً دونوں ہاتھ بلند کرتی ہوئی بولی تو وہ نجانے کیوں زور سے ہنس دیا۔

اب آپ کو کیا ہوا؟" اس نے ہنسنے پہ اس نے بھنویں سکیڑ کے اس کی جانب " دیکھا۔

کچھ نہیں بس میں امیجن کر رہا ہوں کہ آنے والے وقت میں شہرے ملک " نا صرف چائے بنانا سیکھ بھی لیں گی بلکہ پینا بھی شروع کر دیں گی۔" آنکھوں میں شرارت لیے وہ گویا ہوا تو سب اس کی بات کا مطلب سمجھتے مسکراہٹ

دبانے لگے جبکہ اس نے ناک پر سے مکھی اڑانے کے سے انداز میں اس کی بات آئی گئی کی اور پھر سے قندیل کی جانب گھسی جو کورین ڈرامے کی سٹوری بتا رہی تھی۔

کیسا گزرا ٹائم آپ کا میرے بغیر یہاں؟" چائے کا کپ اس کے ہاتھ سے " لیتے ہوئے اس نے نظر بھر کے پنک کا مدار سوٹ میں ملبوس نگاہ کو دیکھا۔

بہت اچھا۔" شرارتی انداز میں کہتے ہوئے وہ اس کے مقابل براجمان ہو " گئی۔

وہ تو نظر آرہا ہے کہ اچھا خاصا دل لگ گیا آپ کا یہاں۔" اس کے کھلے کھلے " چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا تو وہ کھل کے مسکرائی۔

بالکل، آپ بتائیں کیسا رہا ٹور؟ کام ہو گیا آپ کا؟" اس نے مسکراتے ہوئے" استفسار کیا تو اس نے چائے کا ادھ پیا کپ میز پہ رکھتے ہوئے اس کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیتے ہوئے توجہ سے اسے دیکھا۔

بہت اچھا رہا اور اللہ کا شکر ہے کہ جس کام کے لیے گیا تھا وہ بھی ہو گیا۔"" نرمی سے کہتے ہوئے اس نے اس کے ہاتھ کو ہولے سے دبایا تو نگاہ کے چہرے کی رنگت بدلنے لگی۔

آپ فریش ہو جائیں پہلے، میں آپ کے کپڑے نکالتی ہوں۔" وہ کترائے" سے انداز میں بولتی اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ آزاد کروانے لگی لیکن اس نے ہاتھ آزاد کرنے کی بجائے بائیں ہاتھ کی گرفت میں لیا جبکہ دایاں ہاتھ پینٹ

کی پاکٹ میں ڈال کے ایک چھوٹا سا کیس نکال کے اس میں سے بیش قیمت نازک سی ڈائمنڈ رنگ نکالی۔

"یہ مجھے آپ کے لیے اچھی لگی تو میں لے آیا۔" جذب سے کہتے ہوئے اس نے رنگ اس کے ہاتھ کی زینت بنائی تو ہاتھ گویا جگمگا اٹھا۔

ایک نظر نگاہ کے گلابی پڑتے چہرے پہ ڈالتے ہوئے وہ ہولے سے جھکا اور اس کے ہاتھ کی پشت پہ اپنے استحقاق کی پہلی مہر ثبت کی۔

اس کی اس جسارت پہ نگاہ گویا ہل سی گئی اس نے کسمساتے ہوئے ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد کروانا چاہا۔

"کیا بات ہے؟ آپ کچھ بے چین لگ رہی ہیں؟" اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے سوال کیا تو وہ جو تذبذب سی کیفیت کا شکار تھا ایک دم سے کسی نتیجے پہ پہنچتی ہوئی آہستگی سے بولی۔

آپ کو یاد ہے نا کہ ہماری شادی کی اگلی صبح شہرے مجھے ملنے آئی تھی؟""

ایک محتاط نظر اس کے وجیہہ چہرے پہ ڈالتے ہوئے اس نے سوال کیا تو اس کے ہاتھ پہ اس کی گرفت لاشعوری پہ ڈھیلی پڑی تو نگاہ نے فوراً ہاتھ آزاد کروا کے اپنی گود میں رکھا۔

کیونکہ پشت ابھی تک اس لمس کی حدت سے دہک رہی تھی۔

ہمم، کیا ہوا؟"اس نے ہنکارا بھرتے ہوئے اسے آگے بولنے کا اشارہ کیا تو" وہ الفاظ کو ترتیب دینے لگی۔

وہ مجھے یہ کہنے آئی تھی کہ۔۔۔۔۔۔۔۔"آہستگی سے کہتے ہوئے اس نے" شہرے کا کیا گیا انکشاف اس کے گوش گزار اتو اس کے چہرے کے تاثرات

فوری طور پہ بدلے جبکہ خوبصورت چہرے کی گھمبیر تا مزید بڑھتی اسے چٹانی تاثرات کا روپ سونپ گئی تھی۔

کیونکہ کانوں میں گونجتے اُن لفظوں کی دھمک دل کے کواڑ خانوں میں بہت کچھ کچلتی جا رہی تھی۔

سیاہ کار بہت سُبک روی کے ساتھ سیاہ تار کول سے بنی سڑک پہ بھاگتی اپنی منزل کی جانب رواں دواں تھی جبکہ گاڑی میں براجمان نفوس اپنی اپنی سوچوں میں گم آنے والے وقت کے لیے لائحہ عمل تیار کر رہے تھے۔

تمہارے پاس پولیس کی گاڑی نہیں ہے؟"اچانک ہی گاڑی کی خاموش فضا" میں قدرے گھبرائی ہوئی نسوانی آواز گونجی تو ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان رہبان گردیزی بڑی فرصت میں اس کی جانب مڑا۔

کیوں، آپ کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے کیا کہ کہیں اس گاڑی میں مجھے کھلے" عام آپ کو لے گھومتے دیکھ کے آپ کے پیرسائیں آپ کو 'بیوہ' نہ کر دیں؟"اس کی آواز سن کے حسبِ معمول وہ اپنی ترنگ میں آچکا تھا۔ جبکہ اس کی بات بیزاری سے سنتی آبگینے اس کے آخری الفاظ پہ تھرا سی گئی۔ خوف اور دکھ کی شدت سے سفید پڑتے چہرے کے ساتھ اس نے شکایتی انداز میں اس کی جانب دیکھا تو اس کی نم آنکھوں کو دیکھ کے وہ ہر شے فراموش کرتا اس پل انہی میں کھوتا گہری ندامت میں مبتلا ہوا تھا۔

آئم سوری! میرا وہ مطلب نہ۔۔۔۔۔۔۔۔"اس کی فق پڑتی رنگت اور" آنکھوں میں ٹھہرے آنسو دیکھ کے وہ اس کی جانب جھکتے ہوئے محبت سے کہتا اس کی پلکوں پہ اٹکے آنسو چن رہا تھا جب گولیوں کی خوفناک گونج کے ساتھ ان کی گاڑی ہچکولے کھاتی ان محبت بھرے لمحات کو نگلنے کے لیے بے تاب ہوئی تھی۔

رہبان!"گولیوں کی گونج کے ساتھ جو آخری احساس اسے چھو کے گزرا" تھا وہ اپنے سینے سے لگی آبگینے کی تڑپتی ہوئی پکار تھی۔

گولیوں کی بوچھاڑ میں جب سیاہ کار لہراتی ہوئی درخت کے ساتھ جا ٹکرائی تو اچانک گولیوں کی آواز تھم گئی۔

اور اُن کی کار سے دو رد و سیاہ گاڑیوں میں براجمان افراد ہاتھوں میں جدید ہتھیار لیے نیچے اترے اور مضبوط ڈگ بھرتے وہ اس دھواں اڑاتی کار کی جانب بڑھ دیے جس کی حالت گولیوں کی بوچھاڑ سے تباہ کن ہو چکی تھی۔

ان افراد میں سے دو فرنٹ سیٹ کی جانب بڑھے اور دروازہ کھولنے کے بعد ایک سائیڈ پہ ڈھلکی ہوئی آبگینے کا ہاتھ اپنے سخت ہاتھ میں جھکڑا۔

متغیر تاثرات اور شعلے اگلتی آنکھوں سے چند لمحے نگاہ کا چہرہ دیکھنے کے بعد اس نے نرمی سے اسے اپنے سامنے سے ہٹایا اور تیز تیز قدموں سے چلتا دروازے کی سمت بڑھا۔

ضرغام!" گردن کی بھنچی ہوئی نسیں، پیشانی کا مخصوص بل، آنکھوں میں" چھایا خوفناک تاثر اور اس پہ مستزاد وجود پہ طاری غصے کی ایسی منہ زور جھلکی اس پہ دیکھ کے وہ بے ساختہ اس کی جانب لپکی تھی لیکن وہ اس کے روکنے سے قبل ہی کمرے کی دہلیز پار کرتا ہوا سیڑھیوں کی جانب بڑھ چکا تھا۔

سیڑھیوں کو پار کرنے کے بعد وہ بنا رکے صدر دروازے سے باہر نکلتا 'ملک ہاوس' کے بالکل سامنے موجود 'ملک منزل' کی جانب بڑھ گیا۔

اسے یوں غیر متوقع اور بے موقع وہاں آج دیکھ کے شاید چوکیدار بات برائے بات وجہ پوچھ ہی لیتا مگر اس کے چہرے پہ چھایا جمود دور سے ہی اتنا ٹھٹھرا دینے والا تھا کہ اس نے بنا کچھ کہے چھوٹا گیٹ اس کے لیے کھول دیا۔

شہرے کہاں ہے؟"جب وہ ہال میں پہنچا تو اس کی توقع کے مطابق وہاں" کوئی نہ تھا کیونکہ ملک منزل کے افراد دس بجے کے ساتھ زیادہ تر کمرہ نشین ہو جایا کرتے تھے اور اس وقت تقریباً پونے گیارہ ہونے والے تھے۔

وہ شاید سیدھا بنار کے اس کے کمرے کی جانب بڑھ چکا ہوتا لیکن ملازمہ کے سامنے آنے پہ اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو وہ بھی اسے یوں بے وقت دیکھ کے حیران ہوئی تھی۔

اپنے کمرے میں ہیں۔پندرہ منٹ پہلے ہی ملک ہاوس سے آئی ہیں۔"""
ملازمہ نے لگے ہاتھوں دو اطلاعات اسے بہم پہنچائیں تو وہ سر ہلاتے ہوئے اس کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

وائٹ کلر کے نائٹ پاجامہ اور لوز ٹی شرٹ میں ملبوس وہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی ہاتھوں پہ موئسچرائزر لگا رہی تھی جب اس کے کمرے کا دروازہ ہلکی سی دستک کے ساتھ کھلا۔

اس وقت کمرے کا دروازہ کھلنے پہ اس نے حیرانگی سے پلٹ کے نووارد کو دیکھنا چاہا جب بہت ہی غیر متوقع طور پہ سامنے کھڑے 'ضرغام' کو دیکھ کے وہ جی جان سے چونکی تھی۔

آپ؟" وہ مکمل طور پہ اس کی جانب پلٹتی حیرانگی سے گویا ہوئی۔"
لیکن دوسری جانب اس کی حیرانگی کو خاطر میں لائے بغیر اس کی طرف بڑھا جو سفید نائٹ سوٹ میں ملبوس، اپنے گھنیرے بال کمر پہ بکھیرے حیرانگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

نگاہ سے کیا کہا ہے آپ نے؟"اس کے نزدیک چند انچ کا فاصلہ چھوڑ کے "
ٹھہرتا وہ انتہائی سنجیدگی سے گویا ہوا تو وہ جو اس کی اس قدر نزدیکی پہ ششدر
ہو رہی تھی اس کے سوال پہ کرنٹ کھا کے اس کا چہرہ دیکھا۔

بلیو پینٹ کے ساتھ سفید شرٹ جس کے اوپری دو بٹن کھلے جبکہ آستنیں
کہنیوں تک مڑی ہوئی تھیں، پہنے وہ چہرے پہ ناقابل فہم تاثرات سجائے
اس کی جانب مکمل طور پہ توجہ تھا۔
اس نے اب جا کے محسوس کیا تھا کہ وہ بھوری آنکھیں جو ہمیشہ ایک جامد سا
تاثر چھپائے رکھتی تھیں آج ان آنکھوں میں برف و آگ کے ملے جلے تاثر
سے لبریز لپک عجب وحشت میں مبتلا کر رہی تھی۔

نگاہ سے کیا کہا ہے آپ نے؟"اس کی خاموشی پہ اس نے دوبارہ سے اپنا"
سوال دہرایا تو وہ جیسے کسی گہرے خواب سے چونکی تھی۔

آپ یہ کس طرح سے بات کر رہے ہیں مجھ سے ؟"اس کی آواز میں چھپی " سرد مہری پہ گھبراتے ہوئے وہ خفگی سے گویا ہوئی تو ضرغام کے چہرے کی گھمبیرتا مزید بڑھ گئی۔

وہ دو قدم مزید آگے بڑھا اور اس کے نزدیک ٹھہرتا اس کی جانب جھکتے ہوئے اس کی دلکش آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھیں گاڑھتا ہوا بولا۔

میرے اس انداز کو میرے ضبط کی آخری حد سمجھیں شہرے اور مجھے بتائیں " کہ نگاہ سے کیا فضول گوئی کی ہے آپ نے ؟" ٹھٹھرا دینے والے انداز میں کہتے بات کے اختتام میں اس کی آواز قدرے بلند ہوئی تھی۔

اور اس کی اس ٹون پہ اس کے اندر کی ضدی شہرے انگڑائی لے کے فوراً بیدار ہوئی تھی۔

میرے سے دور رہ کے بات کریں اور جب بات آپ کو معلوم ہو چکی ہے تو" اس پہ عمل کرنے کی بجائے آپ مجھ سے سوال جواب کرنے کیوں آئے ہیں؟" اس سے فاصلہ بڑھاتے ہوئے اس نے کاٹ دار لب و لہجے میں جواب دیتے ہوئے اس کے پہلے سے بھڑکتے وجود کو جیسے آتشِ نذر کیا۔

سوال جواب نہیں کرنے آیا ہوں بلکہ۔۔۔۔۔۔۔" ایک چبھتی ہوئی نگاہ" اس کے باغی سراپے پہ ڈالتے ہوئے اس نے سہولت سے ہاتھ آگے بڑھایا اور ایک جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچا تو اس افتاد پہ بری طرح سے گڑبڑاتی وہ چیخی۔

ضرغام چاچ۔۔۔۔۔۔" اس کے سینے پہ دونوں ہاتھ جماتی وہ خود کو مکمل" طور پہ اس کے وجود کا حصہ بنانے سے بچاتی چلائی تھی جب اس نے سرعت سے دوسری ہتھیلی اس کے ہونٹوں پہ رکھی۔

اونہوں،اپنے لفظوں کے معاملے میں محتاط رہیں کیونکہ ابھی آپ پچھلے" فعل کی جوابدہی کر لیں۔"اس کے ہونٹوں کی نرماہٹ اپنی ہتھیلی تلے محسوس کرتا وہ سرد لہجے میں گویا ہوا تو اس کے اندر آگ سے لگی تھی۔

چھوڑیں مجھے ورنہ میں بڑے ابا کو بلا کے بتاوں گی کہ آپ میرے کمرے" میں آ کے عجیب باتیں کر رہے ہیں۔"اس کے حصار میں مچلتی وہ مزاحمت کی پوری کوشش میں تھی۔

اور جو اگر بڑے ابا کو پتہ چلے کہ ان کی پوتی اپنے لیے 'طلاق' جیسی پلاننگ" کرنے کے ساتھ ساتھ انہیں بھی اکیلے کر دینے کا ارادہ بنائے بیٹھی ہے تو کیا ہو گا یہ سوچا ہے آپ نے؟"اس کے گرد حائل بائیں بازو کی گرفت مزید

مضبوط کرتا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو اس کا مزاحمت کے لیے مچلتا ہوا وجود پل بھر کے لیے ساکت ہوا تھا۔

"جب آپ کو پلاننگ کا پتہ چل چکا ہے تو آپ اس پہ عمل کیوں نہیں کرتے؟" کچھ لمحوں کے بعد سنبھلتے ہوئے وہ تیکھے لہجے میں گویا ہوئی تو ضرغام کے چہرے پہ پل بھر کے لیے تبسم چھلکا جسے دباتے ہوئے وہ ہلکا سا اس کی جانب جھکا تھا۔

"یہ بات آپ کے شعور میں سما گئی کہ آپ کا مجھ سے نکاح ہوا ہے اور اس نکاح کو ختم کرنے کے لیے آپ ارادے بھی بنا رہی ہیں تو آپ کے شعور نے آپ کو اس بات کا احساس نہیں دلایا کہ میں اب آپ کا 'چاچو' نہیں ہوں؟" اس کی اس خفیف چوٹ پہ اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔

ہاں کیونکہ جب اس زبردستی بنے رشتے کو مانتی ہی نہیں تو اس کے لیے" پرانے رشتے کیوں ختم کروں؟اسی لیے میں نے اس کو ختم کرنے کو کہا ہے۔"اپنی مزاحمت مسلسل جاری رکھے وہ سابقہ انداز میں گویا ہوئی تو وہ چند لمحے سنجیدگی سے اسے دیکھنے کے بعد ہولے سے گویا ہوا۔

میں نے آپ کی بات سن بھی لی ہے اور سمجھ بھی لی ہے اب آپ میری" بات سنیں بھی اور سمجھیں بھی۔۔۔۔"اس کے مچلتے وجود کو اپنی گرفت سے آزاد کرتے ہوئے وہ سنجیدگی سے بولتا ہوا رکا۔

جو رشتہ بندھ چکا ہے وہ کسی طور بھی ختم نہیں ہو گا۔نہ آپ کے کہے پہ نہ" کسی اور کے کہے پہ اس لیے آج کے بعد یہ لفظ زبان پہ لانے کا سوچیے گا مت۔"وہ بات مکمل کرتے ہوئے مڑا کیونکہ مکمل حقوق رکھتے ہوئے رات

کے اس پہر اسے یوں اپنے سامنے بے پرواہ دیکھ کے وہ کسی کمزور لمحے کا مرتکب نہیں ٹھہرنا چاہتا تھا۔

ٹھیک ہے میں آپ کی بات مان لیتی ہوں لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔"نہایت ہی" غیر متوقع طور پہ عقب سے آتی اس کی سپاٹ آواز پہ وہ ٹھہرا۔

لیکن پہلے آپ کو مجھے بتانا پڑے گا کہ آپ نے نگاہ چچی سے نکاح کیوں کیا" تھا؟"اس کے سادہ میں لہجے میں چھپے ہزار انکشاف لیے اس سوال پہ ضرغام ایک جھٹکے سے اس کی جانب مڑا جو بہت چبھتی ہوئی نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔

اس کی نگاہوں میں ایسی کاٹ تھی جو چند قدم دور ضرغام پہ انکشاف کر گئی کہ وہ کسی حد تک کسی مدفن 'سچ' تک پہنچ چکی تھی۔

اورا گر میں آپ کی بات نہیں مانتا؟"خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے" جانچتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

تو میں کل بڑے ابا کے وکیل دوست سے ڈائیورس کا کہہ دوں گی۔" بے" خوفی سے کہتی وہ اس سمندر میں طوفان برپا کر گئی۔

بھڑکتے ہوئے اس کی جانب بڑھتے اس نے لپک کے اس کی کلائی تھامی اور اسے اپنی جانب کھینچتے ہوئے دیوار کے ساتھ ہولے سے پن کیا۔

شہرے !اپنی ضد میں میرے اندر چھپے 'ضرغام' کو جگانے کی کوشش مت" کریں کیونکہ آپ کا ذہن اس نکاح اور طلاق کے ارد گرد گھوم رہا ہے جبکہ اگر میرے اندر کا ضرغام جاگا تو وہ بہت کچھ آپ کو باور کروادے گا۔"اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا ہوا وہ درشتگی سے گویا ہوا تو دیوار کے ساتھ لگی

شہرے اس کی قربت میں دم سادھے اس کی پر تپش سانسوں کی حدت سے اندر تک خائف ہو رہی تھی۔

لیکن اس کے الفاظ پہ اس کا وجود جیسے بھڑک اٹھا۔

بچی نہیں ہوں میں جو یہ بات نہ جان سکوں کہ آپ نے نگاہ چچی سے نکاح" زبردستی کیا تھا جبکہ وہ منگیتر تھیں آپ کے دوست کی۔" وہ ایک دم سے بلند آواز میں چلائی تو ضرغام نے لمحہ بھر کو ٹھہر کے توجہ سے اسے دیکھا۔

کیا ہے تو پھر؟ اب آپ کیا چاہتی ہیں؟" اس کے جواباً پر سکون انداز میں" دیے گئے جواب پہ اس کا وجود چند لمحوں کے لیے اسی زاویے میں ساکت رہ گیا لیکن پھر سنبھلتے ہوئے وہ پھنکاری۔

نگاہ چیخ۔۔۔۔۔۔۔"وہ بول رہی تھی جب ایک ہاتھ میں اس کے ہاتھوں کو" گرفت میں رکھے وہ دوسرا ہاتھ اس کے گرد حائل کیے اس پہ جھکا اور بہت نرمی سے اس کے ہونٹوں کے بالکل پاس اپنے عنابی لب یوں جما گیا کہ گھنی مونچھوں کی چبھن اس کے گلابی ہونٹوں پہ بری طرح سے جاگ اٹھی۔

اس کی ایسی غیر متوقع جسارت پہ اس کا وجود لڑکھڑا اٹھا اور سانسیں لمحے بھر کے لیے تھم کے اگلے ہی پل اس قدر تیزی سے چلنے لگیں کہ انتشار کا شکار ہونے لگیں۔

جبکہ اس لمحے گویا کائنات تھم کے اس پر فسوں پل کو تکتی پر سوز سی مسکرادی کیونکہ وہ گواہ تھی ضرغام ملک کی جنونیت بھری محبت کی اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ لمحے ضرغام ملک کو مکمل کر گئے تھے۔

آج کے بعد شاید آپ نگاہ کو چچی اور مجھے چاچو کہنے کی زحمت نہیں کریں" گی۔"اس کے چہرے کی ملائمت محسوس کرتے جب طلب مزید بڑھی تو وہ خود کو سنبھالتے ہوئے سیدھا ہوا اور اس کے سرخ چہرے کو تکتے ہوئے بھاری لہجے میں گویا ہوا۔

آپ۔۔آپ نے مجھ۔۔مجھے۔۔۔۔۔۔۔۔"مارے بے یقینی، صدمے اور" غصے سے اس کے لفظ حلق میں ہی دم توڑ گئے تھے۔

ششش !آپ میرے جس روپ سے واقف ہیں اسی پہ اکتفا کریں کیونکہ" اسی روپ میں بہتری ہے۔"ہولے سے اس کا گال تھپتھپا کے کہتا وہ اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتا دو قدم دور ہوا۔

وہ جو ابھی تک اس کی جسارت سے ہی سنبھل نہ پائی تھی اس کے لفظوں پہ الجھتی ہوئی اسے تکنے لگی جو اسی پہ گہری نظریں جمائے الٹے قدم چلتا دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا۔

جبکہ اپنی ڈوبتی سانسوں کو سنبھالتی شہرے فق چہرے کے ساتھ اس کو تک رہی تھی جو کبھی اس کا آئیڈیل رہا تھا۔

لیکن اس پل اسے محسوس ہو رہا تھا کہ وہ تو کبھی اسے جانتی ہی نہ تھی۔

کون سا روپ اس کا اصل روپ تھا؟

وہ، جو اس نے ہمیشہ سے دیکھ رکھا تھا یا۔۔۔۔

پھر وہ،

جو اس کی کلوزٹ میں چھپا ہوا یہ انکشاف کر رہا تھا کہ نگاہ سے اس شخص کا تعلق اتنا سیدھا ہر گز نہ تھا۔

ناشتے کی ٹرے تھامے جب وہ اوپر آئی تو وہ ثمر (ملازم) کی مدد سے فریش ہو کے ٹیرس کا دروازہ کھلوا کے وہیں اپنی وہیل چیئر پہ براجمان تھا۔

ناشتے کی ٹرے لیے وہ ٹیرس کی جانب بڑھ گئی کیونکہ وہ پہلے بھی اکثر ٹیرس پہ ناشتہ کرتے ہوئے پایا جاتا تھا۔

ٹرے خاموشی سے اس کے سامنے پڑے میز پہ رکھ کے اس نے اس کی پلیٹ میں ناشتہ سجا کے اس کے سامنے رکھا۔

اس ساری کاروائی کے دوران وہ اپنی کلائی پہ بندھی بینڈیج سے نکلتے خون سے اتنی ہی بے خبر نظر آ رہی تھی جتنی بے خبر وہ سامنے بیٹھے ذوالنورین کی اپنی کلائی پہ پھسلتی ہوئی گہری نگاہوں سے۔

وہ اس کی خاموشی پہ کلمہ شکر پڑھتی اٹھ کے کمرے میں واپس آئی اور سیدھی واشروم کی جانب بڑھ گئی جہاں اس نے جا کے اپنا آدھا ادھورا چہرہ دھویا اور پھر کمرے میں آ کے اپنا موبائل ڈھونڈ کے ابراہیم صاحب کا نمبر ملانے لگی۔

ابراہیم صاحب جو کل اس کے نکاح کے بعد سینے میں اٹھتے درد کے باعث ہاسپٹل میں رہے تھے اور ابھی ہی اپنے لیے متعین کیے گئے ملازم کے ساتھ گھر پہنچے تھے کہ ملازم کو زحلے ایڈوانس میں کچھ مہینوں کی تنخواہ دے چکی تھی اس لیے وہ اس جانب سے بے فکر تھی۔

اپنے بستر پہ لیٹے موبائل کے بجنے پہ جب انہوں نے زحلے کا نمبر دیکھا تو فورا کال پک کی۔

السلام علیکم بابا! "اس کا متوازن لب ولہجہ گونجا۔"

وعلیکم السلام! ٹھیک ہو؟ "اس سے استفسار کرتے ہوئے ایک آنسو بے اختیار ان کی آنکھ سے ٹپکا تھا۔

جی بابا، آپ ٹھیک ہیں؟" بہت سی آنسو حلق میں اتارتے ہوئے اس نے" جواباً استفسار کیا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں۔" ان کے زبردستی بشاشت سے بولنے پہ وہ یاسیت" سے مسکرادی۔

بابا! کسی طرح سے میرا۔۔میرا سامان تو مجھے بھجو۔۔۔۔۔۔۔" اس کے" چہرے اور کلائی سے نکلنے والے خون نے اس کے کپڑوں میں جذب ہو کے عجیب سی بساند پھیلا رکھی تھی اس لیے وہ انہیں چینج کرنا چاہتی تھی تبھی اپنی چیزیں منگوانی چاہیں۔

لیکن اس کے الفاظ وہیں دم توڑ گئے جب وہ نہایت اطمینان سے اس کے ہاتھوں سے فون اچک چکا تھا۔

سر آپ کو سامان بھجوانے کی ضرورت نہیں ہے، سامان ان کو مل جائے"
گا۔"سرد نگاہیں اس پہ جمائے اس نے دوٹوک لہجے میں بات مکمل کی اور بنا
ان کی سنے کال کاٹ کے موبائل پرے صوفے کی جانب اچھال دیا۔

جو جنگ ہمارے درمیان ہے اسے ہمارے درمیان رہنے دیں مس"
ابراہیم، جن کو میں یہ کہہ چکا ہوں کہ میں آپ کو پسند کرتا ہوں ان کو آپ
نکاح کے چند گھنٹوں کے بعد یہ باور کروانا چاہتی ہیں کہ میں آپ کو پہننے کے
لیے کپڑے نہیں دلوا سکتا؟"چبھتے ہوئے کاٹ دار لب و لہجے میں کہتا وہ اسے
اندر تک خاموش کر گیا تھا۔
وہ اس شخص کے اندازِ جنگ پہ کسی طور حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔
یہ شاید اس کا مقابل کو چاروں شانے چت کرنے کا انداز تھا جو وہ اپنے مخالف
کو بالکل اپنے برابر لانے کی کوشش کرتا اور پھر یکلخت اسے بلندی سے نیچے کی
طرف پٹخ کے شکست سے دوچار کرتا تھا۔

میں واقعی اسی انداز میں جنگ لڑتا ہوں جیسا آپ سوچ رہی ہیں۔آپ کو" بھی موقع اس لیے دے رہا ہوں کہ خود کو اس جنگ کے لیے تیار کر لیں کیونکہ دوسروں کے احساسات کا سودا کرنے والوں کے ساتھ تو حساب میرا بہت پرانا ہے۔"اس کے زخمی چہرے پہ گہری نگاہ ڈالتے ہوئے وہ بولا تو زحلے الجھی۔

تمہیں جب یہ پتہ ہی تھا کہ میں تمہاری مجرم ہوں تو تم مجھے ویسے سزا دے" لیتے یہ نکاح والا ڈرامہ کیوں کیا؟"اس نے کل سے ہی اپنے اندر مچلتا ہوا سوال اس کے سامنے پیش کیا۔

وہ سزا شاید چند لمحوں پہ مشتمل ہوتی لیکن آپ مجھے اپنے پیار میں پھنسا کے" مجھے زندگی بھر کے لیے جس اذیت کا شکار بنانا چاہتی تھیں۔میں اس ڈرامہ کو

سرانجام دینے کے بعد آپ کو ہر روز اس اذیت کا شکار دیکھنا چاہتا ہوں۔"
اس کے لہجے کی بے رحمی وسفاکیت جہاں کمرے میں موجود زحلے ابراہیم کو سرتاپا لرزا گئی تھی وہیں اس کمرے کے باہر کھڑی شازمین میر کے وجود میں سرشاری سی بھر گئی۔

اور یہ احساس کتنا آسودہ ہوتا ہے جب آپ کے دشمن بنا آپ کے کسی" ہتھکنڈے کے خود ہی اپنی تباہی کا سامان بن جائیں۔"پر مسرت انداز میں سوچتی وہ ادھ کھلے دروازے پہ ایک نظر ڈالتی واپس پلٹ گئی۔
جبکہ اندر اب ذوالنورین میر ڈاکٹر ارتضیٰ کو کال کر کے زحلے کے لیے اس کی ضرورت کا سامان منگوانے کے لیے ان کی نواسی کو بلوانے کا کہہ رہا تھا۔

اور

صوفے پہ براجمان زحلے خاموش نگاہوں سے اس کی ٹانگوں کو دیکھ رہی تھی جو ہمیشہ کی طرح سیاہ شال تلے چھپی ہوئی تھیں۔

اوراس سارے میں وہ یہ جان نہ سکی کہ کمرے میں موجود دوسرا فرد آنکھوں میں اک محظوظ سی چمک لیے اس کے چہرے کے تاثرات قید کرتا جارہا تھا۔

قدرے سنسان سڑک پہ وہ ان ہٹے کٹے آدمیوں کی گرفت میں مچلتی ہوئی بار بار تڑپ کے پیچھے موجود سیاہ کار کو تک رہی تھی جس میں موجود شخص اس لمحے اس کے وجود سے جیسے زندگی کے سارے رنگ چرا لے گیا تھا۔

رہبان!" وہ روتی ہوئی بلند آواز میں اسے پکار رہی تھی اور یہ اسی پکار کی" تڑپ تھی جو سٹیر نگ پہ سر رکھے خون آلود وجود کے ساتھ رہبان گردیزی کی سانسوں کے ربط کو ٹوٹنے نہیں دے رہی تھی۔

ان لوگوں کے ساتھ گھسیٹتی ہوئی وہ ان کی گاڑی تک پہنچی ہی تھی کہ فضا میں ایک دفعہ پھر سے گولیوں کی آواز گونجی تو وہ دونوں ہاتھ کانوں پہ رکھے زور سے چیختی ہوئی وہیں گاڑی کے پاس پیروں کے بل بیٹھ گئی۔

"آ بگینے؟" وہ کانوں پہ ہاتھ رکھے اس وحشت ناک ماحول سے بچنے کی ناکام سعی کر رہی تھی جب اس کی سماعتوں میں نرم مگر نامانوس سی آواز پڑی۔

کسی خدشے کے تحت اس نے روتے ہوئے اپنا سر ہولے سے اٹھایا تو گاڑی کی ایک ہیڈ لائٹ سے نکلتی روشنی میں نگاہ ایک اجنبی چہرے سے ٹکرائی۔

لیکن ساتھ ہی اس کے ذہن میں جھماکا ہوا، اس نے یہ چہرہ کہیں دیکھا تھا۔

"آ جائیں میرے ساتھ۔" اس نے نرمی سے کہتے ہوئے ہتھیلی اس کی جانب بڑھائی ساتھ ہی ایک محتاط نگاہ ارد گرد ڈالی جہاں اب تک اس کے گارڈز

صورتحال کوانڈر کنٹرول کر چکے تھے جبکہ رہبان کو بھی اس کی گاڑی سے نکال کے اپنی گاڑی میں ڈال چکے تھے۔

اس کے ہاتھ سامنے کرنے پہ وہ ہاتھ بڑھانے کی بجائے روتی ہوئی اسے دیکھنے لگی تو اس نے گہری سانس بھری۔

رہبان کا دوست ہوں میں۔ جلدی کریں، رہبان کی حالت ٹھیک نہیں ہے" اسے ہاسپٹل لے کے جانا ہے۔"اس نے مجبوراً اسے تفصیل سے آگاہ کیا تو رہبان کے نام پہ اس کے وجود کو جیسے جھٹکا لگا۔

اس نے پلٹ کے مسخ ہوئی کار کو دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ پہ اپنی ہتھیلی رکھ کے بمشکل اٹھی۔

وہ۔۔رہبان۔۔!"سسکیاں بھرتے ہوئے اس نے کہا تو وہ اسے اپنی گاڑی" کی جانب لے کے بڑھتا ہوا بولا۔

وہ اسی گاڑی میں ہے، آپ پریشان نہیں ہو۔"اس کی تسلی پہ وہ تیز قدموں" سے گاڑی کی جانب بڑھی لیکن جیسے ہی پچھلی سیٹ پہ خون سے تر وجود لیے زخمی رہبان پہ نظر پڑی تو دل کو جیسے دھکا سا لگا تھا اور آنسوؤں ایک دفعہ پھر سے بے لگام ہوتے زار و قطار رخساروں پہ بہنے لگے۔

جس قدر چڑتے تھے تم روتی ہوئی لڑکیوں سے، اس قدر ہی آنسو بہانے" والی بیوی ملی ہے تمہیں۔"اس کے بہتے آنسوؤں کو تاسف سے دیکھتے ہوئے اس نے گاڑی کی سپیڈ بڑھائی تھی کیونکہ اسے میڈیا کو خبر ہونے سے پہلے آبگینے کو 'گردیزی ہاوس' بھجوا کے رہبان کو ہاسپٹل لے کے پہنچنا تھا۔

کیونکہ وہ یہ جانتا تھا کہ صبح تک 'ایس پی رہبان گردیزی' پہ حملے کی خبر ہر طرف تہلکہ مچادے گی۔

کیا؟"ان سب کی'کیا'اس قدر بلند اور خوفناک تھی کہ اس کے ہاتھوں میں" پکڑا ہوا سیب پھسل کے دور جا گرا۔

تم نے مطلب تم نے ایک قطعی اجنبی شخص سے پیسے لے کے اپنی فیس ادا" کی؟" مشعل سے کسی طور بھی یہ بات ہضم نہ ہو رہی تھی تبھی وہ اس دھماکے سے فوری سنبھلتی ہوئی جس انداز میں گویا ہوئی وہ مزید گڑبڑا کے رہ گئی۔

پیسے نہیں لیے تھے اس نے خود ہی فیس جمع کروادی۔"ان سب کی شعلے" اگلتی نگاہوں سے گھبراتے ہوئے وہ منمنائی تو وہ بھنا اٹھیں۔

پیسے لے کے فیس ادا کی یا اس نے خود فیس دے دی بات تو ایک ہی"
ہے۔ تم بس یہ بتاؤ کہ فقیرنی ہو کیا تم کہ تمہیں بھی راہ چلتا پیسے دے گا تو تم
پکڑ لو گی؟" آیت تپے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ تڑپ اٹھی کیونکہ لفظ 'فقیرنی'
سیدھا دل کو جا کے لگا تھا۔

فقیرنی نہیں ہوں میں، فیس کی آخری ڈیٹ تھی اس لیے میں نے بہت"
مجبوری میں یہ سب کیا تھا۔" اس نے اب کے احتجاجی آواز میں اپنے فعل کی
وضاحت کی۔

ہاں تو تمہیں کس نے کہا تھا کہ گھر کے کسی ایک بھی فرد کا نمبر زبانی یاد نہ"
رکھو اور رات بھر بکواس ڈرامے دیکھ کے موبائل کی بیٹری ڈیڈ کر کے یونی
پہنچو۔" زمل نے بھی بے مروتی سے اس کی عزت افزائی کی تو اس نے بے
بسی سے حمدان اور داود کی جانب دیکھا۔

دیکھو جو ہونا تھا وہ ہو چکا ہے اب یہ بتاو کہ تمہیں اس بندے کا نام پتہ معلوم" ہے یا پھر اس کا کوئی نمبر؟"اس کی روہانسی صورت دیکھ کے داود نے سب کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

آں۔۔۔ نہیں میرا مطلب ہے کہ اس نے مجھے اپنا نام بتایا تھا لیکن ٹینشن" میں میں بھول گئی۔"اس کے منمناتے انداز پہ سب کا کم ہوتا پارہ ایک دم سے چڑھ گیا۔

کس دنیا میں رہتی ہو تم دریہ؟"آیت نے دانت کچکچا کے اسے دیکھا۔"

اس نے کہا تھا کہ وہ کل خود مجھ سے اپنے پیسے لے لے گا۔"اس نے آیت" کی بات بمشکل نظر انداز کرتے ہوئے جلدی سے پتے کی بات بتائی۔

اوکے کل تم یونی میں سارا دن ہمارے ساتھ رہو گی۔ہم اسے پیسے واپس کر " کے شکریہ ادا کر دیں گے اور خبر دار ابھی گھر میں کسی کو کچھ نہ بتانا ورنہ سب کو باجماعت لعنتیں پڑیں گی۔" داود نے اسے ہدایت دیتے ہوئے کہا تو اس نے جلدی سے سر اثبات میں ہلایا۔

ویسے اگر وہ کل پیسے نہ لینے آیا تو۔۔۔۔؟" مشعل کے پر سوچ سوال پہ " سب نے ہی چونک کے اس کی جانب دیکھا۔

دریہ کے سوال پہ سب لحظے بھر کے لیے چپ سے کر گئے اور پھر سب سے پہلے داود نے ہی سنبھلتے ہوئے کندھے اچکائے۔

نا آیا تو نا آئے، نام پتہ یا اپنا نمبر اسی نے نہیں دیا نا تو اب اگر اسے ضرورت" ہوئی پیسوں کی تو وہ دریہ سے پیسے آ کے لے لے گا ورنہ ہم پیسے کلرک آفس میں جمع کروا دیں گے یا کوشش کریں گے کہ اگر اس نے کارڈ سے پیمنٹ کی ہے تو اس کی مدد سے اس تک پہنچ جائیں۔" وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو سب نے گہری سانس بھری۔

اور تم پلیز آج کے بعد اکیلی یونی مت جانا۔" واپس سیب کھاتی دریہ کی" طرف گردن گھماتا وہ خفیف سے لہجے میں گویا ہوا تو وہ خجل سی ہو گئی۔

اچھا نا، اب بس بھی کر دو۔" اس نے اب کے خجالت مٹانے کو چڑے" ہوئے انداز میں کہا تو وہ سب بھی سر جھٹک کے موضوعِ گفتگو تبدیل کر گئے۔

گاڑی رکنے کی آواز پہ وہ روتے ہوئے چونکی اور سر اٹھا کے دیکھا تو جگمگاتی روشنیوں سے اس سمے مزین خوبصورت گھریلو عمارت کے سامنے گاڑی رکی ہوئی تھی۔

اس نے دیکھا کہ ان کی گاڑی کے رکتے ہی دو نفوس تیز قدموں سے چلتے ہوئے گاڑی کی جانب لپکے۔

آبگینے ! یہ رہبان کے والد اور بھائی ہیں، آپ ان کے ساتھ گھر جائیں۔""
ان دونوں کے گاڑی تک پہنچتے ہی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا شخص سنجیدگی سے بولا تو وہ بدک اٹھی۔

نہیں!م۔۔۔مجھے رہبان کے ساتھ رہنا ہے۔"اس سمے خون سے نہائے" رہبان کو دیکھ کے وہ پریشانی میں یہ تک فراموش کر گئی کہ وہ اسی رہبان سے جان چھڑوانے کے چکر میں ہی یہاں آ رہی تھی۔

مگر اس وقت تو اسے بس اس کے پاس رہنے سے غرض تھی۔

اوکے آپ رہنا اس کے ساتھ لیکن فی الحال آپ گھر جائیں۔مجھے اسے" ہاسپٹل لے کے جانا ہے اور آپ کی ضد نا صرف آپ کے لیے بلکہ اس کے لیے بھی ٹھیک نہیں ہے۔"اس نے اسی سنجیدگی سے اسے کہتے ہوئے ڈور ان لاک کیا تو اس کے آنسوؤں میں تیزی آنے لگی۔

اس نے بے بسی سے سیٹ پہ بے سدھ پڑے رہبان کو دیکھتے ہوئے اپنی سسکی روکی تو اس کے بے سدھ وجود میں ہلچل سی مچی۔

م۔۔مسز!"اس کی بھاری درد سے چور آواز پہ اس کی ہچکیاں ایک دم سے "
بلند ہوئیں جس پہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا شخص چڑ سا گیا۔

انکل!آپ ان کو آنٹی کے حوالے کر کے آئیں پلیز۔"گاڑی کا شیشہ نیچے "
کرتے ہوئے اس نے ضبط سے کھڑے حماد گردیزی کو مخاطب کیا تو آبگینے
اس بے حس شخص کی پشت کو دیکھتی مارے بے بسی کے گاڑی سے اتر گئی۔

گاڑی سے نکل کے اس نے دیکھا کہ سامنے ایک پر کشش شخصیت لیے لگ
بھگ پچاس پچپن سالہ مرد اور تقریباً رہبان کا ہی عمر مرد کھڑے تھے۔
ان دونوں کی حالت اور آنکھوں کے سرخ کنارے دیکھ کے اندازہ ہو رہا تھا
کہ وہ چند لمحے بیتنے والی قیامت سے باخبر تھے۔

السلام علیکم!"اس نے آنسوؤں سے بھیگی بھاری آواز میں بمشکل سلام کیا تو" حماد صاحب آگے بڑھے۔

وعلیکم السلام!آجاو بیٹا۔"اس کے سر پہ ہاتھ رکھے اور اسے ساتھ لگائے گھر" کی جانب بڑھے تو اس نے دیکھا دوسرا مرد(داود)گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔

بیٹا میرا آپ سے ایک ریکویسٹ ہے کہ اپنا چہرہ صاف کریں اور اندر کسی کو" بھی یہ خبر نہ ہونے دیجیے گا کہ رہبان زخمی ہے۔اس کی ماں اور دادی پریشان ہوں گی۔ٹھیک ہے نا؟"اسے ساتھ لے کے اندر کی جانب بڑھتے ہوئے وہ ستے ہوئے لہجے میں اسے سمجھا رہے تھے تبھی وہ اپنے اندر ابلتے ہوئے آنسوؤں کو واپس حلق میں اتارتی اپنے اوپر اوڑھی چادر سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔

وسیع و عریض روشنیوں میں ڈوبے لان کو بے جان قدموں کے ساتھ عبور کرنے کے بعد وہ صدر دروازے کے پاس پہنچے تو اس نے دیکھا کہ ادھ کھلے دروازے سے ایک نوجوان مرد تیز تیز قدموں سے اسی جانب آ رہا تھا۔

"ڈیڈ! کہاں چل پڑے تھے آپ اور داودی اتنی ایمرجنسی میں؟ بی جان کی طبّی۔۔۔۔۔" وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولتا ہوا اس پہ نظر پڑنے پہ جیسے سٹاپ ہوا تھا۔

"یہ کون۔۔۔۔ارے یہ تو بھابھی ہیں۔" اچنبھے سے بولتے بولتے وہ اسے پہچان کے حیرانگی و مسرت کے ملے جلے تاثرات کے ساتھ گویا ہوا۔

اور پھر اس کے بلند آواز میں لگائے نعرے "بھابھی آ گئی ہیں۔" پہ جیسے ایک دم سے لاونج میں ہلچل سی مچ گئی اور سارے ہی وہاں آن موجود ہو گئے۔

اگر آپ سب کو گراں نہ گزرے تو پہلے بچی کو بیٹھ لینے دو پھر مل لینا۔""

جب سب ایک ساتھ اس کی جانب لپکے تو حماد صاحب نے انہیں ٹوکا۔

اور پھر تسلی سے اسے سب کے ساتھ باری باری متعارف کروایا۔

گردیزی ہاوس میں طاہر گردیزی کی وفات کے بعد بی جان اپنے دو بیٹوں رضا گردیزی اور حماد گردیزی اور بیٹی عقیدت کے ساتھ رہنے لگیں۔

وقت کی گردش سالوں کا پہیہ دوڑانے کے بعد حماد صاحب کو سائرہ بیگم، رضا صاحب کو ان ہی کی بہن مائرہ بیگم سے اور عقیدت کو حماد کے دوست بدر کے ساتھ جوڑ گیا۔

حماد صاحب اور سائرہ بیگم کے دو بیٹے رہبان، ریحان اور ایک بیٹی آیت تھیں۔

رضا صاحب اور مائرہ بیگم کی تین بیٹیاں زمل، مشعل، عدن اور ایک بیٹا داود تھا۔

جبکہ عقیدت اور بدر صاحب کی ایک بیٹی دُریہ (درِ مکنون)، بیٹے حمدان اور عالیان تھے۔

سب کے ساتھ ساتھ متعارف ہونے کے بعد وہ بی جان اور سائرہ بیگم کے درمیان صوفے پہ سکڑی سمٹی بیٹھی ہوئی تھی۔

"رہبان کہاں ہے اور بچی کا چہرہ اس قدر سُتا ہوا کیوں ہے؟" بی جان نے اس کے بجھے بجھے اور بے رنگ چہرے کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو ہزار ضبط کے باوجود اس کی آنکھیں آنسوؤں سے نم ہونے لگیں۔

"رہبان کا تو آپ کو پتہ ہے بی جان کہ اچانک ڈیوٹی پہ جانا پڑتا ہے اور آپ کی بہو کی ایسی صورتحال سے نپٹنے کی پہلی ہی ٹرائی ہے اس لیے یہ پریشان ہے۔"

حماد صاحب نے اپنے مخصوص متانت بھرے انداز میں بی جان کے سوال کا جواب دیا تو بی جان کو بے ساختہ اس پہ پیار آ گیا۔

انہوں نے اسے ساتھ لگاتے ہوئے اس کی پیشانی چومی تو اس کا دل گداز ہونے لگا۔

رہبان لالہ کو اللہ اپوچھے گا، ایسے اچانک اپنی مسز کو کون بھیجتا ہے؟ پہلی" دفعہ بھابھی گھر آئی ہیں اور ہم ان کا شاندار سا استقبال بھی نہ کر سکے۔"

مشعل کے اندر کا دکھ اور ملال لفظوں کا روپ دھارتا سب کے ہونٹوں پہ مسکان بکھیر گیا۔

تو ابھی یونہی سمجھو کہ بھابھی آئی ہی نہیں جب لالہ آئے تو ان کے آنے پہ" دونوں کا استقبال کر لیں گے۔" عالیان کے کہنے پہ مشعل نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا۔

چلیں استقبال کو چھوڑو اور بھابھی کو بھائی کے کمرے میں چھوڑ کے آو تاکہ " بھابھی فریش ہو تب تک کھانا لگواتی ہوں میں۔" سائرہ بیگم اپنی جگہ سے اٹھتی لڑکیوں سے مخاطب ہوئیں تو سبھی الرٹ سی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

تم لوگ بیٹھ جاو۔ تم لوگوں نے آپی کو فریش کرنے کی بجائے اپنی فضول " باتوں میں لگا لینا ہے اس لیے میں اسے چھوڑ آتی ہوں روم تک۔" اس کے چہرے سے واضح ہو رہا تھا کہ اس وقت نا وہ کسی کی باتوں میں دلچسپی لے رہی ہے نا اسے یہ باتیں اچھی لگ رہی ہیں۔

اس لیے عقیدت بیگم خود اپنی جگہ سے اٹھیں کہ لڑکیوں نے فضول میں ہی اسے باتوں سے زچ کر دینا تھا۔

تبھی وہ اسے بازو کے حلقے میں لیے آگے بڑھیں تو لڑکیاں اپنا سا منہ لے کے وہیں واپس تھپ سے بیٹھ گئیں۔

تکیے میں منہ دیے وہ گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا جب سائیڈ ٹیبل پہ پڑے اس کے موبائل کی رنگ ٹیون پہ اس کی گہری نیند میں خلل پڑا۔
مندی مندی آنکھوں کے ساتھ تکیے سے سر نکال کے اس نے ہاتھ ادھر ادھر مارتے ہوئے موبائل ڈھونڈ کے کال بند کرنی چاہی۔

لیکن کال بند کرنے سے پہلے جب نیند میں ڈوبی آنکھیں بلنک کرتی سکرین پہ پڑیں تو اس کی آنکھیں پٹ سے کھل گئیں۔ فوراً سے پہلے اس نے کال پک کرتے ہوئے موبائل کان سے لگایا اور اپنی جمائی روکتے ہوئے سیدھا ہوا۔

السلام علیکم ! "نیند میں ڈوبی خمار زدہ آواز میں دوسری جانب سلامتی" بھیجی۔

وعلیکم السلام ! کہاں ہو؟ "حسبِ توقع دوسری جانب اس کی سڑی ہوئی" آواز سنی تو اس نے گردن گھما کے بیڈ کی دوسری جانب دیکھا جہاں نگاہ موجود نہیں تھی۔

بلکہ وہ گزشتہ راتوں میں سے ایک رات بھی اس کی موجودگی میں بیڈ پہ نہیں سوتی تھی۔ گہری سانس بھرتے ہوئے وہ کال کی جانب متوجہ ہوا۔

رات کے اس پہر ہر شریف انسان اپنے گھر، اپنے کمرے میں موجود گہری" نیند میں سویا ہوتا ہے۔ "اس کی سڑی آواز کا اسی انداز میں جواب دیتے ہوئے اس نے دوبارہ ہاتھ منہ پہ جما کے اپنی جمائی روکی۔

اور چونکہ یہ بات پوری دنیا جانتی ہے کہ تم شریف انسان نہیں ہو اس لیے" اب مجھے یہ بتاو کہ کہاں ہو تم؟" دوسری کال پہ موجود شخص نے اسے مکمل طور پہ تپانے کے بعد اپنے آخری الفاظ پہ زور دیا تو اس کی کشادہ پیشانی پہ بل پڑے۔

لاڈلی بیوی نہیں ہو تم میری جو تمہیں ایسے سوالوں کے جوابات دوں اس" لیے تم مجھے یہ بتاو کہ اس وقت کال کیوں کی؟" بے مروت انداز میں اس پہ واپسی حملہ کرتے ہوئے اس نے رکھائی سے استفسار کیا۔

رہبان ہاسپٹل میں ہے۔" اس کے کیے گئے دھماکے پہ وہ جیسے ہِل کے رہ" گیا۔

کیا؟کب ہوا یہ اور کس نے کیا؟" سنبھلتے ہوئے اس نے تابڑ توڑ سوالات "
کرتے ہوئے جلدی سے بستر چھوڑا اور سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اپنا والٹ، کی چین
اور گھڑی اپنے ٹراوزر کی جیب میں گھسایا۔

دو گھنٹے قبل اور ایسی حرکت ماسوائے اس کے سسرالیوں کے اور کوئی نہیں "
کر سکتا۔"اس کے سپاٹ انداز میں دیے گئے جواب پہ اس کے متفکر چہرے
پہ مشتعل تاثرات چھا گئے۔

تم کیسے وہاں پہنچے اور اسے ہاسپٹل پہنچایا؟"اپنے اسی حلیے میں ہی وہ اپنے "
بکھرے بالوں میں دوسرے ہاتھ کی انگلیاں پھیرتا دروازے کی سمت بڑھا۔

گاڑی پہ۔"دوسری جانب سے دیے گئے برجستہ مگر سڑے ہوئے جواب "
پہ وہ بھنا اٹھا تبھی بنا کچھ کہے کال بند کر گیا۔

ایڈیٹ!"زیرِلب اسے مہذب الفاظ سے نوازتے ہوئے وہ دل میں"
ڈھیروں پریشانی لیے باہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب ایک عجیب سے کھٹکے کی آواز پہ اس کی نیند بھک سے اڑی۔

دل میں خوف جبکہ خوبصورت آنکھوں میں نیند کے رنگ لیے اس نے مدہم سی روشنی میں ارد گرد کے ماحول کا جائزہ لینا چاہا جب ایک دفعہ پھر سے کھٹکا ہوا تو وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہو بیٹھی۔

کک۔۔کون؟"صوفے پہ بیٹھے آنکھوں میں ہراس لیے اس نے چاروں" اوڑ نگاہ گھمائی توبیڈ پہ نیم دراز ذوالنورین کو سائیڈ ٹیبل کی جانب جھکے دیکھ کے اس کی نظر ٹھٹھک گئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ سرعت سے اپنی جگہ سے اٹھی۔

کیاہوا؟کچھ چاہیے کیا تمہیں؟"اس کے بیڈ کے نزدیک ٹھہرتے ہوئے" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں استفسار کیاتورات کے آخری پہر غیر متوقع طور پہ اس کی پکار سن کے ذوالنورین نے اپنی خوبصورت پلکیں اٹھا کے اسے دیکھاتو نگاہ پل میں گویااس کے مخملیں وجود کی رعنائیوں کے ساتھ جھکڑ سی گئی تھی۔

نائٹ بلب کی مدہم سی زرکاری روشنی میں وہ ڈاکٹر ارتضی کی نواسی کے بھجوائے گئے جدید تراش خراش کے کپڑوں میں سے اس وقت چاکلیٹ براون کلر کے دیدہ زیب لباس میں ملبوس تھی۔چونکہ ثمرہ(ڈاکٹر صاحب

کی نواسی) نے کپڑے جدید فیشن کے مطابق پسند کر کے بھیجے تھے تبھی سوٹ کی فٹنگ اور اس پہ مستزاد زحلے کے گلابی مائل سفید رنگ میں جچتا وہ چاکلیٹ کلر اس سمے ایک عجب سا سحر بکھیر رکھا تھا۔

اس نے ہمیشہ اسے بڑی چادر اور دوپٹے میں ملفوف پایا تھا لیکن اس وقت نجانے نیند کا غلبہ حاوی تھا یا خوف کا احساس اس قدر زیادہ ہو چکا تھا کہ وہ کندھے پہ جھولتے ڈوپٹے اور لمبے بالوں کی ڈھیلی سی چٹیا سے نکلی لٹوں سے بے خبر اپنے توبہ شکن سراپے کے ساتھ اس سے چند قدم کے فاصلے پہ کھڑی اس کے لیے باعثِ امتحان بن رہی تھی۔

کچھ چاہیے کیا تمہیں؟" اس کی مسلسل خود پہ جمی گہری نگاہوں کے ارتکاز" پہ جز بز ہوتے ہوئے اس نے دوبارہ اسے پکارا تو اس کے گلے کی حرکت کرتی ہوئی ہڈی پہ اس کی نگاہ گئی۔

ہاں۔" گلے کی ہڈی سے پھسلتی ہوئی نگاہ جب صراحی دار گردن پہ پہنچی تو"
اس پے لپٹی چین اور اس میں لٹکتے چھوتے سے نیلے موتی سے نگاہ جا کے الجھ
سی گئی۔

وہ بارہا دفعہ اسے سہارا دینے کو اس کے نزدیک آئی تھی لیکن اس نے یہ چین
اس کی گردن میں پہلی دفعہ دیکھی تھی اس کی وجہ شاید یہی تھی کہ اس وقت
وہ جو سوٹ زیب تن کیے بے حجابانہ اس کے سامنے آگئی تھی اس کا گلا خاصا
گہرا تھا۔

کیا؟"اس کی بولتی نگاہوں سے بے نیازی برتنے کی سعی کرتے ہوئے اس"
نے سوالیہ انداز میں اس کی جانب دیکھا۔ وہ ہنوز اپنے لاپرواہ حلیے سے بے خبر
و بے نیاز لگ رہی تھی۔

آپ۔"اس کے برجستہ یک لفظی جواب پہ اس کے نیند کے ہی ہنڈولوں"
میں جھولتے وجود کو حیرت کا زبردست جھٹکا لگا۔

جی؟"آنکھوں میں شدید حیرت و بے یقینی سموئے وہ اسے تک رہی تھی جو"
اب ٹیبل لیمپ کا بٹن پریس کرتا کمرے میں روشنی کر گیا۔

اس میں اتنا حیران کیوں ہو رہی ہیں آپ؟ یہی کرنا چاہتی تھی نا آپ"
بھی؟"بے رحم انداز میں کہتے ہوئے اس نے حملہ کیا تو اس نے بلبلا کے اس
کی جانب دیکھا جس کی روشن آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ ساری رات سویا نہ
تھا۔

ارادہ بنانے اور عمل کرنے میں فرق ہوتا ہے۔ تصویر کا ایک رخ دیکھ تم" میرے کردار پہ یوں حملہ نہیں کر سکتے۔" وہ اس کی دی گئی لفظی چوٹ پہ چیخ اٹھی تو اس کے ہونٹوں پہ ایک تمسخرانہ مسکان بکھر گئی۔

کردار تک تو میں ابھی پہنچا ہی نہیں ہوں ٹیچر صاحبہ، ابھی تو بات پہلی" سیڑھی سے شروع کی ہے۔" اس کی ہر لمحہ بے تاثر اور سرد رہنے والی خوبصورت آنکھیں اس پل نجانے کیوں بہت ہی رنگ سجائے ہوئے تھیں۔ اور شاید انہی رنگوں سے گھبراتے ہوئے اس نے لاشعوری طور پہ اپنے سینے پہ ہاتھ پھیرا تو ڈوپٹے کی غیر موجودگی محسوس کر کے اس کا دماغ بھک سے اڑا۔

اسے اس لمحے ان آنکھوں کے بدلتے رنگوں کی وجہ معلوم ہوئی تبھی اس نے فوراً کندھے پہ لٹکا دوپٹہ تھام کے سر پہ اوڑھنا چاہا۔

اونہوں، یہ تکلف دن کے وقت کر لیجیے گا جب آپ میری ٹیوٹر ہوں" گی۔ رات کے اس پہر آپ میری بیوی بن کے مجھے بہکا سکتی ہیں۔" بھاری لہجہ، رات کی تاریکی و بولتی ہوئی خاموشی اور خوبصورت آنکھوں کے بدلتے رنگ اس پل اس پہ مل کے حملہ آور ہوئے تھے۔

اس نے اس کی بولتی آنکھوں کے ارتکاز سے گھبراتے کپکپاتے ہاتھوں کے ساتھ دوپٹہ سر پہ اوڑھ کے اپنے گرد اچھی طرح سے پھیلایا تو سیاہ آنکھوں کی چمک دوگنی ہو گئی۔

پانی پلائیں مجھے۔" دوپٹہ اوڑنے کے بعد اس نے قدم واپس کو موڑنے" چاہے جب اس کی سنجیدہ پکار پہ اس کے قدم رکے تھے۔

اس نے پلٹ کے بے بسی سے سائیڈ ٹیبل پہ پڑی منرل واٹر کی بوتل اور گلاس کو دیکھا اور نپے تلے قدم اٹھاتی اس کے مزید نزدیک گئی۔

"یہ لو۔" اس نے گلاس بھر کے اس کی سمت بڑھایا کہ وہ نیم دراز تھا اس لیے پانی خود ہی پی سکتا تھا۔

"میں نے آپ کو ایک کام سونپا تھا مس ابراہیم؟" وہ گلاس رکھ کے واپس پلٹ رہی تھی جب اس نے سرعت سے اس کے دوپٹے کا پلو تھام کے اسے روکا تو اس کی اس بے ساختہ حرکت پہ زحلے کا دل بھی پل بھر کے لیے تھم سا گیا۔

اس کام کو کر دینے کے بعد کیا تم مجھے اس رشتے سے آزاد کر دو گے ؟"چند" لمحے سوچنے کے بعد بنا اس کی جانب مڑے اس نے گھٹی گھٹی سانس لیتے ہوئے مدہم لہجے میں استفسار کیا تو گویا کمرے میں خوفناک سناٹا چھا گیا۔

گھڑی کی ٹک ٹک کرتی سوئیاں اور رات کی خاموشی میں اس کی سانسوں کی منتشرل ۔ے عجب فسوں طاری کر رہی تھی۔

اور اس فسوں کو چند ثانیے بعد ذوالنورین کی سنبھلی ہوئی آواز نے توڑا۔

بالکل نہیں۔وہ کام توڈ گری مکمل کرنے کے بدلے سونپا گیا تھا۔وہ کام" مکمل کریں اور اپنی ایک ڈیوٹی ختم کروائیں۔"بنا کسی لگی لپٹی کے وہ گویا ہوا تو دل میں اٹھنے والے شدید اشتعال کو بمشکل ضبط کرتے ہوئے اس نے دوپٹے کا پلو اپنی طرف کھینچا لیکن مقابل کی گرفت مضبوط تھی۔

میرا دوپٹہ چھوڑو۔"اس نے سپاٹ لہجے میں اسے کہتے ہوئے دوبارہ سے پلو" کھینچا لیکن اگلا لمحہ گویا قیامت بن کے اس پہ ٹوٹا تھا۔

اس کی حرکت کے جواب میں اس نے پلو سمیت اس کی کلائی کو اچانک اپنی گرفت میں لیتے ہوئے اپنی طرف کھینچا تو وہ لچکیلی ڈھال کی مانند اس کے اوپر آن گری۔

آہ۔۔۔۔۔"اس اچانک افتاد پہ اس کے ہونٹوں سے نکلنے والی چیخ بہت" بے ساختہ تھی۔

اس اچانک افتاد کا ادراک ہوتے ہی اس نے پھرتی سے اس کے اوپر سے اٹھنا چاہا لیکن پلو تھامے ہاتھ نے فوراً کمر کے گرد گرفت مضبوط کی۔

تو زندگی میں پہلی دفعہ اپنے اس قدر نزدیک ایک جائز رشتے میں بندھے بھرپور مرد کے اس پر حدت لمس پہ اس کا وجود جل اٹھا جبکہ دھڑکنیں جیسے اپنے لَے بھول بیٹھی تھیں۔

اگراس رشتے سے آزاد ہونا چاہتی ہیں تو پہلے جو کام کہا ہے وہ مکمل کریں۔"
لیکن تب تک۔۔۔۔۔۔۔"لیمپ کی سفید روشنی میں وہ اس کے ملائم چہرے پہ بکھرنے والے بہت سے رنگوں میں الجھی ناگواری، گھبراہٹ، بے یقینی و حیرت کا جائزہ لیتے ہوئے بول رہا تھا جب زحلے کی پھٹی پھٹی آنکھیں اس کی آستین پہ لگے خون سے جا ٹکرائیں۔

یہ خون ک۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ ہر شے فراموش کیے پریشانی سے بول رہی" تھی جب اسی آستین والے ہاتھ کا لمس اپنے بالوں میں محسوس کر کے اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

ایسی غیر متوقع اور ان چاہی صورتحال و قربت پہ اس کا دل چاہا وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دے۔

چھوڑو مجھے پلیز۔"اس نے نم آنکھوں کے ساتھ التجائیہ انداز میں اس" شخص سے منت کی جس کا آدھا وجود معذور تھا لیکن پھر بھی اس کی گرفت کی مضبوطی قابلِ دید تھی۔

یہ آنسوؤں کے خطرناک ہتھیار مجھ پہ نہیں چلیں گے بلکہ میں اُن ساری" اداؤں سے متعارف ہوں گا جو مجھ پہ آزما کے آپ مجھے پاگل کرنا چاہتی تھیں۔اس لیے مینٹلی و جسمانی طور پہ تیار رہیں مس ابراہیم۔"اسے اندازہ ہوا کہ وہ شخص زچ کر دینے کے نت نئے طریقوں سے بخوبی واقف تھا۔ اور وہ ان طریقوں کا آہستہ آہستہ استعمال کر کے اس کو نا صرف جسمانی بلکہ ذہنی سزا سے بھی دوچار کرنا چاہتا تھا۔

اور یہ رہی اس کی پہلی جھلک۔" برف و آگ کا ملاپ لیے لہجے میں کہتے "
ہوئے وہ اسے سمجھنے یا سنبھلنے کا موقع دیے بغیر جو ہاتھ اس کے بالوں پر رینگ
رہا تھا اسے ایک جھٹکے سے اس کے بالوں میں پھنسا کے اس کا چہرہ ہولے سے
اوپر کو اٹھا کے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا تو وہ سر تا پا لرز اٹھی۔

اس نے بے ساختہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے ہوئے اس کے
سینے پہ مارتے ہوئے پرے ہونا چاہا لیکن وہ سکون سے اس کی گردن کے
ساتھ لپٹی چین کو اپنے ہونٹوں کی گرم حدت سے مہکاتا اسے دہکتے انگاروں
کی نذر کر گیا۔

زوالنورین پلیز۔۔۔۔۔" اس کی بڑھتی ہوئی جسارت پہ گھبراتے ہوئے "
وہ چیخ اٹھی تبھی اس نے اس کی گردن سے چہری نکال کے اسے دیکھا جو سرخ
چہرے، لرزتی پلکوں پہ اٹکے آنسوؤں اور کپکپاتے ہونٹوں کے ساتھ اس کی
گرفت میں مقید اس پہ بکھری ہوئی تھی۔

اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس نے اس کی کمر کے گرد اپنی گرفت ڈھیلی کی تو وہ بجلی کی سی رفتار سے اس دہکتی گرفت سے نکلی اور بھاگنے کے سے انداز میں چلتی واشروم میں جا گھسی۔

بابا!" واشروم کے بند دروازے کے ساتھ ٹیک لگاتے ہوئے اس نے بے" ساختہ باپ کو یاد کیا جبکہ ایک ہاتھ جھلستی ہوئی گردن کو سہلاتے ہوئے گویا اس بے مہر کے پہلے پر شدت اور استحقاق بھرے لمس کو مٹانے کی ناکام سعی میں مصروف تھا۔

یہ ضرغام کی اُس رات کی گئی گستاخی کے بعد شاید دسواں روز تھا جب سب کے بار بار بلانے اور آمنہ بیگم کے بارہا بار استفسار کرنے پہ وہ ایک دفعہ پھر سے 'ملک ہاوس' کا گیٹ کراس کر رہی تھی۔

کیونکہ اس رات کی گئی ضرغام کی حرکت نے اس کے دل میں جہاں اس کے لیے پیدا ہوئے تنفر کو مزید ہوا دی تھی وہیں اس کے دل میں اس کے حوالے سے ایک خوف بھی پیدا کر دیا تھا تبھی وہ 'ملک منزل' کے ڈرائیور کے ساتھ ہی کالج آتی جاتی رہی اور پیپرز کا بہانہ بنا کے ملک ہاوس آنے سے گریز کیا۔

مگر اب اسے اطلاع ملی تھی کہ وہ تین چار دن سے گھر نہیں آیا تھا اپنے کسی دوست کے پاس ہے تبھی اس نے ہمت کر کے وہاں آنے کی کوشش کر ہی ڈالی تھی۔

ہاتھوں میں اپنے نوٹس لیے وہ بائیں کندھے پہ بیگ لٹکائے بلیو ٹراوزر کے ساتھ مسٹرڈ لوز سی شارٹ شرٹ پہنے گلے میں سٹالر لپیٹے سنہرے بالوں کی اونچی سی پونی کیے، پیروں میں کینوس شوز پہنے خوبصورت پتھریلی روش پہ قدم اٹھا رہی تھی جب عقب سے آتی بھاری مانوس آواز پہ اس کے قدم رکے تھے۔

السلام علیکم اینڈ مارننگ۔ "اس آواز پہ اس نے بے ساختہ پلٹ کے اسے " دیکھا جو بلیک جاگنگ ڈریس میں ملبوس اس سے چند قدم کے فاصلے پہ موجود اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی لاشعوری طور پہ اسے اپنا رخسار جلتا ہوا محسوس تھا تبھی اس نے بنا سلام کا جواب دیے چہرے کا رخ موڑتے ہوئے قدم اٹھایا۔

شہرے سلام کا جواب دیتے ہیں۔"اس کی سرزنش کرتی آواز پہ اس کا اٹھتا" قدم وہیں تھم گیا تھا۔

"آپ کو کیوں دوں؟اور اب اگر آپ نے مجھ سے مزید کوئی بات کی تو میں بڑے دادا کو بتاوں گی کہ کچھ دن پہلے آپ نے میرے کمرے میں آ کے میرے ساتھ بد تمیزی کی ہے۔" گردن واپس اس کی جانب گھماتے ہوئے اس نے اکھڑ انداز میں اسے خود سے زیادہ گفتگو کرنے سے روکتے ہوئے دھمکی دی تو اس کی دی گئی دھمکی پہ سامنے کھڑے ضرغام کے ہونٹوں پہ مسکان پھیلی تھی۔

"مطلب آپ اپنے سسر سے اپنے شوہر کی خود کے ساتھ کی گئی 'بد تمیزی' کی شکایت لگائیں گی؟سیریسلی؟"لفظ بد تمیز پہ زور دیتے ہوئے اس نے بایاں ابرو اچکاتے ہوئے جس انداز میں سوال کیا۔

شہرے کا چہرہ خفگی و خجالت سے مزید تپنے لگا۔

بڑے دادا ہیں وہ میرے۔ خبردار ان کے ساتھ میرا کوئی اور رشتہ جوڑنے" کی ضرورت نہیں ہے اور میں نا صرف آپ کی بدتمیزی کا بتاوں گی بلکہ یہ بھی بتاوں گی کہ آپ نے نگاہ کی منگنی تڑوانے کے بعد اس زبردستی شادی کی ہے اور تو اور میرے کڈنیپ کے پیچھے بھی آپ کا ہی ہاتھ تھا۔" بنا اس سے ڈرے وہ جب بولنے پہ آئی تو تلخ انداز میں بولتی چلی گئی جبکہ اس کے ہر لفظ پہ سامنے کھڑے ضرغام کے چہرے کی گھمبیرتا بڑھتی چلی گئی۔

جبکہ گردن اور ماتھے کی نمایاں ہوتی رگیں اندرونی خلفشار کو ظاہر کرنے لگیں۔

یہ فضول بکواس کس نے کی ہے آپ سے؟"اس کے خاموش ہونے پہ اس" نے بمشکل خود کو کنٹرول کرتے ہوئے سرد لہجے میں استفسار کیا تو اس کے اتنے پر سکون انداز میں اس استفسار پہ وہ پھٹ پڑی۔

آپ کی کلوزٹ آپ کے کالے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔"کاٹ دار" لہجے میں کہتی وہ ایک متنفر نگاہ اس کے چہرے پہ ڈال کے اندر کی جانب بڑھ گئی۔

جبکہ وہ وہیں اس کے کیے گئے دھماکے کی زد میں ششدر کھڑا اسی جگہ کو گھور رہا تھا جہاں کچھ لمحے قبل وہ کھڑی تھی۔

کروٹ پہ کروٹ بدلتی وہ نیند میں بھی خاصی بے چین لگ رہی تھی۔

اور گزشتہ تین راتوں سے وہ اس کمرے میں اس جہائزی سائز بیڈ کی داہنی طرف لیٹتی تو نیند جیسے کوسوں دور جا بھاگتی اور کمرے کا مالک کا خیال دھیان کے سبھی دھاگے اپنے ساتھ جوڑ لیتا تھا۔

اس وقت بھی وہ کچی پکی نیند میں کروٹیں لے رہی تھی جب دو روز پہلے حماد صاحب کا اس کو دیا گیا موبائل فون گنگنا اٹھا۔

نیند تو پہلے ہی آنکھوں سے روٹھی ہوئی تھی تبھی اس نے لپک کے موبائل اٹھایا لیکن سکرین پہ پرائیویٹ کالنگ جگمگا رہا تھا۔

وہ الجھ سی گئی لیکن پھر بھی کال پک کر کے خاموشی سے موبائل کان سے لگا لیا۔

مسز!" دوسری جانب سے کہے گئے اس ایک لفظ پہ اس کے سارے وجود میں سرد سی لہر دوڑ گئی۔

وہ نہیں جانتی تھی اسے کیا ہوا تھا لیکن اتنے بعد اس آواز میں اس شخص کے ہونٹوں سے یہ لفظ سن کے اس کی آنکھوں سے آنسو قطار در قطار بہنے لگے۔

"مسز! کیا ہوا؟ رو رہی ہو کیا؟" اس کی سوں سوں کی آواز پہ دوسری طرف وہ بے چین ہوا تھا۔

لیکن روتی ہوئی آبگینے اسے نہیں بتا سکتی تھی کہ اسے اس لمحے اس کے ہونٹوں سے نکلا ایک ایک لفظ کس قدر قیمتی محسوس ہو رہا تھا۔

گزشتہ چار دنوں سے اس نے اس لب و لہجے کو کس قدر یاد کیا تھا وہ اس سمے محسوس کر سکتی تھی۔

"سسکیوں کو بمشکل روکتے ہوئے اس نے اسے پکارا جو ہاسپٹل رہبان؟" کے بیڈ پہ لیٹا اس کے رونے پہ بے چین ہو رہا تھا۔

رہبان کی جان! رونا مت کریں پلیز، سسرالیوں کی گولیوں سے بچ گیا"
ہوں لیکن سسرالیوں کی لڑکی کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں میں بہہ
جاوں گا یار۔"اپنے مخصوص انداز میں بولتا وہ اس کے بہتے آنسوؤں کو مزید
روانی بخش گیا۔

تم۔۔تم ٹھیک ہو؟"اس نے روتے ہوئے اس سے پوچھا اور ایک اچٹتی"
نگاہ دیوار گیر گھڑی پہ ڈالی جو اس وقت پونا ایک بجا رہی تھی۔

ایسے روتے ہوئے پوچھیں گی تو کیسے کہہ سکتا ہوں کہ ٹھیک ہوں میں۔""
رہبان کے خوبصورت آواز میں کہے گئے الفاظ پہ اس کا دل گداز ہونے لگا۔

اس کی یہ باتیں۔۔۔۔۔۔

اس پہ انکشاف ہوا تھا کہ وہ اس کی باتوں کی، اس کے خوبصورت لب و لہجے کی، اس کے لوفرانہ انداز کی بہت بری طرح سے عادی ہو رہی ہے۔

اور اس وقت وہ ہر طرح کے ممکنہ مسئلے سے در کنار ہو کے بس اس وقت اس کی باتوں کو ہی سننا چاہتی تھی۔ وہ اسے بس صحیح سلامت واپس یہاں اس کے اپنوں کے بیچ دیکھنا چاہتی تھی۔

بعد میں جو کرنا تھا وہ ان اذیت ناک لمحوں کو اس وقت سوچنا نہیں چاہتی تھی اس لیے فوراً خود کو سنبھالا۔

میں اب نہیں رو رہی ہوں۔" آنسو پونچھتے ہوئے اس نے اطلاع بہم پہنچائی"

تو وہ فون کال سے لگائے اسے سنتا وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔

میں بھی 'اب 'ٹھیک ہوں۔" اس کے متبسم لہجے میں دیے گئے جواب پہ"

اس کے وجود میں ایک گہرا سکون اترا تھا۔

تم گھر کب آو گے ؟"اس نے بے چینی سے دوسرا سوال کیا۔"

مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ میری مسز میری محبت میں شدید قسم کی گم ہو چکی" ہے اور میری جدائی اس پہ گراں گزر رہی ہے۔"اپنے سوال کے بدلے میں اس کے متبسم لہجے میں کہے گئے ان الفاظ پہ اسے سنتی آبگینے کو اپنا وجود ہوا میں معلق محسوس ہوا۔

آبگینے ؟"اس کی خاموشی پہ اس نے اسے پکارا تو ہڑ بڑا سی گئی۔"

نن۔۔ نہیں ہر گز نہیں۔ایسا بالکل نہیں ہے میں بس اس لیے پریشان ہوں" کہ تم۔۔ تم میرے گھر والوں کی وجہ سے اس حالت میں پہنچے ہو۔"اپنی کیفیات سے خود ہی کنارہ کشی کرتے ہوئے اس نے فورا اس کی تردید کی۔

اچھا مطلب کہ آپ مجھے اپنے گھر والوں کا داماد سمجھ کے میرے لیے" پریشان ہو رہی ہو؟"ضرورت سے زیادہ'اچھا'کھینچتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے سوال کیا تو اس نے شدومد سے گردن اثبات میں ہلائی۔

بالکل۔"بنا اس کی بات پہ غور کیے اس نے جواب دیا تو اس کے بے ساختہ" ابھرنے والے بلند قہقہے پہ اسے احساس ہوا تو چہرہ خجالت سے فوراً سرخ پڑا۔

مسز!ایک نایاب پیس ہو آپ خیر کل ڈیڈ کے ساتھ ہاسپٹل آیئے گا اپنے" گھر والوں کے داماد کی عیادت کے لیے۔"مچلتی ہوئی مسکان کو ہونٹوں میں دباتے ہوئے وہ بولا تو اس نے جھلاتے ہوئے کال بند کر دی جبکہ وہ موبائل انگلیوں میں گھماتا کچھ سوچ کے تادیر مسکراتا رہا۔

دریہ !اتنا انتظار میں نے ناول کی اگلی قسط آنے کا نہیں کیا جتنا انتظار ہمیں"
اس ان دیکھے دیالو کا کرنا پڑ رہا ہے۔" وہ سب جو آبگینے کی گھر آمد کے باعث
آج پانچ دن بعد یونی آئے تھے وہ دریہ کے ساتھ اسی جگہ اکٹھے ہو کے
براجمان تھے جہاں اس دن دریہ کو طلال ملا تھا لیکن دو گھنٹوں کے انتظار کے
بعد بھی جب اس کی آمد نہ ہوئی تو زمل جھلا اٹھی۔

اب اس میں اس کی کیا غلطی ہوئی بھلا، ہم اتنے دنوں بعد جو آئے ہیں تو وہ"
مجھے جھوٹی اور بھوکی لڑکی سمجھ کے چلا گیا ہو گا۔" دریہ جو خود اس انتظار سے
زچ ہو چکی تھی، چڑچڑے انداز میں گویا ہوئی۔
کیونکہ اسے تو اب اس شخص کی شکل بھی بھول رہی تھی تبھی وہ پاگلوں کی
طرح ہر آنے جانے والے مرد کو دیدے پھاڑ پھاڑ کے تک رہی تھی۔

بس کرو دوریہ یوں پاگلوں کی طرح لڑکوں کو گھورنا، نجانے کتنے لوگ تو" زیرِلب ہمیں سنا گئے ہیں کہ بھائی پاس بیٹھے ہیں اور بہن لڑکے تاڑ رہی ہے۔" حمدان نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہراتے ہوئے شرارتی انداز میں اسے چھیڑا تو اس نے فوراً ایک دھموکا اس کے کندھے پہ رسید کیا۔

یہ ایسا ہی ایک دھموکا اب ان لوگوں کے منہ پہ مارنا جو تم لوگوں کو اب سنا" کے گیا۔" سکون سے اسے جواب دینے کے بعد وہ واپس لڑکوں کو تارنے میں مصروف ہو گئی۔

جبکہ ان سب کی لڑائیوں اور لفظی جنگ کو بہت محظوظ کن انداز میں ملاحظہ کرتا طلال جعفر ان لوگوں سے کچھ فاصلے پہ پڑے سنگی بنچ پہ ان لوگوں کی جانب سے رخ موڑے سیاہ جینز پہ بلیو سویٹر زیب تن کیے، سر پہ پی کیپ جمائے گلے میں مفلر لپیٹے ہاتھوں میں چائے کا ڈسپوزیبل کپ لیے اس میں سے چسکیاں بھر رہا تھا۔

درِ مکنون بدر! پیسے اس لیے خرچ نہیں کیے تھے کہ واپسی پہ آپ کے" پورے خاندان کا شکریہ حاصل کروں۔ یہ پیسے اور شکریہ تبھی وصولوں گا جب صرف تم ہو گی اور میں ہوں گا۔" دل ہی دل میں اس سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے کپ سے چائے کا آخری گھونٹ بھرا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

ایک آخری نظر دریہ اور اس کے گینگ پہ ڈال کے وہ پی کیپ کو مزید چہرے پہ جھکا کے وہاں سے چل دیا۔

جبکہ اس اجنبی دیالو کے لاحاصل انتظار کے بعد وہ لوگ بھی اپنی کلاسز کی جانب بڑھ گئے۔

ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی وہ اپنے بال سلجھا رہی تھی جب نامحسوس سی دستک کے بعد وہ دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا۔

ڈریسنگ مرر میں سے اس نے دیکھا کہ وہ جاگنگ سوٹ میں ملبوس اس چہرے کے ساتھ واپس نہیں لوٹا تھا جس چہرے کے ساتھ وہ جاگنگ کے لیے نکلا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" جلدی سے بالوں کو کیچر میں جھکڑ کے اس نے رخ اس کی جانب موڑا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ کلوزٹ کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"فائن۔" مختصر سا جواب دے کے وہ بہت تیزی سے ہاتھوں کو حرکت دیتے ہوئے ہر شے کا بہت باریک بینی سے جائزہ لے رہا تھا۔

جبکہ وہ اس کے چہرے کے سپاٹ تاثرات اور باڈی لینگوئج سے سمجھ چکی تھی کہ حسبِ سابق وہ اس وقت اسی کیفیت کا شکار ہو چکا تھا جس میں کوئی بھی اسے اپنے قریب نہ چاہیے ہوتا تھا۔

کلوزٹ کے ڈراز کھولتے ہی پہلی نظر ہی اسے آگاہ کر گئی کہ اس کی چیزوں کے ساتھ چھیڑ خوانی کی گئی ہے۔
اور یہ سب دیکھتے ہوئے اس کے ماتھے کی رگیں پھولنے لگیں۔

ڈیم اٹ۔۔"تند ہی سے کہتے ہوئے اس نے جھٹکے سے دراز بند کیا اور" واپس مڑا۔

کیا ہوا؟ پریشان ہیں؟" وہ اس کی حالت دیکھتی بے چینی سے گویا ہوئی تو" اس نے نظر اٹھا کے اس کی جانب دیکھا اور اسی کی طرف متوجہ تھی۔

شہرے جس دن آپ سے ملنے آئی تھی، ڈائیورس کے علاوہ کوئی بات کی" تھی کیا اس نے؟" اس کے لہجے کی سنجیدگی وہ بھی شہرے کے متعلق، اسے تھوڑا خائف کر گئی۔

نہیں ڈائیورس کا کہنے کے بعد یہ کہا کہ اگر میں بھی اس کے جتنی ہمت کر" لیتی تو آج یہ سب نہ دیکھنا پڑتا۔" اس نے اس کے کہے الفاظ جوں کے توں اس کے سامنے دہرائے تو اس کے چہرے کی گھمبیرتا مزید بڑھ گئی جبکہ کنپٹی کی رگ مزید پھڑکنے لگی۔

اس کی ہمت کی تو داد دینی پڑے گی۔" زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے وہ فریش" ہونے کی نیت سے واشروم کی جانب بڑھا تو نگاہ جلدی سے اس کے راستے میں آئی تو اس اچانک تصادم پہ اس نے توجہ سے اس کی جانب دیکھا۔

ایک باہر دماغ خراب کر چکی ہے،ایک کمرے کے اندر کرنے کے چکروں" میں ہے۔آپ دونوں نے معاہدہ کیا ہوا ہے کہ ایک دن میں ایک جیسے انداز کے ساتھ مجھے سبق دینا ہے؟" لہجے میں بے پناہ سنجیدگی لیے وہ لفظ لفظ کو طنز کے شیرے میں ڈبوئے ٹھنڈے سے لہجے میں گویا ہوا تو نگاہ کا دماغ جیسے بھک سے اڑا تھا۔

اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھا جو نجانے کیوں اس قدر مرچیں چبا رہا تھا۔

اس قدر ہائپر کیوں ہو رہے ہیں؟کوئی پریشانی ہے تو شیئر کر سکتے ہیں" آپ؟"اس نے تسلی آمیز لہجے میں کہتے ہوئے اس کے بازو پہ اپنا نازک ہاتھ دھرا تو اس نے گہری سانس بھرتے ہوئے ایک نظر اس کے ہاتھ پہ ڈالی۔

شہرے آپ کی انگینجمنٹ کے متعلق جان چکی ہیں۔"اس کے سپاٹ آواز"
میں کیے گئے انکشاف پر چند پل کے لیے وہ بھی ششدر سی رہ گئی۔

وہ کیسے اس کے متعلق جانتی ہے؟"چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ سنبھلتے"
ہوئے گویا ہوئی۔

آئی ڈونٹ نو کیسے لیکن میری لاپرواہی کی وجہ سے میری کلوزٹ سے اس"
نے شاید کوئی کلیو دیکھا ہے۔"اس کا لہجہ تاحال سنجیدگی سمیٹے ہوئے تھا۔

اب پھر؟"اس نے پریشان نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔"

اب پھر یہ کہ آپ پریشان نہیں ہوں۔میں جانتا ہوں کہ مجھے ان کی اٹینشن"
کیسے ڈائیورٹ کرنی ہے اور ان کو چپ کیسے کروانا ہے؟"اسے پریشان دیکھ

کے اس نے لہجے کو نسبتاً نرم کرتے ہوئے اسے تسلی دی اور اپنے بازو پہ دھرے اس کے ہاتھ پہ ہولے سے تھپکی دی تو وہ پھیکا سا مسکرا دی۔

جبکہ وہ اس کے سامنے سے ہٹ کے واشروم کی جانب قدم اٹھانے لگا۔

ضرغام! اس سب میں دیر مت کرنا یہ نا ہو کہ غلط فہمیوں کی فصیلیں ایک " خوبصورت رشتے کی جڑیں کاٹ دے۔" واشروم کی جانب بڑھتے اس کے قدم نگاہ کی مدہم دلسوز میں چھپے معنی کو سمجھ کے پل بھر کے لیے تھمے لیکن اگلے ہی پل وہ سر جھٹکتے ہوئے واشروم میں گھس گیا۔

ہولے سے سیڑھیاں اترتے ہوئے وہ آج ایک دفعہ پھر سے اس راہداری کی جانب مڑی جہاں اسے امید تھی کہ وہ اسے مل جائیں گی۔

اوراب چونکہ وہ اس گھر کی 'مالکن' تھی اس لیے اس دفعہ اس سے کوئی استفسار بھی نہ کر سکا۔

ہولے ہولے قدم اٹھاتی وہ اب کے آگے کو بڑھتے ہوئے اپنی کلائیوں میں ذوالنورین کے میڈیسن لے کے سو جانے کے بعد پہنی ہوئی چوڑیوں کو ہولے سے چھنکانے لگی۔

رات کو کی گئی ذوالنورین کی بے باک اور پر شدت گستاخیوں نے اسے اس قدر خوفزدہ کر دیا تھا کہ وہ بس اب پلک جھپکنے میں اس کی شرائط مکمل کر کے یہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔

وہ چوڑیاں کھنکھناتی آگے بڑھ رہی تھی جب اُسی دن والے کمرے سے اسے آج بھی آواز سنائی دی تو اس کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا۔

کیا یہ وہی ہیں؟"دل ودماغ میں اودھم مچاتے اس سوال کو سوچتی وہ اس" کمرے کے بند دروازے کی جانب بڑھی تو دل کی دھڑکن اپنی ترتیب فراموش کرنے لگی۔

بند دروازے کو ہولے سے وا کرتے ہوئے اس نے ایک قدم اندر رکھ کے جب پہلی نگاہ کمرے میں دوڑائی تو گویا جامد سی ہو گئی۔

اس قدر مکمل حسن،اس قدر جاذبیت وملاحت۔

شہد رنگ خوبصورت آنکھیں جو اس وقت خالی خالی انداز میں اسے تک رہی تھیں،اسے بے ساختہ اوپر بند کمرے میں خفا سے بیٹھے مرد کی یاد دلا گئیں۔

اس قدر مماثلت اور اس قدر خوبصورتی۔

وہ جیسے اتنا مکمل حسن دیکھ کے دنگ رہ گئی تھی لیکن۔۔۔۔

اس مکمل حسن کے ساتھ اسے جس چیز نے ساکت کیا تھا۔

وہ تھا اس سراپاء حسن کے پیروں کا لوہے کی زنجیر میں مقید ہونا اور شاید یہی قید اس خوبصورت چہرے کی شادابی بھی نچوڑ کے لے گئی تھی۔

خود کو ہمت کے ڈھیروں درس دیتی وہ آگے بڑھی تو اس کے ہاتھوں میں پہنی چوڑیاں اس کے قدموں کے حرکت کے ساتھ کھنک اٹھیں۔

اور اس نے واضح دیکھا تھا کہ اس کھنک کے ساتھ ان شہد رنگ آنکھوں کے خالی پن میں لحظے بھر کے خوشنما رنگ دوڑ جاتا تھا۔

آ۔۔۔آپ؟" وہ سمجھ نا سکی کہ وہ اس سے کیا پوچھے یا انہیں اپنے متعلق کیا" بتائے۔

اس کے بولنے پہ انہوں نے ہولے سے کپکپاتا ہوا ہاتھ اس کی جانب بڑھایا تو وہ ٹھٹھک گئی لیکن جب ان کی توجہ کو محور چوڑیوں کو پایا تو آہستگی سے ہاتھ آگے بڑھایا۔

میرے۔۔میرے نین کو پسند ہیں یہ۔وہ میرے لیے یہ لینے گیا ہے۔وہ" آئے گا تو میں پہنوں گی۔"محبت سے اس کی چوڑیوں پہ انگلی پھیرتے ہوئے وہ خالی خالی سے لہجے میں گویا ہوئیں تو ان کے سامنے کھڑی زحلے کے دماغ میں دھماکے ہونے لگے۔

ی۔۔یہ۔۔۔۔۔؟؟"اس کا دل دکھ کی شدت سے جیسے پھٹنے والا ہو گیا۔" اس قدر بے رحمی و ظلم؟"اس نے آنسوؤں سے تر آنکھوں کے ساتھ اس" بے رنگ حسن کی دیوی کو دیکھا جو اپنا ذہنی توازن کھوئے اپنے ہی گھر میں

موجود،اپنے معذور بیٹے سے انجان آنکھوں میں ایک الوہی سی چمک لیے چوڑیوں کے ساتھ کھیل رہی تھیں۔

اس کا دل انہیں دیکھ کے اس قدر بھاری ہوا تھا کہ وہ اپنی کلائیوں سے چوڑیاں اتار کے ان کے پاس رکھتی ایک جھٹکے سے پلٹی اور روتے ہوئے نجانے کتنی ٹھوکروں کی زد میں آتی اپنے کمرے میں پہنچی۔

کمرے کا ادھ کھلا دروازہ کھول کے جب وہ اندر داخل ہوئی تو بیڈ پہ جاگ کے نیم دراز ہوئے ذوالنورین پہ نگاہ پڑی۔

اسے دیکھتے ہی اس کے اندر کا درد اس قدر حاوی ہوا تھا کہ وہ بنا سوچے سمجھے آگے بڑھی اور اس کے نزدیک بیڈ پہ براجمان روتے ہوئے وہ اس کے کشادہ سینے میں چہرہ چھپاتی دونوں بازو اس کی گردن کے گرد حائل کر گئی۔

وہ جو موبائل کی رنگ ٹیون کی وجہ سے چھ سے سات منٹ قبل ہی کچی نیند سے بیدار ہوا بیزاری سے نیم دراز اس کا انتظار کر رہا تھا لیکن اس کی بے دم ہوئی حالت اور اس پہ مستزاد اس کی ایسی بے اختیارانہ حرکت پہ اس کی بیٹ مس ہوئی تھی۔

ایک نظر جھکا کے اس نے سینے سے لگی ہچکیاں بھرتی زحلے کو دیکھا اور پھر بہت آہستگی کے ساتھ اپنا بایاں ہاتھ اٹھا کے اس کی کمر کے گرد لپیٹا اور رب کرنے لگا۔

م۔۔میں ملی ہوں اُن۔۔ان سے۔"اس کا لمس پاتے ہی وہ ہچکیوں کے " درمیان بمشکل گویا ہوئی تو اس کی پشت کو رب کرتا اس کا ہاتھ اسی زاویے پہ ساکت ہوا۔

وہ۔۔وہ ٹھیک نہیں ہیں۔وہ بالکل بھی ٹھیک نہیں ہیں۔"اس کی گردن" کے گرد حائل بازووں کو کستے ہوئے وہ انہی جملوں کی گردان کرتے ہوئے قدرے بلند آواز کے ساتھ رو رہی تھی۔

جبکہ وہ بس ششدر سا اپنی جگہ پہ نیم دراز اس کے کیے گئے انکشاف سے زیادہ اس کے رونے اور اس قدر شدید ری ایکشن پہ خائف ہوا تھا۔

مس ابراہیم؟"اس نے آہستگی سے اسے پکارا لیکن وہ بنا توجہ دیے بس" بڑبڑاتی ہوئی سسکیاں بھرتی رہی۔

مس ابراہیم؟"اب کی بار پکار کے ساتھ ساتھ کمر کو رب کرتے ہاتھ کا دباو" اس کے پہلو پہ ڈالا تو اس کا سسکیاں بھرتا وجود جیسے ایک دم سے ساکت ہوا۔

اس کو سینے میں بھینچے نیم دراز ذوالنورین کو اس پل یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس کے ہاتھ کی اس بے باک حرکت پہ اپنی سانس تک روک چکی تھی۔

اگلے ہی پل اس نے سرعت سے بازو اس کی گردن سے نکالتے ہوئے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن کمر کے گرد حائل بازو کی گرفت نے اسے اس کے ارادوں میں کامیاب ہونے سے بچا لیا۔

شرم و خجالت سے سرخ مگر آنسوؤں سے تر چہرہ لیے وہ جھکی پلکوں کے ساتھ اس کے حصار میں مقید وہاں سے خود کے غائب ہونے کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

آئم سوری۔"ایک نظر اس کی سینے والی جگہ سے اس کے آنسوؤں کی" بدولت گیلی ہو جانے والی شرٹ کو دیکھ کے شرمندگی سے گویا ہوئی۔

میں جانتا ہوں کہ وہ ٹھیک نہیں ہیں لیکن آپ شاید یہ نہیں جانتی کہ جس" نین کا انتظار وہ سالوں سے کر رہی ہیں وہ اس نین کو اب پہچانتی نہیں ہیں۔" روزِ اول سے لے کے آج یہ پہلی بات تھی جب سامنے بیٹھے شخص نے اپنے کرخت اور تند لب و لہجے کی بجائے نرمی سے بات مکمل کی تھی۔

لیکن اس کے کیے گئے انکشاف پہ وہ سن سی ہوتی اسے بے ساختہ تکنے لگی جس کی خوبصورت شہد رنگ آنکھوں کے کنارے ہلکے گلابی ہو رہے تھے۔

تم۔۔۔میرا مطلب ہے کہ وہ اس کمرے میں محصور کیوں ہیں؟"اس کے" سوال پہ اس کے چہرے کو تکتے ذوالنورین کے چہرے کے تاثرات پل میں متغیر ہوئے جبکہ کمر کے گرد لپٹے بازو کی گرفت بھی فوراً ڈھیلی پڑی۔

یہ جاننا آپ کا کام نہیں ہے۔آپ کا کام یہ ہے کہ آپ انہیں کیسے اُس کمرے سے نکال کے مجھ تک لے کے آتی ہیں۔"اس کے چہرے کی نرمی واپس سے اسی تندہی میں تبدیل ہوئی تو اسے جیسے ہوش آیا۔

وہ فوراً گڑبڑاتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھنے لگی جب اس نے اس کے دوپٹے کے پلو کو حسبِ سابق اپنی گرفت میں لے کے واپس بیٹھنے پہ مجبور کر دیا۔

"اور اگر اس سارے کام کے دوران آپ نے کسی سے بھی کسی بھی صورت میں میری ماں کے حوالے سے کوئی 'کانٹریکٹ' طے کرنے کی کوشش کی تو آپ اس دن 'ذوالنورین میر' کا دوسرا روپ دیکھیں گی۔"اس کے کیے گئے پچھلے کانٹریکٹ کے پیشِ نظر وہ اس کو سرد نگاہوں سے گھورتے ہوئے سرد مہری سے گویا ہوا تو اس کے دل کو گہری چوٹ لگی۔

لیکن وہ بنا کچھ بھی ظاہر کیے اٹھی اور اس سے دور اپنی کرسی پہ بیٹھ گئی۔

جبکہ وہ سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کے میسجز میں مصروف ہو چکا تھا۔

وہ سب کے ساتھ لاونج میں بیٹھی بظاہر باتوں میں مصروف تھی لیکن نظر بلا ارادہ بار بار دیوار گیر گھڑی کی طرف جا رہی تھی۔

جب بالآخر اس کے جان لیوا انتظار کے بعد حماد صاحب کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔

"بیگم صاحبہ! چھوٹی بیگم کو باہر صاحب بلا رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں کہ چھوٹی بیگم صاحبہ کو کہیں لے کے جانا ہے۔" چند لمحوں کے بعد گردیزی ہاوس کا بہت پرانا ملازم حماد صاحب کا پیغام لیے اندر آیا تو اس کے دل میں کھد بد سی ہونے لگی۔

لیکن جب بی جان سمیت سب نے بنا کوئی سوال جواب کیے جانے کی اجازت دی تو وہ اندر سے اپنی بڑی چادر لیے تیزی سے باہر کی جانب بڑھی۔

سیاہ مرسڈیز جس کی ونڈوز پہ سیاہ شیڈز لگائے ہوئے تھے اس کی ڈرائیونگ سیٹ پہ براجمان حماد صاحب نے اسے بیک سیٹ پہ بیٹھنے کا اشارہ کیا کہ ایسے کسی نظروں میں آنے کا خدشہ کم ہوتا ہے۔

آپ ٹھیک ہیں نا؟" حماد صاحب نے استفسار کیا تو اس نے فوراً سر اثبات "
میں ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

جی۔" اس نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے دل ہی دل میں جلدی سے "
ہاسپٹل پہنچنے کی دعا کرنے لگی۔

کیا گھر میں کسی کو بھی علم نہیں ہے رہبان کی کنڈیشن کے متعلق؟" اچانک "
خیال آنے پہ اس نے انہیں مخاطب کیا تو وہ چونکے۔

نہیں کیونکہ یہ پہلی دفعہ نہیں ہے۔اس کی جاب کی نوعیت ہی ایسی ہے کہ " ایسی اونچ نیچ ہوتی رہتی ہے اس لیے کوشش کی جاتی ہے کہ گھر میں اطلاع دے کے سب کو پریشان نہ کیا جائے۔"احتیاط سے موڑ کاٹتے ہوئے انہوں نے جواب دیا۔

لیکن آپ آنٹی کو بتا دیا کریں کیونکہ وہ ماں ہیں اور ایسی حالت میں اولاد کے " لیے اس کی ماں کی دعا بہت اہم ہوتی ہے۔"اس نے آہستگی سے ان کو کہتے ہوئے اپنی انگلیاں چٹخائیں تو وہ ہولے سے مسکرا دیے۔

بیٹا! یہ جو مائیں ہوتی ہیں ان کے اندر اللہ پاک نے فطری طور پہ ہی ایسے " سینسرز فٹ کر دیے ہیں کہ وہ بنا کسی کے بتائے ہی اپنی اولاد کی تکلیف کو جان لیتی ہیں۔اولاد سرحد پار ہو یا پاس،ایک ماں کا دل اس کی تکلیف کو جان لیتا

ہے۔"انہوں نے اپنے مخصوص متانت بھرے نرم انداز میں اسے جواب دیا تو وہ ان کی بات سمجھتی سر ہولے سے ہلا گئی۔

کیسے ہو؟"حماد صاحب اور حمدان کے باہر جانے پہ چند لمحے ہمت مجتمع" کرنے کے بعد وہ ہاسپٹل آنے کے پندرہ منٹس بعد اس سے اس کا حال پوچھ رہی تھی جس کے لیے وہ اتنے دنوں سے پریشان تھی۔

ایسے تین فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہو کے پوچھیں گی تو سچ تھوڑی بتاوں" گا۔یہاں نزدیک آ کے پوچھیں تو میں آپ کو تفصیل سے بتاوں گا کہ میں 'کیسا'ہوں؟"اسے اپنی پر تپش بے باک نگاہوں کی زد میں رکھے وہ اپنی خوبصورت آواز کا جادو بکھیرنا شروع ہو چکا تھا جبکہ وہ ہاسپٹل کے بستر پہ بھی اس کی ایسی فضول گوئیاں سن کے شاکی ہوئی تھی۔

نہیں، تم مجھے یہیں بتادو۔"اس نے بناوہاں سے ہلے اپنی بات پہ زور دیاتووہ" کھِلتی ہوئی مسکان کے ساتھ گویاہوا۔

بے فکر رہیں زخمی ہوں میں اس لیے پوری کوشش کروں گا کہ شریفانہ" انداز میں ہی بتاوں کہ کیساہوں؟"آنکھوں میں شریر لپک لیے وہ ذو معنی انداز میں بولتااس کے چہرے پہ گلال بکھیر گیاجبکہ دھڑکنیں توپہلے ہی ردھم منتشر کر بیٹھی تھیں۔

ارادہ تویہی ہے کہ فقط باتیں کریں گے

!!لیکن پچھلی ملاقات کی مانند بہک گئے تو معذرت۔۔۔

اس کے گلال ہوتے چہرے کو دیکھ کے اس نے خمار آلود لب و لہجے میں کہا تو اس کے رگ و پے میں سنسنی سی دوڑ گئی جبکہ دل گویا کانوں میں دھڑکنے لگا۔

"آ بگینے ؟" اس کی جذبوں کی شدت سے چور پکار پہ اس نے بے ساختہ مٹھیاں زور سے بھینچتے ہوئے خود پہ قابو پانے کی کوشش کی لیکن اس کی نگاہوں کی حدت سے وہ پگھلنے لگی تھی۔

"رہبان پلیز، مجھے ایسے مت دیکھو۔" وہ اس حدت سے روہانسی ہوتی اسے ٹوک گئی تو آنکھوں کی شوخ چمک اور لبوں کی کھلتی مسکان دوبالا ہو گئی۔

"اوکے، یہاں آئیں ورنہ اگر جو میں اٹھ کے آپ تک آیا تو میں فقط باتوں تک نہیں رہوں گا۔" اس نے اسے دیکھتے ہوئے اب کہ سنجیدگی سے وارن کیا تو وہ بے بسی سے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے بیڈ کے نزدیک پہنچی۔

کیسے ہو؟"بیڈ کے نزدیک کھڑے ہوتے اس نے اپنا سوال پھر سے دہرایا تو" اس نے دایاں ہاتھ بڑھا کے اس کی کلائی کو جھکڑتے ہوئے ایک زوردار جھٹکے سے اپنی سمت کھینچا تو وہ ٹوٹی شاخ کی مانند اس کے سینے پہ جا گری۔

رہبان!"اس کے زخم دُکھ جانے کے خوف سے وہ چلائی لیکن وہ نظر انداز" کرتا اسے اپنے دائیں بازو کے حلقے میں لیتا زور سے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔

اب ٹھیک ہوں میں۔"اس کی گردن میں چہرہ چھپاتے ہوئے وہ خمار آلود" لہجے میں بولا تو اس کا وجود کانپ اٹھا۔

رہبان پلیز، بس کرو تمہارے زخم خراب ہو جائیں گے۔"مزاحمت کرتے" ہوئے اس نے اسے دور ہٹانے کی کوشش کی لیکن گرفت قابلِ دید تھی۔

اگر آپ یونہی کُشتی لڑنے کی کوشش کرتی رہیں تو شاید ضرور خراب ہو" جائیں اس لیے چپ کر کے مجھے سکون لینے دیں۔"اس کے کسمسانے پہ چوٹ کرتے ہوئے اس نے اس کے دوپٹہ مزید ڈھیلا کرتے ہوئے اب کی بار گردن کو اپنے ہونٹوں کا نشانہ بنایا تو اس کے شدت بھرے لمس پہ اس نے لرز کے بے ساختگی میں اس کے بائیں کندھے کو عین وہیں سے دبوچا جہاں اسے گولی لگی تھی۔

اپنے کندھے میں اٹھنے والے درد کو ضبط کرتے ہوئے وہ اس کے وجود کی نرمیوں سے سکون حاصل کرتا ہوا اس کی گردن، اس کے رخساروں، اس کے بالوں، اس کی آنکھوں کو اپنے ہونٹوں کی حدت سے دہکاتا جا رہا تھا۔

ر۔۔رہبان! یہ سب میرے گھر والوں نے ک۔۔۔۔۔"اس کی شوریدگی" کو روکنے کے لیے اس نے اسے روکنے کی سعی کی لیکن وہ بہت سہولت سے اس کے ہونٹوں پہ اپنی انگشت شہادت رکھے مخمور نگاہوں سے اِن ادھ کھلے ہونٹوں کے اوپر موجود تل کو تکتے ہوئے اسے نشانہ بنانے کو اس کے چہرے پہ جھک رہا تھا جب دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تھا۔

اس اچانک افتاد پہ اسے اس سے فاصلہ بڑھانے کا موقع ہی نہ ملا اور نووارد کمرے کی دہلیز پار کرتا اندر آن رکا تھا۔

اس نے ہڑبڑاتے ہوئے گردن گھما کے نووارد کو دیکھنا چاہا جب اس پہ نظر پڑتے ہی آبگینے کا چہرہ حیرت کی زیادتی سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

جبکہ رہبان کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ پڑنے لگا تھا۔

اور نو وارد ان دونوں کو یوں اس طرح ایک دوسرے میں گم بے انتہا پاس بیٹھے دیکھ ششدر رہ گیا۔

اور ان تینوں افراد کے مختلف تاثرات سے سجا ہاسپٹل کا روم اس وقت گہرے سناٹے کا شکار آنے والے ساعتوں کا منتظر تھا۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا داد بخش صاحب کے کمرے کی طرف جا رہا تھا جب اندر سے آتی مانوس سی نسوانی آواز پہ وہ چونک اٹھا۔

آغا جان! مجھے آپ سے ضرغام چاچو اور نگاہ چچی کے متعلق بہت ضروری" بات کرنی ہے۔" جہاں اسے اس کی بات نے ٹھٹھکایا تھا وہیں اس کے واپس 'چاچو اور چاچی' کے ٹریک پہ آنے پہ زور سے مٹھیاں بھینچیں۔

کیسی بات کرنی ہے؟"داد بخش صاحب کی آواز آئی۔"

ضرغام چاچو نے نگاہ چچی سے نکاح ز۔۔۔۔۔۔"بنااس کی بات مکمل سنے"

اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولااور بنا کچھ بولے لمبے لمبے ڈگ بھرتا

چہرے پہ گھمبیر تا لیے اس کی جانب بڑھا جو کمرے میں موجود سنگل صوفے

پہ بہت اطمینان سے براجمان تھی۔

بہت ہی غیر متوقع طور پہ اسے سامنے دیکھ کے اس کے اوسان خطا ہو گئے

کیونکہ اس کے چہرے کے ایسے تاثرات اس نے تب دیکھے تھے جب وہ

کڈنیپ ہوئی تھی اور تب اس نے جو تباہی مچائی تھی وہ اکثر یاد آنے پہ وہ تھراہ

جاتی تھی۔

لیکن اس سے پہلے وہ اپنے بچاو کا کوئی سدِ باب کرتی وہ اس تک پہنچتا مضبوطی

سے اس کی کلائی اپنے ہاتھ میں جکڑتے رکا۔

نگاہ اور مجھ پر غور و فکر کرنے کی بجائے مجھ پہ اور اپنے آپ پہ فوکس کریں"
گی تو آسانی ہو گی آپ کے لیے۔"سرد لہجے میں بات مکمل کر کے وہ اس کو
ساتھ لیے مڑا تو اسے جیسے ہوش آیا۔

چھوڑیں میرا ہاتھ۔آغا جان۔۔۔"اس نے گڑبڑاتے ہوئے داد بخش"
صاحب کو پکارا۔

یہ آپ کے متعلق مجھے اب کوئی حکم نہیں دے سکتے کیونکہ جو حکم انہوں"
نے دینے تھے وہ دے چکے ہیں۔اب میری باری ہے۔"ایک کاٹ دار نگاہ
ان پہ ڈالتے ہوئے اس نے چبھتے ہوئے لہجے میں ان پہ وار کیا تو ان کے
چہرے کا رنگ فوراً تبدیل ہوا۔

آپ آغا جان سے کیسے بات کر رہے ہیں؟"اس کی ٹون پہ فوراً برا مناتی وہ" خفگی سے بولی تو اس نے گردن اس کی جانب گھماتے بہت توجہ سے اسے دیکھا جو اس کی گرفت سے کلائی آزاد کروانے کی کوشش کرتی شدید خفا نظر آ رہی تھی۔

آپ کو اس بات پہ فکر کرنے کی بجائے اس بات کے متعلق سوچ بچار کرنی" چاہیے کہ میں آپ سے کیسے بات کرتا ہوں؟" کھلے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے اس نے گھمبیر آواز میں سرگوشی کی تو اس کے اس انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی اسے گھبراہٹ ہوئی۔

ہاتھ چھوڑیں میرا۔"اس نے ایک دفعہ پھر سے اپنی کلائی کھینچنی چاہی مگر وہ" گرفت مضبوط رکھے دائیں جانب مڑ چکا تھا۔

میں شور مچادوں گی، میرا ہاتھ چھوڑیں ضرغام چ۔۔۔۔۔۔"عادتاً اس کے"
ہونٹوں سے دوبارہ وہی لفظ پھسلا تو اگلے ہی لمحے اس کے ہونٹوں سے
واشگاف سی چیخ بلند ہوئی۔

"!آہہہ"

کیونکہ وہ جو اس کی کلائی تھامے ہوئے تھا اسی کو بہت سرعت سے گھما کے
اس کی پشت سے لگاتے اپنے اور اس کے ہاتھ کے دباو سے اپنی طرف کھینچا تو
وہ لچکیلی ڈھال کی مانند اس کے سینے سے جا لگی۔

"شہرے ملک! میرے اندر جو مرد سویا ہے اسے مت جگایا کریں کیونکہ اس
کے جاگنے سے دس سال کے پنہاں جذبات کی شوریدگی آپ برداشت نہیں
کر سکیں گی۔" اسے اپنے بے حد نزدیک کیے وہ اس پہ جھکا پر تپش لہجے میں

بولا تو اس کے الفاظ اس پہ مستزاد سانسوں کی بے لگام لپک پہ وہ سانسیں تک روک گئی۔

اس لیے آپ کے لیے بہتر یہی ہو گا کہ 'چاچو' کا دم چھلہ ہٹا کے مجھے میرے" نام سے پکاریں کیونکہ جب میں نے آپ کو باور کروایا کہ میں آپ کا چاچو نہیں شوہر ہوں تو میں اب کی بار الفاظ کا سہارا ہر گز نہیں لوں گا۔" گھمبیر لہجے میں بولتا وہ اس کے فق پڑتے چہرے پہ مزید جھکا تو اس کے انداز کی شدت پہ خوفزدہ ہوتی شہرے نے بے ساختہ پلکیں موندیں۔

ضرغام جو اس کے چہرے پہ جھکا اسی پہ اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اس کی اس بے ساختہ حرکت پہ اس کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔ اس کی قربت کے خوف سے سپید پڑتی رنگت، تھرتھراتے سرخ لب، بھرے

بھرے رخساروں پہ سایہ فگن کانپتی ہوئی پلکیں اور لرزتا ہوا نازک اور مدہوش سراپا۔

اسے دیکھتے اس کے جذبات میں منہ زور لہر سے دوڑ گئی جسے بمشکل دباتے ہوئے اس نے ہولے سے سر جھٹکا۔

"آپ آنکھیں کھول سکتی ہیں لیکن اگر آپ نے نگاہ کے متعلق کسی سے کوئی بات کی تو جو کچھ سوچ کے آپ نے ابھی پلکیں موندیں ہیں وہ کرنے میں ایک منٹ نہیں لگاوں گا۔" جذبات کی شدت سے بوجھل ہوتے لہجے میں کہتا وہ اس کی ریڑھ کی ہڈی تک کو سنسنا گیا۔

ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے اس کی جانب دیکھا جو اسے آغا جان کے کمرے کی دائیں جانب لیے قدرے سنسان کونے میں کھڑا تھا جہاں کوئی نہ آتا تھا۔

آپ سے اور توقع بھی کیا کی جاسکتی ہے۔ نگاہ سے زبردستی نکاح کر لیا اور"
میرے سے نکاح کرنے سے قبل انکار کرتے رہے اور نکاح ہوتے ہی آپ
کے اندر شوہرانہ ہڑک جاگ اٹھی ہے۔"پوری قوت لگا کے اس کی گرفت
سے خود کو آزاد کرواتی وہ تلخ لہجے میں بولتی اس سے دور ہٹی۔

جبکہ اس کی بات پہ اس کے دل میں چبھن سی ہوئی۔
اس پل احساس ہوا تھا کہ سب کچھ ایک ساتھ ٹھیک رکھنے کے لیے اپنا آپ،
اپنا کردار، سب کچھ مسخ کرنا پڑتا ہے۔

آپ شکر کریں کہ اس ہڑک کا ہلکا سا اثر بھی آپ پہ نہیں پڑا و گرنہ جو آگ"
اِس دل میں لگی ہے وہ آپ کے دل کو جلا سکتی ہے۔"گہری نگاہوں سے اسے
دیکھتے ہوئے اس نے بھاری لہجے میں کہا تو وہ ایک شاکی نگاہ اس پہ ڈالتی بنا کچھ

کہے پلٹی تو ہلکی سی آواز پہ ضرغام نے نظر جھکائی تو خوبصورت چمکتی آنکھوں کی چمک دوبالا ہو گئی۔

ایک نظر تیز تیز قدموں سے ثمرین بیگم کے کمرے کی طرف جاتی شہرے کی پشت پہ ڈالی اور پھر دوسری نظر اس کے کیچر پہ ڈالی جو حسبِ معمول وہ بے نیازی سے ایک دفعہ پھر سے گرا چکی تھی۔

اور یہ بات وہاں کھڑے ضرغام ملک کے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا کہ شہرے ملک کے کیچرز جنہیں وہ بالوں پہ لگا کے انہیں ہاف کھلا چھوڑتی تھی۔ان سے پھسل کے ضرغام کے خفیہ لاکر کی زینت بنے ہوئے تھے۔

تم؟تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"رہبان کی بھنائی ہوئی آواز نے ہاسپٹل کے "
اِس روم میں چھائی ہوئی آکورڈ سی خاموشی کو توڑا تو آبگینے ہڑبڑاتی ہوئی اس کی
گرفت سے نکل کے اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

آیا تو میں تمہاری عیادت کے لیے تھا لیکن تمہاری بیہودہ حرکتیں دیکھ کے "
اندازہ ہو گیا کہ اب تم بالکل 'ٹھیک' ہو چکے ہو۔"آبگینے جو اس کے پاس سے
اٹھنے کے چکروں میں تھی، نووارد کے رہبان کو سنائے گئے طنزیہ جواب پہ
اس کے کانوں سے گویا دھواں نکلنے لگا جبکہ ٹانگیں بوجھ سہارنے کے قابل نہ
رہیں تبھی وہ وہیں چپکی رہ گئی۔

دیکھ چکے ہو نا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں تو پھر یہاں سے دفعان ہو"
جاو۔ایڈیٹ تمہیں کسی نے بتایا نہیں کہ میاں بیوی کی پرائیویسی میں نہیں
گھستے۔"رہبان جیسے بے باک اور بلنٹ شخص کے لیے ایسے عین موقع پہ اس

کی انٹری ہر گز ہضم نہیں ہو رہی تھی تبھی وہ ہنوز تپے ہوئے لہجے میں گویا ہوا تو اس کے نزدیک بیٹھی آبگینے کا دل چاہا وہ شرم سے کہیں جا ڈوب مرے۔

نہیں کیونکہ مجھے آئیڈیا نہیں تھا کہ تمہیں ہاسپٹل روم اور بیڈ روم میں فرق" کا نہیں پتہ۔" وہ اگر سیر تھا تو مقابل سوا سیر تھا۔

اور ان دو ڈھیٹوں اور بے شرموں کے بیچ جو پِس رہی تھی وہ بیچاری سر جھکائے اپنی ہتھیلیاں رگڑتے ہوئے وہاں سے غائب ہونے کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی۔

اب تمہارے جیسے شخص کو ایسے فرق کا پتہ ہو گا جس کی دنیا ہی بیڈ روم تک" محدود ہے۔" تپانے والے انداز میں کہتے ہوئے اس نے اطمینان نے دایاں ہاتھ سر کے نیچے رکھا تو آبگینے اس کا اطمینان اور مقابل کھڑے شخص کا ضبط دیکھ کے رہ گئی۔

کیسی ہو آبگینے آپ؟"اس کی فضول گوئی کو وہ اس وقت آبگینے کے سامنے " طول نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے اس پہ بے نیازی کی لعنت نچھاور کرتے ہوئے اس نے رخ اس کی جانب موڑا جو پزل ہوتی بہت پیاری لگ رہی تھی۔

الحمدللہ۔"اس نے مدہم سے لہجے میں مختصر سا جواب دیا۔" میری بیوی کا نام مت لو بلکہ بھابھی کہہ کے بلاو۔"اسے جب اس کی بے " نیازی برداشت نہ ہوئی تو تنک کے بولتا ان کی گفتگو میں مخل ہوا۔

جب میں تمہیں بھائی ہی نہیں سمجھتا تو آبگینے کو کس خوشی میں بھابھی" کہوں؟"ابرو اچکاتے ہوئے اس نے تیکھے چتونوں سے استفسار کیا تو اب کی بار نا چاہتے ہوئے بھی ایک مدہم مگر دلکش سی مسکان آبگینے کے ہونٹوں پہ چھب دکھلا کے غائب ہوئی۔

جی اور مورخ لکھے گا کہ ایسا شخص بھی گزرا ہے جو اپنی بیوی کو اس کے نام "
سے مخاطب کرنے سے ہچکچاتا ہے اور دوسروں کی بیویوں کے دھڑلے سے
نام لیتا ہے۔ "اس کی بات پہ وہ تپے ہوئے لہجے میں بولا تو اس نے بے ساختہ
خجل ہوتے ہوئے ایک گھونسہ اسے منہ پہ مارا تو وہ چیخ اٹھا۔

تم ٹھیک ہو؟ "اس کی چیخ سن کے وہ جو اس سے فاصلہ بنا کے بیٹھی ہوئی "
تھی، تڑپ کے اس کے قریب آئی۔
نین! یار ایک عدد اور مکا مارنا۔ "اس کے قریب آئے وجود کو گہری "
نگاہوں سے دیکھتے ہوئے شرارت سے گویا ہوا تو اس کا وجود شرم سے پل میں
دہک اٹھا۔

یہ کیا ہوا؟" وہ جو اس کے نزدیک اب آیا تھا اس کی سرمئی رنگ کی شرٹ" کو کندھے سے نم پایا تو بے ساختہ ہاتھ لگا کے پوچھنے لگا لیکن جب ہاتھ پہ خون کی نمی دیکھی تو آنکھوں میں تشویش کے رنگ چھا گئے۔

مورخ شاید یہ بھی کہ ایک بد تمیز اور بے باک شخص بھی گزرا ہے جو" رومینس کرتے ہوئے اپنے زخموں سے رستے خون سے بھی بے نیازی برت لیا کرتا تھا۔" لہجے میں فکر مندی سموئے وہ بظاہر تنک کے بولتا اس کی شرٹ کندھے سے ہٹانے لگا تو آبگینے کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

نہیں، مورخ ایسی بکواس نہیں لکھتا ہے۔" اس کی بات کو چٹکیوں میں" اڑاتے ہوئے اس نے آنکھ کے اشارے سے اسے آبگینے کی طرف متوجہ کیا اور اس کے سامنے اس کے زخموں کو دیکھنے دکھانے سے منع کیا۔

آبگینے !آپ واپس بھی حماد انکل کے ساتھ جائیں گی ؟"اس کے اشارے کو" سمجھتے ہوئے اس کی شرٹ کا بٹن واپس سے بند کیا اور کرسی پہ بیٹھتے ہوئے آبگینے کی طرف متوجہ ہوا جو آنکھوں میں نمی اور تشویش لیے رہبان کو ہی دیکھ رہی تھی۔

جی لیکن مج۔۔۔۔۔۔۔"وہ ابھی کچھ بول ہی رہی تھی کہ بند دروازے پہ" ہولے سے دستک دے کے رہبان کا ایک کانسٹیبل اندر داخل ہوا۔

سر !پولیس آپ کا بیان لینے آئی ہے۔"اس کے اطلاع بہم پہنچانے پہ آبگینے" کا چہرہ فق پڑا۔

بے ساختہ آنکھوں کے سامنے باپ دادا، بھائیوں کزنوں کے چہرے گھومے تو دل بے چین ہوا اٹھا۔

اب پولیس والے سے یہ پولیس والے بیان لیں گے ایڈیٹ۔" بڑبڑاتے" ہوئے وہ سٹنگ پوزیشن میں سیٹ کیے ہوئے بیڈ پہ تکیہ سے ٹیک لگا کے نیم دراز ہوا۔

آبگینے کو لے کے سائیڈ پہ ہو جاو۔" اس نے آبگینے کی طرف اشارہ کیا تو وہ" مرے مرے قدم اٹھاتی اس (جو اسے اس رات سڑک سے گردیزی ہاوس چھوڑ کے آیا تھا) کے ساتھ اس روم کے دوسرے روم کے ساتھ ملحقہ دروازے کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔

آئم سوری لیکن اندھیرے کے پاس میں حملہ آوروں کو دیکھ نہیں سکا اس" لیے کسی پہ کوئی پختہ الزام نہیں لگا سکتا۔" وہ جو دروازے کے پار کھڑی اس کی سپاہیوں کے ساتھ ہوئی گفتگو کو بے چینی سے سن رہی تھی۔

اس کے اس جواب پہ وہ بری طرح سے چونکی کیونکہ یہ بات تو وہ بھی جانتی تھی کہ اس پہ حملہ کرنے والے کون تھے تو پھر اس نے جھوٹ کیوں بولا؟

جبکہ اس کی سوچوں سے بے نیاز وہ سپاہیوں کو واپس تکیے پہ سر ٹکاتے ہوئے اب اپنے سسرالیوں کو اپنا جوابی تحفہ دینے کے لیے بے قرار تھا۔

وہ کچن میں کھڑی ذوالنورین کے لیے لنچ تیار کر رہی تھی جب اس نے ہال میں اچانک بہت سارے لوگوں کی کی آوازیں سنیں۔

اس نے اندازہ لگایا کہ شاید باہر مہمان آئے ہیں تبھی وہ تیزی سے ہاتھ چلاتے ہوئے اپنا کام مکمل کرنے لگی۔

تسنیم ! لنچ جلدی سے تیار کرو، مہمان آئے ہیں۔" وہ ٹرے میں لنچ سجا رہی تھی جب سامعہ تیزی سے کچن میں آتی بولی لیکن سامنے اسے دیکھ کے ناگواری سے لب بھینچ گئی۔

اسے نجانے کیوں زحلے ابراہیم سے اس قدر چڑ تھی کہ اس کا دل چاہتا وہ اس چادر میں چھپی عام سی لڑکی کو ذوالنورین میر کے کمرے سے نکال کے دور کہیں سمندروں کی تہہ میں دفنا آئے۔

ذوالنورین میر ! یہ ٹیپیکل بیویوں والی اداوں سے متاثر نہیں ہوتا۔"اس" کے ٹرے میں لنچ سجانے پہ طنز کرتی وہ اسے کینہ توز نگاہوں سے گھورنے لگی توزحلے نے اس بے موقع طنز پہ نظر اٹھا کے حیرت سے اسے دیکھا۔

تو میں اسے متاثر کروں گی بھی کیوں؟ متاثر کرنے کے حربے تو غیروں" کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں جبکہ اس کی میں بیوی ہوں مجھے ایسا تردد

کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" وہ کندھے اچکاتی بے نیازی بھری سنجیدگی سے گویا ہوئی تو اس کا چہرہ سبکی کے احساس سے دہک اٹھا۔

ان دونوں کے علاوہ وہاں کھڑی دونوں میڈز کان لپیٹے یوں اپنے کام میں مصروف تھیں گویا کہ وہاں موجود ہی نہ ہوں۔

اور جیسے تمہیں تو پتہ ہی نہیں ہے کہ سب سے زیادہ بیوی ہی شوہر کو متاثر" کرنے کے لیے نت نئے حربے استعمال کرتی ہے۔" اس نے اندر بھڑکتی آگ پہ بمشکل ضبط کرتے ہوئے کاٹ دار لہجے میں پھر سے وار کیا تو زحلے نے بدقت اپنے چہرے کے تاثرات کو کمپوزڈ رکھا۔

بالکل لیکن ایسی کوششیں کمرے کے اندر ہی فقط شوہر کے سامنے کی جاتی" ہیں خیر پلیز راستہ دیں۔" وہ اس بے معنی بحث کو ختم کرتی ٹرے اٹھا کے

دروازے کی جانب بڑھی تو اس کے انداز پہ سامعہ کے اندر لگی آگ مزید بھڑک اٹھی۔

"اور وہ دن دور نہیں جب یہی شوہر تمہیں کمرے سے باہر نکال پھینکے گا اور تم در در کی ٹھوکریں کھاتی پھروں گی۔" پھنکارتے ہوئے لہجے میں وہ اس کے عقب میں بولی تو کچن سے نکلتی زحلے کے ہاتھوں میں ٹرے ایک پل کو لرز اٹھی۔

لیکن اگلے ہی پل وہ خود کو سنبھالتی ہوئی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

ٹیرس کی جانب کھلنے والی کھڑکی کے سامنے وہیل چیئر پہ براجمان وہ اپنی سرد نگاہیں باہر جمائے اپنی خود ساختہ سوچوں میں مگن تھا جب دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے گردن گھمائی۔

لائٹ گرین اور سکن کلر کے امتزاج سے سجے خوبصورت شارٹ فراک اور پاجامے میں ملبوس وہ بالوں کی چٹیا بنائے حسبِ معمول خود کو سوٹ کے ہمرنگ دوپٹے کی بجائے اس وقت چادر میں ملفوف ہاتھوں میں کھانے کی ٹرے لیے اسی کی جانب بڑھ رہی تھی۔

ایک طائرانہ نگاہ اس کے حلیے پہ ڈالنے کے بعد اس نے سرسری سی نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالنی چاہی لیکن وہ سرسری نگاہ اس کے بائیں رخسار پہ لگے ٹانکوں کے نشانات سے الجھتی کب گہری ہوئی اسے خود خبر نہ ہوئی۔

سپاٹ تاثرات سے سجا قدرے بے رنگ مومی چہرہ جس پہ ٹانکوں کے نشانات گویا چاند پہ گرہن کی طرح جھلک دکھا رہے تھے، گلابی ہونٹوں کو قدرے اندر کی جانب بھینچے وہ جھکی پلکوں کے ساتھ اس کے سامنے پڑی میز پہ ٹرے رکھ رہی تھی۔

چہرے سے چادر میں چھپی گردن، گردن سے بازو اور پھر بازوؤں سے ہوتی نظر میز پہ ٹرے رکھتی ہتھیلیوں پہ گئی تو بائیں کلائی پہ بھی موجود زخم کے مندمل ہوتے نشان نے توجہ کے دھاگے اپنی جانب کھینچے۔

اس کے سامنے ٹرے رکھنے کے بعد وہ اسے بنا کچھ کہے مڑی اور سنگار میز کی جانب چل دی۔

سنگار میز ہنوز اس کے ساز و سامان سے خالی تھا وہاں اس وقت بھی صرف ذوالنورین کے کچھ پرفیومز، باڈی سپریز، لوشنز، برشز وغیرہ پڑے تھے جبکہ اس کا استعمال کا اکلوتا ہیئر برش دراز میں چوڑیوں کے اس ڈبے کے ساتھ پڑا تھا جو اس نے پرسوں زوالنورین کی عیادت کے لیے آئے ڈاکٹر ارتضی سے کہہ کے ان کی نواسی سے منگوایا تھا۔

اور اب وہ دراز کھولے اس ڈبے سے سوٹ کے ہم رنگ چوڑیاں نکال کے کلائیوں میں پہننے لگی تھی۔

ماما کے پاس جارہی ہیں؟"اچانک گونجتی اس بھاری آواز پہ اس نے بے" ساختہ نظر اٹھا کے شیشے میں سے اسے دیکھا جو بڑی دلجمعی سے لنچ کرنے میں مصروف تھا۔

جی۔" نظر واپس چوڑیوں پہ مرکوز کرتے ہوئے اس نے یک لفظی جواب" دیا۔

کھانا کھالیا ہے؟"اب کی بار سنائی دینے والے الفاظ بہت غیر متوقع تھے" تبھی اس دفعہ صرف نظر نہیں اٹھی تھی بلکہ گردن بہت بے ساختگی سے اس کی جانب مڑی جواب بھی اسی طرح سے لنچ کرنے میں مصروف تھا۔

میں دن کو کھانا نہیں کھاتی۔"اس کی بے نیازی کو چند ثانیے جانچنے کے بعد" اس نے مدہم لہجے میں جواب دینے کے بعد چوڑیاں بائیں کلائی میں چڑھانی شروع کیں۔

کھانا تینوں ٹائم وقت پہ ضرور کھایا کریں اور ماما کو چوڑیوں کی کھنک کے" علاوہ کھلے بال اور سنگار بھی اٹریکٹ کرتا ہے۔" پانی کے گھونٹ لیتے ہوئے اس نے اسے تنبیہہ کرنے کے فوراً بعد ہی اس کا اثر زائل کرنے کو بالکل اس کے الٹ بات کی تو اس کا چوڑیاں چڑھاتا ہاتھ اسی زاویے میں ساکت ہوا۔ اس نے حیرانگی سے اسے دیکھا جو پلیٹ سے کھیرے کا قتلہ اٹھا کے منہ میں رکھ رہا تھا۔

وہ چند پل تذبذب کے عالم میں اسے دیکھتی رہی اور پھر ایک دم سے واشروم میں گھس گئی۔

وہ جو اپنی بات کاری ایکشن جاننے کا متمنی تھا اس کی اس حرکت پہ جیسے حیران ہوا تھا۔

لیکن پانچ منٹ بعد جب وہ واشروم سے نکلی تو اس کے ہونٹوں کے کناروں پہ ایک میٹھی سی مسکان بڑی سرعت سے پھیلی جسے بمشکل دباتے ہوئے اس نے اس کی جانب سے فوراً نگاہ پھیری۔

کیونکہ وہ واشروم اس لیے گئی تھی کہ اپنے بال کھول سکے اور اب وہ اپنے بال کھولے واپس سر پہ چادر لپیٹے گویا اپنی مکمل حفاظت کے ساتھ باہر نکلی تھی جبکہ وہ چادر کے نیچے سے اس کے لمبے بالوں کے سرے دیکھ کے اس کی حرکت کو جان گیا تھا۔

"میرے پاس میک اپ نہیں ہے۔" بال کھولنے اور چوڑیاں پہننے کے بعد وہ بیچارگی سے اسے دیکھتے ہوئے گویا ہوئی تو وہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔

گویا کہ وہ اس کی 'ماں' کو خوش کرنے اور انہیں اس تک لانے کو مکمل تیار ہر ممکنہ کوشش کرنے کے لیے چوکنا تھی۔

اور اس کی ماں کے لیے ایسی کوشش کرتی ہوئی وہ اس کے اندر اس پل عجیب سے جذبات کو ابھار گئی جو اس سمے اس کے لیے سلانا بہت مشکل ہوا تھا۔

ادھر آئیں میں کرتا ہوں میک اپ۔ "گہری نگاہوں سے سرتاپا اس کا مکمل" جائزہ لینے کے بعد وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو زحلے نے حیرانگی سے اسے دیکھا اور پھر اس کے ارد گرد دیکھا کہ آیا میک اپ کہاں تھا؟

مگر جب ہنوز اسے اپنی جانب محوِ انتظار پایا تو گومگو کی حالت میں چلتی ہوئی وہ اس کے نزدیک گئی جو دو چار منٹ قبل لنچ مکمل کرنے کے بعد میز سے وہیل چیئر کو دور دھکیل چکا تھا۔

تم مجھے میک اپ کٹ دے دو، میں خود کرل۔۔۔۔۔۔"اس کی وہیل چیئر" سے دو قدم کے فاصلے پہ ٹھہرتی ہوئی وہ سنجیدگی سے بول رہی تھی جب اس نے لپک کے اس کی دائیں کلائی تھامی اور ایک جھٹکے سے ایک کھینچ کے اپنی آغوش میں بٹھایا تو اس اچانک افتاد پہ وہ بوکھلا اٹھی۔

یہ تم کیا۔۔۔۔۔۔"اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ کو خود میں سمیٹتے" ہوئے وہ اس پہ جھکا اس کی سانسیں تک روک گیا۔

وہ جو اس کی پہلی حرکت پہ ہی سنبھل نہ سکی تھی وہ اس کی اس حالت میں ایسی کی گئی بے باک گستاخی پہ زور سے مٹھیاں بھینچتی لرز رہی تھی۔چند ثانیے بعد جب سانسوں کا تسلسل ٹوٹنے لگا تو اس نے بھینچی ہوئی مٹھیاں اس کے سینے پہ رکھتے ہوئے اسے ہوش دلانے کی ایک ناکام سعی کی کیونکہ وہ پیچھے ہٹنے کی بجائے دایاں ہاتھ اس کی کمر کے گرد حائل کرتا بائیں ہاتھ سے اس کے سر پہ

اٹکی چادر سر کا کے انگلیاں اس کے بالوں میں پھنساتے ہوئے مزید شدت کے ساتھ اسے خود میں جذب کرنے لگا۔

جبکہ وہ اس کی شدت پہ بے حال ہوتی اب اسے ایک مٹھی اس کے سینے پہ رکھے دوسرے ہاتھ سے اس کا کندھا دبوچے اس کے لمس کی حدت برداشت کر رہی تھی لیکن جب برداشت جواب دینے لگی تو قطار در قطار آنسو اس کی آنکھوں سے بہتے جب رخساروں پہ پھسلے تو بے لگام ہوئے جذبات کے سنگ بہکتے اس شخص کو جیسے ہوش آیا۔

وہ اس کے لرزتے نم ہونٹوں کو اپنی گرفت سے آزاد کرتا تھوڑا پیچھے ہٹا تو وہ اس رہائی پہ بمشکل گہری سانس بھرتی جیسے ٹوٹ کے اسی کے کندھے پہ سر جھکا گئی۔

ماں کو جا کے بتانا کہ آپ ان کے بیٹے کی بیوی ہیں تو وہ مصنوعی میک اپ" کے رنگوں کی بجائے آپ کے چہرے پہ پھیلنے والے ان رنگوں سے زیادہ

خوش ہوں گی۔"اس کی گردن کے گرداور بالوں میں ہنوز ہاتھ پھنسائے وہ اب بہت نرمی سے اپنے کندھے پہ سر ٹکائے زحلے کے رخساروں کو چھوتے ہوئے اپنے لمس کی حدت سے دہکاتا سرخ رنگوں میں نہار ہا تھا۔

ذوالنورین پلیز! تم۔۔۔تم میرے پاس ایسی ح۔۔حرکتیں نہیں کر" سکتے۔میں تمہاری ٹ۔۔ٹیچر ہوں۔"رخساروں کو چھوتے لب جب ٹھوڑی سے نیچے کو سرکتے گردن پہ لپٹی چین کی طرف سفر کرنے لگے تو وہ اس کے کندھے پہ دونوں ہاتھ جماتی بمشکل تھوڑا پیچھے ہٹی۔

آپ مجھے فیل کر دینا۔"بے نیازی سے کہتے ہوئے اس نے ہولے سے اس" کی ٹھوڑی کو چھوتے ہوئے اس کے گرد اپنی گرفت نرم کی تو وہ لرزتے قدموں کے ساتھ بہت سرعت سے اس کی آغوش سے نکلی۔

اس سے دور ہٹتے ہی اس کی بے ساختہ نظر ڈریسنگ مرر پہ پڑی تو اپنا حلیہ دیکھ کے اس کے کانوں سے جیسے دھواں نکلنے لگا جبکہ دل گویا ہاتھوں میں دھڑکنے لگا۔

تم۔۔ تمہیں شرم نہیں آتی، ایک طرف تو مجھے سزا دینے کے بعد گھر سے" نکالنا چاہتے ہو اور دوسری طرف یوں زبردستی کر کے اپنی مردانگی دکھا رہے ہو۔" بکھرے بال، لرزتے سرخ نم ہونٹ، سرخ قندھاری رخسار، الجھا ہوا ڈوپٹہ اور بکھری سانسیں۔اپنا یہ حلیہ دیکھ کے اسے شرم و غصہ ایک ساتھ آیا تبھی وہ نم لہجے میں بولتی چلی گئی۔

وقت ضائع نہیں کریں مس ابراہیم ورنہ یہ سرخی لگانے کے لیے مجھے" دوبارہ سے زبردستی مردانگی دکھانی پڑے گی۔" اپنی تلخ باتوں کے جواب میں اس کے اس سپاٹ سے لہجے میں دیے گئے ذو معنی جواب پہ اس نے سٹپٹا کے

اسے دیکھا اور پھر ایک شکایتی نگاہ اس پہ ڈالتی وہ دوپٹہ ٹھیک کرتی دروازے کی جانب بڑھ گئی۔

جبکہ وہ چمکتی آنکھوں کے ساتھ چند لمحے قبل بیتنے والے سحر انگیز پلوں کو سوچنے لگا۔

بیگ کندھے پہ لٹکائے وہ ہاتھ میں نوٹس تھامے، موبائل کان کے ساتھ لگائے تیز تیز قدم اٹھاتی کلاس کی جانب بڑھ رہی تھی۔

کیونکہ نوٹس گاڑی میں رہ جانے کی وجہ سے وہ لیٹ ہو گئی تھی اور باقی سب کلاس میں پہنچ گئی تھیں اور اب وہ بھی تیز تیز قدم اٹھاتی کلاس میں پہنچنے کی تگ ودو میں تھی جب کال میں مصروف ہونے کی وجہ سے وہ شاید سامنے دیکھ نہ سکی اور اس اچانک تصادم کا شکار ہو گئی۔

مما!"اس کے ہونٹوں سے چیخ بلند ہوئی جبکہ اس چیخ پہ گھبراتے ہوئے"
مقابل نے سرعت نے اس کی کلائی تھامتے ہوئے اسے گرنے سے بچایا۔
وہ جو گرنے کے خوف سے چیخ رہی تھی، مقابل کی اس مہربانی پہ اس نے نظر
اٹھا کے سامنے دیکھا تو جیسے ٹھٹھک گئی۔

آپ؟"وہ اس ٹکر کے باعث ماتھے میں لگنے والی چوٹ کے درد کو"
فراموش کرتی مقابل کو بغور دیکھ رہی تھی جس نے ہنوز اس کی موبائل والی
کلائی تھامی ہوئی تھی۔
یکایک اس کے دماغ میں کلک ہوا اور آنکھوں میں بھی پہچان کے رنگ
سرعت سے پھیلے۔

آپ وہی ہیں نا جنہوں نے اس دن میری فیس دی تھی؟"اچانک یاد آ"
جانے پہ وہ پرجوش سی بولی تو اس کے انداز پہ وہ مدھم سا مسکرایا۔

جی میں وہی ہوں۔"اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔"

میں اتنے دنوں سے آپ کا انتظار کرتی رہی ہوں لیکن آپ ہیں کہ غائب"

ہی ہو گئے۔اب رکیں زرا میں آپ کو آپ کے پیسے دوں۔"وہ اسی انداز میں

بولتی بیگ سے پیسے نکالنے لگی تو اسے احساس ہوا کہ کلائی تو ہنوز مقابل کی

گرفت میں ہے تبھی وہ خجل سی ہوتی کلائی اس کی گرفت سے آزاد کروا گئی جو

اس نے فورا چھوڑ دی۔

ویسے آپ کا نام کیا ہے؟میں بھول گئی تھی۔میرے بھائی آپ کا شکریہ ادا"

کرنا چاہتے تھے۔"بیگ سے اپنا والٹ نکالتی وہ مصروف سے انداز میں بولی تو

اس نے توجہ سے اسے دیکھا جو بلیو جینز کے ساتھ لائٹ پنک کلر کی ڈھیلی سی

جرسی پہنے بالوں کی پونی ٹیل کیے گلے میں مفلر لپیٹے،پاوں میں سنیکرز پہنے

خاصے رف ٹف سے حلیے میں ملبوس تھی۔

مدد آپ کی کی تھی شکریہ وہ کیوں ادا کرنا چاہتے ہیں؟"اس نے جان بوجھ" کے بات کو طول دینا چاہا۔

میرے بھائی ہیں تو میری مدد کرنے کے ناطے یہ تو ان کا اخلاقی فرض" ہے۔ بہر حال آپ کا بہت بہت شکریہ سر۔" وہ اپنے مخصوص کھنکتے ہوئے لہجے میں بولتی اس کے لیے مختص کر کے رکھی ہوئی رقم اس کی جانب بڑھانے لگی۔

کیونکہ اس دن اس کے انتظار کے بعد حمدان نے اسے پیسے دیے تھے کہ اگر وہ اسے کہیں نظر آ گیا اور وہ پاس نہ ہوئے تو یہ اسے پیسے واپس کر دے۔

اٹس اوکے۔" یہ اس کی خصلت نہ تھی کہ کسی کو کچھ دے کے واپس لینا" لیکن فی الحال وہ اسے منع نہیں کر سکتا تھا اس لیے بہت بے دلی سے پیسے اس کے ہاتھ سے تھام لیے۔

دریہ! یہ میرا کانٹیکٹ نمبر ہے اگر نیکسٹ بھی کبھی کسی قسم کا مسئلہ ہوا تو" آپ مجھے کانٹیکٹ کر سکتی ہیں۔" وہ جو اس کے انتہائی بے تکلفی سے اسے 'دریہ' پکارنے پہ بھی ابھی صحیح سے حیران بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کی اگلی کہی بات پہ چونک گئی۔

پہلے تو اس کا دل چاہا وہ دو ٹوک انکار کر دے لیکن پھر یاد آیا ابھی اس نے تازہ تازہ مدد کی ہے تو نمبر لے لینے میں کیا حرج ہے؟ نمبر لے لینے کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ کال بھی ضرور ہی کی جائے۔

یہی سوچ کے اس نے نمبر اس کے ہاتھ سے لے لیا جس نے اسے اپنا کارڈ دینے کی بجائے اسے کاغذ کے ٹکڑے پہ اپنا نمبر لکھ کے دیا تھا اور ساتھ اپنا نام 'طلال' بھی مینشن کیا تھا۔

اوکے سر طلال! آپ کا بہت شکریہ، میں اب چلتی ہوں میری کلاس کا ٹائم" ختم ہو رہا ہے۔" وہ اس سے اجازت لیتی اپنی کلاس کی جانب چل دی جبکہ وہ اس کی پشت پہ نگاہیں جمائے اب اس سے اگلی ملاقات کی سبیل ڈھونڈنے لگا کیونکہ اس کے پاس وقت کم تھا۔

نگاہ! ضرغام کے کپڑے ڈرائی کلین ہو کے آ گئے ہیں، ملازمہ سے پتہ کر" کے انہیں اس کی کلوزٹ میں سیٹ کر دیں۔" کافی دنوں کے بعد آج پھر سے 'ملک ہاوس' کے سٹنگ ایریے میں آج محفل جمی تھی کیونکہ شہرے اب دانستہِ ضرغام کی موجودگی میں یہاں آنے سے گریز کیا کرتی تھی۔

اس وقت وہ سب بیٹھے گپ شپ لگا رہے تھے جب ثمرین بیگم نے وہاں آ کے قندیل سے باتوں میں مگن نگاہ کو ہدایت دی تو نگاہ کے ساتھ ساتھ شہرے بھی چونک گئی اور اگلے ہی پل اس کے دماغ کی بتی جل اٹھی۔

بڑی ماما! کپڑے میں کلوزٹ میں سیٹ کر دوں؟" وہ نگاہ کے اٹھنے سے قبل" ہی سب سے نظریں چراتی ہچکچاتے ہوئے لہجے میں بولی تو وہ مسکرا دیں جبکہ نگاہ اس کی بات کا مقصد سمجھ کے اس کو دیکھ کے رہ گئی۔

آپ سیٹ کر دیں۔" انہوں نے ایک نظر نگاہ کے چہرے پہ ڈالی لیکن وہ" حسبِ سابق بہت سکون سے بیٹھی مسکرا رہی تھی تبھی انہوں نے اسے اجازت دی تو وہ بے چینی سے اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ ملازمہ کے بتانے پہ اس کے کپڑوں سے سجے ہینگرز ہاتھوں میں بمشکل سنبھالے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی۔

وہ آج خلافِ عادت و معمول دن کو کھانا کھانے کے بعد کمرے میں رہبان کی کال سننے آئی تو کال لیٹ آنے کی صورت میں وہ وہیں سو گئی اور اب دو گھنٹے کی بھرپور نیند لینے کے بعد جب نیچے آئی تو نیچے کا ماحول تو جیسے مکمل طور پہ بدل چکا تھا۔

حمدان، عالیان، زمل اور دریہ ریکنگ، دیواروں اور دروازوں پہ پھولوں کی لڑیاں لگا رہے تھے جبکہ آیت، داود، ہادی اور مشعل داخلی دروازے پہ بیلونز لگانے کے بعد اب فرش پہ اور باہر دروازے کے اوپر نجانے کیا کارنامہ سر انجام دینے میں مگن تھے۔

وہ ہال کے بیچ و بیچ کھڑی ان سب کو حیرانگی سے دیکھ رہی تھی جب دریہ کی نظر اس پہ پڑی۔

آپ جاگ گئیں؟" وہ اسے دیکھ کے جس طرح بلند آواز میں بولی تھی اسے "
سمجھ نہ آئی کہ یہ سوال تھا یا دوسروں کو سنانے کے لیے کوئی اعلان لیکن
بہر حال اس نے سر اثبات میں ہلا کے جواب دے ہی دیا۔

اوکے اب ایسا ہے کہ آپ کے محترم شوہر نامدار ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو "
چکے ہیں لیکن چونکہ نا تو آپ کی رخصتی نارمل طریقے سے ہوئی ہے اور نا ہی
آپ کی اپنے سسرال میں آمد اس لیے۔۔۔۔۔" وہ جو بولنا شروع ہوئی تو پھر
نان سٹاپ بولتی جب سانس لینے کو رکی تو داود نے فوراً اگلی بات اچک لی۔

اس لیے اب ہم آپ کی اسپیشل سی رخصتی کروائیں گے سو پلیز آپ اپنی "
پھپھو ساس آنسہ عقیدت بدر کے ساتھ ان کے گھر جا کے اپنے سولہ سنگھار
مکمل کریں تب تک آپ کے شوہر بھی پہنچ جائیں گے اور پ۔۔۔۔۔۔"
داود کی چلتی گاڑی کو آیت نے بریک لگائی۔

اور پھر کی پھر بتائیں گے وہ سرپرائز ہے۔"اس نے ہونق بنی آبگینے کا ہاتھ" تھام کے اسے عقیدت کے حوالے کیا جو ہاتھوں میں ایک بڑا سا باکس لیے اس کے ساتھ اپنے گھر چل دیں جبکہ وہ آنے والے لمحات کے متعلق سوچتی بے حد پریشانی کا شکار ہو رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اُس کے عمل کا ردِ عمل کیا ہو گا؟

کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے ہاتھوں میں تھامے ہینگرز جلدی سے بیڈ پہ پھینکنے کے سے انداز میں رکھے اور خود تیزی سے کلوزٹ کی جانب بڑھی۔

کلوزٹ کھولنے کے بعد وہ بہت تیز تیز ہاتھ چلاتے ہوئے مطلوبہ چیزوں کو ڈھونڈنے لگی لیکن وہ وہاں ہوتی تو ملتی ناں۔

اپنی تلاش میں ناکامی کے بعد وہ کوفت زدہ سی اس کے ہینگ ہوئے تمام کپڑوں کی پاکٹس چیک کرنے لگی لیکن ندارد۔

ایک آخری حربے کے طور پہ اس نے دراز کھولنے چاہے لیکن دولاکڈ دراز دیکھ کے اس کی پیشانی پہ بل پڑے لیکن تیسرے دراز کو ان لاکڈ دیکھ کے اسے خوشی ہوئی کہ شاید اس سے ہی کچھ نہ کچھ مل جائے لیکن دراز کھولتے ہی اس کا دل چاہا وہ اس کلوزٹ کے مالک کا سر اسی دراز میں دے مارے کیونکہ اس دراز کے اندر ایک لاکر تھا جو پاسورڈ سے کھلتا تھا۔

اب یہ کیا مصیبت ہے؟" وہ کوفت زدہ سی بڑبڑائی اور پھر سوچتے ہوئے" ضرغام کی ڈیٹ آف برتھ ٹرائی کی لیکن ناکامی نے منہ چڑھایا۔

نگاہ کی ڈیٹ آف برتھ ہو گی۔"پر سوچ انداز میں بڑبڑاتی وہ نگاہ کی ڈیٹ "
آف برتھ ٹرائی کرنے لگی لیکن لاکر کو ہنوز بند دیکھ کے اس کا بیزاری اور
کوفت سے برا حال ہونے لگا۔

یہ کیا مصیبت ہے؟ یہ اب کیسے کھلے گا؟"بیزاری کے عالم میں اس کی آواز "
بلند ہو گئی۔

اپنی ڈیٹ آف برتھ ٹرائی کریں، کھل جائے گا۔"وہ جو مختلف نمبر ملائے جا"
رہی تھی عقب سے آتی غیر متوقع بھاری آواز پہ اس کا سانس تھم گیا جبکہ
وجود جہاں کا تہاں رہ گیا۔

ایک جھٹکے سے گردن گھما کے اس نے دیکھا تو وہ دروازے کے پاس دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بہت گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اور اس کی گہری نگاہوں کو تکتے ہوئے شہرے کے دل و دماغ نے اچانک ایک ہچکولہ سا گیا۔

"وہ تمہیں بہت خاص انداز سے دیکھتے ہیں۔"

"وہ تمہیں پسند کرتے ہیں۔"

سماعتوں میں ہونے والی اس بازگشت کے ساتھ ساتھ جب آنکھوں کے سامنے سرخ رنگ لہرایا تو دل جیسے بے ساختگی میں ہی اک گھٹن کا شکار ہوا تھا۔

اور ایسی ہی گھٹن اسے ٹرپ پہ جانے سے ایک دن قبل ہوئی تھی۔

وہ فق پڑتے چہرے کے ساتھ غیر دماغی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی جو بہت چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اور اس کی بھوری آنکھیں۔۔۔

ان آنکھوں میں چھایا تاثر اس پل جانے کیوں بے لگام ہو رہا تھا۔

مگر پھر یکا یک ان آنکھوں کو تکتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سامنے کلوزٹ میں رکھا ایک فولڈر اور اپنے ساتھ نکاح کے لیے معترض ہوتا ضرغام لہرایا تو ایک سرد جمود پورے وجود پہ چھا گیا۔

اور اس جمود تلے اس کی آنکھوں سے چھلکتے تاثر سے لے کر اس رشتے کی خوبصورتی تک دب گئی تھی۔

رک کیوں گئی ہیں آپ ؟اپنی ڈیٹ آف برتھ ٹرائی کر لیں۔"اس سے چند" قدموں کے فاصلے پہ ٹھہر تا وہ اس کے ساکت کھڑے وجود کو دیکھتے ہوئے گویا ہوا تو اس کی آواز پہ وہ ہڑ بڑاتے ہوئے ہوش میں آئی۔

میری ڈیٹ آف برتھ ٹرائی کر لی، نگاہ کی ڈیٹ آف برتھ ٹرائی کر لی لیکن" آپ شاید بھول رہی ہیں کہ میری دو بیویاں ہیں تو دوسری کی ٹرائی کر لیں آپ۔" سر تا پا بغور اسے دیکھتے ہوئے اس نے ایک دفعہ پھر سے قدم اٹھائے تو شہرے نے بے ساختہ قدم پیچھے کی طرف اٹھایا۔

آئیں مل کے پاسورڈ ٹرائی کرتے ہیں۔"ہنوز اس فاصلے کو سمیٹتا وہ اس کے" بے حد نزدیک آن ٹھہرا جو پشت کلوزٹ کے ساتھ ٹکائے اب کہ بہت گھبرائی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

نہیں اور آپ پلیز اپنے ہاتھ دور رکھیں مجھ سے۔"اس کے دایاں ہاتھ"
آگے بڑھانے پہ وہ دل ہی دل میں گھبرائی لیکن بظاہر سرد لہجے میں گویا ہوئی تو
اس نے سرِ خمِ تسلیم کرتے ہوئے ہاتھ پیچھے ہٹالیا۔

میں آپ کی اس کمرے میں آمد کو کیا سمجھوں؟"دونوں ہاتھ پشت پہ"
باندھتا وہ اب کی بار سنجیدگی سے گویا ہوا تو اس نے اس لمحے پہ سو بار لعنت
بھیجی جب وہ اس کمرے میں آئی۔

وہ۔۔۔۔"وہ اس کے دوبارہ استفسار پہ ادھر ادھر دیکھتی الفاظ بنانے کی"
کوشش میں تھی جب بیڈ پہ اس کی نظر پڑی۔

وہ میں کپڑے رکھنے آئی تھی آپ کے۔"اس نے دل ہی دل میں شکر"
کرتے ہوئے تیزی سے جواب دیا کہ بروقت بہت اچھا بہانہ مل گیا تھا۔

رکھیں پھر۔"اس نے ایک نظر اس کے چہرے پہ ڈالتے ہوئے سنجیدگی کا" مظاہرہ کیا تو اس گلے پڑتی سچویشن پہ روہانسی ہو گئی۔

آپ پہلے کمرے سے جائیں۔"اس کی بے باک حرکتوں کے باعث وہ اس" سے خائف ہونے کے سبب اس کے سامنے زیادہ دیر ٹکنے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔

شہرے! گڑھے مردے مت اکھاڑیں کیونکہ نگاہ اور میرے تعلق کے" پنے جب کھولیں گے تو بہت کچھ ایسا سامنے آجائے گا جو آپ برداشت نہیں کر سکیں گی اس لیے بہتر ہو گا کہ اپنے مائنڈ سے اس سارے میس کو نکال کے اپنی سٹڈی پہ فوکس کریں۔"اس کے باہر جانے کے حکم پہ باہر کی طرف قدم

بڑھانے کی بجائے اس نے دو قدم اس کی اوڑ بڑھائے اور اس سے انچ بھر کے فاصلے پہ ٹھہر تا بھاری مگر قدرے مدہم آواز میں گویا ہوا۔
اس کی باتوں کو بہت توجہ سے سنتی شہرے اس کی باتوں پہ الجھ رہی تھی۔

جس رشتے کو لے کے آپ مینٹلی تیار نہیں ہیں اس کو سر پہ سوار نہیں" کریں۔اپنا آپ،اپنی نرمی،اپنی معصومیت،اپنی بے ساختگی و شخصیت کو اس رشتے کی نذر نہیں کریں پلیز۔" خلافِ توقع وہ بنا اسے اپنی شدتوں سے آگاہ کروائے گھمبیر لہجے میں بولتا ورطہء حیرت میں مبتلا کر رہا تھا۔

تو آپ اس رشتے کو ختم کیوں نہیں کر دیتے جبکہ آپ اس رشتے کے لیے" راضی بھی نہیں تھے اور آلریڈی نگاہ سے پیار کرتے ہیں۔"اس کے نرم لہجے نے اسے اتنی ہمت تو دے ہی دی تھی کہ وہ حیرت کے جھٹکے سے سنبھلتی

سپاٹ تاثرات کے ساتھ سنجیدگی سے گویا ہوئی تو اس کے چہرے کی گھمبیرتا بڑھ گئی۔

جبکہ لمحے کے ہزارویں حصے میں اس کی کنپٹی کی رگ نمایاں ہوئی۔

آپ یہ رشتہ ختم کرنا چاہتی ہیں؟" وہ ایک قدم مزید اس کی جانب بڑھا تو"
ان کے بیچ موجود انچ بھر کا فاصلہ لمحوں میں ختم ہوا۔

اس اچانک نزدیکی اور اس پہ مستزاد اس کا سوال جبکہ ذہن میں گونجتے الفاظ
"وہ تمہیں پسند کرتے ہیں" اور کلوزٹ میں رکھا انویلپ سب نے ایک
ساتھ اس پہ حملہ کیا تھا۔

جس کے باعث وہ فطری طور پہ گھبرا گئی تھی۔

جی۔" جی کڑا کے کہتے ہوئے اس نے کلوزٹ کے ساتھ چپکے چپکے ہی وہاں"
سے کھسکنا چاہا جب اس نے سرعت سے اپنا دایاں ہاتھ کلوزٹ پہ رکھا۔

اس کی اس حرکت پہ متحیر ہوتے اس نے بائیں جانب سے کھسکنا چاہا جب اس جانب بھی اس کے مضبوط بازو نے زنجیر بنا ڈالی۔

اس کے بے حد نزدیک ٹھہری وہ ایک طرح سے اس کی بانہوں کے حصار میں محصور اس کی پر تپش سانسوں کی لپک سے گھبرا رہی تھی۔

جس شخص کو ہمیشہ اور رشتے میں اپنے سامنے دیکھا تھا اس شخص کو اچانک ہی ایک الگ روپ میں پانا اس کے دل و دماغ کو ہِلا چکا تھا تبھی وہ جلد از جلد اس الجھن سے رہائی پا کے اس صورتحال سے نکلنا چاہتی تھی۔

آپ کے معاملے میں میری قسمت مجھ سے ہمیشہ ناراض رہی ہے۔ کبھی" اس کی وجہ میرے اپنے بنے اور کبھی آپ خود بن جاتی ہیں لیکن۔۔۔۔۔۔"اس کے کہے الفاظ پہ شہرے نے کرنٹ کھا کے اس کی جانب دیکھا۔

یہ فقط سادہ سے الفاظ تو نا تھے اور ان الفاظ سے جو مطلب اسے سمجھ آ رہا تھا وہ اس کے دل کو پتنگے سے لگا گیا۔

جبکہ اس کے دل کی منتشر ہوتی حالت سے صرفِ نظر وہ سانس لینے کے بعد مزید بولا۔

لیکن اگر آپ واقعی یہ رشتہ ختم کرنا چاہتی ہیں تو ٹھیک ہے، یہ رشتہ ختم ہو" جائے گا۔" کلوزٹ پہ رکھے ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے ہوئے اس نے یہ الفاظ کس ضبط سے بولے تھے یہ فقط وہی جانتا تھا۔

جبکہ اس کے کہے الفاظ اگرچہ اس کے حسبِ منشا تھے لیکن اس قدر غیر متوقع طور پہ سماعتوں کی نذر ہوئے تھے کہ وہ سن سی ہو گئی۔

مگر اس کے لیے آپ کو اپنی سٹڈی مکمل ہونے تک کا ویٹ کرنا پڑے" گا۔آپ جانتی ہیں کہ اس نکاح کے پیچھے کیا وجہ تھی اس لیے ابھی صرف اپنی

سٹڈی پہ فوکس کریں تاکہ تب تک ان لوگوں کی توجہ آپ کی سمت سے مکمل طور پہ ہٹ جائے۔" وہ بھاری لہجے میں کہتا اس کے اندر تک کو خاموش کر گیا۔

اسے ہر گز توقع نہیں تھی کہ وہ اتنی جلدی اور اس قدر آسانی سے مان جائے گا لیکن پھر اسے نگاہ کا خیال آیا تو پر سکون ہوئی کہ اس فیصلے کے پیچھے یقیناً نگاہ ہو گی۔

اس کے چہرے کے بنتے بگڑتے پر سوچ تاثرات کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ ہولے سے اس پہ جھکا تو وہ جو اپنی سوچوں میں مگن تھی اچانک گڑبڑائی۔

کپڑے سیٹ کر دیں ورنہ نیچے جا کے کیا جواب دیں گی کہ اتنی دیر فقط" میرے ساتھ وقت بِتاتے ہوئے کر دی؟"اس کے کہنے پہ خجل سی ہوتی وہ

اس کے بازو کے نیچے سے نکلنے کی کوشش کرنے لگی جب بہت بے ساختگی میں وہ اس کے رخسار پہ جھکا تو وہ زور سے آنکھیں میچتی اس لمس کی حدت کو بمشکل برداشت کرتی اس کے بازو کو ہٹا کے تیزی سے اس کی پہنچ سے دور ہوئی۔

میری سٹڈی مکمل ہونے تک مجھے اس طرح سے ہراس کرنے سے گریز" کیجیے گا کیونکہ میرے لیے یہ رشتہ کبھی بھی اہم نہیں رہا اور آج میری طرف سے یہ رشتہ میرے لیے ختم ہو چکا ہے چاہے اس کی قانونی کاروائی دو سال بعد ہی کیوں نہ ہونی ہو۔" سرد مہری سے بھرپور لہجے میں وہ سنجیدگی کے ساتھ بات مکمل کرتی وہ بنا اس کے تاثرات جانچتی تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی۔

دروازے ایک جھٹکے سے کھولتے اس کی نظر باہر سے دروازے کی جانب ہاتھ بڑھاتی نگاہ سے ٹکرائی تو پل بھر کے لیے ٹھٹھک گئی لیکن اگلے ہی لمحے وہ نظریں چراتی اس کے پہلو سے ہوتی باہر نکل گئی۔

اس کے چہرے پہ چھائے ناقابلِ فہم تاثرات سے الجھتی نگاہ نے لحظہ بھر کے لیے اس کی پشت کو دیکھا اور پھر سر جھٹکتی ہوئی کمرے میں اندر داخل ہوئی۔

کمرے میں داخل ہوتے ہی پہلی نظر بیڈ پہ پھینکنے کے سے انداز میں رکھے کپڑوں پہ پڑی تو چہرے پہ چھائی سنجیدگی مزید بڑھ گئی۔

کپڑوں سے نظر ہٹا کے اس نے بائیں جانب دیکھا جہاں وہ چہرے پہ پتھریلے تاثرات سجائے بلیو پینٹ کے ساتھ وائٹ شرٹ جس کے کف بازوؤں تک فولڈ کیے وہ شرٹ کے اوپری دو بٹن کھولے دایاں ہاتھ کلوزٹ پہ جمائے بائیں ہاتھ کی مٹھی بھینچے جیسے گہرے ضبط کے کڑے مراحل میں تھا۔

ضرغام!"اس کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے اور کنپٹی کی نمایاں ہوتی" رگوں کو دیکھتی وہ پریشانی سے اس کی جانب بڑھی لیکن وہ اس کی پکار پہ بھی ہر گز اس کی جانب متوجہ نہ ہوا۔

اس پل وہ نگاہ کو وہی ضرغام محسوس ہوا جو رخصتی سے قبل صبح ناشتے کے بعد دو سے تین گھنٹے اس دنیا سے بیگانہ ہو جایا کرتا تھا۔

ضرغام!"اس کے متوجہ نہ ہونے پہ وہ اس کے نزدیک پہنچی اور آہستگی سے" اپنا ہاتھ اس کے کندھے پہ رکھا تو وہ بہت بری طرح سے چونکا۔

کیا ہوا؟سب ٹھیک ہے نا؟"اس کی خوبصورت آنکھوں کے کناروں پہ" گہری ہوتی سرخی کو تکتے ہوئے اس نے متفکر لہجے میں استفسار کیا۔

ہمم!" ہنکارا بھرتے ہوئے اس نے ہاتھ کلوزٹ سے ہٹاتے ہوئے اپنے" گھنے بالوں میں پھیرتے ہوئے گویا خود کو سنبھالنے کی سعی کی۔

لیکن اندر لگی آگ جیسے آج سب کچھ جلا کے خاکستر کرنے کے درپے ہو رہی تھی۔

آپ ٹھیک ہیں؟" اس نے دوبارہ استفسار کیا تو وہ جو پہلے سے بھی کئی گنا" گھٹن اپنے اندر محسوس کر رہا تھا وہ شرٹ کے تیسرا بٹن کھولتا اس کی جانب پلٹا۔

آئم سوری نگاہ لیکن میں اس وقت کوئی بھی بات سمجھنے یا سننے کی کنڈیشن" میں نہیں ہوں۔ آپ سو جائیں۔" بمشکل اس سے بات کرتے اس نے لہجے کو کمپوز کیے رکھا اور پھر بنا اسے دیکھے سرعت سے اس کے نزدیک سے گزرتا وہ سٹڈی روم میں گھس گیا۔

ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ دروازہ بند ہونے پہ اس نے لرز کے بند دروازے کو گھورا اور پھر بیڈ پہ پڑے کپڑوں کو تکنے لگی۔

ان بکھرے کپڑوں کو تکتے ہوئے وہ اپنے چہرے پہ پھیلنے والے ناگوار تاثرات سے انجان تھی۔

چادر کو اپنے کھلے بالوں والے سر پہ ٹکائے وہ اپنے اڑے حواسوں اور متغیر ہوتی رنگت پہ بمشکل قابو پانے کی کوشش کرتی اپنے مطلوبہ کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی جب اچانک ہی شازمین میر اس کے سامنے آن رکیں۔

"کہاں اڑی اڑی پھر رہی ہو؟" سر تا پا اس کا گہری نگاہوں سے جائزہ لیتے ہوئے اس نے عجیب سے لہجے میں استفسار کیا تو وہ خاموشی سے اسے تکنے لگی جو نک سک سی تیار شاید کہیں جانے کے لیے مستعد کھڑی تھی۔

آپ کو نہیں لگتا کہ آپ مجھ سے اب کوئی بھی سوال پوچھنے کی متحمل نہیں" ہیں۔جو پیسے آپ مجھے میری مجبوریوں کے سودے کے عوض دے چکی ہیں انہیں آپ میری عزت کا تماشہ لگا کے وصول کر چکی ہیں۔" تلخی سے کہتے ہوئے اس نے اس کے سامنے سے ہٹنا چاہا جب شازمین میر نے درشتگی سے اس کا بازو تھام کے اسے ایک جھٹکے سے اپنے سامنے کیا۔

میں تم سے ہر لمحے کی رپورٹ لینے کی مجاز ہوں کیونکہ جہاں تم کھڑی ہو وہ" گھر میرا ہے۔"آنکھوں میں تنفر کی آگ لیے وہ پھنکاری توزحلے نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

بالکل ہو گا یہ آپ کا گھر لیکن میں اس گھر میں نہ آپ کے کہے پہ ٹھہری" ہوں نا آپ کے لیے ٹھہری ہوں۔جس کے لیے ٹھہری ہوں اس کے نام

کے ساتھ لگا'میر 'یہ واضح کر رہا ہے کہ یہ گھر اس کا بھی ہے۔"دوٹوک مگر جتانے والے انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جن میں تنفر بھری آگ مزید دہک اٹھی تھی۔

"یہ گھر اس کا ہوتا یا اس میں دم خم ہوتا تو کیا وہ اپنی ماں کو یوں ایک کمرے تک محدود رکھتا؟اس لیے تمہارے لیے بھی بہتر ہے کہ اس کے کمزور پروں پہ بھروسہ کرنے کی غلطی ہر گز مت کرو کیونکہ عنقریب تم ان کمزور پروں کے بدلے دربدر بھٹکنے والی ہو۔"ہڈیوں کو جما دینے والی سرد مہری سے کہتی وہ آتش فشاں لہجے میں گویا ہوئی تو جانے کیوں زحلے کو اس سے خوف سا محسوس ہوا۔

"اور ہاں اس عورت سے ملنے کی غلطی ہر گز مت کرنا کیونکہ جس عورت کو اس کا بیٹا ملنے نہیں آتا تو اس کی کوئی تو وجہ ہو گی۔"پراسرار لہجے میں اسے

تنبیہ کرتے ہوئے وہ اس کے سامنے سے ہٹی تو ششدر کھڑی زحلے کو جیسے ہوش آیا۔

"اُن کے ساتھ ایسا غیر انسانی سلوک آپ نے کر رکھا ہے؟" اس کے اچانک اور غیر متوقع سوال پہ شازمین میر نے جھٹکے سے گردن گھما کے اسے دیکھا۔

"اونہوں! اس کے اپنے بیٹے نے۔" اس کے متبسم لہجے میں دیے گئے اس جواب پہ اس کا دماغ گھوم کے رہ گیا جبکہ وجود گویا ہوا میں معلق ہو گیا۔

"حد ہے یار! میرے سسرالی بھی بکواس ترین نشانے کے مالک ہیں۔ نہیں" مطلب کندھے پہ گولی مارنے کی تک کیا بنتی ہے۔" مسلسل بڑبڑاتے ہوئے

وہ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے ضرغام کے کان کھائے جا رہا تھا۔

ہاں بالکل گولی تمہاری زبان پہ مارنی چاہیے تھی تاکہ اسے بریک لگے۔""" چڑے ہوئے انداز میں کہتے ہوئے اس نے تیزی سے گیئر بدلا تو رہبان نے خاصا برا مناتے ہوئے اس کی جانب خفگی سے دیکھا۔

انجان اور ناپسندیدہ لوگوں سے میں بات نہیں کرتا۔ یہ تم لوگ ہی ہو" جنہیں میں شرف بخشتا ہوں کہ وہ میری خوبصورت آواز سے فیض یاب ہو سکیں۔" شاکی لہجے میں کہتے ہوئے وہ اترایا تو اس نے بیزاری سے ایک نظر اس پہ ڈالی۔

نوازش۔" مختصراً کہتے ہوئے وہ نظریں ونڈو اسکرین پہ جما چکا تھا۔"

تم پریشان ہو؟"اس کے انداز کی بے چینی اور اضطراب محسوس کر کے وہ" کچھ لمحوں بعد سنجیدگی سے بولا تو اس نے سٹیرنگ زور سے گھماتے ہوئے ایک نظر اس پہ ڈالی اور سر جھٹکتے ہوئے بولا۔

نہیں۔"اس کے یک لفظی جواب پہ اس کی تشفی ہر گز نہ ہوئی۔"

شہرے نے کچھ کہا ہے یا نگاہ نے؟"اس نے اب کی بار الفاظ کے ردوبدل" سے اپنا سوال دہرایا۔

بھابھی بلایا کرو۔"ناگواری سے فوراً ٹوکا گیا لیکن مقابل نے یوں کرنٹ کھا" کے حیرت سے اسے دیکھا گویا کہ اس نے کچھ انہونا کہہ دیا ہو۔

کسے بھابھی کہوں؟شہرے کو جس نے دس سال قبل تمہارا دوست ہونے" کی پاداش میں چاچو بناڈالا یا نگاہ کو جس کو کم از کم بھابھی اور وہ بھی تمہارے رشتے سے میں نے امیجن نہیں کیا اس لیے میں بھابھی تو بلا نہیں رہا۔"اس نے دوٹوک اور صاف گو انداز میں اس کا حکم مسترد کیا۔

اچھا ویسے ایک بات تو بتاو؟"کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ سے" گویا تو ضرغام نے کچھ کہنے کی بجائے استفہامیہ نظر اٹھا کے اس کی جانب دیکھا۔

یہ شہرے ابھی تک تمہیں 'چاچو' کہتی ہے؟"اس کے بظاہر سنجیدگی سے" پوچھے گئے اس سوال کے پیچھے چھپی اس کی شرارت پہ بھناتے ہوئے اس نے گاڑی کو ایک دم سے بریک لگایا تو وہ ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

میرے خیال میں نا تمہارا باپ آئل کمپنیز میں کام کرتا ہے نا میرا باپ۔اس" لیے میں فضول میں مزید گاڑی نہیں بھگا سکتا تو مہربانی کر کے یہ بتاو کہ کیا کرنے کا ارادہ ہے؟" وہ اپنے مخصوص لہجے میں گویا ہوا تو وہ بھی فوراً سیدھا ہوا۔

سسرالیوں کو جوابی تحفہ دینا ہے اس لیے فیکٹری چلو۔" پراسرار لہجے میں" کہتے ہوئے وہ مسکرایا تو ضرغام نے دوبارہ سے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

بدرہاوس' میں موجود وہ اس وقت درِ مکنون کے کمرے میں ڈریسنگ سٹول' پہ بیٹھی وہ شیشے سے نظر آتے اپنے عکس کو دیکھ رہی تھی۔

رائل گولڈن کلر کی فرش کو چھوتی میکسی میں ملبوس، وہ میچنگ نفیس سی جیولری پہنے، شہد رنگ بالوں کا جوڑا بنائے، سافٹ سا میک اپ کیے کسی اپسرا کا سا روپ دھارے بیٹھی اپنی انگلیاں چٹخا رہی تھی۔

"اس قدر گھبرا کیوں رہی ہو؟ پہلی دفعہ تھوڑی ملنا ہے رہبان سے؟" اس کی گھبراہٹ دیکھتی عقیدت بیگم ہلکے پھلکے انداز میں بولیں تو وہ جھینپ سی گئی۔

"نن۔ نہیں۔ وہ بس ہیوی ڈریس سے دل گھبرا رہا ہے میرا۔" اس نے بروقت بہانہ سوجھنے پہ ہلکی سی آواز میں توجیہہ پیش کی۔

"بالکل بھی دل نہیں گھبرائے گا جب سیاں جی کی دلفریب نظریں اس ڈریس میں ملبوس اس حسین سراپے کو دیکھیں گے۔" دریہ اور آیت جو ابھی وہاں

داخل ہوئی تھیں وہ اس کی بات سنتے شرارت سے گویا ہوئیں تو اس کے گال گلابی ہونے لگے۔

"اماں حضور! آپ ذرا اپنے بھتیجے کے آنے کی خبر لیں تب تک ہم بھابھی کی سولو پکس لیتے ہیں اور ان کا دوپٹہ بھی سیٹ کر دیتے ہیں۔" دریہ انہیں کہتی اس کا بیڈ پہ پڑا گولڈن کلر کا دوپٹہ لیے اس کی جانب بڑھی اور دوپٹہ اس کے کندھوں اور سر پہ سجانے لگی۔

"آپ تو اکیلی کھڑی چاند کو مات دے رہی ہیں اور جب لالہ آپ کے ساتھ کھڑے ہوں گے تب کیا عالم ہو گا؟" اس کی خوبصورتی کو کھلے دل سے سراہتے ہوئے آیت شرارت سے گویا ہوئی تو اس شخص کی بے باکیوں اور شدتوں کو یاد کرتے ہوئے اس کے گال یکایک دہکنے لگے۔

آرہا ہے رہبان، جلدی کرو بھابھی کو ساتھ لے کے نیچے پہنچو۔"اسی پل"
عقیدت بیگم نے کمرے میں پہنچتے جلدی سے انہیں حکم دیا تو وہ اس کے
کندھوں پہ بڑی چادر اوڑھاتی اسے ساتھ لیے نیچے کی جانب بڑھنے لگیں۔

دریہ اور آیت کے ہمراہ جب وہ 'گردیزی ہاوس' کے مین گیٹ کے پاس پہنچی
ہی تھی کہ ایک سفید کار ان کے پاس آن رکی۔
چادر میں چھپے چہرے سے جھانکتی آنکھوں کے ساتھ اس نے کار کی جانب
دیکھنا چاہا تو نظر جیسے وہیں جم کے رہ گئی۔
سیاہ جینز کے ساتھ بلیو جرسی پہنے وہ اپنے رف ٹف سے حلیے میں ملبوس کار
سے نکل رہا تھا۔

السلام علیکم لالہ !" وہ نجانے کب تک ہونقوں کی مانند نظریں اس پہ "
جمائے کھڑی رہتی کہ آیت اور دریہ کی ایک ساتھ آواز پہ چونکی تو اس نے
دیکھا کہ ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا ایک اور پرکشش اور خوبصورت مرد بھی کار
سے باہر نکل رہا تھا۔

یہ لالہ کے بہت دلعزیز دوست ہیں، آپ کی رخصتی والے دن ان کی ہی" "
مدد سے آپ کے گھر والوں کے سامنے لالہ آپ کو رخصت کروا کے لے
گئے تھے۔" اسے ضرغام کو گھورتے پا کر دریہ نے اس کے کان کے پاس گھستے
ہوئے اسے اطلاع بہم پہنچائی۔

السلام علیکم ! کیسی ہیں آپ سب ؟" ان کے نزدیک آ کے ان سے سلام دعا"
کرنے کے بعد وہ اندر کی جانب بڑھ گیا
جبکہ رہبان نے ہتھیلی سجی سنوری آبگینے کے سامنے پھیلائی۔

اس نے چادر سے جھلکتی آنکھوں میں حیرت سموئے اس کی پھیلی ہوئی ہتھیلی کو دیکھا۔

تھام لیں قسم سے کرنٹ بالکل نہیں مارتا۔"اس کی حیرت پہ چوٹ کرتے" ہوئے وہ سنجیدگی سے بولا تو وہ خفیف سی ہو گئی۔

میں اکیلی چل سکتی ہوں۔"اپنی خجالت مٹانے کو وہ سنجیدگی سے کہتی ایک" قدم آگے بڑھی جب اس کی آواز پہ قدم تھم گئے۔

لیکن میں نہیں چل سکتا نا، میرے زخم درد کریں گے۔"اس کے کہنے پہ" اس نے فورا گردن گھما کے مسکارے سے بوجھل پلکیں اٹھائیں تو اسے لگا وہ وہیں کھڑے ان نینوں کی دلکشی میں ڈوب گیا ہے۔

تو گاڑی سے یہاں کس کے سہارے چل کے آئے ہو؟"اس کے طنز پہ اس" نے بمشکل مسکان روکی۔

خود کو تکتی آپ کی ان مخمور آنکھوں کے سہارے۔"اس کے گھمبیر لہجے" میں دیے گئے برجستہ جواب پہ اس کی پھیلی آنکھوں میں پہلے حیرت، پھر خفگی اور پھر یکایک شرم کے رنگ چھا گئے جبکہ ان بدلتے رنگوں کی دلکشی میں کھوتا وہ دو قدم مزید اس کے نزدیک ہوا۔

کیا خیال ہے پھر سے نہ بھاگ جائیں؟"اس کے بے حد نزدیک آ کے ٹھہرتا" وہ اس کے چادر میں چھپے سجے سنورے وجود کو تکتے ہوئے سرگوشی نما آواز میں بولا تو اس کی بے باکی سے شرم محسوس کرتی وہ چڑی۔

آپ کی سوچ کس قدر گینگسٹر ٹائپ ہے، لڑنا، مارنا، ذلیل کرنا، بھاگنا، "
گولیاں مارنا اور کھانا یہی آپ کے کام ہیں۔" چڑے ہوئے شاکی لہجے میں
کہتے ہوئے اس نے چار و ناچار ہتھیلی اس کی ہاتھ میں دی کیونکہ وہ جانتی تھی
جب تک وہ اس کے ہاتھوں میں ہاتھ نہ دے گی وہ اسے لیے یونہی کھڑا رہے
گا۔

اس کے نازک ہاتھ کو بہت ہی نرمی سے دباتے ہوئے وہ اس کے ہم قدم ہوتا
ان کی جانب بڑھا۔
صدر دروازے کو ہلکا سا پش کرتے ہوئے جیسے ہی انہوں نے اندر قدم رکھنا
چاہا ایک دم سے پھولوں کی برسات ان پہ ہونے لگی۔

مسز! ان سب کو روک لیں، میں تو آپ کے اس کیل کانٹوں سے لیس "
خوبصورت سراپے کی ادھوری سی جھلک سے ہی بہک چکا ہوں اب یہ سب

مل کے میرے جذبات کو مزید مت ابھاریں۔" پھولوں کی برسات کے بیچ وہ ہلکا سا اس کی جانب جھکتا سرگوشی کے سے انداز میں بولتا اس کا دل دہلا گیا۔اس کی گرفت میں مقید اس کا نازک ہاتھ کپکپا سا گیا۔

اس نے حیا کے احساس سے بوجھل ہوتی پلکیں اٹھا کے دیکھا تو ہال کا نقشہ مکمل طور پہ بدلا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

فریش پھولوں کی لڑیوں، بیلونز اور لائٹنگ کی وجہ سے اسے بہت خوبصورت سی لک دی گئی تھی۔

بی جان آگے بڑھیں اور ان دونوں پر سے پیسے وار کے ملازمہ کو تھمائے۔

بی جان! آپ کو میرے خیال میں صدقہ فقط آبگینے کا ہی اتارنا چاہیے تھا" کیونکہ ساتھ کھڑا آپ کا پوتا جس طرح اس کو گھور رہا ہے وہ۔۔۔۔۔۔۔"

ان سے قدرے فاصلے پہ وہ صوفے پہ بیٹھا فورک سے پائن ایپل کھاتے ہوئے ان لوگوں پہ نظریں جمائے بولا تو رہبان سلگ اٹھا۔

اور یہ بات کون کہہ رہا ہے؟ جس کی خود کی دو دو بیویاں ہیں۔ "اس کے" جوابی حملے کا اس پہ کوئی خاطر خواہ اثر نہ ہوا بلکہ وہ یونہی اطمینان سے بیٹھا اپنے کام میں مگن رہا۔

اللہ پاک تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے، پوتو پھلو دودھو نہاو۔ "آبگینے کی" پیشانی چومتے ہوئے انہوں نے دعا دی تو اس کا سر شرم سے مزید جھک گیا۔

لالہ! اب تو آپ کا اتنا گرینڈ ویلکم بھی کر دیا ہے، اب تو دکھا دو کہ بھابھی کو" کیا گفٹ دیا تھا؟" آبگینے کے چہرے سے چادر ہٹا کے اسے رہبان کے ساتھ صوفے پہ بٹھا کے ان دونوں کی ڈھیروں تصاویر لینے کے بعد وہ مشعل بے صبرے پن سے بولی تو باقی سب نے بھی اس کی تائید میں شد و مد سے سر ہلایا۔

آج آفیشلی رخصتی ہوئی ہے میری بیوی کی، وہ آج ہی تو میرے ساتھ" رخصت ہو کے اپنے سسرال میں اینٹر ہوئی ہے تو دے دوں گا آج گفٹ بھی تو دیکھ لینا۔"اس کی معصومیت کے اس مظاہرے کو کسی نے بھی اتنا پسند نہ کیا کیونکہ سبھی جانتے تھے کہ یہ معصومیت کس قدر ڈھونگ تھی۔

اور وہ جو ہنی مون کے نام پہ دو مہینے ان آفیشلی رخصتی کے گزار کے آئے" ہو، وہ کیا تھے؟"ایسے برجستہ حملے اس وقت ضرغام ہی کر سکتا تھا کیونکہ بہت کم ہوتا تھا جو رہبان جیسا شخص قابو میں آئے۔

اب میں تم لوگوں کو اپنے شب و روز کا حساب دیتا اچھا تھوڑی لگتا ہوں؟"""" گدی کھجاتے ہوئے وہ مسکراہٹ دبا کے بولا لیکن اس سے پہلے کہ کوئی مزید

کچھ کہتا حماد گردیزی اور رضا گردیزی کے آنے پہ ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

آپ دونوں ہاسپٹل سے ڈسچارج لینے کے بعد کہاں گئے تھے؟"ان" دونوں کو دعاوں سے نوازنے کے بعد اپنی اپنی نششت سنبھالتے ہوئے رضا گردیزی بولے تو رہبان نے چونک کے انہیں دیکھا جن کے چہرے کی سنجیدگی بتا رہی تھی کہ وہ کسی حد تک تو اس کے کارنامے سے واقف ہو ہی چکے ہوں گے۔

پیر سیداں۔"اس نے بھی بات گھما پھرا کے کرنے کی بجائے کھل کے" جواب دیا تو اس کے اس جواب پہ لڑکیوں کے جھرمٹ میں سر کو جھکائے بیٹھی آبگینے نے ایک جھٹکے سے گردن اٹھا کے اس کی طرف دیکھا لیکن اس وقت اس کی ساری توجہ اپنے چچا کی طرف مبذول تھی۔

وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"ان کے سنجیدہ انداز پہ نجانے کیوں اسے کسی گڑ بڑ کا" احساس ہوا۔

اس سے بڑی وجہ کیا ہو گی کہ وہ میرا سسرال ہے۔"اس کے مطمئن انداز" میں دیے گئے جواب پہ جہاں ضرغام نے مسکراہٹ دبانے کا جلدی سے پائن ایپل کا آخری پیس منہ میں رکھا وہیں باقی سب اس کو دیکھ کے رہ گئے۔

مل آئے سسرالیوں سے؟"دونوں چچا بھتیجا اس وقت گویا باقی سب سے" انجان بنے اپنے سوال وجوابات میں مصروف تھے جبکہ مارے پریشانی کے آبگینے کے دل کو گویا پتنگے سے لگ گئے تھے۔

نا، آج اپنے آنے کی خوبصورت سی اطلاع دے کے آیا ہوں۔ملنے کے لیے "
پھر کسی دن چلا جاوں گا سیدھا ہی 'پیر حویلی'۔"اس نے بھی بھرپور سنجیدگی کا
مظاہرہ کرتے ہوئے جواب دیا یہ اور بات تھی کہ آنکھوں کی چمک اور
شرارت اس کے لہجے کی سنجیدگی کو مات دے رہی تھی۔

یہ کیا باتیں کر رہے ہو تم لوگ؟ رہبان تم 'پیر سیداں' کیوں گئے تھے؟ تم "
جانتے ہو نا کہ وہاں ابھی جانا تم لوگوں کے لیے کتنا خطرناک ہے۔"ان
دونوں کی اس سوال وجوابات والی گیم کو بی جان کی متفکر آواز نے منقطع کیا تو
دونوں چونکے تھے۔

جی بی جان۔"اب بی جان سے تو وہ ایسے برجستگی کا مظاہرہ کرنے سے رہا"
اس لیے مختصراً کہہ کے بات ختم کر دی۔

یہ اور بات تھی کہ اب اس ختم ہوئی بات نے آبگینے کو اس قدر بے چین کر رکھا تھا کہ وہ جو کئی گھنٹوں سے یہ دعا مانگ رہی تھی کسی بہانے آج وہ رہبان کے ساتھ کمرے میں جانے سے بچ جائے لیکن اب وہ ہی یہ دعا کر رہی تھی کہ جلد از جلد کمرے میں پہنچیں تا کہ وہ اس سے اس کی بابت دریافت کر سکے۔

یہ کیا بکواس ہے؟ کس نے کیا یہ سب؟"ان سب سے دور' پیر سیداں' کی" حدود میں واقع پیر حویلی والوں کی ذاتی شو گرمل میں کھڑے جعفر سائیں بلند آواز میں دھاڑے۔

سائیں! ہم کچھ نہیں جانتے۔ مشینیں بالکل ٹھیک کام کر رہی تھیں لیکن پھر" اچانک بجلی بند ہونے کے بعد جب آدھ گھنٹے بعد کنکشن ٹھیک ہوا تو دیکھا کہ

مشینیں الیکڑک کرنٹ کے باعث جل چکی ہیں۔"تجربہ کار مینیجر نے ان کے انداز پہ بوکھلاتے ہوئے بمشکل جواب دیا توان کا تنفس مارے غصے کے بھڑک اٹھا۔

اسی لمحے طلال لمبے لمبے ڈگ بھرتا بہت تیزی کے ساتھ ان کی جانب چلا آیا۔

"آج دن میں یہاں ضرغام ملک اور رہبان گردیزی کے آنے کی خبر ملی تھی آپ کو؟"آتے ساتھ ہی جلی ہوئی مشینوں پہ ایک بنا نظر ڈالے بغیر وہ خطرناک سنجیدگی کے ساتھ باپ سے مخاطب ہوا۔

"ان کی لاعملی پہ اس کے چہرے پہ غیض و غضب بڑھ گیا جبکہ نہیں۔آنکھیں بھی گویا غصے کی شدت سے دہک اٹھی تھیں۔

وہ کمینہ انسان آج بہت دیدہ دلیری سے اپنے اسی دوست کے ساتھ ہمارے" علاقے میں آیا تھا اور یہ سب بھی اسی کا کارنامہ ہے۔"اچانک ہی وہ بلند آواز میں گرجا تو انہیں گویا سانپ سونگھ گیا۔

لیکن چند لمحوں کے بعد وہ سنبھلتے ہوئے شاکڈ انداز میں گویا ہوئے۔

ایسا کیسے ممکن ہے؟ علاقے میں ہر طرف ہمارے آدمی پھیلے ہوئے کتوں کی" مانند اس کی بو سونگھ رہے ہیں، ایسے میں وہ یہاں کیسے آسکتا ہے اور آنے کے بعد ہماری ہی فیکٹری کو کیسے نقصان پہنچا سکتا ہے؟"ان کا شاک اب اشتعال میں بدل رہا تھا۔

آپ کے آدمیوں کو وہ چکما دے کے اپنی کمینگی دکھا گیا ہے۔پہلے اس نے" ہماری عزت پہ وار کیا، پھر چچا سائیں کو جیل میں ڈالا اور اب یوں ہمارے ہی علاقے میں گھس کے ہمارا نقصان کیا ہے۔اس کے جرائم کی فہرست بڑھتی

جارہی ہے اس لیے اب آپ صبر کریں کیونکہ اس کو زک پہنچانا آپ کے رکھے ان آدمیوں کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ میں خود اسے اس جگہ سے زک پہنچاوں گا کہ وہ سالوں یاد رکھے گا۔"آنکھوں میں نفرت اور انتقام کی بھڑکتی آگ لیے وہ سرد لہجے میں بولا تو جعفر سائیں نے توجہ سے اسے دیکھا۔

کیا کرنا چاہتے ہو تم؟"انہوں نے اس کے ارادے جاننے چاہے۔"

اسے اُسی کے انداز میں جواب دینا۔"اس نے نپے تلے انداز میں کہتے" ہوئے ایک نظر ناکارہ ہوئی مشینوں پہ ڈالی تو اندر لگی آگ مزید بھڑک اٹھی۔

پتہ چلا کچھ کہ اس رات اسے بچا کے ہاسپٹل لے جانے والا کون تھا؟""" انہیں اچانک یاد آیا تو واپس پلٹتے طلال کو پکارا۔

نہیں لیکن آپ فکر نہیں کریں اُس کا بھی پتہ چل جائے گا اور چچا سائیں کا" بھی کیونکہ اب تُرپ کا پتہ میرے ہاتھ میں ہے۔" پر تپش انداز میں کہتے ہوئے وہ تیز قدموں سے چلتے ہوئے باہر نکل گیا۔

جبکہ اندر سلگتے ہوئے جعفر سائیں پیر سائیں کو کال ملانے لگے۔

سُن ہوئے دماغ کے ساتھ وہ ان کے کمرے کے بند دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔

اس کا دماغ ابھی تک شازمین میر کے کیے گئے ہولناک انکشاف کی زد سے باہر نہ نکلا تھا۔

ایسے کیسے ممکن تھا کہ وہ شخص جو اِسے کچھ نہیں سمجھتا جسے اس نے ایک انتقامی کاروائی کی بدولت اپنی زندگی میں شامل کیا تھا اس سے اپنی ماں کے لیے التجا کرتا رہا ہے ایسے میں وہ کیسے مان لے کہ اپنی ماں کی اس حالت کا ذمہ دار بھی وہی ہے۔

دماغ میں ڈھیروں سوالات کا بوجھ لیے اس نے ہولے سے دروازے کو دھکیلا تو حسبِ معمول منظر دیکھ کہ اس کے دل کو تکلیف ہوئی۔

آج وہ بیڈ پہ نیچے کو پاوں لٹکا کے بیٹھی ہوئی تھیں جبکہ پیروں سے بندھی زنجیر کے باعث ان کے سفید زخمی پیر ایک دفعہ پھر سے سرخ ہو رہے تھے۔ وہ بے ساختہ آگے بڑھی۔

"آپ پاوں کو حرکت نہ دیا کریں ناور نہ آپ کے پہلے والے زخم بھی خراب ہو جائیں گے اور نئے زخم بھی آئیں گے۔" ان کے پیروں کے پاس بیٹھتے ہوئے اس نے ان کے پیروں کے سرخ حصے کو سہلاتے ہوئے گویا ان کی تکلیف کم کرنے کی کوشش کی۔

تم پھر آگئی ہو؟چوڑیاں لائی ہو؟" وہ گزرے ان دنوں میں روزان کے "
پاس آکے بیٹھتی تھی۔اس کا یہ فائدہ ہوا تھا کہ انہیں اس سے انسیت سی ہو گئی
تھی۔

جی۔ کیسی ہیں؟" بمشکل مسکراتی وہ یونہی گھٹنوں کے بل ان کے پیروں "
میں بیٹھی ان کے سامنے دونوں کلائیاں کرتی استفسار کرنے لگی۔

یہ بہت پیاری ہیں۔" کپکپاتے ہاتھوں کی انگلیوں سے اس کی چوڑیوں کو "
حرکت دیتے ہوئے وہ آہستگی سے گویا ہوئیں تو وہ چوڑیوں کی کھنکھناہٹ کے
ساتھ ان کی آنکھوں کی چمک کو بڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

اور اسی چمک کو دیکھتے ہوئے اس نے جھجھکتے ہوئے اپنے سر سے دوپٹہ
سرکاتے ہوئے کھلے بال نکال کے اپنی پشت پہ بکھیرے تو اس نے دیکھا کہ
ان کی خوبصورت آنکھوں کی چمک دوبالا ہو گئی ہے۔

ی۔۔یہ۔۔۔"بولنے کی کوشش کرتے ہوئے انہوں نے بایاں ہاتھ اس" کے کھلے بالوں کی طرف بڑھایا اور ان کی نرمی محسوس کرنے لگیں۔

آنٹی! نین کہاں ہے؟"وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ 'نین' کسے بلاتی تھیں لیکن" یہ نام وہ اکثر پکارتی تھیں اس لیے انہیں اپنے بالوں کے ساتھ مگن دیکھ کے اس نے ہولے سے استفسار کیا۔

نین؟"ایک ہاتھ اس کی چوڑیوں سے بھری کلائی پہ رکھے دوسرے ہاتھ" سے اس کے بال سہلاتے ہوئے وہ پل بھر کے لیے سوچ میں پڑی تھیں۔

ہاں، نین۔"اس نے ان کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اپنے لفظوں پہ زور" دیا۔

وہ۔۔وہ میرے لیے یہ لینے گیا ہے۔مجھے یہ اچھی لگتی ہیں۔"انہوں نے" ذہن پہ زور ڈالتے ہوئے گم صم سے لہجے میں جواب دیا تو اس کا دل گداز ہونے لگا۔

وہ واپس نہیں آیا؟"اس نے اپنا اگلا سوال پیش کیا۔"

نہیں۔وہ نہیں آتا۔"اس نے دیکھا کہ یکا یک ان کی آنکھوں کی جوت ایک" دفعہ پھر سے بجھ گئی تھی۔

تبھی اس نے چادر مکمل طور پہ سر کا کے اپنے بال اپنے کندھوں پہ بکھیرتے ہوئے ان کے دونوں ہاتھ تھامے۔

آپ کو نین کی دلہن چاہیے؟ وہ آپ کے لیے اپنی دلہن لینے نہیں گیا کیا؟ وہ" آپ کو اچھی لگتی ہے کیا؟" اسے یہ بھی یقین نہیں تھا کہ آیا اس کا شوہر ہی نین ہے یا کوئی اور لیکن اُس نے اسے کہا تھا کہ جا کے کہو نین کی دلہن ہوں تبھی اس نے اگلے مرحلے کی جانب بڑھنے کا سوچا۔

نین کی دلہن؟" وہ ایک دفعہ پھر سے سوچوں میں گم ہو چکی تھیں۔" ہاں نین کی دلہن، جو چوڑیاں پہنتی ہو، بال کھول کے رکھتی ہو اور تیار رہتی" ہو۔" ان کے کمزور ہاتھوں پہ اپنے ہاتھوں کا نرم سا دباو بڑھاتی وہ مدہم انداز میں بولتی ہنوز ان کے پیروں کے پاس ہی گھٹنوں کے بل براجمان تھی۔

ہاں، ہاں۔ مجھے نین کی دلہن لینی ہے۔" انہوں نے اس کی بات سن کے" بچوں کی طرح شدومد سے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا تو وہ تھوک نگلتے ہوئے آر یا پار ہونے کے لیے لفظ جمع کرنے لگی۔

م۔۔میں نین کی دلہن ہوں۔"سر جھکاتے ہوئے اس نے اللہ کا نام لے" کے اس رسک میں پاوں گھسا ہی لیے۔

یا اللہ پاک اگر یہ نین کوئی اور ہے 'ذوالنورین میر 'نہیں ہے تو مجھے معاف" کر دیجیے گا۔"اس نے ساتھ ہی فوراً دل ہی دل میں اللہ پاک سے معافی بھی طلب کر لی کہ کہیں انجانے میں کسی نامحرم کے ساتھ اپنا رشتہ نہ جوڑ رہی ہو۔

جبکہ اس کی سوچوں کے برعکس اس کی بات سن کے ان کا چہرہ یوں سپاٹ ہوا گویا کسی پتھر کی مورت کا ہو۔

جھوٹ بولتی ہو تم۔"اس کے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ کھینچتے ہوئے انہوں" نے طیش سے اسے پرے کو دھکیلتے ہوئے اونچی آواز میں کہا تو ان کے اس ردِ عمل پہ وہ پل بھر کے لیے سہم سی گئی۔

جاو یہاں سے تم، جھوٹ بولتی ہو۔میرے نین۔۔ نین کو دور لے گئی ہو"
مجھ سے اور اب۔۔اب جھوٹ بولتی ہو۔"اچانک ہی وہ گویا اپنے حواسوں
میں نہ رہیں اور اسے ایک دفعہ پھر سے پرے دھکا دیا تو وہ اپنے توازن برقرار
نہ رکھی اور لڑکھڑاتی ہوئی پرے کو گر گئی جس کے باعث اس کا رخسار پہ
مندمل ہوتا زخم ایک دفعہ پھر سے لہو چھلکانے لگا۔

آپ۔۔آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔میں آپ کے نین کی دلہن ہوں۔یہ"
دیکھیں مجھے۔"اپنی پوری ہمت جتاتی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوتی ان کے
سامنے اپنی کلائیاں کرتی ہلکا سا گھومی تو اس کے رخسار پہ بہتے خون کو دیکھ کے
گویا وہ ہِل سی گئیں۔

وہ۔۔وہ خون؟"انہوں نے یکسر بدلے ہوئے لہجے میں اس کی طرف" اشارہ کرتے ہوئے کہا تو درد کی شدت کو بمشکل برداشت کرتی مسکرائی۔

کچھ نہیں ہوا ہے۔آپ یہاں مجھے دیکھیں۔میں سچ میں آپ کے نین کی" دلہن ہوں۔"اس نے بہت ہمت سے ان کے پاس بیٹھتے پہ بیٹھتے ہوئے ان کا چہرہ اپنی طرف موڑتے ہوئے اپنے الفاظ پہ زور دیا۔

تم نین کی دلہن ہو؟"اس کی طرف دیکھتے وہ کھوئے کھوئے لہجے میں کہتی" اس کے چہرے اور گردن کو چھونے لگیں تو نجانے کیوں لیکن اسے پل یوں محسوس ہوا کہ اُس دشمنِ جان کے گستاخی پہ مائل لب اس کے چہرے اور گردن پہ رقص کر رہے ہیں۔

اور یہی احساس پل میں اس کے چہرے کو فطری حیا کے رنگوں سے دہکا گیا۔

اور شاید یہی رنگ تھے جنہوں نے اس کے سامنے بیٹھی حواس الباختہ عورت کی آنکھوں کو چمک سے بڑھ دیا۔

وہ آگے بڑھیں اور اسے سینے سے لگا لیا۔

نین کی دلہن ہو۔ نین بھی آئے گا۔ چو۔۔ چوڑیاں بھی، پھول بھی۔""

عجیب بے ربط سے الفاظ بولتے ہوئے وہ اس کی کلائیوں اور کھلے بالوں کو دیکھنے لگیں۔

اسی لمحے دروازے پہ دستک کی آواز سن کے جہاں وہ چونکی تھی وہیں اس نے دیکھا کہ وہ سہم گئی ہیں۔

میڈم !اب آپ پلیز باہر چلی جائیں۔ ہمیں میڈم کو چینج کروانا ہے،"
میڈیسن دینی ہے۔" دروازہ کھول کے اندر آتی ملازمہ روبوٹک انداز میں بولی
تواس نے ایک نظرانہیں دیکھاجواس کے ہاتھ کو دبوچے بیٹھی تھیں۔

میں چینج کروادیتی ہوں ان کو۔" اس نے ان کے چہرے کی سراسیمگی دیکھتے"
ہوئے کہا۔

نہیں۔اس کی ہمیں اجازت نہیں ہے۔" اس نے دوٹوک لہجے میں جواب"
دیاتووہ گہری سانس بھر کے رہ گئی کیونکہ وہ ابھی سے اپنی من مانی کر کے ان
کے لیے کوئی مشکلات نہیں پیدا کرنا چاہتی تھی تبھی ان کے ہاتھ ہولے سے
چومتی حسبِ معمول کلائی سے چوڑیاں اتار کے ان کے پاس رکھتی باہر نکل
گئی۔

کمرے میں پھیلی زرکاری روشنی میں وہ صوفے پہ بیٹھا دونوں ٹانگیں سامنے میز پہ پھیلائے اپنی گود میں لیپ ٹاپ دھرے اپنے کام میں مسلسل مگن تھا جب اس نے محسوس کیا کہ اس کے ساتھ والے صوفے پہ وہ آ کے براجمان ہوئی تھی۔

"کچھ کہنا چاہتی ہو؟" چند ثانیے اس کے بولنے کا انتظار کرنے کے بعد وہ خود ہی اپنے مخصوص سنجیدگی سے لبریز بھاری لہجے میں گویا ہوا۔

"ہاں۔" اس نے یک لفظی جواب دیا تو اس نے لیپ ٹاپ کی سکرین سے نظر ہٹا کے اسے دیکھا گویا بولنے کا اشارہ دیا گیا ہو۔

جس دن آپ کا نکاح ہو رہا تھا شہرے سے، تب آپ نے یہ کیوں کہا تھا کہ "
آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟"اس کے ایسے غیر متوقع سوال پہ اس کی کی
بورڈ پہ تھرتھراتی انگلیاں لحظہ بھر کو تھمیں۔

تو کیا نہیں کرتا؟"اب کی بار بنا اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس نے جواب "
میں بھی سوال کیا تو وہ اسے دیکھ کے رہ گئی۔

ہاں لیکن محبت کرنے میں فرق ہوتا ہے۔"اس نے چڑانے والے انداز میں "
کہتے ہوئے جواب دیا۔

عجیب منطق ہے آپ کی، محبت میں کون سا فرق آ گیا؟"اس نے اب کی بار "
بھی لیپ ٹاپ سے نظریں نہ ہٹائی تھیں۔

ویسا ہی فرق آتا ہے جیسا شہرے کے لیے آپ کی محبت اور میرے لیے"
آپ کے جذبات میں ہے۔"اس کے ایسے جواب پہ وہ سر تا پا پل بھر کے
ٹھٹھک گیا اور پھر ٹھک سے لیپ ٹاپ بند کر کے مکمل طور پہ اس کی طرف
متوجہ ہوا۔

ان بے سر و پا باتوں کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟"اس کی سنجیدگی پہ نگاہ گڑ بڑائی"
تھی لیکن ظاہر نہ ہونے دیا۔

بے سر و پا باتیں یہ ضرور ہوتیں جو ان سے تین لوگوں کی زندگیاں نہ"
وابستہ ہوتیں لیکن اب یہ بے سر و پا نہیں ہیں۔"اس نے بھی سنجیدگی سے
اسے بہت کچھ باور کروانے کی کوشش کی۔

چار۔۔چار زندگیاں۔"فوراً سے پہلے اس نے اس کی بات کی تردید کی تو اس" کے دو لفظی اس جواب پہ نگاہ کا وجود جیسے برف کے تودے تلے دھنستا چلا گیا۔

آپ اس چوتھی زندگی کو اس سب میں فراموش کیسے کر سکتی ہیں جبکہ بات" تو شروع ہی اسی زندگی سے ہوئی تھی۔"اس نے مزید کہا تو نگاہ کا چہرہ رنگ بدلنے لگا جبکہ کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

ریلیکس، میرا مقصد آپ کو پریشان کرنا نہیں تھا۔"اس کی حالت دیکھ کے" وہ لیپ ٹاپ وہیں میز پہ رکھتے ہوئے اٹھ کے اس کے نزدیک ہوا اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔

اس کا سہارا ملنے کی دیر تھی کہ وہ اس کے کندھے سے لگتی پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

نگاہ ریلیکس۔"اس کے بال سہلاتے ہوئے اس نے اسے چپ کروانے کی" کوشش کی۔

جو اس کی کوشش پہ تو نہیں ہاں اپنی بھڑاس مکمل طور پہ نکالنے کے بعد چپ ہوتی اس سے الگ ہوئی۔

گنتی کر لو کہ میری اب تک کتنی شرٹس آپ یوں ہی گندی کر چکی ہو۔""" اس کو اس فیز سے نکالنے کے لیے اس نے جان بوجھ کے اپنی گیلی شرٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ گئی۔

اب اتنا تو حق رکھتی ہوں نا۔"روئے روئے سے چہرے اور بھیگی پلکیں لیے" خجالت سے کہتی وہ اسے بھی مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔

رات بہت ہو گئی ہے، رہبان آپ اٹھو ریسٹ کرو اور مشعل دریہ آپ بھی" اٹھو بھابھی کو روم میں چھوڑ کے آو۔"انہیں وہاں بیٹھ کے گپ شپ لگاتے تقریباً آدھی رات گزر چکی تھی اسی لیے مائرہ بیگم نے وہاں آتے انہیں ٹوکا تو ان کے حکمیہ الفاظ پہ ان سے باتوں مگن آبگینے کا دل کانپ اٹھا۔

اس نے درزیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا جو صوفے کی پشت پہ ہاتھ پھیلائے، ٹانگ پہ ٹانگ چڑھائے بہت اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

چلیے بھابھی جی۔"آیت نے اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے شرارت" سے کہا تو اس کی دھڑکنوں کی رفتار میں اضافہ ہوا۔

آیت ! پہلے اپنے بھائی سے پوچھ لو کہ کہیں وہ خود نہ اپنی بیگم کو کمرے میں " لے جانا چاہتا ہو۔" ریحان نے شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو ان سب کی ہوٹنگ پہ وہ بے طرح شرم محسوس جلدی سے بول اٹھی۔

نہیں، میں خود چلی جاوں گی۔" وہ جلدی سے کہتی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی " ہوئی کیونکہ اس سے کچھ بعید نہ تھا کہ وہ اپنے زخموں کی پرواہ کیے بغیر اسے لیے سیڑھیوں پہ نہ چڑھ جائے۔

اس نے بھابھی نہیں بھائی سے پوچھنے کا کہا تھا۔" اس کے فوری طور پہ بول " اٹھنے پہ وہ تپے ہوئے لہجے میں بولا تو اس کے انداز پہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کے ہونٹوں پہ مسکان سی پھیل گئی جس فوراً دباتے ہوئے وہ مشعل، آیت اور دریہ کے ہمراہ تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ بڑھ گئی۔

گڈ نائٹ۔" اسے دروازے کے پاس چھوڑ کے وہ اسے وش لک دینے کے " بعد وہاں سے چلی گئیں تو اس نے پوری طرح سے ہمت مجتمع کرتے ہوئے دروازے کو ہولے سے دھکیلا تو خوشبوؤں کے ریلے نے اس کا بھرپور استقبال کیا۔

قدم آگے بڑھاتے ہوئے اس نے جونہی کمرے کے اندر قدم رکھا تو نگاہیں تھم سی گئیں جبکہ دھڑکنیں پل بھر کے لیے سست پڑنے کے بعد اس قدر بے لگام ہوئیں کہ ان کی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی تھی۔

سرخ و سفید فریش پھولوں سے مکمل طور پہ سجا ہوا کمرہ اور بیڈ، سائیڈ ٹیبلز اور میز پہ پڑی کینڈلز، اور کمرے کی سامنے والی دیوار لگا ان کی مظفر آباد میں لی گئی ایک تصویر کا انلارجڈ پورٹریٹ اور کمرے میں پھیلی مدہم سی روشنی حواسوں پہ چھا رہی تھی۔

ویلکم کومائی لولینڈ مسز رہبان گردیزی۔"وہ نجانے کب تک کمرے کی" خوبصورتی کے سحر میں ہی جھکڑی رہتی کہ عقب سے آنے والی گھمبیر سرگوشی اور اپنے پیٹ کے گرد حائل ہونے والے مضبوط ہاتھوں کی گرفت نے اسے چونکا دیا۔

اس سے پہلے کہ وہ مڑ پاتی اس نے اس کے گرد گرفت مضبوط رکھتے ہوئے اس کے کندھے پہ اپنے لب رکھے تو اس نے اپنا سانس تک روک لیا۔

سانسیں نارمل کریں مسز کیونکہ اب آپ ساری رات سانس روک کے" تھوڑی رکھیں گی۔"اس کی رکی ہوئی سانس محسوس کر کے اس نے اپنی بیئرڈ کو اس کے رخسار سے رب کیا تو وہ اس کی چبھن سی سسکی۔

سس۔۔"اس کی مدہم سی سسکی پہ اس نے اس کا لہو چھلکاتا چہرہ دیکھا اور" پھر ہولے سے سیدھا ہوتے ہوئے اس کے کندھوں کے گرد لپٹی چادر کو اس کے وجود سے علیحدہ کرنے لگا۔

رہبان۔۔پلیز۔۔وہ میں میرا مطلب ہے کہ وہ۔۔۔۔۔"اس کے چادر" ہٹانے پہ اس کے صحیح معنوں میں چھکے چھوٹے تھے تبھی وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بہت کچھ کہنے کی ناکام کوشش کرتی اس کی جانب مڑی۔

آج آپ سارے مطالب کو کچھ دیر کے لیے فراموش کر دیں۔"برجستگی" سے اس کی بات کاٹتے ہوئے اس نے اس کے ماتھے پہ اپنے لب رکھے تو اس کا دل اپنے ہاتھوں میں دھڑکنے لگا۔

وہ۔۔وہ پیر حویل۔۔۔"اس نے ایک دفعہ پھر سے کچھ بولنے کی کوشش" کی جب وہ اس کے رخسار پہ جھکا۔

"پیر حویلی والوں کو گولی مارو،ان کا دل میری بانہوں میں مقید ہے۔مجھے ان سے کیا غرض۔" مخمور لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اب کی بار اس کے اوپری لب پہ بنے تل کو نشانہ بنایا تو وہ بے اختیار ہی اس کے سویٹر کو دونوں مٹھیوں میں بھینچ کے رہ گئی۔

اور اس کی یہی بے اختیاری رہبان کے جذبات کو منہ زور کر گئی تبھی وہ اس کے وجود کو بانہوں میں لیے بیڈ کی جانب بڑھا تو وہ جیسے ہوش میں آئی۔

رہبان، پلیز میری بات سنو۔۔۔"اس نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا" لیکن وہ بہت سہولت سے اس کے لپ اسٹک سے سجے ہونٹوں پہ اپنا ہاتھ رکھتا اس کی گہری آنکھوں میں تکنے لگا۔

آبگینے ڈونٹ سے آورڈ، آپ کو لگتا ہے کہ میں اس وقت اپنے ہوش و" حواس میں ہوں کہ آپ کی باتوں کو سمجھ یا سن سکوں۔"گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کی گردن پہ جھکا تو اس کے لمس کی حدت و شدت سے گھبراتے ہوئے اس نے زور سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے خود پہ قابو پاتے کی کوشش کی۔

کیونکہ وہ اب کمرے کی مدہم روشنی بھی گل کیے اس کی میکسی کے بیک گلے کی ڈوری پہ ہاتھ رکھے اسے کھولنے کی کوشش کرتا اس کے وجود پہ مکمل طور پہ چھائے ہوئے اسے خود میں سمٹنے پہ مجبور کر گیا۔

کیونکہ آج اس کے لمس کی شوریدگی وشدت اس کے جذبات,اس کے پیار، اس کے جنون کا پتہ دے رہی تھی۔

یہ سارے ایڈونچرز میرے ساتھ تب ہی کیوں ہوتے ہیں جب میں اکیلی" ہوتی ہوں؟"ٹائر پنکچر ہو جانے کی وجہ سے سڑک کنارے رکی ہوئی گاڑی کی بیک سیٹ پہ بیٹھی دریہ افسردگی سے بولی تو آیت اور زمل نے بیک وقت ایک ساتھ اسے گھور کے دیکھا۔

کیا کہنے تمہارے اکیلے پن کے جو ایک عدد ڈرائیور اور دو خوبصورت" دوشیزاوں کے ساتھ ہونے کے باوجود برقرار ہے۔"زمل نے طنزیہ لہجے میں کہا تو وہ خجل سی ہو گئی۔

میرا مطلب تھا کہ کوئی لڑکا نہیں ہے نا ہمارے ساتھ۔"اس نے فورا اپنی" بات کی وضاحت کی۔

ہاں ان سے تو جیسے تمہاری بڑی بنتی ہے۔"زمل نے دوبارہ چوٹ کی۔"

بنتی تو تمہارے ساتھ بھی نہیں ہے لیکن کیا کریں مجبوری ہے۔چلو آو" تھوڑی دیر باہر نکلتے ہیں تب تک ڈرائیور بھی ٹائر کا ارینج کر لے گا۔"اس نے دونوں کو کہا تو وہ بھی اس کی بات کی تائید کرتے اس کے ساتھ باہر نکلیں۔

انہیں گاڑی کے نزدیک ہی کھڑے ہو کے باتیں کرتے پانچ منٹ ہی گزرے ہوں گے جب ایک گاڑی ایک دم سے ان کے پاس آ کے رکی تو وہ چونکیں۔

لیکن ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے طلال کو دیکھ کہ دریہ کی آنکھوں میں شناسائی کی رمق جاگی۔

ارے یہ وہی ہیں جنہوں نے میری فیس کے پیسے دیے تھے۔"اسے گاڑی" سے باہر نکلتا دیکھ کے وہ مارے جوش کے قدرے بلند آواز میں گویا ہوئی تو وہ آیت اس کا ہاتھ دبوچ کے اسے چپ ہونے کا سگنل دے گئی۔

السلام علیکم دریہ؟ کیسی ہیں آپ؟"ان کے نزدیک پہنچتے ہی اس نے" شائستگی سے استفسار کیا۔

وعلیکم السلام! جی الحمدللہ۔"اپنی خیریت بتانے کے بعد بنا اس کی خیریت" جانے اس نے جلدی سے ان کا آپس میں تعارف کروایا۔

اس طرح روڈ پہ کیوں کھڑی ہیں؟"اس نے ان دونوں سے سلام دعا"
کرنے کے بعد استفسار کیا۔

ٹائر پنکچر ہو گیا ہے۔"اس نے بیزار سے لہجے میں جواب دیا۔"

آپ چاہیں تو میں آپ لوگوں کو لفٹ دے سکتا ہوں۔"اس نے آفر دی جو"
شاید دریہ فورا قبول کر لیتی اگر جو آیت بروقت اس کا ہاتھ نہ دبوچتی۔

بہت شکریہ آپ کا، ڈرائیور لگا ہوا ہے ٹائر چینج کرنے میں۔"اس نے"
مسکراتے ہوئے سہولت کے ساتھ اس کی آفر کو رد کیا تو وہ ہولے سے سر خم
کرتا کندھے اچکا گیا۔

لیکن پھر جب تک ڈرائیور ٹائر چینج نہ کر پایا تب تک وہ یونہی ان کے پاس کھڑا رہا اور پھر ڈرائیور کے فارغ ہو جانے پہ وہ انہیں خدا حافظ کہتا اپنی گاڑی کی جانب جبکہ وہ اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔

تصویریں میرے نمبر پہ سینڈ کر دو۔"گاڑی میں بیٹھتے ہوئے اس نے ایک" نمبر پہ میسج سینڈ کرنے کے بعد گاڑی سٹارٹ کی اور تیزی سے روڈ پہ بھگانے لگا۔

دروازہ کھلنے کی آواز پہ اس نے سر اٹھا کہ اس کی جانب دیکھا تو نگاہ اگلے ہی پل ٹھہر سی گئی۔

ادھر آئیں۔"اس کے حکمیہ لہجے پہ اس نے تیوری چڑھا کہ اسے دیکھا۔"

تم میرے ٹیچر نہیں ہو بلکہ میں تمہاری ٹیچر ہوں اس لیے تم مجھے یوں آرڈر" نہیں دے سکتے۔"اس کے یوں پٹاخ سے جواب دینے پہ اس کی پیشانی پہ بل پڑا۔

آپ شاید یہ فراموش کر جاتی ہیں کہ آپ صرف ٹیچر نہیں میری بیوی بھی" ہیں۔"اس نے جتانے والے انداز میں انداز میں کہا۔

میں دن کے وقت صرف اور صرف تمہاری ٹیچر ہوتی ہوں اس لیے مجھ" سے اسی طرح سے مخاطب ہوا کرو اور اسی سے متعلق کام بولا کرو۔"اس کے الفاظ پہ وہ نا جانے کیوں کھل کے ہنس دیا جبکہ اسے یوں ہنستے دیکھ کے وہ جز بز سی ہو گئی۔

تو مطلب رات میں آپ میری بیوی ہوا کرے گی اور تب میں آپ کو اسی طرح سے مخاطب مثلاً ڈارلنگ، جانم، سویٹ ہارٹ ٹائپ نام لے لے مخاطب کیا کروں اور خدمت بھی آپ سے بیویوں والی لیا کروں؟"اس کی بات کو گھما کے وہ آنکھوں میں پرحدت سی لپک لیے اسے دیکھتے ہوئے جس انداز میں بولا زحلے کو اپنے کانوں سے دھواں نکلتا محسوس ہوا۔

ت۔۔تم۔۔۔۔"شرم اور غصے نے بیک وقت اس پہ اتنا زور آور حملہ کیا تھا" کہ وہ کچھ بول بھی نہ سکی تھی۔

یہ زخم مما کی وجہ سے آیا ہے؟"اس کے رخسار پہ پھسلتے خون کو دیکھ کہ " اس نے اب کے یکسر بدلے ہوئے لہجے میں استفسار کیا تو زحلے کی آنکھوں میں چبھن سی اتری۔

نہیں،اس زخم کی وجہ تو تم ہو،آنٹی نے تو فقط اس بات کو ماننے سے انکار کیا" ہے کہ میں اُن کے نین کی کچھ لگتی ہوں۔" سرد مہری سے کہتی وہ اسے دیکھنے لگی جس کا چہرہ ہمیشہ طرح پھر سے سرد تاثرات کے جمود تلے دب چکا تھا۔

لیکن مزے کی بات پتہ کیا ہے؟ مجھے آج اس زخم کے ادھیڑنے سے بھی" تکلیف نہیں ہوئی کیونکہ جو شخص اپنی ماں کو اس حالت میں پہنچا سکتا ہے اس کے لیے کسی انجان کو تکلیف پہنچانا کون سا مشکل کام ہے۔" اس نے اسی انداز میں اس کی جانب دیکھتے ہوئے پر تپش لہجے میں تنفر سے کہا تو اس کے وجود گویا ہوا میں معلق رہ گیا۔

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھتا جو آج اس کے دیکھنے پہ نگاہ چرانے کی بجائے انہی چبھتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی اور یہ شاید ان آنکھوں کی بدگمانی تھی جنہوں نے اسے بولنے پہ مجبور کیا تھا۔

آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں، میں ہی وجہ ہوں ان کی ہر ایک تکلیف کی، ان کی" اس کا حالت کی۔" مدہم لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کی سانسیں تک کھینچ گیا۔

:ماضی

تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے وہ نیچے اتر رہا تھا جب سامنے سے سیڑھیاں چڑھتی آتی شہرے کو عجلت کے باعث نہ دیکھ سکا اور اس کی یہی بے خبری ان کے اچانک تصادم کا باعث بن گئی۔

آہہہ !"وہ جو اپنے دھیان کے دھاگوں میں الجھی اس افتاد پہ اپنا توازن" کھوتی یقیناً پیچھے کو الٹ جاتی جو وہ بروقت اس کی کمر کے گرد بازو حائل کرتے ہوئے اسے اپنی جانب کھینچ نہ لیتا۔

ایک ہاتھ ریلنگ پہ رکھتے اس نے بمشکل اپنے قدم جماتے ہوئے دوسرا ہاتھ پیچھے کو الٹتی شہرے کی کمر کے گرد حائل کیا اور ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ سیدھی اس کے کشادہ سینے سے آ لگی۔

اس کے کشادہ سینے سے ٹکرانے پر اس نے فوراً بوکھلاتے ہوئے اس کی جانب دیکھا جو اسی کی جانب مکمل طور پہ متوجہ تھا۔

اس کی نگاہوں کے ارتکاز پہ اس نے اپنے پیر مضبوطی سے سیڑھی پہ جماتے ہوئے کسمساتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنا چاہا تو اس نے بنا کسی ردو کد کے اسے اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔

کہاں جا رہی ہیں؟" ایک ہاتھ پینٹ کی بائیں جیب میں گھساتے ہوئے اس" نے بات برائے بات استفسار کیا تو وہ جو اس کے یکسر بدلے رویے پہ تھوڑی سی حیران ہوئی تھی اس کے مخاطب کرنے پہ چونک اٹھی۔

ارسم چاچو سے ملنے۔" مختصر سا جواب دیتے ہوئے وہ اس کے سامنے سے" ہٹنے کی منتظر تھی جبکہ وہ جو جانتا تھا کہ ارسم اور آئلہ اس کے بیسٹ فرینڈز سے ہیں ہنکارہ بھرتا اس کے پہلو میں سے گزرتا سیڑھیاں اترنے لگا۔ جبکہ وہ سر جھٹکتی ہوئی ارسم سے ملنے چل دی جو اوپر ٹیرس پہ اس کا ہی منتظر تھا۔

حد ہے ارسم چاچو، اب کون سا بندہ اتنی سیڑھیاں چڑھنے کے بعد یہاں آپ کے ہاتھ کی بنی چائے پینے آئے؟" ٹیرس پہ رکھی کرسیوں میں سے ایک پر دھپ کی آواز کے ساتھ بیٹھتے ہوئے وہ خفگی سے گویا ہوئی تو عمارہ اور قندیل نے دبی دبی مسکان کے ساتھ اسے دیکھا۔

مجھے بس تم اتنا بتاو کہ کیا ضروری ہے کہ تم میرے نام کے ساتھ چاچو" لگائے بغیر مجھ سے بات کر سکتی ہو؟" ارسم نے جس انداز میں استفسار کیا وہ کھلکھلاتی ہوئی شرارت سے سر نفی میں ہلا گئی۔

میں بہت باادب بچی ہوں، نام بلاتی اچھی لگوں گی کیا؟" اس نے دبی دبی" مسکان کے ساتھ استفسار کیا تو وہ پر تاسف انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

اورابھی تم یہ کہتی ہو کہ میں تمہارا بیسٹ فرینڈ ہوں۔"اس نے گویا اسے" احساس دلانا چاہا کہ دوست کو چاچو نہیں کہتے۔

توچاچو کیا دوست نہیں ہوتے؟"اس نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے جواباً" سوال کیا تو وہ اس کی اس مصنوعی معصومیت پہ دانت کچکچا کے رہ گیا جبکہ باقی سب بہت دنوں کے بعد اسے یوں موڈ میں دیکھ کے مسکرا رہے تھے۔

بالکل جب چاچو اچانک شوہر بن سکتا ہے تو چاچو دوست کیوں نہیں ہو" سکتا؟"اچانک ہی اس کے پندرہ سالہ بھائی، شاہ زیب ملک جو کہ بورڈنگ میں ہوتا ہے کی اینٹری اور وہ بھی ان الفاظ کے ساتھ شہرے کو سرتاپا جھلسا سی گئی جبکہ باقی سب نے گویا فرمائشی قہقہہ لگایا۔

مجھے تو آج تک سمجھ یہ نہیں آئی کہ یہ میرا بھائی ہے یا ضرغام چ۔۔۔۔"""

چڑتے ہوئے بولتی وہ ایک دم سے رکی اور پھر اپنے الفاظ کا گلا وہیں گھوٹتی ہوئی ان سب کی شرارتی نگاہوں کی زد سے بچنے کی ناکام کوشش کرتی نئے الفاظ مرتب کرنے لگی۔

یا آپ سب کا چمچہ ہے۔"اس نے اُس کا نام لینے کی بجائے سب کا صیغہ " استعمال کیا اور ارسم کے ہاتھوں بنی چائے کے سپ لینے لگی۔

خبردار لڑکی جو ہمارے بچے پہ الزام لگانے کی کوشش کی۔"آئلہ جو کہ اسی" کی ہم عمر تھی اس نے فوراً آگے بڑھ کے شاہ زیب کو ساتھ لگایا۔

بالکل آج سے کچھ ماہ قبل تم ضرغام لالہ کی سب سے بڑی فین، چمچی، " فورک، گلاس، پلیٹ سب کچھ تھی۔"قندیل نے بھی فوراً شاہ زیب کی

حمایت کی تو وہ اس کا چہرہ چار سو وولٹ کے بلب کی مانند چمکنے لگا جبکہ وہ قندیل کی یہ بات سن کے لحظے بھر کے لیے چپ رہ گئی۔

بھئی ہم صیغہ ٔماضی کو فراموش کرتے ہوئے ابھی کی بات کرتے ہوئے بتا" دیں کہ ہمیں اس وقت آپ کے ضرغام لالہ بالکل اچھے نہیں لگتے۔"اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے ارسم نے ہمیشہ کی طرح فوراً اس کا ساتھ دینا چاہا تو وہ مسکرا دی۔

اس ناپسندیدگی کی کوئی خاص وجہ ؟"عقب سے آتی نگاہ کی آواز پہ سب نے" ایک ساتھ پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو ان ہی کی سمت آ رہی تھی۔

یہ وجہ کیا کم ہے کہ وہ ہمیں وقت نہیں دیتے۔"ارسم نے سنبھلتے ہوئے" جواب دیا جبکہ شہرے بہت توجہ کے ساتھ اسے آتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

کیا نگاہ نے اپنی مرضی سے اپنے منگیتر سے رشتہ ختم کر کے ضرغام سے "
شادی کی تھی یا ضرغام نے زبردستی کی؟ اسے تکتے ہوئے اس کے دماغ میں
یہ خیال آیا۔

پھر تو مجھے بھی ان کو ناپسند کرنا چاہیے کیونکہ وقت تو وہ مجھے بھی نہیں "
دیتے۔ "اس نے مسکرا کے کہتے ہوئے ان کی شرارت میں حصہ لیا تو سب ہی
ہنس دیے۔

آپ کے تو ناراض ہونے یا ناپسند کرنے کے لیے تو یہ ہی وجہ کافی ہے کہ "
انہوں نے آپ کے ہوتے ہوئے مجھ سے نکاح کر لیا۔ "اس کے دماغ میں
چھائے خیالات کی یورش اتنی زیادہ تھی کہ وہ نگاہ کی بات کے جواب میں خود

کو یہ کہنے سے روک نہ سکی جبکہ اس کی ایسی غیر متوقع بات پہ سب نے ہی ایک دم سے چونک کے اسے دیکھا تھا۔

جبکہ ارسم نے ماتھے کو 'افف" والے انداز میں اپنے دائیں ہاتھ سے سہلاتے ہوئے اسے دیکھا جو کہ نگاہ کی جانب ہی متوجہ تھی جو اس کی بات سن کے ثانیے بھر کے لیے چپ سی ہو گئی تھی۔

میں ضرور اس بات پہ ناراض ہوتی اگر جو وہ ضرغام اور تم شہرے نہ" ہوتی۔" کچھ ہی لمحوں میں سنبھلتے ہوئے اس نے اس انداز میں جواب دیا کہ وہ الجھ سی گئی جبکہ نجانے کیوں اس بار ارسم مسکرا دیا۔

ویسے ارسم چاچو یہ ٹی پارٹی کس خوشی میں تھی؟" شاہ زیب نے سب کے" ایک ساتھ ہی چپ ہو جانے پہ اس آکورڈ سے موضوع کا رخ موڑنا چاہا۔

تمہارے آنے کی خوشی میں۔"اس نے اسے چڑانے کو جواب دیا اور"
حسبِ توقع وہ چڑ بھی گیا۔

جی بالکل اسی لیے مجھے خبر ہی نہیں تھی۔ سچی بتائیں یہ شہری چٹوری کا"
پروگرام تھا نا؟"اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے بہن کو دیکھا تو سبھی اس کے
انداز پہ مسکرا دیے اور گفتگو میں حصہ لینے لگے کیونکہ موضوع بدل چکا تھا۔
لیکن اس کے باوجود ان سب کے درمیان بیٹھی ہوئی نگاہ اس لمحے کی یاد میں
الجھنے لگی جو اسے ضرغام اور شہرے سے دونوں سے بیک وقت محبت میں مبتلا
ہوئی تھی۔

:ماضی

نیند میں کروٹ لیتے ہوئے اس نے سر تکیے میں گھسیڑنا چاہا جب ایک عجیب سے احساس کے تحت اس نے پٹ نے آنکھیں کھولیں تو سامنے ہی وہ ملگجی سی زرکاری روشنی میں اس کی جانب پشت کیے پیلے رنگ کی ٹی شرٹ زیب تن کیے بیڈ سے پیر نیچے کو لٹکا کے بیٹھا کسی سے کال پہ مصروف تھا۔

کیا میں تمہیں پاگل نظر آتا ہوں جو تمہاری اس بکواس پہ یقین کر لوں گا؟""

اس کی دبی دبی آواز پہ اس کی نیند کا غلبہ مزید کم ہوا تو اس نے ایک نظر دیوار گیر گھڑی پہ ڈالی جہاں اس وقت صبح کے چار بج رہے تھے۔

وہ مزید حیران ہوئی کہ اس وقت وہ کس کے ساتھ کال پہ مصروف تھا۔

سر! ہم سچ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں خود خبر نہ ہو سکی کہ کس وقت وہ یہاں" سے غائب ہوئے کیونکہ وہ تو ابھی صحیح سے چل بھی نہیں سکتے تھے۔"

دوسری جانب موجود آفیسر نے اس کے تیور ملاحظہ کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہتے ہوئے اسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

ضرغام اور نین کو اطلاع دی؟"اس کا اگلا سوال قدرے کمپوزڈ لہجے میں" پوچھا گیا تھا لیکن جواب میں نجانے کیا گیا تھا جو وہ بھڑک اٹھا۔

کیا مطلب ہے تمہاری اس بکواس کا؟ایک شخص جو بیماری کی حالت میں تھا" وہ تم بارہ لوگوں کی سیکیورٹی کے باوجود بھاگ نکلا ہے اور تم لوگوں نے ہم میں سے کسی کو اطلاع دینا بھی گوارا نہیں سمجھا۔"اس کی آواز سے عیاں ہوتے اشتعال میں اسے نجانے کیوں تفکر کے رنگ زیادہ محسوس ہوئے تھے۔

وہ انگڑائی لیتی ہوئی سیدھی ہوئی اور نیم دراز ہوتے ہوئے بیڈ کراون سے سر ٹکاتی وہ پھر سے اسے دیکھنے لگی جو اس سے مکمل بے نیاز فون پہ مصروف تھا۔

اپنی عقل سے پیدل ٹیم کو الرٹ کرو اور جلد از جلد اسے ڈھونڈو ورنہ تم" لوگوں کی لاشوں کو ایسے ٹھکانے لگاوں گا کہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں گی۔" اس کے لہجے کی برودت آبگینے کی ہتھیلیوں کو پسینے سے تر کر گئیں۔

"گدھے، الو کے پٹھے، فل ٹرینڈ ٹیم لے کر ایک بیمار بندے کی سیکیورٹی میں لگے ہوئے ہیں اور بندہ پھر بھی ان کی کسٹڈی سے بھاگ۔۔۔۔۔ایک منٹ۔۔۔۔"کال بند کرنے کے بعد وہ جھلستے ہوئے بڑبڑائے جا رہا تھا جب ایک دم سے وہ ٹھٹھک گیا۔

وہ جو دل میں عجیب سے احساسات لیے اس کی پشت کو تکتی اس کی خود کلامی کو سماعت کر رہی تھی اس کے ٹھٹھکنے پہ نیند کے خمار سے پُر آنکھیں لیے اسے دیکھنے لگی جو اب اپنے موبائل پہ ایک اور نمبر ملا رہا تھا۔

تون۔۔۔۔۔"کال پک ہونے پہ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن غالباً دوسری" جانب سے اس کی بات کاٹی گئی تھی تبھی وہ چپ ہو گیا تھا جبکہ دوسری جانب اس پہر اس کی کال دیکھ کے نیند میں مکمل غرق ضرغام اپنی نیند کے خراب ہونے پہ بھنا ہی گیا۔

میریڈ ہونے کے باوجود تمہیں اتنی سینس نہیں ہے کہ رات کے کسی بھی" پہر کسی میریڈ بندے کو ڈسٹرب نہیں کرتے۔"اُس نے اسے اسی کے انداز میں ٹوکنے کی کوشش کی کیونکہ سیدھی بات وہ سمجھتا نہیں تھا لیکن وہ اُلٹی بات بھی نہیں سمجھتا تھا اس کا اسے اندازہ نہ تھا۔

ہاں بالکل جیسے میں یہ بات نہیں جانتا کہ رات کے بارہ بج رہے ہوں یا تین" تجھے تیری بیویوں نے ویسے ہی منہ نہیں لگانا۔"دوسری جانب سے کیے گئے

حملے کے جواب میں وہ ایسے تڑخ کے بولا کہ وہ جان گئی کہ دوسری جانب یقیناً اس کا وہی دوست ہو گا جسے وہ شام میں بھی 'دو بیویوں' کا طعنہ دے رہا تھا۔

نین کو ہاسپٹل سے تو نے غائب کروایا ہے نا؟" اس سے پہلے دوسری جانب سے وہ مزید کچھ کہتا اپنے اندر کی کھد بد سے الجھتا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو اس کی ایسی پہیلیوں بھری گفتگو پہ اب کے آبگینے کی ساری نیند اڑ چکی تھی۔

میں کیسے غائب کروا سکتا ہوں؟ وہ بھی اس صورت میں جب وہ تیری ٹیم" کے انڈر سیکیور ہو؟" دوسری جانب اس کے اچانک سوال پہ پل بھر کے لیے بھی چونکے بغیر اس نے نارمل سے انداز میں جواب دیا تو اس کے اس انداز پہ وہ جل ہی تو گیا۔

تیرے اس تجاہل عارفانہ پہ میرا دل چاہ رہا ہے کہ تم میرے سامنے ہوتے" اور میں تیرے تھوبڑے کو اس قدر سُجاتا کہ شہری زندگی بھر تمہیں منہ لگانے سے کتراتی۔ زلیل انسان یہاں میں اپنی خوشگوار رات کو بھاڑ میں جھونک کے اُس کے لیے پریشان ہو رہا ہوں اور ادھر تم نے اسے غائب کروانے کے بعد ہمیں اطلاع دینے کی زحمت تک نہیں کی۔" وہ تو جیسے بھرا بیٹھا تھا تبھی اس کی بات سننے کے بعد وہ جو شروع ہوا تو قدرے بلند آواز میں بولتا وہ اس پل اپنے ساتھ کمرے میں آبگینے کی موجودگی کو فراموش کر بیٹھا تھا۔

صبح کے چار بج رہے ہیں اس لیے خوشگوار رات والا طعنہ ہرگز نہ دو۔" اس" ساری بات میں گویا اسے اسے صرف اسی بات سے انحراف ہوا تھا۔ جبکہ اس کے طنز کو بمشکل پیتے ہوئے اس نے ایک نظر گھڑی پہ ڈالی اور پھر قدرے مدہم لہجے میں گویا ہوا۔

"نگاہ کو بتایا تم نے؟"

اس کے سوال پہ دوسری جانب موجود ضرغام بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے ٹھٹھک گیا۔

کیا تمہیں لگتا ہے کہ ایسی سچویشن میں یہ بتانا چاہیے؟" وہ جانتا تھا کہ یہ " سوال ہونے کے باوجود سوال ہر گز نہ تھا تبھی خاموش رہا۔

ابھی تم آرام سے نیند پوری کرو اپنی اور ٹینشن نہیں لو بس میرے لیے دعا" کرو۔" اس کی خاموشی پہ وہ جمائی روکتے ہوئے گویا ہوا تو اس کے آخری الفاظ پہ رہبان کے دل کو کچھ ہوا۔

تم بہت اچھے ہو ضرغام۔"اس کے ہونٹوں سے نجانے کیوں اور کیسے یہ" الفاظ پھسل پڑے جو دوسری جانب ضرغام کو پل بھر کے لیے ششدر کر گئے جبکہ نیم دراز آبگینے بھی اس کے یکسر بدلے ہوئے لہجے پہ چونکی تھی۔

لیکن بعض اوقات ضرورت سے زیادہ اچھائی ہمارے گلے کا پھندہ بن جاتی" ہے جیسے تمہارے گلے کا پھندہ بن ہوئی ہے اور مزید بنے گی۔"ضرغام کی خاموشی پہ وہ مزید گویا ہوا تو اس نے گہری سانس خارج کرتے ہوئے گویا اندر کی گھٹن کو باہر نکلنے کا راستہ دیا۔

اللہ حافظ۔"بنا مزید کچھ کہے اس نے آہستگی سے کہہ کے کال بند کی تو اس" نے ایک نظر موبائل کی سکرین پہ ڈال کے اسے واپس سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور پھر بازو کھول کے ہوا میں بلند کرتے ہوئے گویا خود کو ریلیکس کرنا چاہا ہو۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنا تکیہ درست کرتے ہوئے پلٹ کے دیکھا تو اسے جاگتے پا کے ہر گز حیران نہ ہوا کیونکہ کال کے دوران وہ اپنی پشت پہ جمی اس کی گہری نگاہوں کے ارتکاز کو جان چکا تھا۔

کیا میں یہ جان کے خوش ہو سکتا ہوں کہ میری خود سے دوری کے باعث" آپ کی نیند میں خلل پیدا ہوا ہے؟"اس کی نیند کے خمار سے گلابی ہوتی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ اس کے پہلو میں دراز ہوا تو اس نے فوراً خود کو ایک انچ پرے کھسکایا۔

آپ یہ جان کے شرمندہ ہوں کہ آپ کی آوازوں کی وجہ سے میری نیند" خراب ہوئی ہے۔"اس کے جذبات کا جنازہ نکالتی وہ نماز کا وقت ہوتے دیکھ کے اٹھنے کو پر تولنے لگی جب اس نے سرعت سے اس کا ہاتھ پکڑ کے اسے اپنی طرف کھینچا۔

چھوڑیں مجھے، نماز پڑھنی ہے مجھے۔"اسے خود کے گرد بازوؤں کی گرفت" مضبوط کرتے دیکھ کے وہ بری طرح سے بوکھلائی لیکن وہ اثر لیے بغیر اس کو خود میں مقید کیے کروٹ بدل کے اس پہ جھکا۔

شوہر کو نظر انداز کر کے نماز پڑھو گی تو اللہ پاک ناراض ہوں گے۔""" آنکھوں میں شرارت لیے وہ اس کی ٹھوڑی پہ جھکا تو اس کی جسارت پہ اس نے فوراً پلکیں موندیں۔

یہ شوہر مجھ سے راضی نہیں ہو سکتا۔ چھوڑیں مجھے۔"اس سے پہلے کہ وہ" مزید کسی جسارت کا مرتکب ٹھہرتا وہ اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتی پھر سے مزاحمت کرنے لگی۔

منہ دکھائی نہیں لو گی؟"اس کی مزاحمت کو سہولت سے نظر انداز کیے وہ" اب کے اس کے رخساروں پہ جھکا تو اس نے خفگی سے اسے دیکھا لیکن اچانک ہی اس کے ذہن میں اس کی گئی گفتگو گونجی تو اس کے سوال کا جواب دیے بنا اس نے اپنا سوال اس کے سامنے پیش کیا۔

کون غائب ہوا ہے؟" وہ جو مدہوشی سے اس کی آنکھوں پہ جھکنے والا تھا اس" کے سوال کو سن کے چونک گیا اور پھر گہری سانس خارج کرتے ہوئے اس کی پیشانی کو ہولے سے چوم کے سیدھا ہوا۔

ہمارا دوست۔"اس کے مختصر سے جواب پہ اس نے چونک کے اسے دیکھا" جس کے چہرے پہ اب نرم تاثر کی بجائے ایک دلگیر سا تاثر چھا چکا تھا۔

وہ ہاسپٹل کیوں ہے؟ کیا ہوا اسے؟" وہ کبھی اس کے معاملات میں نہ پڑتی" لیکن جو کچھ کرنے کا ارادہ وہ باندھ چکی تھی اس پہ عمل پیرا ہونے سے قبل وہ اسے یہ باور کروانا چاہتی تھی وہ اس کے ساتھ 'خوش اور مطمئن' ہے۔

اُس سے اس کی محبت چھینی گئی ہے۔" قطعی غیر متوقع جواب پہ اس نے" کرنٹ کھا کے اس کے چہرے کو دیکھا جس پہ گئے دنوں کی اذیت چھائی ہوئی تھی۔

Zubi Novels Zone

:ماضی

سیاہ جو گرز میں مقید ان پانچوں کے پیر جاگنگ ٹریک پہ دوڑتے ہوئے ایک دوسرے کو شکست دے رہے تھے جبکہ ہونٹوں پہ بکھرتی ہنسی ایک دوسرے کو جینے کا سبب دے رہی تھی۔

تم لوگوں کو شرم نہیں آرہی کہ میرے لڑکی ہونے کا لحاظ کر کے ہی اپنی" سپیڈ آہستہ کر لو۔" ان سے چند قدم پیچھے رہ جانے والی نگاہ نے ان چاروں کو دیکھتے ہوئے ہانک لگائی تو چاروں نے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو گرے جاگنگ سوٹ میں ملبوس اپنے گھٹنوں پہ دونوں ہاتھ جمائے قدرے جھک کے گہرے سانس لیتی ہوئی انہیں ہی تک رہی تھی۔

ہم ضرور یہ لحاظ کرتے جو ہمیں زرا سا بھی شبہ ہوتا کہ تم واقعی لڑکیوں کی" طرح نازک اندام ہو۔" ذوالنورین نے مسکرا کے کہتے ہوئے اسے چھیڑا تو اس کے نتھنے پھولنے لگے جبکہ باقی تینوں نے بمشکل اپنی مسکان ضبط کی۔

نین !اپنے بھائی کو سمجھالو۔"اس نے ضرغام کے بائیں جانب کھڑے "
ذوالقرنین میر کو مخاطب کیا جو بہت نرم نگاہوں سے اس کی جانب دیکھ رہا
تھا۔

ذونین !"اس کے کہنے پہ اس نے مسکراہٹ کو بمشکل ہونٹوں کے "
کناروں پہ دباتے ہوئے اس کے کہے کے مطابق اپنے 'بھائی' کو تنبیہہ کی۔

ویسے اگر تمہارے اندر کی 'لڑکی' کو سکون مل گیا ہو تو ہم جاگنگ مکمل کر "
لیں، لڑکی صاحبہ ؟"رہبان نے اسے دوبارہ سے منہ کھولتے دیکھ کے استفسار
کیا تو اس کے الفاظ پہ ضرغام اور ذوالنورین کے قہقہے گونج اٹھے جبکہ
ذوالقرنین نے قہقہے کا گلا گھونٹتے ہوئے فقط مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

تم پہنچو آج ذرا یونی، پورا دن اُس حرا کو تمہارے پیچھے نہ لگا کے رکھا تو پھر" کہنا۔" وہ منتقمانہ انداز میں گویا ہوتی واپس سے ان کے ساتھ ٹریک پہ دوڑنے لگی۔

"یہ تمہارے منتقمانہ مزاج سے ہمیں حوصلہ رہتا ہے کہ تم لڑکی ہی ہو ورنہ جس طرح تمہارے والدِ محترم کو یہ خدشہ رہتا ہے نا کہ ہم چار لڑکوں کے ساتھ رہتے ہوئے تم لڑکیوں والے ناز و انداز بھولتی جا رہی ہو ویسے ہی ہمیں بھی یہ خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔" اس کی دھمکی کو چٹکیوں میں اڑاتے ہوئے رہبان جس مسخرے پن سے گویا ہوا ان سب کے پیٹ میں ہنسی روکنے کی کوشش میں جیسے گولے سے بننے لگے تھے۔

خدا کا واسطہ ہے اب یہ آخری چکر بنا کوئی بونگی چھوڑے پورا کرنے دو۔""

ضرغام نے ان کی چونچ دوبارہ کھلنے سے قبل انہیں وارن کیا تو چار و ناچار وہ چپ ہوتے یہ آخری راونڈ مکمل کرنے لگے۔

اب کے بھاگتے دوڑتے قدموں کے ساتھ پارک میں لگے درختوں سے گرتے پتوں نے بے ساختہ اس دوستی کے تاحیات سلامت رہنے کی دعا کی تھی۔

ویسے نگاہ کے فرنٹ سیٹ پہ بیٹھنے کا ہمیں یہ فائدہ ضرور ہوا ہے کہ گاڑی" ڈرائیو نہیں کرنی پڑتی۔"ذوالنورین نے ڈرائیو کرتے ذوالقرنین کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا تو اس کی بات کا پسِ منظر سمجھتے ہوئے اس نے پلٹ کے ایک عدد گھوری سے اسے نوازا۔

تم اگر ڈرائیو کرتے تو میں ہر گز فرنٹ سیٹ پہ نہ بیٹھتی۔"اس نے تنک" کے جواب دیا۔

اب کھلم کھلا تو اپنے جذبات کا اظہار نہ کرو ہمارا لڑکا عالمِ مدہوشی میں گاڑی" کہیں دے مارے گا۔" رہبان نے اس کی بات کو ذوالقرنین کے مسکراتے چہرے کے ساتھ نتھنی کرتے ہوئے حملہ کیا تو وہ جھینپ سی گئی۔

انتہائی کوئی بے شرم قسم کی مخلوق ہو تم دونوں۔"اس نے جھینپ مٹانے کو" رہبان اور ذونین کو رگیدا۔

ان دونوں کی چھوڑو یہ بتاو کہ انکل سے ہمارے ساتھ جانے کی پرمیشن لے" لی ہے؟"ضرغام نے ان تینوں کی لفظی جنگ کو روکتے ہوئے موضوعِ گفتگو بدلا۔

وہ تو میں نے اُسی دن لے لی تھی۔ بھئی اب ہونے والی بھابھی کو دیکھنے کا" چانس مل رہا ہے تو ضائع کیوں کریں بھلا۔" اس نے کھنکھتے لہجے میں کہتے ہوئے آخر میں شرارت سے گردن گھما کے اسے دیکھا جو اس ذکر پہ دلکشی سے مسکرا دیا۔

یہ بات تو سچ ہے، یہ شاید پہلی شادی ہو گی جہاں ہم جیسے چار باراتی دلہا دلہن" کو دیکھنے کی بجائے ہونے والی بھابھی دیکھنے جائیں گے۔" ذونین نے بھی مسکراتے ہوئے اس کی تائید کی تو وہ چاروں بھی مسکرا دیے۔

ویسے ضرغام تمہیں شہرے کو اپنے جذبات سے آگاہ کر دینا چاہیے۔" یونی" کی پارکنگ میں گاڑی روکتے ہوئے نین نے ضرغام کو مخاطب کیا تو وہ جو اپنی منی بوتل سے پانی پی رہا تھا اسے اچھو سا لگ گیا۔

خدا کا خوف کرو نین، ابھی سے اسے سب بتا کے اس کا کم سن دماغ خراب" کر دوں؟" سنبھلتے ہوئے اس نے رومال سے اپنے گیلے کپڑے صاف کرتے ہوئے اسے لتاڑا۔

ارے دماغ ہر گز خراب نہیں ہو گا یہ اپنی نگاہ کو ہی دیکھ لو اس کا ہوا دماغ" خراب حالانکہ یہ بھ۔۔۔۔۔" رہبان نے گاڑی سے اترتے ہوئے ایک بار پھر سے نگاہ پہ اٹیک کیا تو حسبِ توقع وہ اس پہ چڑھ دوڑی اور پھر اگلے دو منٹ میں وہ دونوں پارکنگ میں ادھر ادھر بھاگتے ہوئے ان تینوں کے ہونٹوں پہ مسکراہٹیں بکھیر رہے تھے۔

ایک طویل سی ڈرائیو کے بعد ان کی گاڑی 'ملک ہاوس' کے دیو ہیکل گیٹ کے سامنے رکی تو چوکیدار نے فوراً گیٹ وا کیا۔

گیٹ کھلنے پہ گاڑی پتھریلی روش پہ پھسلتی ہوئی وسیع و عریض پورچ میں آن رکی جہاں پہلے ہی تین سے چار عدد گاڑیاں موجود تھیں۔

گاڑی پارک کرنے کے بعد وہ سب ایک ساتھ گاڑی سے باہر نکلے تو ضرغام نے وہاں آ کے ٹھہرتے ملازم سے سامان نکالنے کو کہا اور خود انہیں ساتھ لیے آگے بڑھا۔

ضرغام! تمہارا گھر بہت پیارا ہے۔" نگاہ نے ایک ستائشی نظر لان پہ لگے رنگے برنگے پھولوں پہ ڈالی۔

اس کی بات کے جواب میں اس سے قبل کے ضرغام کچھ کہتا صدر دروازے کو کھول کے ایک دم سے تین لڑکیاں ایک ساتھ باہر نکلیں اور انہیں دیکھ کے پہلے تو ٹھٹھکیں لیکن پھر چیختی ہوئیں ایک ساتھ ان کی جانب لپکیں۔

یا وحشت۔"ان تینوں کے ہی چیخنے اور بھاگنے پہ وہ چاروں بوکھلاتے ہوئے" ضرغام کے پیچھے ہو گئے جبکہ ان کی اس حرکت پہ وہ دانت کچکچا کے رہ گیا۔

"!ضرغام لالہ"

"!ضرغام چاچو"

ایک ساتھ یہ آواز ان چاروں کے کانوں میں پڑی تو انہوں نے سنبھلتے ہوئے سامنے دیکھا جہاں وہ تینوں خوبصورت سی لڑکیاں خاصی محبت کے ساتھ ضرغام سے مل رہی تھیں۔

سامنے آوذلیلو۔" گردن ہولے سے گھما کے وہ زیرِلب بولا تو وہ فوراً اس "
کے ساتھ آ کھڑے ہوئے۔

یہ چاروں میرے دوست ہیں۔یہ نگاہ ہیں، یہ ذوالقرنین، یہ ذوالنورین اور "
یہ رہبان ہے۔"اس نے چاروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کا تعارف
کروایا تو وہ نگاہ سے ملنے لگیں۔

یہ آئلہ اور آیانہ ہیں میری سسٹرز جبکہ یہ۔۔۔۔۔۔"سیاہ ٹراوزر شرٹ "
میں ملبوس کھلتی ہوئی کلی محسوس ہوتی شہرے کا تعارف کرواتے ہوئے وہ
جانے کیوں اٹکا تھا۔

یہ شہرے ہیں۔"ان چاروں کی استفہامیہ نگاہوں کے جواب میں اس نے"
سنبھلتے ہوئے تعارف مکمل کیا تو نوخیز کلی کی مانند کھلتی ہوئی شہرے اس
تعارف پہ شاکی سی ہوئی۔

ضرغام چاچو! ناٹ فیئر، آئلہ اور آیانہ آپ کی بہنیں ہیں تو میں کچھ نہیں"
لگتی۔"اس کی خفگی پہ جہاں ضرغام کی گردن میں گلٹی سی ابھر کے معدوم
ہوئی وہیں وہ چاروں شاکڈ رہ گئے۔

ضرغام چاچو!"ان چاروں نے بیک وقت ضرغام کی جانب دیکھا جو شہرے"
کو دیکھنے سے مکمل احتراز برت رہا تھا۔
اور پھر یکایک اس شاک کو جب شعور سے آگہی ملی تو یکلخت ہی ملک ہاوس کا
وسیع و عریض لان جناتی قہقہوں سے گونج اٹھا۔

اپنے دونوں ہاتھ پہلوؤں پہ جمائے وہ جو ہنسنا شروع ہوئے تو پھر ہنستے ہی چلے گئے جبکہ نگاہ بمشکل ان تینوں لڑکیوں کا لحاظ کرتی اندر ابلتے قہقہوں کو ضبط کرنے کی کوشش کرنے میں سرخ ہوتی جا رہی تھی۔

ضرغام چاچو! آپ کے فرینڈز کو کیا ہوا ہے؟"ان تینوں کے بلند قہقہوں" سے جز بز ہوتی شہرے ایک دفعہ پھر سے بولی تو ان تینوں کا ایک ساتھ پھر سے جناتی قہقہہ ابل پڑا۔

جبکہ وہ اُن کی اس کمینگی پہ سوائے دانت کچکچانے کے اس پل کچھ بھی نہ کر پا رہا تھا۔

منہ بند کرواپنا کمینو۔"زیرِلب غراتے ہوئے اس نے ان کے خوفناک" قہقہوں کو روکنا چاہااور اس میں کسی قدر کامیاب بھی ٹھہرا کیونکہ ان کی نظر ہونق کھڑی آئلہ، آیانہ اور آیت پہ پڑ چکی تھی۔

آئم سوری۔"تینوں نے سنبھلتے ہوئے ایک ساتھ اُن تینوں سے معذرت" کی تو ہولے سے مسکرا کے رہ گئیں کہ اب لالہ کے دوستوں کو کیا کہہ سکتی تھیں۔

آپ تینوں سے مل کے بہت اچھا لگا۔"رہبان نے اپنی بے ساختہ حرکت کو" کور کرنے کے لیے مسکراتے ہوئے انہیں کہا جو اُن کے لیے صرف ضرغام کی بہنیں نہیں تھیں بلکہ یہی اُنسیت وہ بھی ان کے لیے محسوس کر رہے تھے۔

تھینک یو رہبان چاچو آپ کی بھی آواز بہت پیاری ہے۔"شہرے جسے ہر" رشتے کو اس کے مرتبے کے لحاظ سے پکارنا اچھا لگتا تھا،اس نے 'ضرغام چاچو' کے دوست کو بھی 'چاچو' ہی سمجھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا تو سامنے کھڑا رہبان لمحوں میں ہونق ہوا تھا۔

جبکہ آئلہ نے بے ساختہ ماتھے پہ ہاتھ مارتے ہوئے اس پہ افسوس کیا جس نے کھڑے کھڑے جوان جہان لڑکے کو لے دے کے 'چاچو' بنا دیا تھا اور شہرے کی اس بے ساختگی پہ اس دفعہ نگاہ کا قہقہہ پھوٹ پڑا تھا۔

یہ لالہ کے فرینڈز پاگل تو نہیں ہیں؟"آیانہ جس کی عمر تقریباً اس وقت" اٹھارہ سال ہو گی وہ اکیس سالہ ضرغام کے دوستوں کے ان جناتی قہقہوں سے خائف ہوتی آئلہ کے کان میں گھسی جو اس سے تین سال چھوٹی اور شہرے کی ہم عمر تھی۔

اس کی سرگوشی ضرغام سمیت ان چاروں کے کانوں میں پڑی تو فوراً سیدھے ہوئے اور چہروں پہ تدبر بھری سنجیدگی سجالی۔

چلیں اندر۔"اس نے ان کو کہتے ہوئے اندر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے" ان تینوں کو بھی آنے کا کہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

ہم شہری کے ڈریسز لے کے آتے ہیں۔"آئلہ نے اسے جواب دیتے" ہوئے شہری کا ہاتھ تھاما اور تیزی سے وہ تینوں گیٹ پار کر گئیں۔

ان تینوں کے ہی گیٹ کراس کرنے پہ وہ چاروں اس کا راستہ روکتے ایک ساتھ اس کے گرد گھیرا بنا کے کھڑے ہوتے تفتیشی افسروں کی مانند اسے گھورنے لگے۔

منہ سے کچھ پھوٹو گے بھی یا یونہی گندی نظروں سے گھورتے رہو گے ؟""

ان سب کی تفتیشی نگاہوں سے چڑتے ہوئے اس نے انہیں لتاڑنا چاہا۔

ہماری گندی نظریں مزید گندی ہو سکتی ہیں اس لیے ہمیں جلدی سے بتاو" کہ یہ 'چاچو' والا کیا چکر ہے ؟" نین (ذوالقرنین) نے بھنویں سکیڑتے ہوئے تیکھے چتونوں کے ساتھ اس سے سوال کیا تو وہ گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

ڈیڈ کے کزن کی پوتی ہے تو بس اسی لحاظ سے وہ یوں مخاطب ہوتی ہیں۔" وہ" اپنی قدرے بڑھی ہوئی بیئرڈ کو کھجاتے ہوئے مدہم لہجے میں بولا تو سب نے اسے یوں دیکھا جیسے اس کے سر پہ سینگ نکل آئے ہوں۔

اور تو اپنی بھتیجی کے عشق میں سالوں سے گرفتار ہے ؟" رہبان کے تیکھے" الفاظ پہ وہ تڑپ ہی تو گیا تبھی فوراً اسے بے دریغ گھورا۔

سگی بھتیجی نہیں ہیں میری وہ اور نہ کبھی میں نے اس نظر سے انہیں دیکھا" ہے۔"اس نے گویا خفگی سے کہتے ہوئے اس کے کہے لفظوں کو بمشکل نگلا تھا۔

ہاہ لیکن ضرغام شہری تو تمہیں چاچو ہی سمجھتی ہے نا؟" نگاہ بھی اس عجیب" سی صورتحال پہ آکورڈ سا فیل کر رہی تھی۔

ابھی اُنہیں میں نے کچھ بھی احساس دلانے کی کوشش نہیں کی اور ویسے" بھی جب رشتہ بدلے گا تو محسوسات اور اندازِ تخاطب بھی بدل جائے گا۔" اس نے اپنے ماتھے پہ بکھر جانے والے بالوں کو انگلیوں کی مدد سے پیچھے کرتے ہوئے انہیں جواب دیا جو اسے بیچ لان میں رو کے سوال وجواب کر رہے تھے۔

میرا مشورہ یہی ہے کہ تم وقت ضائع کیے بغیر اپنے پیرینٹس سے اس کے متعلق بات کرلو کیونکہ اگر شہرے کی سٹڈی مکمل ہونے کا ویٹ کرتے رہے تو اس کے مائنڈ میں تمہیں لے کے جو ایک رشتہ بن چکا ہے اسے ختم کرنا مشکل ہو جائے گا۔" نین نے سنجیدگی سے اسے مشورہ دیا تو وہ پر سوچ انداز میں سر اثبات میں ہلا کے رہ گیا۔

ویسے ساری باتیں ایک دفعہ یہ خود سے سات آٹھ سال چھوٹی لڑکی کو "'آپ' کہنے کا جگرا کہاں سے لاتے ہو؟" ذونین نے اس کے چہرے پہ چھائی سنجیدگی کو کم کرنے کے لیے بظاہر سنجیدگی سے دریافت کیا جبکہ اس کی خوبصورت آنکھیں شرارت سے چمک رہی تھیں۔

عادت بن گئی ہے اب تو۔"اس کی شرارت سے حظ اٹھاتے ہوئے وہ بولا"
کیونکہ جانتا تھا کہ وہ اسے چڑانا چاہتا ہے لیکن اس نے ایسا کوئی موقع اسے نہ
دیا اور ان چاروں کو لے کے صدر دروازے سے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

آپ دونوں ٹوئنز ہیں؟"عیسیٰ نے نین کو مخاطب کرتے ہوئے ذونین کی"
جانب اشارہ کیا تو اس نے ہلکے سے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

لیکن آپ کی شکلیں تو سیم نہیں ہیں۔"آئلہ نے اپنی عمر کے مطابق فوراً"
اس کی بات کی تردید کرنی چاہی۔

ہماری شکلیں، عقلیں، ہاتھ، پیر، ناک کچھ بھی سیم نہیں ہیں لیکن پھر بھی" غلطی سے ہم ٹوئنز ہیں۔"ذونین نے شوخی سے جواب دیا تو سبھی مسکرا دیے۔

اس وقت سب ہی حسبِ معمول لاونج میں بیٹھے گپ شپ لگا رہے تھے اور چونکہ اُس کی ان چاروں سے بانڈنگ اتنی سٹرانگ تھی اور اسے ان پہ بھروسہ اتنا تھا کہ وہ انہیں گیسٹ روم کی بجائے اندرونی حصے میں ہی لایا تھا۔

تم لوگوں کا کچھ بھی سیم ہو نہ ہو لیکن یہ خوبصورت آنکھوں کا چمکتا ہوا" رنگ ایک جیسا ضرور ہے۔"ارسم ان دونوں کی خوبصورت آنکھوں کو دیکھتا ہوا گویا ہوا تو سب نے ہی اس کی بات کی تائید کی۔

بس یہی ایک ان کا آئیڈینٹی مارک ہے لوگوں کو دکھانے کے لیے کہ یہ" ٹوئنز ہیں۔" رہبان نے ٹکڑا لگایا جسے سبھی نے ہی انجوائے کیا۔

نگاہ کی بچی کو سمجھاو کہ خبردار شہرے کے کان میں کچھ الٹا سیدھا نہ پھونک" ڈالے۔" ضرغام نے بے چینی سے اس جانب نگاہ ڈالی جہاں شہرے کے کان میں گھسی نگاہ نجانے کون سے راز و نیاز میں مصروف تھی۔
جبکہ اس کی سرگوشی پہ زونین نے بھی ایک محتاط نظر اس جانب ڈالی جہاں لڑکیوں نے ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔

اتنی بیوقوف تو وہ ہرگز نہیں ہے اس لیے بیفکر رہو۔" ذونین نے اسے تسلی" سے نوازا لیکن پھر بھی وہاں بیٹھے اس کی نظر بھٹکتی ہوئی بار بار اس کونے کی طرف ہی جا رہی تھی جہاں سیاہ ٹراوزر شرٹ میں ملبوس کھلکھلاتی ہوئی شہرے موجود تھی۔

میر کنسٹرکشنز اینڈ کمپنیز" کے تھرڈ فلور پہ موجود مین آفس میں اس وقت "
گویا طوفان آیا ہوا تھا جس کی زد میں اس وقت شازمین میر، عبدالرحمن میر،
آفاق میر آئے ہوئے تھے۔

دماغ خراب ہو چکا ہے تم لوگوں کے بھائی کا جو اس ایمپائر کے پاور آف"
اٹارنی وہ دونوں بھائی بنا دیے جنہیں اپنی آوارہ گردیوں سے فرصت نہیں
ملتی۔"غیض و غضب کا شکار شازمین میر ادھر سے ادھر چکر لگاتی نفرت سے
غرا رہی تھی۔

دوسری جانب یہی حال ان دونوں بھائیوں کا بھی تھا جنہیں اپنے بڑے بھائی
'ولید میر' سے اس طرزِ عمل کی توقع ہرگز نہ تھی۔

اب کیا ہم ہر چھوٹی بڑی بات، ضرورت یاد ستخط کے لیے ان سنپولیوں کے" سامنے ہاتھ پھیلائیں گے مائی فٹ۔" وہ نفرت سے پھنکارتی ہوئی ایک دفعہ پھر سے چلائی تو عبدالرحمن صاحب نے اسے دیکھا جس کا رنگ مارے اشتعال کے سرخ پڑنے لگا تھا۔

تم ٹینشن نہیں لو، میں آج ہی بات کرتا ہوں بھائی صاحب سے۔" انہوں" نے بمشکل خود پہ قابو پاتے ہوئے بپھری ہوئی بیگم کو رام کرنے کی کوشش کی لیکن وہ مزید بھڑک اٹھی۔

اپنے بھائی صاحب کے تلوے چاٹنا بند کرو تم دونوں۔ اب کوئی بھی اُن" بھائی صاحب سے بات نہیں کرے گا بلکہ میں خود اس پاور آف اٹارنی کو چھین کے دکھاوں گی۔" انتقام اور نفرت کی آگ میں جھلستی وہ پاگل ہوئی جا رہی

تھی جبکہ اس کے پہلے فقرے پہ دونوں بھائیوں کے چہرے اہانت سے سرخ پڑے۔

"شازمین بیگم !کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے قبل۔اچھی طرح سے سوچ لینا۔"عبدالرحمن میر نے دبے دبے لہجے میں انہیں تنبیہہ کرنی چاہی کیونکہ اپنی بیوی کے سامنے کھل کے بولنے کی ہمت وہ کبھی نہ کر سکے تھے۔

"مجھے کوئی سبق پڑھانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ میں اپنے جیتے جی اس ایمپائر کو کسی اور کے حوالے ہونے نہیں دوں گی اور اس کے لیے میں ہر حد کو پار کر جاوں گی اب چاہے وہ حد کسی کی موت ہی کیوں نہ ہو۔"سفاکی و بے رحمی سے کہتی وہ ان دونوں کو بھی ششدر کر گئی جو خود بھی یہی چاہتے تھے لیکن اس انتہا پہ جا کے نہیں لیکن وہ تو گویا ہر انجام سے بے بہرہ ہو چکی تھی۔

اپنے ارادوں پہ عمل کرنے سے قبل یہ جان لو کہ ناتو بھائی صاحب کوئی" عقل سے ماورا شخص ہیں جو کسی ٹریپ کو نہ سمجھ سکیں اور نہ ہی وہ دونوں بھائی اتنے معصوم اور شریف ہیں کہ ہم انہیں آسانی سے شکار کر سکیں۔آپ جانتی ہو کہ دونوں کا غصہ کس قدر زہریلا ہے۔"آفاق صاحب نے اب کے بنا کسی لحاظ کے اپنی بھابھی کے سامنے صورتحال واضح کی تو وہ شیطانی انداز میں مسکرا دی۔

میرے پاس ہر زہر کا تریاق موجود ہے اور فکر مت کرو مجھے لاٹھی توڑے" بغیر سانپ مارنا آتا ہے۔"پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے وہ ان کو خاموش کر گئی تھی۔

کیونکہ اس پل اس ساری گیم کی کوئین وہ تھیں جن کے بل بوتے پہ وہ اپنی جائیداد کو پورے حق سے استعمال کر سکتے تھے۔

وہی جائیداد جس کو ان کے باپ نے ان کے سوتیلے بھائی (ولید میر) کے نام کر دیا تھا تاکہ یہ تینوں بھائی ہمیشہ ایک ساتھ جڑے رہیں کیونکہ انہیں اپنے اِن دونوں آوارہ مزاج بیٹوں کی عیاشیوں کا اندازہ تھا۔

لیکن دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے وہ یہ نہ جان سکے کہ اپنے آشیانے کو ایک ساتھ باندھ رکھنے کی خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے وہ اپنے بڑے بیٹے اور اس کی فیملی کو کس اندھی کھائی کی نذر کر رہے تھے۔

ارسم چاچو! آپ کو ایک بات بتاوں؟" اس وقت ملک ہاوس کے وسیع و" کشادہ لاونج میں جازم کی ڈھولکی بہت جوش و خروش سے رکھی جا چکی تھی کہ کل مہندی تھی اس لیے آج سب دل کھول کے ڈھولکی سے لطف اندوز ہونا چاہتے تھے۔

ضرور بتاو۔"اس نے اسے اجازت دی تو وہ فوراً اس کے کان میں گھسی۔"

یہ ضرغام چاچو کے ساتھ جو لڑکی آئی ہے نا یہ مجھے بہت غور سے دیکھتی ہے" اور مسکراتی رہتی ہے۔"وہ جو پچھلے دو دن سے نگاہ کی مسکراتی نگاہوں سے جز بز ہو رہی تھی وہ ارسم کے میسر آنے پہ فوراً اس کے کان میں گھس گئی تھی۔

بھئی اب تم پیاری ہی اتنی ہو کہ تم سے نگاہیں ہٹانا سب کے لیے مشکل ہو" جاتا ہے اس میں کیا پریشانی والی بات ہے۔"ارسم نے اس کی پریشانی چٹکیوں میں اڑانے کی کوشش کی۔

اب یہ تو جھوٹ ہوانا، یہاں تو سبھی بہت پیارے ہیں۔"اس نے فوراً ہی" اس کا بیان رد کیا اور کچھ سوچتی ہوئی فوراً ضرغام کی پیچھے بھاگی جو کچن کی جانب بڑھ رہا تھا۔

ضرغام چاچو یہ جو آپ کے ساتھ آپ کی فرینڈ آئی ہے یہ مجھے بہت گھور کے " دیکھتی ہے، کیوں؟"ارسم کے بعد وہ اگر کسی کے ساتھ بہت فرینک تھی تو وہ ضرغام تھا تبھی وہ اس کے نزدیک ٹھہرتی بنا کسی تمہید کے اچانک بولی تو ایک دم سے اسے اپنے بے حد نزدیک دیکھ کے وہ لحظے بھر کے لیے تھما تھا لیکن فوراہی خود کو سنبھالتے ہوئے اس کے خوبصورت سراپے سے نظریں چرائیں۔

کیونکہ آپ مجھے پیاری ہیں اور میری دوست ہونے کے ناطے آپ اُس کو" بھی بہت پیاری ہیں۔"اس نے ایک گہری نظر اس کے گلابی چہرے پہ ڈالتے

ہوئے گھمبیر لہجے میں جواب دیا تو وہ الجھی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی کیونکہ اس کے دماغ نے اس بات کو سمجھنے سے معذوری ثابت کی تھی۔

مطلب جو آپ کو پیارا لگے گا وہ آپ کے فرینڈز کو بھی پیارا لگے گا؟" وہ" کنفیوژڈ سے انداز میں مستفسر ہوئی۔

بالکل کیونکہ جب ہمیں کوئی شخص اچھا لگتا ہو تو اس سے جڑی ہر شے ہی" اسے بے حد عزیز لگتی ہے۔" فریج سے پانی کی بوتل نکالتے ہوئے وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا تو وہ مسکرا دی۔

یہ تو آپ نے بالکل ٹھیک کہا، آپ مجھے پیارے لگتے ہیں نا تو مجھے آپ کے" ہاتھوں کے تِل بھی پیارے لگتے ہیں۔" نرمی سے مسکرا کے کہتے ہوئے اس

کے کہے الفاظ کا ثبوت اس کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کے دل کے تار چھیڑ انجانے میں ہی چھیڑ دیے۔

بے قابو پوتے جذبات سے گھبراتے ہوئے اس نے فوراً رخ بدلتے ہوئے پانی کا بھرا ہوا گلاس منہ سے لگاتے غٹا غٹ پی دیا۔

"اس سے پہلے کہ وہ مزید شہرے! جلدی آو ہماری باری آنے والی ہے۔" کچھ کہتی لاونج سے آیانہ نے اسے ہانک لگائی کہ اگلا گانا انہوں نے گانا تھا تبھی وہ جلدی سے بھاگنے کے سے انداز میں کچن سے باہر نکلی تو 'چھن' کی آواز پہ اس نے چونک کے فرش کی جانب دیکھا جہاں حسبِ معمول اس کا کیچر اس کے سلکی بالوں سے پھسلتا ہوا نیچے جا گرا تھا۔

جس سے آپ عشق کرتے ہوں اس سے وابستہ ہر جاندار اور بے جان شے "
آپ کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہو جاتی ہے۔"اس کے کیچر میں نگاہیں
جمائے وہ خود سے بولا اور پھر سر جھٹکتے ہوئے کیچر جینز کی جیب میں اڑستا ہوا
کچن سے باہر نکلتا لاونج میں پھیلی رونق کا حصہ بن گیا۔

مجھے یہ سب بہت اچھا لگ رہا ہے۔"لائٹنگ سے سجے خوبصورت لان کے "
ایک گوشے میں کھڑی نگاہ مہندی کے فنکشن کی ہلچل کو تکتی ساتھ کھڑے
نین سے مخاطب ہوئی جو آنکھوں میں نرم گرم جذبات لیے اسے ہی تک رہا
تھا۔

واقعی سب بہت اچھا لگ رہا ہے۔"مسٹر ڈکلر کے دیدہ زیب فینسی سوٹ "
میں ملبوس، ہلکے سے میک اپ کے ساتھ کھلے بالوں کے ساتھ کھڑی نگاہ پہ

نظریں جمائے وہ گہرے لہجے میں بولا تو اس کے لہجے کی گھمبیرتا پہ وہ چونکی اور پھر اس کی توجہ کا مرکز جان کر جھینپ سی گئی۔

مجھے یوں دیکھنا بند کرو نین۔"اس نے اپنی جھینپ مٹانے کو ادھر ادھر تکتے" ہوئے اسے ٹوکا لیکن وہ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے پہ پھیلے دلکش رنگوں میں کھو یا رہا۔

تمہارے خیال میں کیا یہ اتنا آسان ہے؟"لہجے میں خوبصورت سے" جذبات کی مہک لیے بولتا وہ اس کے دل کو دھڑکا سا گیا جبکہ چہرہ گلال ہونے لگا۔

نین پلیز۔"اس کی نگاہوں کی حدت سے پگھلتی وہ بے اختیار رخ بدل گئی۔"

ایسا بہت کم ہوتا تھا کہ وہ یوں بے اختیار ہوتا لیکن جب کبھی اس کی نظروں کا رنگ بدلتا اس کا دل گویا سینے کی دیواریں توڑتا اس کے ہاتھوں میں دھڑکنے لگا۔

میں اس شادی سے واپسی پہ مما سے تمہیں بلوانا چاہتا ہوں۔"اس کے کھلے" بالوں پہ ایک نظر ڈالتے ہوئے اس نے اس پہ دھماکہ کیا۔

وہ جو اس کی جانب سے رخ موڑے کھڑی تھی ایک جھٹکے سے واپس اس کی جانب مڑی۔

نہیں میرا مطلب کہ اتنی جلدی۔"اس نے بوکھلاتے ہوئے اسے کہا جو" نجانے کیوں دل و نظر کو بے حد بھلا کیوں محسوس ہوتا تھا۔

جس طرح یہ تمہیں دیکھ رہا ہے مجھے تو خطرہ ہے کہ آج ہی نکاح نہ پڑھوا"
لے جبکہ تم جلدی کی بات کرتی ہو۔"اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا
بائیں جانب سے آتی رہبان کی شوخ آواز پہ وہ دونوں چونکے۔
فوراً گردن گھمائی تو وہ تینوں مسکراتے ہوئے ان سے کچھ قدم کے فاصلے پہ
کھڑے تھے۔

چونکہ مہندی کی تقریب زور و شور سے جاری و ساری تھی جبکہ وہ لوگ اس
وقت نسبتاً تاریک گوشے میں کھڑے اس سب کو دیکھ رہے تھے۔

تم یونی میں بے شرمی اور ڈھٹائی کی کلاسز لینے جاتے ہو کیا؟"اس کی"
شرارت پہ حسبِ سابق وہ فوراً چڑی تھی۔

اونہوں میں یہ ان مجنوں کی اولادوں کے ساتھ عاشقی کی کلاسز لینے کی "
کوشش کرتا ہوں لیکن یہ سب میرے پلے نہیں پڑتا ہے۔"اس نے بیک
وقت ضرغام اور نین کو نشانہ بنایا تو دونوں نے ایک ساتھ بے دریغ اسے یوں
گھورا کہ وہ بوکھلا سا گیا۔

تم سے تو بعد میں نپٹتا ہوں لیکن نین تم نے ٹھیک سوچا ہے۔آنٹی نگاہ کے "
متعلق ویسے تو جانتی ہی ہیں تو جلد ہی کوئی فائنل سٹیپ لو کیونکہ تم انکل (نگاہ
کے والد) کی نیچر کو جانتے ہو۔"ضرغام نے سنجیدگی سے اسے مشورہ دیا تو وہ
آہستگی سے سر اثبات میں ہلا کے رہ گیا۔

نگاہ!"اسی لمحے ثمرین بیگم نے نگاہ کو آواز لگائی کہ وہ آ کے لڑکیوں کے "
ساتھ سٹیج پہ جا کے رسم کرے۔

کیونکہ وہ اکیلی بہن تھی اور ایسے فنکشنز کو بہت پسند کرتی تھی اس لیے سب کی کوشش تھی کہ اسے ہر فنکشن میں ساتھ لے کر خوب انجوائے کروایا جائے۔

ابھی بھی وہ نین کے بلانے پہ کچھ دیر کے لیے ان سب سے دور ہوئی تھی۔

"جائیں نگاہ صاحبہ! اچھے سے سب کچھ دیکھیں اور انجوائے کریں کیونکہ آپ کا وقت بھی بے حد نزدیک ہے۔" اسے وہاں سے جاتے دیکھ کے ذونین نے ہانک لگائی تو ان سب کے کھلکھلاتے چہروں کو دیکھ کے نجانے کیوں تقدیر بہت اداسی سے مسکائی تھی جبکہ فضا ایک دم سے بوجھل ہو گئی۔

وہ ان تینوں کو ساتھ لیے سٹیج کی جانب بڑھ رہا تھا کیونکہ اب لڑکے سٹیج پہ تیل اور مہندی سے لتھڑے بیٹھے جازم کی رسم کر رہے تھے اس لیے اب وہ بھی اسی واسطے سٹیج کی جانب بڑھ رہا تھا۔

جب تیزی سے سٹیج پر سے اترتی شہرے لہنگے میں پیر اٹکنے کی صورت میں لڑکھڑاتی ہوئی ضرور زمین بوس ہوتی جو وہ اسے بروقت تھام نہ لیتا۔

مگر اسے سہارا دینے کی کوشش میں شہرے کے ہاتھوں میں تھامی پلیٹ جس میں تیل، مہندی اور سویٹ (جو وہ رسم کرنے کے لیے سپیشل اپنے لیے تیار کر کے لائی تھی) تھی وہ اس کے کشادہ سینے سے ٹکرانے پہ اس کے آف وائٹ کرتے کو رنگ گئی۔

آہ ہائے۔"اس اچانک تصادم پہ سب کے ہونٹوں سے مختلف طرح سے" اظہارِ حیرت وتاسف کے لیے آوازیں نکلیں۔

اوپسسس۔"جبکہ اس کے کرتے پہ بنے نقش و نگار کو تکتی شہرے کے بھی"
ہونٹوں سے ہلکی سی چیخ نکلی جبکہ وہ جو سارے فنکشن کے دوران دانستہ اِس
کے خوبصورت مگر کم سن سراپے سے نظریں چرائے ہوئے تھا اسے یوں
اچانک اپنے نزدیک دیکھ کے چند پل کے لیے اس کے دلکش چہرے سے
نظریں نہ ہٹا سکا جو اورنج، گرین اور پنک امتزاج کے خوبصورت سے لہنگے
کرتی میں ملبوس بہت دلفریب لگ رہی تھی۔

آئم سوری ضرغام چاچو۔"سٹیج پہ بیٹھے سبھی نفوس کی نظریں ضرغام کے"
کرتے پہ ملبوس تھیں، اس سے پہلے کہ ثمرین بیگم اس تک پہنچتیں شہرے
نے اپنی کلائی سے بندھا سرخ ریشمی اسکارف کھول کے بے ساختگی میں اس
کے کرتے پہ رکھتے ہوئے گویا اس کے کرتے کو صاف کرنا چاہا تھا۔

اونہوں، رہنے دیں۔"اس کے لمس کو اپنے سینے پہ محسوس کر کے وہ جیسے " ہوش میں آیا اور سنبھلتے ہوئے پہلی فرصت میں اس کے ہاتھوں پہ اپنا ہاتھ رکھ کے اسے ٹوکا۔

اس سے صاف نہیں ہو گا شہرے بیٹا، آپ پریشان نہیں ہوں۔" ثمرین" بیگم نے ان کے نزدیک پہنچتے شہرے کے روہانسے چہرے کو دیکھ کے اسے تسلی دینی چاہی جو بوکھلائی سی ضرغام کے سنجیدہ چہرے کو تک رہی تھی۔

ڈونٹ وری، آپ اپنے ڈریس کو صاف کریں، میں یہ چینج کر آتا ہوں۔"" بہت ہی نامحسوس انداز میں وہ سرخ اسکارف جو شہرے اکثر اپنے ریشمی بالوں میں باندھا کرتی تھی اور ابھی بھی شاید اسی مقصد کے لیے اس کی کلائی سے لپٹا ہوا تھا، وہ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے اس نے نرمی سے کہا کیونکہ کچھ چھینٹے اس کے لباس پہ بھی پڑے تھے۔

ریشمی چھوٹے سے اسکارف کو اپنی مٹھی میں دبائے وہ اُن تینوں پہ ایک نظر ڈال کے اندر کی جانب بڑھا جبکہ باقی سب واپس سے رسم کرنے میں مصروف ہو گئے۔

ان سب کھلکھلاتے اور بے فکر کھلنڈرے رسم کرتے چہروں میں ایک چہرہ ایسا بھی تھا جو سپاٹ تاثرات کے ساتھ ضرغام کے چہرے سے عیاں ہوتے تاثرات اور اس کی مٹھی میں دبے اس سرخ اسکارف کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے ناقابلِ فہم جذبات کی حدت سے دہک رہا تھا۔

وہ چہرہ کس کا تھا؟

کون تھا ایسا جو اُس کے چار دوستوں کے علاوہ اس کے چھپے جذبات کا گواہ بن گیا تھا؟

یہ سوال آنے والے دنوں میں بہت تیزی کے ساتھ ان پانچوں کے مابین ڈسکس ہونے والا تھا۔

کیونکہ آنے والے دنوں میں ان پانچوں کی زندگی ایک انجانے بھنور میں الجھنے والی تھی۔

جاری ہے۔

Zubi Novels Zone

کچھ ریڈرز کا کہنا تھا کہ ماضی شروع نہ کرتے کیونکہ ماضی کے بعد ناول جلد ختم ہو جائے گا تو ایسا ہر گز نہیں ہو گا اس ناول میں ماضی کے بعد اصل کہانی سامنے آئے گی اس لیے زرا دل گردے تھام کے ماضی کو تحمل سے پڑھیں جو کہیں آپ کو بور بھی کر سکتا ہے تو کہیں بہت پر جوش

#_Attention_to_all

#_New_ebook📣📣

#_dream_project

ہم_صورت_گر_کچھ_خوابوں_کے_#

سردیوں کا مزہ دوبالا کرنے لیے جو ریڈرز رومینٹک، مسٹری اور فیملی گپ شپ سے بھرپور ایک طویل ناول پڑھنا چاہتے ہیں وہ جلدی سے متوجہ ہوں۔

کیونکہ ایک دفعہ پھر سے لا رہی ہوں جہان حیدر شاہ کی ٹکر کا ایک نیا کریکٹر ❤️😍 وہ ریڈرز جو #_میری ہر کمی کو ہے تو لازمی کو ایک دفعہ پھر سے ایک نئے سٹائل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ اب کی بار پڑھیں گے

❤️#_جہانداد_آفندی کے جنون اور عشق کی داستان

#_ebook_intro

♦Ebook name: Hum Soorat Ghar kuch Khawboon k

♦Pages:2000+

♦Original price: 600

♦Sale Price:500(For 1st 100 customers)

♦Genre:Bold Romantic family gupshup based

♦Elements: Politician hero, business women, Doctor's hero heroine, childhood

nikah based, contractual marriage, lawyers, singer, sportman's love story based, family gupshup, unbeatable friendship based, cutest babies love, passionate love story based novel♥♥

♦Main leading characters: Jahandad Affandi, Arooshy Gardezi Mukarram Mirza , Pareeshy Sultan Muawiya Affandi, Zara Affanfi Maaz Affandi, Zarmeny Sultan and many more.....🙈😜😜

#_some_glimpse_from_this_block-buster_novel🔥🔥

آپ کا دماغ خراب ہو چکا ہے کیا؟" مقابل کی بات سن کے ایک جھٹکے کے "
ساتھ اپنی آفس چیئر سے کھڑی ہوتی وہ ناگواری سے گویا ہوئی۔

میڈم! جب بات سر کی آتی ہے تب ہمارے دل و دماغ صرف سر کے حکم "
کے تابع ہوتے ہیں۔" مقابل کھڑے شخص نے مودب انداز میں سر جھکائے
جواب دیا تو اُس کے سر کی شبیہہ آنکھوں کے سامنے لہرانے پر اس نے جیسے
ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

اپنے سر کے حکم کے تابع تم لوگ ہو گے میں نہیں اس لیے اپنے سر کا" فضول سا پروپوزل اٹھا کے یہاں سے نکل جائیں۔"اب کے ساری مروت بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ تند ہی سے بولی۔

آئم سوری میڈم لیکن آپ کو یہ سب اپنے جھوٹ کی عمارت کھڑی کرنے" سے قبل سوچنا چاہیے تھا۔اب بہتری اسی میں ہے کہ آپ دو ہفتے کے لیے سر کی مسز بن کے ان کے ساتھ جائیں۔"اب کے سر جھکا کے کھڑے شخص نے حکم کے مطابق دو ٹوک انداز میں اپنا مطالبہ واضح طور پہ اس کے سامنے رکھا تو وہ اس حملے پہ چکرا کے رہ گئی۔

جعلی بیوی!"اس کے لب نا محسوس انداز میں ہلے اور دماغ میں جیسے جھکڑ" سے چلنے لگے۔

ی۔۔یہ کمرہ۔۔۔" گرے اور بلیک رنگوں کے امتزاج سے سجے ماسٹر "
بیڈروم اور اس میں لگا دیوار گیر پورٹریٹ دیکھ کے اس کے حواس جھٹکا کھا
گئے۔

یہ کمرہ میرا انفیکٹ ہمارا کمرہ ہے۔" عقب سے آتی گھمبیر آواز اس کے "
اعصاب اور سماعتوں پہ چابک کی طرح پڑی۔
اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو دن والے ہی حلیے
میں ملبوس تھا لیکن اب فرق اتنا تھا کہ شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ ہو
چکی تھیں جن سے اس کے سیاہ بالوں سے بھرے مضبوط بازو جھلک رہے
تھے۔

کیا بکواس ہے یہ ؟" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بمشکل لہجے کو بے لچک بناتے " ہوئے بولی تو اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی ویسٹ کوٹ اتار پہ بیڈ پہ پھینکی تو بے حد بلنٹ ہونے کے باوجود وہ تھراہ سی گئی۔

ایک بیوی اپنے شوہر کے کمرے کے علاوہ کہیں اور کیسے رہ سکتی ہے ؟"" الفاظ سادہ لیکن لہجہ بہت چبھتا ہوا اور تضحیک آمیز تھا۔

میں آپ کی بیوی۔۔۔۔۔" وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے " ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ج بہت مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس کے قدموں کو دیکھتی وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کے بہت پھرتی کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑتی دروازے کی جانب بھاگنے لگی جب چوکنے کھڑے

جہان نے سرعت سے اس کی کلائی تھام کے واپس جھٹکا دیا تو وہ واپس دیوار سے آ لگی۔

چھوڑو مجھے۔"اس نے اس کی گرفت سے کلائی آزاد کرواتے ہوئے بمشکل" خود کو رونے سے باز رکھا۔

سب کے سامنے علی الاعلان میری بیوی ہونے کا دعویٰ کر چکی ہیں آپ،" پھر یہ مزاحمت کیوں؟"گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکا تو صورتحال کی اس قدر گھمبیرتا پہ اس کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی جب کہ آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

"پلیز۔۔۔۔۔۔۔"

ہولے سے دروازہ ناک کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بڑے کمپوزڈ لہجے میں سلام کرتے ہوئے سامنے دیکھا لیکن میز کے پار پڑی کرسی پہ بیٹھا شخص نیچے جھکا شاید کچھ اٹھا رہا تھا۔

وہ بے تاثر نگاہوں سے اس جھکے شخص کے سیاہ بالوں سے ڈھکے سر اور اس کی نیلے رنگ کی پلین شرٹ میں ملبوس پشت پہ نگاہیں جمائے ہوئے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

"وعلیکم السلام! آئم سوری، ٹیک یورس۔۔۔۔۔۔" چند ہی سیکنڈز میں وہ شخص ہاتھ میں چند پیپرز لیے سیدھا ہوا اور ایک معذرت خواہانہ نگاہ اس پہ ڈالنی چاہی تو گویا اس کے سامنے ہفت واقلیم گھوم گئے۔

اس کے سامنے کھڑی لڑکی اگرچہ حجاب میں تھی لیکن اس کی چمکتی آنکھوں کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا اور انہی آنکھوں کی تلاش میں وہ در در گھومتا رہا تھا اور وہ ملی بھی تو اس انداز میں کہ اس کا وجود ہل کے رہ گیا تھا۔

اور دنیا تو اس کے سامنے کھڑی "ڈاکٹر پریشے سلطان" کی بھی ہِل گئی تھی۔
وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی اس نے۔

وسیع جائیداد کے مالک داد بخش ملک جو کہ اپنی نصف بہتر ثریا بیگم کے ساتھ "ملک ہاوس" میں رہائش پذیر تھے۔
ایکٹر پہ پھیلے 'ملک ہاوس' کی کشادگی و خوبصورتی اسے کسی فارم ہاوس کا منظر پیش کرتی تھی کیونکہ یہ ویسے بھی شہر کی پر رونق زندگی سے دور نسبتاً پر سکون گوشے میں بنایا گیا تھا۔

داد بخش ملک اور ثریا ملک کو خدا نے تین بیٹوں سے نوازا تھا۔
سب سے بڑے اسد ملک تھے جن کی شادی ثریا بیگم کی بھانجی ثمرین سے ہوئی تھی اور ان دونوں کو اللہ نے دو بیٹوں ضرغام، جازم جس کی شادی

عنقریب اس کی کلاس فیلوانیلہ سے ہونے والی تھی جبکہ ایک بیٹی آئلہ سے نوازا تھا۔

ان سے چھوٹے احمد ملک تھے جن کی شادی داد بخش ملک کے دوست کی بیٹی عمارہ ملک سے ہوئی تھی اوران کواللہ نے دو بیٹوں عیسیٰ اور موسیٰ سے نوازا تھا۔

جبکہ سب سے چھوٹے احد ملک نے اپنی پسند سے ماہ وش ملک سے رشتہ استوار کیااور اللہ نے انہیں ایک بیٹی آیانہ (آیت) اور دو بیٹوں ارسم اور راسم سے نوازا تھا۔

راسم کی شادی اسد ملک کے جاننے والوں میں ہوئی تھی۔راسم اور قندیل کو اللہ پاک نے ایک پیاری سی بیٹی مناہل عطا کی تھی۔

تینوں بھائی اپنی ملنسار بیویوں کے ساتھ اپنے باپ کے بنائے گئے اس آشیانے میں بہت خوش و خرم رہتے تھے۔اگرچہ بیتتے وقت نے ان سے ثریا بیگم کا

ساتھ چھین لیا تھا لیکن پھر بھی ان سب کے اٹوٹ ساتھ پہ کوئی فرق نہ پڑا تھا۔

سب بہت محبت اور سکون سے نا صرف ایک گھر میں رہتے بلکہ اپنے اپنے کام کرنے کے ساتھ باپ کے بنائے گئے وراثتی بزنس کو بھی فروغ دیتے تھے۔

اسد ملک پیشے کے لحاظ سے شہر کیا ملک کے نامور اور قابل وکیل تھے جبکہ احد ملک ایک مشہور سیاسی پارٹی کے سربراہ تھے۔اپنے اپنے شوق سے بالاتر وہ دونوں اپنے منجھلے بھائی احمد ملک کے ساتھ 'ملک اینڈ سنز کمپنیز' کو بھی فروغ دیتے تھے۔

چونکہ اسد ملک اپنے شعبے کی وجہ سے اکثر سہ سرخیوں میں رہتے تھے کیونکہ وہ جھوٹ کا ساتھ ہر گز نہ دیتے تھے بلکہ سچ چاہے جیسا بھی ہو گا ڈٹ کے اس کا سامنا کرتے اور مجرم کو کڑی سے کڑی سزا دلوانے کی بھرپور کوشش

کرتے تھے جس کے باعث ان کے سینکڑوں دشمن اکٹھے ہو چکے تھے اور ایسے ہی کئی دشمنوں میں سے ایک "صفدر سائیں اور اس کا گھرانہ" تھا۔

کچھ سال قبل اسد صاحب نے صفدر سائیں کے بیٹے سفیر شاہ سائیں کو نشے میں گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے سبزی فروش کی جان لینے کے جرم میں سات سال کی سزا دلوائی تھی۔ان کی اس کاوش نے پیر حویلی والوں سے گویا کھلم کھلا دشمنی کو جنم دیا تھا لیکن وہ ایسی کسی دشمنی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔

مگر وہ یہ نہیں جان سکے تھے کہ ان کی یہ دشمنی جو بظاہر تو دب گئی تھی سالوں بعد ان کے خاندان والوں کے لیے ایک بھونچال لانے کا باعث بنے گی۔

آمنہ بیگم جو رشتے میں داد بخش ملک کی دور پار کی کزن لگتی تھیں ان کے پہلے شوہر کی وفات کے بعد ان کی دوسری شادی داد بخش ملک کے بھتیجے اعجاز ملک سے ہوئی تھی۔

ان دونوں کی شادی کے بعد داد بخش صاحب کے ہی مشورے پہ اعجاز ملک نے 'ملک ہاوس' کے سامنے 'ملک منزل' تعمیر کروایا تاکہ دونوں گھرانے ایک دوسرے کے نزدیک رہیں اور آمنہ بیگم بھی تنہائی محسوس نہ کریں۔

ان دونوں کو شادی کے دوسرے سال ہی اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹے احسن ملک سے نوازا تھا۔

احسن ملک ان دونوں کا اکلوتا بیٹا تھا اور بھتیجے سے انسیت کے باعث داد بخش صاحب کو اپنے اس پوتے (احسن) سے بھی بے پناہ محبت تھی۔

احسن چونکہ داد بخش ملک کا رشتے میں پوتا لگا کہ وہ ان کے بھتیجے کا بیٹا تھا اسی نسبت سے وہ اسد، احمد اور احد کو چاچو کہہ کے مخاطب کیا کرتا تھا۔

اکلوتے ہونے کے باعث احسن ملک کی شادی جلد ہی ان کی پسند سے زونیہ ملک سے کر دی گئی۔

شادی کو پانچ سال بیت گئے لیکن تاحال ملک منزل میں احسن کے بچے کی قلقاریاں نہ گونج سکی تھیں، ڈاکٹرز کے بقول دیر اللہ پاک کی طرف سے

ہے اور پھر سب کی بے تحاشا دعاوں کے بعد شادی کے چھ سال بعد ان کے آنگن میں ایک پھول کھلا تھا۔

چونکہ یہ خوشی بہت سالوں کے بعد سب کو دیکھنا نصیب ہوئی تھی اس لیے سبھی اس وقت ملک منزل اکٹھے ہوئے اس ننھی پری کے لیے نام سلیکٹ کر رہے تھے جو ثمرین بیگم کی گود میں مزے سے سو رہی تھی۔

میں رکھوں نام؟" سب کی ڈسکشن کو بغور سنتا سات ساڑھے سات سالہ " ضرغام ایک دم سے بولا تو سب اس کی جانب متوجہ ہوئے جو اپنے شہد رنگ سلکی بال کشادہ ماتھے پہ بکھیرے بالوں کے ہم رنگ چمکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ ماں کی گود میں لیٹی ننھی پری کو دیکھ رہا تھا۔

بالکل ضرور رکھو آپ۔"زونیہ جسے وہ بے حد پسند تھا انہوں نے محبت سے" اسے بولنے کو کہا۔

شہرے، شہرے ملک نام رکھیں۔"اس نے مسکراتے ہوئے زونیہ ملک کی" جانب دیکھا جو اس کا دیا گیا نام سن کے بے ساختہ مسکرا دی تھی۔

اور اس کا مطلب کیا ہے؟"احمد صاحب نے بھتیجے کو دیکھتے نرمی سے" استفسار کیا۔

"beautiful"

شہرے کا مطلب ہے بیوٹیفل، خوبصورت۔"اس نے اسی انداز میں نام کا" مطلب بھی سب کے سامنے پیش کیا تو اس کے دیے گئے نام اور اس کا معنی سن کے سبھی مسکرا دیے۔

بھئی ہمارے بیٹے نے نام تو چُن کے سلیکٹ کیا ہے ہماری خوبصورت سی" گڑیا کے لیے۔"اسد ملک نے بچی کے سر سے پیسے وارتے ہوئے محبت سے کہا تو سب نے ہی تائید اًسر ہلایا۔

جبکہ سب کی تعریفوں سے بے نیاز وہ بس ماں کے نزدیک بیٹھا اس خوبصورت سی مومی گڑیا کو تک رہا تھا۔

اور اس کی یہ دیوانگی صرف اس دن تک نہیں تھی بلکہ آنے والے دنوں میں وہ جیسے شہرے کا پروانہ بنا اس کے آس پاس ہی رہتا تھا۔

صبح بمشکل ثمرین بیگم اسے سکول روانہ کرتیں لیکن گھر آتے ہی وہ ملک منزل پہنچ جاتا اور پھر وہ ہوتا اور شہرے کی قلقاریاں ہوتیں۔

وقت بہت خوبصورتی سے گزر رہا تھا جب شہرے کے ساڑھے پانچ سال بعد اللہ نے احسن اور زونیہ کو بیٹے جیسی نعمت یعنی شاہ زیب سے نوازا تو ان کا آنگن جیسے ان گنت خوشیوں سے بھر گیا۔

عمر کی سیڑھیاں تیزی سے طے کرتی شہرے کا زیادہ تر وقت ملک ہاوس میں گزرتا جہاں وہ ضرغام کی دیوانی تھی توار سم، آئلہ اور آیانہ کی بہترین دوست۔

ضرغام بھی گلابی پھولے پھولے گالوں والی شہرے کے ساتھ دن کا بیشتر حصہ گزارتا تھا، وہ عمر کے ایسے حصے میں تھا جہاں اسے اپنے جذبات کی تو سمجھ نہیں تھی لیکن پھر بھی اسے شہرے کی اپنے ارد گرد موجودگی بہت اچھی لگتی تھی۔

اور پھر ایک دن ایسا بھی آیا جب ضرغام ملک کو اپنے جذبات سے آگہی ملی اور ایسی آگہی ملی کہ وہ ششدر سا رہ گیا۔

وہ اس وقت گریجویٹ کر رہا تھا جب پیپرز کی ٹینشن سر پہ سوار کیے وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے جا رہا تھا جب سامنے سے آتی بارہ سالہ شہرے سے بری طرح سے آن ٹکرایا۔

تصادم اتنا جاندار تھا کہ پیر پھسلنے کے سبب شہرے یقیناً پیچھے کو جا گرتی جب بوکھلائے ہوئے ضرغام نے بے ساختہ اپنا ہاتھ آگے بڑھا کے اس کے بازو کو تھام کے اپنی جانب کھینچا تو وہ لچکیلی ڈال کی مانند اس کے سینے سے آن لگی۔

یہ سب اس قدر اچانک اور سرعت سے ہوا تھا کہ دونوں کی دھڑکنیں ہی اپنے اعتدال پہ نہیں تھیں۔

اپنی بکھرتی سانسوں کو بحال کرتے ہوئے ضرغام نے قدرے جھک کے اسے دیکھنے کی کوشش کی جو گرنے کے خوف سے ہنوز اس کے سینے پہ سر ٹکائے اس کی شرٹ کو سامنے سے دونوں مٹھیوں میں جھکڑے ہوئے تھی۔

جبکہ اس کے اپنے سینے پہ ٹکے سر پہ نظر ڈالتے اس کی یہ نظر اس کے سلکی براون بالوں سے الجھنے لگی جو کیچر میں ہاف جھکڑے اس کی نازک کمر پہ بکھرے پڑے تھے۔

وہ پہلے بھی اس کے کھلے بال دیکھتا آیا تھا مگر آج جانے کیوں نظر الجھ رہی تھی اور اپنی اسی کیفیت سے گھبراتے ہوئے اس نے اسے پکارا۔

شہرے!"اس نے اسے اس لیے پکارا تھا کہ وہ اس اجنبی کیفیت سے" چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اگلا لمحہ اسے ایسی زنجیروں میں قید کر دے گا جس سے اسے عمر بھر رہائی نصیب نہ ہونا تھی۔

شہرے!"اس نے دوبارہ سے اسے پکارا تو اپنے ہوش و حواس یکجا کرتی" شہرے نے اس کے سینے سے سر اٹھا کہ اپنی گلابی ہوتی نم آنکھیں اس کی

جانب اٹھائیں تو اسی لمحے اس کی جانب دیکھتے ضرغام کا دل زوروں سے دھڑکتا ان گلابی نینوں میں سجدہ ریز ہو گیا۔

اپنے دل کی ایسی دھوکہ دہی پہ ششدر کھڑا ضرغام اسے دیکھ رہا تھا جو اب خود کو سنبھالتی اس سے فاصلہ قائم کر رہی تھی یہ جانے بغیر کے چند لمحے قبل کی نزدیکی انہیں کیسے ایک دوسرے سے باندھ گئی ہے۔

تھینک یو ضرغام چاچو، آپ نے بچا لیا ورنہ میں بہت برا گرنے والی تھی۔""" اس کی نرم آواز نے ساکت کھڑے ضرغام پہ جیسے کھولتا ہوا پانی انڈیلا تھا۔ وہ جو ششدر کھڑا اپنے بدلتے جذبات کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اس کے کہے لفظ 'چاچو' پہ جیسے کسی گہرے خواب سے جاگا تھا۔

اور پھر اس نے لاکھ اس سے دامن بچانے کی کوشش کی، دل کو سمجھایا کہ وہ اس سے چھوٹی ہے اور اسے اپنا چاچو سمجھتی ہے لیکن دل نے اسے یہی تاویل

دی کہ وہ اس کی سگی بھتیجی نہیں تھی نا ان کے درمیان ایسا کوئی محرم رشتہ تھا کہ ایسا سوچنا گناہ تصور کیا جاتا۔

اور دل کی ان تاویلوں اور اپنے منہ زور ہوتے جذبات سے ہار مانتا وہ اپنے دل کی اس دھوکہ دہی کے سامنے گھٹنے ٹیک گیا۔

دل کی حالت کیا بدلی تھی وہ اس سے دامن بچانے لگ گیا اور انہی کوششوں کے باعث وہ کالج کے نزدیک اسد صاحب کو کہہ کے اپنے لیے ایک اپارٹمنٹ خرید کے اپنے فرینڈز کے ساتھ وہیں رہنے لگا اور مہینوں بعد گھر کے چکر لگانے لگا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے جذبات کی شوریدگی اس کی معصومیت پہ نظر انداز ہو۔

اس کی ان جذبات کے امین اس کے چار دوست ذوالنورین، ذوالقرنین، رہبان اور نگاہ تھے جو سکول لائف سے اس کے ساتھ تھے۔

وہ چاروں ہی بہت اچھی فیملیز سے بی لانگ کرتے تھے لیکن ان سب کے رویے یار ہن سہن سے تکبر نہ جھلکتا تھا بلکہ وہ یاروں کے یار جبکہ دشمنوں کے لیے عبرت بننے میں ذرا دیر نہ لگاتے تھے۔

اگلا دن بہت ہی پر جوش انداز میں ملک ہاوس میں شروع ہوا تھا کیونکہ اسد ملک کے صاحبزادے جازم ملک کی بارات تھی اور ہر طرف پھیلی ہلچل اور ہنگامے سب کی اندرونی خوشی کا پتہ دے رہے تھے۔

ساری باتیں ایک طرف، یہ شادی کے لیے تیار ہوتے ہوئے جو بڑوں سے "عزت افزائی ہوتی ہے اس کا سواد ایک طرف۔" نگاہ جو پہلی دفعہ ایسی شادی

دیکھ رہی تھی وہ لڑکیوں حتی کہ لڑکوں کو تیار ہونے میں دیری کی صورت میں بڑوں سے عزت افزائی کروانے پہ لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"ایسا سوادا گر تم بھی چاہتی ہو تو کیا خیال ہے مما کو تمہاری طرف بھی نہ بھیجوں؟" ضرغام نے اس کے کاپر کلر کے دیدہ زیب فینسی سوٹ میں ملبوس سراپے کو ایک نظر دیکھتے ہوئے چھیڑا تو وہ فورا بوکھلائی۔

"نہ کرو یار، آنٹی نے میری تیاری دیکھ کہ مجھے تمہاری بہنوں کزنوں کے حوالے کر دینا ہے اور وہ میرا حشر بگاڑ دیں گی۔" نگاہ جسے ان کے ساتھ رہ کے رف ٹف ڈریسنگ کی عادت بن چکی تھی وہ اب شادی کی وجہ سے ہلکا پھلکا تیار تو ہو چکی تھی لیکن ثمرین بیگم سے چھپ رہی تھی جو بیٹے کی دوست کو بھی اپنی بیٹیوں کی طرح تیار شیار دیکھنا چاہتی تھیں۔

اچھاہے ناوہ تم پہ اپنے ہاتھ صاف کریں اور تم بھی ہمیں لڑکی لڑکی لگو۔""

رہبان نے اس کی بات سن کے اسے چھیڑا تو اس نے فورا جھینپتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا کلچ اس کے کندھے پہ دے مارا۔

"یہ جو تم اتنی باتیں کرتے ہو نا، تمہیں ایسی لڑکی ملنی ہے نا کہ تم یاد رکھو گے۔"اس کے بددعا دینے والے انداز پہ رہبان دل کھول کے ہنسا تھا۔

"جیسی اس کی حرکتیں ہیں، ہمیں اس کی بیوی پہ پیشگی فاتحہ پڑھ لینی چاہیے کیونکہ اس کے ساتھ رہنے پہ بیچاری کے جلد حواس کھونے کا خدشہ ہے۔" ذونین نے بھی نگاہ کی شرارت میں اپنا حصہ ڈالا تو رہبان نے فورا کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا لیکن یہ اور بات تھی کہ مقابل پہ ان کا کچھ اثر نہ ہوا۔

تمہیں اُس بیچاری پہ فاتحہ پڑھنے سے قبل اپنے بھائی کی عقل مرنے پہ فاتحہ " پڑھ لینی چاہیے جو ارد گرد سے بیگانہ ندیدوں کی طرح ہماری دوست کو گھورے جارہا ہے۔"اس سے پہلے کہ وہ زونین پہ حملہ کرتا اس کی نظر نین پہ پڑی جو وارفتہ نگاہوں سے نگاہ کے خوبصورت چہرے کو تک رہا تھا تبھی اس کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

جبکہ اس کی اس شرارتی برجستگی پہ نین کو خجل ہوتے دیکھ کے نگاہ سمیت وہ سبھی کھلکھلا دیے۔

مامایہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"سامعہ نے شازمین بیگم کی بات سن کے " حیرانگی سے انہیں دیکھا جو پوری توجہ سے اسی کی سمت دیکھ رہی تھیں۔

کیوں، کچھ غلط کہہ دیا میں نے؟"ان کے لہجے کی بے نیازی پہ وہ سٹپٹائی۔" نہیں لیکن وہ میرا مطلب ہے کہ۔کیا ایسا ممکن ہے؟"اس نے جھجھکتے" ہوئے ماں کی طرف دیکھا جو اس کی بات سن کے عجیب سے انداز میں مسکرائی۔

ایسا کوئی کام نہیں ہے جو تمہاری ماں کے لیے ممکن نہ ہوا ہو، تم بتاو کہ کیا تم" سیریس ہو؟"متکبر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس سے استفسار کیا تو اس کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا۔

بالکل۔"اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا جبکہ دل گویا خوشی سے بلیوں" اچھل رہا تھا۔

اسے پانے کے لیے ہر حد پار کرنے کی ہمت ہے؟"اب کے ایک جانچتی" نظر اس کے چہرے پہ ڈالتے ہوئے کھوجتے لہجے میں استفسار کیا گیا۔

بالکل۔"اس بار بھی اس وہی مختصر سا جواب دیا جبکہ اک جنون اور عزم" آنکھوں سے جھلک رہا تھا جو شازمین میر کو بہت آسودگی دے رہا تھا۔

اوکے تو بس. بیفکر ہو جاو، جو تم چاہتی ہو وہ تمہیں ضرور مل جائے گا اور کیسے" ملے گا وہ اُس کے گھر واپس آنے پہ بتاوں گی۔"شازمین میر نے اس کے نزدیک سے اٹھتے ہوئے گفتگو سمیٹی تو وہ بھی فوراً اس کے ساتھ ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

لو یو ماما۔"ماں سے لپٹتی وہ محبت سے بولی تو وہ بھی مسکراتے ہوئے اس کی" پیشانی چوم کے باہر نکل گئیں۔

حاکم میر صاحب کی پہلی شادی ان کی کزن شاہانہ بیگم سے ہوئی تھی، ان سے ان کا ایک بیٹا ولید میر تھا لیکن وقت نے شاہانہ بیگم کو اتنی مہلت نہ دی کہ وہ اپنے بیٹے اور شوہر کے ساتھ زندگی کے حسین پل گزار پاتیں تبھی چند ماہ کے بیٹے اور محبت کرنے والے شوہر کو چھوڑ کے خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔

حاکم صاحب جو کہ اپنے بیٹے پہ کسی سوتیلی ماں کا سایہ نہیں لانا چاہتے تھے خاندان والوں کے مجبور کرنے اور ولید کے کم عمر ہونے کی وجہ سے حلیمہ بیگم سے دوسری شادی کرنی پڑے۔

حلیمہ بیگم ویسے تو اچھی خاتون تھیں لیکن وہ چاہ کے بھی ولید میر کو ویسی محبت وچاہت سے نہ نواز سکیں جو کہ بطورِ ماں ان کا فرض تھا۔

وہ اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتیں، اس کی تکلیف پہ راتوں کو بھی جاگتیں لیکن یہ سب وہ فقط ایک ڈیوٹی سمجھ کے پورا کرتی تھیں ایک ماں کی طرح نہیں۔

ان کے رویے کا یہ تغیر اس وقت اور زیادہ زور پکڑ گیا جب اللہ پاک نے انہیں دو بیٹوں عبدالرحمن میر, آفاق میر اور بیٹی عائشہ میر سے نوازا تھا۔

ان کے ولید سے برتائے گئے لیے دیے رویے کے سبب تینوں بچے جلد ہی یہ جان گئے کہ ولید میر ان کا ماں کی جانب سے سگا بھائی نہیں ہے لیکن باپ کے کہے کے مطابق اس کا ذکر انہوں نے کبھی کسی کے سامنے نہ کیا تھا۔

حالانکہ زندگی کے ہر مقام پہ ولید کی برتری پہ اک حسد سا ان کے دلوں میں پنپنے لگا اور شاید یہ حسد حاکم صاحب بھی بھانپ گئے تھے تبھی انہوں نے سب کی بے حد مخالفت کے باوجود اپنی کروڑوں کی جائیداد ولید میر کے نام کر دی تاکہ تینوں بھائی ساتھ بندھے رہیں۔

اوران کے سب کچھ ولید کے نام کرنے پہ عبدالرحمن اور آفاق دونوں خون کے گھونٹ بھرتے چپ سادھ گئے کیونکہ ماں کی موت کے بعد وہ باپ کے انڈر رہنے کی وجہ سے باپ کے زیرِ کنڑول آچکے تھے ایسا دیکھنے والوں کو لگتا تھا۔

وقت گزرتا گیا اور چاروں بہن بھائی رشتہ ازدواج میں بندھ گئے تھے۔ ولید میر کی شادی کلثوم میر سے ہوئی جن سے ان کے دو بیٹے ذوالقرنین میر اور ذوالنورین میر تھے۔ خوبصورت خمدار پلکوں سے سجی دلکش آنکھوں والے یہ ننھے شہزادے ان دونوں میاں بیوی کی جان تھے۔

عبدالرحمن میر کی شادی مڈل کلاس شازمین میر سے ہوئی جس نے عبدالرحمان سے شادی فقط پیسے کے لیے کی تھی، ان کی دو بیٹیاں لامعہ، سامعہ اور ایک بیٹا سلیمان تھے۔

آفاق میر کی شادی عنبرین بیگم سے ہوئی تھی اوران کی تین بیٹیاں فضہ، رانیہ اور تانیہ تھیں۔

عائشہ میر کی شادی جواد صاحب سے ہوئی تھی اوران کے دو بیٹے ارحم، راحم اور ایک بیٹی فائقہ تھی۔

بد قسمتی سے جیسی حاسدانہ فطرت عبدالرحمن اور آفاق میر کی تھی ویسی ہی فطرت کی بیویاں ملنے پہ اکی ولید میر سے نفرت مزید نمو پانے لگی کیونکہ وہ ہر لمحے انہیں یہ احساس دلاتیں کہ اب ولید میر سے پاور آف اٹارنی لے لیا جائے اور اس ایمپائر کو اپنے کنڑول میں کر لیا جائے لیکن وہ ایسا زبردستی ہر گز نہیں کر سکتے تھے کہ حاکم صاحب کی وصیت کے مطابق اگر وہ ولید میر سے زبردستی حصہ لینے کی کوشش کریں تو ان کا حصہ چیریٹی کر دیا جائے گا۔

حاکم صاحب نے یہ وصیت اس لیے کی تھی کیونکہ وہ دونوں بیٹوں کی رنگین فطرت اور فضول خرچیوں سے واقف تھے اور وہ نہیں چاہتے تھے کہ حق حلال کی کمائی یوں حرام کے کاموں میں ضائع ہو۔

ان لوگوں کی نفرت ان نے بچوں میں بھی منتقل ہوئی تھی مگر اپنے لالچ کے تحت انہوں نے کبھی اپنی نفرت و ناگواری ولید و کلثوم یا ان کے بیٹوں کے سامنے جتائی نہ تھی۔

بلکہ بظاہر وہ ان دونوں کو بہت عزت تھے، گھر میں ان دونوں کو بہت پریفرینس دی جاتی لیکن اندر ہی اندر وہ ان لوگوں کو راستے سے ہٹانے کا تہیہ کرتے رہتے۔

وہ لوگ پاور آف اٹارنی ہتھیانے کے چکروں میں تھے جب ایک دن ان پہ یہ خبر بم بن کے گری کہ ولید میر نے پاور آف اٹارنی اپنے بیٹوں کے نام کر دی تھی۔

ولید میر کی مصلحت کے تحت کی گئی یہ حرکت گویا تابوت میں آخری کیل ثابت ہوئی تھی کیونکہ اب ان سے خار کھاتے ان کے بھائی اور ان کے بیوی بچے کھل کے ان سے ہمیشہ کے لیے جان چھڑوانے کے لیے سفاکی کی حدوں کو چھونے والے تھے۔

اور اپنے اس پلان پہ عمل کرنے کے لیے شازمین میر نے سب سے پہلے اپنی بیٹی کا انتخاب کیا تھا جو کہ ذوالنورین میر کے نشیلے نینوں میں مکمل طور پہ ڈوب چکی تھی۔

مگر ذوالنورین میر کی سرد مہری واجتناب کے باعث وہ اسے اپنانا بنا سکی تھی لیکن اب جب اس کی ماں نے اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا تو وہ جیسے ہواوں میں اڑنے لگی تھی۔

لیکن جانے بغیر کہ وہ آنے والے دنوں میں کس اذیت کا شکار ہونے والی تھی؟

شادی بخیر وعافیت سے گزر چکی تھی اور اب وہ پانچوں اپنا سامان پیک کیے واپس جانے کے لیے مکمل کھڑے سب سے مل رہے تھے جب ہوا کے جھونکے کی مانند وہ ہال میں داخل ہوئی تھی۔

ضرغام چاچو! آپ واپس جا رہے ہیں؟"اس کی شاکی آواز پہ اس نے خفیف" سے انداز میں اپنے دوستوں کو دیکھا جو حسبِ توقع 'چاچو' لفظ سن کے اپنے دانتوں کی نمائش کر رہے تھے۔

جی، خیریت؟"ایک گہری نظر اس کے خوبصورت و نازک وجود پہ ڈالتے" ہوئے اس نے استفسار کیا تو وہ ایک قدم اس کے نزدیک ہوئی۔

مجھے بھی آپ کے ساتھ جانا ہے۔"اس نے ٹھنکتے ہوئے فرمائش کی تو اپنے" بیگ سے پانی کی بوتل نکال کے پانی پیتے ذونین کو زوردار اچھو لگا۔

واقعی؟"رہبان اور نگاہ نے بیک وقت جس انداز میں اس کی جانب دیکھتے" ہوئے اس سے استفسار کیا وہ گڑبڑاتی ہوئی انہیں دیکھنے لگی۔

جاری ہے۔

#_Attention_to_all

#_New_ebook🎉🎉

#_dream_project

ہم_صورت_گر_کچھ_خوابوں_کے_#

سردیوں کا مزہ دوبالا کرنے لیے جو ریڈرز رومینٹک، مسٹری اور فیملی گپ شپ سے بھرپور ایک طویل ناول پڑھنا چاہتے ہیں وہ جلدی سے متوجہ ہوں۔

کیونکہ ایک دفعہ پھر سے لا رہی ہوں جہان حیدر شاہ کی ٹکر کا ایک نیا کریکٹر ❤☺ وہ ریڈرز جو #_میری ہر کمی کو ہے تو لازمی کو ایک دفعہ پھر

سے ایک نئے سٹائل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ اب کی بار پڑھیں گے

❤#_جہانداد_آفندی کے جنون اور عشق کی داستان

#_ebook_intro🎉🎉

♦Ebook name: Hum Soorat Ghar kuch Khawboon k

♦Pages:2000+

♦Original price: 600

♦Sale Price:500(For 1st 100 customers)

♦Genre:Bold Romantic

♦Elements: Politician hero, business women, Doctor's hero heroine, childhood

nikah based, contractual marriage, law-yers, singer, sportman's love story based, family gupshup, unbeatable friendship based, cutest babies love, passionate love story based novel♥♥

♦Main leading characters: Jahandad Af-fandi, Arooshy Gardezi Mukarram Mirza , Pareeshy Sultan Muawiya Affandi, Zara Affanfi Maaz Affandi, Zarmeny Sultan and many more.....🙈😜😜

#_some_glimpse_from_this_block-buster_novel🔥🔥

"آپ کا دماغ خراب ہو چکا ہے کیا؟" مقابل کی بات سن کے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی آفس چیئر سے کھڑی ہوتی وہ ناگواری سے گویا ہوئی۔

"میڈم! جب بات سر کی آتی ہے تب ہمارے دل و دماغ صرف سر کے حکم کے تابع ہوتے ہیں۔" مقابل کھڑے شخص نے مودب انداز میں سر جھکائے جواب دیا تو اُس کے سر کی شبیہہ آنکھوں کے سامنے لہرانے پر اس نے جیسے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

اپنے سر کے حکم کے تابع تم لوگ ہو گے میں نہیں اس لیے اپنے سر کا" فضول سا پروپوزل اٹھا کے یہاں سے نکل جائیں۔"اب کے ساری مروت بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ تند ہی سے بولی۔

آئم سوری میڈم لیکن آپ کو یہ سب اپنے جھوٹ کی عمارت کھڑی کرنے" سے قبل سوچنا چاہیے تھا۔اب بہتری اسی میں ہے کہ آپ دو ہفتے کے لیے سر کی مسز بن کے ان کے ساتھ جائیں۔"اب کے سر جھکا کے کھڑے شخص نے حکم کے مطابق دو ٹوک انداز میں اپنا مطالبہ واضح طور پہ اس کے سامنے رکھا تو وہ اس حملے پہ چکرا کے رہ گئی۔

جعلی بیوی!"اس کے لب نا محسوس انداز میں ہلے اور دماغ میں جیسے جھکڑ" سے چلنے لگے۔

ی۔۔یہ کمرہ۔۔۔" گرے اور بلیک رنگوں کے امتزاج سے سجے ماسٹر "
بیڈروم اور اس میں لگا دیوار گیر پورٹریٹ دیکھ کے اس کے حواس جھٹکا کھا
گئے۔

یہ کمرہ میرا انفیکٹ ہمارا کمرہ ہے۔" عقب سے آتی گھمبیر آواز اس کے "
اعصاب اور سماعتوں پہ چابک کی طرح پڑی۔
اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو دن والے ہی حلیے
میں ملبوس تھا لیکن اب فرق اتنا تھا کہ شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ ہو
چکی تھیں جن سے اس کے سیاہ بالوں سے بھرے مضبوط بازو جھلک رہے
تھے۔

کیا بکواس ہے یہ ؟" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بمشکل لہجے کو بے لچک بناتے " ہوئے بولی تو اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی ویسٹ کوٹ اتار پہ بیڈ پہ پھینکی تو بے حد بلنٹ ہونے کے باوجود وہ تھراہ سی گئی۔

ایک بیوی اپنے شوہر کے کمرے کے علاوہ کہیں اور کیسے رہ سکتی ہے ؟"" الفاظ سادہ لیکن لہجہ بہت چبھتا ہوا اور تضحیک آمیز تھا۔

میں آپ کی بیوی۔۔۔۔۔" وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے " ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ج بہت مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس کے قدموں کو دیکھتی وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کے بہت پھرتی کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑتی دروازے کی جانب بھاگنے لگی جب چوکنے کھڑے

جہان نے سرعت سے اس کی کلائی تھام کے واپس جھٹکا دیا تو واپس دیوار سے آ لگی۔

چھوڑو مجھے۔"اس نے اس کی گرفت سے کلائی آزاد کرواتے ہوئے بمشکل" خود کو رونے سے باز رکھا۔

سب کے سامنے علی الاعلان میری بیوی ہونے کا دعویٰ کر چکی ہیں آپ،" پھر یہ مزاحمت کیوں؟"گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکا تو صورتحال کی اس قدر گھمبیرتا پہ اس کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی جب کہ آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

"پلیز۔۔۔۔۔۔۔"

ہولے سے دروازہ ناک کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بڑے کمپوزڈ لہجے میں سلام کرتے ہوئے سامنے دیکھا لیکن میز کے پار پڑی کرسی پہ بیٹھا شخص نیچے جھکا شاید کچھ اٹھا رہا تھا۔

وہ بے تاثر نگاہوں سے اس جھکے شخص کے سیاہ بالوں سے ڈھکے سر اور اس کی نیلے رنگ کی پلین شرٹ میں ملبوس پشت پہ نگاہیں جمائے ہوئے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

"وعلیکم السلام! آئم سوری، ٹیک یورس۔۔۔۔۔۔" چند ہی سیکنڈز میں وہ شخص ہاتھ میں چند پیپرز لیے سیدھا ہوا اور ایک معذرت خواہانہ نگاہ اس پہ ڈالنی چاہی تو گویا اس کے سامنے ہفت واقلیم گھوم گئے۔

اس کے سامنے کھڑی لڑکی اگرچہ حجاب میں تھی لیکن اس کی چمکتی آنکھوں کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا اور انہی آنکھوں کی تلاش میں وہ در در گھومتا رہا تھا اور وہ ملی بھی تو اس انداز میں کہ اس کا وجود ہل کے رہ گیا تھا۔

اور دنیا تو اس کے سامنے کھڑی "ڈاکٹر پریشے سلطان" کی بھی ہِل گئی تھی۔
وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی اس نے۔

اس کے یوں دیکھنے پہ وہ دونوں سنبھلتے ہوئے سیدھے ہوئے۔

ہمارا مطلب ہے کہ کیا آپ واقعی ہمارے ساتھ ہی جانا چاہتی ہیں؟" نگاہ" نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اپنے "واقعی" کو مہذب انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی۔

جی، مجھے فرینڈ کے ہاں جانا ہے۔آپ مجھے وہاں ڈراپ کر دیں پھر ارسم" چاچو مجھے وہاں سے پک کر لیں گے۔"اس نے ضرغام کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے نظر بھر کے اسے دیکھا اور ہولے سے کھنکارا۔

اچھا، آجائیں آپ۔"اس کے آہستگی سے مان جانے پہ اُن چاروں نے" گردن گھما کے گھورنے کے سے انداز میں اسے دیکھا اور پھر ذونین فوراً اس کے کان میں گھسا۔

ہم کیا گاڑی کے باہر لٹک کے آئیں گے یا چھت پہ بیٹھ کے؟"اس نے" طنزیہ انداز پہ اس نے خجل ہوتے ہوئے ایک مکہ اس کے پہلو میں رسید کرتے ہوئے شہرے کو دیکھا جو جلدی سے باہر کو بھاگی تھی تاکہ اپنا گفٹ لے سکے جو فرینڈ کو دینا تھا۔

دس منٹ کا فاصلہ ہے تو ایڈجسٹ کرنے میں کیا پرابلم ہے؟"اس نے ان" سب کی طرف دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

وہ اس وقت سب سے ملنے کے بعد اپنی گاڑی کے ہی نزدیک کھڑے بہت مدہم آواز میں محوِ گفتگو تھے۔

ضر! تم گاڑی ڈرائیو کروتا کہ شہرے ریلیکس ہو کر آگے بیٹھ جائے جبکہ ہم" چاروں پیچھے ایڈجسٹ کر لیتے ہیں دس منٹ کی ہی تو بات ہے۔" نین نے ضرغام کی جانب دیکھتے ہوئے کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلاتے گیٹ سے واپس آتی شہرے کو دیکھا جس کے ہاتھوں میں گفٹ پیکٹ چمک رہا تھا۔

ہیلو ڈارلنگ۔" وہ بھاگنے کے سے انداز میں تیز تیز چلتی کلاس کے لیے بڑھ" رہی تھی جب سلیمان میر اور سرفراز شاہ کے ایک دم سے سامنے آنے پہ اس

نے بمشکل اپنے قدموں کو بریک لگاتے ناگواری سے ان دونوں کی شکلوں کو دیکھا۔

"آج تمہارے باڈی گارڈز کہاں ہیں؟" سلیمان میر نے طنزیہ انداز میں اس کے دائیں بائیں دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو اس کے چہرے کی ناگواری بڑھ گئی۔

"اگر وہ میرے ساتھ ہوتے تو کیا تم یوں میرا راستہ روکنے کی ہمت کر پاتے؟" اس نے زہر خند مسکان ہونٹوں پہ سجاتے ہوئے سکون سے ان دونوں کو بے سکون کیا۔

"اپنے یاروں کے دم پہ اتنا اچھلنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ بہت جلد تمہارے اس خوبصورت وجود کو سراہ۔۔۔۔۔۔۔" اس کے گہرے وار

سے بمشکل سنبھلتے وہ مکروہ شیطانی انداز میں کہتے ہوئے اس سے قبل کہ اپنی بات مکمل کر پاتے کہ ایک ساتھ دونوں کے چہرے پہ پڑنے والے زوردار گھونسے کے باعث لڑکھڑا سے گئے۔

اس اچانک حملے پہ نگاہ نے مسکراتے ہوئے اپنے دائیں بائیں دیکھا جہاں ایک طرف ذونین جبکہ دوسری طرف ضرر بھسم کر دینے والی نگاہوں سے ان دونوں کو گھور رہے تھے۔

آج کے بعد اگر اِس کے ارد گرد پچیس فٹ کے فاصلے پہ بھی نظر آئے تو" دنیا کی نظروں سے گم کروانے میں دیر نہیں کروں گا۔" انگشت شہادت اٹھا کہ ان دونوں کو برودت بھرے لہجے میں وارن کرتے ہوئے ضرغام نے شرربار نگاہوں سے انہیں دیکھا جو ناک سے نکلتے خون کو صاف کر رہے تھے۔

تم لوگ کیا ہمیں دنیا کی نظروں سے گم کرواوگے، عنقریب تم لوگوں کا ایسا" حشر کریں گے تم لوگ پہچاننے میں ہی نہیں آوگے۔" سرفراز شاہ سائیں جسے اپنے اونچے خاندان و مقام مرتبے کا بڑا گھمنڈ تھا، وہ یوں یونی میں کھڑے ہو کے ان کے ہاتھوں پڑنے والے گھونسے کے سبب شدید ہتک کے مارے زہر زہر ہو رہا تھا۔

ابھی یہ بھی ان کے لیے بہتر تھا کہ مارننگ ٹائم تھا اور سٹوڈینٹس اپنی فرسٹ کلاس لینے میں مصروف تھے۔

جب ایسا کر پانے کی ہمت ہو گئی تو ہمارے سامنے آنا لیکن۔۔۔۔۔" ضرغام نے سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے ایک نظر مشتعل کھڑے ذونین اور اس کے ساتھ پر سکون کھڑی نگاہ پہ ڈالی۔

لیکن اِس (نگاہ) کے سامنے آنے کی جرات مت کرنا۔" ایک دفعہ پھر سے "
ان دونوں کو وارن کرنے کے بعد وہ قہر بھری نگاہیں ان پہ ڈالتے ہوئے
واپس پلٹ گئے جبکہ اپنے اندر حسد، انتقام، ہتک اور سبکی کی آگ لیے وہ
دونوں وہیں کھڑے رہ گئے۔

تم نے بتایا کیوں نہیں کہ وہ کمینے تمہیں ٹیز کرتے ہیں؟" نین کو جیسے ہی خبر "
ملی تھی وہ تب سے ہی بھڑک رہا تھا جبکہ یہی حال رہبان کا تھا۔

ان کی اتنی ہمت نہیں کہ تم لوگوں کے ہوتے ہوئے نگاہ واحدی کو ٹیز کر "
سکیں، یہ تو آج نجانے کس نشے میں دھت انہوں نے ایسا کرنے کی جرات کر
لی۔" وہ بڑے مزے سے گردن اکڑاتی ہوئی بولی کیونکہ یہ سچ تھا کہ وہ کبھی

کبھار اسے آتے جاتے کمنٹس ضرور پاس کرتے تھے لیکن وہ جواباً ایسے گھرے وار کرتی تھی کہ بلبلا سے جاتے۔

یہ شاید آج اکیلے ہونے کے باعث شیر ہو گئے تھے جو گفتگو میں اس قدر گراوٹ کا مظاہرہ کر گئے مگر اُن کی بد قسمتی تھی کہ اس کے دوستوں کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔

"جو بھی ہو، تمہیں کوئی ذرا سا بھی پریشان کرنے کی کوشش کرے تم ہمیں ضرور بتاو گی۔ یہ بات ذہن سے نکال دو کہ تم صرف نین کے لیے اہم ہو۔ تم ہماری دوست ہو، ہماری بہن ہو اور ہم سبھی کو بہت عزیز ہو اس لیے آج کے بعد بات چھوٹی ہو بڑی ہو، اہم ہو یا غیر اہم تم ہمیں اس کے بارے میں ضرور آگاہ کرو گی۔" رہبان نے آگے بڑھ کہ اس کے سر پہ ہولے سے ہاتھ رکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو فرطِ جذبات سے اس کی آنکھیں نم ہونے

لگیں لیکن اس نے خود پہ ضبط کرتے ہوئے آنسو واپس دھکیلے اور مسکرا کے اس کی جانب دیکھا۔

"وہ پانچوں بیشک بہترین دوست تھے جو آپ کا حکم، ایس پی صاحب۔" لیکن سب کے سبجیکٹس تقریباً مختلف تھے۔

رہبان اور نین پولیس فورس میں جانا چاہتے تھے اس لیے وہ اس کی تیاری کر رہے تھے۔

ضرغام اور ذونین بزنس پڑھ رہا تھا۔

جبکہ وہ خود سائیکالوجی پڑھ رہی تھی۔

"میں ایس پی ہوں تو یہ کون ہے؟" رہبان نے اس کے طرزِ تخاطب پہ مسکراتے ہوئے نین کی جانب اشارہ کیا۔

یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس نے سوچنے کی اداکاری کی۔"

یہ دل کی سلطنت پہ لگے کمشنر۔"اس کے سوچنے پہ ذونین نے فوراً ٹکڑا لگایا"

تو سبھی ایک ساتھ کھل کے ہنس دیے۔

اس بات سے دور کہ ان پانچوں کے ارد گرد کیسی فصیلیں کھڑی کرنے کی سازشیں کی جارہی تھیں۔

آپ کو نہیں لگتا مسز میر کہ اب بات اس ایمپائر سے آگے بڑھ چکی ہے؟""" سرفراز شاہ کے والد سفیر شاہ جو کہ عبدالرحمن میر کے جگری دوست اور اُن کے ہر سیاہ و سفید کے رازداں تھے وہ اپنے بیٹے کی یونی میں ہونے والی بے عزتی سے تاحال جھلس رہے تھے۔

آپ جتنا چاہیں اس بات کو آگے بڑھا سکتے ہیں کہ جب جنگ کو نکل ہی" پڑے ہیں تو وجوہات جتنی زیادہ ہوں گی جنگ لڑنے میں اتنا ہی مزہ آئے گا۔" شاطرانہ انداز میں مسکراتی ہوئی وہ انسانیت کے گھٹیا ترین درجے پہ تھی۔

جیسا کہ آپ سبھی کو علم ہے کہ ہم سب یہاں اپنے اپنے فائدے کے لیے" ہی اکٹھے ہوئے ہیں، ہمیں اُن دونوں بھائیوں سے پاور آف اٹارنی چاہیے، تمہیں نگاہ واحدی چاہیے۔۔۔۔۔" انہوں نے اپنے دائیں جانب رکھے صوفے پہ بیٹھے خوش شکل مرد تبریز واحدی جو کہ نگاہ کا چچازاد تھا، اس کی جانب اشارہ کیا۔

جبکہ شاہ سائیں آپ کو اپنے بیٹے کا بدلہ لینے کے لیے ضرغام ملک "
چا۔۔۔۔۔" وہ سپاٹ انداز میں بول رہی تھی جب سفیر سائیں نے اس کی
بات منقطع کی۔

مجھے ضرغام ملک اور رہبان گردیزی دونوں چاہیے کیونکہ ضرغام ملک کے "
بعد وہ کمینہ میرے بیٹے کو اس کے فلیٹ میں جا کے پیٹ کے آیا ہے۔" وہ
ایک دم سے مشتعل ہوتے پھنکارے تو اس نے سمجھتے ہوئے ہنکارہ بھرا۔

اوہ، اس کا مطلب ہے کہ بد قسمتی سے یہ فائیو سٹار گروپ اب ہمارے "
نشانے پہ ہے۔ اپنے ہر پلان پہ عمل کرنے سے قبل یہ یاد رکھنا کہ ہمیں پاور
آف اٹارنی چاہیے، اس کے بعد تم لوگ چاہو تو بیشک ان کو مار دینا۔" سفاکی
سے کہتی ہوئی وہ سفیر سائیں کی طرف دیکھتی گویا ان کی تائید کی منتظر تھی۔

ان سے چند قدم دور صوفے پہ بیٹھے عبدالرحمن میر اور آفاق میر اس عورت کے سامنے کٹھ پتلی بنے پانچ افراد کی زندگی کے بھیانک فیصلے ہوتے دیکھ رہے تھے۔

اوکے ڈن۔" سفیر سائیں نے فوراً اس کی بات سے اتفاق کیا کیونکہ بات " صرف ان لڑکوں کی حد تک تو تھی نہیں یہ تو خاندانی رقابت تھی جسے نکالنے کا موقع اب جا کے ملا تھا۔

اور اسی رقابت کے ہاتھوں اُس نے سب سے پہلا وار ضرغام ملک کے دل پہ کیا تھا۔

کیونکہ اُن پانچوں کے علاوہ اُس کی خاموش محبت کے گواہ 'اسد ملک' سے بدلہ لینے کا موقع اسے برسوں بعد ملا تھا۔

اور وہ اسد ملک جو اپنے سارے کیریئر میں کسی بھی کیس کے دوران کسی بھی طرح سے بلیک میل نہ ہوئے تھے وہ زندگی میں پہلی دفعہ دو افراد کی جان و عزت کے لیے اپنے ہی بیٹے کے جذبات سے کھیلنے کے لیے مجبور ہو گئے۔

ذونین! میں اچھی لگ رہی ہوں نا؟" فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی نگاہ نے بلا مبالغہ " آرائی کوئی دسویں بار تھی جو اُن سب سے باری باری یہ سوال پوچھا تھا۔ وجہ بہت واضح تھی وہ آج نین کے ساتھ 'میر پیلس' جا رہی تھی۔

مسز کلثوم میر، اس سے ویسے تو واقف تھیں، اکثر موبائل پہ بھی اس سے بات چیت کرتی تھیں لیکن کبھی باضابطہ ملاقات کی نوبت نہ آئی تھی۔

ویسے بھی وہ خود جا کے نگاہ سے ملنے کا ارادہ رکھتی تھیں مگر اچانک ہی اُن کی طبیعت بگڑنے کی وجہ سے آج وہ خود ہی اُن چاروں کے ساتھ ان کی عیادت کے لیے جا رہی تھی۔

یہ تم اب بتا ہی دو کہ تم آنٹی کی عیادت کے لیے جا رہی ہو کہ اپنے" برد کھاوے کے لیے؟"اس کے بار بار ایک ہی سوال پوچھنے پر اب کے رہبان کی زبان میں کھجلی ہوئی تھی۔

نین۔"اس نے اس کی شرارت پہ جھینپتے ہوئے زیرِ لب مسکراتے ہوئے" نین کو شکایتی انداز میں پکارا۔

شرم کرو تم لوگ، کیوں پریشان کر رہے ہو؟" بمشکل مسکراہٹ ضبط" کرتے ہوئے اس نے ان کو گھرکا لیکن ان کی بتیسی ہر گز غائب نہ ہوئی۔

ویسے نگاہ، تم اتنی کانشیئس کیوں ہو رہی ہو؟"ضر نے اسے ریلیکس کرنے" کو پوچھا۔

یار دیکھو نا، ایک تو اِن نے گھر میں اتنی لڑکیاں ہیں جو ظاہر ہے خوبصورت" بھی ہوں گی تو مجھے کیا پتہ آنٹی کو کیسی لڑکیاں پسند ہیں کیونکہ کال پہ بات کرنا تو اور بات ہے جبکہ فیس ٹو فیس مل کے دیکھنا اور بات۔"اس نے اندر کی بے چینی ظاہر کی۔

ڈونٹ وری مما کو وہی لڑکیاں پسند ہیں جو اُن کے نین کے نینوں کا تارا" ہے۔"ذونین نے شرارت سے ان دونوں کو چھیڑا تو دونوں بیک وقت جھینپ گئے۔

ایسی ہی گپ شپ کے ساتھ وہ چند منٹ بعد میر پیلس کے پورٹیکو میں پہنچ چکے تھے۔

آو۔"اس کی جانب کا دروازہ کھولے نین نے اسے باہر آنے میں مدد دی"
اور اسے ساتھ لیے اندر کی جانب بڑھ گیا۔

اور پھر اس کے خدشات کے برعکس مسز کلثوم میر بہت محبت اور گرم جوشی کے ساتھ اس سے ملی تھیں۔ان کی طبیعت میں اس قدر نرمی اور ملنساری تھی کہ وہ ان کی گرویدہ ہو گئی نا صرف وہ بلکہ ولید میر بھی بہت محبت سے اس سے ملے تو اس کے سارے اندیشے زائل ہو گئے۔

اُن دونوں میاں بیوی کے علاوہ وہ باقی افراد سے بھی سرسری سا ملی تھی لیکن ان سب کے رویے اور تاثرات اس قدر عجیب تھے کہ وہ بیزار سی ہو گئی لیکن نین کے لیے وہ مسکراتی ہوئی ان کے پاس چند منٹ بیٹھی تھی۔

وہ جو دل میں تھوڑے سے خوف و خدشات لیے آئی تھی واپسی پہ دلی خوشی سے لبریز ہو کے واپس جا رہی تھی۔

تم کب تک بات کرنے کا ارادہ رکھتے ہو گھر میں؟" فری پریڈ میں سب " ایک ساتھ بیٹھے بریانی سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب نین نے ضر کو مخاطب کیا۔

اس ہفتے جب واپس گیا تو کوشش کروں گا کہ ڈیڈ سے بات کروں۔"کوک" کاسپ لیتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"کوشش کی بجائے عمل کرنا کیونکہ اس بار میرے اندر شہرے کے منہ سے اپنے لیے 'چاچو' سننے کا حوصلہ نہیں ہے۔"رہبان نے اس کی بات کے جواب میں جس طرح برجستگی سے ٹکڑا لگایا تھا سب کا ایک فرمائشی قہقہہ گونج اٹھا تھا۔

"ذونین کی بس پھر دیکھ لے ہمارا جگر کس حوصلے کا مظاہرہ کرتا ہے۔" شرارت سے چمکتی آنکھیں بھی اس وقت ضرپہ ہی مرکوز تھیں جو ایک ہاتھ میں کوک کا ٹن پکڑے دوسرا ہاتھ کھولے اپنی ہتھیلی کے وسط میں بنے سیاہ موٹے تل کو گھور رہا تھا۔

تِل کو گھورنا بند کردے میرے بھائی،اس کے اندر سے ہر گز بھی شہرے" نہیں نکلنے والی۔"اس کے ارتکاز کو محسوس کرتی اب کی بار نگاہ بولی تو اس نے ہاتھ کا مکہ بنا کے اس کی کنپٹی کو چھوا۔

شہرے اور مجھے ٹارگٹ کرنے کی بجائے یہ بتاو کہ انکل کا کیا ری ایکشن ہے" نین کے بارے میں جاننے کے بعد؟"ضر نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو اس کا چمکتا ہوا چہرہ یکلخت ہی بجھ سا گیا۔

اتنا شدید ری ایکشن تھا کہ میں گھبرا گئی۔ان کا کہنا یہ ہے کہ پہلے اپنی پڑھائی" پہ فوکس کروں پھر ان چکروں میں پڑوں۔"اس کے روہانسے لہجے پہ سب کے چہرے متفکر ہوئے۔

انکل ٹھیک کہہ رہے ہیں، ہمیں سب سے پہلے اپنی سٹڈی اپنے کیریئر پہ" فوکس کرنا چاہیے لیکن یہ بات بھی اٹل ہے کہ جو شے یا انسان آپ کے لیے بہت قیمتی ہے اس کے حوالے سے دل کو دھڑکا سا لگا رہتا ہے اس لیے میں پاپا مما سے بات کروں گا کہ وہ سبھاو کے ساتھ انکل سے بات کر کے ہماری انگیجمنٹ فائنل کر دیں تاکہ فضول قسم کی باتیں بند ہو جائیں۔" نین نے اسے پریشان دیکھ کے تسلی دی تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

منگنی کی بات ہوئی ہے، اس پہ تھوڑا سا شرمانا بھی بنتا ہے۔" ذونین نے فوراً" اس کی مسکراہٹ دیکھ کے لفظی گرفت کی تو وہ اسے گھور کے رہ گئی۔

ولید صاحب اور کلثوم بیگم اگلے ایک دو دن بعد واحدی صاحب سے ملنے گئے اور اُن سے بہت ہی طریقے سے بات کی اور بچوں کی منگنی کے لیے انہیں بمشکل رضامند کر کے ہی گھر لوٹے تھے۔

واحدی صاحب جو کہ نگاہ کی شادی اپنے بھتیجے سے کرنا چاہتے تھے وہ اتنی اچھی فیملی سے آنے والے رشتے کو ٹھکرا نہ سکے کیونکہ اس میں نا صرف ان کی بیٹی کے لیے خوشی تھی بلکہ خود ان کے لیے بہت فائدہ تھا تبھی انہوں نے ایک ہفتے بعد منگنی کی ڈیٹ دے دی تھی۔

نین اور نگاہ کی جانب سے مکمل طور پہ مطمئن ہونے کے بعد ضرغام بھی پر عزم ارادہ باندھے 'ملک ہاوس' جانے کو تیار ہونے لگا کیونکہ اُن سب کے بار بار کہنے پہ اس کا ارادہ اسد صاحب سے اپنی خواہش کا اظہار کرنے کا تھا تاکہ وہ بہترین سدِ باب کر سکیں۔

تبھی اگلے چوبیس گھنٹوں تک وہ ملک ہاوس میں موجود تھا۔

سب سے ملنے ملانے، ریسٹ کرنے اور کھانا کھانے کے بعد بالآخر اسے رات کے ساڑھے دس بجے اسد صاحب سے بات کرنے کا موقع ملا تھا۔

السلام علیکم ڈیڈ! "اجازت ملنے پر وہ اُن کے سٹڈی روم کا دروازہ کھولنے" کے بعد اندر داخل ہوا۔

وعلیکم السلام! "ایک بھرپور نظر اپنے نوجوان خوبصورت بیٹے پہ ڈالتے" ہوئے انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

ڈیڈ مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ "ہمیشہ سے ہی اسے تمہید" باندھنے سے چڑ تھی اس لیے اس کی کوشش ہوتی تھی کہ وہ ڈائریکٹ مدعے پہ آئے تبھی اس نے فارمل گفتگو کرنے کی بجائے انہیں اپنی جانب متوجہ کیا۔

کریں۔"اپنی کتاب بند کر کے انہوں نے رخ اس کی جانب موڑا جو چہرے" پہ پر عزم تاثرات لیے انہی کی جانب متوجہ تھا۔

میں۔۔"جانے کیوں وہ لحظے بھر کے لیے جھجھکا لیکن اپنی جھجھک کو فوراً" پسِ پشت ڈال کے اس نے لفظوں کو مرتب کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اپنی ہمت مجتمع کی۔

میں شہرے کو اپنانا چاہتا ہوں۔"اس کے اس قدر واضح الفاظ میں کیے گئے" مطالبے پہ سٹڈی روم میں ایک دم وحشت زدہ سا سناٹا چھا گیا۔

جاری ہے۔

آج مصروفیت بے انتہا تھی، قسط دینے نا دینے کے بیچ الجھی ہوئی تھی لیکن تین بجے آنکھ کھلی تو یاد آیا کہ روز قسط دینے کا وعدہ ہے اس لیے جلدی سے یہ قسط لکھی ہے اس لیے کوئی شارٹ ہونے کا نعرہ نہ لگائے۔

اور پلیز پاسٹ کو سکون سے پڑھیں تاکہ آپ کو اپنے سوالوں کے جوابات ایک ایک کر کے ملتے جائیں۔

#_Attention_to_all

#_New_ebook🎉🎉

#_dream_project

ہم_صورت_گر_کچھ_خوابوں_کے_#

سردیوں کا مزہ دوبالا کرنے لیے جو ریڈرز رومینٹک، مسٹری اور فیملی گپ شپ سے بھرپور ایک طویل ناول پڑھنا چاہتے ہیں وہ جلدی سے متوجہ ہوں۔

کیونکہ ایک دفعہ پھر سے لا رہی ہوں جہان حیدر شاہ کی ٹکر کا ایک نیا کریکٹر ❤☺ وہ ریڈرز جو #_میری ہر کمی کو ہے تو لازمی کو ایک دفعہ پھر سے ایک نئے سٹائل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ اب کی بار پڑھیں گے

❤#_جہانداد_آفندی کے جنون اور عشق کی داستان

🎉🎉#_ebook_intro

♦Ebook name: Hum Soorat Ghar kuch Khawboon k

♦Pages:2000+

♦Original price: 600

♦Sale Price:500(For 1st 100 customers)

♦Genre:Bold Romantic

♦Elements: Politician hero, business women, Doctor's hero heroine, childhood nikah based, contractual marriage, lawyers, singer, sportman's love story based, family gupshup, unbeatable friendship based, cutest babies love, passionate love story based novel♥♥

♦Main leading characters: Jahandad Affandi, Arooshy Gardezi Mukarram Mirza , Pareeshy Sultan

Muawiya Affandi, Zara Affanfi

Maaz Affandi, Zarmeny Sultan and

many more.....🙊😂😂

#_some_glimpse_from_this_block-

buster_novel🔥🔥

آپ کا دماغ خراب ہو چکا ہے کیا؟" مقابل کی بات سن کے ایک جھٹکے کے "
ساتھ اپنی آفس چیئر سے کھڑی ہوتی وہ ناگواری سے گویا ہوئی۔

میڈم! جب بات سر کی آتی ہے تب ہمارے دل و دماغ صرف سر کے حکم "
کے تابع ہوتے ہیں۔" مقابل کھڑے شخص نے مودب انداز میں سر جھکائے

جواب دیا تو اُس کے سر کی شبیہہ آنکھوں کے سامنے لہرانے پر اس نے جیسے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

"اپنے سر کے حکم کے تابع تم لوگ ہو گے میں نہیں اس لیے اپنے سر کا فضول سا پروپوزل اٹھا کے یہاں سے نکل جائیں۔" اب کے ساری مروت بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ تند ہی سے بولی۔

"آئم سوری میڈم لیکن آپ کو یہ سب اپنے جھوٹ کی عمارت کھڑی کرنے سے قبل سوچنا چاہیے تھا۔ اب بہتری اسی میں ہے کہ آپ دو ہفتے کے لیے سر کی مسز بن کے ان کے ساتھ جائیں۔" اب کے سر جھکا کے کھڑے شخص نے حکم کے مطابق دو ٹوک انداز میں اپنا مطالبہ واضح طور پہ اس کے سامنے رکھا تو وہ اس حملے پہ چکرا کے رہ گئی۔

جعلی بیوی!"اس کے لب نامحسوس انداز میں ہلے اور دماغ میں جیسے جھکڑ" سے چلنے لگے۔

ی۔۔یہ کمرہ۔۔۔" گرے اور بلیک رنگوں کے امتزاج سے سجے ماسٹر" بیڈروم اور اس میں لگا دیوار گیر پورٹریٹ دیکھ کے اس کے حواس جھٹکا کھا گئے۔

یہ کمرہ میرا انفیکٹ ہمارا کمرہ ہے۔"عقب سے آتی گھمبیر آواز اس کے" اعصاب اور سماعتوں پہ چابک کی طرح پڑی۔

اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو دن والے ہی حلیے میں ملبوس تھا لیکن اب فرق اتنا تھا کہ شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ ہو

چکی تھیں جن سے اس کے سیاہ بالوں سے بھرے مضبوط بازو جھلک رہے تھے۔

کیا بکواس ہے یہ؟" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بمشکل لہجے کو بے لچک بناتے" ہوئے بولی تو اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی ویسٹ کوٹ اتار پہ بیڈ پہ پھینکی تو بے حد بلنٹ ہونے کے باوجود وہ تھراہ سی گئی۔

ایک بیوی اپنے شوہر کے کمرے کے علاوہ کہیں اور کیسے رہ سکتی ہے؟!!!" الفاظ سادہ لیکن لہجہ بہت چبھتا ہوا اور تضحیک آمیز تھا۔

میں آپ کی بیوی۔۔۔۔۔" وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے" ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ج بہت مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس کے قدموں کو دیکھتی وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کے بہت پھرتی کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑتی دروازے کی جانب بھاگنے لگی جب چوکنے کھڑے جہان نے سرعت سے اس کی کلائی تھام کے واپس جھٹکا دیا تو واپس دیوار سے آ لگی۔

"چھوڑو مجھے۔"اس نے اس کی گرفت سے کلائی آزاد کرواتے ہوئے بمشکل خود کو رونے سے باز رکھا۔

"سب کے سامنے علی الاعلان میری بیوی ہونے کا دعویٰ کر چکی ہیں آپ، پھر یہ مزاحمت کیوں؟"گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکا تو صورتحال کی اس قدر گھمبیرتا پہ اس کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی جب کہ آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

"پلیز۔۔۔۔۔۔۔"

ہولے سے دروازہ ناک کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بڑے کمپوزڈ لہجے میں سلام کرتے ہوئے سامنے دیکھا لیکن میز کے پار پڑی کرسی پہ بیٹھا شخص نیچے جھکا شاید کچھ اٹھا رہا تھا۔

وہ بے تاثر نگاہوں سے اس جھکے شخص کے سیاہ بالوں سے ڈھکے سر اور اس کی نیلے رنگ کی پلین شرٹ میں ملبوس پشت پہ نگاہیں جمائے ہوئے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

"وعلیکم السلام! آئم سوری، ٹیک یورس۔۔۔۔۔۔" چند ہی سیکنڈز میں وہ شخص ہاتھ میں چند پیپرز لیے سیدھا ہوا اور ایک معذرت خواہانہ نگاہ اس پہ ڈالنی چاہی تو گویا اس کے سامنے ہفت واقلیم گھوم گئے۔

اس کے سامنے کھڑی لڑکی اگرچہ حجاب میں تھی لیکن اس کی چمکتی آنکھوں کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا اور انہی آنکھوں کی تلاش میں وہ در در گھومتا رہا تھا اور وہ ملی بھی تو اس انداز میں کہ اس کا وجود ہل کے رہ گیا تھا۔

اور دنیا تو اس کے سامنے کھڑی "ڈاکٹر پریشے سلطان" کی بھی ہِل گئی تھی۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی اس نے۔

اس عجیب سے دل کو دھڑکا دینے والے سناٹے سے گھبراتے ہوئے ضرغام نے نظریں اٹھا کے باپ کی جانب دیکھا جو سپاٹ چہرہ لیے بنا کسی تاثر کے اسی کی جانب متوجہ تھے۔

ڈیڈ! "ان کی خاموشی جب سماعتوں کو چبھنے لگی تو اُس نے بے اختیار انہیں" پکارا جو آنکھوں میں لگے گلاسز اتار رہے تھے۔

میرے خیال میں آپ ایک دفعہ خود اپنے بچکانہ ارادے پہ نظر ثانی کر لیتے" تو مجھ سے جواب مانگنے کی نوبت ہی نہ آتی۔" انہوں نے اس کے بلانے پہ سنجیدگی سے بولنا شروع کیا تو ضر نے ٹھٹھک کے اُن کی جانب دیکھا جن کے انداز سے اسے کوئی خوش کن تاثر نہیں مل رہا تھا۔

میں آپ کی بات نہیں سمجھا؟" اب کی بار اس نے بھی بنا کسی لگی لپٹی کے" ڈائریکٹ استفسار کیا۔

جو فضول بات آپ نے کہی ہے اس سے قبل آپ کو شہرے سے اپنا رشتہ" اور اپنے اور اس کے درمیان عمر کے فرق کو ذہن میں رکھنا چاہیے تھا۔" وہ

بھی اب کی بار کھل کے بولے تو اس نے کرنٹ کھاتے اچنبھے سے ان کی طرف دیکھا۔

عمر کا اتنا فرق معنی نہیں رکھتا ڈیڈ اور رشتہ کوئی ایسا بھی محرم اور سگا نہیں ہے" کہ ایسے میں ایسی خواہش رکھنا گناہ تصور کیا جائے۔" اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا وہ دل میں بے انتہا بے چینی محسوس کرتا سنجیدگی سے گویا ہوا۔
اسے اس پل جانے کیوں ارد گرد کی فضا مکمل طور پہ خود کی مخالفت کرتی محسوس ہو رہی تھی۔

لیکن ہمارے لیے یہ ایک گناہ ہی ہے اس لیے بہتر ہو گا کہ ایسی فضول" خواہش کو دل و دماغ سے نکال کے اپنی پڑھائی پہ فوکس کرو۔" اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے وہ اس کی جانب سے مکمل رخ موڑے بنا کسی لگی لپٹی کے انہوں نے سفاکی سے بیٹے کی رگوں پہ پاؤں رکھا تھا۔

میں ایسا کچھ بھی نہیں کرنے والا ڈیڈ اس لیے پلیز میری بات سمجھنے کی" کوشش کریں۔یہ کوئی کم عمری کا وقتی احساس نہیں ہے۔"اس نے لہجے میں لچک لاتے ہوئے اُن سے التجا کی تھی۔

یہ کم عمری کا وقتی احساس ہو یا دیر پا، شرم آنی چاہیے آپ کو اپنی بھتیجی اور" خود سے کم عمر لڑکی کے متعلق ایسا گھٹیا خیال ذہن میں لاتے ہوئے۔"اس کی جانب مڑتے ہوئے وہ اب کی بار کھردرے لہجے میں گرجے تو اس نے بے یقینی سے باپ کی جانب دیکھا جن کے چہرے کا اجنبی پن جانے کیوں سانسیں مدہم کر رہا تھا۔

ی۔۔یہ گھٹیا خیال نہیں ہے ڈیڈ۔"اپنے خالص جذبات کی ایسی بے" حرمتی پہ اس کے حواس بگاڑ کا شکار ہونے لگے تھے۔

ضرغام، وہ اس دنیا میں آپ کے لیے اتاری ہی نہیں گئی ہے اس لیے بہتر" ہے کہ خیال گھٹیا تھا یا اچھا اسے ذہن سے نکال دو۔" اس کے چہرے کے تاثرات اس قدر شکوہ کناں تھے کہ وہ لہجے میں قدرے لچک پیدا کرتے ہوئے بولے لیکن ان کے بار بار یہی الفاظ دہرانے پہ وہ مارے اذیت کے ہتھے سے اکھڑ گیا۔

نہیں نکال سکتا میں اس کے متعلق کوئی بھی خیال ذہن میں کیونکہ وہ اس" دنیا میں میرے لیے ہی اتاری گئی ہے۔" دونوں ہاتھ زور سے میز پہ مارتا وہ بلند آواز میں دھاڑا تو اسد صاحب کی پیشانی فوراً شکن آلود ہوئی تھی۔

آواز نیچی رکھ کے بات کرو، یوں بد تمیزی وبد معاشی دکھانے سے آپ کو" ہماری بچی مل نہیں جائے گی۔"ان کے ناگوار لہجے پہ اس کی پیشانی کی مخصوص رگ مارے اشتعال کے پھڑکنے لگی۔

آپ میرے ساتھ یوں زیادتی نہیں کر سکتے ڈیڈ، بے بنیاد باتوں کو وجہ بنا" کے آپ مجھ سے میری زندگی کی اہم خوشی نہیں چھین سکتے۔"اپنے اشتعال پہ قابو پاتے ہوئے وہ ڈیڈ کے سامنے کھڑا ہوتا دکھ سے بولا لیکن ان کے انداز وتاثرات میں ہر گز کوئی تغیر برپا نہ ہوا۔

بے بنیاد وجوہات نہیں ہیں، میں ہر گز اُس کم سن بچی کو تم سے منسوب نہیں" کروں گا جس کو ہمیشہ وہ کسی اور رشتے سے دیکھتی آئی ہے۔"ان کے بے لچک سرد مہر لہجے پہ اس کے اندر جیسے آگ دہکنے لگی تھی جو اس وقت ہر شے سب کچھ جلا کے بھسم کر دینے کے درپے تھی۔

اگر آپ ایسا کریں گے تو میں خود احسن بھائی اور آمنہ پھپھو سے اس کے متعلق بات کر لوں گا۔" اس نے ان کی بات سن کے اکھڑ لہجے میں انہیں وارن کیا۔"

ڈونٹ ڈیئر ٹو ڈو ڈیٹ ضرغام ملک۔" اسد ملک نے اس کی دھمکی سن کے درشتگی سے اسے وارن کیا۔"

میں ایسا ضرور کروں گا کیونکہ میں ہرگز بھی بزدلوں کی مانند اُس سے دستبردار نہیں ہوں گا۔" ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ مضبوط لہجے میں بولتا انہیں بہت کچھ باور کروا گیا۔"

اپنی چاہت سے دستبردار نہیں ہو سکتے تو اپنے ارادوں پہ عمل پیرا ہونے "
سے قبل اپنی ماں کو ساتھ ضرور لے جانا۔"ان کے برفیلے لہجے میں کہے الفاظ
پہ اس کے پیروں تلے سے زمین سرکی۔

ڈیڈ!"اس نے بے یقین، شکوہ کناں نگاہوں سے اس دکھ بھرے انداز میں "
دیکھا کہ اسد صاحب کے دل میں شگاف سے پڑنے لگے۔

ضرغام ملک!اگر تم نے شہرے کو اپنانے کے لیے میری مرضی کے بغیر "
کوئی بھی قدم اٹھایا یا شہرے سے اس متعلق کوئی بھی بات کرنے کی کوشش
کی تو اس کوشش کے بدلے تمہیں اپنی ماں کے ماتھے پہ ایک طوق سجانا
پڑے گا۔"ان کے کاٹ دار الفاظ اس کے وجود کو برچھی کی طرح کاٹ رہے
تھے جب کہ رنگ اس قدر سفید ہوا گویا کسی مردے کا سا گمان ٹھہرا ہو۔

اس کی یہ حالت، بے رنگ چہرہ، خالی آنکھیں، کپکپاتا ہوا وجود اس پل اس قدر اذیت میں ڈوبے لگ رہے تھے گویا بدن سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔

اور اس کی یہ حالت اُن کے اندر کو کھوکھلا کر گئی۔

اگر شہرے کو اپنانے کے لیے اپنی ماں کے لیے طلاق کا ٹیگ لگوانے کا شوق" اور حوصلہ ہے تو میری طرف سے تم آزاد ہو اپنی مرضی کرنے میں۔"اس کی طرف سے رخ پھیر کے واپس اپنی جگہ پہ بیٹھتے ہوئے وہ گویا تابوت میں آخری کیل ٹھوک گئے۔

اور سامنے کھڑے ضرغام کو لگا وہ کھڑے کھڑے یہیں دفن ہو جائے گا۔

وہ بلا مبالغہ شہرے کے لیے جان دینے کے لیے لمحہ بھر نا چوکتا، وہ اس کو اپنا بنانے کے لیے ہر حد سے گزرنے کو تیار تھا لیکن وہ حد اپنی ماں کو اس عمر میں 'طلاق' کا طوق پہنانے والی ہر گز نہ تھی۔

اسے لگا کہ ارد گرد پڑی کتابیں بھی شاید اس کی بزدلی پہ ہنس رہی ہوں گی لیکن وہ اپنی ماں کا گھر اجاڑ کے اپنا گھر آباد کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا تھا۔

م۔۔مجھے آپ کا فیصلہ من۔۔ منظور ہے بابا صاحب۔"اس کے طرزِ" تخاطب اور کانپتے لہجے میں کہے گئے ان الفاظ پہ کرسی پہ بیٹھے اسد صاحب نے ایک جھٹکے سے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو ان کی طرف ہر گز نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ اس کی خالی ہوتی سپاٹ آنکھیں تو قدرے تاریک حصے میں بیٹھے داد بخش ملک پہ مرکوز تھیں جن کی موجودگی سے وہ چند لمحے قبل ہی آگاہ ہوا تھا۔

ان کے تمام بچوں میں بس وہی ان کو 'ڈیڈ' بولتا تھا وجہ اس کی ان کے ساتھ بانڈنگ اور آپسی بے تکلفی تھی اور وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ آپ دوست ہیں میرے تو آپ کو سب سے الگ ہی مخاطب کروں گا نا۔ اور آج اس کے ہونٹوں سے 'باباصاحب' لفظ کا نکلنا یہ ثابت کر رہا تھا کہ اب ان کے درمیان فقط ایک ہی تعلق رہ گیا ہے۔

اپنے فیصلے سے انہیں آگاہ کرنے کے بعد وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ دروازے کی جانب بڑھا تو اس کی مخدوش حالت پہ داد بخش ملک نے بے ساختہ اسے پکارا۔

ضرغام!"ان کی پکار میں عجیب طرح کی بے چینی تھی۔"

لیکن وہ ان کی ہر پکار کو نظر انداز کیے سٹڈی روم سے باہر نکل گیا اور پھر ناصرف سٹڈی روم سے نکلا تھا بلکہ وقت کا اندازہ لگائے بغیر وہ ملک ہاوس سے

بھی باہر نکل گیا کیونکہ اس لمحے وہاں کے در و دیوار اسے خود پہ ہنستے محسوس ہو رہے تھے۔

مرے اللہ تری مرضی

تو جو بھی امتحاں لے لے

نہیں ہم جانتے جن کو

انھی کا ہمسفر کر دے

جو اس جیون سے پیارے ہوں

انھیں ہم سے جدا کر دے

!تری مرضی مرے اللہ

تو چاہے آگ پانی ہو

تو چاہے برف جلتی ہو

تو چاہے پھول چبھتے ہوں

تو چاہے خار خوشبو دیں

جسے چاہے بتادے تو

محبت کس کو کہتے ہیں

جسے چاہے سکھادے تو

عبادت کس کو کہتے ہیں

جسے چاہے ملادے تو

جسے چاہے جدا کردے

وہ جس نے غم نہ دیکھے ہوں

اسے غم آشنا کردے

تری مرضی تو بن مانگے

سبھی کچھ ہی عطا کردے

تری مرضی مرے اللہ

تو چاہے سب فنا کردے

Zubi Novels Zone

مرے اللہ تری مرضی

تو جو بھی امتحاں لے لے

ہمیں جس حال میں رکھے

فقط اتنی گذارش ہے

تو جو بھی امتحاں لینا

ہمیں بس سرخرو کرنا

عاطف سعید

بلیو جینز پہ وائٹ ٹی شرٹ اور بلیو شرٹ پہنے جس کے بٹن کھلے ہوئے تھے،
اس کی آستینیں فولڈ کرتا وہ تیزی سے نیچے کی جانب بڑھ رہا تھا کیونکہ اسے

ناشتے کے لیے دیر ہو رہی تھی جب اچانک اس کا سامنا سلیمان میر سے ہوا تو آنکھوں میں یکایک ناگواری اور غصہ ایک دم سے عود کر آیا۔

کیسے ہو ڈیئر کزن؟" سلیمان نے اسے دیکھتے ہی تمسخرانہ انداز میں مخاطب " کیا۔

وہ ہز گز بھی اس سے مخاطب ہونے کا حوصلہ نہیں کر پاتا تھا لیکن اب کہ ان کے پاس تو بہت سے لوگوں کی 'شہ اور طاقت' تھی اس لیے اب وہ ببانگ دہل ان سے الجھنے کا حوصلہ کر پا رہا تھا۔

میں جیسا بھی ہوں لیکن تمہارے لیے بہت خطرناک ثابت ہوں گا جو اگر" تم نے دوبارہ وہ حرکت کرنے کی کوشش کی جو تم کچھ دن قبل یونی میں کر چکے ہو۔" اس کے نزدیک آتا وہ انگلی اٹھا کے سرد لہجے میں اسے وارن کرنے لگا۔

نین کی اس وارننگ اور کے انداز پہ اس کے بدن میں پھریری سی دوڑ گئ لیکن اس نے اسے یہ تاثر ہر گز نہ دیا۔

میں وہ حرکت نہیں بلکہ اس سے بدتر کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" گھٹیا" لہجے میں بولتا وہ اس کا فشارِ خون بلند کر گیا۔

اس سے قبل کہ وہ آپے سے باہر ہوتا اس کو واقعی دوبارہ بولنے کے قابل نہ چھوڑتا اسے کلثوم بیگم اپنی طرف آتی دکھائی دیں۔

جو بکواس تم نے کی ہے اس کا انعام تمہیں جلد دوں گا۔" دبے دبے لہجے" میں اسے وارن کرنے کے بعد وہ مسکراتے ہوئے ماں کی جانب بڑھ گیا جو اسے ساتھ لیے ڈائیننگ ہال کی جانب بڑھتے ہوئے گرم جوشی سے نگاہ اور اس کی منگنی کے لیے ڈریسز کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔

رات کے اندھیرے میں اپنی بکھری حالت اور کانوں میں گونجتے ان زہریلے الفاظ کے ساتھ بمشکل ڈرائیونگ کرتا وہ اپنے اپارٹمنٹ کیسے پہنچا تھا یہ وہی جانتا تھا۔

اپارٹمنٹ پہنچنے کے بعد وہ جو وہیں لاونج میں منہ کے بل گرا تو اس کے بعد اٹھنے کے قابل نہ رہا۔

وہ نجانے کب تک ویسے ہی بے یار و مددگار پڑا رہتا کہ رہبان جو کہ واپس گھر گیا ہوا تھا وہ صبح صادق کے وقت واپس پہنچا تو لاونج کے بیچ و بیچ بے سدھ پڑے ضرغام کو دیکھ کے تڑپ اٹھا۔

ضر!"اپنا سامان وہیں پھینکتا وہ تیر کی سی تیزی کے ساتھ اس کی جانب لپکا" اور اسے بمشکل سیدھا کرتے ہوئے اس کے چہرے پہ نظر ڈالی تو جیسے دل کو ہاتھ پڑا تھا۔

وہ جوان کے گروپ کا ہینڈسم کلر تھا اس کا چہرہ اس وقت اس کی ناک سے نکل کر جمے ہوئے خون سے بھرا ہوا اس کے دل کو گہری اذیت میں مبتلا کر گیا۔

ضر! آنکھیں کھول۔۔کیا ہوا؟ضر!"بے تابی سے اسے پکارتے ہوئے اس" نے اسے اپنے بازوؤں میں اٹھایا اور سرعت سے باہر کی جانب بڑھا۔

اسے گاڑی کی بیک سیٹ پہ ڈالنے کے بعد اس نے اُن تینوں کو کال کر کے فورا ہاسپٹل پہنچنے کو کہا اور خود بہت ہی ریش ڈرائیونگ کرتا بار بار مڑ کے اسے دیکھتا جلد از جلد ہاسپٹل پہنچنے کی کوشش میں تھا۔

آج تک اُس کی تھکن سے دُکھ رہا ہے یہ بدن
اک سفر میں نے کیا تھا خواہشوں کے ساتھ ساتھ

عاطف سعید

وہ چاروں اس وقت ہاسپٹل کے سرد کوریڈور میں چپ بیٹھے ایمرجنسی روم کے بند دروازے کو اذیت سے تکتے ان صبر آزما لمحوں کے گزر جانے کے منتظر تھے۔

جب اسی لمحے نرس بھاگتی ہوئی ان کی طرف آئی۔

آپ لوگوں میں سے 'شہرے' کون ہیں؟" اس کے سوال پہ ان چاروں" نے بیک وقت ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

خیریت؟" ذونین نے سنبھلتے ہوئے سوال کیا۔"

آپ کا پیشنٹ بے ہوشی میں مسلسل کسی شہرے اور ڈیڈ کو پکار رہا ہے اس" لیے کوشش کریں کہ ان دونوں افراد میں سے کسی ایک کو بلوا کے روم میں بھجوائیں۔" پروفیشنل انداز میں بولتی وہ واپس جانے کو پلٹ رہی تھی۔

میں چلتا ہوں آپ کے ساتھ۔" نین نے بے اختیار اسے پکارا اور اس کی" تذبذب کا شکار ہوتی کیفیت کو نظر انداز کیے ایمرجنسی وارڈ کی جانب بڑھ گیا۔

وہ چاہتے تو اس کے گھر اطلاع دے سکتے تھے لیکن وہ پہلے یہ جاننا چاہتے تھے کہ اپنے ہی گھر سے آنے والا ضرغام کس اذیت کا شکار ہو کے یہاں پہنچا تھا کہ عالمِ بے ہوشی میں ان دو افراد کو پکار رہا تھا۔

اور پھر اس کی کی گئی دردناک سرگوشیوں و خود کلامیوں نے اس کے ٹریٹمنٹ کے دوران اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کے کھڑے نین پہ اس پہ گزری قیامت کا انکشاف اس بری طرح سے ہوا تھا کہ وہ اس درد کو خود پہ محسوس کرتا اس کے لیے دعا گو تھا جس کا شدید ترین نروس بریک ڈاون اس کی حالت کو تشویش ناک بنا رہا تھا۔

تم ٹھیک ہو؟" تیس گھنٹوں کے صبر آزما انتظار کے بعد اسے ہوش آنے اور "
اس کے مکمل طور پہ حواسوں میں لوٹنے کے بعد یہ تیسرا دن تھا جب وہ

چاروں اس کے ارد گرد ڈیرہ جمائے اپارٹمنٹ میں موجود تھے کیونکہ ہاسپٹل سے وہ ڈسچارج لے چکے تھے۔

ٹھیک ہو اہوں تو ہاسپٹل والوں نے گھر بھیجا ہے نا۔"ان کی کھوجتی نگاہوں"
سے نظریں چراتا وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا تو انہوں نے گہری نگاہوں سے
اسے دیکھا گویا کہ اندر تک اترنا چاہا ہو۔

ضر!ہم نے پوچھا کہ کیا تم 'ٹھیک 'ہو؟"ذونین نے اپنی خوبصورت"
آنکھیں اس کے چہرے پہ گاڑھتے ہوئے اپنے لفظوں پہ زور دیا تو اس کے
اندر تک سناٹا اتر گیا جبکہ چہرے پہ اذیت کی لہر دوڑ گئی۔

میں۔۔میں اب ٹھیک ہوں۔آج سے تین چار دن قبل ٹھیک نہیں تھا"
لیکن اب ٹھیک ہوں۔"اس نے ٹھہر ٹھہر کے بولتے ہوئے اپنی کیفیت پہ
قابو پانے کی کوشش کی۔

ضرتم بے ہوشی میں شہر۔۔۔۔۔۔۔۔"اس کے الفاظ پہ رہبان نے اسے"
اس کی حالت کا احساس دلوانا چاہا جب اس نے اسے فوراً ٹوکا۔

رہبان پلیز لیکن اس تذکرے کو مت چھیڑو بلکہ تم لوگ یہی سمجھو کہ میں"
نے آج تک تم لوگوں سے ش۔۔۔"سنجیدگی سے بولتا ہوا وہ اٹکا لیکن خود پہ
قابو پاتے ہوئے اس نے ایک نظر ان چاروں پہ ڈالتے ہوئے اپنی بات کہنی
جاری رکھی۔

شہرے کے متعلق کچھ نہیں کہا۔جو تھا جیسا تھا اسے یہیں دفن کر دو۔"اس" نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ان کے چہرے سے نظر ہٹا کے سامنے دیوار پہ جما دی کیونکہ اس پل ان کی نظروں کا سامنا بہت مشکل تھا۔

کیا تم دفن کر سکتے ہو شہرے کی محبت؟"نگاہ نے اچانک ایسا سوال اٹھایا تھا" کہ اس کا دل تڑپ اٹھا لیکن۔۔۔۔۔

میں چار دن قبل وہاں سے جب نکلا تھا تو سب سے پہلے یہی کام کیا تھا۔"""
اس نے سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے ایک جلتی ہوئی نظر اپنی ہتھیلی کے وسط میں جگمگاتے تل پہ ڈالی۔

اور یہ قبر کس شے کے عوض کھودی ہے؟" نین کے سنجیدگی سے کیے گئے سوال پہ اس نے گہری سانس خارج کی کہ اُن سے چھپانا اس کے ناگزیر ہوا جا رہا تھا۔

"میں اپنی چاہت کے لیے اپنی ماں کی اتنے برسوں کی چاہت، ان کی ریاضت کو اس عمر میں ان کے لیے سزا بنانے کا حوصلہ نہیں کر سکا۔" نپے تلے انداز میں کہتے ہوئے اس نے ان کو خود پہ بیتنے والی تمام تر اذیت سے آگاہ کیا تو وہ دکھ سے اسے دیکھ کے رہ گئے۔

"ڈونٹ وری، تم خود کو ٹیز کرنا بند کرو۔ تم نے جس نیت کے باعث اپنے قدم پیچھے کیے ہیں اسی کے بدلے تمہارے لیے اللہ پاک نے بہت اچھا سوچ رکھا ہو۔ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں لیکن تم وعدہ کرو کہ تمہیں اپنا خیال رکھنا ہے جب قبر بنا کے آئے ہو تو پھر اس پہ کبھی کبھار پھول چڑھانے کے

علاوہ اس کی جانب پلٹ کے نہ دیکھنا کیونکہ اس پلٹنے میں تمہاری جو حالت ہوتی ہے وہ ہمیں تکلیف کا شکار کرتی ہے۔" اسے سینے سے لگائے نین محبت سے بولا تو اس نے سر آہستگی سے اثبات میں ہلایا۔

ان پانچوں کو پہلے ایموشنلی کمزور کرنے کے لیے سازشیں رچائے بیٹھے ان کے حاسدین اور دشمن ضرغام ملک کے دل کی دنیا اجاڑ لینے پہ بہت شاد نظر آ رہے تھے کیونکہ ایموشنلی کمزور کرنے کے بعد ان پہ حملہ کرنا ان کے لیے زیادہ سود مند تھا۔

وہ اپنے ارادوں کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانا چاہتے تھے کہ چند مہینوں بعد رہبان گردیزی اور ذوالقرنین میر پولیس میں بھرتی ہونے کے لیے امتحان دینے والے تھے، ان کا ارادہ باقی رہ جانے والی تعلیم ساتھ ساتھ مکمل کرنے کا تھا۔

دن بہت سُبک روی سے آگے بڑھ رہے تھے اور یہ آگے بڑھتے ہوئے دن نگاہ اور نین کو منگنی جیسے بندھن میں بھی باندھ گئے تھے۔

اُس رات کے بعد ضرغام نے گھر واپس جانا بے حد کم کر دیا تھا اکثر یوں ہوتا کہ ماں کی یاد آنے پہ وہ انہیں اور بہنوں کو اپنے پاس کچھ دیر کے لیے بلوا لیتا تھا لیکن پڑھائی کا بہانہ کر کے ملک ہاوس جانا بے حد کم کر دیا تھا۔

اور اگر کبھی جاتا تو کوشش یہ کرتا کہ شہرے سے ملاقات کم سے کم ہو۔اپنے دل کو سنبھالنے کی اس تگ ودو میں وہ شہرے سے ریزروڈ ہوتا چلا گیا۔وہ جو بھنورے کی مانند اس کے ارد گرد رہتا تھا وہ جس کے ساتھ بات شیئر کیے بغیر شہرے کا گزارا نہ ہوتا وہ دونوں بہت نامحسوس انداز میں ایک مدار میں سمٹ گئے تھے۔

شہرے نے تو بہت بار واشگاف انداز میں سب کے سامنے اس کے رویے کی تبدیلی کی شکایت کی تھی لیکن وہ ہمیشہ اپنی روٹین کا کہہ کے انہیں چپ کروا دیا کرتا تھا۔

ایسے ہی خاموش دنوں میں سے وہ ایک دن تھا جب یونی سے گھر جاتے نین کو ان کے آفس مینیجر کی کال ریسیو ہوئی۔

السلام علیکم سر!" دوسری جانب سے کیے گئے سلام پہ اس نے گاڑی کی سپیڈ آہستہ کی۔

وعلیکم السلام! جی فاروقی صاحب؟" وہ کافی حیران تھا کیونکہ بزنس میں انٹرسٹ ہونے کے باعث ذونین یونی کے بعد اکثر آفس چکر لگاتا تھا اور فائلز وغیرہ کو چیک کر کے سائن کرتا تھا۔

آفس سے متعلق کاموں سے ولید صاحب ذونین کو مکمل آگہی دے چکے تھے اس لیے اکثر ولید صاحب کی غیر موجودگی میں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آفس

میں موجود عبدالرحمن میر، آفاق میر اور شازمین میر کی بجائے ولید صاحب کے مخلص اور وفادار ملازم ذونین کو کال کیا کرتے تھے۔

ایسے میں اس کے پاس آفس مینجیر کی کال آنا اسے حیران کر گیا۔

جی ذوالقرنین صاحب! ایکچوئلی میر صاحب تین دن سے آفس نہیں آ" رہے، گھر کال کی تو بیگم صاحبہ نے کہا ہے کہ وہ تو آفس کے لیے ہی نکلے تھے اب شاید کسی بزنس ٹور پہ اچانک نہ نکل پڑے ہوں۔ میں نے ذوالنورین صاحب سے رابطے کی کوشش کی لیکن ان کا نمبر بند ہے۔ آپ برائے مہربانی میر صاحب سے رابطہ کر کے انہیں مجھ سے رابطہ کرنے کا کہہ دیں۔" کسی قدر تفکر کا شکار ہوتے فاروقی صاحب سنجیدگی سے بولے تو اس کا دماغ جیسے سائیں سائیں کرنے لگا۔

نگاہ کے علاوہ وہ چاروں اکثر و بیشتر ضر کے اپارٹمنٹ میں ہی اکثر ٹھہرتے تھے اس لیے وہ باپ کی تین دن کی غیر موجودگی سے آگاہ نہ تھا جبکہ مما کو شاید یہی تھا کہ وہ بزنس ڈیکنگ کے لیے کہیں شہر سے باہر گئے ہوں گے۔

آپ فکر مت کریں فاروقی صاحب، میں پاپا سے رابطہ کر کے ان کو آپ کا" میسج دیتا ہوں۔"ان کو تسلی دینے کے بعد اس نے ماں سے رابطہ کیا جنہوں نے بتایا کہ تین دن پہلے اس کے پاپا کے نمبر سے میسج آیا تھا کہ وہ آوٹ آف کنٹری جا رہے ہیں۔

یہ سب نجانے کیوں اسے عجیب سا لگ رہا تھا تبھی اس نے کچھ سوچتے ہوئے گاڑی کا رخ آفس کی جانب موڑا تھا۔

جبکہ دوسری جانب 'میر پیلس' میں موجود ذونین کے کمرے کے بند دروازے کے سامنے کھڑی سرشاری سے مسکراتی ہوئی سامعہ نے دستک کے لیے ہاتھ اٹھایا۔

جاری ہے۔

روز قسط آرہی ہے لیکن لائکس کی تعداد کم ہورہی ہے ☐ اگلی قسط اب لائکس مکمل ہونے پہ ملے گی 😊 پیج کی ریچ ڈاون ہوئی پڑی ہے 1.7k اس لیے لائکس کی تعداد میں اضافہ کریں چاہے کچھ دن ہی۔

#_Attention_to_all

#_New_ebook🎉🎉

#_dream_project

ہم_صورت_گر_کچھ_خوابوں_کے_#

سردیوں کا مزہ دوبالا کرنے لیے جو ریڈرز رومینٹک، مسٹری اور فیملی گپ شپ سے بھرپور ایک طویل ناول پڑھنا چاہتے ہیں وہ جلدی سے متوجہ ہوں۔

کیونکہ ایک دفعہ پھر سے لا رہی ہوں جہان حیدر شاہ کی ٹکر کا ایک نیا کریکٹر ❤☺ وہ ریڈرز جو #_میری ہر کمی کو ہے تو لازمی کو ایک دفعہ پھر سے ایک نئے سٹائل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ اب کی بار پڑھیں گے

❤#_جہانداد_آفندی کے جنون اور عشق کی داستان

Zubi Novels Zone

#_ebook_intro🎉🎉

♦Ebook name: Hum Soorat Ghar kuch Khawboon k

♦Pages:2000+

♦Original price: 600

♦Sale Price:500(For 1st 100 customers)

♦Genre:Bold Romantic

♦Elements: Politician hero, business women, Doctor's hero heroine, childhood nikah based, contractual marriage, lawyers, singer, sportman's love story based, family gupshup, unbeatable friendship based, cutest babies love, passionate love story based novel♥♥

♦Main leading characters: Jahandad Affandi, Arooshy Gardezi

Mukarram Mirza , Pareeshy Sultan

Muawiya Affandi, Zara Affanfi

Maaz Affandi, Zarmeny Sultan and

many more.....🙊😂😂

#_some_glimpse_from_this_block-

buster_novel🔥🔥

آپ کا دماغ خراب ہو چکا ہے کیا؟" مقابل کی بات سن کے ایک جھٹکے کے "
ساتھ اپنی آفس چیئر سے کھڑی ہوتی وہ ناگواری سے گویا ہوئی۔

میڈم! جب بات سر کی آتی ہے تب ہمارے دل و دماغ صرف سر کے حکم "
کے تابع ہوتے ہیں۔" مقابل کھڑے شخص نے مودب انداز میں سر جھکائے

جواب دیا تو اُس کے سر کی شبیہہ آنکھوں کے سامنے لہرانے پر اس نے جیسے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

اپنے سر کے حکم کے تابع تم لوگ ہو گے میں نہیں اس لیے اپنے سر کا" فضول سا پروپوزل اٹھا کے یہاں سے نکل جائیں۔"اب کے ساری مروت بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ تند ہی سے بولی۔

آئم سوری میڈم لیکن آپ کو یہ سب اپنے جھوٹ کی عمارت کھڑی کرنے" سے قبل سوچنا چاہیے تھا۔اب بہتری اسی میں ہے کہ آپ دو ہفتے کے لیے سر کی مسز بن کے ان کے ساتھ جائیں۔"اب کے سر جھکا کے کھڑے شخص نے حکم کے مطابق دو ٹوک انداز میں اپنا مطالبہ واضح طور پہ اس کے سامنے رکھا تو وہ اس حملے پہ چکرا کے رہ گئی۔

جعلی بیوی!"اس کے لب نامحسوس انداز میں ہلے اور دماغ میں جیسے جھکڑ" سے چلنے لگے۔

ی۔۔یہ کمرہ۔۔۔" گرے اور بلیک رنگوں کے امتزاج سے سجے ماسٹر" بیڈروم اور اس میں لگا دیوار گیر پورٹریٹ دیکھ کے اس کے حواس جھٹکا کھا گئے۔

یہ کمرہ میرا انفیکٹ ہمارا کمرہ ہے۔"عقب سے آتی گھمبیر آواز اس کے" اعصاب اور سماعتوں پہ چابک کی طرح پڑی۔

اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو دن والے ہی حلیے میں ملبوس تھا لیکن اب فرق اتنا تھا کہ شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ ہو

چکی تھیں جن سے اس کے سیاہ بالوں سے بھرے مضبوط بازو جھلک رہے تھے۔

کیا بکواس ہے یہ؟" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بمشکل لہجے کو بے لچک بناتے" ہوئے بولی تو اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی ویسٹ کوٹ اتار پہ بیڈ پہ پھینکی تو بے حد بلنٹ ہونے کے باوجود وہ تھراہ سی گئی۔

ایک بیوی اپنے شوہر کے کمرے کے علاوہ کہیں اور کیسے رہ سکتی ہے؟!!!" الفاظ سادہ لیکن لہجہ بہت چبھتا ہوا اور تضحیک آمیز تھا۔

میں آپ کی بیوی۔۔۔۔۔" وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے" ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ج بہت مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس کے قدموں کو دیکھتی وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کے بہت پھرتی کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑتی دروازے کی جانب بھاگنے لگی جب چوکنے کھڑے جہان نے سرعت سے اس کی کلائی تھام کے واپس جھٹکا دیا تو واپس دیوار سے آ لگی۔

"اس نے اس کی گرفت سے کلائی آزاد کرواتے ہوئے بمشکل چھوڑو مجھے۔" خود کو رونے سے باز رکھا۔

"سب کے سامنے علی الاعلان میری بیوی ہونے کا دعویٰ کر چکی ہیں آپ، پھر یہ مزاحمت کیوں؟" گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکا تو صورتحال کی اس قدر گھمبیرتا پہ اس کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی جب کہ آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

"پلیز۔۔۔۔۔۔۔"

ہولے سے دروازہ ناک کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بڑے کمپوزڈ لہجے میں سلام کرتے ہوئے سامنے دیکھا لیکن میز کے پار پڑی کرسی پہ بیٹھا شخص نیچے جھکا شاید کچھ اٹھا رہا تھا۔

وہ بے تاثر نگاہوں سے اس جھکے شخص کے سیاہ بالوں سے ڈھکے سر اور اس کی نیلے رنگ کی پلین شرٹ میں ملبوس پشت پہ نگاہیں جمائے ہوئے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

وعلیکم السلام! آئم سوری، ٹیک یورس۔۔۔۔۔۔"چند ہی سیکنڈز میں وہ" شخص ہاتھ میں چند پیپرز لیے سیدھا ہوا اور ایک معذرت خواہانہ نگاہ اس پہ ڈالنی چاہی تو گویا اس کے سامنے ہفت واقلیم گھوم گئے۔

اس کے سامنے کھڑی لڑکی اگرچہ حجاب میں تھی لیکن اس کی چمکتی آنکھوں کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا اور انہی آنکھوں کی تلاش میں وہ در در گھومتا رہا تھا اور وہ ملی بھی تو اس انداز میں کہ اس کا وجود ہل کے رہ گیا تھا۔

اور دنیا تو اس کے سامنے کھڑی "ڈاکٹر پریشے سلطان" کی بھی ہِل گئی تھی۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی اس نے۔

ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑے اپنی براون کلر کی شرٹ کی آستینیں فولڈ کرتا ذونین دستک کی آواز پہ چونکا۔

اس نے ایک نظر ٹک ٹک کرتی گھڑی پہ ڈالی جس پہ اس وقت رات کے پونے آٹھ بج رہے تھے۔

اس نے سوچا کہ شاید ڈنر پہ بلانے کے لیے کوئی آیا ہو اسی لیے واپس اپنے کام میں مگن ہوتے اس نے وہیں سے ہانک لگائی۔

میں آجاتا ہوں دس منٹ میں نیچے۔"آستینیں فولڈ کرنے کے بعد اس نے"
ہیئر برش اٹھایا تو ایک دفعہ پھر سے دستک ہوئی جسے سن کے اس کی کشادہ پیشانی پہ فوراً بل پڑے۔

کم ان۔"سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے اس نے بال بنانے شروع کر دیے"
جب دروازہ کھولتی سامعہ روم میں داخل ہوئی۔
مرر سے اس کے اندر آتے عکس کو یوں غیر متوقع طور پہ اپنے کمرے میں دیکھ کے وہ حیران تو ہوا لیکن ظاہر کچھ نہ کیا۔

ہیلو! "اپنے پیچھے دروازہ بند کرتی سامعہ دلکشی سے مسکرائی تو اس کی پیشانی" پہ بچھے شکنوں کے جال میں اضافہ ہوا۔

خیریت؟ "اس کی ہیلو کا جواب دیے بغیر اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا جو" پرپل کلر کے ماڈرن دور کی نمائندگی کرتے فینسی سوٹ میں ملبوس بنا دوپٹے یا سکارف کے اس کی جانب بہت بے باکی سے متوجہ تھی۔

تم سے ملنے آئی ہوں۔ایک ہی گھر میں رہنے کے باوجود کتنی مشکلوں سے " دکھائی دیتے ہو۔" دلنوازی سے کہتی وہ قدم اٹھاتی اس کے نزدیک جانے لگی۔

جبکہ اپنی جگہ پہ کھڑا ذوالنورین اچنبھے سے اسے دیکھ رہا تھا جس کا اپنی طرف جھکاو وہ کافی عرصے سے محسوس کر رہا تھا لیکن یہ پہلی دفعہ تھا کہ وہ یوں کھل کے اتنے بے باک انداز میں اس کے سامنے آئی تھی۔

ڈریسنگ ہمیشہ سے ہی سبھی کی ایسی ہی لبرل ہوتی تھی لیکن آج جو اس کے رنگ ڈھنگ تھے وہ اسے نجانے کیوں نیگیٹیو وائبز دے رہے تھے۔

دیکھ لیا ہے نا اب تو بہتر ہے کہ اب چلی جاو یہاں سے۔"اس کے اپنی" جانب بڑھتے قدموں پہ گہری نظر ڈالتے ہوئے وہ اس نے بنا کسی لگی لپٹی کے کہا تو وہ مسکرا دی۔

اونہوں، مجھے تمہیں بے حد نزدیک سے دیکھنا ہے۔"محبوبانہ انداز میں" کہتے ہوئے وہ اس کے بے حد نزدیک پہنچتی اس کی گردن میں اپنی بانہیں حمائل کر گئی۔

اور اپنی جگہ پہ چوکس کھڑا ذوالنورین جس کی چھٹی حس کے الرٹ ہونے پہ وہ اپنی تیز سماعت سے دروازہ لاک ہونے کی آواز سن کے مکمل طور پہ بند دروازے کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

قطعی غیر متوقع طور پہ اس کی ایسی بے باک اور جرات مندانہ حرکت پہ بے یقینی سے ششدر رہ گیا۔

"وہ جو بے یقینی اور حیرانگی سے اس کے خود کے بے کیسی لگ رہی ہوں؟" حد نزدیک آئے وجود کو تک رہا تھا اس کی خوبصورت آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے پوچھتی وہ اس کے بے یقین وجود پہ جیسے برفیلا پانی انڈیل گئی۔ بے یقینی کے بھنور سے نکلتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اسے بے دردی سے پرے دھکیلا اور مشتعل نگاہوں سے اسے دیکھا جو قدرے گھبرا گئی تھی۔

"یہ کیا فضول حرکت تھی؟ اپنی لمٹس کو کراس کرنے سے قبل یہ بات ذہن میں رکھو کہ عزت عورت و مرد دونوں کی ہوتی ہے اور دونوں کے لیے ہی بہت قیمتی ہوتی ہے، اپنے نفس کے چند لمحوں کی تسکین کے لیے اسے نشانہ

بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔"کڑے انداز میں اسے جھڑکتے ہوئے وہ عرش سے گویا فرش پہ بٹھا گیا۔

جبکہ اپنی ماں کے کہے پہ عمل کرتی کسی مثبت رویے کی منتظر سامعہ اس رد عمل پہ جیسے سپید پڑنے لگی،اس کی آنسوؤں سے بھیگتی آنکھیں اُس کے چہرے پہ مرکوز تھیں جہاں کسی قسم کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

ذوالنورین! آئم ان لوو دیو۔" بھیگے لہجے میں کہتی وہ ایک دفعہ پھر سے تڑپ" کے اُس کی جانب بڑھی۔

سامعہ پلیز ڈونٹ،جو لمحاتی اٹریکشن ہے اسے ایسے جذبے کا نام مت دو۔""" اس نے فوراً اس کے لفظوں پہ اسے ٹوکا کیونکہ اُس نے محبت کرنے والوں کے رنگ ڈھنگ بہت قریب سے دیکھ رہے تھے اس لیے وہ اس راہ کا راہی نا ہونے کے باوجود بہت اچھے سے جانتا تھا کہ کون اس کو چکھ چکا ہے۔

لیکن ذون۔۔۔۔۔۔"وہ اس کے نزدیک ہونے کی کوشش میں تھی"
جب وہ بہت سہولت سے اپنے قدم پیچھے ہٹاتا فاصلہ کر رہا تھا جب کمرے کا دروازہ بہت بے دردی سے پیٹا جانے لگا۔

دروازہ پیٹنے کے اس انداز پہ سامعہ نے کرنٹ کھا کے بند دروازے کو دیکھا جسے اس نے ہر گز لاک نہ کیا تھا۔

اس کی پھٹی پھٹی خوفزدہ نگاہیں ذوالنورین کے چہرے کی جانب مڑیں جو چبھتی ہوئی نگاہوں سے ایک نظر اسے دیکھنے کے بعد بند دروازے کو دیکھنے لگا جو یوں لگ رہا تھا گویا توڑنے کی کوشش کی جا رہی ہو جبکہ ان دونوں کے ناموں کی پکار بھی جاری و ساری تھی۔

مجھ سے محبت کرنے کا دعویٰ کرتی ہو ناسامعہ تم؟"اچانک وہ بہت عجیب" سے انداز میں بولتا اس کی جانب مڑا جو خوف سے زرد پڑتی جا رہی تھی لیکن اس کے سوال پہ چونکتے ہوئے وہ چند لمحوں کے بعد سر اثبات میں ہلا گئی۔

اوکے تو پھر یہ بتاو کہ کس کے کہنے پہ میرے روم میں آئی ہو؟" وہ توڑ دیے" جانے والے دروازے کو دیکھ رہا تھا جسے باہر سے لاک کرنے کے بعد مکمل طور پہ کھٹکھٹاتے ہوئے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ دروازہ اندر سے لاک ہے۔

مم۔۔۔۔"وہ اس قدر خوفزدہ ہو چکی تھی کہ اس کے پوچھے گئے سوال" کے جواب میں لمحے کی دیری کیے بنا بول رہی تھی جب دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے جب بہت سے لوگ ریلے کی مانند کمرے میں داخل ہوئے تو وہ گھبراتی ہوئی چند قدم دور کھڑے ذونین کے بازو سے چمٹ گئی۔

اس کی گئی یہ حرکت وہاں موجود بہت سوں کے شک وشبہات پہ مہر لگا گئی۔

یہ۔۔یہ۔۔۔"کلثوم بیگم نے بے یقینی سے اپنے خوبرو بیٹے اور اس کے بازو" سے لگی سامعہ کو دیکھا جو تفکر سے ماں کے چہرے کی زرد ہوتی رنگت کو دیکھ رہا تھا۔

کیا کر رہے تھے تم میری بیٹی کے ساتھ؟ کیوں رو رہی ہے یہ اس طرح" سے؟"شازمین میر چیل کی طرح جھپٹی اور اس کے بازو کو دبوچے کھڑی سامعہ کو اس سے دور کرتے ہوئے اپنے بازوؤں میں سمیٹا۔

اس کے کہے گئے الفاظ پہ ذونین نے چبھتی ہوئی نگاہوں سے جبکہ سامعہ نے کرنٹ کھا کے اس کی جانب دیکھا۔

مما!ن۔۔۔۔"اس کے سینے سے لگے اس نے کچھ کہنا چاہا جب وہ ایک" دفعہ پھر سے چیخی۔

دیکھ رہی ہیں بھابھی بیگم، کیا ظلم ڈھایا ہے آپ کے بیٹے نے ؟اپنے ہی گھر" کی عزت پہ ہاتھ ڈالا ہے اس نے۔"اونچی آواز میں کہتے ہوئے وہ پھپھک پھپھک کے رونے لگی تو زونین کے ماتھے پہ بل پڑے۔

فضول گوئی مت کریں، یہاں ایسا کچھ بھی نہیں ہو رہا تھا۔سامعہ بتاو چچی" کو۔"جھلا کے کہتے ہوئے اس نے اپنی ماں کی بغل میں روتی سامعہ سے کہا کیونکہ اُسے اپنی ماں کی خاموشی اور بے یقینی کھائے جا رہی تھی۔

یہ کیا بتائے گی؟ میں پاس ہی تھی اس کے جب تم نے کال کر کے بلایا"
اسے۔"اب کی باران کے لگائے گئے اس الزام پہ اس نے کرنٹ کھا کے
انہیں اور پھر ایک نظر بیڈ پہ پڑے اپنے موبائل پہ ڈالی۔

افففف!"اسے اب اندازہ ہوا کہ واشروم میں موجود اسے جب یہ محسوس"
ہوا کہ کمرے میں کوئی آیا ہے تو وہ صرف اس کا وہم نہیں تھا بلکہ سچ تھا۔
اور ان دونوں بھائیوں کے موبائل کا پاسورڈ ایک دوسرے کی برتھ ڈیٹس
تھیں جو کہ گھر میں سبھی جانتے تھے مگر وہ دونوں یہ نہیں جانتے تھے کہ گھر
کا بھیدی لنکا ڈھا جائے گا۔

بے غیرت،ذلیل انسان،شرم نہیں آئی میری بیٹی کی عزت پہ ہاتھ ڈالتے"
ہوئے۔"بیوی کے ٹھوکا دینے پہ عبدالرحمن میر بھڑکتے ہوئے آگے بڑھے

اور ذوالنورین کو گریبان سے جھکڑ کر پے در پے دو تین تھپڑ اس کے منہ پہ رسید کیے۔

ان کی اس حرکت پہ کلثوم میر تڑپ کے آگے بڑھیں۔

ذوالنورین!"انہوں نے آگے بڑھ کے بیٹے کو اُن کی گرفت سے چھڑوانا" چاہا لیکن ذوالنورین کی خاموشی پہ شیر ہوتے عبدالرحمن صاحب اسے مزید زدوکوب کرتے ہوئے ان کے نزدیک آتی کلثوم میر کو بھی فراموش کر بیٹھے اور مشتعل انداز میں ان کے آگے بڑھنے پہ اپنے بازو کو زور سے جھٹکا دیا تو ان کے بازو کے زوردار طریقے سے سینے پہ لگنے پر وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکیں اور لڑکھڑاتی ہوئیں پیچھے کو گرنے لگیں جس کے باعث ان کے عقب میں پڑا میز ان کے سر کے پچھلے حصے میں بہت برے طریقے سے لگا اور وہ ہوش و حواس کھوتی بکھرتی چلی گئیں۔

ماما!" وہ جوان کے چچا ہونے کا لحاظ کر کے چپ کھڑا ان سے مار کھا رہا تھا کہ " وہ سمجھتا تھا بیٹی کا معاملہ ہے اور وہ ابھی سچائی سمجھنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں لیکن اِن کے اپنی ماں کے ساتھ کیے گئے ایسے رویے پہ اس کی آنکھیں غصے سے سرخ ہو گئیں۔

پل میں ان کے ہاتھ اپنے گریبان سے ہٹاتے ہوئے وہ سرعت سے ماں کی جانب بڑھا جن کے سر سے نکلتا خون تیزی سے کارپٹ پہ پھیل رہا تھا۔

میں آپ کے رشتے اور آپ کی عمر کا لحاظ کر کے چپ کھڑا تھا لیکن میری" ماں کو کچھ ہوا تو میں یہ دونوں لحاظ فراموش کر بیٹھوں گا۔" کلثوم میر کے بے جان وجود کو بانہوں میں بھرتے ہوئے وہ عبدالرحمن صاحب کی جانب دیکھتا خاصے کٹیلے اور سرد لہجے میں کہتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

جبکہ کمرے کے بیچ وبیچ کھڑا ہجوم بدمزہ ہو گیا کیونکہ ابھی ڈرامے کا ڈراپ سین تو باقی تھا۔

لیکن وہ ڈراپ سین شازمین میر اب ہاسپٹل میں لگانے کا ارادہ رکھتی تھی۔

ایک ہاتھ میں موبائل لیے اس پہ مسلسل ایک نمبر ٹرائی کرتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا 'ولید میر' کے آفس روم کی جانب بڑھ رہا تھا۔

وہ روم سے چند قدم کے فاصلے پہ تھا جب اسے روم کی لائیٹ جلتی ہوئی محسوس ہوئی تو وہ ٹھٹھک گیا کیونکہ ولید صاحب کی غیر موجودگی میں ماسوائے ان دونوں بھائیوں کے کوئی بھی آفس میں نہیں جا سکتا تھا۔

موبائل جینز کی پاکٹ میں گھسیڑتے ہوئے وہ چند قدم مزید آگے بڑھا اور آفس روم کا فرسٹ مرر ڈور اوپن کیا جس کے باعث سیکنڈ ڈور نظر آنے لگا۔

فرسٹ ڈور اوپن کرنے کے باعث اب اندر کی آوازیں باہر سنائی دینے لگیں۔

میرے خیال میں شازمین بھابھی اور عبدالرحمن بھائی اپنا کام کر چکے ہوں" گے۔" گونجنے والی آواز آفاق میر کی تھی جسے سُن کے وہ بہت حیران ہوا کہ وہ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں؟

کیا ولید صاحب واپس آ گئے ہیں؟

اگر نہیں تو وہ کس کے ساتھ اُن کے روم میں تھے؟

ویسے مجھے شازمین کے اس پلان کی سمجھ نہیں آئی، خود ہی اپنی بیٹی کو ولید" کے بیٹے کے کمرے میں بھیج کے اُس پہ الزام لگانا؟ کیا یہ فائدہ مند ہو گا یا نہیں؟ اگر اس کی بیٹی نے ہی سچ بول دیا تو؟" اس کے دماغ میں گردش

کرتے خیالات کواندر سے آتی قطعی غیر مانوس آواز نے بریک لگائی تواس کے وجود کو بہت بری طرح سے جھٹکا لگا۔

ذونین!"اس نے تفکر سے بھائی کے بارے میں سوچااور ہاتھ بے ساختہ" جینز کی پاکٹ تک گیا۔

دیکھیں شاہ سائیں، جس طرح سے اُس ضرغام ملک کی کمزوری کے متعلق" جان کر آپ نے اسے جذباتی طور پہ کمزور کیا ویسے ہی بھابھی جب ذوالنورین پہ الزام لگائے گی تو بڑی بھابھی (کلثوم میر) ضرور بیٹے کی ایسی کریہہ حرکت پہ جذباتی رد عمل دیں گی جو ذوالنورین کو کمزور کرے گا اور جہاں تک بات ہے ان کی بیٹی کی تو اسے گھیرنا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔"آفاق صاحب کی آواز اس سمے ذوالقرنین میر کو دنیا کی سب سے کریہہ آواز لگ رہی تھی

جسے سماعتوں میں جذب کرتے ہوئے اس کا وجود سرد پڑ رہا تھا جبکہ آنکھیں رفتہ رفتہ سرخ پڑنے لگیں۔

اور نگاہ واحدی کو جب میرا بیٹا کسی قابل نہ چھوڑے گا تو اس کا دوسرا بھائی" جیتے جی مر جائے گا اور اِن تینوں کے کمزور پڑنے پہ اُس گردیزی کے بیٹے کو میں اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتاروں گا جس نے میرے بیٹے کو مارا تھا۔" نفرت و تکبر سے بھرپور آواز پہ وہ بری طرح سے چونکا۔

سفیر شاہ سائیں۔"اس کے کان اِن اندوہناک حقائق کو سن کے سائیں" سائیں کرنے لگے تھے جبکہ آنکھوں کے سامنے اپنے چاروں دوستوں کے چہرے گھومنے لگے تو نگاہ کا چہرہ سامنے آنے پہ سینے میں جیسے پکڑ دھکڑ سی چلنے لگی۔

ویسے شاہ سائیں، یہ ضرغام ملک کی اتنی ڈھکی چھپی کمزوری کے بارے میں" آپ کو کیسے پتہ چلا؟" نجانے کیا سوچ کے آفاق میر نے محظوظ ہوتے ہوئے اُن سے سوال کیا۔

یونی میں بات کر رہے تھے اور میرے بیٹے نے سن لیا تو بس پھر ہمارا کام" آسان ہو گیا۔" شاطرانہ انداز میں کہتے ہوئے اس نے بلند قہقہہ لگایا جس میں آفاق میر نے بھی اس کا ساتھ دیا جبکہ ان کے قہقہوں پہ کھولتے ہوئے اس نے مشتعل انداز میں ڈور ناب پہ ہاتھ رکھا ہی تھا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔

جلدی سے موبائل نکال کے سکرین کو دیکھا تو ذونین کا نمبر دیکھ کے دل نجانے کیوں کسی انہونی کے احساس سے دہل سا گیا اور یہی خوف اسے وہاں

سے پلٹنے پہ مجبور کر گیا کیونکہ یہ بات تو وہ جان چکا تھا کہ ولید صاحب یہاں موجود نہ تھے۔

اور کہاں موجود تھے اس کے بارے میں وہ نہ جان سکے تھے۔

جبکہ موبائل کی رنگ ٹیون سے الرٹ آفاق میر اور سفیر سائیں جب آفس روم سے نکلے تب تک وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

لیکن وہ تیزی سے کیمروں کی طرف بڑھے۔

اپنی ماں کی بیماری کا بہانہ کر کے تم یہاں ہاسپٹل میں چھپ کے نہیں بیٹھ "
سکتے۔" جس وقت سفید چہرہ لیے نین نے ہاسپٹل کے کمرے میں قدم رکھا تھا اس وقت شازمین میر کی تضحیک آمیز آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

کیا بکواس کر رہی ہیں آپ؟" وہ چونکہ ساری پلاننگ سُن چکا تھا اس لیے بنا" لحاظ کے بلند آواز میں دھاڑا۔

آواز نیچی رکھو، بھائی کے کرتوت تم یوں بلند آواز سے دبا نہیں سکتے۔""" عبدالرحمن صاحب بھی آگے بڑھے اسی لمحے کلثوم میر کے بے سدھ پڑے وجود میں حرکت ہوئی۔

اور آپ اپنے کرتوتوں کے بارے میں کیا کہنا چاہیں گے جو آپ نے ہم" پانچوں کو تباہ کرنے کے لیے پلان کر رکھے ہیں؟" وہ پہلے سے بھی بلند آواز میں دھاڑا تو بیک وقت اُن دونوں کے چہرے سیاہ پڑے لیکن اس سے قبل کے اُن دونوں میں سے کوئی کچھ کہتا بیڈ پہ پڑی کلثوم میر نین کی آواز سن کے بولنے کی کوشش کرنے لگیں۔

ن۔۔ نین ! "ماں کی آواز سن کے وہ جوان کے سامنے کھڑا اشتعال کا پیکر" لگ رہا تھا فوراً پلٹ کے ماں کے نزدیک ہوا جبکہ اتنی سی مہلت پا کے شازمین میر نے موبائل پہ کچھ ٹائپ کر کے ایک نمبر پہ میسج سینڈ کیا۔

ن۔۔ نین ! چو۔۔ڑیاں۔۔ نگا۔۔۔۔ "ان کے ہونٹوں سے لفظ ٹوٹ" ٹوٹ کے نکلنے لگے اور ان لفظوں کو سنتے ہوئے ان دونوں بھائیوں کے دل خون کے آنسو رونے لگے۔

ت۔۔ تمہارے پا۔۔ پا، ذو۔۔ زو نین غل۔۔۔۔۔۔۔ "وہ بولنے کی" کوشش کر رہی تھیں جبکہ وہ دونوں بھائی مضبوطی سے اُن کے ہاتھ تھامے بیٹھے خوفزدہ نگاہوں سے انہیں دیکھ رہے تھے جن کے بارے میں ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ آوٹ آف ڈینجر ہیں لیکن ان کی کنڈیشن ہر گز نارمل نہیں تھی۔

بھابھی بیگم !اپنے بیٹوں کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے یہاں میری بیٹی کو" دیکھیں جس کے ساتھ آپ کے بیٹے نے جانوروں جیسا سلوک کیا ہے۔"

کلثوم میر کی مخدوش حالت کا فائدہ اٹھاتی شازمین میر آگے بڑھی اور سامعہ کے دوپٹے کو سرکا کے اس کے کندھے سے شرٹ نیچے سرکائی تو اس کے بازو اور کندھے پہ خرونچوں کے نشانات دیکھ کے ان کے سروں پہ جیسے آسمان ٹوٹ پڑا۔

ذوالنورین نے بے یقینی سے سامعہ کی جانب دیکھا جو اس کے دیکھنے پہ فوراً نظریں چراتی کندھے پہ دوپٹہ پھیلا گئی جبکہ نین بھڑک کے ان پہ جھپٹنے ہی والا تھا جب اس کا موبائل گنگنا اٹھا۔

وہ ہر گز کال نہ اٹھاتا لیکن نگاہ کا نمبر دیکھ کے اس نے کال پک کی۔

ن۔۔ن۔۔۔ نین!"دوسری جانب سے آتی سرسراتی بے جان آواز پہ"
اس لمبے چوڑے مرد کو لگا وہ کھڑے کھڑے یونہی مٹی مٹی ہو گیا ہے۔
وہ سمجھ گیا تھا کہ وہ خود سے وابستہ ہونے والی اس لڑکی کی حفاظت نہ کر سکا تھا۔

اور دوسری جانب اسی لمحے شازمین کے لگائے گئے الزامات اور سامعہ کی خاموشی پہ دماغی طور پہ سٹریس لینے کے باعث کلثوم میر کومے میں چلی گئیں۔

ذوالنورین جو کہ اب حالات کو آوٹ آف کنٹرول ہوتا دیکھ کہ شازمین میر کو سبق سکھانے والا تھا کلثوم میر کی کریٹیکل کنڈیشن اور بھائی کے لٹھے کی مانند پڑتے سفید چہرے کو دیکھ کے ٹھہر گیا جو ڈولتے قدموں کے ساتھ بھاگتے ہوئے وہاں سے جا رہا تھا۔

مما کا خیال رکھنا ذونین۔" اس سے دور جاتے ہوئے اُس نے خالی خالی لہجے " میں اسے آواز لگائی تو اس کے قدموں کی شکستگی دیکھ کے ذوالنورین کا لگا کہ شاید بہت کچھ مزید بے حد غلط ہونے والا تھا۔

اور بس یہیں پہ اپنا پلانز کو مکمل نشانے پہ لگے دیکھ کر وہاں ڈراپ سین مکمل کرنے کے بعد وہ سب وہاں سے چلے گئے۔

کہ اب ہاسپٹل میں ہی ان دونوں بھائیوں سے پاور آف اٹارنی کے کاغذات پہ سائن کروانا بہت آسان تھا۔

ضر! تم پریشان ہو؟" نگاہ نے غیر مرئی نقطے پہ اپنے نگاہیں جما کے نیم دراز "
ضرغام کو مخاطب کیا تو وہ چونکا۔

نہیں۔پریشان کیونکر ہوں گا؟" نظریں اس کی جانب موڑتے ہوئے اس "
نے سنجیدگی سے سوال کیا تو وہ چند لمحے اسے دیکھ کے رہ گئی۔

تم اپنے ڈیڈ سے ایک دفعہ پھر سے بات کر کے دیکھو ضر۔"اس نے "
ٹھہرے ہوئے لہجے میں بات مکمل کی تو اس کے چہرے کے تاثرات فوراً
تبدیل ہوئے۔

کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ ہم سب اس بات کو فراموش کر دیں گے؟" سرد "
لہجے میں کہتے ہوئے اس بے چینی سے بالوں میں انگلیاں چلائیں۔
اسی لمحے رہبان بھی شوخ سی دھن بجاتا وہاں آن دھمکا۔

ہم اس بات کو فراموش کر سکتے ہیں جو اگر تم یہ فراموش کر سکو کیونکہ تم" تکلیف میں ہو گے تو ہم کیسے ریلیکس ہو سکتے ہیں۔" نگاہ روہانسے انداز میں بولی تو وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔

ریلیکس نگاہ واحدی، میں سب کچھ دفن کر چکا ہوں۔ شہرے ملک کے" ساتھ بتائے لمحوں کی یادیں، اُس کے ساتھ پنپنے والے جذبات اور اس کے ساتھ جینے والے لمحات کی امنگیں سبھی کچھ۔" اُس کے لفظوں کے بر عکس اُس کی آنکھیں ہر گزرتے لمحے گہرے حزن میں ڈوبتی جا رہی تھیں۔

تو تمہارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ تم شہرے سے پیار نہیں کرتے؟"" رہبان نے اس کی بات سن کے بہت واضح انداز میں استفسار کیا تو پل بھر کے ہر سوں سناٹا سا چھا گیا اور یہ سناٹا ضرغام یک لفظی جواب پہ مزید گہرا ہوا تھا۔

نہیں۔"یک لفظی جواب دیتے ہوئے اس نے شدتِ ضنط سے اپنے لب"
بھینچتے ہوئے گویا اگلے لفظوں کا گلا گھونٹا تھا۔

میں اُس سے پیار نہیں کرتا، میں عشق کرتا ہوں اُس سے۔"اس کے دل"
کے کونے کونے سے یہ پکار گونج رہی تھی لیکن اس گونج کو لفظوں کا روپ
دیے بغیر وہ ان کی جانب متوجہ ہوا۔

پیار میں تم چاروں سے کرتا ہوں۔ محبت ہے مجھے تم لوگوں کے ساتھ"
بتائے گئے ہر لمحے سے۔"نسبتاً ہلکے پھلکے لہجے میں بولتے ہوئے وہ بدقت
مسکرایا تو وہ دونوں بھی مسکرا دیے۔

اچھااِس ٹاپک کو چھوڑو یہ بتاو کہ تم اتنی شوخ سیٹیاں بجاتے ہوئے کیوں آ" رہے تھے؟"اس نے دانستہ اِن کی توجہ خود پر سے ہٹانے کے لیے رہبان کی جانب دھیان مبذول کیا۔

وہ۔۔۔۔۔"وہ جیسے کچھ یاد آنے پہ کھل کے ہنس دیا۔"

آج میری ڈیوٹی تھی اور میں نے سفیر سائیں کے الیگل سامان کو اپنی کسٹڈی" میں لے لیا ہے۔"مسکراتے ہوئے اس نے جواب دیا تو دونوں نے جھلا کے اسے گھورا۔

اب اس میں مسکرانے اور سیٹیاں مارنے والی لاجک کی سمجھ نہیں آئی۔""" نگاہ نے ناک چڑھا کے کہا۔

اوہو مسکرانے والی بات یہ ہے کہ جس گاڑی سے میں نے یہ سامان پکڑا ہے" اس میں اس کے خاندان کی کوئی خوبصورت دوشیزہ نقاب میں بیٹھی تھی اور مسلسل یہی کہہ رہی تھی کہ ہماری گاڑی میں کچھ نہیں ہے مگر جب سامان نکلا تو بیچاری نے غصے سے سفیر سائیں کی گاڑی کے دونوں دروازوں کے شیشے اپنے جوتے کی ہیل سے توڑ دیے۔"مزے لے لے کر بتاتے ہوئے وہ بات کے اختتام میں ایک دفعہ پھر سے ہنس دیا جبکہ اس کی آخری بات پہ وہ بھی کھل کے ہنس دیے۔

اوکے یار میں نکلتی ہوں، کافی دیر ہو چکی ہے۔ابھی پارلر پہ بھی جانا ہے" میری انگینجمنٹ پلس نکاح میں دن ہی کتنے ہیں۔"شرارت سے کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور ان لوگوں کو خدا حافظ کہہ کے باہر نکل گئی۔

نارمل سپیڈ پہ گاڑی ڈرائیو کرتی وہ پارلر کی جانب جا رہی تھی جب اچانک سامنے دیکھ کے اسے بریک لگانی پڑی کیونکہ سامنے روڈ پہ عجیب طریقے سے چھوٹے بڑے پتھر بکھرے پڑے تھے۔

یہ عام شاہراہ سے ہٹ کے دائیں جانب مڑنے والی سڑک تھی جہاں عام شاہراہ کی نسبت رش اور ٹریفک کم ہوتی تھی ایسے میں شام کے گہرے پڑتے سائے میں ایسی افتاد کے آنے پہ وہ فطری طور پہ ہلکا سا گھبرائی تھی۔

لیکن ہمت مجتمع کرتے ہوئے اس نے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کی اور ریورس کرنی شروع کی لیکن اسی لمحے گاڑی کے پیچھے دو گاڑیاں آ کے رکنے پہ اسے نیگیٹو وائبز لنے لگیں۔

اس نے فوراً سے بیشتر اپنے فائیو سٹار واٹس ایپ گروپ میں میسج کے ساتھ ساتھ اپنی لوکیشن سینڈ کی اور اللہ کا نام لے کے گاڑی آگے کی جانب بڑھانی شروع کی لیکن نوکیلے پتھروں کے باعث گاڑی کے ٹائرز پنکچر ہونے لگے۔

بے بسی سے اس نے عقب میں دیکھا تو سلیمان اور سرفراز کے ساتھ چار پانچ اور لڑکوں کو گاڑیوں سے نکلتے دیکھ کے اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

اس نے جلدی سے نین کا نمبر ملایا کیونکہ وہ لوگ تیزی سے اس کی جانب آ رہے تھے۔

ن۔۔ن۔۔ نین "غیر متوقع صورتحال نے اس کے حواس سلب کر دیے" تھے کیونکہ وہ لوگ اب گاڑی کا بند شیشہ بری طرح سے کھٹکھٹانے کے بعد اب اسے توڑنے کے درپے تھے۔

چند منٹوں کے بعد شیشہ توڑنے کے بعد انہوں نے دروازہ کھولنے کے بعد اسے بالوں سے پکڑ کر باہر گھسیٹا۔

اُن یاروں کے بل بوتے پہ اچھل رہی تھی نا، دیکھنا اب تمہارا ایسا حشر کریں"
گے کہ ان یاروں کو کیا کسی کو بھی منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گی۔" پے
در پے تھپڑ اس کے نازک رخساروں پہ مارتے ہوئے سرفراز شاہ بھوکے
بھیڑیے کی مانند غرا رہا تھا۔

ت۔۔ تم جانتے ہو کہ تمہاری م۔۔ موت میرے د۔۔ دوستوں کے"
ہا۔۔ تھوں میں ہی لکھی ہ۔۔ ہے۔" پتھریلی سڑک پہ گری وہ سلب ہوتے
حواسوں کے ساتھ بمشکل بولی تو پیچ وتاب کھاتے سرفراز شاہ نے اپنے جوتے
کی نوک اس کے پیٹ میں رسید کی۔

نوچ ڈالو اسے اور اس قابل نہ چھوڑو کہ کوئی اس کے چہرے کو پہچان"
سکے۔" اس نے ساتھ آئے لڑکوں کو اشارہ کیا لیکن اس سے قبل کہ کوئی بھی

اس کے نزدیک پہنچتا یکے بعد دیگرے تین چار فائرزان لڑکوں کی ٹانگوں میں ہوئے اور وہ وہیں تڑپتے ہوئے زمین پہ بیٹھ گئے۔

اس اچانک حملے پہ سب نے چونک کے پیچھے دیکھا جہاں وہ تینوں کھڑے شرر بار نگاہوں سے سرفراز شاہ اور سلیمان میر کو تک رہے تھے۔

رہبان اور نین کے ہاتھوں میں پسٹل تھے کیونکہ وہ پولیس فورس جوائن کر چکے تھے جبکہ ضرا اپنی مٹھیاں زور سے بھینچے کسی بپھرے ہوئے سمندر کی مانند سرفراز شاہ کی جانب لپکا تھا۔

اور پھر نگاہ کو نین کی جیکٹ میں لپیٹنے کے بعد وہاں چند ہی لمحوں میں ان تینوں نے سرفراز شاہ اور سلیمان میر کی حالت کتوں سے بھی بدتر کر دی۔ وہ جو نگاہ واحدی کے چہرے کو بگاڑنے آئے تھے ان کا چہرہ ان تینوں کے تشدد سے پچک چکا تھا۔

وہ تینوں ان سب کی حالت مزید بد سے بدتر کر رہے تھے جب اچانک پے در پے فائرز کے ساتھ نین کی دلخراش چیخوں کی آواز فضا میں گونج اٹھی۔

جاری ہے۔

انشاءاللہ مزید ایک یا دو اقساط میں ماضی وائنڈاپ ہو جائے گا اور آپ سب کے بہت سے سوالات بھی کلیئر ہو جائیں گے ☺ قسط پہ لائکس اور کمنٹس کی تعداد زیادہ ہونی چاہیے کیونکہ کافی دنوں کے بعد قسط آئی ہے اس لیے ریچ ڈاون ہے 🙈 اچھا سا ریسپانس دیں تاکہ کل بھی قسط ایسے ہی لانگ دوں۔(کوئی یہ نہ کہے کہ قسط شارٹ ہے کیونکہ یہ اچھی خاصی لانگ قسط ہے)

#_Attention_to_all

#_New_ebook🎉🎉

#_dream_project

#_ہم_صورت_گر_کچھ_خوابوں_کے

سردیوں کا مزہ دوبالا کرنے لیے جو ریڈرز رومینٹک، مسٹری اور فیملی گپ شپ سے بھرپور ایک طویل ناول پڑھنا چاہتے ہیں وہ جلدی سے متوجہ ہوں۔

کیونکہ ایک دفعہ پھر سے لا رہی ہوں جہان حیدر شاہ کی ٹکر کا ایک نیا کریکٹر ❤☺ وہ ریڈرز جو #_میری ہر کمی کو ہے تو لازمی کو ایک دفعہ پھر سے ایک نئے سٹائل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ اب کی بار پڑھیں گے

❤#_جہانداد_آفندی کے جنون اور عشق کی داستان

#_ebook_intro

♦Ebook name: Hum Soorat Ghar kuch Khawboon k

♦Pages:2000+

♦Original price: 600

♦Sale Price:500(For 1st 100 customers)

♦Genre:Bold Romantic

♦Elements: Politician hero, business women, Doctor's hero heroine, childhood nikah based, contractual marriage, law-yers, singer, sportman's love story based, family gupshup, unbeatable friendship

based, cutest babies love, passionate love story based novel♥♥

♦Main leading characters: Jahandad Affandi, Arooshy Gardezi Mukarram Mirza , Pareeshy Sultan Muawiya Affandi, Zara Affanfi Maaz Affandi, Zarmeny Sultan and many more.....🙊😜😜

#_some_glimpse_from_this_block-buster_novel🔥🔥

آپ کا دماغ خراب ہو چکا ہے کیا؟" مقابل کی بات سن کے ایک جھٹکے کے " ساتھ اپنی آفس چیئر سے کھڑی ہوتی وہ ناگواری سے گویا ہوئی۔

میڈم! جب بات سر کی آتی ہے تب ہمارے دل و دماغ صرف سر کے حکم " کے تابع ہوتے ہیں۔" مقابل کھڑے شخص نے مودب انداز میں سر جھکائے جواب دیا تو اُس کے سر کی شبیہہ آنکھوں کے سامنے لہرانے پر اس نے جیسے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

اپنے سر کے حکم کے تابع تم لوگ ہو گے میں نہیں اس لیے اپنے سر کا" فضول سا پروپوزل اٹھا کے یہاں سے نکل جائیں۔" اب کے ساری مروت بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ تند ہی سے بولی۔

آئم سوری میڈم لیکن آپ کو یہ سب اپنے جھوٹ کی عمارت کھڑی کرنے" سے قبل سوچنا چاہیے تھا۔اب بہتری اسی میں ہے کہ آپ دو ہفتے کے لیے سر کی مسز بن کے ان کے ساتھ جائیں۔"اب کے سر جھکا کے کھڑے شخص نے حکم کے مطابق دو ٹوک انداز میں اپنا مطالبہ واضح طور پہ اس کے سامنے رکھا تو وہ اس حملے پہ چکرا کے رہ گئی۔

جعلی بیوی!"اس کے لب نامحسوس انداز میں ہلے اور دماغ میں جیسے جھکڑ" سے چلنے لگے۔

ی۔۔یہ کمرہ۔۔۔"گرے اور بلیک رنگوں کے امتزاج سے سجے ماسٹر" بیڈ روم اور اس میں لگا دیوار گیر پورٹریٹ دیکھ کے اس کے حواس جھٹکا کھا گئے۔

یہ کمرہ میرا انفیکٹ ہمارا کمرہ ہے۔" عقب سے آتی گھمبیر آواز اس کے "
اعصاب اور سماعتوں پہ چابک کی طرح پڑی۔

اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو دن والے ہی حلیے میں ملبوس تھا لیکن اب فرق اتنا تھا کہ شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ ہو چکی تھیں جن سے اس کے سیاہ بالوں سے بھرے مضبوط بازو جھلک رہے تھے۔

کیا بکواس ہے یہ؟" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بمشکل لہجے کو بے لچک بناتے "
ہوئے بولی تو اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی ویسٹ کوٹ اتار پہ بیڈ پہ پھینکی تو بے حد بلنٹ ہونے کے باوجود وہ تھرا ہ سی گئی۔

ایک بیوی اپنے شوہر کے کمرے کے علاوہ کہیں اور کیسے رہ سکتی ہے ؟""

الفاظ سادہ لیکن لہجہ بہت چبھتا ہوا اور تضحیک آمیز تھا۔

میں آپ کی بیوی۔۔۔۔۔۔" وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے" ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ج بہت مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس کے قدموں کو دیکھتی وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کے بہت پھرتی کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑتی دروازے کی جانب بھاگنے لگی جب چوکنے کھڑے جہان نے سرعت سے اس کی کلائی تھام کے واپس جھٹکا دیا تو واپس دیوار سے آ لگی۔

چھوڑو مجھے۔"اس نے اس کی گرفت سے کلائی آزاد کرواتے ہوئے بمشکل" خود کو رونے سے باز رکھا۔

سب کے سامنے علی الاعلان میری بیوی ہونے کا دعویٰ کر چکی ہیں آپ،" پھر یہ مزاحمت کیوں؟"گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکا تو صورتحال کی اس قدر گھمبیرتا پہ اس کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی جب کہ آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

"پلیز_____"

ہولے سے دروازہ ناک کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بڑے کمپوزڈ لہجے میں سلام کرتے ہوئے سامنے دیکھا لیکن میز کے پار پڑی کرسی پہ بیٹھا شخص نیچے جھکا شاید کچھ اٹھا رہا تھا۔

وہ بے تاثر نگاہوں سے اس جھکے شخص کے سیاہ بالوں سے ڈھکے سر اور اس کی نیلے رنگ کی پلین شرٹ میں ملبوس پشت پہ نگاہیں جمائے ہوئے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

وعلیکم السلام! آئم سوری، ٹیک یورس۔۔۔۔۔۔"چند ہی سیکنڈز میں وہ" شخص ہاتھ میں چند پیپرز لیے سیدھا ہوا اور ایک معذرت خواہانہ نگاہ اس پہ ڈالنی چاہی تو گویا اس کے سامنے ہفت واقلیم گھوم گئے۔

اس کے سامنے کھڑی لڑکی اگرچہ حجاب میں تھی لیکن اس کی چمکتی آنکھوں کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا اور انہی آنکھوں کی تلاش میں وہ در در گھومتا رہا تھا اور وہ ملی بھی تو اس انداز میں کہ اس کا وجود ہل کے رہ گیا تھا۔

اور دنیا تو اس کے سامنے کھڑی "ڈاکٹر پریشے سلطان" کی بھی ہِل گئی تھی۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی اس نے۔

نین کی بلند ہونے والی چیخوں کو سن کے جب بوکھلاتے ہوئے وہ دونوں پلٹے تو سرفراز شاہ کے دوست بخت خان کے ساتھ سفیر سائیں اور آفاق میر کو دیکھ کے ٹھٹھک گئے۔

انہوں نے دیکھا تھا کہ بخت خان ہاتھ میں پسٹل تھامے نین کی ٹانگوں اور بازووں کو نشانہ بنا چکا تھا۔

تم لوگوں کی ہمت کیسے ہوئی میرے بیٹے پہ ہاتھ اٹھانے کی؟" سفیر سائیں" سرفراز شاہ کی مخدوش حالت دیکھ کے اس قدر پاگل ہو گیا کہ سڑک کنارے پڑا سریا اٹھا کے وہ ان کی جانب بڑھا اور نین کے جہاں گولیاں لگی تھیں اس جگہ پہ گھسیڑنے لگا اس کی بلند چیخیں سن کے وہ دونوں ہوش میں آتے اس کی جانب لپکے تھے جب بخت خان نے ایک دفعہ پھر سے فائرز کیے لیکن رہبان کی جوابی فائرنگ سے دونوں طرف کے نشانے خطا ہو گئے۔

لیکن چونکہ وہ دونوں نین کی تکلیف پہ تڑپتے ہوئے اسے سنبھالنے کو اس کی جانب لپکے تھے وہ لاشعوری طور پہ خود کو اور نگاہ کو بھول گئے جو نین کو گولیاں لگتے دیکھ کے حواس کھونے کو تھی۔

ان لوگوں کی اسی لاپرواہی کا فائدہ اٹھاتے بخت خان نے پسٹل سنبھال کے پھر سے نشانہ باندھا جو سفیر سائیں کے ہاتھ سے سریا کھینچتے رہبان کے سینے پہ جا لگا جبکہ اس کا دوسرا نشانہ ضرغام کا وجود تھا جو نین کے خون آلود وجود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

یکایک دو فائرز ضرغام ملک کے سینے میں پیوست کرتے ہوئے اس نے آفاق میر جو کہ سلیمان میر کی حالت دیکھ کہ غصے سے آگ بگولہ ہو چکا تھا اس کے ہاتھ سے شاپر میں لپٹی ایک بوتل پکڑی۔

تم لوگوں سے بس 'میر سنز اینڈ کمپنیز' کی پاور آف اٹارنی چاہیے تھی اور اس" لڑکی کے ساتھ کچھ لمحے گزارنے کے لیے وقت چاہیے تھا میرے دوست کو لیکن تم لوگوں کی ہیرو گیری تم سب کی عبرتناک موت کا باعث بن گئی ہے۔"ان لوگوں کے خون آلود وجود کو پتھریلی سڑک پہ پڑے دیکھ کے بخت خان نے تنفر سے زمین پہ تھوکتے ہوئے قدم ان کی جانب بڑھائے جب خود کو سنبھالتے ہوئے سفیر سائیں اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اپنے پاوں کی ٹھوکر سے ان تینوں کو متوجہ کرنا چاہا۔

آنکھیں کھولو اپنی کمینو،اس لڑکی کی وجہ سے تم لوگوں نے میرے بیٹے کا یہ" حشر کیا ہے نا۔اب دیکھو میں کس طرح سے اس لڑکی کے وجود کو عبرت کا نشان بناتا ہوں۔"وہ تینوں جن کے وجود سے زندگی کی رمق گویا ختم ہونے کو تھی اس شخص کی ایسی گھٹیا بات سن نے انہوں نے اپنی ہمت مجتمع کی اور پوری کوشش کی کہ نگاہ کی جانب بڑھ سکیں لیکن ٹوٹتی سانسوں کا ربط اس

وقت گویا مکمل طور پر ٹوٹ گیا جب انہوں نے نگاہ کے دلخراش چیخیں سنیں کیونکہ بخت خان نے ہاتھ میں پکڑی تیزاب کی بوتل نگاہ کے چہرے کی جانب اچھال دی تھی۔

نگاہ!" وہیں اِس لمحے نگاہ کی چیخوں کے ساتھ جو آخری آواز تھی وہ" ذوالنورین میر کی پھٹی ہوئی آواز تھی جو اپنے دوستوں کی ایسی حالت دیکھ کر وہیں جم گیا تھا۔

یہاں اگر ایسا انسانیت سوز واقعہ یوں دھڑلے سے پیش آیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ شازمین میر اور سفیر سائیں نے پولیس کو بھاری رقم دے کر تعمیراتی کام کا بہانہ بنا کے اس روڈ پہ ٹریفک تقریباً مکمل بند کروا کے متبادل روڈ استعمال کرنے کا حکم دیا تھا۔

ذوالنورین میر جس کی دگرگوں حالت کے باوجود وہ اس کی ذہنی پراگندی کا فائدہ نہ اٹھا سکے کہ اس نے ہاسپٹل میں پاور آف اٹارنی کے پیپرز پہ سائن نہ کیے تھے کیونکہ وہ کم عمر لڑکا نہیں تھا جس سے ماں کے آپریشن کے علاوہ کسی بھی پیپر پہ بہلا پھسلا کے سائن کروائے جا سکتے تبھی شازمین میر نے سوچا کہ اسے بھی وہیں اس کے دوستوں تک کسی طریقے پہنچا کے اس کا بھی کام تمام کیا جائے۔بعد میں پاور آف اٹارنی کے پیپرز بنوانا بہت آسان تھا۔

ولید میر کا کام وہ پہلے ہی تمام کروا چکے تھے، کلثوم میر کومے میں تھے ایسے میں ان دونوں بھائیوں کی موت کے بعد پاور آف اٹارنی تو تھی ہی اُن کی۔ یہی سوچ کے اس نے اسے کسی نمبر سے اس واقعہ کی چھوٹی سی ویڈیو بھجوائی جب نین پہ تشدد ہو رہا تھا تبھی وہ ماں کی ذاتی ملازمہ کو ان کا خیال رکھنے کا کہہ کر ہاسپٹل سے تیزی کے ساتھ نکلا مگر اسے آنے میں دیر ہو چکی تھی کہ اس کے آنے تک اس کے بھائی سمیت اس کے دوست اُن سب کی نفرت, حسد اور انتقام کا نشانہ بن چکے تھے۔

اپنے منجمند ہوتے وجود کو پوری قوت سے حرکت دینے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے نگاہ کی طرف بڑھنا چاہا جب عقب سے آتی شاز مین میر کے ہائیر کردہ آدمی کی گاڑی نے اسے زور سے ہِٹ کیا تو وہ اس کا وجود اچھلتا ہوا کئی فٹ دور جا گرا اور ذہن تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

ابراہیم صاحب کی میڈیسن ختم ہو چکی تھیں اور بد قسمتی سے وہ آج ٹیوشن سے بھی لیٹ ہو چکی تھی اس لیے تیز تیز قدم اٹھاتی وہ ٹیکسی کا انتظار کیے بغیر میڈیکل سٹور کی تلاش میں چل پڑی کیونکہ جس سائیڈ پہ وہ ٹیوشن کے لیے آتی تھی وہاں کوئی بھی میڈیکل سٹور نہیں تھا۔

اسے چلتے ہوئے تقریباً پندرہ منٹس ہو چکے تھے جب یکے بعد دیگرے چار گاڑیاں بہت تیزی کے ساتھ اس کے پاس سے گزریں تو ان کی سپیڈ دیکھ کے وہ دہل سی گئی۔

یاوحشت!"زیرِلب بڑبڑاتے ہوئے وہ چادر مزید خود لے گرد لپیٹتی ہوئی" آگے بڑھی جب چلتے چلتے اس کی نظر بائیں جانب مین سڑک سے ہٹ کے قدرے سنسان سڑک پہ گئی تو اس کا وجود گویا تھرا سا گیا۔

اگلے ہی پل وہ بھاگتی ہوئی اس طرف گئی لیکن وہاں موجود پانچ افراد کے خون آلود وجود دیکھ کر اس کے ہونٹوں سے مارے خوف کے دبی دبی سی چیخ نکلی۔

اسی خوف کے زیرِاثر وہ شاید وہاں سے بھاگ جاتی لیکن جب اس کی نظر نگاہ کے گلے سڑے چہرے پہ پڑی تو وہ ہمت جتاتی ہوئی اپنے خوف پہ کڑے پہرے باندھ کے اس کی جانب بڑھی اور اس کے پاس پڑا دوپٹہ اس کے چہرے پہ ڈال کے اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے اس کی کلائی تھامی۔

رک رک کے چلتی سانسوں کو محسوس کر کے اس کے اپنے اندر گویا زندگی کی رمق دوڑ گئی۔

اس نے کپکپاتے لرزتے ہاتھوں سے کندھے پہ پڑے بیگ سے اپنا موبائل نکال کے ایمبولینس کو کال کی اور اس جگہ کی لوکیشن بتا کے کال بند کر دی۔

نگاہ کے زندہ ہونے کا یقین خود کو دلا کر وہ ان تینوں لڑکوں کی جانب بڑھی جو ایک دوسرے کے بالکل نزدیک پڑے ہوئے تھے۔

اس نے باری باری ان تینوں کی نبض چیک کی تو اُن میں سے ایک کی سانسیں اسے بہت ہی مدہم محسوس ہوئیں۔

الٰہی خیر! پتہ نہیں کون لوگ ہیں یہ؟ کس نے کیا ہے اتنا ظالمانہ تشدد ان لوگوں پہ؟" ان لوگوں کی حالت دیکھ کے اس کے اپنے اوسان خطا ہو رہے تھے لیکن وہ اس طرح اپنے سامنے کسی کو دم توڑتے نہیں دیکھنا چاہتی تھی اس لیے اس نے ایک دفعہ پھر سے ایمبولینس کو کال کی۔

کال سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس شخص کی طرف متوجہ ہوئی جو ان سے قدرے دور اوندھے منہ پڑا ہوا تھا۔

آگے بڑھ کے اس نے اس شخص کے کندھوں پہ ہاتھ رکھے۔شاید عام حالات میں وہ کسی مرد کے اتنا نزدیک ہر گز نہ آتی لیکن اس وقت مسئلہ زندگی موت کا تھا اس لیے اس نے بمشکل اسے سیدھا کیا جس کا خون آلود چہرہ اس شخص کے نقوش کی پہچان نہ کروا سکا۔

"تم ٹھیک ہو؟"اس شخص کی نبض چیک کرتے ہوئے اس نے آہستگی سے اسے پکارا تو اس نے دیکھا کہ اس شخص نے بمشکل اپنی خون سے تر پلکیں کھولنے کی کوشش کی تھی۔

"ن۔۔نی۔۔۔نگ۔۔۔۔۔۔"اس شخص کے ہونٹوں سے چند حرف ٹوٹ ٹوٹ کے نکلے اور اگلے ہی پل وہ شخص بھی اپنی پلکیں واپس سے موند گیا۔

کچھ منٹوں کے بعد ایمبولینس وہاں پہنچ گئی لیکن چونکہ یہ مرڈر کیس تھا اس لیے ان لوگوں کے ہاسپٹل پہنچنے اور وہاں ایڈمٹ ہونے تک اسے بے پناہ پریشانی اور سوالات کا سامنا کرنا پڑا لیکن دو گھنٹے پولیس کے بے معنی سوالات کے جوابات دے اُن کی تشفی اچھی سے کروا کے وہ رات کے ساڑھے آٹھ بجے ابراہیم صاحب کی دوائیوں کے بغیر گھر کی جانب روانہ ہو گئی۔

جبکہ ہاسپٹل کے آئی سی یو وارڈ میں موت اور زندگی کی جنگ لڑتے وہ پانچوں دوست جانتے ہی نہ تھے کہ راہ چلتی 'زحلے ابراہیم' ان لوگوں کو انجانے میں ہی دوبارہ زندگی دینے کی وجہ بن گئی تھی۔

ماسوائے اُس کے جس نے لمحے بھر کے لیے اپنی خون سے تر پلکیں کھول کے اس کی شبیہہ اپنی آنکھوں میں بسانے کی کوشش کی تھی۔

تقریباً تین دن کے بعد رہبان اور ضرغام کو ہوش آیا تھا لیکن ابھی تک وہ انڈر آبزرویشن تھے۔

ان کے ساتھ ہوئے حادثے کی خبر نجانے کس کی بدولت لیکن خبروں کی زینت بننے سے بچ گئی تھی کیونکہ ان کے دشمن جان گئے تھے کہ وہ پانچوں ہاسپٹل میں زیرِ علاج ہیں مگر پانچوں کے ہی بچنے کے چانسز نہ تھے اور وہ اس خبر کو پھیلا کے ان پانچوں کے ہمدرد پیدا نہیں کر سکتے تھے۔

ضر کی اس کنڈیشن کے متعلق اسد صاحب اور داد بخش صاحب کے علاوہ کوئی نہ جانتا تھا اور رہبان کی اس حالت کی خبر صرف حماد گردیزی کو تھی۔

نگاہ کی کنڈیشن کے متعلق اس کے والد اچھے سے جانتے تھے۔

جبکہ نین اور ذونین کی کنڈیشن کے متعلق پورا میر پیلس جانتا تھا لیکن وہاں کسی کو ٹکے کی بھی پروا نہ تھی بلکہ وہ ایسے کسی ڈاکٹر کی تلاش میں تھے جو وہیں ان کا کام تمام کر دیں۔

مگر ان کی کوششیں رنگ نہ لا سکیں کیونکہ ضرار اور رہبان کے ہوش میں آتے ہی واحدی صاحب کو سمجھا بجھا کے اسد صاحب اور گردیزی صاحب نے ان کے کہنے پہ راتوں رات ان سب کو کس ہاسپٹل میں شفٹ کروایا وہ لوگ جان نہ سکے تھے۔

اسد صاحب نے ان تینوں کو اپنے دوست کے ہاسپٹل میں مکمل رازداری کے ساتھ ان کا علاج کروانا شروع کر دیا جبکہ دوسری طرف انہوں نے اپنے بہترین کلائنٹ کے بیٹے کو دوسرے ہاسپٹل میں زیرِ علاج کلثوم میر کی نگرانی پہ بھی لگا دیا جو ہاسپٹل میں ملازموں کے ہی آسرے زیرِ علاج تھیں۔

ڈیڑھ مہینے کے جان گسل انتظار کے بعد جب نگاہ کو ہوش آیا تو اپنے چہرے کی مسخ شدہ حالت دیکھ کے وہ جیسے اپنے ہوش کھو بیٹھنے والی تھی اس پہ مستزاد نین کو بدستور بے ہوش دیکھ کے وہ نیم پاگل ہونے لگی تھی۔

اس کی حالت دیکھ کے اسد صاحب نے واحدی صاحب سے مکمل مشورہ کر کے اس کی سرجری کروانے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ ہوش میں آتے ہی اپنا چہرہ نوچتی زور زور سے رونے لگتی تھی۔

جس لمحے نگاہ کی سرجری کے لیے اسے لے جایا گیا تھا تبھی ذوالنورین کو ہوش آگیا لیکن یہ جان کے وہ سب ایک دفعہ پھر سے ڈھے گئے تھے کہ ٹانگوں پہ گاڑی کے ڈائریکٹ ہِٹ کرنے سے وہ چلنے پھرنے سے معذور ہو گیا تھا۔

وقت بہت آہستگی سے زخموں پر کھرنڈ جمائے گزر رہا تھا وہ چاروں اس دورانیے میں کچھ حد تک سنبھل گئے تھے لیکن نین کی حالت تاحال بہت نازک تھی جس کے باعث نگاہ بھی ذہنی طور پہ سنبھل نہیں رہی تھی۔

بیٹھے بیٹھے کبھی چیخنے لگتی، کبھی اپنا سر جری کے بعد کسی بھی نشان سے پاک لیکن پہلی والی نگاہ سے قدرے الگ چہرہ نوچنے لگتی کبھی خود کو نقصان پہنچانے لگتی۔

اس کی یہ حالت ان تینوں کے لیے بہت تکلیف دہ تھی لیکن وہ اس کی تکلیف کم کرنے سے قاصر تھے۔

"میرے خیال میں تم لوگ اپنے دشمنوں سے تو اچھے سے واقف ہو چکے ہو گے تو اب کی بار جذباتی ہو کے کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے خود کو اس قدر مضبوط کرو کہ دشمن کو منہ کی کھانے پڑے۔" ہاسپٹل میں موجود ڈاکٹر کے کیبن میں موجود اسد صاحب جو کہ حماد گردیزی کے ساتھ صوفے پہ براجمان تھے انہوں نے اِن تینوں کو مخاطب کیا جن کے چہرے اس وقت بے رنگ و رونق ہو رہے تھے۔

دشمن کواسی کے انداز میں جواب دینے کے لیے انتظار کرو بہترین وقت " کے آنے کا،اس وقت تک چاہے دشمن تمہارے منہ کے سامنے ہی کیوں نہ کھڑا ہو تم لوگ بس چپ کر کے ڈٹے رہو کیونکہ دشمن تا حال تم لوگوں کی کمزوریوں سے واقف ہے۔"اسد صاحب نے بیٹے کی جانب دیکھا جو اُن کی طرف عرصہ ہوا دیکھنا چھوڑ چکا تھا۔

یہ اسد صاحب اور گردیزی صاحب کی نصیحتوں کا نتیجہ تھا کہ وہ تینوں ایک دفعہ پھر سے منظر پہ آئے تھے لیکن پہلے سے بہت بدلے ہوئے۔
ضر نے پہلی فرصت میں بزنس جوائن کیا اور سٹڈی ساتھ ساتھ جاری رکھنے کا سوچا،رہبان نے واپس سے ڈیوٹی جوائن کی جبکہ ذوالنورین جب میل اٹینڈینٹ کے ساتھ وہیل چیئر پہ بیٹھا میر پیلس میں داخل ہوا تو شازمین میر سمیت ان سبھی کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔

لیکن جب وہ بنا ان لوگوں کو کچھ کہے اٹینڈینٹ کو کہہ کے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تو انہیں لگا جیسے وہ واقعہ اس کی چوٹوں کے باعث اس کی یاداشت سے محو ہو چکا تھا۔

اس کے منظر پہ آنے سے شازمین میر کا پاور آف اٹارنی ہتھیانے کا منصوبہ تو پانی میں مل گیا لیکن اس کے پاس شطرنج کا ایک مہرہ ضرور تھا جسے اس نے فوراً استعمال میں لایا تھا۔

فوراً سے پہلے اس نے کچھ دن قبل ہی ہوش میں آنے والی کلثوم میر کو ہاسپٹل سے گھر بلوایا لیا تھا اور یہ جان کے وہ بہت خوش ہوئی کہ وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھی تھی۔

کلثوم میر کو اپنی ہی کسٹڈی میں رکھتے ہوئے اب وہ منظر پہ آئے بغیر کسی اور سے اسے پریشرائز کروا کر پاور آف اٹارنی چاہتی تھی۔

یہ موقع اسے جلد ہی مل گیا تھا لیکن اسے یہ جان کے صدمہ لگا تھا کہ اگر ان بھائیوں میں سے کسی ایک کے بھی سائن نہ ہوئے تو 'میر اینڈ سنز کمپنیز' کا سارا اختیار گورنمینٹ کو مل جائے گا۔

یہ جاننا تھا کہ اُس نے نین کی تلاش شروع کر دی لیکن کلثوم میر کو رہا نہ کیا بلکہ اسے اسی بند کمرے میں رکھا گیا کیونکہ یہ مہرہ وہ کبھی بھی استعمال کر سکتی تھی۔

اور یہ مہرہ استعمال کرنے کا اسے بہت جلد موقع مل گیا تھا جب اُس نے اپنے آدمی کے ذریعے ذوالنورین میر کو کال کروائی کہ اگر اُس نے کبھی بھی 'میر پیلس' میں موجود کلثوم میر تک پہنچنے کی کوشش کی 'ولید میر' کی اذیت ناک موت اس کی رات کی نیند حرام کر دے گی۔

وہ لوگ جو یہ سمجھ رہے تھے ولید میر بھی ان کے انتقام کا نشانہ بن کے موت کی نذر ہو چکے تھے ان کے زندہ ہونے اور پھر ان کی ہی کسٹڈی میں ہونے کا سن کر ان سب کے ہاتھ ایک دفعہ پھر سے بندھ گئے تھے۔

وقت بہت تیزی سے سالوں کا عرصہ نگلتے ہوئے گزر رہا تھا جب ایک دفعہ پھر سے نگاہ کا تعاقب کیا جانے لگا کیونکہ ان کے دشمنوں کو یہ یقین تھا کہ ذوالقرنین میر زندہ ہے تبھی وہ اُس کے زریعے نین تک پہنچنا چاہتے تھے۔ تبھی نین اور نگاہ دونوں کی زندگی و عزت بچانے کے لیے حماد گردیزی نے جب ضرغام کے سامنے ایک حل رکھا تو اسے لگا وہ کھڑے کھڑے فنا ہو جائے گا۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ انکل؟"اس کی آنکھوں میں نین اور نگاہ کے "
چہروں کے ساتھ ایک خوبصورت چہرہ لہرایا جسے وہ دانستہ اپنے ذہن کے
پردوں سے ہٹا کے رکھتا تھا۔

اِس کے علاوہ اس کا کوئی بہترین حل نہیں ہے۔ نین کی کنڈیشن تمہارے "
سامنے ہے۔ تمہارے اس ایک فعل سے نا صرف نگاہ اور نین کی زندگی
آسان ہو گی بلکہ ذوالنورین اور اس کی والدہ سے بھی شکنجہ کم ہو جائے گا۔"
انہوں نے رسانیت سے سمجھایا۔

آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن میں نے نگاہ کے متعلق ایسا کبھی نہیں سوچ "
سکتا، میرے لیے وہ ہمیشہ ایک بہن اور دوست ہی رہی ہے اور سب سے بڑھ
کے وہ میرے دوست کی محبت ہے۔"اس نے سختی سے اُن کی بات کی تردید
کی جبکہ چیک اپ کے لیے آیا ذونین اور رہبان آنکھوں میں شدید تکلیف

کے رنگ لیے زندگی کے اس مقام اور قسمت کے اس فیصلے پہ بمشکل اپنے آنسو ضبط کر رہے تھے۔

اس کام کے بعد بھی وہ صرف آپ کی دوست ہی رہے گی۔ یہ جان لیں کہ " آپ ایسا صرف اپنے دوستوں کے لیے کر رہے ہیں۔" انہوں نے پھر سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ کسی طور بھی اس بات پہ آنے کے لیے راضی نہ ہو رہا تھا۔

بیشک شہرے ملک کا ساتھ اس کے نصیب میں نہ تھا لیکن وہ اس مقام پہ کسی کو نہیں لا سکتا تھا وہ بھی اس لڑکی کو جو اس کے دوست کی انمول چاہت تھی اور اس کے لیے ہمیشہ دوست اور بہن جیسی رہی تھی۔

مگر اس کی یہ ساری مزاحمت اس وقت خاک میں مل گئی جب ایک دفعہ پھر سے نگاہ پہ حملہ کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

مجھے معاف کر دینا، حالات چاہے جیسے بھی ہیں لیکن میں تمہاری چاہت کو"
اپنانے جارہا ہوں اور ایسا کرتے ہوئے مجھے خود سے ہی وحشت ہو رہی
ہے۔" نین کے بے جان مشینوں میں جھکڑے وجود کے پاس بیٹھا وہ
آنسوؤں سے روتا ہوا اپنا دل ہلکا کر رہا تھا کیونکہ اسے چند گھنٹوں کے بعد 'نگاہ
واحدی' سے نکاح کرنا تھا۔
وہی نگاہ واحدی جو ذوالقرنین میر کے کے نینوں کا تارا تھی۔

ملک ہاوس' میں جب اس نے ارجنٹ بیسز پہ نگاہ سے نکاح کے لیے کہا تو'
داد بخش ملک نے ہلکی سی مخالفت کی لیکن اس کی ہٹ دھرمی دیکھ کے انہیں
اس کا ساتھ دینا پڑا جبکہ ایسے ارجنٹ نکاح پہ نوجوان پارٹی اسے لو و میرج کا نام
دے گئی اور ان سب میں پہلے نمبر پہ وہ تھی جس کا سوچ کے نکاح نامے پہ

سائن کرتے ہوئے اس کے ہاتھ مرد ہونے کے باوجود بری طرح سے لرز اٹھے تھے۔

ان کے نکاح کی خبر جب پھیلی تو دشمن یہ جان کے دنگ رہ گئے کہ نکاح کی تاریخ ان پر حملے کے کچھ عرصے بعد کی تھی مطلب کہ ذوالقرنین میر حملے کے کچھ مہینوں بعد ہی مر گیا تھا۔

اس سب کے متعلق مکمل تحقیق کروانے کے بعد وہ ہر ممکنہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح پاور آف اٹارنی کو حاصل کیا جا سکے کہ سبھی کا انتقام پورا ہو چکا تھا لیکن شازمین میر نے جس لالچ میں یہ بساط بچھائی تھی وہ اسے حاصل نہ ہو سکا تھا۔

اس لالچ میں وہ روزنت نئی کوششیں کرتی تھی اور پھر بالآخر پانچ سال کے دورانیے کے بعد اسے پاور آف اٹارنی حاصل ہتھیانے کے لیے 'زحلے

ابراہیم ملی جو اس کے پلان کی بدولت اپنے جال میں ذوالنورین میر کو الجھا کر اس سے ان پیپرز پہ نا صرف ذونین کے بلکہ نین کے سائن بھی کروالے کیونکہ یہ وہ جانتی تھی نین کے سائن کرنا ذونین کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔

مگر اس کا یہ پلان اس وقت خاک میں ملتا نظر آنے لگا جب زحلے نے کلثوم میر سے ملنے کی کوشش کی تھی تبھی اس نے اسے اس کے کیے کی سزا دینے کی کوشش کی کہ وہ انتقام لینا نہیں بھولتی تھی مگر اسے پھر سے منہ کی کھانی پڑی جب ذونین نے زحلے سے نکاح کر لیا۔

وہ شاید کھل کے کلثوم میر کے وجود کو مہرے کے طور پہ استعمال کرتی لیکن ذونین کے انداز و اطوار سے وہ ٹھٹھک گئی تھی جیسے وہ بہت کچھ جانتا ہو۔

اس لیے اس نے فوری رد عمل دینے کی بجائے اب کی بار بہت ٹھوس منصوبہ بنانے کا سوچ کر ان کے نکاح کو ہونے دیا تھا۔

نگاہ اس نکاح کے لیے کیسے مانی تھی یہ صرف وہ سب ہی جانتے تھے۔

نکاح کا سن کے وہ ہسٹریائی سی ہو گئی لیکن پھر گردیزی صاحب اور واحدی صاحب کے سمجھانے بجھانے اور نین کی کنڈیشن کے واسطے دے کر اسے بمشکل نکاح پہ راضی کیا گیا۔

پہلے پہل تو اس نے ضر سے کیا کسی سے بھی رابطہ کرنا ختم کر دیا تھا لیکن پھر ضر اور رہبان کی کوششوں کے بعد وہ ایک دفعہ پھر سے نارمل ہونے لگی۔

میں جانتا ہوں نگاہ کہ نین کے لیے تم یا تمہارے لیے نین کیا اہمیت رکھتا" ہے۔ لیکن یہ بات تم بھی جانتی ہو کہ تم ہمارے لیے کیا اہمیت رکھتی ہو یا ہم تم سے کتنی محبت کرتے ہیں اور محبت کے باعث یہ میری ذمہ داری ہے کہ ان حالات میں تمہاری اور نین کی حفاظت کروں۔ یہ جو قدم اٹھایا ہے باخدا تمہارے اور نین کے لیے ہی اٹھایا گیا ہے اور جس دن نین اپنے قدموں پہ

کھڑا ہوا میں اُس کے نینوں کا تارا اسے لٹا دوں گا۔" نگاہ کو سمجھاتے ہوئے اس نے ہولے سے اس کے ہاتھ تھپتھپائے تو وہ بات کے اختتام میں یاسیت سے مسکرائی تھی۔

کیونکہ اس نکاح کی اصلیت اسد صاحب اور کسی قدر داد بخش صاحب ہی جانتے تھے اس لیے نگاہ وقتاً فوقتاً ملک ہاوس چکر لگانے لگی لیکن جب سب نے اسے 'بھابھی' کہا تو رہبان نے آرام سے اس کو پر سکون کیا۔

تم پریشان کیوں ہوتی ہو؟ تم نین کی بنو گی تو تب بھی ان کے لیے بھابھی ہو" گی اس لیے یہی سمجھوں آنے والے خوش کن لمحے کی تیاری ہے یہ۔" اس کی بات پہ وہ بھی امید کے دیے جلائے نین کے جلد ہوش میں آنے کی دعا کرنے لگی۔

کیونکہ وہ ضرغام ملک جس نے سالوں پہلے کہا تھا کہ وہ شہرے سے متعلق اپنے جذبات دفن کر چکا تھا، وہ شہرے ملک کو دیکھ کے اپنی ذات فراموش کر بیٹھتا تھا۔

اس کی یہی حالت دیکھ کر وہ اسے واپس نارمل کرنے کو صبح کے وقت جب بھی کال کرتی ہمیشہ یہی کہتی 'مسز ضرغام ملک از ہیئر'۔

اس کی یہ چھوٹی سی کوشش ضرغام کو اپنا آپ سنبھالنے میں بہت مدد دیتی تھی لیکن یہ چند لمحے اکثر اس کے جذبات کے سامنے ہیچ پڑنے لگتے جب وہ شہرے کو خود سے بے پرواہ لیکن بے حد قریب پاتا۔

ایسے ہی بے خود لمحے جب نگاہ کی نظر میں آئے تو اس نے ایک دفعہ پھر سے سالوں پہلے کیا اپنا سوال دہرایا۔

آپ شہرے سے پیار کرتے ہیں؟"سوال وہی تھا بس دنیا دکھاوے کو"

دونوں کا اندازِ تخاطب 'تم' سے 'آپ' ہو چکا تھا۔

وہ اس سوال کا جواب جانتی تھی لیکن وہ نہیں چاہتی تھی اگر شہرے اس کے نصیب میں نہیں تھی تو وہ اس کے لیے اپنی ذات رول دے کیونکہ ان لوگوں نے زندگی کے بہت سال پہلے ہی کسی کے انتقام کی زد میں گزار دیے تھے۔

وہ یہ بھی جانتی تھی کہ نگاہ سے نکاح اگرچہ مجبوری تھی لیکن اس کی مرضی اور رضامندی سے ہوا تھا۔

ایسڈ اٹیک کے بعد نگاہ کے ذہن پہ بہت برا اثر پڑا تھا۔اسے اکثر ہسٹریائی اٹیک ہوتے کہ شاید وہ بہت بدصورت ہو چکی ہے اسے کوئی اون نہیں کرے گا ایسے میں ضر بہت شائستگی اور تحمل سے اپنے لفظوں کے مرہم لگا کر اسے ہینڈل کرتا تھا۔

انہی دنوں نین کی کنڈیشن میں پازیٹو رسپانس آنے پر جب اسد صاحب نے اس سے اُس کی شادی کے متعلق بات کی تواُس نے رخصتی کے لیے کہہ دیا۔ یہ رخصتی دراصل نین اور نگاہ کی رخصتی تھی کہ نین کی کنڈیشن مکمل سٹیبل ہونے پر وہ اسے ڈائیورس دے کر نین سنگ رخصت کرنے والا تھا اور اس کے بعد وہ کیا چاہتا تھا اس کے متعلق اسد صاحب کوئی اندازہ نہ لگا سکے تھے۔

اسی دورانیے میں رہبان کی شادی کے چرچے جاگ اٹھے۔ وہ جو ایسی کسی فضول رسم کو پانی دینے کے لیے کسی کو بھی پلے نہیں باندھنا چاہتا تھا جب حماد گردیزی نے اسے 'آبگینے' کی فیملی کے متعلق آگاہ کیا تو وہ یہ جان کر ششدر کر گیا کہ اُس کی ممکنہ بیوی کا چچا ان کے گزرے ہر دکھ و تکلیف کی وجہ تھا۔

یہ جاننا تھا کہ اُس نے پر عزم ارادہ باندھ کے شادی کے لیے منظوری دے دی اور اس ارادے پہ عمل کے لیے جب اس نے ضر کو بلایا تو غیر متوقع طور پر اپنے دیرینہ دشمنوں کو ایک دفعہ پھر سے اپنے سامنے دیکھ کر سفیر سائیں غصے وہتک سے پاگل ہو گیا۔

تبھی اس نے ہر ممکنہ حربہ آزمایا اور ایک دفعہ پھر سے انہیں توڑنے کی کوشش کی۔

اور اسی شہرے کی وہی عزت جس کے جانے کے خوف سے اسد ملک صاحب نے بیٹے کے دل کی بستی اپنے ہاتھوں سے اجاڑی تھی، سفیر سائیں کی اخلاق سوز گھٹیا حرکت کے باعث شہرے کی عزت بچانے کے لیے انہیں وہ فیصلہ لینا پڑا جس نے ایک دفعہ پھر سے بہت سی زندگانیوں میں بھونچال لایا تھا۔

کیونکہ جس نین کے ساتھ نگاہ کو ضرر رخصت کروانا چاہتا تھا اس کی طبیعت اچانک پھر سے خراب ہو گئی تھی۔

تبھی ایک دفعہ پھر سے قسمت کی چک پھیریوں کے باعث اسے نگاہ کو اپنے ساتھ رخصت اور شہرے سے نکاح دونوں ایک ہی دن کرنے پڑے۔

رخصتی سے قبل وہ نگاہ کے پاس گیا تھا کیونکہ وہ نین کے لیے ذہنی طور پر تیار بیٹھی ایسے میں وہ اپنا نکاح کیسے کر سکتا تھا اس لیے اس نے اسے پہلے رخصت کروایا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر وہ یونہی اکیلی رہی تو شاید ذہنی دباو سے ہوش کھو بیٹھے تبھی اس نے نکاح سے پہلے اسے رخصت کروایا تھا۔

نکاح کے بعد اُس نے لان میں رہبان سے جب کہا کہ میں نگاہ سے نئی زندگی شروع کرنے والا تھا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس رشتے کو ختم کر کے واپس

سے وہی دوستی کی ڈور باندھنے والا تھا لیکن اسے ایک نئے رشتے میں باندھ دیا گیا وہ بھی ایسا رشتہ جس میں مقابل اس سے نفرت کرتی تھی۔

اس کے اندر اس قدر گھٹن تھی کہ جب وہ کمرے میں داخل ہوا کمبل سرکا کہ جب نگاہ پہ نظر پڑی تو گھٹن مزید بڑھنے لگی۔

وہ سب ایک دوسرے سے پہلے بھی فرینک تھے اور اکثر نگاہ کے یونی میں بالوں کی پونی تک بنا دیتے تھے ایسے میں اُس کے چہرے کی تھکن دیکھ کر اس نے اس کے بالوں میں اٹکی پنیں نکالتے ہوئے اس کی مدد کرنی چاہی۔

اس دوران اُس کی کہی گئی باتیں ساری کی ساری درپردہ نین کے لیے ہی تھیں۔

اس کے نگاہ اس کی زمہ داری تھی جسے اس کے صحیح حقدار تک پہنچاتے ہوئے اس نے اس کی حفاظت کرنا تھی۔

دوست ہونے کے ناطے وہ اس کی محبت تھی، اس کی ہمراز تھی۔

اس نے جب کہا کہ خدا نے اسے اس آزمائش کے لیے چُنا ہے تو مطلب وہ کبھی یہ خیال ذہن میں نہ لائے کہ وہ اپنے دوست کے حق پہ ڈاکہ ڈالے گا اور پیش رفت کا حوالہ اس نے نین کے متعلق دینے کی کوشش کی تھی کہ وہ اسے اس ہاسپٹل سے نکلوا کے کہیں اور شفٹ کروانا چاہتا تھا لیکن اس کے اس خیال کو نگاہ نے روک دیا تبھی اس نے کہا کہ اس کی پیش رفت لمبے عرصے کا انتظار ہر گز نہیں کرے گی کیونکہ وہ ہر گز فرشتہ نہ تھا جوان کشیدہ حالات میں بھی اپنے اعصاب پہ قابو رکھ سکے۔

ان دونوں کا تعلق کمرے کے اندر فقط دوستوں والا تھا، وہ جیسے پہلے اکثر اس کا ہاتھ تھامتا تھا یا کبھی سر تھپتھپاتا تھا وہ سب وہ اب بھی نادانستگی میں کر لیتے تھے۔

اس نے اسے منہ دکھائی کے نام پہ تحفہ بھی دیا کہ گھر والے تو ان کی شادی کی حقیقت سے بے خبر تھے۔

جس طرح ضر کے لیے نگاہ اس کے دوست کی امانت تھی اس طرح نگاہ بھی شہرے اور ضر کے نکاح سے بہت خوش تھی۔

وہ اپنی خوشی کا شاید کھل کے اظہار بھی کرتی جو اگر وہ طلاق کا مطالبہ نہ کر بیٹھتی۔

وہ دوست جو ایک دوسرے کے ساتھ جیتے مرتے تھے ان کے لیے ایک دوسرے کی تکلیف برداشت کرنا بے حد مشکل تھا ایسے میں جب جب شہرے کی جانب سے ضر تکلیف میں مبتلا ہوتا نگاہ کے لیے اس سب کو برداشت کرنا مشکل ہو جاتا۔

دنیا کی نظر میں وہ دونوں سوتنیں تھیں لیکن عجیب بات تھی اسے اس بات سے فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ ضر کے نکاح میں تھی لیکن یہ بات اس سے برداشت نہ ہوتی تھی کہ وہ ضر کو اذیت دے۔

اور ایسے لمحوں میں اسے کے تاثرات چیخ چیخ کے گواہی دیتے کہ نگاہ واحدی شہرے ملک کی اس حرکت پہ کس قدر ناگواری میں مبتلا ہوتی تھی۔

ضر نے اپنے کہے لفظوں کا پاس رکھا اور نین کو بے حد رازداری کے ساتھ ایک بہترین ہاسپٹل شفٹ کیا اور اس کے علاج میں بہتری لانے کے لیے ڈاکٹرز کو مکمل طور پر الرٹ کیا۔

اُس کی اور ڈاکٹرز کی کوششیں رفتہ رفتہ رنگ لانے لگیں کہ اتنے عرصے سے بیڈ پہ بے جان پڑے نین نے اپنے پیروں کو حرکت دینے کی کوشش کی تھی۔

نین کی بہتری کی طرف مائل طبیعت کے متعلق وہ چاروں ہی فقط جانتے تھے لیکن وہ کس قدر بہتری کی طرف گامزن ہے اس کے متعلق صرف ضر غام جانتا تھا۔

ضرغام یہ بھی جانتا تھا کہ اپنے پیروں پہ کھڑا ہونے کے بعد اس نے بہت کم ہی دورانیے میں خود کو پیروں پہ اس مضبوطی سے جمایا کہ جب رہبان پہ حملہ ہوا تھا تو اس کو بچانے کے لیے جانے والا نین ہی تھا۔

جاری ہے۔

بہت سی گرہیں کھل چکی ہیں، بہت سی گرہیں اب حال کے ساتھ ساتھ کھلیں گی۔آج کی قسط شاید بور لگی ہو لیکن میری کوشش تھی کہ آج ماضی کو ختم کیا جاسکے۔ویسے آپ ریڈرز عجیب ہیں ماضی پڑھنے کو بے تاب بھی ہوتے ہیں اور جب ماضی شروع ہو تو دو سے تین اقساط کے بعد آپ لوگ بور ہو جاتے ہیں حالانکہ اس ناول میں تو ماضی کو لمبا کھینچا نہیں گیا لیکن جب تک ماضی کلیئر نہیں ہوتا تب تک حال کی سمجھ نہیں آتی اس لیے تحمل سے پڑھا کریں پلیز۔۔۔۔۔

سے زیادہ لائکس مکمل کریں تاکہ ماضی کے kاس قسط پہ کل رات تک 1.5

دکھ بھرے تاثرات کو ختم کرنے کے لیے اگلی قسط سبھی کپلز کے مزے

🙉🙉🙉مزے کے سینز سے بھرپور ہوں

#_Romance_of_the_year🙈🙈🔥🔥

#_Possessive_and_Roman-

tic_hero🙊❤❤

#_Jahaandad__Affandi❤❤

جہان!"اس کے گلابی لب بے ساختہ سرسرائے۔"

ان گلابی لبوں کی کپکپاہٹ دیکھتے ہوئے اس نے اس کے کمر کے گرد گرفت

مضبوط کرتے ہوئے چہرے اس کے بالوں میں چھپایا تو وہ گہری سانس لیتی

دونوں ہاتھوں سے اس کے کندھے مضبوطی سے دبوچ گئی۔

کہ اس شخص کی دیوانگی اس کے مہکتے بالوں اور اس کی گردن سے لپٹی اس باریک چین سے آج بھی حواس چھین لینے کا باعث بنتی تھی۔

"میں اکثر یہ سوچتا ہوں کہ مجھے ہر بار آپ سے نئے انداز میں عشق کرنے پہ کون مائل کرتا ہے؟ یہ کپکپاتے ہونٹوں سے نکلنے والا میرا نام یا پھر آپ کے بالوں اور وجود سے اٹھنے والی یہ سحر انگیز خوشبو؟" اس کی گردن کو ہولے سے چھوتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

:حال

کافی ہال میں بیٹھے وہ دونوں خاموش نگاہوں سے آتے جاتے لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔

میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس خوشی میں تم نے مجھے یہاں بلایا ہے؟" کچھ "
ثانیے بعد اس سرگرمی سے اکتا جانے والے ضرغام نے جھنجھلائے سے انداز
میں استفسار کرتے گویا بات کا آغاز کیا۔

آج میری بیوی نے میرے ہاتھ سے میری بنائی گئی چائے کی پیالی تھام لی"
ہے، اس خوشی میں۔" دانت نکوستے ہوئے وہ جواباً گویا ہوا تو اُس نے سنجیدگی
سے اسے دیکھا۔

اُس نے وہ چائے پی بھی؟" ضرکے اگلے سنجیدہ سوال پہ رہبان کے چہرے "
کے تاثرات فوراً تبدیل ہوئے اور وہ ڈھیلا سا پڑتا کرسی کی پشت سے ٹیک لگا
گیا۔

نہیں۔"اس کے یک لفظی یاسیت بھرے جواب پہ ضر کے ہونٹ ہولے سے مسکرادیے۔

"میری دلی نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں، تم مجھے یہ بتاو کہ یہاں کیوں بلوایاہے؟ ملاقات توآفس میں بھی ہوسکتی تھی۔"اس نے دوبارہ سے پہلو بدلتے ہوئے استفسار کیا کیونکہ وہ ایسے کسی بھی پبلک پلیس پہ کمفرٹیبل نہ ہوتا تھا۔

"اگر دشمن کے کارندے ہماری بغلوں میں چھپے بیٹھے ہوں تو ہمیں محتاط ہی رہناچاہیے۔جب تم اپنے گھر میں بہت محتاط ہو کہ تمہیں لگتاہے کہ کوئی گھر کا بھیدی لنکاڈھارہاہے تومیرے خیال میں آفس میں بھی توایساکچھ ہوسکتا ہے۔"اب کی بار رہبان نے سنجیدگی سے وضاحت کی تووہ گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

اب اگر تسلی ہو گئی ہو تو مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ تم نے ایک بیمار آدمی کو" کیونکر ہمیں بتائے بغیر ہاسپٹل سے غائب کروایا ہے؟"اس کی تسلی کروانے کے بعد رہبان نے اپنا کھاتہ کھول لیا۔

یہ کل رات سے تمہیں اس کی بیماری کا بڑا احساس ہو رہا ہے۔یہ وہی بیمار" شخص ہے جس نے کچھ دن پہلے تمہیں رات کے پہر بچایا تھا۔"ضرغام نے طنزیہ انداز میں جواب دیا تو اس نے فوراً منہ بگاڑا۔

صرف بچایا ہی تھا لیکن میری مسز کو گھر اور مجھے ہاسپٹل پارٹنر لے کے گیا" تھا۔"اس نے یوں کہا جیسے اسے ہاسپٹل نہ لے کے جانا نین کا سنگین جرم تھا۔

حالانکہ اُس جیسے شخص کے لیے گھر سے نکلنا کتنا مشکل ہے پھر بھی"
تمہارے شکوے ختم نہیں ہو رہے۔"اس نے اسے شرم دلانی چاہی لیکن جو
چیز اس کے پاس تھی ہی نہیں وہ کیسے اسے محسوس کر سکتا تھا۔

تم مجھے باتوں میں نہ اُلجھاو یہ بتاو کہ میری ٹیم کے ہوتے ہوئے تم نے اسے"
غائب کیسے کروایا؟"رہبان نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا تو ضر خاموشی سے ویٹر
کو تکنے لگا جو ان کے ٹیبل پہ کافی سرو کرنے کو آ رہا تھا۔

غائب نہیں کروایا بلکہ وہ خود اپنی مرضی سے گیا ہے اور میں اسے روک"
نہیں سکتا تھا۔اُسے منظر پہ آنے سے قبل خود کو سٹیبل کرنا ہے کیونکہ تم اس
کی کنڈیشن جانتے ہو۔"اب کی بار ضر نے نپے تلے انداز میں وضاحت پیش
کی تو رہبان نے سمجھنے کے سے انداز میں سر ہلایا۔

نگاہ کو کب تک بتانے کا ارادہ ہے اور کب تک اُس کے متعلق ایکشن لو" گے ؟"کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے مزید سوالات اس کے سامنے رکھے۔

نگاہ کو صبح بتا آیا ہوں لیکن اس کے متعلق فیصلہ کچھ دنوں تک ہو گا کیونکہ نا" تو کلثوم آنٹی کی مینٹل کنڈیشن ٹھیک ہے اور نا ہی ولید انکل کے متعلق کوئی ٹھوس خبر مل سکی ہے۔"اس نے کافی کے گھونٹ لیتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تو رہبان چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔

اور شہرے ؟"اس نے اچانک بہت مختصر اًانداز میں استفسار کیا تو وہ اس نام" پہ جی جان سے چونکا تھا۔

شہرے کیا؟"اس نے بھنویں اچکاتے ہوئے اسے دیکھا جو اسی کی سمت" دیکھ رہا تھا۔

شہرے سے نکاح سے قبل اس قدر شدید انداز میں انکاری کیوں تھے؟" یہ" ایسا سوال تھا جو نا صرف رہبان بلکہ باقی تینوں کے دماغوں میں کلبلا رہا تھا اسی لیے آج موقع ملتے ہی اس نے پوچھ لیا۔

کیونکہ میں اُن کے انکار کو سمجھنے والا ہوں۔ میں نے زندگی میں اسی ایک" عورت کے لیے دل کے دروازے کھولے ہیں لیکن میں نے کبھی زبردستی اسے اپنی زندگی میں شامل نہیں کرنا چاہا۔ سالوں پہلے جب بابا صاحب نے میری خواہش ٹھکرائی نہ ہوتی تو تب بھی میں شہرے کی رضامندی جان کر انہیں اپنی زندگی میں شامل کرتا اور ابھی جب وہ اس رشتے کے لیے رضامند نہیں تھی تو میں کیسے ان کے ساتھ زبردستی کر سکتا تھا۔ میں خود غرض ہوتا تو اُس وقت اُن کی سچویشن سے فائدہ اٹھا کہ اپنی برسوں پرانی خواہش پوری لیتا مگر۔۔۔۔۔۔۔۔۔" گھمبیر لہجے میں بولتا ہوا وہ رکا۔

مگر قسمت کی چک پھیریاں عجیب ہیں، میں جو اُس کے لیے اپنی ہی خواہش" سے منہ پھیرے انکاری ہو رہا تھا مجھے اُس کے لیے ہی یہ رشتہ جوڑنا پڑا۔"
اس نے اپنی بات مکمل کرتے اضطرابی حالت میں اپنے گھنیرے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

تو اب پھر کیا ارادہ ہے؟" رہبان نے خالی کپ میز پہ رکھتے ہوئے ایک دفعہ" پھر سے اسے دیکھا جو اب کی بار شاید سگریٹ سلگانا چاہ رہا تھا۔

چونکہ تم نے صحیح کہا تھا کہ بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ اچھا ہونا گلے کا" پھندہ بن جاتا ہے اس لیے اب جب یہ رشتہ بندھ ہی چکا ہے تو اب اسے میں کسی کی خواہش پہ ختم نہیں کر سکتا اب خواہش چاہے شہرے کی ہی کیوں نہ ہو۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا اور پاکٹ سے سگریٹ کی ڈبی نکالی۔

انسان ویسے بھی خطاوں کا پُتلا ہے اور میں ہر گز مہان اور سب سے اچھا بن" کے نہیں رہنا چاہتا مجھے بھی ایک نارمل انسان کی طرح زندگی گزارنی ہے۔"

سگریٹ سلگاتے ہوئے وہ مزید گویا ہوا اور ساتھ ہی ڈبی رہبان کی جانب بڑھائی جس نے اُس میں سے ایک سگریٹ نکالی۔

ویسے یار تمہاری فیملی ایگری ہو جائے گی تمہاری اور نگاہ کی سیپریشن سے" کیونکہ جس طرح سب کی تسلی تشفی کرواتے ہوئے تم نے ڈائیلاگ بازی جھاڑی ہے اس سے وہ یہی سمجھتے ہیں کہ تم اور نگاہ ایک دوسرے سے پیار کرتے ہو۔" بِل میز پہ رکھنے کے بعد وہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے تو رہبان نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

پیار تو ہم واقعی کرتے ہیں اور ویسے بھی میرے اُن ڈائیلا گز کا پسِ منظر نگاہ" جانتی ہے اس لیے مجھے باقی کسی سے لینا دینا نہیں۔" سنجیدگی سے بات ختم کر کے اُس نے سگریٹ کا گہرا سا کش لگایا۔

ویسے یہ دو بیویوں والا تجربہ کیسا ہے؟" گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے اُس" نے اب کی بار یکسر بدلے ہوئے انداز میں قطعی غیر متعلقہ سوال پوچھا تو ضرغام نے تیکھے چتونوں سے اسے گھورا۔

مجھ سے پوچھنے کی بجائے بہتر ہے دوسری شادی کر کے عملی طور پہ یہ تجربہ" سیکھ لو۔" اُس کے خشک لہجے میں دیے گئے مشورے پہ وہ جھرجھری سی لیتا گاڑی میں گھسا۔

اللہ توبہ، میری جو ایک عدد بیوی ہے وہی میرے پولیس آفیسر ہونے کا لحاظ" نہیں کرتی دو مل گئیں تو میں کسی کو نہیں مل سکوں گا۔" بڑبڑاتے ہوئے اس نے گویا ایسے کسی بھی خیال سے سو بار توبہ کی تھی۔

جبکہ اُس کی بڑبڑاہٹ پہ سر جھٹکتے ہوئے ضرنے گاڑی اسٹارٹ کر کے کشادہ راستے پہ ڈال دی۔

وہ چائے کپوں میں ڈال رہی تھی جب کچن کے دروازے پہ کھٹکا ہوا تو اس نے بے ساختہ گردن گھما کے دیکھا جہاں سامعہ فریش سی دروازے کے بیچ و بیچ کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ویسے مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ جو شخص تمہاری عزت خراب کرنے کا" سبب ہے تم کیسے اُس کی خدمتیں کر رہی ہو؟" اس کے لہجے کی کاٹ پر اس

نے ٹرے میں کپ سجاتے ہوئے گہری سانس بھری اور پوری توجہ سے اس کی طرف واپس مڑی۔

"عزت لینا اور دینا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس دن مجھے لگا کہ اوپر کمرے میں بیٹھا شخص میری عزت کا محافظ نہیں ہے اُس دن تمہارے کسی بھی سوال کا جواب دینے کے لیے میں یہاں تمہیں نظر نہیں آوں گی۔" نپے تلے انداز میں اس پہ بہت کچھ واضح کرتی وہ پلٹ کے واپس سلیب کی طرف متوجہ ہوئی جہاں وہ اُس کے لیے سہ پہر کی چائے تیار کر رہی تھی۔

"جو عزتوں کے لٹیروں ہوں وہ کبھی محافظ نہیں بنا کرتے۔" سامعہ نے پھر سے زہریلے لفظوں کا وار کیا کیونکہ ذوالنورین کے حوالے سے اِس لڑکی کا وجود اسے یہاں ہر گز برداشت نہ ہو رہا تھا۔

وہ اسے یہاں سے نکالنا چاہتی تھی اس کے لیے وہ سالوں پہلے کی طرح اس بار بھی ذوالنورین کے کردار کو نشانہ بنا رہی تھی۔

جبکہ اُس کے کہے الفاظ پہ ٹرے تھامتی زحلے کا پورا وجود لحظہ بھر کو تھم سا گیا۔

جو واقعی عزتوں کے لٹیروں ہوں انہیں گھر میں پناہ گزین نہیں رکھا جاتا۔""

ٹرے تھامے اس کے پاس سے گزرتی وہ رسانیت سے گویا ہوتی سامعہ کے وجود پہ گویا کھولتا ہوا پانی انڈیل گئی۔

اور اس پانی کی کھولن سے اس کا وجود سیاہ پڑنے لگا۔

مما کی تم ٹینشن نہیں لو، وہ انشاءاللہ ٹھی۔۔۔۔۔۔"موبائل فون کان سے "
لگائے وہ فکر مندی سے بول رہا تھا جب دروازے کھلنے کی آواز پہ اس کے
حرکت کرتے ہونٹوں کو چپ لگی تھی۔

جس دن اُس نے اعتراف کیا کہ وہ اپنی ماں کی حالت کا ذمہ دار ہے اس دن
کے بعد اُن کے درمیان پہلے والی ہلکی پھلکی گفتگو بالکل بند تھی بلکہ ایک
عجیب سی کشیدگی ان کے درمیان در آئی تھی۔

نین ! تم سن رہے ہو؟"اس کی غائب دماغی محسوس کر کے دوسری جانب "
سے پکارا گیا تو وہ چونکا۔

ہمم ! تم اپنا کام مکمل کر کے جلد واپس آنے کی کوشش کرو اور اپنا خیال "
رکھنا۔"آہستگی سے کہتے اُس نے بات سمیٹی اور کال منقطع کی تب تک وہ
چائے کی ٹرے اس کے سامنے پڑی میز پہ سجا کے اپنا کپ اٹھا چکی تھی۔

سامعہ کے تمہارے ساتھ کیا اختلافات ہیں؟" چائے کا کپ ہاتھوں میں" لیے وہ سرسری سے لہجے میں اچانک ہی گویا ہوئی تو وہ جو ابھی اپنے کپ کو گھور رہا تھا اس سوال پہ چونک کے اس کی جانب متوجہ ہوا جس کے تاثرات بالکل نارمل تھے۔

آپ کون سے اختلافات جاننا چاہ رہی ہیں؟" سنبھلتے ہوئے اس نے جواباً" سوال کیا تو زحلے اس کی جانب متوجہ ہوئی جو بلیک پینٹ پہ سفید ٹی شرٹ پہنے معمول کی مانند اپنی ٹانگوں پہ شال پھیلائے ہوئے وہیل چیئر پہ بیٹھا ہوا تھا۔

جن اختلافات کی بناء پہ وہ مجھے ناپسند کرتی ہے اور یہاں سے کہیں دور بھیجنا" چاہتی ہے۔" اس کی صاف گوئی پہ چھم سے مسکان اس کے خوبصورت

ہونٹوں پہ پھیل گئی جسے بہت صفائی سے چھپاتے ہوئے اس نے خوبصورت آنکھیں اُس کی جانب موڑیں جو اسے نظر انداز کیے چائے کی سمت متوجہ تھی۔

"ٹیچر صاحبہ! آپ کا کام مجھے پڑھانا ہے تو آپ بس وہی کام کریں۔ اس گھر کے مکینوں کو پڑھنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان کو پڑھ لیا تو یہاں ٹھہرنا وبالِ جان بن جائے گا۔" اس کے پیازی رنگ کے سوٹ میں ملبوس کھلے کھلے سے سراپے کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تو زحلے نے پلکیں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا۔

اس کے یوں اچانک پلکیں اٹھانے پہ نگاہوں کا بہت دلفریب سا تصادم ہوا جو پل بھر کے لیے دونوں کے دلوں کی لے بدل گیا لیکن زحلے نے فوراً نظریں چراتے کپ ہونٹوں سے لگایا تو فسوں خیز لمحہ چھناکے سے ٹوٹ گیا۔

تم ہی اپنی ماں کی اس حالت کے ذمہ دار ہو، یہ جاننے کے بعد تمہارے" ساتھ اِس کمرے میں رہ رہی ہوں تو سمجھ لو کہ میرے اندر باقی سب کو پڑھنے کے بعد بھی یہاں رکنے کا حوصلہ موجود ہے۔" وہ ہمیشہ سے اپنے سٹوڈینٹس کو 'آپ' کہہ کے مخاطب کرنے کی عادی رہی ہے لیکن ذوالنورین میر کے بے باک رویے اور آنکھوں کی گستاخ لپک کو ایک دائرے میں مقید کرنے کے لیے وہ لاشعوری طور پہ 'تم' کہتی تھی مگر اس کی یہ کوشش اکثر خاک میں مل جایا کرتی تھی۔

اِس کمرے میں آپ اس لیے موجود ہیں کیونکہ آپ کا لاشعور کہیں نہ کہیں" اس بات پہ ڈٹا ہوا کہ اصل مجرم میں نہیں ہوں۔" اس کی آخری کہی باتوں کو نظر انداز کرتے اُس نے مما سے متعلق کہی بات کا سنجیدگی سے جواب دیا تو وہ اپنی جگہ سُن سی رہ گئی۔

اس شخص کے اتنے درست مفروضے پہ وہ چند پل لاجواب ہو گئی تھی لیکن بمشکل چہرے پہ بنا کوئی تاثر لائے اس نے چائے کا لمبا سا گھونٹ لیا۔

پانی پینا ہے مجھے۔"اس کے دوپٹے میں لپٹے وجود کو دیکھتے ہوئے اس کے" اندر اس کی گردن سے لپٹے نیلے موتی کو چھونے کی طلب پیدا ہوئی تو وہ اچانک بلند آواز میں گویا ہوا۔

اس کی فرمائش سن کے وہ تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے کھڑی ہوتی سائیڈ ٹیبل پہ رکھے پانی کے جگ کی جانب بڑھی اور پانی کا گلاس بھر کے اس کی سمت بڑھ گئی۔

یہ لو۔"اس سے چند قدم کے فاصلے پہ ٹھہرتی وہ گلاس اس کی جانب بڑھا" گئی۔

اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر اس نے پانی پی کے خالی گلاس واپس اس کی جانب بڑھایا تو زحلے نے دایاں ہاتھ اس کی جانب بڑھایا۔

مگر بڑھے ہوئے ہاتھ میں گلاس تھمانے کی بجائے اس نے بائیں ہاتھ سے اس کی کلائی تھامی اور بہت سہولت سے اسے کھینچتے ہوئے اپنی آغوش میں بٹھایا تو اسے جیسے ہوش آئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" تڑپ کے اس نے اس کی آغوش سے نکلنا چاہا لیکن اس کے ہاتھ کو یونہی تھامے اس نے اس کی کمر کے گرد گرفت سخت کرتے ہوئے اس کے وجود کو ہولے سے جھٹکا دیا تو وہ بے ساختہ اس کے کشادہ سینے کا حصہ بنی تھی۔

اس کے کشادہ سینے کا حصہ بنتے ہی اس کا دل جیسے پسلیاں توڑ کے باہر آنے کو مچلنے لگا تھا۔

بد تمیزی کاارادہ تو نہیں ہے لیکن بہک گیا تو معذرت۔" بے نیازی سے "
کہتے ہوئے اس نے گلاس سامنے میز پہ رکھا تو وہ جو مسلسل خود کو اس کی
گرفت سے آزاد کروانے کی تگ ودو میں تھی اس کے الفاظ پہ اس کے رگ
وپے میں سنسنی سی دوڑ گئی۔

ت۔۔ تم بد تمیزی نہیں کروگے، میں تمہاری مما کو بتاوں گی۔"افف،"
اس کی دلکش آنکھوں سے چھلکتے جذبات کو دیکھ کر وہ اس قدر بوکھلا گئی تھی
کہ اس کے سینے پہ ہاتھ جماتی وہ سٹپٹائے ہوئے انداز میں گویا ہوئی۔

ٹیچر صاحبہ! پہلے کچھ کر تو لینے دیں پھر تفصیل سے مما کو بتا لیجیے گا۔""
سہولت سے اسے بے سکون کرتے ہوئے اس نے اس کے سر سے پھسلے
ہوئے دوپٹے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو زحلے کا دل سرپٹ دوڑنے لگا جبکہ
ہتھیلیاں پسینے سے تر ہونے لگیں۔

پلیز!"اس کا ہاتھ اپنے دوپٹے پہ محسوس کر کے اس نے سرعت سے" آنکھیں میچتے ہوئے ایک دفعہ پھر سے خود کو اس کی گرفت سے نکالنے کے لیے پورا زور لگایا لیکن بے سود۔

اس کی مزاحمت کو کنٹرول کرتا وہ دائیں ہاتھ سے اس کا دوپٹہ ڈھیلا کرتے ہوئے اس کی گردن سے سرکا گیا جس کے باعث گردن سے لپٹی چین میں پرویا نیلا موتی اس کی نظروں کی زینت بنتا اس کے دل کو عجیب سے احساسات سے دوچار کر گیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ مجھ جیسے محبت سے انکاری شخص کا دل اس نیلے موتی میں اٹکنے لگا ہے۔"دل ہی دل میں کہتے ہوئے وہ اس کی گردن پہ جھکا تو سانسوں کی تپش اور اس کے سلگتے ہونٹوں کے بے باک لمس پہ بے حال ہوتی زحلے اپنی سانس تک روک گئی۔

نجانے کب تک وہ یونہی اس کی گردن پہ جھکا اس کی سانسوں کی روانی روکے رکھتا کہ اچانک دستک کی آواز پہ وہ اچھل سی پڑی اور تیزی سے اس کے کندھوں پہ ہاتھ جما کے اسے خود سے دور دھکیلا۔

د۔۔دروازہ۔۔۔۔"بکھرا تنفس، کپکپاتے لب، سرخ گردن، سرکا ہوا" دوپٹہ اور لرزتا وجود لیے وہ اسے دروازے کی جانب متوجہ ہونے کا اشارہ کر رہی تھی جبکہ اس کی مختل حالت دیکھ کے وہ زیرِ لب مسکرایا۔

اب آپ مما کو جا کے بتا سکتی ہیں اگر ہمت جتا پائیں تو۔"اس کو اپنی بانہوں" کے گھیرے سے آزاد کرتا وہ گہرے لہجے میں بولا تو زحلے نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا جو کہ مکمل طور پہ اسی کی جانب متوجہ تھا۔

اس کی گہری نگاہیں خود پہ مرکوز پا کر اس نے جلدی سے اپنا دوپٹہ درست کرتے ہوئے اس کی جانب سے رخ موڑا۔

ذوالنورین کے اجازت دینے پہ ڈاکٹر مرتضی اندر داخل ہوئے, انہیں سلام کر کے وہ کمرے سے باہر نکل گئی کیونکہ یہ اُس کی ایکسرسائز کا وقت تھا اور اس وقت وہ کسی کو بھی کمرے میں برداشت نہ کرتا تھا۔

--

آج بہت دنوں کے بعد 'ملک ہاوس' میں محفل جمی تھی اس لیے سب نوجوان پارٹی لاونج میں بیٹھی گپ شپ لگاتے ہوئے سنیکس اور چائے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

شہری! تمہارے سیکنڈ سمسٹر کے ایگزامز کب ہیں؟"ارسم نے باتوں میں" مگن شہری کو مخاطب کیا تو اس نے برا سا منہ بنایا۔

ناٹ فیئر چاچو، یہ اس ٹائم پہ ایگزامز کی یاد کون دلاتا ہے؟"اس کے بیچارگی" بھرے انداز پہ سبھی کھل کے ہنس دیا اسی لمحے زوہان کے ساتھ زائشہ جو باہر لان میں کھیل رہی تھی وہ بھاگتی ہوئی اندر آئی۔

نگاہ اینڈ شہری چچی آپ کو باہر ضرغام چاچو گاڑی میں بلا رہے ہیں، جلدی" جائیں۔"زائشہ نے بلند آواز میں پیغام پہنچایا تو شہرے جو'شہری چچی'سُن کے ہِل گئی تھی مزید اس پیغام پہ بھونچکی رہ گئی۔

مجھے کیوں بلایا ہے انہوں نے؟"اس کی بڑبڑاہٹ اتنی بلند ضرور تھی جو" سبھی کے کانوں تک گئی۔

وہ اپنی دونوں بیویوں کو ایک ساتھ لانگ ڈرائیو پہ لے جانا چاہتے ہوں"
گے۔" شاہ زیب کی زبان میں اس کی بڑبڑاہٹ سن کے خارش ہوئی تو جہاں
ارسم نے اسے فوراً گھر پہ تھپڑ رسید کیا تھا وہیں شہرے نے بھنا کے جبکہ نگاہ
نے مدہم سا مسکرا کے اسے دیکھا۔

مجھے نہیں جانا کہیں بھی اس وقت۔" نگاہ کی جانب ایک نظر دیکھتے اس نے"
دوٹوک انکار کیا لیکن اس کے انکار کی کم از کم اتنی پلٹون کے سامنے کوئی
وقعت نہ تھی وہ بھی اِس صورت میں جب بڑے بھی اُن کے حامی تھے۔

بڑی ماما! میں سب کے ساتھ گپ شپ لگانے آئی تھی، اب ایویں منہ اٹھا"
کے اُن کے ساتھ چل پڑوں۔" وہ ہرگز نگاہ اور ضرغام کے ساتھ نہیں جانا
چاہتی تھی اس لیے ثمرین بیگم کے کہنے پہ روہانسے انداز میں گویا ہوئی۔

اچھا نیکسٹ ٹائم ایسے بلایا تو مت جایئے گا لیکن ابھی کوئی ضروری کام ہو گا" اس لیے ابھی جاو آپ۔" انہوں نے نرمی سے اسے پچکارا تو وہ خفگی سے ہنکارہ بھر کے رہ گئی۔

اور یونہی منہ پھلائے وہ نگاہ کا انتظار کرنے لگی جو چینج کرنے گئی تھی۔

یہ کیا اول جلول حلیے میں ہی چل پڑی ہو، کپڑے تو چینج کر لو۔" قندیل نے" اسے یونہی کھڑے دیکھ کے فوراً سے ٹوکا اور اس کے نانا کرنے کے باوجود اسے عائلہ کے کمرے میں لے گئی جہاں اس کے دو چار سوٹ ضرور پڑے ہوتے تھے۔

ان ہی ڈریسز میں سے سیاہ رنگ کا خوبصورت شارٹ شرٹ اور ٹراوزر لے کے زبردستی اسے چینج کروایا اور اس کے بالوں کی پونی ٹیل کر کے اس کے ہونٹوں پہ لپ بام لگانے لگی تو وہ پھٹ پڑی۔

آپ ایسے بیہیو کر رہی ہیں جیسے میں ڈیٹ پہ جا رہی ہوں۔" اسے اپنی "
'تیاری' سے شدید اختلاج ہونے لگا تھا مگر سب کے فورس کرنے پہ وہ مجبور
ہو رہی تھی کہ رشتے کی زنجیریں ہاتھ پیر باندھ دیا کرتی تھیں۔

تم یہی سمجھو کہ یہ تمہاری ڈیٹ ہی ہے۔" مسکراتے ہوئے اس نے اس "
کے کندھے پہ دوپٹہ پھیلایا تو وہ شاکی نگاہوں سے قندیل کو گھور کے باہر نکل
گئی جہاں نگاہ آ چکی تھی۔

اس نے دیکھا تھا کہ نگاہ کے چہرے کی چمک آج دیدنی تھی، ایسی چمک اس
نے اس کے چہرے پہ کبھی نہ دیکھی تھی لیکن آج اس کی آنکھیں تک خوشی
سے جگمگا رہی تھیں۔

آپ آج بہت پیاری لگ رہی ہیں۔"اپنے محسوسات کو اس نے فوراً لفظوں" کا روپ دیا تو اس کے ساتھ چلتی نگاہ اس کے الفاظ سن کے پل بھر کے لیے ٹھٹھکی لیکن پھر فوراً مسکرا دی۔

تم سے زرا کم۔" کھل کے مسکراتے ہوئے اس نے اس کے نوخیز کھلے کھلے" سراپے کو دیکھ کے کہا تو وہ جھینپ سی گئی۔

دونوں ایک ساتھ چلتیں جب ان کے انتظار میں بیٹھے ضرغام کی گاڑی کے پاس پہنچیں تو شہرے فوراً بیک سیٹ کی جانب بڑھنے لگی مگر نگاہ نے سرعت سے اس کی کلائی تھامی۔

تم آگے بیٹھو شہرے کیونکہ میں فرنٹ سیٹ پہ کسی اور کے ساتھ بیٹھنے کی" عادی ہوں۔"نرم سے لہجے میں بولتی وہ کھلے بیک ڈور سے گاڑی میں بیٹھ گئی جبکہ اس کے لفظوں کے ہیر پھیر میں الجھی شہرے وہیں جم سی گئی۔

گاڑی میں بیٹھیں شہرے، باقی کی سوچ بچار آپ بیٹھ کے کر لینا۔"ضرغام" کی سنجیدہ پکار پہ وہ جیسے گہرے خواب سے جاگی اور سر جھٹکتی کھلے دروازے کو ایک نظر دیکھتی فرنٹ سیٹ پہ براجمان ہو گئی۔

کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"گاڑی میں چھائی خاموشی کو نگاہ کی آواز نے توڑا تو" وہ چونکی۔

آپ کی منزل آپ کو معلوم ہے, آپ ہمارے ارادے جانے دیں" لیڈی۔"بیک ویو مرر سے اسے تکتے ہوئے وہ متبسم لہجے میں گویا ہوا تو ان دونوں کی گفتگو سے عجیب سا محسوس کرتی شہرے پہلو بدل کے رہ گئی۔

کہاں جارہے ہیں ہم؟" وہ گھر واپس جانا چاہتی تھی اس لیے کچھ منٹس کے "
بعد نا چاہتے ہوئے بھی اسے خود سے مخاطب کر لیا۔
لیکن وہ اس کی بات کا جواب دیے بغیر ایک اپارٹمنٹ کے سامنے گاڑی
روک رہا تھا۔

اپنا دھیان رکھنا اور اُس کا بھی۔" گاڑی رکنے پہ نگاہ نے جب لاک پہ ہاتھ "
رکھا تو وہ نرمی سے گویا ہوا۔اس کی تاکید پہ مسکراتی ہوئی وہ گاڑی سے نکلتی
اپارٹمنٹ میں داخل ہو گئی جبکہ وہ ہونق بنی اس ساری صورتحال کو سمجھنے کی
کوشش کر رہی تھی۔

یہ۔۔یہ سب کیا ہے؟ نگاہ کہاں گئی ہیں اور آپ مجھے اکیلے کہاں لے کے جا"
رہے ہیں؟" وہ اس کے گاڑی سٹارٹ کرنے پہ ایک دم سے بوکھلا گئی۔

اس نے اس کے ساتھ کالج آتے جاتے اگرچہ سفر کیا تھا لیکن یوں اس طرح ایسے تیار ہو کے اکیلے اس کے ساتھ سفر کرنا اسے بے چین کر گیا۔

نگاہ اپنی دوست سے ملنا چاہتی تھیں اس لیے اسے وہاں ڈراپ کیا ہے اور" جہاں تک آپ کو لے کے جانے کا خیال ہے تو میرا ارادہ آپ کے ساتھ ڈیٹ مارنے کا ہے کیونکہ قندیل نے میسج پہ انفارم کیا ہے کہ وہ میری 'بیوی' کو ہماری پہلی آفیشل ڈیٹ کے لیے تیار کر چکی ہے۔" وہ جو گزشتہ ملاقاتوں کے دوران اس کے کہے پہ پر سکون ہو گئی تھی کہ وہ اسے اس کی سٹڈی مکمل ہونے کے بعد اس رشتے سے آزاد کر دے گا اور کچھ دنوں سے وہ اس کے سامنے بھی نہیں آ رہا تھا۔

اس سب کے بعد آج یوں اس کا اسے ساتھ لے کے آنا اور اس پہ اس کے ایسے الفاظ اس کے اعصاب سن کر گئے۔

اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھا جو بہت سکون سے ڈرائیونگ کرتا زیرِلب مسکرا رہا تھا۔

اس کے مسکراتے لب دیکھتے دیکھتے اس کی آنکھوں کے سامنے مارے شاک کے اندھیرا چھانے لگا اور اگلے ہی لمحے وہ حواس کھوتی ایک جانب لڑھک گئی۔

گردیزی ہاوس کے ڈائینگ ہال میں اس وقت چھریوں کانٹوں کے پلیٹوں کے ساتھ ٹکرانے کی آواز یہ واضح کر رہی تھی کہ اس وقت سبھی ناشتے کرنے میں مصروف تھے۔

بھابھی! آپ نے ہمیں ابھی تک گفٹ نہیں دکھایا ہمیں۔"زمل کو جیسے" اچانک کچھ دنوں بعد اپنا پسندیدہ موضوع یاد آیا تو اس نے شکوہ کناں انداز میں اسے دیکھا۔

اس کا شکوہ سن کے ناشتہ کرتی آبگینے مدہم سا مسکرائی اور پھر دانستہ شرٹ کی آستین تلے چھپائی گھڑی آگے کر کے کلائی سب کے سامنے کی تو سب کے ہونٹوں سے ایک ساتھ تعریفی کلمات پھوٹ پڑے۔

اوہ مائی گاڈ! اٹس ویری بیوٹیفل اینڈ ایلیگینٹ۔"زمل جوش سے اس کی" کلائی جھکڑتی ہوئی بولی تو وہ مسکرادی۔

گھڑی کی تعریف سے فرصت مل گئی ہو تو گھڑی دینے والے کی بھی" تعریف کر دیں۔"رہبان نے سب کے تبصروں پہ محظوظ ہوتے ان کی توجہ اپنی سمت مبذول کروانی چاہی۔

تم بھی پہن لو گھڑی کچھ دیر کے لیے، تمہاری تعریفوں کے بھی پل باندھ " دیں گے۔" داود نے اس کی بات سن کے جس برجستگی کا مظاہرہ کیا آبگینے سمیت سبھی کھلکھلا دیے۔

داود کو بے دریغ گھوری سے نوازتے ہوئے اس نے قلقل کرتی مسز کی جانب دیکھا جو اس کے دیکھنے پہ فوراً ہنسی کنٹرول کرتی تیزی سے اس کی پلیٹ میں پڑا ٹوسٹ اٹھا کے اسے منہ میں ڈال گئی۔

مکھن لگے ٹوسٹ کی بائیٹ نگلتے ہی آبگینے کے چہرے کے تاثرات بڑی سرعت سے بدلے۔

زور سے مٹھیاں بھینچے وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بھاگنے کے سے انداز میں ڈائیننگ ہال سے منسلک واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

اس کے یوں ایک دم سے اٹھنے اور واشروم کی جانب بھاگنے پہ سبھی پریشان ہوگئے جبکہ رہبان تیزی سے اس کے پیچھے لپکا جو واش بیسن پہ جھکی قے کر رہی تھی۔

آبگینے ! آپ ٹھیک ہیں ؟"اس کی پشت رب کرتے ہوئے اس نے"
فکر مندی سے استفسار کیا تب تک مائرہ و سائرہ بیگم بھی وہاں آچکی تھیں۔

کیا ہوا آبگینے ؟طبیعت ٹھیک ہے ؟"مائرہ بیگم نے اس کے پسینے و پانی سے تر"
چہرے کو تھپتھپاتے محبت و فکر مندی سے پوچھا تو وہ خجل سی ہوگئی۔

جی وہ بس میں مکھن نہیں کھاتی تو اس لیے ایسے ہی غلطی سے بائٹ لینے کی"
وجہ سے طبیعت خراب ہوگئی۔"رہبان کی بانہوں کے سہارے کھڑی وہ
اپنی سانسیں بحال کرتی ہوئی آہستگی سے گویا ہوئی تو وہ تھوڑا پر سکون ہوئیں۔

کوئی بات نہیں، آپ دھیان سے جو شے آپ کو سوٹ کرتی ہو پسند ہو وہ لیا" کریں۔" سائرہ بیگم کے محبت سے کہنے پہ وہ ہولے سے مسکراتی رہبان کے سہارے ہی واشروم سے باہر نکلی ہی تھی ایک دم سے سر چکرانے پہ لڑکھڑا گئی۔

مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" اسے سہارا دیتے رہبان نے" اس کی پیشانی کو ہولے سے چھوا۔

آپ ایسا کریں کہ دریہ کو کالج بھی چھوڑ آئیں اور آبی کو ڈاکٹر سے چیک بھی" کروالیں۔" سائرہ بیگم نے اس کی قدرے زرد ہوتی رنگت دیکھ کے رہبان کو مشورہ دیا کہ آج فقط دریہ کی کلاس تھی اس لیے اسے رہبان نے ہی ڈراپ کرنا تھا۔

کسی لیڈی ڈاکٹر سے چیک اپ کروانا رہبان آبی کا۔"مائرہ بیگم نے دریہ اور" آبگینے کو ساتھ لے کے نکلتے رہبان کو اچانک تاکید کی تو سائرہ بیگم اور بی جان چونک کے انہیں دیکھنے لگیں جبکہ رہبان بے توجہی سے سر ہلاتا صدر دروازہ پار کر گیا۔

خدا حافظ لالہ اینڈ بھابھی،اپنا خیال رکھیے گا اور میرے یونی سے آنے تک" بالکل فریش ہو کے میرا انتظار کیجیے گا۔"رہبان کو خدا حافظ کہہ کے وہ آبگینے کا ہاتھ محبت سے تھپتھپاتی یونی گیٹ کی جانب بڑھی تو رہبان گاڑی ریورس کرنے لگا۔

ایک نظر آبگینے کو دیکھ کے وہ پوری توجہ سے گاڑی ریورس کر رہا تھا جب اچانک ونڈو اسکرین سے باہر دیکھتے اس کی نظریں ٹھٹھک گئیں۔

جاری ہے۔

اپنے لائکس اور کمنٹس کی مقدار کو بوسٹ دیتے رہیں تاکہ میں بوسٹ اپ ہو کے لکھتی رہوں۔ شکریہ

#_unbeatable_friend-ship_of_this_duo❤❤❤

#_Romance_of_the_year🙈🙈🔥🔥

#_Possessive_and_Roman-tic_hero🙈❤❤

#_Jahaandad__Affandi❤❤

اس کے وہاں سے چلے جانے کے بعد اس نے اپنی جلتی آنکھوں کو انگوٹھے سے دباتے ہوئے سگار سلگایا ہی تھا کہ اس کے پرسنل موبائل کی رنگ ٹیون بج اٹھی۔

دائیں ہاتھ میں سگار پکڑے اس نے موبائل نکال کے بلنک کرتی سکرین کو دیکھا اور پھر آہستگی سے گرین بٹن پر یس کر کے فون سپیکر پہ ڈال کے اپنے پاس رکھ دیا۔

السلام علیکم! جہانداد آفندی اسپیکنگ۔"اس کی گھمبیر آواز گونجی تو دوسری" جانب وہ کھل کے مسکرایا۔

وعلیکم السلام! کین آئی ٹاک ٹو مسز جہانداد آفندی؟" سپیکر سے گونجتی" شرارتی آواز اس کے اعصاب پہ بہت طرح اثرانداز ہوئی جبکہ پیشانی کا مخصوص بل بھی فوراً نمایاں ہوا۔

شٹ اپ، کام کی بات کرو۔"اسے بری طرح سے لتاڑ کے اس نے سگار" منہ سے لگایا۔

کیا مطلب اب اپنی ڈیئرسٹ بھابھی سے بات کرنے کی خواہش کام کی بات" نہیں ہے؟" دوسری جانب وہ فوراً معصوم بن کے گویا ہوا تو اس نے سگار انگلیوں میں دبائے انگوٹھے سے اپنی کنپٹی رب کی۔

معاویہ! اگر اگلے دو سیکنڈز میں تم نے کام کی بات منہ سے نہ نکالی تو میں" تمہارا نمبر بلاک کر دوں گا۔" اس نے اپنے مخصوص سرد انداز میں اسے تنبیہہ کی تو دوسری جانب وہ جیسے جل اٹھا۔

ہاورڈ جے، ایک تو مجھے بنا بغیر تم نے دن دیہاڑے اچانک ہی ایک عدد" بیوی منظرِ عام پہ لائی وہ بھی میرے دو عدد بھتیجوں کے ساتھ، اس پہ تم مجھے دھمکیاں دے رہے ہو؟" آنکھوں میں شرارتی چمک لیے تیز تیز بولتے معاویہ کی اداکاری عروج پہ تھی جبکہ اس کی بک بک سنتے جہانداد نے سختی سے دانت کچکچائے۔

ویسے جے یہ تو بتاو یہ ایمر جنسی نمودار ہونے والی بھابھی پیاری"
ہیں؟مطلب کہ ان کے با۔۔۔۔۔"اس کی خاموشی پہ شہہ پاتا وہ ڈھٹائی کا
مظاہرہ کرتا مزید بولا تو اس کے ضبط کا پارہ ٹوٹ گیا۔

سٹاپ اٹ معاویہ!"وہ ایک دم سے بلند آواز میں دھاڑا تو معاویہ کی بنا"
بریک کے چلتی زبان کو بریک لگی۔

اوکے اوکے لاسٹ، بھابھی کا نام کیا ہے؟"ہونٹوں کے گوشوں پہ مچلتی"
مسکان کو بمشکل دباتے ہوئے اس نے محظوظ کن انداز میں سوال کیا تو جہانداد
نے تپ کے فوراً کال بند کر کے موبائل دور اچھال دیا۔

جہان! "اس کے گلابی لب بے ساختہ سرسرائے۔"

ان گلابی لبوں کی کپکپاہٹ دیکھتے ہوئے اس نے اس کے کمر کے گرد گرفت مضبوط کرتے ہوئے چہرے اس کے بالوں میں چھپایا تو وہ گہری سانس لیتی دونوں ہاتھوں سے اس کے کندھے مضبوطی سے دبوچ گئی۔

کہ اس شخص کی دیوانگی اس کے مہکتے بالوں اور اس کی گردن سے لپٹی اس باریک چین سے آج بھی حواس چھین لینے کا باعث بنتی تھی۔

"میں اکثر یہ سوچتا ہوں کہ مجھے ہر بار آپ سے نئے انداز میں عشق کرنے پہ کون مائل کرتا ہے؟ یہ کپکپاتے ہونٹوں سے نکلنے والا میرا نام یا پھر آپ کے بالوں اور وجود سے اٹھنے والی یہ سحر انگیز خوشبو؟" اس کی گردن کو ہولے سے چھوتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

اپنی بھنویں سکیڑتے ہوئے اس نے بہت توجہ سے کچھ فاصلے پہ پارک ہوتی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے شخص کو دیکھا۔

اس شخص کی پہچان ہونے پہ بے ساختہ اس کی پیشانی پہ بل پڑے تھے۔

آپ کا بھائی کیا کرتا ہے؟"گاڑی ریورس کرتے ہوئے اس نے سنجیدگی" سے سیٹ کے ساتھ سر ٹکائے آبگینے کو مخاطب کیا تو وہ چونکی۔

کون؟ طلال لالہ؟"اس نے اچنبھے سے استفسار کیا کیونکہ یہ پہلی دفعہ تھا" جب وہ اُس کی فیملی کے متعلق اس سے کوئی بات کر رہا تھا۔

ہاں وہی۔"مختصر جواب دیتے اس نے نظریں سامنے روڈ پہ موجود ٹریفک" پہ جمائیں۔

وہ تو بابا سائیں کے ساتھ ہی بزنس سنبھالتے ہیں۔"اس نے آہستگی سے "
جواب دیا۔اس کا جواب سن کے اس کی پیشانی کے بَل گہرے ہوئے
تھے۔

"اِس شخص کا یونی میں کیا کام ہے؟"اس نے دل ہی دل میں سوچا کیونکہ
اسے 'شاہ خاندان' سے کسی اچھے کی امید نہ تھی۔
سفیر سائیں جیل میں اُن کی کسٹڈی کے انڈر تھا جہاں اسے ہر روز مدہم مگر پر
اذیت ٹارچر دیا جاتا تھا۔
اُس جیسے شخص کو جیل سے نکلوانا شاہ حویلی والوں کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل
ہوتا جو اگر اس کے خلاف کیس اسد ملک نہ لڑ رہے ہوتے کیونکہ وہ اسد ملک
کی بہو (شہرے ملک) کو اغوا کر کے اس کو ٹارچر کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں
پکڑا گیا تھا۔یہ جرائم اُس کے بظاہر دنیا کی نظر میں تھے لیکن اسے کسٹڈی میں

رکھنے والے رہبان کی نظر میں اس کے جرائم ناقابلِ تلافی تھے اس لیے انہوں نے بہت ہوشیاری سے سفیر سائیں کے وکیل کے مخالف اسد ملک کو لایا تھا۔اسد ملک کے مضبوط دلائل کے باعث سفیر سائیں کو ضمانت نہ مل سکی تھی۔

اور یہی شکست شاہ خاندان والوں سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔اور وہ ہر ممکنہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی طریقے سفیر سائیں تک پہنچا جا سکے۔ ایسے میں رہبان کو طلال کی یونی میں موجودگی بھی اسی مقصد کا حصہ لگی۔

آپ لالہ کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہیں؟"اس کی بے لگام ہوتی سوچوں" کو آبگینے کی سوالیہ آواز نے بریک لگائی تھی۔

سسرالیوں کے متعلق مکمل اپ ڈیٹ رہنا چاہیے نا۔" بے نیازی سے کہتے" ہوئے وہ جی جان سے آبگینے کا دل جلا گیا۔

جی بالکل اور یہ بات آپ کو شادی کے چار ماہ بعد یاد آئی ہے۔"اس کے طنز" پہ رہبان نے نظر گھما کے اسے دیکھا جواب قدرے بہتر دِکھ رہی تھی۔

بالکل بھی نہیں، میں نے تو شادی سے چار پانچ سال پہلے ہی سسرالیوں کے " متعلق اپ ڈیٹ رہنا شروع کر دیا تھا۔ یہ تو بس کنفرمیشن چاہ رہا تھا۔"زیرِ لب مسکراتے ہوئے وہ بولا جب اچانک کچھ یاد آنے پہ وہ گاڑی کی سپیڈ کم کرتا آبگینے کی طرف مکمل متوجہ ہوا جو اس کی بات پر خفگی سے نظریں گھما کے باہر کے نظاروں کی جانب متوجہ ہو چکی تھی۔

ویسے آبگینے کبھی تم نے یا حویلی کی کسی لڑکی نے اپنے چچا سائیں کی گاڑی کے " شیشے توڑے ہیں؟"اسے نجانے کیوں اس پل بہت اچانک ماضی کا خوشگوار سا واقعہ یاد آیا تو پوچھ بیٹھا۔

شیشے کے پار تکتی آبگینے اس کا سوال سن کے خفیف سی ہو گئی جبکہ چہرے کا زرد رنگ بھی قدرے گلابی ہوا۔

"کیوں؟ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟" اس نے ابرو اچکاتے ہوئے اسے کھوجتی نگاہوں سے دیکھا۔

"تم بتاو تو۔ جتنا عجیب و غریب ان کا رشتہ تھا، اتنے ہی عجیب و غریب یہ دونوں تھے کہ کبھی 'تم' اور کبھی 'آپ'۔ لیکن جو بھی تھا ان کا رشتہ اب ایک ہموار زون میں داخل ہو چکا تھا۔

مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ ایک تند و تیغ طوفان ان کے رشتے کی خوبصورتی نگلنے کو بیقرار بیٹھا تھا۔

ہاں، وہ بس ایک دفعہ۔ چچا سائیں کی گاڑی پر کہیں جا رہی تھی جب رستے" میں چچا سائیں کی گاڑی سے کچھ الیگل سامان نکلنے کی وجہ سے ہمیں بہت خواری جھیلنی پڑی تو بس اس دن غصے میں شیشے توڑ دیے تھے۔" اپنی ہتھیلیاں مسلتے ہوئے وہ قدرے شرمندہ سے انداز میں بول رہی تھی جب اپنے اندازے کی درستگی پہ وہ قہقہہ لگا کے ہنس پڑا۔

مجھے پتہ تھا ایسا دل گردے کا کام میری مسز ہی کر سکتی ہے۔" ہنستے ہوئے" اس نے شرارت سے اسے دیکھا جو شاکی انداز میں اسے دیکھ رہی تھی۔ یونہی لفظی چھیڑ چھاڑ کے دوران وہ اسے لیے شہر کی بہترین گائناکالوجسٹ کے پاس لے آیا۔

ویسے آپ کے رخِ روشن کو دیکھ کے لگ تو نہیں رہا کہ آپ کو کسی ڈاکٹر کی" ضرورت ہے لیکن اب مما اور تائی جان کا حکم ہے اس لیے یہاں لے آیا۔" گاڑی پارک کرتا وہ متبسم لہجے میں گویا ہوا۔

تو وہ سلگتی ہوئی اس کی جانب مڑی۔

کیا مطلب ہے آپ کا؟"اس نے غراتے ہوئے استفسار کیا تو اس کے جنگلی" بلی والے انداز کو دیکھ کے اسے اس کا شیشہ توڑنے والا کارنامہ یاد آیا تو ہونٹوں پہ ایک دفعہ پھر سے ہنسی پھوٹ پڑی۔

مطلب میرا یہ ہے کہ آپ کی طبیعت کو ڈاکٹر کی نہیں بلکہ میرے ساتھ" لانگ ڈرائیو کی ضرورت تھی۔دیکھیں زرا اپنا چہرہ کتنا فریش لگ رہا ہے۔" مچلتی مسکان کو بمشکل ضبط کرتا وہ بظاہر سنجیدگی سے بولتے بولتے اچانک اس

کے رخسار پہ جھکا تو اس کے ہونٹوں کا لمس اپنے رخسار پہ محسوس کرتی وہ ایک دم بوکھلا اٹھی۔

رہبان پلیز، ہم ہاسپٹل پارکنگ میں ہیں۔" کترائے ہوئے انداز میں بولتی" وہ بنا اسے دیکھے جلدی سے گاڑی کا دروازہ کھول کے باہر نکلی۔

ایک تو یہ بندہ سکون سے بیٹھے بیٹھے اچانک ہی دل دہلا دیا کرتا ہے۔" اپنے" دہکتے رخسار کو تھپتھپاتی وہ اس کی ہمراہی میں اندر کی جانب بڑھ گئی۔

ہاسپٹل میں داخل ہو کر وہ اسے ساتھ لیے سیدھا ریسپیشن پہ گیا اور اپنا کارڈ دکھا کر 'ڈاکٹر عنبرین' کے بارے میں پوچھا۔

جی سر! ڈاکٹر صاحبہ ابھی ہی پہنچی ہیں۔آپ جا سکتے ہیں اندر۔"اب پولیس" والوں کو انتظار کون کروائے یہی سوچ کر ریسیپشنسٹ نے انہیں فوراً اندر بھیج دیا۔

ڈاکٹر کے کیبن میں اس نے صرف آبگینے کو بھیجا کیونکہ بقول نرس وہ چیک اپ کے بعد اندر آسکتا ہے۔اسے ان کی منطق کی سمجھ تو نہ آئی لیکن کندھے اچکا کر باہر کھڑا اس کا ویٹ کرنے لگا۔ تقریباً بیس سے پچیس منٹس کے بعد آبگینے تو باہر نہ آئی مگر اسے ضرور اندر بلایا گیا۔

"السلام علیکم ڈاکٹر! ایوری تھنگ از اوکے نا؟"اندر داخل ہوتے اس نے ایک نظر ڈاکٹر کو دیکھ کر اسے دیکھا جو صبح کی نسبت اس وقت جیسے سرخ گلاب بنی ہوئی تھی۔

وعلیکم السلام ایس پی صاحب! ایوری تھنگ از فائن اینڈ گڈ۔"ڈاکٹر" عنبرین نے مسکراتے ہوئے اس کی تشفی کروانی چاہی۔

لیکن اِن کی طبیعت صبح کافی ڈاون فیل ہو رہی تھی؟"جب سب کچھ ٹھیک" ہے تو اس کی طبیعت کو کیا ہوا؟ یہی سوچ کہ اس نے ڈاکٹر کے سامنے اس کی کنڈیشن بیان کی۔

پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے ایس پی صاحب کیونکہ ایسی کنڈیشن میں" طبیعت میں اپس اینڈ ڈاونز آتے رہتے ہیں کیونکہ آپ کی وائف پریگنینٹ ہیں۔"ڈاکٹر کے نرم خوانداز میں کہے گئے الفاظ پہ اس کا وجود جیسے ہِل کے رہ گیا۔

اس نے ایک جھٹکے سے پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ گردن گھما کے پہلے ڈاکٹر کے متبسم چہرے کو دیکھا اور پھر اسے دیکھا جو اس کی نگاہوں سے بچنے کے لیے سرخ چہرہ چھپانے کی تگ ودو میں تھی۔

"اوہ مائی گاڈ!" چند لمحے لگے تھے اسے ان کے کہے الفاظ کو سمجھنے میں اور پھر اگلے ہی پل وہ تیزی سے آبگینے کی جانب بڑھا اور اسے بازوؤں کے گھیرے میں لیتا زور سے سینے میں بھینچ گیا۔

"تھینک یو، تھینک یو سو مچ۔ دنیا کا بہترین اور انمول تحفہ دیا ہے آپ نے مجھے۔ تھینک یو میری جان۔ آپ نہیں جانتی کہ اس وقت میں کتنا خوش ہوں۔" اسے سینے سے لگائے وہ والہانہ انداز میں اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنے ہونٹوں سے چھوتا اسے پاگل کر دینے کے درپے تھا۔

کسی اجنبی فرد کے سامنے اس کی ایسی دیوانگی اس کے حواس چھین رہی تھی۔

وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اپنی خوشی بتا نہیں سکتا لیکن اُس کی خوشی اس کی دیوانگی اور اس کی آنکھوں سے چھلک رہی تھی۔

رہ۔۔رہبان پلیز، ڈاک۔۔ڈاکٹر۔۔۔"اس کے ہونٹوں کے سلگتے لمس" اور بازووں کے مضبوط گھیرے میں وہ بمشکل بول پائی تھی۔جب اس کے کہے ٹوٹے پھوٹے الفاظ پہ اسے جیسے کرنٹ سا لگا۔

اس نے آہستگی سے اسے دور کرتے ہوئے پلٹ کے ڈاکٹر کی جانب دیکھا جو دانستہ اِن کی جانب سے نظریں پھیرے مسکرا رہی تھی۔

اپنی بے خودی پہ خجل ہوتا وہ اپنے گھنیرے بالوں میں انگلیاں پھیرتا ڈاکٹر کی جانب متوجہ ہوا۔

تھینک یو ڈاکٹر۔"ڈاکٹر کا شکریہ ادا کر کے اس نے اس کی جانب دیکھا جو" اپنی جانب درست کرتے اپنی بکھری سانسوں کو بحال کرتی اس کی جانب دیکھنے سے مکمل گریزاں تھی۔

میں نے کچھ ملٹی وٹامنز اور ہدایات لکھ دی ہیں۔کوشش کیجیے گا کہ مدر" ٹینشن فری رہے اور، ہیلتھی ڈائٹ لے تاکہ بے بی فٹ رہ سکے۔"پریسکریشن اسے تھماتے ہوئے ڈاکٹر عنبرین نے تاکید کی تو وہ ہولے سے سر خم کرتا اسے ساتھ لیے کیبن سے باہر نکل گیا۔

جبکہ اندر اپنے کیبن میں بیٹھی ڈاکٹر عنبرین اس مشہور زمانہ جلاد ایس پی کی اپنی بیوی کے لیے دیوانگی دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

کیسی ہو؟" وہ بہت سے گنگناتی ہوئی اپنی کلاس کی جانب بڑھ رہی تھی جب "
عقب سے آتی شناسا سی آواز پہ مڑی۔

اوہ آپ۔ "اپنے سے چند قدم کے فاصلے پہ کھڑے طلال کو دیکھ کے وہ "
چونکی تھی۔
کیسی ہو؟" اس نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا۔ "

الحمداللہ، آپ یہاں کیسے؟" اس نے نرمی سے سوال کیا حالانکہ وہ پوچھنا یہ "
چاہتی تھی کہ 'آپ میرے پیچھے کیوں آگئے؟" لیکن اتنی بے مروت وہ
نہیں تھی۔

تم بیوقوف ہو یا واقعی نہیں جانتی کہ میں بنا مطلب کہ یہاں آئے روزیونی "
کیوں آتا ہوں؟" اس کے میک اپ سے پاک نکھرے چہرے کو گہری

نگاہوں سے تکتے ہوئے وہ بھاری لہجے میں بولا تو اس نے ٹھٹھک کے اس کی جانب دیکھا جو پوری توجہ سے اسی کی جانب متوجہ تھا۔

کیا مطلب ہے آپ کا؟"اس کی نگاہوں سے وہ خاصی جز بز ہوئی تھی۔"
یہ ادھار تو میرے گلے پڑ رہا ہے۔"وہ دل ہی دل میں بڑبڑائی۔"

مطلب تم گھر جا کے ضرور سوچنا اور مجھے کل بتانا کہ میں بنا مطلب کہ یونی"
کیوں آتا ہوں؟"اس کے چہرے کے اتار چڑھاو کا جائزہ لیتا وہ سکون سے بولا
تو دریہ کے چہرے پہ خفگی سی پھیل گئی۔

میں کیوں آپ کو گھر جا کے سوچوں؟میری بھلا سے آپ روز یونی"
آئیں۔بار بار آئیں۔"کندھے اچکا کے کہتی وہ کلاس میں جانے کو مڑنے لگی تو

طلال کے چہرے پہ ناگواری سی پھیل گئی جسے سرعت سے چھپاتے ہوئے وہ اس کے ہم قدم ہوا۔

ایک دن تو اب تمہیں مجھ کو اپنی سوچوں میں رہنے کی جگہ دینی پڑے گی"
ورنہ میرا یونی روز آنا بار بار آنا کسی کام کا نہیں رہے گا۔"گہرے لہجے میں بولتا وہ ایک دفعہ پھر سے اس کی توجہ بھٹکانے میں کامیاب ہوا تھا۔
اس کے الفاظ نے اب کی بار نا صرف اس کی توجہ بھٹکائی تھی بلکہ اس کے دل کی لے بھی لحظے بھر کو انتشار کا شکار ہوئی۔

میری کلاس ہے، اللہ حافظ۔"الجھے ہوئے لہجے میں کہتی وہ بنا اسے دیکھے" تیزی کے ساتھ اپنی کلاس آنے پر اس میں گھس گئی جبکہ وہ وہیں جینز کی پاکٹس میں ہاتھ پھنسائے کلاس کے کھلے دروازے کو تادیر تکتا رہا۔

دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے کپکپاتے ہاتھوں سے اپارٹمنٹ کے بند دروازے کو چھوا تو دروازہ خود بخود کھلتا چلا گیا۔

اتنے عرصے کے بعد اسے اپنے پیروں پہ مکمل ہوش و حواس کے ساتھ دیکھنے کا احساس اس کو ناقابلِ بیاں احساسات سے دوچار کر رہا تھا جبکہ آنکھیں گویا بن بادل برسات برسنے کو بے تاب ہوئی پڑی تھیں۔

کھلے دروازے سے اندر قدم رکھتے ہوئے جیسے ہی وہ اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تو اس کے اٹھتے قدم وہیں ساکت ہو گئے جبکہ سانس بھی کہیں سینے میں اٹک سی گئی تھی۔

ہاں وہ وہی تھا جس کے نینوں کا تارا تھی وہ، ہاں وہ وہی تھا جس نے اسے بچانے کے لیے جان کی بازی لگانے سے دریغ نہ کیا تھا۔

ہاں وہ وہی تھا جو اس کے لیے سالوں ہوش کی وادیوں سے دور بھٹکتا رہا تھا۔

وہ وہی تھا جس کا انگ انگ زخموں سے چور تھا لیکن اس وقت وہ اس کے سامنے بالکل ٹھیک اپنے پیروں پہ مضبوطی کے ساتھ کھڑا اپنی خوبصورت آنکھیں اس پہ جمائے ہوئے تھا۔

دونوں میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا تھا بلکہ اس وقت وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے گویا گزرے ماہ و سال کی ازیتوں کو بھلائے اس لمحے کے سحر میں جھکڑے ہوئے تھے۔

مگر اس لمحے کا سحر اس وقت ختم ہوا جب اسے دیکھتی نگاہ کی آنکھوں میں آنسوؤں کی دبیز دھند چھانے لگی اور اس کے سامنے کھڑے ذوالقرنین میر کا عکس دھندلا ہونے لگا۔

نگاہ! "اس کی آنکھوں میں چمکتے آنسوؤں کو دیکھ کر وہ تڑپ کے اس کی" جانب بڑھا جو اس کے ہونٹوں سے نکلتا اپنا نام سن کے اپنا ضبط کھوتی اس کے قریب آنے پر اس کے سینے سے جا لگی۔

نین !"بلند آواز میں روتی نگاہ کو سینے سے لگائے دونوں اپنے غم سلط کرنے"
کی کوشش کر رہے تھے مگر جب نگاہ کے رونے میں کمی نہ آئی تو نین نے اس
کے سر کو سہلاتے ہوئے اسے پکارا۔

نگاہ! شش، رونا بند کرو پلیز۔"اس کے نرم خو لہجے پر اس کے آنسو تھمنے کی"
بجائے مزید تیز ہوئے تو وہ پریشان ہوا۔

نگاہ پلیز یار، تمہارے آنسو مجھے تکلیف دے رہے ہیں۔"اس کے لہجے کی"
بے بسی اور اضطراب پہ وہ بمشکل اپنی سسکیوں پہ قابو پاتی اپنے آنسو روکنے کی
کوشش کرنے لگی۔

کیا اتنی بری شکل ہو گئی ہے میری کہ مجھے دیکھتے ہی تمہارے آنسو نکل" آئے؟" ماحول کی افسردگی کو کم کرنے کے لیے وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولا تو وہ بے ساختہ نم آنکھوں کے ساتھ مسکرا دی۔

اس کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر اس نے اس کا ہاتھ تھام کے کچن کی جانب قدم بڑھائے اور پھر اسے کرسی پہ بٹھا کر خود فریزر سے جوس نکالنے لگا۔

تم ٹھیک ہو نین؟" اسے یک ٹک تکتی نگاہ نے آہستگی سے سوال کیا تو جوس" گلاسوں میں انڈیلتا نین ٹھٹھکا لیکن فوراً خود کو کمپوز کرتے ہوئے اپنے کام کی طرف متوجہ ہو گیا۔

اگر جسمانی لحاظ سے پوچھ رہی ہو تو ہاں ٹھیک ہوں لیکن اگر مینٹلی پوچھ" رہی ہو تو نہیں۔" بنا کچھ چھپائے اس نے صاف گوئی سے کہتے جوس کا گلاس اس کے سامنے رکھا۔

ولید انکل کے بارے میں کچھ پتہ چلا؟"اس نے جوس کا سپ لیتے ہوئے" اسے دیکھا جوان کے گروپ میں سب سے نرم خو جانا جاتا تھا لیکن حالات نے اسے نجانے کن چک پھیریوں میں الجھا دیا تھا۔

ابھی کوئی ٹھوس خبر نہیں ملی لیکن یہ سننے میں آرہا ہے کہ انہیں کراچی لے" جایا گیا ہے۔اب کل کراچی کے لیے نکلوں گا۔"اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس کے سامنے پڑی کرسی سنبھالی۔

اکیلے جاوگے ؟"وہ فوراً متفکر ہوئی۔"

اونہوں، وہ سڑیل (ضر) ہر گز اکیلا نہیں جانے دے گا۔"اس نے بھنویں" سکیڑتے ہوئے کہا تو وہ ہولے سے مسکرادی لیکن اگلے ہی کچھ سوچ کے اس کی مسکراہٹ مدہم ہوئی۔

نین ! تم جانتے ہو کہ مم۔۔میرا مطلب کہ میں اور ض۔۔"وہ جھجھکتے" ہوئے بول رہی تھی جب اس نے اس کی بات کاٹی۔

میں سب جانتا ہوں نگاہ اور میرے لیے یہ بات اہم ہے کہ تم اب بھی" صرف میری ہو۔جو ہوا وہ دیکھا جائے تو اس رشتے کی توہین ہے لیکن حالات کا تقاضا ہی کچھ ایسا بن گیا کہ سب کو یہ قدم اٹھانا پڑا مگر اب انشاءاللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"اس کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے وہ بول رہا تھا جب اس کی نظر اس کے ہاتھ میں پہنی انگوٹھی پہ پڑی تھی۔

یہ میں نے ضر کے ساتھ جا کے تمہارے لیے خریدی تھی۔"اس انگوٹھی" کو انگلی سے چھوتے ہوئے وہ رسان سے گویا ہوا تو اس کی پلکیں ایک دفعہ پھر سے بھیگنے لگیں۔

میں کل کراچی جاوں گا۔مجھے آئیڈیا نہیں کہ میں وہاں کتنے دن تک رکوں" گا لیکن تم اپنی عدت وہیں ضر کے گھر میں رہ کے ختم کرو گی۔میں انشاءاللہ پاپا کے ساتھ ہی واپس آوں گا تب تک یہ تینوں یہاں موجود میس کو سنبھالیں گے۔"اس کے ہاتھ کو نرمی سے سہلاتے ہوئے وہ آنے والے وقت کے پلانز کے متعلق آگاہ کر رہا تھا۔

جبکہ اسے توجہ سے سنتی نگاہ اس کو اپنی آنکھوں میں اتار رہی تھی۔

غصے سے آگ بگولہ ہوتی شازمین میر نے زور سے فائلز میز پہ پٹخیں۔

ناکوئی ریکارڈ، ناکوئی ڈیکنگ، پھر اکاونٹس کا پیسہ کہاں گیا؟" وہ اپنے سامنے "
موجود اکاونٹینٹس کو دیکھتی بلند آواز میں دھاڑی تھی۔

میم! ہم نہیں جانتے کہ پیسے کہاں گئے ہیں کیونکہ پیسے پہلے ولید سر پھر ان "
کے بیٹوں کے سائن کے بعد ہی ٹرانسفر ہوتے تھے لیکن جب سے وہ لوگ
آفس نہیں آتے ساری ڈیلنگز اور ٹرانسفار میشن آپ کے سگنیچر کے بعد
ہوتی ہے۔" اکاونٹینٹ مینیجر نے سنجیدگی سے اسے جواب دیا تو وہ مزید بپھر
گئی۔

دفع ہو جاو تم سب لوگ یہاں سے اور کل تک مجھے چاہے پاتال سے ڈھونڈ" کے لانا پڑے لیکن سارا پیسہ کل مجھے چاہیے۔"اتنا بڑا دھچکہ اس کو پاگل کر رہا تھا تبھی وہ بری طرح سے چیخ رہی تھی۔

ان سب کے جانے کے بعد وہ عبدالرحمن اور آفاق میر کی جانب متوجہ ہوئی جو خود اس انکشاف پہ غم و غصے کا شکار تھے۔

اس لنگڑے شخص کو اب تک اس لیے سر پہ سجا کے بٹھایا ہے کہ اس کا اس" حالت میں ہونا ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہو رہا ہے۔ پاور آف اٹارنی نا ملنے کے باوجود اس کی معذوری کی بناء پہ سارے اختیارات ایک طرح سے ہمیں مل گئے ہیں ایسے میں اکاونٹس کا پیسہ کیسے غائب ہو سکتا ہے۔"جس پیسے کے لیے وہ سالوں سے شطرنج بچھائے چال پہ چال چل رہی تھی وہ پیسہ اس کی ناک تلے سے غائب ہونے لگا تھا۔

یہ سوچ ہی اسے پاگل کر دینے کے درپے تھی۔

تم پریشان نہیں ہو میں کل تک سارے سی سی ٹی وی کیمرے چیک کرتا"
ہوں اور تمام ریکارڈ کا بھی تفصیل سے جائزہ لیتا ہوں۔"عبدالرحمن میر نے
بیوی کے آگ بگولہ وجود کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

بھابھی یہ ان لڑکوں کا کیا دھرا تو نہیں؟"آفاق میر نے اس کا دھیان"
دوسری جانب مبذول کروانا چاہا تو اس نے نخوت سے سر جھٹکا۔
اونہوں، ہمارے گھر کے معاملات سے انہیں کیا لینا دینا۔ایک دوست ان"
کا نجانے کب کا مرکھپ چکا ہے، دوسرا معذور ہے اور اس سے ملنے پہ میں
نے پابندی لگا رکھی ہے۔ویسے بھی وہ دونوں سفیر سائیں کے نشانے پہ ہیں
اس لیے وہ اپنی جان بچانے کے چکروں میں ہیں انہیں پرائے معاملات سے
کیا لینا دینا۔"اس نے فوراً سے پہلے ان کی بات کو رد کیا۔

سفیر سائیں تو اس لڑکے کی کسٹڈی میں نہیں ہے؟"آفاق میر نے اچنبھے" سے سوال کیا۔

وہ کسٹڈی میں ہے، باقی پورا خاندان تو باہر ہے ناجوان دونوں کو گِدھوں کی" طرح نوچ کھانے کو تیار ہے۔"سفاکی سے کہتی وہ اپنے لیپ ٹاپ کو آن کرنے لگی۔

عبدالرحمن! کل تک مجھے ہر حال میں اس پیسے کے متعلق اپ ڈیٹ کرو" کیونکہ یہ پیسہ یہ پاور پانے کے لیے سالوں سے لڑ رہی ہوں۔ابھی ہی مکمل بساط پلٹنے کا وقت آیا ہے۔"پراسرار انداز میں کہتے ہوئے اس نے شوہر کو تاکید کی تو وہ سر اثبات میں ہلاتے اپنے موبائل پہ کوئی نمبر ڈائل کرنے لگے۔

وہ سُن ہوئے اعصاب کے ساتھ پڑی ہوئی تھی جب اس کے تاریک ذہن میں بارش ہونے کا احساس جاگا تو اس کا تاریک ذہن رفتہ رفتہ بیدار ہونے لگا۔ ذہن جب عالمِ غنودگی میں پہنچا تو اسے محسوس ہوا جیسے اس کے چہرے پہ بارش کے قطرے وقفے وقفے سے گر رہے ہوں۔

شہرے!"اچانک ہی ایک مانوس سی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو اس کا" ذہن مزید صاف ہونے لگا۔

شہرے!"اس کے چہرے پہ پانی کا ہلکا سا چھڑکاو کرتے ضرنے آہستگی سے" اس کا گال تھپتھپایا تو شہرے کے اعصاب و حواس بیدار ہونے لگا۔

رخسار پہ محسوس ہوتے بھاری ہاتھ کے گرم لمس پہ اس نے گھبراتے ہوئے پوری قوت سے اپنی بند آنکھیں کھولیں تو نگاہ خود پہ جھکے ضرغام کے خوبصورت چہرے سے جا ٹکرائی۔

اس کے چہرے پہ نظر پڑتے ہی اس کا مائنڈ ریوائنڈ ہوا تو چہرے پہ فوراً حواس باختگی پھیل گئی اور وہ ایک جھٹکے سے اسے پرے کرتی خود بیٹھی۔

اٹھ کے بیٹھنے پہ اسے احساس ہوا کہ وہ اس گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ نہیں بلکہ ایک نرم و ملائم بستر پہ موجود تھی۔

"کہاں ہوں میں اس وقت ؟"ضرغام کے ساتھ اکیلے یوں اجنبی جگہ پہ ہونے کا احساس اس کی دھڑکنیں سست کر رہا تھا۔

"ریلیکس، آپ میرے ساتھ ہیں پریشان نہیں ہوں۔"اس کے گھبرائے ہوئے چہرے کو دیکھ کے اس نے اسے تسلی دیتے ہوئے اپنے نزدیک کرنا چاہا جب وہ بدکتی مزید پیچھے کو سرکی۔

شہرے ریلیکس، میں ہر گز ابھی آپ سے ڈیٹ مارنے کے لیے یہاں نہیں" آیا ہوں۔"اس کی گھبراہٹ کا پسِ منظر جان کر اس نے ایک دفعہ پھر سے اسے تسلی دینی چاہی۔

تو پھر کیا کرنے آئے ہیں؟"اس کے اگلے سوال پہ وہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔" پہلے تو اس کا دل چاہا اس فضول سوال کا جواب کسی اور طریقے سے دے لیکن پھر اس کا خیال کر کے ارادہ منسوخ کر دیا۔

میں آپ کے ساتھ کچھ دیر لانگ ڈرائیو پہ جانا چاہ رہا تھا لیکن آپ تو ڈیٹ کا" لفظ سُن کے ہی بے ہوش ہو گئیں اس لیے آپ کو یہاں لانا پڑا۔ یہ میرا اپارٹمنٹ ہے۔"اس نے اب کے تفصیلاً اس کی تشفی کروانی چاہی۔

ویسے ڈیٹ کا لفظ سن کے آپ اتنی پریشان کیوں ہو گئی تھیں؟"اس نے" محسوس کیا تھا کہ وہ نکاح کے شروع والے دنوں کی طرح اس وقت اس سے متنفر نظر نہیں آ رہی تھی وجہ شاید یہاں کا اکیلا پن تھا جس سے وہ گھبرائی تھی اس لیے اس سے چھوٹے چھوٹے سوال کرنے لگا۔

ہاں تو لڑکے اتنے فضول فضول کام کرتے ہیں ڈیٹس پہ تو اس لیے میں" پریشں۔۔۔۔۔۔"اپنی ہی دھن میں مگن وہ روانی سے بولتے بولتے ایک دم سے چپ ہوتی اسے دیکھنے لگی جو چمکتی نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

آپ کے خیال میں، میں آپ کے ساتھ فضول فضول کام کر سکتا ہوں؟""" اس کا ہاتھ تھام کے بہت سہولت کے ساتھ اسے اپنے نزدیک کھینچتا وہ بھاری لہجے میں گویا ہوا۔

تو وہ جو اس بلا ارادہ قربت پہ جز بز ہوتی فوراً مزاحمت پہ اتری تھی اس کے الفاظ پہ دھک سے رہ گئی لیکن پھر بہت سارے لمحے اس کی آنکھوں کے سامنے لہرائے تو چہرے کی رنگت دہکنے لگی۔

آپ ابھی بھی وہی کر رہے ہیں۔ "پوری قوت لگاتی وہ اس سے دور ہونے کی تگ و دو میں تھی جب اس نے اسے سمیٹتے ہوئے اپنے سینے سے لگایا تو شہرے کو لگا اس کی سانسیں تھم گئی ہیں۔

اسے اپنے سینے میں بھینچے اس نے بایاں ہاتھ بڑھا کے اس کے سلکی بالوں میں اٹکی پونی کھینچی تو بال اس کی نازک کمر پر بکھر گئے۔

میں تو پیار کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ "اس کے کھلے بالوں میں چہرہ" چھپاتا وہ خمار آلود آواز میں بولتا اس کے رگ و پے میں سنسنی سی بھر گیا۔

اس کی خمار آلود آواز، پر تپش سانسوں کی لپک اور گردن کو چھوتے اس کے نرم لب اس کی شرٹ جھکڑ کے بیٹھی شہرے کی ہتھیلیاں نم کر گئے۔

اس سے پہلے کہ اس کی یہ بے اختیاری ایک بپھرے سمندر کی مانند سب بہا کے لے جاتی۔ شہرے کے چہرے پہ پھسلتے آنسو اسے ہوش کی وادیوں میں پٹخ گئے۔

شہرے ریلیکس، آپ رو کیوں رہی ہیں؟"اس سے تھوڑا دور ہوتا وہ اس" کے رخساروں پہ پھسلتے آنسو چنتا پریشانی سے بولا تو وہ اور بلند آواز میں رونے لگی۔

آپ۔۔آپ کو شرم نہیں آتی۔میں۔۔آپ کو نہیں پتہ کہ ایسے جب آپ" میرے سامنے آتے ہیں تو مجھے کک۔۔کیا ہوتا ہے۔"اس نے کبھی اس شخص کے متعلق ایسا نہیں سوچا تھا لیکن اب اس کے ساتھ اس قدر قیامت

خیز قربت اس کے دل پہ تباہ کاریاں کر گئی تھی تبھی وہ اس کے سینے پہ مکے مارتی روتی ہوئی بے ربط سا بول رہی تھی۔

اوکے آئم سوری شہرے، ریلیکس۔ "وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا تبھی" رسانیت سے کہتے اس کے آنسو صاف کرنے چاہے جب شہرے نے روتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔

خ۔۔ خبردار آج کے بعد م۔۔ میرے ساتھ ایسا مت کرنا۔ آپ پلیز پہلے " جیسے ہی رہیں جیسے جب چاچو تھے ویسے۔ "وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا بول رہی تھی لیکن اس کے الفاظ پہ ضرغام نے گہری سانس بھر کے توجہ سے اسے دیکھا جسے اس کی چند لمحے کی قربت بے تحاشا گڑبڑا چکی تھی۔

مطلب کہ آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کا شوہر ہونے کے باوجود آپ کے" ساتھ 'چاچو' جیسا رویہ رکھوں؟"اس کے نازک ہاتھوں میں جھکڑے اپنے مضبوط ہاتھوں کو ایک نظر دیکھنے کے بعد اس کی نگاہ اس کے بکھرے بالوں پہ جا ٹکی تھی۔

جبکہ شہرے جواب قدرے سنبھل چکی تھی اس کے سوال پہ تھوڑا جز بز ہوئی لیکن پھر اس کے ہاتھ چھوڑتی سر اثبات میں ہلا گئی۔

شوہر والا رویہ آپ نگاہ کے ساتھ رکھ لیں لیکن مجھے آپ نے تنگ نہیں" کرنا پلیز۔"جو شخص اس کی نظر میں اس کا سب سے بڑا مجرم تھا اسی سے وہ اپنے لیے فیور مانگ رہی تھی۔

میری کلوزٹ میں رکھا اپنا سرخ سکارف دیکھنے کے بعد بھی آپ چاہتی ہیں" کہ میں آپ کو ایسی رعایت دوں؟" وہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا وہ اس کی فیلنگز سے واقف تھی یا نہیں اس لیے اس کے سرخ سکارف کا تذکرہ کیا۔

مگر وہ تو سرخ سکارف کے ساتھ نگاہ کی منگنی کی تصاویر دیکھ کے الجھ چکی تھی اس لیے وہ جان کے بھی کچھ نہ جان سکی تبھی وہ ضر کے سوال پہ اس وقت چپ سی ہو گئی۔

کیونکہ وہ اس وقت نگاہ کا کھاتہ نہیں کھولنا چاہتی تھی کہ یہاں تنہائی تھی اور اسے یہاں سے نکلنا تھا۔

مجھے گھر جانا ہے۔" بیڈ پہ پڑی پونی ہاتھ میں لیتے بال باندھنے کی ناکام" کوشش کرتی وہ اس سے مخاطب ہوئی۔

لائیں میں باندھ دوں۔"اس کی کوشش دیکھ کر اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تو" وہ اس نے خاموشی سے پونی اس کے ہاتھ پہ رکھ دی کہ اسے پونی باندھنی نہیں آتی تھی اور کھلے بالوں کے ساتھ وہ گھر نہیں جانا چاہتی تھی۔

ادھر واشروم ہے، اپنا ہاتھ منہ دھو کے فریش ہوں۔ پھر نکلتے ہیں گھر کے" لیے۔"اس کے بال باندھنے کے بعد اس نے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

آپ نین سے ملنا چاہتی ہیں آنٹی؟"اس نے روٹی کا نوالہ کلثوم میر کے منہ" میں ڈالتے ہوئے محتاط سے انداز میں پوچھا جو اپنی کلائیوں میں پہنی چوڑیوں پہ انگلی پھیر رہی تھیں۔

نین سے ؟"انہوں نے جیسے پر سوچ انداز میں اسے دیکھتے گویا کچھ یاد کرنے "
کی کوشش کی۔

نین تو چوڑیاں لینے گیا ہے لیکن ذو نین کو سب ڈانٹ رہے تھے وہ کہاں "
ہے ؟"ان کے الجھے ہوئے سوالیہ انداز پہ ان کو کھانا کھلاتی زحلے کے وجود کو
کرنٹ سا لگا۔

اب یہ ذو نین کون ہے ؟"اس نے بے اختیار سوچا۔"
مجھے لگتا ہے کہ میں ایک نارمل گھرانے کی بجائے کسی بھول بھلیاں میں آ"
گئی ہوں جہاں ہر روز ایک نیا دھماکہ ہوتا ہے مجھ پر۔"ان کے قدرے بہتری
کی طرف مائل وجود کو دیکھتی وہ سوچوں میں کھوئی ہوئی تھی جب کلثوم میر
کی آواز نے اسے ہوش کی وادیوں میں لا پٹخا۔

تم میری بہو ہو نا؟"ان کی ذہنی رو شاید بھٹک چکی تھی اور ایسا دن میں دو" سے تین بار تو ضرور ہوتا تھا کہ وہ اس سے یہ سوال ضرور کرتی تھیں۔

پھر نین کیوں نہیں آتا؟"انہوں نے اپنا پرانا سوال دہرایا۔" کیونکہ وہ آ نہیں سکتا، آپ کو اس کے پاس جانا ہو گا۔آپ چلیں گی میرے" ساتھ؟"اس نے کھانے کی ٹرے سائیڈ پہ رکھتے ہوئے ان کے ہاتھ تھامے تو ان کے چہرے پہ خوف پھیلا تھا۔

باہر گئی تو وہ پھر باندھ دے گی۔"ان کے لہجے کا خوف اس کا دل چیر گیا تھا۔" اب ایسا نہیں ہو گا نا میں ایسا ہونے دوں گی۔آپ نے پریشان نہیں ہونا میں" کچھ دیر بعد آپ کو آپ کے بیٹے سے ملواوں گی۔"ان کے ہاتھوں کو محبت سے تھپتھپاتی وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

یہ اس کی انتھک محنت اور کلثوم میر سے انسیت تھی جس کی بدولت وہ اب بہتری کی طرف مائل اس کی بہت سی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتی تھیں۔ ایسے میں زحلے کو پوری امید تھی کہ بہت جلد کلثوم میر اپنے ہوش و حواس میں آجائیں گی۔

خوشی سے سوچتی ہوئی وہ مگن سی اپنے کمرے تک پہنچی اور ایک جھٹکے سے دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی۔

"اپنی ہی دھن میں تم؟؟۔۔۔۔۔ تمہارے لیے گڈ نیوز ہے تمہاری ممات۔۔۔۔۔ بولتے ہوئے اس کی نگاہ جب سامنے پڑی تو اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

جاری ہے۔

بہت سے لوگ شکوہ کر رہے کہ کہانی آہستگی سے بڑھ رہی ہے تو انہیں یہ کہنا چاہوں گی اب اکثر 20000 سے زائد الفاظ کی قسط ہوتی ہے۔ سارے کپلز فیملیز کے متعلق تھوڑا تھوڑا لکھتی کہ سب کو ایک ساتھ لے کے چلوں تو ایسے میں کہانی اپنے تسلسل کے ساتھ ہی آگے جائے گی نا اب ایک ہی دن میں ناول تو مکمل نہیں کر سکتی نا۔ اور نا ہی ایک قسط میں صرف ایک ہی کپل کے بے شمار سینز دے سکتی کیونکہ یہ صرف ایک مین کپل کی کہانی نہیں ہے یہ سب کی مشترکہ کہانی ہے جسے ایک ساتھ لے کے چل رہی ہوں اور کوشش ہے کہ جلد ختم کر سکوں لیکن باخدا جلدی مت مچائیں پلیز 🤦 تک ریچ ہوتی ہے تو 22.5k 50 فالورز ہیں آپ اور ہر قسط پر تقریباً 2k پھر لائکس کی تعداد 💔💔 بھی نہیں 😐 کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟؟ ایک عدد انگوٹھے کے کلک سے آپ کا کچھ جائے گا نہیں لیکن آپ کے لیے لکھنے والے رائیٹرز کو بوسٹ ضرور ملے گی۔ میں امید رکھوں گی آنے والی

لائکس ضرور ہوا کریں گے 🙈 24 گھنٹوں کے 2k تمام اقساط پہ اب سے 2 لائکس کوئی بڑا ٹارگٹ نہیں ہوتا۔ 2k عوام کے لیے 2 دورانیے میں 22

#_Rude_heroine💔💔

#_unbeatable_friend-ship_of_this_duo❤❤❤

#_Romance_of_the_year🙈🙈🔥🔥

#_Possessive_and_Roman-tic_hero🙈❤❤

#_Jahaandad__Affandi❤❤

یہ کیا بدتمیزی ہے؟" درشتگی سے کہتے ہوئے اس نے بازو اس کی مضبوط" گرفت سے آزاد کروانا چاہا۔

بد تمیزی نہیں بلکہ حق ہے میرا کیونکہ اس بات سے تو تم انحراف نہیں کر"
سکتی کہ شوہر ہوں میں تمہارا۔"اس کے بازو پہ مزید گرفت مضبوط کرتا وہ
اس کی کانچ سی نیلی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا تو اس کے اندر آگ سی بھرنے
لگی۔

بالکل وہی شوہر جو بھرے مجمعے میں میرے وجود سے انکاری تھا۔"وہ بلند"
آواز میں چیختی اس کے سینے پہ دوسرے ہاتھ سے ہتھڑ مارتی پوری قوت سے
اپنا بازو آزاد کروا گئی۔

اس کے وہاں سے چلے جانے کے بعد اس نے اپنی جلتی آنکھوں کو انگوٹھے سے دباتے ہوئے سگار سلگایا ہی تھا کہ اس کے پرسنل موبائل کی رنگ ٹیون بج اٹھی۔

دائیں ہاتھ میں سگار پکڑے اس نے موبائل نکال کے بلنک کرتی سکرین کو دیکھا اور پھر آہستگی سے گرین بٹن پریس کر کے فون سپیکر پہ ڈال کے اپنے پاس رکھ دیا۔

السلام علیکم! جہانداد آفندی اسپیکنگ۔"اس کی گھمبیر آواز گونجی تو دوسری" جانب وہ کھل کے مسکرایا۔

وعلیکم السلام! کین آئی ٹاک ٹو مسز جہانداد آفندی؟" سپیکر سے گونجتی" شرارتی آواز اس کے اعصاب پہ بہت طرح اثرانداز ہوئی جبکہ پیشانی کا مخصوص بل بھی فوراً نمایاں ہوا۔

شٹ اپ، کام کی بات کرو۔" اسے بری طرح سے لتاڑ کے اس نے سگار منہ سے لگایا۔

"کیا مطلب اب اپنی ڈیئرسٹ بھابھی سے بات کرنے کی خواہش کام کی بات نہیں ہے؟" دوسری جانب وہ فوراً معصوم بن کے گویا ہوا تو اس نے سگار انگلیوں میں دبائے انگوٹھے سے اپنی کنپٹی رب کی۔

"معاویہ! اگر اگلے دو سیکنڈز میں تم نے کام کی بات منہ سے نہ نکالی تو میں تمہارا نمبر بلاک کر دوں گا۔" اس نے اپنے مخصوص سرد انداز میں اسے تنبیہہ کی تو دوسری جانب وہ جیسے جل اٹھا۔

"ہاورو ڈے، ایک تو مجھے بنا بغیر تم نے دن دیہاڑے اچانک ہی ایک عدد بیوی منظرِ عام پہ لائی وہ بھی میرے دو عدد بھتیجوں کے ساتھ، اس پہ تم مجھے

دھمکیاں دے رہے ہو؟"آنکھوں میں شرارتی چمک لیے تیز تیز بولتے معاویہ کی اداکاری عروج پہ تھی جبکہ اس کی بک بک سنتے جہانداد نے سختی سے دانت کچکچائے۔

ویسے جے یہ تو بتاو یہ ایمر جنسی نمودار ہونے والی بھابھی پیاری" ہیں؟ مطلب کہ ان کے با۔۔۔۔۔"اس کی خاموشی پہ شہ پاتا وہ ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتا مزید بولا تو اس کے ضبط کا پارہ ٹوٹ گیا۔

سٹاپ اٹ معاویہ!"وہ ایک دم سے بلند آواز میں دھاڑا تو معاویہ کی بنا" بریک کے چلتی زبان کو بریک لگی۔

اوکے اوکے لاسٹ، بھابھی کا نام کیا ہے؟"ہونٹوں کے گوشوں پہ مچلتی" مسکان کو بمشکل دباتے ہوئے اس نے محظوظ کن انداز میں سوال کیا تو جہانداد نے تپ کے فوراً کال بند کر کے موبائل دور اچھال دیا۔

جہان!"اس کے گلابی لب بے ساختہ سرسرائے۔"

ان گلابی لبوں کی کپکپاہٹ دیکھتے ہوئے اس نے اس کے کمر کے گرد گرفت مضبوط کرتے ہوئے چہرے اس کے بالوں میں چھپایا تو وہ گہری سانس لیتی دونوں ہاتھوں سے اس کے کندھے مضبوطی سے دبوچ گئی۔

کہ اس شخص کی دیوانگی اس کے مہکتے بالوں اور اس کی گردن سے لپٹی اس باریک چین سے آج بھی حواس چھین لینے کا باعث بنتی تھی۔

میں اکثر یہ سوچتا ہوں کہ مجھے ہر بار آپ سے نئے انداز میں عشق کرنے پہ" کون مائل کرتا ہے؟ یہ کپکپاتے ہونٹوں سے نکلنے والا میرا نام یا پھر آپ کے بالوں اور وجود سے اٹھنے والی یہ سحر انگیز خوشبو؟"اس کی گردن کو ہولے سے چھوتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھا جو بیڈ کے نزدیک جھکا ہوا تھا۔

ت۔۔آپ۔۔میرا مطلب تم ٹھیک ہو؟"اس کی حیران و بے یقین آواز" جیسے گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی جو ایک ہاتھ سائیڈ ٹیبل پہ رکھے جھکنے کے سے انداز میں کھڑا تھا۔

کیا وہ اپنے پیروں پہ کھڑا ہو سکتا تھا؟" سائیں سائیں کرتے ذہن کے ساتھ "
اس نے سوچا۔
مگر اگلے ہی پل وہ لڑکھڑاتے ہوئے زمین پہ آ گرا تو دروازے کے پاس
ششدر کھڑی زحلے کا دماغ جیسے مزید آندھیوں کی زد میں آ گیا۔

واشروم جانا ہے مجھے۔" وہ حیرتوں کے سمندر میں غوطہ زن وہیں ساکت "
کھڑی تھی جب اس کی درد سے چور آواز پہ ہوش میں آئی۔
اس نے نظریں گھما کے اسے دیکھا جو بیڈ کے نزدیک اوندھے منہ گرا بہت
تکلیف سے سیدھے ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس کے چہرے پہ چھائے تکلیف دہ تاثرات دیکھ کے اس کے دل میں چھانے
والے مشکوک خیالات بھک سے اڑے اور وہ تیزی سے اس کی جانب لپکی۔

میرے آنے کا ویٹ کر لیتے تم، خود کو اتنی تکلیف کیوں دی تم نے؟"اس"
کے مضبوط و توانا وجود کو اپنی نازک بانہوں میں سمیٹنے کی کوشش کرتی وہ
متفکر لہجے میں بولی تو اس نے توجہ سے اس کی جانب دیکھا جو اپنی جان توڑ
کوشش سے اسے سیدھا کرنے میں لگی تھی۔

ٹھیک ہوں میں۔"اس کے چہرے پہ چھائے شرمندگی اور تکلیف کے"
رنگ دیکھ کر اس نے بے ساختہ کہا لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی بلکہ
وہ اس کی کمر میں دونوں بازو حائل کیے اسے اٹھانے کی کوشش میں اپنے سر
سے سرکتے دوپٹے سے بے خبر تھی۔

لیکن اب شاید ٹھیک نہ رہوں۔"اسے دیکھتے ہوئے اچانک وہ جس انداز"
میں بڑبڑایا تھا،زحلے نے چونک کے اسے دیکھا لیکن اس کی خوبصورت
آنکھوں کا مرکز۔۔۔۔۔

افف!اس کی خوبصورت آنکھوں کا مرکز اس کی صراحی دار گردن میں پہنا
وہ نیلا موتی تھا۔اور اس تمام عرصے میں بہت لاشعوری طور پر وہ اتنا تو جان ہی
چکی تھی کہ اِس موتی کو دیکھ کہ یہ شخص بے لگام ہو جاتا تھا۔

تم ج۔۔جلدی سے فریش ہو جاو پھر تم اپنی ماما سے مل سکتے ہو۔"اس کی"
توجہ بھٹکانے کو اس نے جلدی سے اپنے بازووں کو حرکت دیتے ہوئے اسے
اٹھانے کی کوشش کی لیکن اس جیسے جوان مرد کو اُس کے لیے زمین سے مکمل
اپنے سہارے پہ اٹھانا اتنا آسان بھی نہیں تھا۔

ماما ٹھیک ہیں؟" نگاہیں ہنوز گردن میں ڈولتے موتی پہ جمائے وہ گہری" سنجیدگی سے بولا تو زحلے نے آہستگی سے سر اثبات میں ہلایا تو اس کی حرکت کے ساتھ سفید گردن میں نیلے موتی کی دلفریبی پہ ضبط کھوتا وہ اس کی جانب جھکتے ہوئے لب اس موتی کی خوبصورتی کو محسوس کرنے کے لیے جما گیا۔

وہ جو گھٹنوں کے بل بیٹھی اسے بمشکل تھوڑا سیدھا کر کے بٹھانے پر کامیاب ہوئی تھی اس سچویشن میں ایسی حرکت پہ بوکھلاتی ہوئی بمشکل خود کو لڑکھڑانے سے بچاتی اپنے سست پڑتی دھڑکنوں کے ساتھ اس کے بدن میں اپنے ناخن گھسیڑ گئی۔

بس کرو۔" چند لمحوں بعد اس نے بھاری آواز کے ساتھ اسے پکارا تھا۔"

اس کی پکار پہ وہ سنبھلتے ہوئے پیچھا ہٹا تو وہ سرخ مگر سپاٹ چہرہ لیے بڑی محنت سے اس کے وجود کو سہارا دیتی بالآخر بیڈ پہ بٹھانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔

اسے بیڈ پہ بٹھانے کے بعد اس نے وہیل چیئر نزدیک کی اور اسے اس پہ بٹھا کر واشروم کی جانب لے گئی۔

اسے واشروم بھیج کر وہ تھکے تھکے قدموں سے چلتی واپس بیڈ کی طرف آئی اور وہیں بیڈ گئی۔

"تمہارا دیا گیا ٹارگٹ پورا کر چکی ہوں اب شاید مجھے میرے ناکردہ گناہ کے اس ازالے سے آزاد کر دیا جائے تو ایسے میں تمہاری ایسی جسارتیں میری راہ کھوٹی کر دیں گی۔" وہ جانتی تھی کہ اس شخص نے نکاح اپنی ماں کے لیے ہی اس سے کیا ہو گا تو اب جب اس کی ماں اس سے ملنے والی تھی اور وعدے کے مطابق اپنی ڈگری مکمل کر لے گا ایسے میں ان دونوں کا رشتہ جو ایک الزام سے شروع ہوا تھا اس کا تو وجود مٹ جائے گا۔

لیکن کیااس رشتے کے ختم ہونے کے بعد شازمین میر مجھے آزادی سے جینے دیں گی؟کیاوہ میرے باباپہ لگائے گئے پیسوں کے لیے مجھے ذلیل نہیں کریں گی؟"بہت سارے سوال ایک ساتھ اس کے ذہن پہ حملہ آور ہوئے تووہ اضطرابی کیفیت میں اٹھ کے ادھر سے اُدھر چکرانے لگی۔

آبگینے اور رہبان نے جیسے ہی ایک ساتھ گردیزی ہاوس میں قدم رکھاتوان پر پھولوں کی برسات ہونے لگی کیونکہ رہبان میسج پہ سائرہ بیگم کو بتاچکا تھا۔

"بہت بہت مبارک ہو بچے،اللہ پاک خیر سے وقت لائے اور ہمیں دیکھنا نصیب فرمائے۔"بی جان نے محبت سے آبگینے کا سر چومتے ہوئے دعائیں دی تووہ سرخ چہرے کے ساتھ کھل کے مسکراتی دل میں آمین کاورد کرنے لگی۔

مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ وہی رہبان ہے جس نے کچھ ماہ قبل گھر میں جنگ کا" طبل بجایا ہوا تھا کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔اب یہ وہی رہبان ہے جو چار ماہ بعد ہمیں باپ بننے کی نوید سنا رہا ہے۔" داود نے مسکراتے لہجے میں رہبان کو چھیڑا جس کے چمکتے چہرے سے اس کی خوشی چھلک رہی تھی۔

جبکہ داود کی شرارت پہ سبھی کھلکھلا دیے تھے۔

واقعی !تب تو یوں لگ رہا تھا جیسے لالہ سے گن پوائنٹ پہ شادی کے لیے" رضامندی مانگ رہے لیکن شادی کے بعد لالہ بیوی لے کر فرار ہو گئے۔" دریہ نے بھی داود کی شرارت میں حصہ ڈالا۔

میں ایسے ہی ان پریڈکٹیبل کام کرتا ہوں۔" بے شرمی سے کہتے ہوئے" اس نے آبگینے کو دیکھا لیکن اس کا چہرہ اس وقت نجانے کیوں گہری سنجیدگی کی لپیٹ میں تھا۔

بھابھی! بچے کا نام میں رکھوں گی۔" زمل نے اشتیاق سے کہا تو اس کا سنجیدہ" چہرہ ہلکا سا گلابی ہوا مگر آنکھوں کے تاثرات دیکھ کر وہ الجھا تھا۔

الٰہی خیر! مجرموں کے حلق سے ناکردہ گناہ تک اگلوا لیتا ہوں لیکن بیوی کا" خوشگوار موڈ برقرار رکھنے سے قاصر ہوں۔" وہ دل ہی دل میں کراہا۔

بی جان نے فوراً صدقے کے کالے بکرے منگوائے اور ان کا ہاتھ لگوا کر صدقہ دیا۔

کافی دیر ان لوگوں کے پاس بیٹھنے کے بعد جب سائرہ بیگم نے آبگینے کو کمرے میں بھیجا تو تھوڑی دیر بعد وہ بھی اس کے پیچھے گیا تھا۔

دروازہ آہستگی سے کھولتے ہوئے اس نے اندر قدم رکھا تو وہ بیڈ کے کنارے پیر لٹکا کے بیٹھی نظر آئی۔

"کیا بات ہے؟ طبیعت ٹھیک ہے نا؟" اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے اس نے نرمی سے استفسار کیا تو آبگینے نے اس کی آواز پہ سلگتی نظر اٹھا کے اُس کی جانب دیکھا۔

"مجھے ابھی تھانے جانا ہے لیکن اگر تم ایسی نظروں سے مجھے دیکھو گی تو واللہ میں لیٹ ہو جاوں گا۔" اس کی خود کی جانب اٹھتی نظر کو محسوس کرتا وہ بے باکی سے بولا تو وہ جی جان سے گڑبڑائی۔

میرے ساتھ بد تمیزی نہ کیا کریں۔"اپنے چہرے سے چھلکتی شرم کی" سرخی کو اس نے غصے کی دبیز تہہ تلے دبانا چاہا۔

میرا ارادہ تو مزید بد تمیزی دکھانے کا ہے، دیکھا نہیں آپ نے کہ ان" بد تمیزیوں کا کیسا انمول نتیجہ مل رہا ہے۔"شرارت سے کہتا وہ اس کی جانب جھکا تو آبگینے نے فوراً اس کے ہونٹوں پہ اپنی ہتھیلی جمائی۔

آپ نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کیا تھا؟"وہ جو اس کی ہتھیلی چوم رہا" تھا اس کے غیر متوقع سوال پہ چونکا۔

نہیں، کیوں؟"حیرت سے استفسار کرتے ہوئے اس نے اس کی کلائی پہ" لب رکھنے چاہے جب اس تجاہل عارفانہ پہ بگڑتی ہوئی آبگینے نے اپنی کلائی کھینچی۔

جھوٹ نہیں بولیں، آپ کے کزنز کہہ رہے ہیں کہ آپ نے شادی سے" انکار کیا تھا۔" وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کیا چیز بری لگی تھی لیکن اس وقت اسے اس پر بہت غصہ آرہا تھا۔

ہاں شادی سے انکار کیا تھا لیکن تم سے شادی پر نہیں۔" وہ اس کی اس بے" موقع گفتگو سے الجھتا نپے تلے جوابات دیتا اس گفتگو کے پسِ منظر کو جاننا چاہ رہا تھا۔

لیکن مطلب؟ آپ کی شادی کسی اور سے بھی ہو رہی تھی؟" اس کے" جواب پہ جلتی آبگینے کی آواز صدمے اور غصے کی شدت سے گویا پھٹنے والی ہو گئی۔

اوہ مائی گاڈ! کیا ہو گیا ہے مسز؟ میری صرف ایک عدد ہی شادی ہوئی ہے اور" بھی صرف تم سے۔" اس نے فوراً سے پہلے اس کی تصحیح کی۔

پھر آپ نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کرنے کی جرات کیسے کی؟ اور" ایسے انکار کے بعد یوں رو مینس جھاڑ رہے ہوتے جیسے میری محبت میں گوڈے گوڈے غرق ہو چکے ہیں۔" اس کے اندر کا غبار کھل کے باہر آیا تو اس کی بات سمجھتے رہبان کے ہونٹوں پر بڑی دلفریب سی مسکان پھیلی تھی۔

آبگینے ڈارلنگ! شادی سے انکار اس لیے کیا تھا کہ مجھے کسی فضول رسم کو" پروان نہیں چڑھانا تھا لیکن پھر میں نے سوچا کہ رسم کو پروان چڑھانے کی بجائے اگر پیر سائیں کی پوتی کو لے کر فرار ہونے پر عشق لڑا لیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔" اس کے دونوں ہاتھ زبردستی تھام کر اسے اپنے نزدیک کرتا وہ گھمبیر لہجے میں بولتا اس کی جانب جھکا تو وہ گڑبڑائی۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میرے عشق سے چڑتے ہوئے آپ اِس عشق کی" عادی ہو جائیں گی اور میرا انکار اس قدر ناگوار گزرے گا آپ پر۔"آنکھوں میں شرارت لیے وہ اس کی ناک پہ لب جماتا اسے سرتاپا حیا آمیز خجالت میں مبتلا کر گیا۔

ایسا کچھ نہیں ہے۔"حجاب آمیز انداز میں اس نے اس کی تردید کرنی چاہی" لیکن اس کے ہاتھوں تو جیسے قارون کا خزانہ لگ گیا تھا۔

فوراً سے ہنستے ہوئے اسے بے حد نزدیک کرتا اس کے رخسار پہ جھکا۔

ایسا بہت کچھ ہے اس لیے مسزاب میری بنائی گئی چائے کی پیالی کو منہ سے" لگا لیجیے گا تاکہ ہمارا بیٹا عاشق مزاج ہو۔"دلنوازی سے کہتا وہ اس کے چہرے پہ اپنے استحقاق کے پھول کھلاتا ہوا اس کے پاس سے اٹھا تو وہ اس کی قربت و

لمس سے دہکتا چہرہ لیے اس کی جسارتوں کو یاد کرتی سمٹ رہی تھی جو آفس کے لیے نکل چکا تھا۔

وہ اپنے تمتماتے چہرے کو تھپتھپاتی لیٹنے کے لیے سیدھی ہوئی ہی تھی کہ اس کے موبائل پہ آتی کال نے اسے ساکت کر دیا۔

کیسا لگ رہا ہوں میں باپ بن کر؟" اشتیاق سے پوچھتے ہوئے اس نے ایک " نظر اُن چاروں کو دیکھا۔

ابھی باپ بنے نہیں ہو۔" ذونین نے تنک کے اسے باور کروایا اس نے گویا" ناک پر سے مکھی اڑائی۔

اوکے کیسا لگ رہا ہوں میں باپ بننے کی خبر پا کر؟"فوراً ہی سوال میں ردو" بدل کیا گیا۔

سات سینگ لگ گئے ہیں تمہیں۔"نین نے سنجیدگی سے جواب دیا تو وہ" تپ اٹھا۔

بہت کمینے ہو تم سب۔ایک تو اس گڈ نیوز کی وجہ سے تم لوگ اکٹھے ہوئے" ہو اس پر میری بے عزتی کیے جا رہے ہو۔"اس نے انہیں شرم دلانی چاہی جب تپا ہوا بیٹھا ذونین بھڑک اٹھا۔

یہ اکٹھا کرنے کا کون سا طریقہ ہے؟کسی شریف انسان کو اس کے کمرے" سے ایسے کون اٹھا کے لاتا ہے؟"اسے رہ رہ کے ان لوگوں پر تاؤ آ رہا تھا۔

شریف انسان کو نہیں لایا جا سکتا لیکن تم چونکہ شریف نہیں ہو اس لیے" تمہیں لے آئے ہم۔" اس کے اشتعال کے برعکس ضرغام کا پر سکون انداز قابلِ دید تھا۔

میری ٹیچر سے پوچھو کتنا شریف ہوں میں۔" اس نے ناک چڑھاتے" ہوئے کہا تو سب نے سر جھٹک کے اس کی بات ہوا میں اڑائی۔

اور اس ٹیچر پہ کیا گزرے گی جب وہ اپنے شریف شوہر کو جو کہ معذور بھی" ہے، کمرے سے غیر حاضر پائے گی۔" نگاہ نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بظاہر بڑی ہمدردی سے استفسار کیا تھا لیکن زونین کا چہرہ دیکھ کے اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

ہاں تم لوگ ہنس لو، وہ پہلے ہی میری طرف سے بہت سے حملوں کی زد میں" رہتی ہیں ایسے میں مجھے غیر حاضر پا کر وہ نجانے کیا سمجھیں گی۔"اس نے بے چینی سے اپنے گھنیرے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

ڈونٹ وری، یہ وقت ان کا خالصتاً اپنی ساس کے نام ہوتا ہے۔اس وقت وہ" تمہیں اتنا سا بھی یاد نہیں کرتیں۔"رہبان نے ایک دفعہ پھر سے اس کا دل جلانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی تبھی اس نے بے دریغ ایک مکہ اس کے شانے پر رسید کیا۔

تم کب نکل رہے ہو کراچی کے لیے؟"رہبان کی خاطر مدارت کے بعد" اس نے نین سے پوچھا جو نگاہ کے نزدیک ہی صوفے پر براجمان تھا۔

ابھی یہاں سے سیدھا کراچی کے لیے ہی نکلوں گا۔" نین کے جواب پر اس" نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

اپنا خیال رکھنا اور ہمارے لیے یاماما کے لیے پریشان نہیں ہونا۔ جس طرح" اللہ تعالی نے پہلے ہماری مدد کی ہے، وہ اب بھی ہماری حفاظت و مدد کرے گا۔" وہ نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے مسکرا کے اسے دیکھا۔

تم گھر میں کب اپنی ڈائیورس کی بات کرو گے؟" رہبان نے مونگ پھلی" کے دانے منہ میں ڈالتے ہوئے ضر کی جانب رخ کیا۔

آج ہی کوشش کروں گا تاکہ نین کے کراچی سے آنے تک بظاہر نگاہ اپنی" عدت مکمل کر لے۔" اس کے سنجیدگی سے کہنے پر فضا ایک دم سے بوجھل ہو گئی۔

یہ ایسا موضوع تھا جس پر بات ہمیشہ انہیں شرمندگی واذیت کا شکار کر دیتی تھی۔

اس رشتے کی خوبصورتی و پاکیزگی کو اپنے مطلب کے لیے استعمال کرنے کا گلٹ انہیں جھکڑ لیتا تھا۔

"ہمم! میں نکلتا ہوں اب کیونکہ مجھے ان چالباز میر برادرز کے خفیہ ٹھکانوں پر ریڈ مارنی ہے۔" اپنے گھٹنوں پہ ہاتھ جماتا وہ اچانک در آئی خاموشی کو توڑتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"محترم ذوالنورین میر! کیا آپ میرے بازوؤں میں اٹھنا پسند کریں گے تاکہ جلد از جلد مس ابراہیم کے پاس پہنچ جائیں؟" اس کے پاس ٹھہرتا وہ ڈھٹائی اور بے شرمی کے ریکارڈ توڑتے ہوئے بولا تو ذونین نے فوراً کشن اس کے منہ پہ پھینکا۔

انتہائی کوئی بے شرم اور کمینہ انسان ہے تو۔"اس نے اس لمحے پر بے شمار" دفعہ خود کو ملامت کی جب اس نے رہبان کے سامنے زحلے کو 'مس ابراہیم' کہہ کے مخاطب کیا تھا۔

تب کا دن تھا اور آج کا دن تھا وہ اسے اس نام پر بہت چھیڑتا تھا۔

یار ایک بات تو بتاو؟"در یہ آج پھر سے گردیزی ہاوس میں ہی قیام پذیر ان" لوگوں کے ساتھ مووی دیکھ رہی تھی جب اچانک کچھ یاد آنے پر بول اٹھی۔

ہمم؟"نظریں سکرین پر ہی جمائے مشعل نے ہنکارہ بھرا۔"

کوئی بندہ اگر کسی ایسی جگہ بار بار جائے جہاں اس کا کوئی کام نہ ہو تو اس کا کیا" مطلب ہوا؟" اپنے اندر ہوتی کھد بد کو اس نے لفظوں کا روپ دینے کی کوشش کی۔

سیدھی سی بات ہے، بندہ کوئی بہت ہی ویلی سی قسم کا ہے۔" سکرین پہ ہی" نظریں جمائے مشعل نے پوری سنجیدگی سے جواب دیا تو وہ سخت بدمزہ ہوئی۔

اونہوں، یار دیکھو اگر کوئی بندہ یونی بار بار آئے حالانکہ کوئی کام بھی نہ ہو تو" پھر؟" اس کے اب کے سوال ذرا وضاحت سے پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔

پھر تو اس بندے کے ساتھ کوئی دماغی خلل ہو گا کیونکہ یونی کوئی بندہ کام" ہوتے ہوئے نہ جائے کجا کے بغیر کام کے جانے۔" بنا کسی دیری کے مشعل نے پٹخ سے جواب دیا تو دریہ کا دل چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے یا واقعی اس بات کو سچ تسلیم کر لے کہ اس شخص کے ساتھ کوئی دماغی خلل ہے۔

اوہ میری ماں، بندہ کسی جگہ بغیر مقصد کے نہیں جاتا۔ اگر کام نہ ہونے پہ" بھی آپ کہیں جاتے ہو تو مطلب یہ ہے کہ آپ وہاں کی کسی شے سے انسیت رکھتے ہو۔" اس کا منہ دیکھ کے زمل نے اب کے موو ی سے نظریں ہٹا کے اسے جواب دیا تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔

ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ اس بندے کو یونی کی کوئی لڑکی پسند ہو گی۔" ختمی نتیجہ" نکال کے وہ پر سکون ہوتی موو ی کی جانب متوجہ ہو گئی۔

جب رہبان گردیزی نے آفاق میر اور عبدالرحمن میر کے بنائے گئے خفیہ ٹھکانوں پر ریڈ ماری اس لمحے

ذوالقرنین میر سفیر سائیں کے نام سے بننے والی فیکٹری (جو کہ اس وقت بند پڑی تھی) کو آتشِ نذر کر چکا تھا۔

اور ذوالنورین میر صوفے پہ بیٹھا دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ اپنی ماں کا منتظر تھا جبکہ ضرغام ملک اور نگاہ واحدی گویا ایک کٹہرے میں کھڑے آنے والے وقت کے لیے خود کو تیار کر رہے تھے۔

میں نگاہ کو ڈائیورس کرنا چاہتا ہوں۔" اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے "

الفاظ اس پل وہاں موجود افراد کی سماعتوں پہ بم کی طرح پھٹے تھے۔

اور ایسا ہی بم 'ملک منزل' میں موجود اپنے پیپرز کی سماعتوں میں بھی پھٹا تھا جب عائلہ نے فوراً فون کال کر کے اسے اطلاع دی۔

شہری! ضرلالہ نگاہ کو ڈائیورس دے رہے ہیں۔"عائلہ کے بوکھلائے" ہوئے لہجے میں دی گئی اطلاع پر شہرے ملک کا پورا وجود ہِل کے رہ گیا۔

جاری ہے۔

قسط چھوٹی لگے گی مگر ایسی طبیعت کے ساتھ اتنا ہی لکھ سکی ہوں۔اور بیفکر رہیے کہانی ابھی ختم نہیں ہو رہی۔بہت کچھ باقی ہے۔
لیکن ایک بات یاد رکھیے گا میں کسی ریڈر کے کہنے پر کہانی کا تھیم چینج نہیں کرتی۔جب بھی آپ لوگوں نے ٹرائی اینگل کپل پہ بات کی میں نے سب کو یہی کہا کہ صبر کریں اور کہانی مکمل ہونے سے پہلے رائے قائم مت کریں۔اب شروع میں ہی بتا دیتی کہ بانڈ ٹوٹے گا یا کہانی اور ہے تو فائدہ کچھ نہیں۔اور سب سے بڑی بات یہ کہ ہر انسان میں خامیاں ہوتی ہیں اور

ہمارے ہیروز بھی انسان ہیں جو پرفیکٹ نہیں ہیں سب کے کردار میں کوئی نہ کوئی خامی ضرور نظر آئے گی اس لیے ختمی رائے قائم نہ کریں۔

باخدا اپنے ہونے کا احساس دلاتے رہیں اور میرے لیے دعا کریں تاکہ میں فریش ہو کر نیکسٹ قسط لکھ سکوں۔

#_Attention_to_all

#_New_ebook🎉🎉

#_dream_project

#_ہم_صورت_گر_کچھ_خوابوں_کے_

سردیوں کا مزہ دوبالا کرنے لیے جو ریڈرز رومینٹک، مسٹری اور فیملی گپ شپ سے بھرپور ایک طویل ناول پڑھنا چاہتے ہیں وہ جلدی سے متوجہ ہوں۔

کیونکہ ایک دفعہ پھر سے لا رہی ہوں جہان حیدر شاہ کی ٹکر کا ایک نیا کریکٹر ❤☺ وہ ریڈرز جو #_میری ہر کمی کو ہے تو لازمی کو ایک دفعہ پھر سے ایک نئے سٹائل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ اب کی بار پڑھیں گے

❤#_جہانداد_آفندی کے جنون اور عشق کی داستان

🎉🎉#_ebook_intro

♦Ebook name: Hum Soorat Ghar kuch Khawboon k

♦Pages:2000+

♦Original price: 600

♦Sale Price:500(For 1st 100 customers)

♦Genre:Bold Romantic

♦Elements: Politician hero, business women, Doctor's hero heroine, childhood nikah based, contractual marriage, lawyers, singer, sportman's love story based, family gupshup, unbeatable friendship based, cutest babies love, passionate love story based novel♥♥

♦Main leading characters: Jahandad Affandi, Arooshy Gardezi

Mukarram Mirza , Pareeshy Sultan

Muawiya Affandi, Zara Affanfi

Maaz Affandi, Zarmeny Sultan and

many more.....🙊😂😂

#_some_glimpse_from_this_block-

buster_novel🔥🔥

آپ کا دماغ خراب ہو چکا ہے کیا؟"مقابل کی بات سن کے ایک جھٹکے کے "
ساتھ اپنی آفس چیئر سے کھڑی ہوتی وہ ناگواری سے گویا ہوئی۔

میڈم!جب بات سر کی آتی ہے تب ہمارے دل و دماغ صرف سر کے حکم "
کے تابع ہوتے ہیں۔"مقابل کھڑے شخص نے مودب انداز میں سر جھکائے

جواب دیا تو اُس کے سر کی شبیہہ آنکھوں کے سامنے لہرانے پر اس نے جیسے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

"اپنے سر کے حکم کے تابع تم لوگ ہو گے میں نہیں اس لیے اپنے سر کا فضول سا پروپوزل اٹھا کے یہاں سے نکل جائیں۔" اب کے ساری مروت بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ تند ہی سے بولی۔

"آئم سوری میڈم لیکن آپ کو یہ سب اپنے جھوٹ کی عمارت کھڑی کرنے سے قبل سوچنا چاہیے تھا۔ اب بہتری اسی میں ہے کہ آپ دو ہفتے کے لیے سر کی مسز بن کے ان کے ساتھ جائیں۔" اب کے سر جھکا کے کھڑے شخص نے حکم کے مطابق دو ٹوک انداز میں اپنا مطالبہ واضح طور پہ اس کے سامنے رکھا تو وہ اس حملے پہ چکرا کے رہ گئی۔

جعلی بیوی!"اس کے لب نامحسوس انداز میں ہلے اور دماغ میں جیسے جھکڑ" سے چلنے لگے۔

ی۔۔یہ کمرہ۔۔۔" گرے اور بلیک رنگوں کے امتزاج سے سجے ماسٹر" بیڈروم اور اس میں لگا دیوار گیر پورٹریٹ دیکھ کے اس کے حواس جھٹکا کھا گئے۔

یہ کمرہ میرا انفیکٹ ہمارا کمرہ ہے۔"عقب سے آتی گھمبیر آواز اس کے" اعصاب اور سماعتوں پہ چابک کی طرح پڑی۔

اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو دن والے ہی حلیے میں ملبوس تھا لیکن اب فرق اتنا تھا کہ شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ ہو

چکی تھیں جن سے اس کے سیاہ بالوں سے بھرے مضبوط بازو جھلک رہے تھے۔

کیا بکواس ہے یہ؟" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بمشکل لہجے کو بے لچک بناتے" ہوئے بولی تو اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی ویسٹ کوٹ اتار پہ بیڈ پہ پھینکی تو بے حد بلنٹ ہونے کے باوجود وہ تھراہ سی گئی۔

ایک بیوی اپنے شوہر کے کمرے کے علاوہ کہیں اور کیسے رہ سکتی ہے؟!!!" الفاظ سادہ لیکن لہجہ بہت چبھتا ہوا اور تضحیک آمیز تھا۔

میں آپ کی بیوی۔۔۔۔۔" وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے" ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ج بہت مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس کے قدموں کو دیکھتی وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کے بہت پھرتی کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑتی دروازے کی جانب بھاگنے لگی جب چوکنے کھڑے جہان نے سرعت سے اس کی کلائی تھام کے واپس جھٹکا دیا تو واپس دیوار سے آ لگی۔

"اس نے اس کی گرفت سے کلائی آزاد کرواتے ہوئے بمشکل چھوڑو مجھے۔" خود کو رونے سے باز رکھا۔

"سب کے سامنے علی الاعلان میری بیوی ہونے کا دعویٰ کر چکی ہیں آپ، پھر یہ مزاحمت کیوں؟" گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکا تو صورتحال کی اس قدر گھمبیرتا پہ اس کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی جب کہ آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

"پلیز۔۔۔۔۔۔۔"

ہولے سے دروازہ ناک کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بڑے کمپوزڈ لہجے میں سلام کرتے ہوئے سامنے دیکھا لیکن میز کے پار پڑی کرسی پہ بیٹھا شخص نیچے جھکا شاید کچھ اٹھا رہا تھا۔

وہ بے تاثر نگاہوں سے اس جھکے شخص کے سیاہ بالوں سے ڈھکے سر اور اس کی نیلے رنگ کی پلین شرٹ میں ملبوس پشت پہ نگاہیں جمائے ہوئے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

وعلیکم السلام! آئم سوری، ٹیک یورس۔۔۔۔۔۔"چند ہی سیکنڈز میں وہ" شخص ہاتھ میں چند پیپرز لیے سیدھا ہوا اور ایک معذرت خواہانہ نگاہ اس پہ ڈالنی چاہی تو گویا اس کے سامنے ہفت واقلیم گھوم گئے۔

اس کے سامنے کھڑی لڑکی اگرچہ حجاب میں تھی لیکن اس کی چمکتی آنکھوں کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا اور انہی آنکھوں کی تلاش میں وہ در در گھومتا رہا تھا اور وہ ملی بھی تو اس انداز میں کہ اس کا وجود ہل کے رہ گیا تھا۔

اور دنیا تو اس کے سامنے کھڑی "ڈاکٹر پریشے سلطان" کی بھی ہِل گئی تھی۔

وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی اس نے۔

پھٹی پھٹی نگاہوں سے سکرین کو دیکھتی شہرے کے کانوں میں گویا دھماکے ہو رہے تھے۔

ضرلالہ نگاہ کوڈائیورس دے رہے ہیں۔" بار بار اس جملے کی تکرار اس کی سماعتوں میں ڈنک مار رہی تھی۔

بہت سارے جان گسل لمحوں کے بعد وہ خود کو حرکت دینے کی کوشش کرتی سیدھی ہوئی اور کپکپاتی ہوئی ٹانگوں کے ساتھ اپنے سپید پیروں میں سلیپرز ڈالنے لگی۔

ضرلالہ! نگاہ سے شادی کے لیے آغا جان سے جھگڑا کر رہے ہیں۔"اس کی" ڈبڈبائی آنکھوں نے اس کے کانپتے پیروں کو دیکھا تو سماعتوں میں ایک دفعہ پھر سے جیسے ڈنک مارا گیا تھا۔

نگاہ کی ضرسے رخصتی اور شہرے کا نکاح ایک ہی دن ہو گا۔" بمشکل اٹھنے" کی کوشش کرتی وہ وحشت ناک سی سرگوشیوں کی بازگشت سے جیسے پاگل ہو رہی تھی۔

میں ضرور تم سے ناراض ہوتی جو اگر وہ ضرغام اور تم شہرے نہ ہوتی۔""
دروازے کی جانب بڑھتے اس کے قدم بازگشت کرتی سرگوشیوں کے
باعث بار بار لڑکھڑا رہے تھے۔

دروازہ کھول کے باہر کی جانب بڑھتی شہرے کی آنکھوں میں فرنٹ سیٹ پہ
شہرے ملک اور بیک سیٹ پہ نگاہ واحدی کو بٹھاتے ضرغام ملک کی شبیہہ
لہرائی تو نفرت کی ایک زوردار لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔

جس لمحے کبھی جو میں نے آپ کی نظروں کے ارتکاز کے باعث آپ کے"
لیے نرم گوشہ محسوس کیا ہو، اس لمحے پہ لعنت ہو۔" گہرے تنفر اور اشتعال
سے کہتی وہ اب جیسے کسی ان دیکھی قوت کے باعث تیز تیز قدم اٹھاتی ملک
منزل کے صدر دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

اپنے سامنے پڑے تمام ریکارڈ کو حیرانگی سے تکتی شازمین میر کا چہرہ مارے ضبط کے سرخ ہونے لگا تھا۔

"وہ حیرانگی کے ہنڈولے میں ڈولتی ہوئی خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑائی تھی۔ آئی کانٹ بلیو، ایسا کیسے پاسیبل ہے؟ نا کوئی ریکارڈ نا فوٹیج؟" جبکہ ایسا ہی کچھ حال ان دونوں بھائیوں کا بھی تھا جو اس کے سامنے بیٹھے تھے۔

"نجانے آفاق! پتہ کرواو کہ آیا ذوالقرنین واقعی کچھ سال پہلے مر گیا تھا نا؟" اُس کے دماغ میں کیا سمائی کہ وہ اچانک آفاق میر سے مخاطب ہوئی تھی کو اُس کی بات سن کے چونک گئے۔

بھابھی !اُس کے زندہ ہوتے ہوئے ضرغام ملک اور نگاہ واحدی کا نکاح ممکن" نہیں تھا۔"اُس نے گویا باور کروانے کی کوشش کی کہ نگاہ کا کسی اور سے نکاح ہو جانا یہ ثابت کر رہا تھا کہ نین مر چکا ہے۔

پھر کون ہے ایسا جو ہمارے ناک تلے سے ہمارے خواب چرانے کی جرات" کر رہا ہے ؟" وہ بھڑک اٹھی تھی۔

جس پیسے کے لیے وہ انسانیت کے نچلے درجے سے بھی گر چکی تھی، اُس پیسہ کا کھو جانا اسے پاگل کیے دے رہا تھا۔

اپنی جذباتیت پہ قابو رکھو شازمین میر، ہمیں بہت چالاکی سے دیکھنا ہو گا کہ" کون ہے جو ہمارے درمیان رہ کے ہمیں ڈاج دے رہا ہے۔"عبدالرحمن میر نے اسے شانت رہنے کی تلقین کی کیونکہ جذباتیت کام بگاڑ سکتی تھی۔

وہ جوک۔۔۔۔۔۔۔"شوہر کی بات سن کے اُس نے بمشکل خود پہ ضبط"
پاتے کمپوزڈ لہجے میں کہنا شروع کیا تھا جب عبدالرحمن میر کا موبائل گنگنا
اٹھا۔

ہیل۔۔۔۔۔"اس نے بولنا چاہا ہی تھا کہ دوسری جانب سے ملنے والی خبر پہ"
اس کا رنگ سیاہ پڑا تھا۔

کمانڈ کون کر رہا ہے؟"چند لمحوں کے بعد اس نے ڈوبتی آواز کے ساتھ"
پوچھا تو جواباً سننے والے نام نے گویا سر تا پا سلگتی بھٹی کی نذر کر دیا ہو۔

کیا ہوا بھائی صاحب؟"اس کی سیاہ پڑتی رنگت دیکھ کر آفاق میر نے استفسار"
کیا تو وہ چونکا اور پھر لمحہ بہ لمحہ اس کے چہرے پہ غیض و غضب چھانے لگا۔

"اُس کمینے ایس پی نے ہمارے ٹھکانوں پر ریڈ مار دی ہے اور ہمارا کروڑوں کا مال ضبط کر گیا ہے وہ۔" غصے اور صدمے کی شدت سے اس کی آواز جیسے پھٹ رہی تھی جبکہ اس کی دی گئی خبر پہ وہ دونوں بھی جیسے ہِل سے گئے تھے۔

"یہ ہو کیا رہا ہے؟ ہمارے اکاونٹس کا خالی ہو جانا، سفیر سائیں کی فیکٹری کا جل جانا اور اب ہمارے ٹھکانوں پر اچانک ریڈ۔ یہ سب اتفاق نہیں ہے، ہم یقیناً کسی سازش کا شکار ہو رہے ہیں۔" کڑیوں سے کڑیاں ملاتی شازمین میر بلند آواز میں دھاڑی تو آفاق میر نے سنجیدگی سے اُس کا چہرہ دیکھا۔

"اس میرے خیال سے ایک دفعہ پھر بخت خان کو بلانے کا وقت آ چکا ہے۔" کی سرد آواز پہ دونوں چونکے اور پھر تائید اً سر ہلایا۔

ٹھیک کہہ رہے ہو تم لیکن اس سے قبل سفیر سائیں کے آدمیوں سے کہو کہ " اُس ایس پی کو جلدی سے ٹھکانے لگواو۔" شازمین میر نے نفرت انگیز لہجے میں کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا گیا۔

جبکہ آفس کی گرے دیواریں پر تاسف انداز میں انہیں تکتی رہ گئیں۔

پر جوش اور کسی خوفزدہ دل کے ساتھ وہ چپ چپ سی کلثوم میر کا ہاتھ پکڑے انہیں ذوالنورین کے کمرے کی طرف لے کے جا رہی تھی۔

آج گھر کے سبھی افراد شازمین میر کے بھانجے کی منگنی پہ گئے تھے ایسے میں اِسے موقع مل گیا تھا کلثوم میر کو اُس سے ملانے کا۔

آپ خوش ہیں، اپنے بیٹے سے ملنے کے لیے؟" اُس نے ان کے خاموش" چہرے کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو وہ چونکیں۔

ہاں، وہ چوڑیاں لے کے آیا ہے؟" انہوں نے چونکتے ہوئے جواباً سوال کیا" تو اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

چوڑیاں کس کے لیے منگوانی ہے؟" وہ چھوٹے چھوٹے سوال کر رہی تھی" تاکہ وہ ذوالنورین کو دیکھ کر ہائپر نہ ہوں۔

وہ۔۔ وہ اُس کے لیے۔" وہ جیسے کچھ یاد کرنے میں ناکام ہوئی تھیں۔"

اچھا، آپ کو نین زیادہ یاد آتا ہے؟" اس نے اگلا سوال کیا اور آخری سیڑھی" پہ قدم رکھا۔

نہیں, نین بھی آتا ہے یاد۔ وہ اُسے سب ڈانٹ رہے تھے نا۔" انہوں نے" جیسے اسے شکایت سی لگائی تھی جبکہ وہ اُن کے جواب پہ الجھ سی گئی۔

یہ 'نین بھی' سے کیا مطلب ہوا بھلا؟" اس کے ذہن میں بے ساختہ سوال" ابھرا تھا لیکن تب تک وہ راہداری کے آخری سرے تک پہنچ گئے تھے۔ آخری سرے پہ بنے اُس کمرے کے بند دروازے کے سامنے پل بھر کے لیے ٹھہرتی وہ بالآخر آر یا پار سوچتی دروازہ کھول گئی۔

دروازہ کھول کے اماں (کلثوم میر سے انسیت ہونے کے بعد وہ انہیں اماں کہنے لگی کہ وہ اپنی ماں کو بھی یہی کہا کرتی تھی) کا ہاتھ تھامے وہ اندر داخل ہوئی تو نظر اُس پہ گئی جو حسبِ معمول صوفے پہ بیٹھا شال میں چھپی ٹانگوں پہ نظر جمائے بیٹھا تھا۔

آئیں اماں، اس سے ملیں، یہ آپ کا بیٹا ہے۔" مسکراتے ہوئے لہجے میں "
ذوالنورین کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ بولی تو کلثوم میر توجہ سے اس
جانب دیکھنے لگیں۔

جبکہ ذوالنورین میر کی آنکھیں اس پل اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں
سرخ ہو رہی تھیں اور چہرہ بھی تپنے لگا۔

یہ میرا بیٹا ہے؟" انہوں نے زحلے کی جانب دیکھتے جس انداز میں استفسار "
کیا، ذوالنورین کا دل چاہا وہ پھوٹ پھوٹ کے رو دے اور اُن لوگوں کا حشر کر
دے جن لوگوں کی وجہ سے آج وہ لوگ اس حال میں تھے۔

جی اماں، یہ آپ کا نین ہے نا۔" اس نے اپنے لفظوں پہ زور دیتے ہوئے کہا"
تو ان کے خوبصورت چہرے پہ الجھن سی پھیلی۔

مما!"اس نے بھیگے لہجے میں ماں کو پکارا تھا۔بس نہ چل رہا تھا کہ کسی طرح" اٹھ کے اُن سے لپٹ جائے لیکن۔۔۔۔۔۔

مما!"اس نے پھر سے انہیں پکارا تو اس کی بھیگی آواز اور نم پلکیں اسے" نجانے کیوں رنج میں مبتلا کر گئیں، تبھی وہ اُن کا ہاتھ تھام کے اس کے نزدیک لے گئیں۔ان کے پاس بیٹھتے ہی ذوالنورین میر نے لپک کے انہیں اپنے مضبوط بازووں میں سمیٹتے ہوئے اپنے سینے سے لگایا اور پھر نجانے کس کس دکھ کو یاد کرتا وہ شدتوں سے رو دیا۔

اسے اس بات سے غرض نہ تھی کہ دنیا کہتی ہے مرد روتے نہیں ہیں جبکہ اِس پل اس کا دل اپنی ماں کی آنکھوں میں اپنے لیے اجنبیت دیکھ کے اتنا زور سے رونے کو چاہ رہا تھا کہ اس لمحے کی اذیت دھل جائے۔

بس کرو پلیز، اماں پریشان ہوں گی۔"اسے اس طرح دیکھ کر ان کے" نزدیک کھڑی زحلے کے چہرے پہ بھی آنسو بے آواز بہنے لگے تھے لیکن پھر کلثوم میر کا خیال کر کے اس نے روتے ہوئے ذوالنورین کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو وہ ہوش میں آیا۔

آپ ٹھیک ہیں نا؟"خود کو سنبھالتے ہوئے وہ تھوڑا پیچھے ہوتے ان کا چہرہ" اپنے ہاتھوں کے پیالوں میں لیتا محبت و فکر مندی سے گویا ہوا تھا۔

چوڑیاں لائے ہو؟"اس کے سوال کو نظر انداز کر کے انہوں نے سوال" کیا۔

اُن کا ذہن بس دو پوائنٹس پہ سٹ ہو چکا تھا کہ جس دن اُن کے ساتھ یہ حادثہ پیش آیا تب انہوں نے نین کو نگاہ کے لیے چوڑیاں لانے کو کہا تھا کہ

اُس کے سوٹ کے ساتھ دینے جانا ہے اور سب کے الزامات کی زد میں کھڑا ذوالنورین میر۔

"ان کے چوڑیاں نین لے کے آئے گا، میں آپ کے لیے بھولا یا ہوں نا۔" ہاتھ چومتے ہوئے وہ نسبتاً ہلکے پھلکے انداز میں گویا ہوا تو اس کے نزدیک کھڑی زحلے کو جیسے جھٹکا لگا تھا۔

"اس کے ذہن میں بے ساختہ سوال یاوحشت! یہ نین کون اور کتنے ہیں؟" ابھرا تھا۔

"اس کی بات پہ انہوں نے اشتیاق سے زحلے کی جانب اشارہ یہ بھو ہے؟" کیا تو ان کے سامنے ببانگِ دہل اس بات کا اعتراف کرنے والی زحلے ذوالنورین کے سامنے اس سوال پہ جز بز سی ہو گئی۔

جی، یہ 'بہو' ہے آپ کی۔" ایک گہری نگاہ اس کے فیروزی سمپل سے"
فراک اور پاجامے کے ساتھ ہم رنگ دوپٹے میں ملبوس زحلے پہ ڈالتے ہوئے
اس نے 'بہو' پہ زور دیا تو وہ نامحسوس انداز میں اپنا دوپٹہ ہاتھوں میں بھینچ گئی۔

یہ بہت پیاری ہے۔" اگلے ہی لمحے زوالنورین کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑوا"
کے انہوں نے اس کے ہاتھ کو تھام کر کلائی میں پہنی کانچ کی چوڑیوں کو چھوا
تو اس کا خوبصورت چہرہ گلابی پڑنے لگا۔

جی بہت۔" مختصر مگر گہرے لہجے میں دیا گیا جواب اس پہ مستزاد بہت سے"
رنگ لیے آنکھوں کی لپک اس کے گلابی چہرے کو مزید رنگوں سے بھرنے
لگی تو اس نے جلدی سے ان کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا۔

اماں! آپ اپنے بیٹے سے باتیں کریں، میں آپ کے لیے کچھ کھانے کو لاتی" ہوں۔"اُس نے وہاں سے کھسکنا چاہا لیکن انہوں نے بجائے ہاتھ چھوڑنے کے اسے نزدیک کھینچا تو وہ چار و ناچار صوفے کے سامنے پڑے میز پہ بالکل ان کے مقابل بیٹھ گئی۔

آپ میرے ساتھ رہیں گی نا اب؟"ذونین نے ماں کا دھیان اپنی جانب" مبذول کروانا چاہا کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ زحلے پزل ہو رہی ہے۔

آ۔۔۔ نہیں۔۔ نہیں، وہ پھر پیر باندھ دیتی ہے۔"وہ ایک دم سے خوفزدہ" ہوتی اس کے سینے میں چھپنے لگیں تو اس کی آنکھیں مارے اشتعال کے دہکنے لگیں۔

وہ ایسا کچھ نہیں کرے گی، آپ پلیز اب یہاں میرے ساتھ والے کمرے میں رہیں نا۔ آپ کا بیٹا ہوں تو اتنی بات نہیں مانیں گی؟" وہ انہیں ان کے ہی انداز میں ڈیل کرنے لگا تھا۔

اتنے سالوں سے وہ ماں کی آنکھوں میں اجنبیت دیکھ رہا تھا آج زحلے کی کوششوں سے یہ اجنبیت کم تھی اس لیے اس نے اپنی کوشش دہرائی تھی۔

وہ مارے گی تو نہیں؟" انہوں نے ڈرتے ڈرتے پھر سے پوچھا۔"

کوئی بھی آپ کو نہیں مارے گا۔ میں آپ کے پاس ہوا کروں گی اور پھر" آپ یہاں ہمارے پاس رہیں گی تو نین بھی جلدی سے چوڑیاں لے کر آ جائے گا۔" اب کے زحلے نے ان کی حالت دیکھ کر نرم لہجے میں کہنا شروع کیا تو ان کے تاثرات نارمل ہوئے۔

تم میرے پاس رہو گی؟" انہوں نے اس کی چوڑیوں کو چھوتے ہوئے"
سوال کیا تو اس نے فوراً سر اثبات میں ہلایا اور اس کا اثبات میں ہلتا ہوا سر دیکھ
کر اُس کا بے لگام سٹوڈینٹ اسے گھور کے رہ گیا۔
پھر شازمین میر کے آنے سے پہلے پہلے زحلے نے ذوالنورین کے کہنے پر اپنے
روم کے ساتھ والا کمرہ کلثوم میر کے لیے تیار کروا کے انہیں وہاں لٹا دیا۔

تھینک یو۔" ساری تگ و دو کے بعد ابھرتی رات کے وقت جب وہ کمرے"
میں آئی تو گھمبیر لہجے میں کہے گئے ان الفاظ پہ چونک گئی تھی۔
وہ کم از کم اس سے اِن الفاظ کی توقع نہ رکھتی تھی تبھی اسے عجیب سا لگا۔

یہ تمہارے لیے نہیں تھا نہ تمہاری کسی ڈیل کے لیے تھا۔ یہ فقط ایک ماں"
اور اس کے بیٹوں کے لیے تھا۔ میں جانتی ہوں والدین اولاد کے لیے کتنی
اہمیت رکھتے ہیں اور جس سچویشن میں اماں ہیں وہ سچویشن اولاد کے لیے کس

قدر تکلیف دہ ہوتی ہے میں سمجھ سکتی ہوں۔ میں نے بس اس تکلیف کے احساس کو کم کرنے کی کوشش کی ہے۔" نرم و سنجیدہ لہجے میں بولتے بولتے نجانے کیوں اس کا لہجہ رندھنے لگا۔

اسے بہت شدتوں سے اپنی مری ہوئی ماں اور بیمار باپ کا خیال آیا تھا جس کے باعث آنسو بے لگام ہونے لگے تھے۔

ذوالنورین جو ماں سے مل کے بھی خود کو ادھورا محسوس کر رہا تھا کہ آج ماں نے میرا بیٹا کہہ کر ماتھا نہیں چوما تھا۔ وہ زحلے کو روتے دیکھ کر سیدھا ہوا۔

"یوں روئیں گی تو مرنے والوں کو تکلیف ہو گی اور جو زندہ ہیں ان کے دلوں کو بھی اذیت ہو گی۔" وہ بظاہر اس کے والدین کا حوالہ دیتا اسے یہ نہ کہہ سکا کہ اسے اس کے آنسو تکلیف دے رہے ہیں۔

مگر اس کی بات سن کر وہ آنسو پونچھتی ہوئی اپنا کمبل اٹھانے لگی کہ اسے آج رات اپنی 'ساس' کے پاس سونا تھا۔

ملک ہاوس کا صدر دروازہ زور سے کھولتی وہ ہال میں داخل ہوئی تو خلافِ معمول وہاں آج سناٹے کا راج تھا اور یہ شاید ضرکے کیے گئے دھماکے کے باعث تھا۔اس کے اندر امڈتا اشتعال مزید گہرا ہونے لگا تو وہ بنا رکے تیز تیز قدموں سے چلتی سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی۔

تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ اُس کمرے کے سامنے آن رکی جہاں اس نے بچپن کے خوشگوار پل گزارے تھے مگر اس وقت یہی کمرہ اسے انتہائی برا لگ رہا تھا اسی لیے بنا کوئی لحاظ و مروت رکھے اس نے ایک دھاڑ سے دروازہ چوپٹ کھولتے ہوئے اندر قدم رکھا۔

ضرغام جو کچھ دیر قبل ہی نیچے والوں کے ساتھ گویا ایک محاذ پہ لڑ کے اپنے کمرے میں آ کے صوفے پہ ڈھیر ہوا تھا۔ وہ اس اچانک افتاد پہ آنکھیں کھول کے ناگواری سے دروازے کی جانب دیکھنے لگا مگر کھلے دروازے کے بالکل وسط میں بگڑے تیوروں کے ساتھ کھڑی شہرے کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چھائی ناگواری پل میں اڑنچھو ہوئی تھی۔

اسے دیکھ کر وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا اس کی جانب بڑھنے لگا۔

کبھی مجھے لگتا تھا کہ 'ملک ہاوس' میں سب سے کیئر نگ اور لونگ ضرغام" چاچو ہیں لیکن آج مجھے احساس ہوا کہ 'ملک ہاوس' میں سب سے زیادہ 'بے غیرت اور گھٹیا ترین 'انسان ضرغام ملک ہے۔" نفرت انگیز لہجے میں لفظ چبا چبا کر بولتی وہ گویا لفظوں کا بیلچہ اس کے منہ پہ مار گئی جس کی ضرب سے اُس کا خوبرو چہرہ پل میں سیاہ پڑا تھا۔

آپ اتنے گھٹیا انسان ہوں گے میں نے کبھی سوچا نہیں تھا۔آپ کو شرم" نہیں آتی ایک لڑکی کی زندگی تباہ کرتے ہوئے؟پہلے تماشہ بنا کر اُن سے شادی کی پھر اُن سے دل بھرا تو ایک منصوبے کے تحت خود سے کم عمر لڑکی سے شادی رچالی اور اب انہیں ڈائیورس کر رہے ہیں آپ۔" وہ بلند آواز میں دھاڑی تو ضر کے کمرے سے ملحقہ کمرہ میں مکین نگاہ اس کی بلند آواز سن کے دوڑی دوڑی وہاں آئی تھی مگر چوکھٹ پہ کھڑی شہرے کو دیکھ کر وہ وہیں تھم گئی تھی۔

اپنے لفظوں کے چناو پہ غور کریں شہرے۔"اس کے لفظوں کے طمانچوں" سے سرخ ہوتا چہرہ لیے ضرغام نے شدتِ ضبط سے سرد لہجے میں فقط اتنا ہی کہا تو وہ مزید سلگی۔

آپ اپنی انسانیت سوز حرکتوں پر غور کریں مسٹر ضرغام ملک،اگر آپ یہ" سمجھ رہے ہیں کہ ایسی اوچھی اور گھٹیا حرکت کرنے کے بعد آپ میرے ساتھ ہنسی خوشی زندگی بسر کرلیں گے تو اس خوش فہمی سے نکل آئیں کیونکہ میں آپ جیسے خود غرض اور خود پرست شخص پہ تھوکنا بھی گوارا نہیں کرتی۔" نفرت اور لحاظ کی ہر حد کو پار کرتی وہ متنفر لہجے میں بولتی گویا اس کی سماعتوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل گئی جبکہ لفظوں کی کاٹ اس قدر گہری تھی کہ اسے وہ خود کو برچھیوں سے کٹتا ہوا محسوس کرتا بلند آواز میں دھاڑا تھا۔

شہرے!" دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے ہوئے وہ سرخ ہوتی" آنکھوں سے اسے گھورتا دو قدم آگے بڑھا تو شہرے کو یکلخت اس سے خوف محسوس ہوا۔

جائیں یہاں سے فوراً۔" وہ ایک بار پھر سے گرجا تھا۔اس کے گردن اور کنپٹی کھِنچی ہوئی رگیں اس کے اشتعال کا واضح اعلان کر رہی تھیں۔

"آپ یوں مجھے ہراس نہیں کر سکتے۔میں تب تک یہاں سے نہیں جاوں گی جب تک آپ نگاہ کو ڈائیورس دینے سے انکار نہہ۔۔۔۔۔۔۔۔" اس کی آنکھوں سے نکلتے شرارے، بھنچی ہوئی مٹھیاں، بلند آواز، گہری سانسیں، سرخ چہرہ اسے شدید خوفزدہ کر گئے تھے لیکن وہ اس سمے کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔

تبھی خود کو ہمت دلاتی سپاٹ لہجے میں بول رہی تھی جب عقب سے آتی نسوانی آواز پہ اس کے لفظوں کو بریک لگی تھی۔

وہ نہیں بلکہ میں ڈائیورس لے رہی ہوں اُس سے۔مجھے کچھ کہنا چاہتی ہو"
تم؟"بنا مڑے ہی وہ محسوس کر سکتی تھی کہ نگاہ کے لہجے میں اُس کے لیے
اس وقت کتنی ناگواری اور غصہ تھا۔

مگر اُسے اس ناگواری اور غصے نے حیران نہیں کیا تھا بلکہ اسے حیران کر دینے
والے نگاہ کے الفاظ تھے۔

اس پہ مستزاد ضر کا سرد مہری سے نگاہ کو وہاں سے ہٹنے کا کہنا۔

نگاہ! جاو تم یہاں سے۔"اس کے انداز پہ مزید متعجب ہوتی وہ ایک جھٹکے"
سے پلٹی تو نظر سیدھی اپنے سامنے کھڑی نگاہ سے ٹکرائی جو ناگواری سے اسے
ہی دیکھ رہی تھی۔

"آپ۔۔۔۔۔"

میر برادرز' کے خفیہ ٹھکانوں پر کامیاب ریڈ مارنے کے بعد وہ خوشی سے' سرشار ہوتا اپنے آفس میں بیٹھا نین کی کال کا منتظر تھا۔

جو کراچی پہنچ چکا تھا اور اب اسے اس شخص تک پہنچنا تھا جو انہیں' ولید میر' کے متعلق انفارمیشن دے سکتا تھا۔

اس لیے وہ ہاتھ میں موبائل تھامے نین کی کال کا ہی ویٹ کر رہا تھا جب اس کے کال پہ ان ناون نمبر سے میسجز ریسیو ہوئے تھے۔

چونکہ وہ اس وقت فارغ تھا اس لیے فوراً میسجز اوپن کیے تھے لیکن میسجز پہ نظر پڑتے ہی اس کا وجود گویا پتھر کا ہو گیا۔

دشمنوں پہ حملہ کرتے ہوئے اتنا بھی مصروف نہیں ہونا چاہیے کہ گھر سے" نکل جانے والی بیوی اور بہن کے متعلق خبر نہ ہو سکے۔" یہ الفاظ نہیں بلکہ رہبان گردیزی کے لیے بم تھا جو اس کے پورے وجود کے پرخچے اڑا گیا تھا۔

ایک ہماری امانت تھی جو ہم لے کے جا رہے ہیں اور دوسری ہمارا بدلہ ہے"
جسے چکانے کے بعد واپس لٹا دیں گے۔"آبگینے اور دریہ کی تصاویروں کے
نیچے لکھے گئے ان الفاظ کو پڑھ کے وہ سر تا پا زلزلوں کی زد میں محسوس کرتا
ششدر رہ گیا۔

جاری ہے۔

ZNZ Zubi Novels Zone

آپ سب کی دعاوں کا بے حد شکریہ ☺ طبیعت ابھی سنبھلی نہیں ہے مگر
کچھ لوگ ڈائریکٹ آکر قسط کا پوچھنے لگتے ہیں کچھ طبیعت کے بہانے قسط کا
پوچھتے ہیں جس سے مجھے شرمندگی ہونے لگی اس لیے تھوڑی تھوڑی کر کے
یہ قسط مکمل کر ہی لی ہے ☺☺ قسط پڑھ کے اچھا سا رسپانس دیں۔

میں وعدہ نہیں کرتی لیکن طبیعت بہتر ہوئی تو کل قسط دوں گی ورنہ پیشگی معذرت۔

#_Attention_to_all

#_New_ebook

#_dream_project

#_ہم_صورت_گر_کچھ_خوابوں_کے

سردیوں کا مزہ دوبالا کرنے لیے جو ریڈرز رومینٹک، مسٹری اور فیملی گپ شپ سے بھرپور ایک طویل ناول پڑھنا چاہتے ہیں وہ جلدی سے متوجہ ہوں۔

کیونکہ ایک دفعہ پھر سے لا رہی ہوں جہان حیدر شاہ کی ٹکر کا ایک نیا کریکٹر ❤☺ وہ ریڈرز جو #_میری ہر کمی کو ہے تو لازمی کو ایک دفعہ پھر سے ایک نئے سٹائل سے پڑھنا چاہتے ہیں وہ اب کی بار پڑھیں گے

❤#_جہانداد_آفندی کے جنون اور عشق کی داستان

#_ebook_intro🎉🎉

♦Ebook name: Hum Soorat Ghar kuch Khawboon k

♦Pages:2000+

♦Original price: 600

♦Sale Price:500(For 1st 100 customers)

♦Genre:Bold Romantic

♦Elements: Politician hero, business women, Doctor's hero heroine, childhood nikah based, contractual marriage, lawyers, singer, sportman's love story based, family gupshup, unbeatable friendship based, cutest babies love, passionate love story based novel♥♥

♦Main leading characters: Jahandad Affandi, Arooshy Gardezi

Mukarram Mirza , Pareeshy Sultan

Muawiya Affandi, Zara Affanfi

Maaz Affandi, Zarmeny Sultan and

many more.....🙈😜😜

#_some_glimpse_from_this_block-buster_novel🔥🔥

آپ کا دماغ خراب ہو چکا ہے کیا؟" مقابل کی بات سن کے ایک جھٹکے کے " ساتھ اپنی آفس چیئر سے کھڑی ہوتی وہ ناگواری سے گویا ہوئی۔

میڈم! جب بات سر کی آتی ہے تب ہمارے دل و دماغ صرف سر کے حکم " کے تابع ہوتے ہیں۔" مقابل کھڑے شخص نے مودب انداز میں سر جھکائے جواب دیا تو اُس کے سر کی شبیہہ آنکھوں کے سامنے لہرانے پر اس نے جیسے ناگواری سے سر جھٹکا تھا۔

اپنے سر کے حکم کے تابع تم لوگ ہو گے میں نہیں اس لیے اپنے سر کا" فضول سا پروپوزل اٹھا کے یہاں سے نکل جائیں۔"اب کے ساری مروت بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ تند ہی سے بولی۔

آئم سوری میڈم لیکن آپ کو یہ سب اپنے جھوٹ کی عمارت کھڑی کرنے" سے قبل سوچنا چاہیے تھا۔اب بہتری اسی میں ہے کہ آپ دو ہفتے کے لیے سر کی مسز بن کے ان کے ساتھ جائیں۔"اب کے سر جھکا کے کھڑے شخص نے حکم کے مطابق دو ٹوک انداز میں اپنا مطالبہ واضح طور پہ اس کے سامنے رکھا تو وہ اس حملے پہ چکرا کے رہ گئی۔

جعلی بیوی!"اس کے لب نا محسوس انداز میں ہلے اور دماغ میں جیسے جھکڑ" سے چلنے لگے۔

ی۔۔یہ کمرہ۔۔۔" گرے اور بلیک رنگوں کے امتزاج سے سجے ماسٹر "
بیڈروم اور اس میں لگا دیوار گیر پورٹریٹ دیکھ کے اس کے حواس جھٹکا کھا
گئے۔

یہ کمرہ میرا انفیکٹ ہمارا کمرہ ہے۔" عقب سے آتی گھمبیر آواز اس کے "
اعصاب اور سماعتوں پہ چابک کی طرح پڑی۔
اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا جو دن والے ہی حلیے
میں ملبوس تھا لیکن اب فرق اتنا تھا کہ شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک فولڈ ہو
چکی تھیں جن سے اس کے سیاہ بالوں سے بھرے مضبوط بازو جھلک رہے
تھے۔

کیا بکواس ہے یہ ؟" وہ خود کو سنبھالتی ہوئی بمشکل لہجے کو بے لچک بناتے " ہوئے بولی تو اس نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے اپنی ویسٹ کوٹ اتار پہ بیڈ پہ پھینکی تو بے حد بلنٹ ہونے کے باوجود وہ تھراہ سی گئی۔

ایک بیوی اپنے شوہر کے کمرے کے علاوہ کہیں اور کیسے رہ سکتی ہے ؟""" الفاظ سادہ لیکن لہجہ بہت چبھتا ہوا اور تضحیک آمیز تھا۔

میں آپ کی بیوی۔۔۔۔۔" وہ دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچتے " ہوئے اس کی طرف دیکھ رہی تھی ج بہت مضبوط قدم اٹھاتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس کے قدموں کو دیکھتی وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ کے بہت پھرتی کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑتی دروازے کی جانب بھاگنے لگی جب چوکنے کھڑے

جہان نے سرعت سے اس کی کلائی تھام کے واپس جھٹکا دیا تو واپس دیوار سے آ لگی۔

چھوڑو مجھے۔"اس نے اس کی گرفت سے کلائی آزاد کرواتے ہوئے بمشکل" خود کو رونے سے باز رکھا۔

سب کے سامنے علی الاعلان میری بیوی ہونے کا دعویٰ کر چکی ہیں آپ،" پھر یہ مزاحمت کیوں؟"گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے چہرے پہ جھکا تو صورتحال کی اس قدر گھمبیرتا پہ اس کی ٹانگوں سے جان نکلنے لگی جب کہ آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ نکلے۔

"پلیز۔۔۔۔۔۔۔"

ہولے سے دروازہ ناک کرتی وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بڑے کمپوزڈ لہجے میں سلام کرتے ہوئے سامنے دیکھا لیکن میز کے پار پڑی کرسی پہ بیٹھا شخص نیچے جھکا شاید کچھ اٹھا رہا تھا۔

وہ بے تاثر نگاہوں سے اس جھکے شخص کے سیاہ بالوں سے ڈھکے سر اور اس کی نیلے رنگ کی پلین شرٹ میں ملبوس پشت پہ نگاہیں جمائے ہوئے اس کے جواب کی منتظر تھی۔

وعلیکم السلام! آئم سوری، ٹیک یورس۔۔۔۔۔۔"چند ہی سیکنڈز میں وہ" شخص ہاتھ میں چند پیپرز لیے سیدھا ہوا اور ایک معذرت خواہانہ نگاہ اس پہ ڈالنی چاہی تو گویا اس کے سامنے ہفت واقلیم گھوم گئے۔

اس کے سامنے کھڑی لڑکی اگرچہ حجاب میں تھی لیکن اس کی چمکتی آنکھوں کو وہ ہزاروں میں پہچان سکتا تھا اور انہی آنکھوں کی تلاش میں وہ در در گھومتا رہا تھا اور وہ ملی بھی تو اس انداز میں کہ اس کا وجود ہل کے رہ گیا تھا۔

اور دنیا تو اس کے سامنے کھڑی "ڈاکٹر پریشے سلطان" کی بھی ہِل گئی تھی۔
وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی جسے کبھی نہ دیکھنے کی قسم کھائی تھی اس نے۔

موبائل مٹھی میں دبوچتا وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے باہر کی جانب بڑھنے لگا۔

سفیر سائیں کو لے پیر سیداں پہنچو۔" موبائل کان سے لگائے اس نے "
مختصراً مگر سرد مہری سے حکم جاری کیا اور خود اپنی گاڑی کی جانب بڑھ گیا۔

نگاہ! تم جاو یہاں سے۔"ضرغام نے ایک دفعہ پھر سے نگاہ کو سرد مہری" سے جانے کو کہا تو شہرے بے ساختہ بول اٹھی۔

آپ ڈائیورس لینا چاہتی ہیں؟"اس کی بے یقین نگاہیں نگاہ کے سپاٹ" چہرے کو تک رہی تھیں۔

جی۔"ایک نظر ضر پہ ڈال کر وہ شہرے کی جانب متوجہ ہوئی جو اس کے" جواب پہ شاکڈ رہ گئی۔

نگاہ کین یو لیو پلیز؟"شہرے کے چہرے پہ چھائی کیفیت کو دیکھتے ہوئے" ضر نے شدتِ ضبط سے بھاری ہوتی آواز میں نگاہ کو مخاطب کیا تو وہ ضر کا اشارہ سمجھتی سر ہلا کے وہاں سے چل دی۔

یہ چل کیا رہا ہے؟ کوئی ساڈرامہ رچا رہے ہیں آپ دونوں؟" نگاہ کے یوں" بات بیچ راستے ادھوری چھوڑ کے چلے جانے پر وہ بہت بری طرح سے چیخی تھی۔

آپ ریلیکس رہیں، کوئی ڈرامہ نہیں رچا رہا کوئی بھی۔ آپ پر سکون ہو کے" اپنے ایگزامز کی تیاری کریں۔" بمشکل اندر اٹھتے ابال کو دبائے وہ کمپوزڈ لہجے میں گویا ہوا لیکن مقابل تو کوئی بات سننے پہ ہی آمادہ نہ تھی۔

کیا مطلب ہے آپ کا؟ میں پر سکون رہوں میں؟" وہ دو قدم آگے بڑھی" اور اپنے آپے سے باہر ہوتی وہ ایک دم سے اس کی شرٹ کو دونوں مٹھیوں میں زور سے جنجھوڑتی روتے ہوئے بولی۔

کیوں کیا مجھ سے نگاہ کی رخصتی والے دن نکاح؟رہنے دیتے مر جانے دیتے"
مجھے لیکن یوں نہ کرتے۔"اس لمحے اس کے نجانے کون کون سے دکھ ہرے
ہو چکے تھے جو وہ شدتوں سے روتی ہوئی اس کی شرٹ کو جھنجھوڑے جا رہی
تھی۔

شہرے!"اس کو روتے دیکھنا اس پہ مستزاد اس کے الفاظ، ضرغام کو لگا"
سینے کے اندر گھٹن بڑھنے لگی ہے۔
اگر نکاح کر ہی لیا تھا تو اب کیوں؟اب کیوں میرے لیے یہ اذیت تیار کر"
رہے ہیں؟ہر بندہ مجھے آوازیں لگائے گا کہ میری۔۔۔میری وجہ سے ایسا ہوا
ہے۔"ہچکیوں کے ساتھ روتی وہ اس کی شرٹ دبوچے اس کے نزدیک
کھڑی اس کے ضبط کا امتحان لے رہی تھی۔

شہرے ! پلیز، آئم سوری، آئم سوری فار ایوری تھنگ۔ "خود پہ ضبط" کھوتے اس نے اپنے بازو پھیلاتے ہوئے اس کے سسکتے وجود کو خود میں سمیٹنا چاہا لیکن وہ مچل اٹھی۔

اس کی مزاحمت کو نظر انداز کیے اس نے اس کے گرد بازو لپیٹتے ہوئے اسے زور سے سینے کے ساتھ لگایا تو وہ یونہی اس کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچے سسکیاں بھرتی اس کے سینے پہ سر ٹکا گئی۔

میں کبھی آپ کو معاف نہیں کروں گی، مجھ سے۔۔۔۔ میرے " دوست (ضرغام) کو چھینا ہے، مجھ سے می۔۔۔ میری ذات کا غرور کا چھینا ہے۔۔ بے۔۔۔ بے عزت ہو رہی تھی تو یونہی چھوڑ دے۔۔ دیتے سب لیکن ان۔۔ ان چاہے احساس کے ساتھ ک۔۔ کسی کے ساتھ رشتے میں تو باندھتے۔" اس کے سینے سے لگی وہ اسی کے شکایات گنواتی ہچکیاں لیتی سسک رہی تھی۔

آپ اَن چاہی نہیں ہیں شہرے پلیز، خود کو ہلکان نہیں کریں۔ میری" زندگی ہیں آپ۔ "اس وقت اسے شدتوں سے احساس ہو رہا تھا کہ انہیں نکاح کے بعد شہرے کو کم از کم حقیقت سے کسی حد تک روشناس ضرور کروا دینا چاہیے تھا تاکہ وہ مینٹلی طور پر تیار رہتی لیکن اس وقت محسوس ہو رہا تھا کہ وہ گزشتہ کئی مہینوں سے ایک ذہنی ٹارچر کا شکار تھی۔

جھوٹ بول رہے ہیں آپ۔ "اس کے لفظوں پہ وہ ایک دم سے چلا اٹھی" تھی۔

آپ کسی سے محبت نہیں کرتے۔ آپ صرف خ۔۔ خود سے محبت کرتے" ہیں۔ صرف خود سے۔ "اس کے سینے پر زور زور سے ہاتھ مارتی وہ نجانے کب کار کا غبار نکال رہی تھی۔

جبکہ اس کے الفاظ پہ ضرغام کی نگاہوں میں بستر پہ لیٹا ذوالقرنین جھلملایا اور پھر سسکتی ہوئی نگاہ جو نکاح نامے پہ سائن کر رہی تھی۔

"شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ آپ غلط نہیں ہو سکتیں لیکن آپ خود کو ہلکان مت کریں۔ مجھ پر غصہ ہے تو مجھے ماریں، مجھے سزا دیں لیکن خود کو اذیت نہیں دیں۔" اس کی آنسوؤں سے تر آنکھوں کو دائیں ہاتھ سے چھوتا وہ اذیت بھری بے بسی سے گویا ہوا تو لحظے بھر کے لیے شہرے اس کے الفاظ، اس کی خوبصورت آنکھوں سے چھلکتے جذبات اور انگلیوں کے لمس پر ساکت ہوئی۔

مگر اگلے ہی پل اس کی گرفت میں جھٹپٹائی۔

غصہ نہیں ہے آپ پہ بلکہ شدید نفرت محسوس ہو رہی ہے۔وعدہ کریں مجھ" سے کہ آپ نگاہ کو ڈائیورس نہیں دیں گے۔"سفاک لہجے میں بولتی وہ اس کے تاثرات کو پل میں متغیر کر گئی۔

ایسا وعدہ نہیں کر سکتا میں۔"اس کے لہجے میں نامحسوس سی سرد مہری در" آئی۔

جو شہرے کو سلگا گئی اور تبھی وہ بے خوف انداز میں بول اٹھی۔

تو پھر مجھے ڈائیورس کر دیں۔"اس کے الفاظ اس کو حصار میں لیے کھڑے" ضرغام کو پورے قد کے ساتھ زمین بوس ہونے پر مجبور کر گئے۔

اس کا چہرہ لمحوں میں رنگ بدلتا اس قدر سرد تاثرات میں ڈھلا کہ اسے دیکھتی شہرے کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی سی بھر گئی۔

سسی!"اس کے گرد حائل بازووں کی گرفت نادانستہ اِس کی کمر کے گرد" مزید مضبوط ہوئی تو اس کے ہونٹوں سے سسکاری سی نکلی۔

میں آپ کو یہ اجازت دے سکتا ہوں کہ آپ میرے سینے پہ گولی داغ سکتی" ہیں لیکن۔۔۔۔"اس کی سسکاری سن کر گرفت بلا ساختہ نرم ہوئی لیکن یہ نرمی آنکھوں اور لہجے سے غارت تھی۔

لیکن ایسے لفظوں سے مجھے بن موت مت ماریں۔میں نے ایک دفعہ" قسمت سے ہار مان کے آپ کو چھوڑنے کا وعدہ کر لیا تھا مگر اب جب قسمت ہی آپ کو مجھ سے ملا گئی ہے تو یہ سوچ دل و دماغ سے نکال دیں کہ میں آپ کو چھوڑوں گا۔"اس نے اسے اپنے جذبات سے آگاہ نہیں کیا تھا لیکن اس کے جذبات اکثر اوقات اس کے رویے،اس کے لفظوں،اس کی آنکھوں سے چھلک پڑتے تھے۔

آ۔۔۔آپ۔۔۔۔؟؟"اس کے لفظوں کے جال میں الجھتی شہرے نے" ششدر نگاہوں سے اسے دیکھا۔

کیا مطلب ہے آپ کا؟"اس کی آواز گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔" انہوں نے ایسا کیوں کہا کہ وہ پہلے مجھے قسمت سے ہار مان کے چھوڑ چکے" ہیں؟"اس کے دل ودماغ میں پکڑ دھکڑ سی چلنے لگی۔
جبکہ نظروں کے سامنے بار بار سرخ رومال جھلملانے لگا تھا۔

مطلب بہت واضح ہے، جو ہو رہا ہے اسے ذہن پہ سوار مت کریں۔ نگاہ کی" قسمت کا ستارہ میں نہیں ہوں، وہ یہ بات جانتی ہے۔آپ بھی تسلیم کر لیں۔"اس کی بے یقین آنکھوں سے چھلکتے تاثرات پر وہ خود کو سنبھالتا بمشکل سنبھلا تھا۔

وہ اس کے شاکڈ وجود کو مزید شاک نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے اپنے جذبات کو سینے میں دباتا واپس سے اپنے خول میں سمٹا تھا۔

آپ کے لیے کہنا آسان ہو گا لیکن میرے لیے یہ ناممکن ہے۔ میں جانتی" ہوں کہ جب آپ نگاہ کو اس کی منگنی کے باوجود زبردستی خود کے ساتھ نکاح پر مجبور کر سکتے ہیں تو دل بھر جانے پر انہیں طلاق لینے پر بھی مجبور کریں گے۔" اپنی پوری قوت لگا کے وہ اس کی قدرے نرم ہوئی گرفت سے نکلی اور اس سے فاصلے پر ہوتی اسے کٹیلی نگاہوں سے دیکھنے لگی جس کی سرخ ڈوروں سے سجی دلکش آنکھیں اسی پہ جمی ہوئی تھیں۔

مگر آپ کی یہ بھول ہے کہ میں ایسا ہونے دوں گی۔ میں بڑے دادا کو ساری" بات بتا دوں گی اور ان سے کہہ دوں گی مجھے نگاہ سے کوئی مسئلہ نہیں ہے اس

لیے وہ آپ کو اس کریہہ عمل سے روکیں۔"اس نے لہجے میں تلخی، غصہ اور تنفر سموئے اسے اپنے ارادے سے آگاہ کیا۔

آپ کے کنسرن کا شکریہ لیکن چونکہ آپ کے بڑے دادا لائیر ہیں اس لیے" بتاتا چلوں کہ میری اور نگاہ کی ڈائیورس کے پیپرز وہی تیار کروا رہے ہیں۔" کمپوزڈ انداز میں اسے اطلاع دیتے ہوئے وہ اس کے سامنے سے ہٹا کہ ایسے مرد مار حلیے میں اس کے سامنے کھڑی وہ اس کے جذبات ابھار رہی تھی اور وہ ان جذبات کا اظہار نہیں کر سکتا تھا کہ گنجے ہونے کا خدشہ بدرجہ اتم موجود تھا۔

کیا؟"اس کے کیے دھماکے سے اس کے کانوں میں سائیں سائیں ہونے" لگی۔

بڑے دادا؟"اس نے یقین دہانی چاہی تھی۔"

لیکن اس پہلے کہ وہ اسے کوئی جواب دیتا اس کا موبائل بج اٹھا۔

السلام علیکم !ض۔۔۔"رہبان کا نمبر دیکھ کر اس نے فوراً کال پک کی۔"

سفیر شاہ کو لے کر آو، میں پیر سیداں جا رہا ہوں۔"اس کا سلام بھی سنے" بغیر وہ جلدی سے بولا تو وہ ٹھٹھکا۔

دماغ خراب ہے تمہارا؟ تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں تمہاری جیل توڑ کے" تمہارا قیدی لے کے بھاگوں؟"شہرے کی موجودگی کے باعث وہ دبی دبی آواز میں غرایا لیکن تب تک وہ کال بند کر کے اسے دو میسجز فارورڈ کر چکا تھا۔ جنہیں دیکھتے ہی اس کے چہرے کا رنگ فوری طور پر بدلا۔

سرعت سے آگے بڑھ کے بیڈ پہ پڑی اپنی جیکٹ اٹھائی اور اسے ہاتھ میں دبوچے وہ دروازے کی جانب بڑھا۔

آئم سوری گفتگو بیچ میں چھوڑ کے جارہا ہوں۔دعا کریں کہ خیریت سے" واپس آوں تو آپ کو یہ یقین دلا سکوں گا کہ آپ ان چاہی یا سیکنڈ چوائس ہر گز نہیں ہیں۔"اس کے پاس ٹھہرتے ہوئے اس نے اسے بائیں بازو کے حلقے میں لیتے لمحے بھر کے لیے محسوس کرنے کے بعد اس کی کنپٹی کو ہونٹوں سے چھوا اور پھر بنا اسے دیکھے وہاں سے باہر نکل گیا۔

جبکہ وہ پے در پے ہونے والے دھچکوں سے نڈھال ہوتی وہیں اس کے کمرے میں دروازے کے پاس ہی دبیز قالین سے ڈھکے فرش پہ دوزانو سی ہوتی ڈھے گئی اور اپنا کپکپاتا ہوا ہاتھ اپنی کنپٹی پہ رکھا۔

وہ بے یقینی سے سامنے کرسی پہ بندھے وجود کو تک رہا تھا۔

"یہ....؟"اس کے لب بے یقینی کی زد میں کچھ بھی کہنے سے قاصر نظر آئے۔

"اس نے ساری ہمت مجتمع کرتے لفظوں کو ترتیب دی تھی جبکہ آنکھیں ہنوز کرسی پہ بندھے نازک وجود پہ مرکوز تھیں۔ آبی کے ساتھ اسے۔۔اسے بھی کڈنیپ کروایا آپ نے؟"

"آبی کو کال کی تھی لیکن اس نے بات سنے بغیر فون بند کر دیا کہ وہ اپنے شوہر کے خلاف نہیں جانا چاہتی تھی مگر آج خوش قسمتی سے آبی اس لڑکی کے ساتھ تھی یونیورسٹی جاتے ہوئے تو بس ہم نے موقع سے فائدہ اٹھا لیا۔"

جعفر سائیں جو طلال شاہ کو لے کر اس کمرے میں آئے وہ تفصیلاً گویا ہوئے تھے۔

ویسے بھی تم اسی لڑکی کو ٹارگٹ کر رہے تھے نا؟"انہیں اچانک یاد آیا تھا۔"

جی بابا لیکن میں نے ایسا کچھ نہیں سوچا تھا بابا۔ایس پی رہبان سے بدلہ لینے کے لیے اس لڑکی کو اور بھی بہت سے طریقوں سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔آپ نے اسے کڈنیپ کیوں کروایا؟"اس کے لہجے میں چھپا اضطراب اور دبا دبا سا غصہ جعفر سائیں کو مشتعل کر رہا تھا۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟اب دشمنوں پر وار بھی ہم بزدلوں کی طرح کریں گے؟"ان کی آنکھیں مارے غصے کے دہکنے لگی تھیں جبکہ اس کی کرسی کی

ہتھیوں پہ بندھے ہاتھوں کو دیکھتی آنکھوں کے کنارے ہلکے ہلکے سرخ ہونے لگے تھے۔

"آبی کو اندر اسی حجرے میں پہنچا دیا ہے۔ کل تک اس سے خلع کے کاغذات سائن کرواو کہ اس سے ہمارا اب کوئی واسطہ نہیں ہے۔ وہ اسی حجرے کے لیے چنی گئی تھی۔ وہاں تک پہنچا دی گئی ہے۔" بے رحمی سے اگلے حکم۔ جاری کیے تو اس کے دل میں گھٹن سی بڑھنے لگی۔

"اوکے میں کل تک خلع کے پیپرز سائن کروالوں گا لیکن آپ اس لڑکی کو واپس بھجوائیں۔ آبی کی ایسی واپسی اس کے لیے بہترین سزا ہو گی اس کے علاوہ اس لڑکی کو ہم بعد م۔۔۔۔۔" اس نے بہت ٹھہرے ہوئے انداز میں باپ سے کہنا چاہا۔

طلال شاہ! تمہیں اس لڑکی تک اپنے خاندان کی بے عزتی کا بدلہ لینے اور" اپنے چچا کی رہائی کے عوض استعمال کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔یوں دشمنوں کے ساتھ دل لگانے کی اجازت نہیں دی تھی۔"اس کی طرفداری پہ وہ ایک دم سے ضبط کھوتے بھڑکے تو اس کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ پڑا۔

ایسا کچھ نہیں ہے بابا سائیں۔"اس نے سرد لہجے میں باپ کی نفی کی تھی" جبکہ آنکھیں ہنوز رسیوں کی گرفت سے سرخ ہوتے ہاتھوں پہ مرکوز تھیں کیونکہ چہرے تک پہنچنے والی نظر عجیب ملامت کا احساس دلا رہی تھی۔

ایسا کچھ ہونا بھی نہیں چاہیے،اس ایس پی کو اطلاع دے دی ہے۔امید ہے" عقل ٹھکانے لگ چکی ہو گی اور آ رہا ہو گا تمہارے چچا سائیں کو لے کر۔" انہوں نے بے لچک لہجے میں کہتے اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔

سفیر چچا کی رہائی کے بعد آپ اس لڑکی کو چھوڑ دیں گے؟"اس نے ایک" آخری نظر اس پہ ڈالتے ہوئے ان کے تعاقب میں قدم بڑھائے۔

نہیں۔ کم از کم اتنا عرصہ مکمل ہونے تک تو بالکل نہیں جتنا عرصہ آبی ان" کے پاس رہی۔"ان کے جواب پر اس کے دل میں ہونے والی پکڑ دھکڑ شدید سے شدید تر ہونے لگی مگر وہ چپ چاپ آگے بڑھتا چلا گیا۔

تم نے واقعی شہری سے اس طرح بات کی؟" نین کی بے یقین آواز پہ وہ" ہلکی سی جھنجھلائی۔

اب کیا لکھ کے دے دوں؟غصہ آگیا تھا تو بس پتہ نہیں کیسے لیکن کر دی۔""
وہ اسی جھنجھلاہٹ کے زیرِ اثر گویا ہوئی تھی۔

جس دن شہرے کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ضر کو نروس بریک ڈاون ہوا تھا"
اس کے بعد سے میں بہت ڈر گئی تھی نین۔ شہرے اگرچہ اپنی جگہ بالکل
ٹھیک ہے اس کے لیے یہ سب سمجھنا اسے فیس کرنا اور اسے ایکسیپٹ کرنا
پاسیبل نہیں ہے لیکن اس کی باتوں پر ضر کے چہرے کے تاثرات مجھے
خوفزدہ کر گئے تھے مجھے لگا ہم ایک دفعہ پھر سے اسے کھونے والے ہیں تو
بس۔۔۔۔۔۔۔" گزرے لمحوں کی اذیت یاد کرتے وہ آہستہ آواز میں گویا
ہوئی تو نین چپ سا ہو گیا۔

وہ پانچوں واقعی ایک دوسرے کے لیے اتنے ہی پوزیسیسو تھے کہ انہیں
تکلیف دینے والا برا لگنے لگتا تھا۔

اوکے بٹ وہ کم عمر اور اس سارے سے بے خبر ہے اس لیے صبح معذرت" کر لینا آفٹر آل ہمارے ہینڈسم کی من چاہی و محبوب منکوحہ ہے۔" نین نے لمحوں کی کثافت دور کرنے کے لیے نرم لہجے میں کہا تو وہ ہولے سے مسکرا دی۔

وہ تو میں ضرور کہوں گی لیکن ایک بات ہے کہ یہ کم عمر اور من چاہی" محبوب منکوحہ اس پانچ فٹ گیارہ انچ کے ہینڈسم مرد کو تگنی کا ناچ نچانے والی ہے۔" اس نے شہرے کا غصیلا لہجہ اور ضرکا اسے ریلیکس کرتا مصالحتی لہجہ یاد کرتے محظوظ کن انداز میں کہا تو وہ دونوں ایک ساتھ ہنس دیے۔

تم بتاو ٹھیک ہو نا؟ انکل کا کچھ پتہ چلا؟" کچھ ثانیوں بعد وہ فکر مندی سے گویا" ہوئی۔

میں ٹھیک ہوں۔رہبان کا شک بالکل ٹھیک ہے۔بخت خان یہیں کراچی" میں ہی بزنس کر رہا ہے اس لیے یہ تو کنفرم ہو چکا ہے کہ پاپا کو کراچی میں ہی رکھا گیا ہے۔اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ بخت خان ایک گھنٹہ قبل کراچی سے نکل چکا ہے۔اب پاپا کو ڈھونڈنا زیادہ آسان ہو جائے گا۔" وہ اپنے مخصوص نرم انداز میں تفصیل سے گویا ہوا تو نین کے چہرے پر بھی سکون پھیلا تھا۔

اس کی تیز رفتار گاڑی جب پیر سیداں کی حدود میں داخل ہوئی تو چپے چپے پہ کھڑے پیر حویلی کے کارندے الرٹ ہوئے تھے کیونکہ اس کی گاڑی کے پیچھے آتی سیاہ ویگو میں فرنٹ سیٹ پہ سفیر سائیں موجود تھا۔

اسے جیل سے نکلوانے کی کیا ضرورت تھی؟"ضر نے کان میں لگے ایئر بڈ" کے ذریعے اسے مخاطب کیا جو اس سے اگلی گاڑی میں موجود گاڑی گویا بھگا رہا تھا جیسے اڑا رہا ہو۔

یہ ہمارا پیر سیداں میں اینٹر ہونے کے لیے ایک باضابطہ ٹکٹ ہے۔"اس کی" آواز میں اس کی ازلی شرارت مفقود تھی۔

جبکہ اس کے جواب پر ضر نے ڈرائیو کرتے نفرت سے اسے دیکھا جو اس کی شہرے کو تکلیف دینے کا سبب تھا اور اسی کی وجہ سے جیل میں تھا۔

مگر آج وہی جیل توڑ کے اسے لے کے آیا تھا۔

ابھی سب سے پہلے کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"اس نے اس کے ارادے" جاننے چاہے۔

پیر سائیں کی خدمت میں سلام پیش کریں گے جو امید واثق ہے کہ ہمیں" اپنا مہمان بنائیں گے تو بس پھر۔۔۔۔۔۔۔"اس نے سنجیدگی سے کہتے کہتے بات ادھوری چھوڑی تھی لیکن اس ادھوری بات کا مطلب وہ بہت اچھے سے سمجھ چکا تھا۔

قابلِ احترام وایماندار ایس پی رہبان گردیزی اور ان کے مشہور و معروف" بزنس مین دوست ضرغام ملک ایک مجرم کو جیل سے چھڑوا کے یہاں ہماری حویلی میں تشریف لائے ہیں، بتائیں کیا سواگت کیا جائے؟" جیسے ہی وہ پیر حویلی پہنچے آٹھ ملازمین کے گھیرے میں وہ بیہوش سفیر سائیں کو لیے جب صفدر سائیں اور جعفر سائیں کی خدمت میں پہنچے تو صفدر سائیں استہزائیہ انداز میں گویا ہوئے۔

آپ جو چاہتے تھے وہ آپ کو مل چکا ہے۔ میری بیوی اور بہن کو میرے" حوالے کریں پیر سائیں۔" ان کی فضول باتوں کو نظر انداز کیے رہبان سنجیدگی سے بولا جبکہ بلیک جینز پر سیاہ ہاف سلیوز ٹی شرٹ جو کہ سیاہ بیلٹ کی مدد سے جینز میں اڑسی ہوئی تھی اس پر سیاہ لیدر جیکٹ پہنے ضرغام بیزاری کے ساتھ وہیں ڈیرے پہ پڑی چارپائی پہ لٹائے گئے سفیر سائیں کو دیکھ رہا تھا جسے ہوش میں لانے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔

اتنی جلدی کیا ہے ایس پی صاحب! کل تک کا انتظار کریں کیونکہ میں چاہتا" ہوں کہ جب کل کا سورج یہ خبر ہر جگہ پھیلائے کہ ایس پی رہبان دوستوں کی مدد سے مجرموں کو جیل تڑوانے میں مدد دیتا ہے تو تمہارے چہرے کے تاثرات میں اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔" پیر سائیں اس وقت اپنے مرتبے، عہدے اور مقام کو فراموش کیے انتقام کی جنگ لڑ رہے تھے کہ صدیوں سے آتی رسم کو اس نے توڑنے کی سنگین غلطی کی تھی۔

اس پر مستزاد ان کے بیٹوں کے کام دھندوں میں بھی اپنی ٹانگ اڑانے کی مسلسل کوشش جاری تھی۔

جو کام ہونا ناممکنات میں سے ہے اس کا انتظار آپ کو گراں گزرے گا۔""

کب سے چپ کھڑے ضرسے ان کا متکبر لہجہ برداشت نہ ہوا تو وہ سرد مہری سے بول اٹھا۔

جبکہ اس کی بات سن کے رہبان نے 'افففف' کے سے انداز میں آنکھیں میچ کے غصے سے اسے دیکھا۔

خدارا! منہ بند رکھو اپنا۔"اس نے آنکھوں سے ہی اسے تنبیہہ دی تو وہ" نخوت سے چہرہ موڑ گیا۔

یہ بھی کر کے دیکھ لیجیے گا لیکن ابھی مجھے آبگینے اور دریہ سے ملنے دیں۔""

اس کے لیے فی الحال ان دونوں تک پہنچنا ضروری تھا۔

"جتنا عرصہ تم ہماری لڑکی کو لے کر ہماری عزت مٹی میں رولتے رہے اتنے عرصے تک اپنی بہن کی واپسی بھول جاو۔" ان کا لہجہ یک لخت ہی بے لچک اور سفاک ہوا تھا جبکہ پیر سائیں کی موجودگی میں جعفر سائیں بس خاموش تماشائی بنے ہوئے تھے۔

"وہ میری بیوی ہے پیر سائیں جس کی عزت میرے لیے مقدم ہے اس کے لیے ایسے الفاظ ادا مت کریں۔ عزتیں رولی نہیں جاتیں انہیں سر پہ سجایا جاتا ہے۔" ان کے تلخ اور گھٹیا الفاظ پہ ضبط کھوتا وہ بری طرح سے چلایا تھا۔

جسے اتنے مہینے پاس رکھا تھا وہ میری بیوی ہے اور اسے پاس رکھنے کی پاداش" میں آپ دریہ کو اپنے پاس رکھنے کی غلطی نہیں کر سکتے۔"اس کے لہجے سے چھلکتی برودت اس کے ضبط کھونے کی واضح نشانی تھی۔

تم اس پوزیشن میں نہیں ہو کہ ہمیں دھمکا سکو۔ کل کا سورج تم دونوں سے " تم لوگوں کی عزت، شہرت سب کچھ چھین لے گا اور تمہاری بیوی کا تم سے ہر طرح سے رشتہ بھی ختم کر کے جو اس کی منزل تھی وہاں اس کو پہنچا دیا جائے گا۔ جہاں تک بات ہے تمہاری بہن کی تو چار ماہ سے پہلے اسے ڈھونڈ سکتے ہو تو ڈھونڈو کھلی چھوٹ دیتے ہیں تمہیں۔" لہجے میں تکبر، آنکھوں میں سفاکی اور الفاظ میں سرد مہری لیے وہ بولتے چلے گئے تو ان دونوں کی پیشانی شکن آلود ہوئی۔

آپ کی پلانز شیئر نگ اور مجھے اتنا کنسرن دکھانے کا شکریہ لیکن بہت"
معذرت میری بیوی کو اس زندان خانے تک پہنچانے کا خواب ذہن سے
نکال دیں کیونکہ خیر سے پرنانا بننے والے ہیں آپ۔" کنپٹی کی پھڑکتی رگ
اور بھنچی ہوئی مٹھیوں کے برعکس وہ پرسکون لہجے میں بولتا ان کے پلانز اور
ان کی خوشیوں بھرے پرمسرت لمحوں کے پرخچے اڑا گیا۔

اور چونکہ بہن کو ڈھونڈنے کی کھلی چھوٹ آپ دے ہی چکے ہیں تو اس کا"
فائدہ ہم ضرور اٹھائیں گے۔" وہ جذباتی ہو کے کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا
اس لیے انہیں اپنے اطمینان کے جال سے الجھا رہا تھا۔

لے کے دفع ہو جاو ان دونوں کو یہاں سے اور تم نکلو اپنی بدبخت لڑکی کو"
اس حجرے سے۔ وہ اپنے گندے وجود کو وہاں نہیں لے کے جا سکتی۔" اس

کے کیے گئے دھماکے کے زیرِاثر پیر سائیں مشتعل ہوتے کفِ مغلظات بکنے لگے۔

دو ملازمین نے انہیں پکڑ کے اس سائیڈ پہ بنے کمرے میں بند کیا جبکہ جعفر سائیں باپ کے اشتعال پر تیز قدموں سے بڑھتے ہوئے اس حجرے کی جانب بڑھے جہاں دو گھنٹے قبل ہی اسے بھیجا گیا تھا۔

سنبھالو اسے۔ "جعفر سائیں نے بائیں ہاتھ میں آبگینے کے بازو کو دبوچے " اسے ساجدہ بیگم کی جانب دھکیلا تو انہوں نے لپک کے اسے تھاما جس کا چہرہ خطرناک حد تک پیلا ہو چکا تھا۔

آبی! کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہو؟" ایک نظر آگ بگولہ ہو کے باہر جاتے شوہر کو"
دیکھ کر انہوں نے بے حال پڑی بیٹی کے گال تھپتھپائے۔
اس کی حالت دیکھ کر نسرین بیگم بھی فکر مند ہوئیں۔
ساجدہ بیگم نے نسرین بیگم کا تھمایا گیا پانی کا گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا تو
دو تین گھونٹ لینے سے اس کے حواس کسی قدر بحال ہوئے تو اس کے
چہرے کے زاویے بگڑے۔

ام۔۔اں۔۔۔۔"تکلیف دہ انداز میں کہتی وہ بمشکل اپنی جگہ سے اٹھی اور"
لڑکھڑاتے قدموں سے واشروم کے دروازے تک پہنچی ہی تھی کہ وہیں
جھک کے قے کرنے لگی۔

اس کی حالت کو دیکھتیں وہ دونوں شاک کی کیفیت میں دونوں ہاتھ ہونٹوں
پہ رکھ چکی تھیں۔

یاخدا!"ساجدہ بیگم کو سمجھ نہ آئی کہ وہ خوش ہوں یا اس آزمائش پہ دھاڑیں" مار مار کے روئیں۔

وہ جانتی تھیں کہ اسے واپس کس لیے لایا گیا تھا ایسے میں اس کی یہ حالت ؟

اپنا معدہ ایک دفعہ خالی کرنے کے بعد وہ نڈھال سی سیدھی ہوئی لیکن پھر اسی طرح سے جھک گئی تو ساجدہ بیگم اس کی جانب لپکیں۔

آبی!"انہوں نے اسے کی پشت رب کرتے اسے سنبھالا۔"

ام۔۔ماں۔۔ر۔۔ر ہبان۔"ماں کا لمس پا کے وہ شدتوں سے رو دی۔"

ان چند گھنٹوں نے ہی اس کو نچوڑ کے رکھ دیا تھا۔وہ جسے گزشتہ چند مہینوں سے وہ شخص اور اس سے وابستہ لوگ شہزادیوں کی طرح رکھ رہے تھے وہ ان گھنٹوں میں مرجھا چکی تھی۔

ماں صدقے جائے۔رہبان آجائے گا۔تم اٹھو منہ دھو۔"انہوں نے اسے سہارا دے کر اس کا ہاتھ منہ دھلوایا۔

تب تک نسرین بیگم اس کی حالت دیکھ کر اس کے لیے پھل اور جوس لے کر آگئیں تو ساجدہ بیگم اسے کھلانے لگیں۔

"شوہر واقف ہے نا تمہارا اس حالت سے؟"اماں نے اس کے سر اپے کو دیکھتے سنجیدگی سے سوال کیا تو اس کی آنکھیں اس کی خوشی اور اس خبر پہ اس کا ری ایکشن یاد کر کے جھلملا گئیں۔

پھر صابر رہ، وہ تمہیں لینے کے لیے ضرور آئے گا۔جی دار مرد ہے، بیوی" اور ہونے والے بچے کو کسی کے در پہ نہیں چھوڑے گا۔"اس کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ پر تیقین لہجے میں بولیں تو وہ آنسو ضبط کرتی ہوئی لیٹ گئی۔

آج نجانے کیوں اس کے ہاتھ کی بنی چائے یاد آ رہی تھی جسے اس نے کبھی چکھا تک نہ تھا۔

اس یاد پر بہت سے آنسو اس کی آنکھوں سے نکلتے تکیے میں جذب ہوتے چلے گئے۔

کیا ہے؟"اس بڑے سے لیکن خالی تاریک کمرے میں اس نے دیوار کے" ساتھ ٹیک لگا کے ٹانگیں آگے کو پھیلاتے اس کی جانب دیکھا جو اس کے ساتھ ہی زمین پہ بیٹھا اسے گھور رہا تھا۔

تواس کمینے سفیر سائیں کو جیل تڑوا کے یہاں لانے کے بعد سکون سے یہاں" بیٹھنے آیا تھا؟"اس کا اطمینان اس پر گراں گزر رہا تھا۔

تواب کیا بھنگڑے ڈالوں؟"وہ بھی جواباً بھنا اٹھا۔"

ہاں ایک یہی کام رہ گیا تھا۔"اس نے نخوت سے کہتے ہوئے اپنا رخ موڑا۔" دریہ اور آبگینے کو ایک ساتھ نہیں رکھا گیا۔"چند لمحوں کے بعد رہبان کی" سنجیدہ آواز ابھری تو ضر نے چہرہ پھیر کے اس کی جانب دیکھا۔

آبگینے حویلی میں ہے جبکہ دریہ حویلی کے اندر نہیں ہے۔"اس نے جو کچھ" پیر سائیں کی باتوں سے اخذ کیا تھا اس کے مطابق بول رہا تھا۔

تم آبگینے کے پاس جاو، میں دریہ کو سیکیور کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔""
ضر نے اس کی پریشانی سمجھتے نرمی بھری سنجیدگی سے کہا تھا۔
ابھی ہم یہاں سے نہیں نکل سکتے۔"رہبان کی بات پہ ضر کی پیشانی پہ بل"
پڑے۔

میں سفیر شاہ کی جیب میں لگائے پین میں مِنی کیمرہ ایڈجسٹ کر چکا"
ہوں۔ ہمیں جب تک ان دونوں کی صحیح لوکیشن نہیں پتہ چلتی ہم نہیں جا
سکتے۔"اس نے تفصیل سے بتاتے اپنی کلائی پہ بندھی ڈیجیٹل واچ اس کے
سامنے کی جس میں سفیر شاہ تاحال بیہوش پڑا دکھائی دے رہا تھا۔

ویسے یہ صبح تک ہوش میں تو نہیں آئے گا نا؟"اچانک یاد آنے پہ رہبان"
نے بغور اسے دیکھا جو اس نیم تاریک کمرے میں اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھا
بیزاری سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔

جتنی ڈوز تم نے کہی تھی اس سے ڈبل دے کر لایا ہوں۔ صبح تو کیا رات" تک بھی ہوش میں نہیں آئے گا۔"ضر کے لہجے میں سفیر شاہ کے لیے نفرت ابل رہی تھی۔

جبکہ رہبان اب خاموشی سے اپنی کلائی پہ بندھی گھڑی پہ نظریں جمائے منتظر بیٹھا تھا۔

صبح اس کی آنکھ اپنے معمول کے مطابق فجر کے وقت کھل گئی تھی۔

سب سے پہلے اس نے گردن گھما کے بیڈ پہ دیکھا تو اماں بہت پر سکون نیند لے رہی تھیں۔ان کی جانب سے مطمئن ہو کر وہ واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

واشروم سے وضو کر کے آئی اور نماز ادا کرنے لگی،اس نے جب آخری رکعت کے بعد سلام پھیرا تو دیکھا اماں جاگ چکی تھی۔

یہ۔۔۔وہ کہاں ہے؟"اسے سمجھ نہ آئی کہ آیا یہ استفسار ذوالنورین کے" لیے تھا یا اس ملازمہ کے لیے جو انہیں قید میں رکھتی اور ان کی نگرانی کرتی تھی۔

السلام علیکم! کیسی ہیں آپ؟"ان کا سوال نظر انداز کر کے وہ دعا بعد میں" مانگنے کا سوچ کے جائے نماز سے اٹھ کھڑی ہوئی اور چلتی ہوئی ان کے نزدیک آئی جو اب اٹھ کے بیٹھ چکی تھیں۔مگر اجنبی نظروں سے کمرے کے در و دیوار کو دیکھ رہی تھیں۔

وعلیکم السلام! تم۔۔تم بہو ہو نا؟"اس کے کھلتے ہوئے چہرے کو دیکھتے ان" کی نظریں اس کے رخسار پہ مدھم ہوتے سٹچز کے نشانات پہ گئیں۔

جی! کل آپ ملی تھیں نا اپنے بیٹے سے؟" ان کے پاس بیٹھنے کی بجائے وہ ان سے باتیں کرتی ان کے بال سلجھانے لگی تھی۔

ہاں، تم اس کی دلہن ہو نا؟" ان کے سوال پہ اس کے ہاتھ بالوں کو سلجھاتے ہوئے ہلکا سا کپکپا اٹھے تھے جبکہ ایک میٹھی سی لہر دل میں دوڑ گئی۔

جی!" مختصر جواب دیتے بالوں کو بل دینے لگی۔"

مجھے۔۔مجھے واپس جانا ہے، وہ مارتی ہے۔" وہ ابھی تک کمرے سے مانوس نہیں ہو پا رہی تھیں۔ تبھی ذہنی رو بھٹکتی ہوئی واپس اسی پوائنٹ پہ سٹک ہو گئی۔

اب بالکل نہیں مارے گی۔آپ اپنے بیٹے سے کل ملی تھیں نا؟وہ آپ کو" کچھ نہیں ہونے دے گا۔"اس نے ان کے بال اچھے سے سمیٹ کے نرمی سے انہیں تسلی دی تو وہ خالی خالی مگر خوف کی پرچھائیوں سے مزین نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

تم میرے پاس رہو گی نا؟"ان کے کمزور لہجے میں اک امید، آس اور یقین" تھا۔

میں آپ کے ساتھ ہی ہوں پروقت اماں۔آپ کو انشاءاللہ کچھ نہیں ہو" گا۔"شازمین میر کی اس سنگدلی پہ وہ اندر تک اذیت کا شکار ہوئی تھی کہ ایسی کیا دشمنی تھی اس کی کلثوم میر سے جو ان کے ساتھ اس حد تک ظلم اور بربریت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

تم نے چوڑیاں اتار دیں۔" وہ ان کے ہاتھ تھامے سہلا رہی تھی جب ان کی نظر اس کی سونی کلائیوں پہ پڑی تو بول اٹھیں۔

"وہ رات میں بازو نیچے آنے سے ٹوٹ جاتی ہیں نا۔ ابھی پہن لوں گی۔""
اس نے فورا سنبھلتے ہوئے انہیں تشفی کروائی اور پھر بمشکل انہیں تھام کے واشروم تک لے کے گئی اور ان کا ہاتھ منہ دھلوا کے ان کو چینج کروایا۔

"آپ یہاں بیٹھیں۔ میں آپ کے لیے ناشتہ بھی لاتی ہوں اور چوڑیاں بھی پہن کے آتی ہوں۔ ٹھیک ہے نا؟" ان کو اچھے سے تیار کر کے ان کو بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگوا کے بٹھایا اور کمفرٹر ان کی ٹانگوں پہ پھیلا کر خود کمرے کا ملحقہ دروازہ کھول کر اس کمرے میں داخل ہوئی جہاں وہ گزشتہ کچھ مہینوں سے رہ رہی تھی۔

دروازہ ہولے سے وا کر کے اس نے کمرے میں قدم رکھا تو کمرہ تاحال نیم تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا کیونکہ ابھی سات بجے تھے اور کمرے کا مکین سو رہا تھا۔ کھڑکیوں پہ بھاری پردے موجود تھے تبھی صبح کے آثار تاحال کمرے میں نمودار نہ ہوئے تھے۔

بڑے محتاط قدم اٹھاتی وہ اسی ملگجی سے روشنی میں ڈریسنگ مرر کی جانب بڑھی تھی۔

اس نے ابھی ہاتھ پہلی دراز پہ رکھا ہی تھا جب ایک دم سے ساکت ہوئی تھی۔

مس ابراہیم! "نیند کے خمار میں ڈوبی بھاری مگر دلکش آواز اس پہ ایسا اندازِ تخاطب، اسے لگا اس کا دل اچھل کے حلق میں آن اٹکا ہو جیسے۔

اس نے بغیر مڑے گردن گھما کے بیڈ کی جانب دیکھا جہاں وہ ہنوز کمبل میں منہ سر لپیٹے پڑا ہوا تھا۔

چند لمحے اسے یونہی تکنے کے بعد اسے محسوس ہوا کہ شاید وہ پکار اس کا وہم ہو تبھی سر جھٹکتی وہ دھڑکتے دل کے ساتھ واپس دراز کی جانب متوجہ ہوئی مگر چوڑیوں کو ہاتھ لگاتے اس کے ہاتھ اسی زاویے پہ تھم گئے۔

"اب کی بار آواز کی خماری بہت واضح تھی۔اسی پل اس کے !مس ابراہیم
لائٹ جلانے سے کمرہ ایک دم سے جگمگا اٹھا تھا۔

اس نے یونہی گردن گھمائے بیڈ کی جانب دیکھا تو وہ یونہی بیڈ کمبل سے چہرہ نکالے دلکش سنہری آنکھوں میں نیند کا خمار لیے ہلکی سی سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں کی دلکشی میں ڈوبی وہ لاشعوری طور پہ ساکت سی اس کی آنکھوں کو دیکھے جا رہی تھی جب اس کی گھمبیر آواز پہ ہوش میں آئی۔

یہاں آئیں۔"وہ جو ٹکٹکی باندھے اسے تک رہی تھی اس کے غیر متوقع پکار" پہ دم بخود رہ گئی۔

اس کے دوبارہ بلاوے پہ وہ مرے مرے قدم اٹھاتی بیڈ کے نزدیک جا کھڑی ہوئی۔

مما کیسی ہیں؟"ایک بھرپور نظر لائٹ براون کلر کے سوٹ میں ملبوس" زحلے میں ڈالتے وہ سیدھا ہوا سرہانے کے ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھا۔

ٹھیک ہیں۔جاگ رہی ہیں۔"اس نے فوری طور پہ ساتھ ہی آگاہ کر دیا تاکہ " وہ لیٹ ہر گز نہ کرے جبکہ اس کے جواب پہ اس کی دلکش آنکھیں پل بھر کے لیے جگمگا سی گئیں۔

مما کو خوش کرنے کی مکمل کوشش کر رہی ہیں آپ لیکن وہ اچھے سے تبھی" خوش ہوں گی جب آپ ان کے بیٹے کو خوش رکھیں گی۔" وہ جو پوری رات اس کی غیر موجودگی کے باعث کروٹ پہ کروٹ بدلتا بے چین رہا تھا اسے یوں آنکھ کھولتے ہی سامنے پا کے جان بوجھ کے بات کو طول دینا لگا۔

آپ کی خوشی کس میں ہے؟" اس کی بات پہ اس نے پل بھر کے لیے" پلکیں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا لیکن آنکھوں کے گہرے ارتکاز نے دوبارہ پلکیں جھکانے پہ مجبور کر دیا۔

یہاں بیٹھیں۔" اس کے گھمبیر لہجے میں دیے گئے جواب پہ اس کی جھکی" پلکیں بے یقینی سے اوپر اٹھتیں اس کی جانب گئیں۔

جو اپنے بے حد نزدیک بیڈ کی جانب اشارہ کرتا اسے بیٹھنے کو کہہ رہا تھا۔

آں۔۔وہ نہیں۔میرا مطلب ہے کہ مجھے اماں کے لیے ناشتہ تیار کرنا"
ہے۔"اس نے فوراً بوکھلاتے ہوئے انکار کیا اور لاشعوری طور پر ایک قدم
پیچھے ہٹی۔

اور جہاں تک آپ کی خوشی کی بات ہے، آپ کی اماں آپ کو مل گئی"
ہیں۔دو ہفتے بعد آپ کے ایگزامز ہیں۔پھر میں یہاں سے چلی جاوں گی تو
آپ کو مکمل خوشی مل جائے گی۔آپ بس مزید دو ہفتے انتظار کر لیں۔"تیز
تیز بولتی وہ واپس پلٹنے لگی جب ایک جھٹکے سے اس کے کلائی تھامنے پہ رکی۔
تھم تھم کے چلتے دل کے ساتھ اسے اپنی ساری جان کلائی میں سمٹتی محسوس
ہوئی۔اس میں اس پل اپنا ہاتھ چھڑانے کی ہمت مفقود ہو رہی تھی۔

میرا بر تھڈے ہے آج،اماں کی طرح پیار سے وش کر کے مجھے خوش" کریں۔"اس کی ساری باتوں کو بڑی سہولت سے نظرانداز کرتے اس نے اپنی کلائی کو جھٹکا دیا تو وہ لچکیلی ڈال کی مانند اس کے اوپر جا گری۔

یااللہ!!"بہت زوردار طریقے سے اس کے کشادہ سینے سے ٹکرانے پہ اس" کے ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا تو اس کے اس انداز پہ اسے اپنا دل اپنے اختیار سے باہر ہوتا محسوس ہوا۔

جبکہ اس کے سینے پہ لگی زحلے کو لگا جیسے وہ چند پل یونہی اس پر پڑی رہی تو دم نکل جائے گا تبھی فوراً منتشر ہوتی دھڑکنوں کو تھامتی مزاحمت پہ آمادہ ہوئی۔

یہ کک۔۔کیا طریقہ ہے؟اماں ناشتے ک۔۔۔۔۔"اس کے سینے پہ دونوں" ہاتھ جماتے اس نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اس نے دایاں بازو اس کی کمر

کے گرد ڈالتے ہلکا سا دباؤ ڈالا تو اس کے لمس کی اس جسارت پہ وہ دم سادھ گئی۔

اپنی اماں کے بیٹے کو اماں کے انداز میں ہی پیار سے وش کریں۔"اس کے " چہرے کے ملائم نقوش کو نظروں سے چھوتے ہوئے وہ بھاری لہجے میں گویا ہوا تو اسے اپنا دل کنپٹی میں دھڑکتا محسوس ہوا۔

سالگ۔۔۔۔۔"بہت سارے الفاظ، ڈھیر ساری ہمت و حوصلہ یکجا" کرتے اس نے لب کشائی کرنی چاہی جب اس نے بائیں ہاتھ کی انگلی اس کے گلابی ہونٹوں پہ جمائی۔

میں نے کہا اماں کی طرح پیار سے وش کریں۔"اس کے گھمبیر لہجے میں " عجیب سی حدت چھلک دکھلا رہی تھی جو اسے پگھلائے جانے کو تھی۔

وہ جو پہلی ہی گلابی ڈوروں سے سجی ان دلکش سنہری آنکھوں میں بار بار کھو رہی تھی۔اس کے اصرار پہ نجانے کس بے اختیاری کے ہاتھوں بہکتے ہوئے اس نے ہولے سے اپنا سر اٹھا کے سرپٹ بھاگتے دل کے ساتھ اس کی بائیں آنکھ کے کنارے پہ ہولے سے کپکپاتے ہوئے لب رکھے۔

سالگرہ مبارک ہو، خداوند تعالیٰ ہر نیک تمنا اور مقصد پورا کرے آمین۔""
بہت مختصر اور سادہ آواز میں کہتی وہ پیچھے ہٹنے کو تھی جب اس کی اس جسارت پہ ہق دق لیٹے ذوالنورین نے اس کی کمر کے گرد گرفت مضبوط کرتے اسے اپنی طرف کھینچا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کے مضبوط سینے سے ٹکرائی تھی۔
اس انتہاؤں کو چھونے والی قربت اور اپنی کی گئی گستاخی پہ زحلے کو لگا کہ اس کی سانس تھمنے لگا ہو جیسے۔

اس سے قبل کے وہ کچھ کر پاتی یا کہہ پاتی اس نے کروٹ بدلتے ہوئے اسے بیڈ پہ لٹاتے خود اس پہ سایہ فگن ہوتا اس کے کپکپاتے گلابی ہونٹوں کو ان کی ایسی دلفریب جسارت پر انعام دینے لگا۔

جبکہ زحلے جو اپنی بے اختیاری پہ شرم سے ڈوب مرنے کو تھی اس کے ایسے منہ زور اور پر شدت لمس پر اس کی سانسیں منتشر ہوئیں جبکہ جسم میں خون کی گردن یکلخت تیز ہو گئی۔

لمحہ بہ لمحہ اس کے ہونٹوں کی بڑھتی شدت سے گھبراتے اس نے بے اختیار اپنے بازو اس کی گردن کے گرد لپیٹے تو ذوالنورین کی گرفت مزید بڑھی تھی جس کے سبب اس کی سانسیں اکھڑنے لگیں۔

وہ جو بے خود ہوا اس کی سانسوں کا جام خود میں انڈیلتے ہوئے اپنے سلگتے دل کو تسکین پہنچا رہا تھا اس کی مدہم ہوتی سانسوں کی وجہ سے پیچھے ہوا تو وہ آنکھیں موندے گہری سانسیں لیتی اپنی تنفس بحال کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

اس کے کپکپاتے نم ہونٹوں سے ہوتی اس کی سرخ ڈوروں سے سجی خمار آلود آنکھیں صراحی دار گردن اور پھر اس پہ سجے نیلے موتی تک گئیں تو آنکھوں میں چھائی خماری مزید بڑھ گئی۔

ایک نظر اسے دیکھ کر وہ جھکا اور اب کی بار نشانہ اس کی گردن کو بنایا تو وہ کپکپا اٹھی اور تیزی سے اپنے ناخن اس کی گردن میں کھبوتے خود کو ایک نامحسوس سا سہارا دینے کی کوشش کی جبکہ اس کی حرکت سے بے نیاز بنا اور دیوانہ وار اس کی گردن کو اپنے لمس سے دہکاتا جیسے ہر حد پار کر دینے کو تھا۔

ذ۔۔زوالن۔۔۔اللہ!" دونوں ہاتھ اس کی گردن میں ڈالے اس نے اس" کی شدتوں سے گھبراتے اسے متوجہ کرنے کی کوشش کی جب اس کو اپنی شہ رگ پہ سلگتے ہوئے لبوں کا پر شدت لمس سجاتے محسوس کر کے چکرا سی گئی۔

پ۔۔ پیچھے ہٹو پلیز۔۔ام۔۔اماں آج۔۔جائیں گی۔" وہ کچھ ہی دیر میں "
اسے اس حد تک بکھیر چکا تھا کہ نا بولنے کی ہمت رہی تھی نہ مزاحمت کرنے
کی سکت باقی رہی تھی۔

میں نے اماں کے بیٹے کو خوش کرنے کے لیے بولا تھا لیکن اتنا خوش کرنے "
کے لیے نہیں۔ آج کے بعد جوابی کاروائی برداشت کرنے کی ہمت نہ ہوئی تو
اس طرح سے سالگرہ وِش نہ کیجیے گا۔ میں ہر بار مہلت نہیں دیا کرتا۔" اس
کے کپکپاتے نازک سراپے پہ ایک بے باک مگر بھرپور نگاہ ڈالتے وہ اس کے
اپنی ہی لمس کی شدت سے سرخ نشانات سے سجی گردن اور چہرے کو مخمور
نگاہوں سے دیکھتا بھاری لہجے میں بولا تو زحلے کی کانوں سے گویا دھواں نکلنے
لگا تھا اور چہرہ گویا لہو چھلکانے لگا ہو۔

اس کے خوبصورت چہرے پہ چھائی شرم کی سرخی اس قدر دلکش لگ رہی تھی کہ وہ ایک بار پھر بے خودی سے اس کے چہرے پہ جھکتا اس کے چھکے چھڑا گیا۔

پ۔۔پلیز۔۔۔۔۔۔۔"اس نے بے ساختہ اسے پکارا جو نجانے آج اپنا" تنفر چھپائے کیونکر صبح ہی صبح اس کے ہوش ٹھکانے لگا رہا تھا۔

وہ۔۔۔وہ نہیں آئی ابھی۔"وہ جو عالمِ مدہوشی میں ڈوبا اس کے چہرے پہ" پھول کھلا رہا تھا۔اماں کی آواز پہ جیسے ایک جھٹکے سے ہوش میں آیا۔

وہ اس کے اور اپنے کمرے کے ملحقہ دروازے میں کھڑی اس سے اُس کے بابت دریافت کرنے لگیں جو اس کے چوڑے وجود کے حصار میں مقید بیڈ میں پڑی اس زاویے سے ان کی نظروں سے اس پل اوجھل تھی۔

جبکہ اماں کی آواز پہ زحلے کا رنگ فق ہو گیا۔

اس نے اپنے ہاتھ اس کی گردن کے گرد سے کھینچتے ہوئے اپنی پوری ہمت مجتمع کرتے اسے سائیڈ پہ کیا اور خود سیدھی ہوتی سرعت سے بیڈ سے اٹھنے لگی لیکن ٹانگیں اس پل یوں کپکپا رہی تھیں کہ وہ بیڈ سے اٹھ نہ سکی۔

وہ۔۔۔وہ می۔میں میرا مطلب کہ مجھے ن۔۔نیند آگئی ت۔۔تھی۔میں" ابھی آپ کے لیے ن۔۔ناشتہ لے کے آتی ہوں۔"اپنے دوپٹے کا ایک پلو کندھے پہ جمائے وہ بکھرے بالوں، کپکپاتے نم ہونٹوں، شرم اور سسکی سے جھکی آنکھوں اور سلگتی گردن کے ساتھ بمشکل لفظوں کو ادا کر پائی تھی۔

جبکہ وہ چپ چاپ نیم دراز ان ساس بہو کو دیکھ رہا تھا۔

اِس نے مارا ہے تمہیں؟"اس کی حالت کو دیکھتے اماں نے جس انداز میں" پوچھا زحلے کا دل چاہا وہ کہیں شرم سے ڈوب مرے جبکہ ذوالنورین کے ہونٹوں پہ بڑی جاندار سی مسکان پھیلی تھی۔

اس نے اپنے نیچے دبے اس کے آدھے دوپٹے کو نکال کے اس کے سر پہ پھیلایا اور پھر یونہی لیٹے لیٹے اس کا ہاتھ تھام کے اسے سہارا دیا تو وہ ان دونوں سے نظریں ملائے بغیر اس کے اوپر سے ہوتی بیڈ سے نیچے اتر گئی۔

مم۔۔میں آتی ہوں۔"اماں سے کہتی وہ تیزی سے واشروم کی جانب بڑھ" گئی۔

اماں! سالگرہ ہے آج میری، مجھے وِش کر کے دعا نہیں دو گی؟"اپنی حالت" سے مجبور اس نے وہیں نیم دراز ہوئے ماں کو پکارا جو اس کی آواز پہ چونکی تھیں اور پھر کچھ سوچتے بول اٹھیں۔

اُس نے سالگرہ وِش کی تمہیں؟"اماں کے اس سوال پہ اس کا بلند قہقہہ "
کمرے کی فضا کو مہکا گیا۔

اس نے بڑے جرات مندانہ انداز میں وش کی ہے اور اسے انعام بھی دیا"
ہے اماں۔آپ آئیں اور میرا ماتھا چومیں۔"بلند آواز میں کہتا وہ واشروم کے
بند دروازے کے ساتھ کھڑی زحلے کا دل ایک دفعہ پھر سے دھڑکا گیا۔
جبکہ اس کے اصرار پہ اماں اب اس کے بیڈ کی جانب بڑھ رہی تھی اور اندر وہ
بار بار اپنا منہ دھوتی اس کے اس نئے روپ سے خائف ہوئی جا رہی تھی۔

اپنا سیاہ رومال چہرے پہ باندھے وہ دونوں بہت خاموشی اور احتیاط سے آگے
بڑھ رہے تھے جب ایک دم سے کتے بھونکنے کی آواز پہ ضرغام بھنا اٹھا۔

اب تمہارے اس 'سسرالی' کو کیا موت پڑ گئی ہے؟"اس کے جلتے بھنتے" انداز پہ رہبان نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

تمہاری خوبصورتی کی تعریف کر رہا ہے۔"اس نے بھی جواباً اینٹ کا جواب" پتھر سے دیا اور قدم آگے بڑھائے۔

میں اندر جا رہا ہوں۔ تم اس طرف جاو۔"اس نے آہستگی سے اسے ہدایت" دی اور خود قدم حویلی کے داخلی دروازے کی جانب بڑھائے۔

وہ جانتا تھا کہ آج بخت خان پہنچنے والا ہے اس لیے سب مرد مردان خانے پہنچ چکے تھے اور یہی وقت تھا ان کے پاس آ یا پار کرنے کے لیے۔

وہ ہاتھ میں پسٹل لیے آگے بڑھ رہا تھا جب سامنے سے آتی زارا نے جب کسی اجنبی کو حویلی میں یوں دیکھا تو اس کے ہونٹوں سے بڑی واشگاف سی چیخ نکلی۔

لیکن رہبان نے سرعت سے رومال نیچے کھینچا تو اس کے چہرے کو دیکھ کر اس کا منہ فوراً بند ہوا۔

رہبان گردیزی؟ آپ یہاں کیسے؟ اور وہ بھی اس طرح؟" وہ آبگینے کی " شادی کی سب سے بڑی حمایتی تھی تبھی رہبان کو دیکھ کر فوراً سنبھلتی ہوئی گویا ہوئی تھی۔

اس طرح آمد کے لیے معذرت خواہ ہوں لیکن آپ کے پیر سائیں آبگینے " اور میری بہن کو کڈنیپ کر لائے ہیں تو بس ان کی آزادی کے لیے آیا ہوں۔" بنا لگی لپٹی کیے اس نے وجہ بیان کی تو اسے جیسے دھچکا سا لگا۔

آبی حویلی میں ہے؟"اس کے لہجے کی بے یقینی پہ رہبان نے تاسف سے سر" ہلاتے قدم دائیں جانب بڑھائے اور ششدر کھڑی زارا کو نظر انداز کرتا اپنی مسز کی تلاش میں بڑھ گیا۔

آبی کی مدر کا کمرہ کس طرف ہے؟"کسی خیال کے تحت اس نے پلٹ کے" کسی بت کی مانند ایستادہ زارا سے پوچھا تو اس نے بنا بولے ہاتھ سے اشارے کیا۔

اس کی نشاندہی پہ وہ وقت ضائع کیے بغیر آگے بڑھا اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

دروازہ کھولتے ہی پہلی نظر اس پہ پڑی جو بیڈ پہ لیٹی گویا صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔اس کو دیکھ کر وہ تڑپ کے آگے بڑھا اور کمرے کے ایک کونے میں جائے نماز پہ بیٹھی اپنی ساس کو فراموش کیے،اس کے نازک وجود کو اپنی بانہوں میں سمیٹتا دیوانہ وار اس کا چہرہ چومنے لگا۔

آئی مسڈ یو سو مچ میری جان، آئی مسڈ یو آلاٹ۔"اس کے چہرے کے ایک" ایک نقش کو چومتے ہوئے وہ گلوگیر آواز میں بولتا وہ اس کے آنسوؤں کو تیز تر کر گیا۔

م۔۔میں ڈر گئی تھی۔مجھے۔۔مجھے لگا اب میں آپ کو نہیں دیکھ سکوں" گی۔"اس کی شرٹ کو زور سے مٹھیوں میں دبوچے وہ سسکیاں بھرتی ہوئی اپنے جذبات واحساسات کا واضح اظہار کر رہی تھی۔

شش، میں یہاں ہوں آپ کے پاس ہمیشہ کے لیے۔"اس کے سسکتے "
وجود کو اپنے بازوؤں میں سمیٹتا وہ بھاری لہجے میں بولا۔

چ۔۔ چلیں یہاں سے پلیز۔مجھے۔۔مجھے واپس جانا ہے گھر۔"وہ ان سب "
کی باتوں سے بے حد خوفزدہ ہو چکی تھی اسے بس اپنے ہونے والے بچے کی
فکر تھی۔
جس کو وہ اپنے خون سے سینچ رہی تھی۔جس کی دھڑکن اس کے سنگ چلتی
تھی۔

اٹھو اور اب رونا بالکل نہیں۔"اس کے آنسو لبوں سے چنتے ہوئے اس نے "
اسے سہارا دیا جس کا چہرہ اس کے چند لمحوں کی قربت پہ گلابی مائل ہو رہا تھا۔
اسے کھڑا کرتے اس کی نظر اماں پر پڑی تو لحظہ بھر کے لیے گڑبڑا سا گیا لیکن
پھر سنبھلتے ہوئے انہیں سلام کیا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" وہ ابھی اماں سے مزید کچھ کہنا چاہتا ہی تھا کہ " عقب سے آتی برودت بھری آواز نے کمرے کے سبھی مکینوں کو منجمند کر دیا۔

رہبان سمیت آبگینے اور ساجدہ بیگم نے پلٹ کے دروازے کی جانب دیکھا جہاں کھڑی نسرین بیگم کاٹ دار نگاہوں سے رہبان اور آبی کو دیکھ رہی تھیں۔

مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہاں بھابھی بیگم گھر کے دشمنوں سے ایسا پیار رکھتی ہے" کہ انہیں رات کے اندھیرے میں کمرے تک بلا لیتی ہے۔" زہر خند لہجے میں بولتیں وہ ساجدہ بیگم کا رنگ فق کر گئیں جبکہ رہبان نے آبگینے کو سنبھالتے پیشانی پہ بل لیے انہیں دیکھا۔

دیکھیے خاتون،ان میں اماں کا کوئی قصور نہیں ہے اس لیے ان کو ٹیز کرنے" سے پہلے مجھ سے بات کر لیں۔"لہجہ بہت ٹھہرا ہوا تھا لیکن دل ہی دل میں جھنجھلاتے اس نے ٹائم دیکھا تھا۔

تم سے کیا بات کروں؟ دشمن ہو تم ہمارے اور یوں دھڑلے سے ہمارے" زنان خانے میں آ کھڑے ہوئے ہو؟"وہ چیخ اٹھی تھیں۔

معذرت کے ساتھ لیکن میں خواتین سے دشمنی نہیں رکھتا اور اس طرف" اس لیے آیا ہوں کہ آپ کی حویلی کے مرد میری بیوی اور ہونے والے بچے کو زبردستی لے کے آئے ہیں جنہیں مجھے لے کے جانا ہے۔" بایاں بازو آبگینے کے گرد لپیٹے وہ اسے اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا جبکہ نگاہوں کا مرکز نسرین بیگم تھیں۔

یہ ہماری بیٹی ہے اور اسے ہم اس شخص کے حوالے کبھی نہیں کریں گے جو" میرے شوہر کو جیل میں ڈالے بیٹھا ہے۔" انہوں نے متنفر لہجے میں کہا تو رہبان نے زور سے دائیں ہاتھ کی مٹھی زور سے بھینچی۔

آبگینے کو لے جانے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا اس لیے ایسی کوشش" مت کیجیے گا اور جہاں تک بات ہے آپ کے شوہر کی تو ان کے جرائم اور مظالم کی فہرست اتنی لمبی ہو چکی ہے کہ جیل کیا پھانسی تک لے کے جاوں گا۔" ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے مضبوط لہجے میں بولتا وہ ان تینوں خواتین کی سانسیں روک گیا۔

یہ کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" کچھ دیر بعد سنبھلتے ہوئے وہ غرا اٹھی تھیں۔"

اس کی تفصیل آپ مجھ سے لے لیجیے گا اماں سائیں، ابھی اِس کو یہاں سے" جانے دیں۔اس کی بہن دادا سائیں کے قبضے میں ہے اور اس کی عزت خطرے میں ہے۔"زارا کی سنجیدہ آواز پہ سب نے پلٹ کے دیکھا تو وہ دروازے کی چوکھٹ پہ کھڑی نم آنکھوں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔

بہن؟" دریہ سے متعلق ساجدہ بیگم اور نسرین بیگم دونوں بے خبر تھیں" اس لیے ٹھٹھکیں اور شاید اسی لیے نسرین بیگم مزید کچھ بول نہ سکیں۔ کہ ایسی کریٹیکل سچویشن میں بھی وہ شخص بڑے تحمل کے ساتھ کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا۔

لیکن یہ نہ جانتی تھیں اس شخص کے اس تحمل کے پیچھے جان سے پیارے دوست کا ساتھ اور یقین تھا۔

ہمیں اجازت دیں۔اور آپ لوگوں سے پیشگی معذرت ہے کہ آپ" لوگوں کو ناقابل تلافی دھچکے ملنے والے ہیں۔ مگر بہت سے گھروں کی عزت اور جان بچانے کے کبھی کبھار ایک آدھ کی قربانی دینا مناسب رہتا ہے۔"

نپے تلے انداز میں انہیں بہت کچھ باور کروا کے وہ روتی ہوئی آبگینے کو بازو میں سمیٹے ان کے قریب سے ہوتا دروازے کی دہلیز پار کر گیا۔

جبکہ پیچھے کھڑی ساجدہ بیگم، نسرین بیگم اور زار اسائیں سائیں کرتے دل و دماغ کے ساتھ وہیں کھڑی رہ گئیں۔

اسے بخت خان کے کراچی سے جانے کی اطلاع ملی تو اس نے فوراً اپنے پلان کو ترتیب دی اور ولید میر تک پہنچنے کے عمل کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہا۔

جس رات اسے ان لوگوں کی سچائی پتہ چلی تھی اسی دن اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ولید میر ان کے قبضے میں ہی ہے اور جس دن وہ اپنے پیروں پہ مکمل طور پہ کھڑا ہو گیا تب اسے یقین ہونے لگا کہ انہوں نے اپاہج ذوالنورین اور ذہنی توازن کھوئی کلثوم میر کو ولید میر کے لیے ایک مہرے کے لیے اور ولید میر کو ان دونوں کے لیے ایک مہرے کی صورت میں زندہ رکھا تھا۔

اس سب کے متعلق جاننے پر اس نے اپنی کچھ عرصے کی سروس کے دوران بنائے گئے پر اعتماد دو چار ساتھیوں کو ساتھ ملایا اور باپ کی تلاش تیز تر کر دی۔

سر! آپ کو یقین ہے کہ آپ کے ڈیڈ کو یہاں ہی رکھا گیا ہے؟" کراچی" کے ڈیفنس ایریے میں بنے نسبتاً درمیانے سائز کے فلیٹ کی جانب بڑھتے اس کے ایک ساتھی نے دریافت کیا۔

زاہد! بخت خان سفیر سائیں کا دیا گیا حرام کھا رہا ہے اس لیے وہ ایسی ہی" لگژری زندگی کا عادی ہو چکا ہے۔ایسے میں مجھے یقین ہے کہ ڈیڈ کو اُس نے اپنے فلیٹ میں ہی رکھا ہو گا۔"اس کے مضبوط لہجے میں ایک یقین پنہاں تھا جس پہ بھروسہ کیے اس کے ساتھی بہت محتاط قدموں سے آگے بڑھ رہے تھے۔

بخت خان کو کم از کم کراچی کے اس ایریے میں اپنے کسی دشمن کا خطرہ تو اپنے تئیں تھا نہیں اس لیے فلیٹ کے ارد گرد کوئی مشکوک آدمی چوکیداری کرتا نظر نہ آیا۔

ایسے میں بہت چالاکی اور احتیاط سے فلیٹ کا دروازہ مختلف حربے آزما کے کھولنے کے بعد جب وہ فلیٹ میں داخل ہوئے تو ہال میں دو لوگ نیوز دیکھتے نظر آئے۔

ان کے دیکھنے سے قبل اس کے ایک ساتھی نے سرعت سے آگے بڑھ کے ان کے ناک پہ کلوروفام سے بھیگا رومال رکھا تو وہ ہوش و خرد سے بیگانہ ہو کے لڑھک گئے۔

اگلے پانچ منٹوں میں فلیٹ کا کونہ کونہ چھان لینے کے بعد جب ذوالقرنین میر کا حوصلہ اور امید ٹوٹنے لگی تھی اسی لمحے باہر جانے والے دروازے کے پاس انہیں غیر معمولی سا محسوس ہوا تو اس نے اس دروازے کو مزید بائیں جانب دھکیلا تو یہ دیکھ کے حیران رہ گیا کہ اس دروازے کے مخالف سائیڈ پہ کھلنے پہ ایک سٹور نما کمرہ سامنے آیا تھا۔

ملگجے اندھیرے میں ڈوبے اس کمرے کو دیکھ کے اس کا دل تیزی سے دھڑک اٹھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا تو زاہد نے لائیٹ جلائی۔

روشنی میں انہیں کرسی پہ کمزور اور قدرے حواس الباختہ ہوئے ولید میر دکھائی دیے تو آنکھوں میں بجتے دیے پھر سے جل اٹھے۔

ڈ۔۔ڈیڈ!" نین کے ہونٹوں سے سرگوشی نما آواز میں نکلا اور پھر اس نے" بھاگنے کے سے انداز میں آگے بڑھ کے انہیں سنبھالا تھا۔

آنکھوں میں ناقابلِ فہم تپش لیے وہ بھاری دل کے ساتھ اس تاریک کمرے کا دروازہ کھول کے اندر داخل ہوا۔

جہاں اس کی آنکھوں پہ کالی پٹی باندھے اسے کرسی پہ بٹھا کے دونوں ہاتھ پشت پہ لے جا کر باندھے ہوئے تھے۔

یہ نفرت اور انتقام میں رچائے گئے کھیل کتنے اذیت ناک ہوتے ہیں۔""""

فیروزی سوٹ میں ملبوس دریہ جس کی پونی ٹیل سے لٹیں بکھری ہوئی تھیں جبکہ دوپٹہ کندھے پہ بکھرا پڑا تھا اور چہرے پہ آنسوؤں کے مٹے ہوئے نشانات۔

اسے اس حال میں دیکھ کے جانے کیوں دل کو تکلیف ہونے لگی تھی۔

حالانکہ وہ اسے اس سے بھی زیادہ تکلیف سے دوچار کرنا چاہتا تھا کہ رہبان گردیزی تڑپ اٹھے۔

مگر یہ کمبخت دل کو کیونکر تکلیف ہونے لگی تھی؟؟

دل و دماغ سے جنگ لڑتے اس کے قدم بہت آہستگی سے اس کی جانب بڑھنے لگے تھے جو اس کے اور اس کے باپ کی گفتگو سن کر سوبار جی تھی اور سوبار مری تھی۔

جینے کا سبب یہ تھا کہ وہ شخص کم از کم اس کے اغوا کا سبب نہ تھا جسے پہلی دفعہ دیکھ کر اسے وہ اپنا 'مددگار' سمجھی تھی۔

اور مرنے کے لیے یہی بات کافی تھی وہ شخص اس تک کس مقصد کے لیے آیا تھا۔اور آج اگر اس کے گھر والے جلدی نہ کرتے تو شاید اس کمرے میں وہ اسے اپنے جال میں پھنسا کے لے آتا۔

بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے وہ اس کے بے حد نزدیک جس کے رکا تو بے سدھ پڑی دریہ کے حواسوں سے اس کے کلون کی مہک ٹکرائی تو وہ چونکی۔

وہ اس کلون کو پہچانتی تھی۔

وہ کلونز کی دیوانی تھی اور جو شخص ایک دفعہ بھی اس کے نزدیک آتا وہ اس کے کلون کو پہچان لیتی تھی۔جبکہ طلال شاہ بد قسمتی سے بہت بار اس کے نزدیک آچکا تھا اس لیے وہ بنا کسی تردد کے اس کے کلون کی خوشبو پہچان چکی تھی۔

یہ پہچان ہوتے ہی اس کا دل زوروں سے یہ سوچ کے دھڑک اٹھا کہ آیا اب وہ انتقام میں کسی حد کو پار کرنے والا تھا؟؟

مگر وہ یہ محسوس کر کے ٹھٹھک گئی تھی کہ اس کے گرم لمس سے مزین ہاتھ اس کی آنکھوں پہ بندھی کالی پٹی کو کھولنے میں مصروف تھے۔

اس کی آنکھوں سے اس پٹی کے ایک دم ہٹنے پر اس کی آنکھیں چند ثانیوں کے لیے چندھیا سی گئیں۔

مگر اس کی سانس اس لمحے رک سی گئی جب طلال کا مضبوط ہاتھ آگے بڑھا اور اس نے بہت دھیرے سے اس کی آنکھوں کو سہلایا۔

جبکہ وہ بھی اپنی جگہ اپنی اس بے اختیارانہ حرکت پہ دم بخود رہ گیا تھا مگر وہ ان آنکھوں کو اس لمحے بہت شدت سے دیکھنا چاہتا تھا جنہوں نے پہلی ہی ملاقات میں اسے سحر میں جکڑ لیا تھا۔

وہ اس لمحے پھر سے انہیں دیکھ کے اس سحر کو ختم کرنا چاہتا تھا اور انتقام کی راہ پہ نکلنے کو بے قرار تھا مگر شاید قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

"م۔۔میرے ہاتھ۔۔۔۔"نجانے کب تک اس کے ہاتھ کا لمس اسے جھلسائے رکھتا کہ وہ اچانک بیٹھی ہوئی آواز کے ساتھ بولی تو وہ چونکا۔

ایک نظر اس کے ستے ہوئے سوجے چہرے پہ ڈالتے ہوئے اس کی نظر اس کی سوجی ہوئی آنکھوں پہ پڑی تو دل پہ اس کی حالت دیکھ کے جیسے گھونسہ سا پڑا تھا۔

"آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا؟"وہ رہبان گردیزی کو تڑپانے کے لیے اس کی بہن کو استعمال کرنے کا سوچنے والا مرد رہبان گردیزی کی بہن کی نم آنکھوں کو دیکھ کے اپنے ہی باپ سے شکوہ کناں ہوا تھا۔

قدرے اس کی جانب جھکتے ہوئے اس نے ہاتھ پیچھے کی جانب لے جاتے ہاتھوں پہ بندھی رسی کھولنی چاہی جب اچانک منہ پہ پڑنے والے زوردار مکے پہ جہاں وہ لڑکھڑا کے دریہ سے دور ہٹا تھا وہیں دریہ کے ہونٹوں سے ایک دبی دبی سی چیخ نکلی تھی۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس کے نزدیک آنے کی کمینے انسان۔" بھسم کر" دینے والی نگاہوں سے طلال شاہ کو دیکھتا ضرغام غرایا تو طلال کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

اور یہ پوچھنے والے تم کون ہوتے ہو؟"فوراً سنبھلتے ہوئے وہ اس کی جانب" لپکا اور اس کے منہ کا نشانہ لینا چاہا جب دریہ کی کانپتی ہوئی آواز ابھری۔

پ۔۔پلیز،لالہ مم۔مجھے یہاں سے نکالیں۔"بیک وقت دونوں کو تھم" جانے کا کہتی وہ ضرغام کی جانب دیکھتی رودی تو طلال کا غصہ مدہم ہوا جبکہ دل میں ابلتے غبار میں بھی لفظ'لالہ'سن کے ٹھہراو آیا تھا۔

ریلیکس دریہ،ہم ابھی نکلنے لگے ہیں۔"اپنے طیش پہ قابو پاتے اس نے" دریہ کو تسلی دی اور اس کی جانب بڑھنے سے پہلے پھر سے طلال کی جانب بڑھا تھا۔

بدلہ لینے کے لیے مرد کی طرح مرد سے مقابلہ کرو بزدل شخص۔عورت کو" مہرہ بنانے کی جو جرات تم نے کی ہے اس کا۔۔۔۔۔۔"اس کی آنکھوں میں اپنی بھوری آنکھیں گاڑھتا وہ سرد لہجے میں بول رہا تھا جب طلال نے درشتگی سے اس کی بات قطع کی۔

میں نے ان دونوں کو کڈنیپ نہیں کیا اس لیے کوئی دھمکی مجھے مت دینا۔""
اس کے لہجے کی سرد مہری بھی قابل دید تھی۔

اپنی بزدلی کو ڈھٹائی کے پردے میں مت چھپ۔۔۔۔۔۔"اس کی بات"
سن کے ضرغام کا غصہ عود کر آیا۔

یہ۔۔یہ سچ کہہ رہے ہیں لالہ۔مجھے کڈنیپ انہوں نے نہیں ک۔کیا"
ہے۔"بے تحاشا رونے اور چیخنے کے باعث اس کی آواز اب بیٹھ چکی تھی۔
مگر اس سمے اس کی آواز طلال کی سماعتوں پہ ہتھوڑے کی مانند برسی
تھی۔اس نے یہ بالکل نہ سوچا تھا کہ وہ اس مقام پہ بھی اسے یوں بچائے گی۔
جبکہ دریہ اپنی جگہ یہ سوچے بیٹھے تھی کہ جو جرم اس نے کیا نہیں وہ اس کے
کھاتے میں ڈالنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

دریہ کی بات سن کے ضرغام نے ایک چبھتی ہوئی نگاہ طلال پہ ڈالی اور آگے بڑھ کے دریہ کے ہاتھ کھولنے لگا۔

"دریہ کے ہاتھوں کو سہلاتے اس کے ہاتھ رہبان کی آواز سن کے تھم ضر!" گئے۔

جبکہ طلال یہاں اس وقت رہبان اور آبگینے کو دیکھ کے آپے سے باہر ہونے لگا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو کمینے انسان؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس حویلی میں دوبارہ قدم رکھنے اور آبی کو ساتھ لے جانے کی۔" وہ بپھرے ہوئے انداز میں کہتا تیزی سے ان کی جانب بڑھا تھا۔

اس سے قبل کے وہ دونوں آپس میں گتھم گتھا ہوتے، رہبان کے پہلو میں کھڑی آبگینے ایک دم سے رہبان کے سامنے آئی تھی۔

طلال! تم ما۔۔ماموں بننے والے ہو۔"اس کے قدرے خشک ہوتے" ہونٹوں سے نکلنے والے ان الفاظ پہ اس کمرے میں ایک دم سے سناٹا چھا گیا۔ دوسری جانب طلال کے بپھرتے وجود پہ گویا کس نے برفیلا پانی انڈیل دیا ہو جیسے۔

وہ ایک دم سے ساکت کھڑا پتھریلی نگاہوں سے بہن کو دیکھ رہا تھا جو التجائیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتی اس سے اپنے شوہر کی نہیں بلکہ اپنے ہونے والے بچے کے باپ کی عزت کم نہ کرنے کی درخواست کر رہی تھی۔

وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا ماں جایا اور اس کا شوہر یوں آمنے سامنے آئیں اس لیے وہ بیچ میں آ کھڑی ہوئی تھی۔

جو جنگ بڑوں کی تھی وہ بڑوں کی ہی رہنی چاہیے وہ اسے بڑھاوا نہیں دینا چاہتی تھی۔وہ جانتی تھی کہ طلال بچوں کا کس قدر دیوانہ ہے اس لیے اسے یقین تھا کہ وہ اس کی بات سن کے تھم جائے گا۔

اور ایسا ہی ہوا، کچھ لمحوں کے بعد اس کا رہبان کو مارنے کے لیے اٹھایا جانے والا ہاتھ کٹی ہوئی پتنگ کی مانند پہلو میں جا گرا۔

خوش رہو۔" بمشکل ہونٹوں کو ہلاتے اس نے اسے دعا دی اور لمبے لمبے "
ڈگ بھرتا اپنی حویلی میں آئے 'دشمنوں' کو زندہ اور صحیح سلامت چھوڑتا وہاں سے نکل گیا۔
جبکہ اس کے ایسے رد عمل پہ وہ سب کچھ ثانیوں کے لیے ششدر سے رہ گئے۔

آج سے سالے صاحب کے کیے گئے ہر ظلم کو خندہ پیشانی کو معاف کرتے "
ہوئے ہم اسے ہمیشہ کے لیے دل کی گہرائیوں میں جگہ دینے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔" آبی کو روتے دیکھ کے اس نے نرمی سے اس کی کنپٹی کو چوما اور پھر

دریہ کو گلے لگاتے اسے تسلی دی اور ان دونوں کو ساتھ لیے وہ وہاں سے نکلے تھے۔

تم ان دونوں کو لے کے گاڑی کی طرف چلو۔ میں اپنے مجرم کو لے کے آتا" ہوں۔" دریہ اور آبی کو ضر کے حوالے کرتا وہ سنجیدگی سے بولا تو آبگینے نے ٹھٹھک کے اس کی جانب دیکھا۔

آپ چچا سائیں کو معاف نہیں کر سکتے؟" اس کے اچانک سوال پہ وہ ٹھٹھکا" اور پھر یکایک اس کے چہرے پہ سرد مہری سی چھا گئی۔

نہیں۔" اس کے دوٹوک جواب پہ آبگینے کے چہرے کا رنگ متغیر ہوا تھا۔"

لیکن وہ سرعت سے اس کے چہرے سے نظریں چراتا ہوا واپس پلٹ گیا
کیونکہ وہ اس محبت کے لیے کمزور پڑ کے بظاہر پانچ لوگوں لیکن در حقیقت
سینکڑوں کی زندگانیوں سے کھیلنے والے کو کوئی رعایت نہیں دینا چاہتا تھا۔

اگلے کچھ ہی منٹوں میں بنا کوئی فساد برپا کیے وہ اپنی عورتوں کو بحفاظت پیر
حویلی سے نکال لے گئے تھے کیونکہ
اس رات آبگینے سے خلع کے پیپرز پہ سائن لینے کا سوچنے والے آبگینے کے
ہونے والے بیٹے کے ماموں نے اُس کی آمد کے صدقے ان کی مدد کی تھی۔
اور دریہ اس انوکھے صیاد اور منتقم کی شخصیت پہ حیران و متعجب سی ہوتی
تاریک سڑکوں کو گھورے جا رہی تھی۔

سیاہ ٹراوزر کے ساتھ براون شرٹ پہنے وہ بالوں کی ڈھیلی سی پونی بنائے کندھوں پہ سیاہ سٹالر پھیلائے سوجی ہوئی نم آنکھوں کے ساتھ 'اسد ملک' کے کمرے میں موجود تھی۔

بڑے دادا! آپ نگاہ اور ضرغام چاچو کی ڈائیورس کروا رہے ہیں؟" "ضرغام" کے ساتھ چاچو نہ لگانے کا صیغہ ضرغام کی موجودگی میں ہی کبھی کبھار عمل میں آیا تھا وگرنہ جو وہ ابھی بھی روانی میں بولتی تو عادتاً ضرغام چاچو ہی بول جاتی۔

ناٹ فیئر شہرے، آپ اپنے فادر اِن لاء کے سامنے اپنے شوہر کو 'چاچو' کہہ " رہی ہیں۔" اس کی بکھری ہوئی بے چین حالت کو گہری نگاہوں سے دیکھتے انہوں نے ماحول کی گھمبیرتا کم کرنی چاہی۔

مگر اُن کی بات سن کے اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔

"آپ۔۔آپ سب نے میرے ساتھ بہت غلط کیا۔میری عزت بچانے کے لیے میری شادی کی لیکن میری عزت نفس تو ختم ہو گئی ناجب آپ لوگوں نے اس شخص سے میرا نکاح کیا جسے میں نا صرف چاچو سمجھتی تھی بلکہ وہ پہلے سے ہی نکاح فائیڈ تھے۔تب نکاح کا سن کے اتنے ہارش انداز میں سب کے سامنے منع کرنے کے بعد وہ میری سیلف ریسپیکٹ کو ختم کرنے کے بعد مجھے کہتے ہیں کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔"اس کے اندر اس قدر غبار اکٹھا ہو چکا تھا کہ وہ بولنا شروع ہوئی تو پھر روتی ہوئی بولتی چلی گئی جبکہ اسد صاحب سنجیدگی سے اسے سن رہے تھے۔

"اب اچانک وہ لوگ یوں ڈائیورس فائنل کر رہے ہیں جیسے یہ نکاح ان کے لیے کبھی کچھ تھا ہی نہیں۔کیا میں نہیں جانتی کہ نگاہ کتنے پیار سے خود کو 'مسز

ضرغام ملک 'کہا کرتی تھیں۔"اس کے لہجے کی کسک پہ اسد ملک کو اپنے برسوں قبل کیے فیصلے پہ افسوس ہوا تھا۔

مگر بعض فیصلے خاندان کی عزت کے لیے کرنے پڑتے تھے اور قیمت بھی بڑی چکانی پڑتی تھی۔

وہ ایسا صرف ضرغام کو چڑانے کے لیے کرتی تھی۔ضرغام نے آپ سے سچ" کہا ہے کہ وہ آپ سے محبت کرتا ہے۔کیوں کرتا ہے؟کب سے کرتا ہے؟اس کا جواب وہی دے گا۔ضرغام کے اس دن کے ہارش ریجیکشن کے پیچھے کی وجہ میں ہوں مگر یہ بات سچ ہے کہ ضرا ور نگاہ کی ڈائیورس اول روز سے طے تھی۔"بہت کچھ چھپاتے ہوئے انہوں نے بہت کچھ اس کے سامنے عیاں کیا تھا۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ دونوں ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔"اس" کی آنکھوں کے سامنے ان دونوں کے ایک ساتھ بتائے گئے کچھ منظر لہرائے تھے۔

وہ اب بھی ایک دوسرے سے پیار کرتے ہیں۔وہ دونوں جان سے عزیز" دوست رہے ہیں شہرے،ان کی بے تکلفی تب بھی ایسی تھی جیسی اب ہے۔ اور جہاں تک بات ہے نگاہ کی تو اس کی کسی دن میڈیکل فائل چیک کر لیجیے گا آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ ضرکا اسے وقت دینا اور سب سے زیادہ ترجیح دینا کیونکر ضروری تھا۔"ان کے لہجے میں بات کے اختتام میں ایک عجیب سا دکھ جھلکا تھا لیکن شہرے کے چہرے اور دل و دماغ میں چھائی الجھن جوں کی توں برقرار تھی۔

مگر بڑے دادا، جو بھی تھا شادی تو اب ہو چکی ہے نا اس لیے اب یہ ڈائیورس" کیوں لے رہے ہیں؟"اس کے سوال پہ اسد صاحب گہری سانس بھر کے اسے دیکھتے رہ گئے جو اِن کے بگڑے لاڈلے کی اولین چاہت تھی۔

آپ شاید دنیا کی پہلی خاتون ہیں شہرے جو اپنے شوہر کی پہلی بیوی سے اس" قدر لگاور کھتی ہیں کہ ان کی ڈائیورس روکنے کے لیے جان توڑ کوشش کر رہی ہیں۔"ان کے لہجے کی سنجیدگی پہ اس کی آنکھیں ایک دفعہ پھر سے بھیگی تھیں۔

آپ لوگ مجھے نہیں سمجھ رہے ہیں بڑے دادا۔"اب کی بار رونا اس قدر" شدید آیا تھا کہ ہچکیاں بندھنے لگی تھیں۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ضرار اور نگاہ کے ساتھ بتائے وقت کو سچ سمجھے؟ وہ نگاہ کی ٹوٹتی منگنی کی وجہ کو حقیقت جانے؟

یا

پھر اس کی کلوزٹ میں رکھے اس سرخ رومال کو سچائی کے پیمانے پر رکھے؟

بیک وقت بہت ساری سوچیں اسے پاگل کر دینے کو بیقرار تھیں۔

میری بات سنیں شہرے۔" اسے روتے دیکھ کے وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور " اس کے پاس براجمان ہوتے اسے بازو کے حلقے میں لے گئے۔

جو ہو رہا ہے اسے چھوڑ دیں۔ اللہ پہ توکل رکھیں جو ہو گا آپ کے لیے " بہترین ہو گا۔ مجھ سے وعدہ کریں کہ اب آپ اس کے متعلق کچھ نہیں سوچیں گی۔ جس نے یہ سارا میس پھیلایا ہے وہ اسے ختم کرے گا۔" اس کی حالت اس قدر بگڑ چکی تھی کہ وہ بے حد پریشان ہوا اٹھے تھے۔

میرا بچہ، اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔ میں نگاہ اور ضر کے نکاح اور" پھر ایسے ڈائیورس پہ ہر گز خوش نہیں ہوں کیونکہ اسلام ہمیں ایسے مقدس رشتے کو یوں خراب کرنے کی اجازت نہیں دیتا مگر کچھ مجبوریوں کے باعث ایسا کرنا پڑا مگر مجھ سے وعدہ کریں شہرے، آپ کچھ دن کے لیے بھول جائیں کہ آپ کی زندگی میں کوئی ضر یا کوئی نگاہ ہے۔" اس کے آنسو صاف کرتے وہ نرم خوئی سے گویا ہوئے تو اس نے بھاری دل کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا تھا۔

میں امید رکھوں گا کہ آپ اس وعدے کو پورا کریں گی اور پھر سے وہی" شہرے بن کے مجھے صبح ناشتے کی میز پہ ملیں گی۔" اس کا سر تھپتھپاتے انہوں نے کہا تو وہ بہت کچھ دل میں دباتی سر ہولے سے اثبات میں ہلا گئی۔

جو ہوا کیوں ہوا؟ جو ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے؟ ان سوالوں کے جوابات "
آپ کو چاہیے مگر ان جوابات کے پیچھے مت بھاگیں۔ جوابات خود آپ کے
پاس آئیں گے۔" رسانیت سے کہتے انہوں نے اسے ساتھ لیا اور دروازے
کی جانب بڑھے تھے۔

اپنے دوپٹے کو اچھی طرح اپنے ارد گرد لپیٹے وہ اپنی گردن کو مکمل طور پہ
چھپائے، کلائیوں میں کانچ کی چوڑیاں پہنے ذوالنورین کے بیڈ پہ تکیے کے
ساتھ ٹیک لگا کے بیٹھی کلثوم میر کو ناشتہ کروا رہی تھی۔

کلثوم میر کو ناشتہ کرواتی وہ ان کے بے لگام بیٹے کو نظر انداز کرنے کی پوری
کوشش میں تھی جو اپنی بے لگام آنکھیں اس پہ گاڑھے اسے نروس کرنے کی
تگ و دو میں تھا۔

تم اسے کیوں دیکھتے رہتے ہو؟"ناشتے کرتی کلثوم میر جو باری باری ان"
دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔
اس کو یوں ٹکٹکی باندھ کے زحلے کی جانب دیکھتے پا کر ایک دم سے سادگی کے
ساتھ بول اٹھیں تو زحلے کو جیسے اچھو سا لگ گیا۔
جبکہ اسے گھورتا ذوالنورین بھی اس اچانک حملے پہ گڑبڑا سا گیا۔

میری ٹیچر ہے نا یہ ماما اور ٹیچرز کو توجہ سے دیکھیں اور سنیں تو تبھی بات"
سمجھ میں آتی ہے۔"فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے سکون سے جواب دیا
تو زحلے کو اس پہ تپ چڑھی۔

اس نے بے ساختہ خونخوار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جو دورانِ لیکچر اس
کی جانب یا نوٹس کی جانب نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھتا تھا۔

اس کی نظروں سے چھلکتے غصے کو محسوس کرتے اس نے سرعت سے ہونٹوں کی تراش میں پھوٹنے والی مسکان کو ضبط کیا تھا۔

"لیکن کل تو تم کہہ رہے تھے کہ یہ تمہاری دلہن ہے؟" ان دونوں کی خاموش جنگ سے بے خبر کلثوم میر نے اس کی بات سن کے الجھے ہوئے لہجے میں دریافت کیا تو زحلے کے چہرے کا رنگ بڑی سرعت سے گلابی پڑا تھا۔ جبکہ ذوالنورین کے ہونٹوں پہ بڑی جاندار سی مسکان پھیلی تھی۔

"دلہن بھی ہیں تبھی تو صبح سالگرہ وش کروائی تھی۔" متبسم معنی خیز لہجہ اس کے گلابی پڑتے چہرے کو دہکنے پہ مجبور کر گیا۔ اس پہ مستزاد آنکھوں کی بے باک لپک۔

ہاں وہ توت۔۔۔۔۔۔"کلثوم میر بول رہی تھی جب کمرے کا دروازہ ایک" دھاڑ سے کھلا تھا۔

دروازے کے بیچ وبیچ کھڑی شازمین میر کو دیکھ کر جہاں کلثوم میر اور زحلے کا رنگ فق ہوا تھا وہیں ذوالنورین کی کشادہ پیشانی پہ بے شمار بل پڑے تھے۔

یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟"کمرے کے وسط میں آتی وہ بلند آواز میں دھاڑی" تو کلثوم میر نے تھر تھر کانپتے ہوئے بے ساختہ ساتھ بیٹھے بیٹے کا بازو جھکڑا۔

میں پوچھ سکتا ہوں کہ کس کی اجازت سے آپ میرے کمرے میں آ کے" میری ہی ماں پہ چلا رہی ہیں؟"اس کی سرد آواز میں عجیب سی تپش تھی جو شازمین میر کو ٹھٹھکا گئی۔

یہ گھر میرے نام ہے,اس کے ہر کونے میں میں جب چاہوں جاسکتی"
ہوں۔"اس نے اپنی اکڑ برقرار رکھنی چاہی۔
یہ گھر جس کے نام ہے اسی پہ چلانے کی جرات کر رہی ہیں،داد دینی پڑے"
گی آپ کو۔"لہجے کی سرد مہری گہری سے گہری تر ہونے لگی تھی۔
جس پہ زحلے کی موجودگی میں شازمین میر کے اندر کا چور طیش میں بدلنے لگا
تھا۔
وہ اس وقت بیک وقت تینوں پہ حاوی نہیں ہو سکتی تھی اس لیے اس نے
زحلے کو دبانے کا سوچا تھا۔

تم۔۔تم یہاں میں اس کو پڑھانے کے لیے لے کے آئی تھی اور تم"
ـــــــم"

میری بیوی سے اس لہجے میں بات مت کریں۔"ذوالنورین کی بلند درشت" آواز گونجی توزحلے نے میکانکی انداز میں گردن گھما کے حیرت سے اسے دیکھا۔

اسے 'مس ابراہیم' کہہ کے پکارنے والے کے منہ سے 'میری بیوی' سن کے اس کے احساسات ناقابلِ فہم سے ہو رہے تھے۔

یہ۔۔یہ مارے گی۔"اس کی بلند آواز پہ کلثوم میر نے مزید زور سے اس کا" بازو دبوچتے کہا تو اس کی آنکھوں کے گوشے سرخ ہونے لگے۔

میری ماں اور میری بیوی کی طرف بری نگاہ سے دیکھنے کی اب سے کوشش" مت کیجیے گا وگرنہ میں وہ کروں گا جو آپ یقیناً برداشت نہیں کر سکیں گی۔"

خود پہ بمشکل قابو پاتے وہ زہر خند لہجے میں گویا ہوا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

کیا کر لو گے تم؟ ہو کون تم؟ ایک اپاہج انسان جو اپنے پیروں پہ تو کھڑا ہو" نہیں سکتا اور لگا ہے مجھے دھمکیاں دینے۔" وہ جو ہمیشہ ذوالنورین کے سامنے بڑی کمپوز ڈ رہا کرتی تھی آج ضبط ہار بیٹھی۔ کیونکہ کلثوم میر کی اپنے بیٹے کے کمرے میں آمد اس کی ہار کی پیشین گوئی تھی۔

جبکہ اس کے اس قدر زہریلے الفاظ پہ زحلے نے تڑپ کے اس کے چہرے کو دیکھا جو اس وقت شدتِ ضبط کے باعث سرخ ہو رہا تھا۔

جبکہ بھنچی ہوئی مٹھیاں اور کنپٹی کی ابھرتی رگ اس کے اندر اٹھتے طوفان کا پتہ دے رہی تھی۔

آپ خدا کے لیے ذاتیات پہ حملہ مت کریں۔جوان کے پاس نہیں ہے اور" جو آپ کے پاس ہے وہ سب اللہ کی دین اور تقسیم ہے اس پہ اس طرح طنز مت کریں۔"ذوالنورین پہ کیے گئے اس حملے پہ وہ چپ نہ رہ سکی اور فوراً ناگواری سے شازمین میر کو ٹوکا۔

اس کی اس اچانک حرکت پہ ذوالنورین نے چونک کے اسے دیکھا جو یقیناً اس کے لیے ایسے الفاظ سن کے ہرٹ ہوئی تھی۔

تم بکواس بند رکھو اپنی اور تم،۔۔۔۔"اس نے نفرت سے اس اشارہ" ذوالنورین کی جانب کیا۔

تم وہیل چیئر پہ بیٹھ کے سوچو کہ تم میرا کیا بگاڑ سکتے ہو؟"زہر آلود لہجے میں" بولتے ہوئے وہ پلٹی تھی۔

جو کچھ سالوں پہلے آپ کر چکی ہیں اس کا بدلہ کیسے لینے ہے اس کے متعلق"
سوچ چکا ہوں اور جب اس پہ عمل کیا تو اس کے بعد آپ کچھ مزید کرنے کے
قابل نہ رہیں گی چچی بیگم۔"طنزیہ مگر بہت کچھ باور کرواتی آواز شاز مین میر
کے وجود کے پرخچے اڑا گئی۔

کیا مطلب ہوا اس بات کا؟ کیا یہ ساری سچائی جانتا ہے؟ کیا یہ کلثوم میر کی"
اس حالت کی وجہ جان چکا ہے؟"بہت سارے سوالات بیک وقت اس کے
دماغ میں اودھم مچانے لگے تھے۔

میں سب کچھ فراموش کر سکتا ہوں لیکن اپنی ماں کی اس حالت کی وجہ کو"
معاف نہیں کر سکتا کیونکہ آپ کے کھیل کی بساط پلٹ چکی ہے۔"اس نے

مزید بولتے ہوئے اسے جتایا کہ وہ اسے بے خبر ہر گز نہ سمجھے جبکہ شازمین میر اب گویا خود میں پیر ہلانے کی سکت بھی نہ کر پا رہی تھی۔

اس نے اتنے سالوں ذوالنورین کو یہی کہا کہ اس کی ماں کی حالت کے پیچھے اس کی سامعہ کے ساتھ کی گئی غلیظ حرکت ہے اور اس کی بات سن کے اپنے کمرے میں وہیل چیئر پہ بیٹھا ذوالنورین چپ کر جایا کرتا تھا اور اسے وہ اپنی کامیابی سمجھتی تھی۔

مگر پہلے زحلے اور اب کلثوم میر کی وجہ سے وہ اتنی ہائپر اور جذباتی ہو گئی تھی کہ خود ہی پیروں پہ کلہاڑی مار بیٹھی تھی۔

بساط پلٹنے کی فکر مت کرو۔ابھی بس تم یہ سوچو کہ اس معذوری کے ساتھ" تم اپنی ماں اور اس سوکالڈ بیوی کو اس جگہ پہ کیسے رکھ سکتے ہو؟"اپنی پوری

ہمت مجتمع کرتی وہ ایک دفعہ پھر سے زہرا گلتی ٹک ٹک کرتی وہاں سے چلی گئی۔

یہ تمہیں مارے گی؟"کلثوم میر کے چہرے پہ ہنوز خوف چھایا ہوا تھا۔" جبکہ زحلے یک ٹک اس کا خوبرو چہرہ تکے جا رہی تھی جو شاید اپنے کہے الفاظ سے ہی بے خبر تھا۔

وہ کچھ نہیں کر سکتی اب ماسوائے باتیں کرنے کے۔"اس نے سرد لہجے میں" بولتے ماں کے ہاتھ محبت سے چومتے ہوئے اس کی جانب دیکھا جو ارد گرد سے بیگانہ اس کے چہرے پہ نظریں جمائے متحیر بیٹھی تھی۔

ایک ہی دل تھا مادام جو آپ کی گردن پہ لپٹے نیلے موتی سے الجھ پڑا ہے،اب" میرے حال پہ رحم کھائیں۔"ہاتھوں میں ماں کے ہاتھ تھامے، نظریں بظاہر

ماں کے چہرے پہ مرکوز کیے وہ معنی خیز لہجے میں قدرے بلند آواز میں بولا تو وہ ایک دم سے گڑبڑائی۔

اور جیسے ہی اس کے کہے الفاظ اس کے شعور تک پہنچے، اس کا پورا چہرہ سرعت سے سرخ ہوا تھا۔

اس نے فوراً پلکیں جھپکاتے ہوئے چہرے کا رخ موڑا اور برتن ٹرے میں رکھنے لگی۔

نیچے نہیں جایئے گا۔ ملازمہ آ کے برتن لے جائے گی۔ آپ مجھے ایگزامز" ڈیٹ شیٹ چیک کروادیں۔" اس کو دانستہ نیچے جانے سے روکتا وہ بہانہ گھڑ گیا۔

اسے پتہ تھا کہ شازمین میر کی چوٹ ابھی نئی تھی اس لیے وہ زحلے کو سامنے دیکھ کہ ضرور کوئی رذیل حرکت کرے گی اس لیے وہ اسے روک چکا تھا۔

جبکہ اس کے حکم پہ نئے سرے سے پریشان زحلے اپنا موبائل لینے چل دی۔

جواسے ٹیچر اور بیوی کے چکر میں بری طرح الجھا چکا تھا۔

ایک نئی صبح بہت سے نئے راز اور انکشاف لیے 'ملک ہاوس' کی اونچی عمارت پہ اپنی کرنیں بکھیر رہی تھی۔

جدید طرز کے بنے بڑے سے کچن اور ڈائینگ ہال میں ہوتی ہلچل اس وقت سب کے متحرک ہونے اور ناشتے کے لیے تیار ہونے کی چغلی دے رہی تھی۔

ضرغام رات کو واپس آگیا؟" آغا جان نے چائے کا سپ لیتے ہوئے اسد" صاحب کی جانب دیکھا۔

ابھی گھر نہیں پہنچا۔" انہوں نے مختصر جواب دیتے توجہ ناشتے کی جانب" مبذول کی۔

ماما! ضرچاچو کی شادی شہرے آپی سے کب ہو گی؟"زوہان نے قندیل کو"
مخاطب کیا تو ایک دم سے ڈائینگ ٹیبل پہ خاموشی سی چھا گئی۔
کیونکہ جب سے ضرغام اور نگاہ کی ڈائیورس کی بات چھڑی تھی تب سے
ایک نامحسوس سی خاموشی پورے گھر پہ چھائی ہوئی تھی۔

بہت جلد۔"اب کی بار بھی جواب بہت غیر متوقع طور پر اسد صاحب کی"
جانب آیا تھا۔
تبھی ڈائینگ ہال کے دروازے پہ بہت دنوں کے بعد ایک نسوانی مگر
قدرے آسودہ سی آواز گونجی۔

السلام علیکم! گڈ مارننگ۔"معمول کی مانند کہتی ہوئی وہ آغا جان کی طرف"
بڑھی اور پھر فرداً فرداً سب سے ملنے لگی تو نگاہ پہ نظر پڑتے ٹھٹھکی تھی۔

مگر اس رات کی مانند اس وقت اس کے چہرے کے تاثرات میں سرد مہری نہیں تھی بلکہ وہ بڑی توجہ سے اسے دیکھ رہی تھی۔
تبھی وہ بھی مسکراتی ہوئی اس کی جانب بڑھی تھی۔

ارے شہرے آئی ہے۔" اسی لمحے ثمرین بیگم ہال میں داخل ہوئیں تو اسے " دیکھ کر کھل سی اٹھیں۔
پیاری وہ انہیں پہلے ہی تھی لیکن بیٹے سے منسلک ہونے کے بعد تو وہ اور زیادہ عزیز ہو چکی تھی۔

کیسی ہیں بڑی دادو؟" گرمجوشی سے ان کے سینے لگتی وہ محبت سے گویا ہوئی " تو جاذب کی زبان میں کھجلی ہوئی۔

ساس کو بڑی مما کہنے والی خاتون پہلی دفعہ دیکھی ہے۔"اس کے لہجے میں "
مصنوعی افسوس جھلکا تو ماحول گزشتہ شب و روز کے بوجھل پن سے آزاد ہوتا
خوشگواریت سمیٹ لایا۔

آپ ساس کی بات کر رہے ہیں، میں نے تو اللہ معاف کرے شوہر کو چاچو "
کہنے والی خاتون بھی دیکھ رکھی ہے۔"راسم کے چٹکلے پہ شہرے نے کھا جانے
والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

خاتون نہیں ہوں میں۔"سب سے زیادہ اسے یہی بات قابلِ اعتراض لگی "
تھی۔

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

بھئی تم جتنا مرضی اب اجتناب برت لو اس لفظ سے، جس حساب سے" تمہارے شوہر کی عمر ہے تم اس کے ساتھ خاتون ہی کہلواو گی۔"عمارہ نے بھی ان کی شرارت میں حصہ لیا تو اس کے چہرے پہ شاکی پن سا لہرایا۔ جہاں لفظ 'شوہر' دل میں عجیب سی گدگدی پیدا کر رہا تھا وہیں اس کا خیال ایک کسک بھی دے رہا تھا۔

بڑی مما! ان سب کو سمجھا لیں، مجھے تنگ مت کریں۔ چھوٹی ہوں میں ان" سب سے۔"اسد صاحب کی باتوں کا اثر تھا یا حالات سے ڈٹ کے مقابلہ کرنے کا فیصلہ۔ جو بھی تھا وہ رات سے خود کو اسی پرانی 'شہرے' کے روپ میں ڈھال چکی تھی۔

اور اس کا یہ روپ نگاہ سمیت سبھی انجوائے کر رہے تھے۔

بیشک آپ ان سے چھوٹی ہیں خاتون لیکن رشتے میں چونکہ بڑی ہیں اس" لیے اب بیگم، بھابھی، چاچی، مامی حتی کہ مماسب کچھ بننے کے لیے تیار رہیں۔" ماہ وش بیگم نے اس کی جانب دیکھتے ہوئے شوخی سے کہا تو مرد حضرات کی موجودگی کے باعث وہ بری طرح سے سرخ پڑتی جھینپ اٹھی۔

چلو، اب بس کرو سب لوگ۔ میری بیٹی کو تنگ مت کرو آپ لوگ۔"" ثمرین بیگم نے اس کے بالوں کو چومتے ہوئے محبت سے کہا تو راسم کی زبان میں وہاں ابھی ہی اینٹر ہونے والے ضرغام کو دیکھ کر خارش ہوئی۔

بالکل آپ کا بیٹا آ چکا ہے، آپ کی بیٹی کو تنگ کرنے کا پرمٹ اس کے پاس" ہے۔" اس کی دبی دبی آواز اتنی بلند ضرور تھی کہ سبھی کی سماعتوں کی نذر ہوئی تھی جبکہ ہال میں اینٹر ہوتے ہی راسم کے جملے پہ چونکتے ہوئے اس کی

نظر جب ماں کے بازو کے ہالے میں موجود اس کے نازک وجود پہ پڑی تو اک سرور و سکون کی لہر وجود میں دوڑ گئی۔

السلام علیکم!"اس کی گھمبیر آواز گونجی تو شہرے نے پلٹ کے اس کی" جانب دیکھا جو آغا جان کی جانب بڑھ رہا تھا۔
اس کی دوسری نظر بڑی بے ساختگی میں نگاہ کی جانب اٹھی جو مسکاتی نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

ان دونوں میں اتنا پیار ہے تو یہ ڈائیورس کیوں لے رہے ہیں؟"اس کی" ذہنی رو پھر سے بھٹک گئی۔
اور انہی سوچوں میں الجھے ہوئے وہ یہ بھی نہ محسوس کر سکی کہ وہ آہستہ سے چلتا اب اس کے بالکل نزدیک کھڑا ثمرین بیگم سے ملنے لگا تھا۔

ایک منٹ۔"ارسم کی اچانک آواز پہ وہ بھی اپنے خیالات کی یورش سے نکلی" تھی۔

پہلے ہمیں یہ بتاو کہ شہرے سے ملنے لگے ہو یاماما سے؟"اس کی شرارتی" آواز پہ ناچاہتے ہوئے اس کا چہرہ گلابی ہوا جبکہ ضرغام کی خوبصورت آنکھوں میں استحقاق کے رنگ جھلملانے لگے۔

وہ بڑی گہری نگاہوں سے اس کے دلکش سراپے کو دیکھتا آگے بڑھا اور اس سے پہلے کہ شہرے ثمرین بیگم کے پاس سے ہٹتی۔

اس نے دونوں بازو پھیلا کر ماں اور بیوی دونوں کو خود میں سمیٹ لیا۔

اس کی اس دلفریب حرکت پہ ینگ پارٹی کی ببانگ دہل سیٹیوں کی آواز سے ہال گونج اٹھا جبکہ آغا جان اور اسد صاحب چونکہ ناشتہ ختم کر چکے تھے اس لیے باہر نکل گئے۔

دوسری جانب اس اچانک افتاد پہ اس کے سینے سے لگی شہرے دنگ رہ گئی۔
ان کی آخری ملاقات جس انداز میں ہوئی تھی،اُس تلخ کلامی کے بعد اسے
ہرگز امید نہ تھی کہ وہ ایسی جرات مندانہ جسارت کرے گا۔مگر وہ ہمیشہ کی
مانند اس کی توقعات کے برعکس فعل سرانجام دیتا اس کی ٹھہری دھڑکنوں کو
منتشر کر گیا تھا۔

یہ پہلی دفعہ تھا کہ ماں کو اتنا لمباہ گ کیا گیا ہے۔اسے میں ماں کی محبت"
سمجھوں یا۔۔۔۔۔۔؟"ماہ وش بیگم کی شریر آواز پہ شہرے گڑبڑاتی ہوئی
فوراً اس کے بازو کا حصار توڑتی فاصلے پہ ہوئی تھی۔

میں۔۔میں ناشتے کے لیے آئی تھی۔آپ سب بس باتوں پہ ٹرخا رہے"
ہیں۔"آکورڈ سی سچویشن کو ہینڈل کرنے کے لیے وہ تیز تیز بولتی لاشعوری

طور پر دایاں ہاتھ چہرے پہ پھیر کے چہرے سے پھوٹتی پر حدت تپش کو کم کرنے کی سعی کرنے لگی۔

ادھر آجاو شہری۔"آئلہ نے اسے اپنے پاس بلایا جہاں اس کے ایک طرف" نگاہ بیٹھی ہوئی تھی۔

یہ آدھی رات کو غائب ہونے کا شوق دن بدن گہرا نہیں ہوتا جارہا تمہارا؟"" جازم نے اسے دیکھا جو ماں کے ساتھ ہی کرسی پہ بیٹھ کے پانی کا گلاس تھام چکا تھا۔

اور میں تمہیں جیسے جواب دے ہی دوں گا۔"اپنے مخصوص انداز میں" اسے لاجواب کرتا وہ پانی پینے لگ گیا۔

جبکہ وہ نگاہ کے پاس بیٹھی ایک دفعہ پھر سے اس سوچ میں کھو چکی تھی کہ کیسے وہ اس ڈائیورس کو روک سکے۔

یہ جانے بغیر کہ جس ڈائیورس کو روکنے کے لیے وہ وہاں بیٹھی ہزاروں پلان بنا چکی تھی۔اس ڈائیورس پیپر پہ آج وہ دونوں سائن کرنے والے تھے۔

اس وقت گردیزی پیلس کے سارے مکین خوبصورت لاونج میں آبگینے اور دریہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔

بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آبگینے کی دلجوئی کر رہے تھے جو وہاں سے آنے کے بعد مسلسل زار و قطار روئے جا رہی تھی کہ اس کی وجہ سے آج دریہ پہ بھی یہ مصیبت آن پڑی تھی۔

آپ اب اس خاندان کا حصہ ہو۔آپ اور دریہ میں ہمارے لیے کوئی فرق" نہیں ہے۔جو ہوا اس میں خود کو بلیم کرنا بند کریں کیونکہ ہم فیملی ہیں۔"رضا گردیزی نے اس کو تسلی دیتے ہوئے اپنے مخصوص نرم اور رسان بھرے لہجے میں کہا تو اس کے آنسو ان سب کی محبت پہ مزید تیز ہوئے تھے۔

اپنے آنسو پونچھ لو لڑکی، ورنہ جس طرح تمہارا شوہر تمہیں گھور رہا ہے مجھے" ڈر ہے کہ اگلے چند ہی منٹوں میں وہ سب کا لحاظ بھلا کر تمہارے آنسو نہ صاف کرنے لگ جائے۔"عقیدت پھپھو نے ماحول کی رنجیدگی کم کرنے کے لیے اس کے کان میں جھکتے ہوئے سرگوشی کی تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

اور ایک خفیف سی نظر اس پہ ڈالی جو اسی کی جانب متوجہ گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

آئم سوری دریہ۔"آنسو صاف کرتی وہ واپس سے دریہ کی جانب مڑی جو" قدرے کمپوزڈ نظر آرہی تھی۔

خدا کا خوف کرو بھابھی،اب اگر آپ روئی یا مجھے سوری کہا تو میں ناراض ہو" جاوں گی؟اب لالہ کی جاب ایسی ہے ہزاروں دشمن بنا رکھے ہیں انہوں سے، کوئی بھی ایسی حرکت کر سکتا ہے اس لیے ریلیکس رہیں۔"اس نے بیٹھی ہوئی آواز کے ساتھ اسے ریلیکس کرنا چاہا۔

اٹھو تم اور بھابھی کو کمرے میں چھوڑ کر آو۔طبیعت بگڑ جائے گی ورنہ۔"بی" جان نے آیت کی جانب دیکھتے ہوئے اسے حکم دیا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

مجھے سمجھ یہ نہیں آتی کہ تم ہمیشہ اپنے سسرالیوں کے پاس اکیلے منہ اٹھا" کے کیوں چلے جاتے ہو؟"آبگینے کے وہاں سے جانے کے بعد داود نے لگے ہاتھ اسے رگید ناچاہا۔

اب سسرال میں ہر دفعہ سولوگوں کی بارات لے کے جایا کروں؟"اس" نے تیوری چڑھا کے اسے دیکھا تھا۔

بالکل، جو حالات تمہارے اور اُن کے ہیں، تمہیں سو سپاہیوں کی بارات" لازمی لے کے جانی چاہیے۔"اس نے سکون سے جواب دیا۔

باقی سب چپ بیٹھے ان کی گفتگو سے محظوظ ہو رہے تھے۔

سو سپاہی لے کر تو میں وانٹڈ کر منلز کے پاس بھی نہ جاوں۔ یہ تو پھر "
سسرالی ہیں۔ "اس کے انگ انگ میں اس وقت پیر حویلی والوں کو ان کے
ہی ٹھکانے میں گھس کر شکست دینے کی مستی چھائی ہوئی تھی۔

ان کی طرف سے کوئی ردِ عمل نہیں آیا ابھی تک؟ تم واپس سفیر شاہ کو جیل "
میں لے گئے ہو۔ "احمد صاحب نے سنجیدگی سے سوال بلند کیا تو سب کی
نگاہیں اس پہ مرکوز ہو گئیں۔

ابھی تو سارے بخت خان کی آمد کو انجوائے کرتے ہمارے خاتمے کے پلانز "
بنا رہے ہوں گے۔ "ان کے ردِ عمل کا جی جان سے منتظر وہ پراسرار سی
مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجائے آسودگی سے بولا تھا۔

وہ لوگ بیک وقت انہیں بہت سے نقصانات سے دوچار کر کے انہیں دھچکا چکے تھے تاکہ وہ بوکھلا کے جذباتی قدم اٹھائیں۔

بخت خان کی غیر موجودگی کے باعث برسوں سے ان کا مہرہ بنے ولید میر کی رہائی۔

کلثوم میر کا ذوالنورین تک پہنچ جانا، ذوالنورین کا ایگزامز کے لیے سنجیدہ ہونا سفیر شاہ کی دوبارہ سے جیل میں واپسی۔

ان کے انتقام کا مہرہ بنی آبگینے اور دریہ کی ناک تلے سے رہائی

بہت سارے اچانک حملے مل کے ان کے دشمنوں پہ بم کی طرح پھٹنے تھے۔ اور اس دھماکے کے بعد ہونے والے ان کے ردِ عمل کے لیے وہ ذہنی طور پر تیار بیٹھے تھے۔

جہازی سائز بیڈ پہ کروٹ کے بل لیٹی وہ اپنا دایاں ہاتھ تکیے پہ جمائے اس پہ چہرہ رکھے غیر مرئی نقطے پہ اپنی نگاہیں مرکوز کیے ہوئے تھی۔

جب دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سن کر اس کی سماعتیں چونک اٹھیں۔

اور پھر اس کارواں رواں سماعت بن اٹھا جب دروازے کے پاس سے ہٹتے وجود کے مضبوط قدم اس کی جانب بڑھنے لگے تھے۔

کیسی ہو؟" بیڈ کے نزدیک آ کے ٹھہرتا وہ بھاری آواز میں بولا تو اس نے" سرعت سے آنکھیں میچتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا لیکن اس وقت اس کی دھڑکن تھم سی گئی جب وہ اس کے پاس ٹکتے ہوئے اس کی جانب جھکا اور بہت نرمی اور آہستگی سے اپنے لب اس کے پہلو پہ جمائے۔

میرا چیمپ کیسا ہے؟" اس کے لمس کی حدت اور لفظوں کی گھمبیرتا اس" کے وجود کو گویا پل بھر کے لیے ساکت کر گئی۔

اس نے بے ساختہ اپنی قمیض مٹھی میں جھکڑتے ہوئے زور سے اپنی آنکھیں میچیں کیونکہ لب سرکتے ہوئے پہلو سے پیٹ کی جانب سرائیت کرتے اس کی ٹھہری دھڑکنوں کو پاگل کر گئے تھے۔

اس کے وجود کو اپنے ہونٹوں کے لمس سے دہکاتا ہوا اس کے وجود میں پنپتے وجود کی دھڑکنیں محسوس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اپنی اس کوشش میں وہ اس کے کانپتے وجود اور گہری ہوتی سانسوں کو منتشر کر رہا تھا۔

اس کا سرکتا ہوا ہاتھ جب پیٹ سے سرکتا ہوا اوپر کی جانب بڑھا تو اس نے بے ساختہ اس کے گستاخی پہ مائل ہاتھ کو فورا اپنے کپکپاتے ہاتھ کی گرفت میں لیا۔

رہبان پلیز!"اس بے ساختہ پکار میں اک جھجھک،اک حیاآمیز مزاحمت" پنہاں تھی۔

مجھے اس طرح سے روکو گی تو میں برا مان جاوں گا۔"بھاری آواز میں کہے" گئے الفاظ پہ اس نے لرزتی ہوئی بند پلکوں کو فوراً کھولتے ہوئے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

اسے اس وقت ایسی سچویشن میں کم از کم اس سے ایسے رویے،ایسے الفاظ کی توقع ہر گز نہیں تھی تبھی وہ اس وقت حیرانگی و بے یقینی کی زد میں آگئی تھی۔

اچھا لگ رہا ہوں نا؟"اس کی مسلسل خود کو تکتی آنکھوں میں اپنی آنکھیں" گاڑھتے ہوئے اس نے شوخی سے استفسار کیا تو وہ گڑبڑائی۔

اور پھر یکلخت ہی اس کی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہوئیں اور وہ اپنا صبر کھوتی خود پہ جھکے رہبان کی شرٹ دونوں مٹھیوں میں دبوچتی اس کے سینے سے لگتی ہچکیوں سے رونے لگی۔

اس کے سسکتے وجود کو خود میں سمیٹتے ہوئے وہ اس کی کمر تھپتھپاتا اس کو اندر کا غبار نکالنے کے لیے موقع دیتے ہوئے اس کے چپ ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

وہ جانتا تھا کہ اس وقت یہ آنسو فقط آنسو نہیں تھے بلکہ یہ آنسو اپنے میکے والوں کے دلبرداشتہ رویوں پہ امڈنے والا سمندر تھا۔

ایک شادی شدہ عورت کے لیے میکے کا مان کس قدر ضروری تھی وہ یہ سمجھتا تھا اور اس کا مان اگرچہ بلاواسطہ وجہ وہی بنا تھا لیکن وہ مان آج مکمل طور پر بکھر چکا تھا۔

اس پہ مستزاد ان لوگوں کا دریہ کوکڈنیپ کرنے کا کریہہ فعل اسے اپنی ہی نظروں میں گرا چکا تھا۔

جب کافی دیر گزرنے کے بعد بھی وہ چپ نہ ہوئی تو اس نے ہولے سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اس کے کانوں میں مدہم سی سرگوشی کی۔

بس کریں مسز! یہ آنسو مجھے دشمن کے حملوں سے زیادہ تکلیف دے رہے ہیں۔" اس کے بال سہلاتا وہ رسانیت سے گویا ہوا تو اس کے لہجے کی نرمی پہ وہ مزید بکھری تھی۔

وہ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ مم۔۔ میں ان کی بیٹی ہوں ا۔۔ اور وہ میری" ا۔۔ اولاد۔۔۔۔" دکھ اور کرب کی انتہا تھی کہ لفظ اس کے ہونٹوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے تھے۔

ششش !ریلیکس، کچھ بھی نہیں ہوا۔خود کو ہلکان مت کرو۔سب ٹھیک ہو" جائے گا۔تم خود کو الزام دینا بند کرو۔میری فیلڈ ہی ایسی ہے کہ ایسے حادثات کبھی بھی درپیش آجاتے ہیں۔" لہجے میں رسان بھری سنجیدگی سموئے وہ اس کو تسلی دینے کی بھرپور سعی کر رہا تھا۔

لیکن م۔۔۔"اس کی ہچکیاں بندھنے لگیں۔"

ششش !رونا بند کریں۔طبیعت بگڑ جائے گی۔جو گزر چکا ہے اس پہ افسوس" کرنے کی بجائے جو آنے والا وقت ہے اس کے لیے دعا کرو انشاءاللہ سب سازگار ہو گا۔"اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ دونوں ہاتھوں میں بھرتے اس نے انگوٹھوں سے اس کے گیلے گال اور نم پلکیں پونچھیں تو اس نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس شخص کو دیکھا۔

جو اک برے خواب کی مانند اس کی زندگی میں شامل ہوا تھا مگر وہ اس وقت ایک حسین حقیقت کا روپ دھارے اس کی بے رنگ و بے مقصد زندگی کو

خوشنما رنگوں سے سجا کے اسے اس زندگی کی سب سے انمول خوشی دینے کا سبب بنا تھا۔

محبت ہو رہی ہے؟"اس کی نم آنکھوں کا ارتکار خود پہ محسوس کرتا وہ ایک" بار پھر سے گھمبیر لہجے میں بولتا شرارت پر آمادہ ہوا تو وہ گڑبڑائی۔

ن۔۔ نہیں۔ میرا دماغ خراب نہیں ہے۔"اس کی بانہوں کے مضبوط" حصار کو توڑنے کی کوشش کرتی وہ کترائے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔ لہجہ اس وقت کچھ دیر قبل کی سوگواریت سے کسی حد تک آزاد تھا۔

محبت کرنے کے لیے دماغ نہیں دل خراب کرنا پڑتا ہے۔"آنکھوں کو" دلفریب انداز میں حرکت دیتا وہ اپنی سحر انگیز آواز کا جادو بکھیرنے لگا تو اس کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا۔

میرا دل ابھی اتنا بے لگام نہیں ہوا۔"اپنی پوری قوت مجتمع کرتی وہ اس کی" بانہوں کے گھیرے سے نکلتی سرعت سے چند انچ کا فاصلہ بڑھا گئی۔

میرا دل جو بے نتھے بیل کی مانند بے لگام ہو چکا ہے پہلے اس کو لگام ڈالنے کی" کرتے ہیں۔اسی کوشش میں آپ کا دل بھی بے لگام ہو جائے گا اور میری چائے کی پیالی ضائع ہونے سے بچ جائے گی۔"فوراً سے پیشتر اس کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے اس نے ذو معنی انداز میں کہا تو وہ جی جان سے سٹپٹائی۔

م۔۔مجھے۔۔میرا مطلب ہے کہ آ۔۔آپ کے بچے کو بھوک لگی ہے۔""" اس کے بڑھتے ہاتھ دیکھ کے بروقت اسے بہانہ سوجھ گیا۔

جبکہ اس کی ایسی غیر متوقع بات سن کر اس نے بھنویں سکیڑتے ہوئے بغور اس کا چہرہ دیکھا جس پہ کچھ پل قبل کی بنسبت اس وقت قوس وقزح کے رنگ بکھرے ہوئے تھے اور انہی رنگوں کو دیکھ کر وہ اندر تک پر سکون ہو گیا تھا۔

ناٹ فیئر مسز! یہ جو نیئر تو آنے سے پہلے میرے اور آپ کے رومینٹک مومینٹس کو خراب کرنے کی کوشش میں ہے۔ آنے کے بعد بھی اس کی یہی حرکتیں رہیں تو میرا اور اس کا ایک ساتھ گزارا نا ممکن ہے۔" دہائی دینے والے انداز میں کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو آبگینے نے ہونٹوں پر امڈنے والی مسکراہٹ کو فوراً لب بھینچتے ہوئے چھپانے کی سعی کی۔

میں تم لوگوں کے کھانے کے لیے کچھ لے کے آتا ہوں۔ پہلے تم اس کی بھوک کا انتظام کرو۔ پھر میری پیاس بجھانے کی کوشش کرو۔" بائیں آنکھ

ونک کرتے ہوئے وہ ذو معنویت سے کہتا ہوا دروازے کی جانب بڑھا تو وہ حجاب آمیز انداز میں مسکراتی ہوئی اُن تکلیف دہ یادوں سے چھٹکارہ پانے کو سر جھٹک کے رہ گئی جو اسے اپنوں سے ہی متنفر کر گئی تھیں۔

لیکن اس وقت وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ انہی اپنوں کا ایک اور روپ بھی وہ جلد دیکھنے والی تھی۔

اور وہ روپ نا صرف اس کو بلکہ وہ 'رہبان گردیزی' کی پوری ہستی کو ہلا دینے والا تھا۔

وہ اس وقت پیپر دینے کے لیے مکمل تیار 'ملک ہاوس' کے لیونگ روم میں موجود تھی۔

ارسم چاچو! ڈیٹس ناٹ فیئر، میرا پیپر ہے آج اور آپ کی تیاریاں ہی ختم" نہیں ہو رہیں؟" ریلیکسڈ انداز میں یہاں سے وہاں ہوتے ارسم کو دیکھتی وہ بے چینی وشاکی پن سے گویا ہوئی تو وہ ایک جھٹکے سے اس کی جانب مڑا۔

کیا مطلب؟ میں تمہیں یونی چھوڑنے جا رہا ہوں؟" اس کے قدرے بلند" لہجے میں اتنی حیرت و بے یقینی تھی کہ وہ بگڑ گئی۔

نہیں، اُبامہ نے اپنا پرسنل سیکرٹری بھیجا ہے میرے لیے۔" اس کے جھلستے" لہجے پر آئلہ کے ہونٹوں سے ہنسی پھسل گئی۔

اُبامہ کے پرسنل سیکرٹری کی ایسی کی تیسی۔ تم ادھر آؤ میرے ساتھ۔"" ارسم نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے سیڑھیوں کا رخ کیا تو وہ سٹپٹائی۔

کہاں لے کے جارہے ہیں ارسم چاچو؟ مجھے پیپر سے دیر ہورہی ہے۔" وہ" بے ساختہ چیخی تھی لیکن اس کی پکار کو نظر انداز کیے وہ تیز تیز چلتا راہداری کے دائیں جانب موجود کمرے کے دروازے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

اس دروازے کو دیکھ کر اس کی پل میں بیٹ مِس ہوئی لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہہ پاتی، ارسم نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا۔

دروازہ اس دھماکے سے کھلنے پر اس نے گھبراتے ہوئے جب نظر اٹھائی تو گویا جسم کا جیسے سارا خون چہرے پہ آن سمٹا ہو۔

یہ تمہارے بڑے دادا نے تمہارے لیے جو ہینڈسم پرسنل سیکرٹری متعین" کیا ہے اس کے ساتھ کا فائدہ اٹھاو۔" شرٹ کے بغیر کھڑے ضرغام ملک کو نجانے ارسم نے دیکھا تھا یا دیکھ کے ان دیکھا سا کر دیا تھا۔

جو بھی تھا مگر اپنی بات تیز تیز لہجے میں مکمل کرنے کے بعد وہ دروازے کے نزدیک پہنچ آنے والے ضرغام کی جانب ہونق کھڑی شہرے کو ہولے سے دھکیلتا یہ جاوہ جا۔

جبکہ ضرغام جو آفس جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا، بنا اجازت کے دروازہ کھلنے اس پہ مستزاد ارسم کی گفتگو سن کر دروازے کی جانب بڑھا تو نظر ارسم کے ساتھ کھڑی دشمنِ جان سے جا ٹکرائی مگر قبل اس کے کہ وہ اس نظر کو طویل کرتا وہ ایک خوشبودار جھونکے کی مانند اس کے کشادہ سینے سے آن لگی۔

یہ غیر متوقع افتاد دونوں کے لیے گڑبڑا دینے والی تھی اور وہ بھی گھر میں چھائی عجیب سی صورتحال میں۔

اس کے وجود سے اٹھتی دلفریب کلون کی مہک اس کی حِس جامہ سے ٹکرائی تو وہ اپنی منتشر ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتی ہوئی اس کے سینے پہ بایاں ہاتھ رکھتی فاصلہ بڑھانے کو تھی۔

جب اس سے گریزاں نظر اس کے سیاہ بالوں سے ڈھکے مضبوط سینے سے ٹکرائی تو اسے ایکدم سے جیسے ٹوٹ کے حیا آئی تھی۔

وہ دوبارہ سے اپنی پلکیں زور سے میچتی اس کے سینے پہ سر ٹکا گئی۔

شرٹ پہنیں پلیز۔" اسی کے سینے پہ سر اور ہاتھ رکھے وہ اسے حکم صادر کر گئی تو اس کے لمس کی نرمی کو محسوس کرتا وہ اپنے مخمور جذبات کو بمشکل لگام ڈالتے ہوئے ہولے سے مسکرایا اور بیڈ پہ پڑی اپنی شرٹ کو ایک نظر دیکھا۔

ویسے یہ ستم ظریفی کی انتہا ہو گی کہ میں آپ کو خود سے دور کرنے کے لیے" شرٹ کا استعمال کروں۔ایسے زیادہ بہتر ہے۔اتنے عرصے کا ہجر زائل ہو رہا

ہے۔"بھاری میں خوبصورت جذبات کی مہک لیے وہ بولتا اس کے اعصاب کو سُن کر رہا تھا۔

وہ جو اُس کی دیوانی تھی وہ کتنی دیر اس سے نفرت کا راگ الاپتی رہتی وہ بھی تب جب وہ اپنے جذبات سے رفتہ رفتہ اس کے دل کو اپنے مرضی کی راہ پہ ڈالنے کے لیے کوشاں ہو۔

اس وقت وہ ہر تکلیف دہ بات، نگاہ اور ضرغام کا تعلق، اُن کا پر پیچ تعلق سب کچھ فراموش کیے اس غیر متوقع اور آکورڈ سی سچویشن سے نکلنے کا سوچ رہی تھی۔

لیکن دوسری جانب تو جیسے دلی مراد بر آئی تھی۔

ن۔۔ نہیں پلیز۔ میرا پیپر ہے آج۔"اس نے بے ساختہ و بلا ارادہ اس کے سینے کے بال اپنی کپکپاتی انگلیوں میں جھکڑتے اپنا احتجاج بند آنکھوں سے بلند کیا تو اس کی اس حرکت پہ اس کے جذبات جیسے بہکنے لگے تھے۔

اس نے ایک گہری نظر سینے سے لگی شہرے کے پونی ٹیل میں بندھے سنہری بالوں والے سر پہ ڈالی اور پھر اس کی مخروطی انگلیوں کی گستاخی کو دیکھا۔

پیپر آپ کا ہے لیکن امتحان میں مجھے ڈال چکی ہیں آپ۔"جذبات کی" حدت سے دہکتے ہوئے گھمبیر لہجے میں بولتا وہ اپنا مضبوط بازو اس کی کمر کے گرد حائل کرتے اسے لیے بیڈ کی جانب بڑھا تو شہرے جو اس کے لفظوں پہ اپنی سانسیں تک روک چکی تھی۔

اس کے حرکت کرنے پہ نجانے کیوں اسے دل کی دھڑکنیں منتشر ہوتی محسوس ہوئیں۔

اسے یونہی ساتھ لگائے اس نے بیڈ پہ پڑی سکائی بلیو رنگ کی شرٹ اٹھائی اور پہننے لگا۔

بازو پہننے کے بعد اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں جھکڑتے ہوئے چوما اور اسے خود سے الگ کیا اور شرٹ کے بٹن بند کرنے لگا،اس ساری

کاروائی کے دوران وہ کسی کمسن بچے کی مانند اپنی آنکھیں زور سے میچیں کھڑی رہی تھی۔

آپ اپنی آنکھیں کھول سکتی ہیں۔"شرٹ بند کرنے کے بعد اس نے" سنجیدگی سے اسے کہا جو اس کی آواز سن کے پٹ سے اپنی آنکھیں کھول گئی۔ ڈارک بلیو جینز کے ساتھ سکائی کلر کی شرٹ پہنے وہ بکھرے بالوں کے ساتھ آنکھوں میں ایک نرم سی چمک لیے گہری نگاہوں سے اسے دیکھتا عجیب سے احساسات سے دوچار کر گیا۔

وہ خود کو سنبھالتی ہوئی تیزی سے مڑی تھی جب اس نے سرعت سے اسے پکارا۔

شہرے!"اس کی پکار اس قدر بے ساختہ تھی کہ اس کا اٹھا ہوا قدم وہیں" تھم گیا۔

رک جائیں، میں تیار ہو لوں پھر یونی لے جاتا ہوں۔"رسانیت سے کہتے وہ" ڈریسنگ مرر کی جانب مڑا تو شہرے نے پلٹ کے اس کی جانب دیکھا۔ وہ اسے منع کرنا چاہتی تھی لیکن جانتی تھی کہ اتنی دیر اس کے کمرے میں رہنے کے بعد جب وہ نیچے جا کے کسی اور کو ڈراپ کرنے کے لیے کہے گی تو سب کے سوالوں کے جواب وہ نہیں دے پائے گی اس لیے گہری سانس بھرتی وہ وہیں موجود کاوچ پہ بیٹھ گئی۔

میری تیاری میں ہیلپ کریں گی؟"ڈریسنگ مرر سے اسے دیکھتے ہوئے" اس نے پھر سے اسے اپنی طرف متوجہ کیا جو بڑے انہماک سے اس کے دیوار پر لگے پورٹریٹ کو دیکھ رہی تھی۔

کیسی ہیلپ؟"وہ اس کے مخاطب کرنے پہ متعجب انداز میں گویا ہوئی۔"

یہاں آئیں پھر ب۔۔۔۔"دروازے پہ ہونے والی دستک سن کر اس کی" بات ادھوری رہ گئی۔

کم اِن!"اس نے سنجیدگی سے نووارد کو اجازت دی تو دروازہ ہولے سے وا" کرتی نگاہ کمرے میں داخل ہوئی۔

جہاں نگاہ کو دیکھ کر شہرے کے نرم جذبات پہ برف پڑی وہیں نگاہ ان دونوں کو دیکھ کر معنی خیزی سے مسکرادی۔

کیا ہم یہ مان لیں کہ مسٹر ضرغام ملک کے صبح صبح لیٹ ہونے کی وجہ واقعی" اتنی ہی دلکش و حسین ہے؟"شہرے کی جانب اشارہ کرتی وہ چہکتے ہوئے

لہجے میں بولی تو اس کے ہونٹوں پہ مسکان مچلنے لگی جبکہ شہرے کرنٹ کھاتی اس کی جانب دیکھنے لگی۔

"یااللہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ یہ دونوں کیا کر رہے ہیں؟" وہ نگاہ کے رویے پہ خاصی متعجب ہو رہی تھی۔

"میں یونی جانے کے لیے آئی تھی۔" اس کے رویے پہ حیران ہونے کے باوجود اس نے اس کی تصحیح کرنی ضروری سمجھی تھی۔

"آئی نو! بیسٹ آف لک فار یور ایگزامز۔" خوشدلی سے مسکراتی وہ اسے وش کرنے لگی تو وہ بھی جواباً ہولے سے ہونٹ پھیلا گئی۔

"ضر! نین سے کانٹیکٹ ہوا؟" اچانک اپنے آنے کا مقصد یاد کرتی نگاہ نے بال بناتے ضرغام کو مخاطب کیا۔

رات کو ہوا تھا۔انکل کو لے کے پہنچ چکا ہے۔"اس نے برش میز پہ رکھنے" کے بعد اپنے کف لنکس تلاشے۔

اس کا نمبر کیوں بند ہے؟ کل سے میرا کانٹیکٹ نہیں ہوا۔"وہ بے کلی سے" گویا ہوئی جبکہ ان کی اس گفتگو سے بیزار ہوتی شہرے واپس اس کے پورٹریٹ کو دیکھنے میں محو ہو چکی تھی۔

ڈونٹ وری! انکل کی کنڈیشن سٹیبل نہیں ہے۔ان کو لے کے ایمرجنسی" میں ہی ہاسپٹل آنا پڑا ہے۔کچھ دیر میں رابطہ کر لے گا۔"نرمی سے اس کی تشفی کروا تا وہ اپنی تیاری مکمل کر چکا تھا۔

شام کو مجھے لے چلوگے ہاسپٹل ؟"اپنی کی چین اور والٹ اٹھاتا وہ اس کے " سوال پہ چونکا اور پھر گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا۔

محترمہ نگاہ واحدی ! آپ اب یوں کچھ عرصہ نا تو میرے ساتھ دھڑلے " سے گھوم سکتی ہیں نا میرے کمرے میں آسکتی ہیں اس لیے پیشگی معذرت۔ ویسے بھی آپ کے نین تارے نے کسی کو بھی ہاسپٹل آنے سے منع کر رکھا ہے۔ "لہجہ سپاٹ، الفاظ سنجیدہ جبکہ بھوری آنکھوں میں ہلکی سی چمک لیے سکون سے گویا ہوتا وہ ایک دفعہ پھر سے شہرے کے دل و دماغ کو ہلا گیا تھا۔

یو آر سو مین مسٹر ضرغام ملک۔ "ایک تپتی نگاہ اس پہ ڈالتی وہ واپس پلٹ گئی " جبکہ وہ اس کے سامنے جا کھڑا ہوا جو اس سچویشن میں خود کو عجیب ہونق سا محسوس کر رہی تھی۔

چلیں؟"اس کے سامنے ٹھہرتے ہوئے اس نے اپنی مضبوط ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی تو ہتھیلی کے وسط میں جگمگاتے تِلوں کو دیکھ کے اس کا دل عجیب سے انداز میں اس کی جانب کھنچا تھا۔

مگر دل کی حالت کے برعکس وہ زور سے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

جو ہاتھ تاعمر کے لیے تھام چکا ہوں،اسے چند لمحوں کے لیے مجھ سے" چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں شہرے۔"اس سے ایک قدم پیچھے چلتا وہ آہستگی سے گویا ہوا۔

اور یہی ہاتھ تھامنے سے قبل آپ بھرے مجمعے میں اس ہاتھ کو تھامنے سے "
انکاری بھی تھے۔"اس نے اسے کبھی نہیں جتایا تھا لیکن آج نا جانے کیو نکر
وہ ایسا بول گئی تھی۔

وجہ شاید یہی تھی کہ اُس نے اسے ضرغام چاچو سے ضرغام بنا کے دیکھنا ہی
اب شروع کیا تھا اور ایسے میں یہ چیز زیادہ کچوکے لگا رہی تھی۔

بعض اوقات ہمارے بہت سے اعمال کا سبب اور وجہ وقت ہی بیان کر پاتا"
ہے ہم نہیں اس لیے اس ٹاپک کو بند کرتے ہیں۔فریش فریش ہو کے پیپر
کے لیے نکلیں۔"سیڑھیاں اترتے وہ طبیعت کے بر خلاف خاصی نرمی سے
گویا ہوا تو وہ بنا کچھ کہے ہال میں پڑے صوفے پہ موجود اپنی چیزیں جلدی سے
سمیٹتی باہر کی جانب بڑھی تھی۔

پیر حویلی کے مردان خانے میں اس وقت گویا غصے اور انتقام کا جیسے طوفان امڈ آیا تھا۔

اپنی فتح کے احساس میں چور جب وہ بخت خان کے پر جوش استقبال کے بعد اس ویران اور تاریک کمرے میں پہنچے جہاں وہ دونوں قید تھے۔

مگر خالی کمرہ ان کا منہ چڑا رہا تھا۔

یہ دونوں کہاں گئے ؟" پیر سائیں نے سائیں سائیں کرتے دماغ کے ساتھ " جعفر شاہ کی جانب دیکھتے ہوئے استفسار کیا جو خود اس صورتحال پہ بھونچکا تھے۔

یہیں چھوڑ کے گئے تھے اور ایسا ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ لوگ اس کمرے " سے نکل پاتے۔" انہوں نے خود کو سنبھالتے ہوئے باپ کو جواب دیا۔

تب تک صور تحال کی بابت اطلاع ملتے ہی طلال شاہ بھی وہاں آ چکا تھا لیکن کچھ بھی اظہارِ رائے کیے بغیر چپ چاپ کھڑا تھا۔

"زنان خانے میں پتہ کریں پیر سائیں کہ آپ کی بیٹی موجود ہے؟" بخت خان نے اپنی کھوجتی نگاہیں ادھر ادھر گھماتے ہوئے استفسار کیا تو جعفر سائیں جلدی سے زنان خانے کی طرف گئے جبکہ پیر سائیں بخت خان کے ساتھ اس کمرے میں گئے جہاں سفیر سائیں کو رکھا گیا تھا۔

لیکن زنان خانے سے آبگینے کی غیر حاضری اور پیر سائیں کے حجرے سے سفیر سائیں کی غیر موجودگی نے سب کو غیض و غضب سے آگ بگولہ کر دیا۔

"بھنگ پی کے سو رہی تھی کہ کیا تمہاری بیوی جعفر سائیں کہ اسے بیٹی کے غائب ہونے کی ہی خبر نہ ہو سکی؟" یہ بات ان کی انا اور ان کے مرتبے پر کوڑے کی مانند برس رہی تھی کہ وہ اندر زنان خانے تک پہنچ گیا تھا اور تو اور

سفیر سائیں ان کے ہاتھ آنے کے بعد ایک دفعہ پھر سے جیل کی سلاخوں کے پیچھے پہنچ چکا تھا۔

و۔۔وہ دوسری لڑکی، اُس ایس پی کی بہن؟"اچانک خیال آنے پر پیر سائیں" بولے تو کب سے خاموش تماشائی بن کے کھڑے طلال شاہ کے چہرے کا رنگ بڑی سرعت سے تبدیل ہوا۔

مگر اگلے ہی پل وہ خود پہ قابو پاتا باپ کے ساتھ اس کمرے کی طرف گیا جہاں کچھ گھنٹے قبل دریہ گردیزی مقید تھی۔

لیکن ایک دفعہ پھر سے ناکامی کا سامنا ان سب کو پاگل کر گیا۔

پیر سائیں! آپ کی حویلی میں موجود افراد کی مدد کے بغیر وہ دونوں کمینے" یہاں سے اتنی آسانی کے ساتھ تین لوگوں کو لے کر نہیں جا سکتے تھے۔اپنی حویلی میں چھپے غداروں کو تلاش کیجیے۔"بخت خان جو اپنی چالاکی اور

ہوشیاری وسفاکی کے باعث آج تک پولیس کے ہاتھ نہ آسکا تھا اس نے پر سوچ لہجے میں اظہارِ خیال پیش کیا تو طلال شاہ کی کشادہ پیشانی پہ بل پڑے تھے۔

یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ان کے ان جرات مندانہ اقدامات کے پیچھے تمہاری" آمدِ خیر ہی ہو کیونکہ تمہارے آنے سے قبل وہ یہیں مقید تھے حتیٰ کہ آبی اور اُس ایس پی کی بہن بھی یہیں محصور تھیں لیکن جب تم اور تمہارے آدمی آئے اس کے بعد یہ سب کچھ ہوا۔" طلال شاہ کی سپاٹ آواز پہ جہاں پیر سائیں اور جعفر سائیں ششدر رہ گئے وہیں بخت خان کے چہرے پر غصہ عود کر آیا۔

پیر سائیں! پوتے کو سمجھایئے۔یوں منہ اٹھا کہ بخت خان پر الزام تراشی" اسے مہنگی پڑ سکتی ہے۔" بخت خان بخوبی جانتا تھا کہ ان لمحوں میں پیر حویلی

والوں کواس کی کس قدر ضرورت ہے تبھی تو یوں دھڑلے سے ان کے سامنے کھڑے اُن کے سپوت کو دھمکی دے رہا تھا۔

تمہاری دھمکی کا مجھ پر ضرور اثر ہوتا جو میں طلال شاہ نہ ہوتا۔"پر سکون" انداز میں بنا کسی اور کے بولنے سے قبل اسے جواب دیتا وہ پلٹا۔

اور ہاں اپنی آمد کے مقصد کو چھپانے کے لیے ہماری حویلی کی بنیادیں" کھوکھلی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"وہ جانتا تھا کہ بخت خان کی پیچ کی وجہ سے حویلی کے ملازمین اور عورتوں پہ بلاوجہ تشدد ہو گا اس لیے اس نے گفتگو کو اس نہج پہ لے جانا چاہا جہاں پیر سائیں بخت خان کی سوچ پر عمل پیرا نہ ہو سکیں۔

طلال سائیں بس کرو۔اور تم بخت خان اس بات کو یہیں ختم کرو۔اب یہ " سوچو کہ آگے کیا کرنا ہے۔پیر حویلی کا سپوت اس کمینے کی کسٹڈی میں ہے۔" پیر سائیں اس وقت سخت طیش میں مبتلا گویا ہوئے۔

بیفکر رہیے پیر سائیں۔اُن لڑکوں نے اپنی عمر اور ہمت سے بڑے دشمن " پال رکھے ہیں۔اور جب سارے دشمن مل کر ان پر حملہ آور ہوں گے تو وہ ہِل بھی نہیں سکیں گے۔" بخت خان اب بہت ہوشیاری اور سفاکی کے ساتھ ان لوگوں کو میر خاندان کے متعلق آگاہ کر رہا تھا۔

جن سے ہاتھ ملا کر وہ کچھ سال پہلے کی طرح ان پانچوں سے اپنا انتقام پورا کر سکتے تھے۔

جبکہ ان سے کچھ فاصلے پہ کھڑا طلال شاہ آنکھوں میں نفرت انگیز چبھن لیے بخت خان کو گھور رہا تھا۔

میر پیلس' میں اس وقت خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ صبح کے آٹھ بجنے کے' باوجود مکین اپنے کمروں میں محوِ خواب تھے ایسے میں پنک شرٹ کے ساتھ سفید ٹراوزر پہنے سر پہ ہم رنگ دوپٹہ اوڑھے وہ چہرے پہ نرم سے تاثرات سجائے سوٹ کے ہم رنگ کانچ کی چوڑیاں کلائیوں کی زینت بنائے ناشتہ تیار کر رہی تھی۔

ذوالنورین اور شازمین میر کی اس دن کی تلخ کلامی کے بعد حیرت انگیز طور پر کسی نے بھی کوئی ردِ عمل نہ دیا تھا بلکہ ان دو چار دنوں میں پیلس کے باقی نفوس یہ تک فراموش کر گئے تھے کہ وہ تین بھی اسی پیلس میں مکین تھے۔ جہاں ان سب کی بے خبری دل کو پر سکون کر رہی تھی وہیں شازمین میر جیسی فطرت کی مائل عورت کی ایسی خاموش کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ تھی۔

شازمین میر کے الجھے ہوئے پراسرار رویے کے بارے میں سوچتے اس نے ناشتے کی ٹرے تیار کی اور ایک ناقدانہ نگاہ ٹرے پہ ڈالتی وہ کچن سے باہر نکلی۔ وہ ابھی سیڑھیوں تک پہنچی ہی تھی کہ اچانک ایک سائیڈ سے سامعہ آتی اس کے سامنے آن رکی۔

"تم کیوں ایک معذور شخص اور اس کی ابنارمل ماں کی چاکری کرتے ہوئے اپنی زندگی کو تباہ کر رہی ہو؟" جتنی اچانک اس کی آمد تھی، اتنا ہی اچانک اور تکلیف دہ اس کا سوال تھا۔

جسے بمشکل برداشت کرتے ہوئے اس نے وہ جواب دینے کی کوشش کی جو اس وقت اس سچویشن میں اسے دینا چاہیے تھا۔

"وہ معذور شخص میرا۔۔۔" پل بھر کے لیے وہ جھجھکی لیکن پھر یہ سوچ کے کہ وہ کون سا سامنے موجود تھا۔

وہ شخص میرا شوہر ہے اور اس کی ابنارمل ماں میری ساس یعنی ماں ہے۔"
ایسے میں ان کے کام کرنا یا ان کی ضروریات کا خیال رکھنے سے میری زندگی
اگر تباہ ہو رہی ہے تو اسے ہو جانے دیں۔"ایک مصنوعی مسکراہٹ چہرے
پہ سجائے وہ نرم لہجے مگر سنجیدہ الفاظ کا سہارا لیے بولی تو سامعہ کا چہرہ مارے
سبکی کے سرخ پڑنے لگا۔

معذور شخص کی خدمت بہت آسان ہے لیکن کیا تم اس شخص کی بھی"
خدمت کرنا پسند کرو گی جس کا کردار اس قدر پست ہو کہ وہ انسانیت کے
درجے سے ہی گر کے گھر کی عزت پہ ہاتھ ڈال دے؟"اپنی سبکی کے
احساس کو کم کرنے کے لیے وہ نفرت سے پھنکاری تو ٹرے زحلے کے ہاتھوں
میں لرز گئی۔

جبکہ کان گویا سائیں سائیں کرنے لگے۔اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامعہ کے چہرے کو دیکھا جوان کہی داستان سنائے جارہا تھا۔

جو سامعہ کہہ رہی تھی اس پہ دل و دماغ دونوں انکاری تھے لیکن۔۔۔۔
لیکن ایک لڑکی ایسا جھوٹ کیونکر بولے گی؟
ذہنی پراگندی اتنی بڑھ گئی کہ اس کے ہاتھوں میں موجود ٹرے اسے بھاری بوجھ محسوس ہونے لگی تھی۔

کچھ سال پہلے تمہاری ماں تمہارے دل و دماغ حتیٰ کہ عزت کے ساتھ کھیل" گئی تھی لیکن اب تم چند لمحوں کی جذباتی لغزش سے یہ سب کرتے ہوئے خود کو اپنی نظروں میں مت گراو سامعہ میر۔"ڈاکٹر مرتضیٰ جو کہ اس وقت کلثوم میر کے چیک اپ کے لیے آئے تھے۔

ذوالنورین کے کمرے سے نکل کے واپس جانے کے لیے نیچے آئے توان دونوں کی گفتگو سماعتوں کی نذر ہوئی۔

تبھی زحلے کے چہرے کو دیکھتے انہوں نے فوراً مداخلت کی تھی۔

ان کی غیر متوقع آواز سن کر جہاں سامعہ کا رنگ فق پڑا تھا وہیں زحلے فوراً سنبھلی۔

"جاو بیٹا اور سنبھل کر۔ یہاں ہر قدم پر تمہیں ورغلانے کے لیے ہر طرح کے ہتھکنڈے استعمال ہوں گے۔ کوشش کرنا کہ جو رشتہ اللہ پاک کے حکم سے جڑ چکا ہے اسے کسی کی سازشوں کی نذر مت کرنا کیونکہ وہ جو اوپر کمرے میں بیٹھا ہے ناوہ معذور بھی ہو سکتا ہے, تلخ بھی اور بدلحاظ بھی لیکن وہ بدکردار نہیں ہے۔" سامعہ کے وہاں سے ہٹنے کے بعد ڈاکٹر مرتضیٰ نے اس کو دیکھتے نرمی سے کہا تو خفت زدہ انداز میں سر ہلاتی اوپر کی جانب بڑھ گئی۔

ادھ کھلے دروازے سے جب وہ ٹرے لیے اندر داخل ہوئی تو نظر حسبِ معمول صوفے پہ براجمان ان دونوں ماں بیٹے پہ پڑی جو ایک دوسرے کی سمت متوجہ تھی۔

مکمل طور پر تو نہ سہی لیکن کسی حد تک کلثوم میر اُس سے اٹیچ ہو چکی تھیں۔اس میں ان دونوں کے وقت اور ساتھ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ دوسرا شاز مین میر کی سفاکیت سے بچاو کی وجہ سے وہ خاصا بہتری کی جانب گامزن ہو چکی تھیں۔

آج تم خوش ہو؟" وہ بات جو اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی محسوس" کی تھی وہی بات کلثوم میر نے دہرائی تو ٹرے میز پہ رکھتی زحلے نے لحظہ بھر کے لیے آنکھ اٹھا کے ان کی جانب دیکھا۔

میں آج واقعی بہت خوش ہوں کیونکہ اللہ کے حکم سے جو آپ سے کھو چکا" ہے ناوہ انشاءاللہ جلد آپ کو مل جائے گا۔"ان کے ہاتھ شدتِ جذبات سے چومتے ہوئے وہ محبت سے گویا ہوا تھا۔

کون؟"ان کا سوال بڑا بے ساختہ تھا۔"

نین۔"وہ ولید میر کا ذکر نہیں کر سکتا تھا اس لیے بہت مختصر سا جواب دیا" تھا۔

نین کون ہے؟"زحلے جو اس 'نین' کے چکر میں بہت بری طرح سے الجھی" تھی اس نے کلثوم میر سے پہلے استفسار کیا۔

آپ کی ساس کا بیٹا۔"اس کے برجستہ جواب پہ وہ گڑبڑائی۔"

وہ تو تم ہو۔"اس کا جواب بھی بڑا بے ساختہ تھا۔"

ماما! آپ کی بہو پڑھی لکھی ہونے کے باوجود یہ نہیں جانتی کہ شوہر کو 'تم'"
نہیں 'آپ' کہتے ہیں۔انہیں سمجھائیں۔"سوال گندم جواب چنا کے مصداق
وہ قطعی غیر متوقع بات کرنے لگا تو ہونق سی ہو گئی۔

دلہن پیار اپیار ابولتے ہیں۔"صحت بحالی مکمل نہ ہونے کی وجہ سے وہ بات"
کو مکمل طور پر نہ تو صحیح سے سمجھتی تھیں نا زیادہ لمبا فقرہ بولتی تھیں۔
مگر اس وقت ان کا مختصر سا جملہ بھی اسے خفت زدہ کر گیا۔

سوری اماں لیکن یہ میرا اسٹوڈنٹ بھی ہے۔"اس نے فوراً توجیہہ پیش کرنی" چاہی تو ذوالنورین نے فوراً جگر جگر کرتی نگاہوں سے اس کا بھرپور جائزہ لیا جو خفت زدہ سی میز کے نزدیک پڑی کرسی پہ بیٹھی تھی۔

نین کون ہے؟"کلثوم میر کو جواب دینے کے فوری بعد وہ اس کی جانب" متوجہ ہوئی اور اپنا سوال دہرایا۔

نین آپ کی ساس کا بہت پیارا سا بیٹا ہے۔"مرغی کی وہی ایک ٹانگ کے" مصداق اس کے وہی جواب سن کے زحلے کے خوبصورت چہرے پہ خفگی کے رنگ پھیل گئے۔

لیکن آپ کو اماں نین نہیں بلاتی ہیں۔"اس کے لہجے کے شاکی پن پر"
ذوالنورین نے بڑے محظوظ کن انداز میں اس کی جانب دیکھا۔
جبکہ کلثوم میر بہت دلچسپی کے ساتھ انہیں بولتے ہوئے سن اور دیکھ رہی تھیں۔

تو وہ بلا بھی کیسے سکتی ہیں؟"اس کے جواباً سادگی سے کہنے پہ زحلے کا دماغ" گھوم سا گیا۔
اس کا دل چاہا وہ سامنے پڑا چائے کا مگ اٹھا کے اس بد دماغ شخص کے سر پہ انڈیل دے لیکن وہ ایسا نہ کر سکی۔
تبھی سختی سے لب بھینچتی وہ کلثوم میر کے لیے ناشتہ پلیٹ میں نکالنے لگی۔

یہ چپ کیوں ہو گئی ہے؟"اسے چپ ہوئے چند لمحے گزرے ہوں گے" جب کلثوم میر کی بے چین آواز گونجی۔

مما! کہتی ہیں کہ آپ کے سامنے مجھ سے زیادہ بات چیت کرنا انہیں پسند "
نہیں۔" سنجیدگی سے دیے گئے اس جواب پہ اس کے سر پہ لگی اور تلووں پہ
جا بجھی۔

فضول گوئی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرا اور آپ کا کاغذی رشتہ "
آپ کو ایسی کسی چھیڑ کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ بہتر یہی ہو گا کہ ناشتہ کر کے
اپنے پیپر کی تیاری کر لو کل پیپر ہے تمہارا۔" دبے دبے مگر خاصے سرد لہجے
میں وہ جو بولی تو پھر بولتی چلی گئی۔

جبکہ اس کی تمام باتوں کو ازبر کرتے ذوالنورین کی خوبصورت آنکھوں میں
سرد تاثر گہرا ہوتا چلا گیا۔

میرا اور آپ کا رشتہ مجھے کس چیز کی اجازت دیتا ہے اس کے بارے میں اِن" ایگزامز کے بعد تفصیلاً بات ہو گی۔تب تک آپ اپنے دلائل تیار کریں۔" سرد لہجے میں کہتے ہوئے وہ بگڑے ہوئے تاثرات کے ساتھ ناشتے کی جانب متوجہ ہو گیا۔

جبکہ وہ جو اس کے لیے 'آپ' اور 'تم' والے گنجل میں الجھی ہوئی تھی۔ اس کے اس انداز پر خائف ہوتے اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی تھی۔

جیل کا وہ تنگ سا کمرہ اس وقت بلب کی ملگجی سی روشنی میں ایک گھٹن سی پیدا کر رہا تھا۔

اور اس کمرے میں یہاں سے وہاں ٹہلتا ہوا 'سفیر سائیں' غصے اور بے بسی کے مارے پاگل ہوا جا رہا تھا۔

رشتے کو دیکھا جائے تو ہے تو بڑی کمینی سی بات لیکن ان بند سلاخوں کے پیچھے آپ کو یوں لاچار دیکھ کر دل کو بہت سکون مل رہا ہے۔" اس غصے اور بے بسی کو بڑھاوا دیتی اس پر سکون سی آواز پہ اس کا دل چاہا وہ اس شخص کو زمین میں زندہ دفنا دے جسے 'پیر سائیں' ایک رسم کو زندہ رکھنے کے لیے ان کے سروں پہ بٹھا گئے تھے۔

"یہ مت سمجھو کہ یہ سلاخیں مجھے ہمیشہ کے لیے اس تاریک کمرے میں قید کر کے رکھیں گی۔ یاد رکھو ایک دن میں یہاں سے ضرور نکلوں گا اور نکلنے کے بعد سب سے پہلا قتل تمہارا کروں گا۔ وہ بھی اپنے ہاتھوں سے۔" بپھرے لہجے میں اژدھے کی سی پھنکار تھی۔

واللہ چچا سسر محترم! آپ دو دن پہلے ان جیل کی سلاخوں سے باہر گئے" تھے تب ہی ان ارادوں پہ عمل کیوں نہیں کیا؟"اس کے دلکش لہجے میں چھائی مصنوعی معصومیت پہ وہ بل کھا کے رہ گئے۔

میں اس ارادے پہ عمل کرنے پر سیکنڈ کی بھی مہلت نہ دیتا جو اگر تم بزدلانہ" حرکت نہ کرتے۔"اسے یہی بات پاگل کر دینے کو تھی کہ وہ ان کا پلان ان کے منہ پہ مار چکے تھے۔

وہ اسے ان کی حویلی میں سب کی ناک تلے سے نکال کے واپس اس کال کوٹھڑی میں بند کر گیا تھا۔

جو کچھ تم اور تمہارا کمینہ آدمی بخت خان کر چکے ہو اس کے بعد تم جو اگر یہ" سوچے بیٹھے ہوئے ہو کہ خدا کے انصاف اور قانون سے بچ سکو گے کہ یہ تم لوگوں کی بھول ہے۔اب تمہارے سامنے کالج میں پڑھتے وہ ٹین ایجرز نہیں

ہیں بلکہ اب تمہارے سامنے تمہارا انتقام عبرت بن کے کھڑا ہے۔" یکایک اس کا پر سکون لہجہ ایک خشونت و وحشت سموئے گونجا تو سفیر سائیں نے چونک کے اس کی جانب دیکھا۔

وہ تو یہ سمجھا تھا کہ یہ سب 'شہرے ملک' کو کڈنیپ کرنے اور آبگینے کی وجہ سے ہے تو وہ غلط تھا بلکہ یہ سب تو برسوں پرانے شروع کیے گئے کھیل کا سرا تھا۔

اس بات کا احساس ہوتے ہی اس کی رگ رگ میں عجیب سی بے چینی دوڑ گئی تھی۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" اپنی دگرگوں ہوتی حالت کو بمشکل سنبھالتے" اس نے ناگواری سے کہا۔

یہ وہی بکواس ہے جسے سالوں پہلے تم نے لکھااور اس پر عمل کیا تھا۔ مگر اب" قسمت پلٹا کھا چکی ہے۔ جس ولید میر کو تم لوگوں نے دنیا کی نظروں میں مار دیا تھاوہ ولید میر تمہارے دستِ راست کے شکنجے سے دو دن قبل آزاد ہو چکا ہے۔"رہبان گردیزی کی دی گئی اس آخری اطلاع پہ مضبوط اعصاب کے مالک سفیر سائیں کے چہرے کی رنگت فوراً بدلی تھی جو اس کی ذہین آنکھوں سے مخفی نہ رہی۔

اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھتے ہوئے وہ سرد لہجے میں مزید گویا ہوا۔ اس لیے اب سفیر سائیں تم اور تمہارے اس گھناونے کھیل میں شریک" سارے افراد اپنے بچاو کی تدابیر تیز تر کر دو کہ اب الٹی گنتی کا چکر شروع ہو چکا ہے۔"

تنفر سے بھرپور نظر اس کے متغیر چہرے پہ ڈالتے ہوئے وہ جیب میں موجود موبائل کے وائبریٹ کرنے پہ وہاں سے چلا گیا۔

جبکہ اس تاریک کمرے میں موجود سفیر سائیں کو پہلی مرتبہ صحیح معنوں میں 'ڈر' کا احساس ہوا تھا۔

اس وحشت زدہ سے دن کو گزرے تقریباً ہفتہ ہونے کو آیا تھا اور آج وہ خود کو مکمل کمپوزڈ کیے یونی جانے کے لیے تیار ہو گئی تھی۔

داود! دیکھو آج میں اتنے دنوں بعد تم لوگوں کے ساتھ یونی جا رہی ہوں" اس لیے اب یہ تم دونوں پہ 'فرض' ہے کہ ہمیں آج باہر لنچ کرواو۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ بیک وقت داود اور حمدان سے گویا ہوئی تو زمل نے فوراً تائیداً سر ہلایا۔

تم یونی سے پکی پکی چھٹی لے لو کیونکہ ہم یہ فرض 'قضاء' کرنا چاہتے ہیں۔""
حمدان کے بے مروتی سے کہنے پر اس کے منہ کے زاویے فوراً بگڑے۔

"بھئی آج تو یہ فرض ہر حال میں پورا کرنا ہے ورنہ رہبان لالہ کو تم لوگوں کی کمبائن سٹڈی کی ایسی من گھڑت داستان سناوں گی کہ آج کے بعد کمبائن سٹڈی کا نام بھول جاوگے۔"اس کے منتقمانہ انداز پہ ڈرائیونگ سیٹ اور فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے حمدان اور داود نے پلٹ کر شرم دلانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔
جو پچھلی سیٹ پر آیت اور زمل کے بیچ گھسی ہوئی تھی۔

"توبہ توبہ! سمجھ نہیں آتی کہ عقیدت پھپھو جیسی ڈیسنٹ بندی کے ہاں تم جیسی بلیک میلر کیسے پیدا ہو گئی؟"اس کے پر تاسف لہجے پہ وہ بنا کچھ کہے فخریہ انداز میں مسکرادی کیونکہ ان کی نیم رضامندی ظاہر ہو چکی تھی۔

اسی خوشی اور سرمستی میں ایک اچھا دن یونیورسٹی میں گزارنے کے بعد وہ اپنے مگن انداز میں گیٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔

چونکہ زمل اور آیت کا لاسٹ پریڈ فری تھا اس لیے وہ پہلے ہی باہر گاڑی میں پہنچ چکی تھیں اس لیے وہ اس وقت تنہا ہی متوازن چال چلتی گیٹ کی طرف بڑھ رہی تھی جب اچانک اپنے پیروں کے سامنے اچانک سیاہ شوز میں مقید پیر آن رکے تو اس نے بمشکل خود کو سنبھالتے ہوئے چونک کے نوارد کی جانب دیکھنا چاہا۔

مگر یوں اچانک سامنے آن رکنے والے اس شخص کو دیکھ کر اس کے آنکھیں حیرت و بے یقینی کی زیادتی سے یکلخت پھیلیں۔

اور پھر یکایک ان خوبصورت آنکھوں میں ناگواری اور اجنبی پن اتنی سرعت سے لہرایا کہ سامنے کھڑے طلال شاہ کو اپنے سینے میں گھٹن کا احساس ہونے لگا۔

ایکسکیوزمی!" قطعی پر تکلف اور سپاٹ لہجے میں بولتی وہ اس کے پہلو سے "
گزرنے لگی جب کمال جرات کا مظاہرہ کرتے طلال شاہ نے ہاتھ بڑھا کے
اس کا بایاں بازو اپنی نرم گرفت میں جکڑا تو بے یقینی کی انتہاوں کو چھوتی وہ
ایک جھٹکے سے اس کی جانب پلٹی۔

ایسی بے تکلفی کی اجازت میں اجنبیوں کو ہر گز نہیں دیتی۔اس لیے آج کے "
بعد ایسی بد تمیزی میرے ساتھ کرنے کی کوشش بھی مت کیجیے گا۔"ایک
جھٹکے سے بازو اس کی گرفت سے آزاد کرواتی وہ پھنکاری تھی۔
اسے وہ پل بھلائے نہیں بھولتے تھے جب اس شخص کی وجہ سے اسے ذہنی و
دلی اذیت سے دوچار کیا تھا۔
اگرچہ اس کی اس کے ساتھ کوئی دلی وابستگی نہیں تھی لیکن یہ بات اس کے
دل میں گڑھ گئی تھی کہ وہ شخص ایک بے معنی انتقام کے پیچھے اسے 'استعمال'
کرنا چاہتا تھا۔

دریہ میری بات سنو۔"اس سے قبل کہ وہ وہاں سے جاتی طلال نے"
سرعت سے اسے پکارا لیکن وہ ان سنی کرتی آگے بڑھتی رہی۔
ارد گرد آتے جاتے سٹوڈینٹس اس منظر کو سرسری سا دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کیونکہ یہ تو یونیورسٹی کا روز کا ہی معمول تھا۔

دریہ! میں یہاں کوئی تماشہ نہیں بنانا چاہتا اس لیے چند منٹ یہاں رک کر" میری بات سن لو اور پھر اپنے مفروضے قائم کر لینا۔" منتیں کرنا اس کی سرشت میں شامل نہیں تھا لیکن نجانے کیوں اس لڑکی کی بدگمانی اسے ٹیز کر رہی تھی۔

مزید کون سا تماشہ لگانا چاہتے ہیں آپ؟ شرم نہیں آتی آپ کو کہ ایک بے" مقصد انتقام کے لیے آپ سامنے سے ڈٹ کر مقابلہ کرنے کی بجائے مجھے

اپنے گھناونے کھیل میں استعمال کرنا چاہ رہے تھے اور اپنی اس قدر ڈھٹائی سے دوبارہ میرے سامنے آن کھڑے ہو گئے۔"اس کی آواز میں اس وقت ناگواری، غصہ، بیگانگی، تاسف اور دکھ سبھی کچھ جھلک رہا تھا۔

اور یہی سب اسے بے چین کر رہا تھا۔

فار گاڈ سیک دریہ ! ایسا کچھ نہیں تھا، بابا سائیں غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے۔""

وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں اس کے مقابل آتے ہوئے بولا تھا۔

اور یہ سچ تھا کہ وہ اگرچہ اسی ارادے سے یونیورسٹی آیا تھا لیکن پہلے ہی دن اس کی معصومیت سے بھرپور آنکھیں اسے اپنے ارادوں سمیت متزلزل کر گئی تھیں۔

اوکے جو بھی تھا لیکن آپ کا رہبان لالہ سے بیشک کوئی رشتہ ہو سکتا ہے" لیکن میرے لیے آپ ایک اجنبی سے بڑھ کے کچھ بھی نہیں ہیں اس لیے

آج کے بعد میرے راستے میں تو ہر گز نہیں آیئے گا۔" بے مروت و بے لچک لہجے میں بولتی وہ آگے بڑھی تو اس کے اندر فطری ابال سر اٹھانے لگا تھا۔ اسے خود پہ بھی غصہ آرہا تھا کہ وہ کیونکر اس لڑکی کی پرواہ کر رہا تھا۔

میں راستے میں تب نہیں آوں گا جب تم ایک دفعہ میری بات نہیں سن" لیتی۔اب تم یہ سوچ لو کہ بات میری کب سننی ہے؟"اس کے عقب میں ابھرتی اس کی مضبوط آواز دریہ کے قدموں کی رفتار کو لحظہ بھر کے لیے سست کر گئی لیکن اگلے ہی پل وہ سر جھٹکتی گیٹ سے باہر نکل گئی۔

ہاسپٹل کے اس بڑے سے کمرے میں وہ ولید میر کے بیڈ کے ساتھ رکھی کرسی پہ بیٹھا ان کے ساتھ محوِ گفتگو تھا۔

گزشتہ ایک ہفتہ سے وہ ان کے ساتھ ہاسپٹل ہی موجود تھا چونکہ اتنے برس وہ سب سے دور ایک بند کمرے میں مقید تھے تو انہیں نارمل ہوتے چار سے پانچ دن لگے تھے اور ان دنوں میں نین نے ایک اچھے، سلجھے اور صابر بیٹے کا کردار کرتے ہر لمحہ انہیں اپنے ساتھ کا احساس دلایا تھا۔

تمہاری مما نہیں آئیں مجھ سے ملنے کے لیے؟" مکمل حواسوں میں لوٹنے " کے بعد یہ ان کا سب سے زیادہ پوچھت جانے والا سوال تھا۔

جو نین کو بے حد تکلیف دے رہا تھا۔ وہ ان کی اس کریٹیکل حالت میں انہیں مزید کوئی ٹینشن نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے گھر کے متعلق کوئی بات نہیں کی تھی۔

ڈیڈ! آپ مکمل طور پر صحتیاب ہو جائیں پھر مما سے ملنے چلیں گے کیونکہ " آپ کے بھائیوں نے صرف آپ کی حد تک ہمیں نقصان پہنچانے کی

کوشش نہیں کی بلکہ وہ ہر حد پار کر بیٹھے ہیں۔" بہت نپے تلے انداز میں بولتا وہ انہیں ڈھکے چھپے الفاظ میں بہت کچھ کہہ گیا تھا۔

"کیا مطلب؟ کلثوم ٹھیک ہے نا؟" اس کی آدھی ادھوری بات سن کر ہی وہ تڑپ اٹھے تھے جبکہ ان کی تڑپ نین کی آنکھوں کے کنارے لال کر گئی۔

"وہ اس قدر ٹھیک ہیں کہ ان کی سوچ ان گزرے سالوں میں آفس گئے ولید میر اور نگاہ کے لیے انگوٹھی اور چوڑیاں لے کر آنے والے نین سے آگے بڑھ ہی نہ سکی تھی۔ اور نہ ہی کبھی وہ یہ جان سکی تھیں کہ جس گھر میں وہ رہتی ہیں وہیں ان کا ایک بیٹا ٹانگوں سے معذور ہو کر بیٹھا ہے بلکہ وہ تو اسے پہنچاننے سے بھی انکاری ہیں۔" ہزار کوشش کے بعد بھی وہ خود پہ قابو نہ رکھ سکا تو گلوگیر مگر آتش زدہ سے لہجے میں بولتا وہ ولید میر کے وجود کو جھٹکوں کی زد میں لے گیا۔

نہیں۔"اس کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے ان کے کان سائیں"
سائیں کرنے لگے تھے جبکہ دل اس وقت اپنے بیوی بچوں کی تکلیف کا سوچ
کے گویا پھٹنے والا ہو گیا تھا۔

خدا غارت کرے تم لوگوں کو، پیسے کے لالچ میں میرے ہنستے بستے گھرانے"
کو کن تکالیف کی نذر کر ڈالا ہے۔"ان کے لب اور ان کا دل بے اختیار اپنے
بھائیوں اور ان کی بیویوں کے لیے بد دعا گو ہوا تھا۔

مجھے اپنی مما اور ذونین کے پاس لے چلو میرا بچہ پلیز۔"نم آنکھوں سے"
اسے دیکھتے انہوں نے ریکویسٹ کی تھی کیونکہ بلکتا ہوا دل اس لمحے صرف
اپنی بیوی اور بچوں کو دیکھنا چاہتا تھا۔

ڈیڈ! ریلیکس، ہم بہت جلد ان سے ملیں گے لیکن پلیز ابھی نہیں کیونکہ جو" اس سب کے ذمہ دار ہیں ان کی الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے۔اس لیے ابھی نہ آپ نہ میں، ہم میں سے کوئی بھی منظر پر نہیں آسکتا ہے۔"اس نے رسانیت سے انہیں سمجھایا۔

لیکن میں تمہاری مما کو دیکھنا چاہتا ہوں۔"انہوں نے بے چینی سے کہا تو وہ" بے بس ہونے لگا تھا لیکن پھر کچھ سوچتے ہوئے بول اٹھا۔

اوکے میں نین کو کہوں گا کہ بھابھی کے ساتھ مام کو چیک اپ کے لیے اسی" ہاسپٹل کسی طرح سے بھجوائے۔"اس نے اب کی بار ٹھہرے ہوئے انداز میں بات مکمل کی تو وہ چونک اٹھے۔

بھابھی؟"ان کی سوالیہ نظریں اس کی جانب اٹھیں۔"

جی،ذونین کی بیوی۔"اس نے ان کی جانب دیکھتے جواب دیا لیکن ان کی" آنکھوں میں چھائی الجھن کو دیکھتے وہ دھیرے دھیرے انہیں زحلے اور ذونین کے تعلق اور ان کے نکاح کے متعلق بتاتا چلا گیا۔

ملک ہاوس' کے وسیع و عریض لان میں کرسیاں بچھائے اس وقت سب شام' کی چائے اور سنیکس سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

جب ارسم کھلے گیٹ سے رف ٹف سے حلیے میں موجود سوئی جاگی سی شہرے کا بازو دبوچے اندر داخل ہوا اور سیدھا لان کی جانب چلا آیا۔

لیں سنبھالیں اپنی آلکسی سے بھرپور بہو کو بڑی مما حضور۔"بلیو جینز کے" ساتھ وائٹ جرسی پہنے بالوں کو عجیب میسی سا جوڑا بنائے، گلے میں وائٹ سٹالر ڈالے وہ پیروں میں نازک سی چپل پہنے شہرے کو ثمرین بیگم کی جانب

دھکیلتا ہوا بولا تو اس نے آنکھوں کو زور سے مسلتے ہوئے گھور کے اسے دیکھا۔

"چاچو لگتے ہیں آپ میرے اس لیے یہ فضول قسم کی چھیڑ چھاڑ آپ لوگوں پہ سوٹ نہیں کرتی۔" وہ اس کے لفظ 'بہو' کی پکڑائی کرتی شاکی لہجے میں بولی اور وہیں سب سے ملتی ثمرین بیگم کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"عمارہ کبھی ایسی حد بندی ضرغام پہ لگائی ہے کیونکہ وہ بھی تو چاچو ہی تھا نا؟" بھابھی سے شرارت سے ٹکڑا لگایا تو پہلے وہ چونکی مگر پھر پوری جی جان سے سرخ پڑتی بڑی بے ساختگی میں جھینپ اٹھی۔

میرے ایگزامز ہو رہے ہیں اس لیے پلیز مجھے کوئی اس طرح سے تنگ نہیں" کرے گا۔"اس نے فوراً سے پیشتر حد بندی لگانی چاہی کیونکہ عمارہ کی شرارت کے بعد سب الرٹ ہوتے نظر آرہے تھے۔

بھئی ہماری چھیڑ چھاڑ یا ہمارا تنگ کرنا تو بڑے معصوم لیول کا ہے۔ہم تو" 'بڑی بھابھی' ہونے اور اس کے ایگزامز کا لحاظ کر ہی لیں گے۔ لیکن ہم تمہارے شوہر کی گارنٹی نہیں لے سکتے کیونکہ اس کا تنگ کرنا ہرگز معصوم لیول کا نہیں ہو گا۔"انیلا بھابھی نے اس قدر شوخ اور بے باک انداز میں سرگوشی کی تھی کہ اس کے رگ وپے میں اک عجیب سا احساس دوڑنے لگا جبکہ چہرہ گویا ان دیکھی قربت کی حدت سے دہکنے لگا تھا۔

بڑی دادو! یہ سب بہت بے شرم ہیں۔"اسے اور کچھ نہ سوجھا تو فوراً ثمرین" بیگم کی جانب رخ موڑتے تپتے ہوئے چہرے کے ساتھ شکایت لگائی تھی۔

جبکہ وہ سب جوان کی نوک جھوک انجوائے کر رہی تھیں اس کی شکایت پہ کھل کے ہنس دیں۔

بھئی ضرا اچھی طرح سے سوچ لو ورنہ کل کو شہرے کی شکایتیں تمہیں" تمہاری ماں کے سامنے شرمندہ کروادیں گی۔" ماہ وش بیگم جو اپنی خوش مزاج فطرت کے باعث سب بچوں کے ساتھ بہت فرینک تھیں انہوں نے ابھی سو کے اٹھنے والے ضر کو اس طرف آتے ہوئے دیکھا تو شوخی سے ہانک لگائی تھی۔

شہرے جو اس کی گھر موجودگی کے بارے میں قطعی بے خبر تھی، چونکتے ہوئے پیچھے کی طرف مڑی جو اتفاقاً اس وقت بلیو جینز کے ساتھ سفید ٹی شرٹ پہنے بکھرے بالوں کے ساتھ نیند کا خمار لیے دلکش آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتا اسی جانب آرہا تھا۔

وہ اس کی نظروں سے گڑ بڑاتی فوراً سیدھی ہوئی اور ثمرین بیگم کی جانب مزید کھسکی۔

"کیسی شکایتیں؟" چونکہ وہ بات کے مکمل پسِ منظر سے ناواقف تھا اس لیے کرسی سنبھالتے ہوئے اس نے گھمبیر لہجے میں استفسار کیا تو وہ چوکس سی ہو گئی۔

"یہی کہ بڑی دادو دیکھیں ضر مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ ضر مجھے سونے نہیں دے رہے۔ ضر مجھے پڑھنے نہیں دے رہے۔ ضر مجھ۔۔۔۔۔۔" ان کی آواز اس قدر بلند نہ تھی کہ لڑکوں کے کانوں میں پڑتی بلکہ وہ اس قدر مدہم آواز میں گویا ہوئیں کہ ان کی آواز ان خواتین کی سماعتوں تک ہی محدود رہی تھی۔

وہ۔۔وہ میں نگاہ سے مل آوں۔"اسے اس شرارت کو روکنے کا کوئی اور" بہانہ نہ ملا تو وہ گلال ہوتے چہرے کے ساتھ فوراً گڑبڑاتی ہوئی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تھی۔

جبکہ اس کی شرم وحیا سے مغلوب اس کیفیت کو دیکھتے سبھی مسکرا دیے تھے کیونکہ ان کا نکاح جس سچویشن میں ہوا تھا۔ایسے میں شہرے کے رویے میں تبدیلی ایک خوش آئند بات تھی۔

نگاہ سور ہی ہے۔آپ ایسا کریں کہ ضر کے کپڑے سیٹ کرنے والے ہیں" اس کی الماری سیٹ کر دیں۔" ثمرین بیگم نے اس کی جانب دیکھتے پیار سے کہا تو وہ ہونقانہ انداز میں انہیں دیکھنے لگی۔

میں؟"اس کی 'میں' پہ سب نے بے ساختہ اپنی مسکراہٹ چھپانے کی" کوشش کی تھی۔

کیونکہ وہ گھر کے کاموں میں جس قدر اناڑی تھی اس کا'میں 'بہت فطری تھا۔

ہاں بالکل تم بلکہ ایسا کرو ضرتم بھی ساتھ جاو شہرے کو گائیڈ کر دینا۔""
ثمرین بیگم کی بجائے ارسم نے دانت نکوستے جواب دیا تو سب نے فوراً تائید میں سر ہلایا۔
ن۔۔ نہیں، میرا مطلب ہے کہ میں خود ہی کر لوں گی۔" قبل اس کے کہ " وہ واقعی اٹھ کھڑا ہوتا وہ جلدی سے بولتی اندر کی جانب بڑھی تھی۔

چند ہی منٹوں کے بعد اس کے خوبصورت ماسٹر بیڈ روم کے وسط میں کھڑی وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیڈ روم کی حالت دیکھ رہی تھی۔
جہاں بکھری ہوئی بیڈ شیٹ اور صوفے پہ پڑے کپڑے اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

اتنے بڑے ہو گئے ہیں لیکن سونے کا طریقہ نہیں آتا۔ایسے کون سوتا ہے" بھلا؟" بڑبڑاتے ہوئے وہ پہلے بیڈ کی جانب بڑھی اور سرہانے کی جانب ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ دروازہ لاک ہونے کی آواز پہ جھٹکے سے گردن گھما کے دیکھا تو سانس گویا سینے میں اٹک گئی تھی۔

"آ۔۔آپ؟؟"

ارے بیٹا رو کیوں رہی ہو آپ؟" سائرہ گردیزی زار و قطار روتی ہوئی" آبگینے کی پشت سہلاتے ہوئے محبت سے گویا ہوئیں جبکہ ان کے پاس بیٹھی بی جان مسلسل کچھ نہ کچھ پڑھتی اس پہ پھونک رہی تھیں جس کی حالت صبح سے جاری الٹیوں نے بے حال کر رکھی تھی۔

مجھے بھوک لگی ہے لیکن۔۔۔۔۔" صبح سے ہونے والی وومٹ کی وجہ سے "
اس کی پسلیوں میں اب درد ہونے لگا تھا۔
لیکن ساتھ ہی بھوک کے احساس نے اسے اور بوکھلا دیا تھا۔

پریشان نہیں ہو۔ابھی ٹیبلٹ لی ہے ناتو کچھ دیر تک طبیعت سنبھل جائے "
گی۔"انہوں نے نرمی سے تسلی دی تھی لیکن اس کے آنسو تھمنے کی بجائے
مسلسل بہے جا رہے تھے۔
اور اس کی وجہ اس طبیعت خرابی سے زیادہ رہبان کا مسلسل دو دن سے گھر نہ
آنا تھا۔چونکہ بخت خان ولید میر کے غائب ہونے کی خبر پانے کے بعد زخمی
شیر بنا ہوا تھا اس لیے وہ اس کے خلاف پھندہ کسنے میں اس قدر مصروف تھا
کہ گھر آنے کی بھی فرصت نہ ملی تھی۔

ایسے میں وہ جو اس کی خطرناک حد تک عادی ہو چکی تھی رو رو کے اس نے اپنی طبیعت خراب کر لی تھی۔

"بی جان! رہبان کو کال کر دی ہے۔ وہ آ رہا ہے آپ پریشان نہیں ہوں۔ میں نے ڈاکٹر سے اپائٹمنٹ لے لی ہے۔ رہبان کے آتے ہی نکل پڑیں گے۔" مائرہ گردیزی نے کمرے میں آتے اطلاع دی تو دشمنِ جان کا نام سنتے اس کے آنسو جس رفتار سے بہے تھے وہاں موجود تینوں خواتین اس طبیعت خرابی کی وجہ جان کے ہولے سے مسکرا دی تھیں۔

"السلام علیکم! کیا ہو گیا دشمنِ جاناں و دلِ جاناں کو؟" چند منٹ گزرنے کے بعد وہ خوشبو کے دلکش ریلے کی مانند اچانک نمودار ہوتا اس کے بے چین دل کو گہرے سکون سے ہمکنار کر گیا۔

اس نے بے ساختہ اپنی آنسوؤں سے تر پلکیں اٹھا کہ اس کی جانب دیکھا جوان آنسوؤں کو دیکھ کر یکلخت ٹھٹھکا تھا۔

اس کی نمکین پانیوں سے لبریز خوبصورت آنکھیں اس کے دل کو بے چین کر گئیں۔

اپنے دل کی بے چینی پہ قابو پاتا وہ پہلے بی جان اور ماماتائی کی جانب بڑھا۔ان سے ملنے کے بعد وہ فوراً اس کی طرف بڑھا جو اس طرح روتے ہوئے اس کی جان نکالنے کے درپے تھی۔

کیا ہوا؟ایسے کیوں رو رہی ہو؟"اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے اس نے" نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ تھامتے استفسار کیا تو لہجے کی نرمی اور فکر نے سسکتی ہوئی آبگینے کے دل پہ یوں گہرا وار کیا کہ وہ ٹوٹی شاخ کی مانند اس کے کشادہ سینے سے لگتی بلک اٹھی۔

اس کے یوں ٹوٹ کے رونے پہ وہ سبھی پریشان ہو گئے تبھی بی جان آگے بڑھیں۔

صبر اور ہمت سے کام لو میری بیٹی۔ طبیعت کی یہ اونچ نیچ تو چلتی رہتی ہے۔اس طرح رو کر اپنے سمیت اپنے اندر سانس لیتی جان کو بھی خوار کر رہی ہو۔" اس کے سسکتے وجود کو دیکھتے اس کے کندھے پہ ہاتھ دھرے انہوں نے نرمی سے کہا۔

اِس۔۔اِس کی وجہ سے ہوا یہ سب۔ "یونہی روتے روتے وہ آنسوؤں سے رندھی آواز میں بولتی پھر سے سسکنے لگی تو جہاں ایک بے ساختہ سی مسکان اُن تینوں خواتین کے چہروں پہ پھیلی تھی۔

وہیں اس نے ہونق انداز میں اس کے اپنے سینے سے لگے نازک وجود کو دیکھا تھا۔

ہیں؟"اس کی اِس بے ساختہ سی 'ہیں' پہ مائرہ بیگم کی ہنسی نکل گئی۔"
میرے خیال میں ڈاکٹر کی اپائنٹمنٹ کی اب ضرورت نہیں ہے، رہبان"
اپنے مریض کو سنبھالو۔"انہوں نے ان دونوں کو اشارہ کرتے ہوئے اُسے
کہا تو وہ جھینپ سا گیا۔
لیکن ان لوگوں کے باہر نکلتے ہی وہ مکمل طور پہ اس کی جانب متوجہ ہوا جو ہنوز
'سوں"سوں' کر رہی تھی۔

دلِ جاناں! ذرا رخِ روشن سامنے کر کے مجھے تفصیل سے سمجھایئے گا کہ"
اِس سب کی وجہ 'میں' کیسے ہو گیا؟"اس کے مخملیں وجود کے گرد اپنی
مضبوط بانہوں کا حصار باندھتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا۔

آبگینے!"اس کے کوئی جواب نہ دینے پر اس نے آہستگی سے اسے فاصلے پہ "
کرتے ہوئے اس کا شدتِ گریہ وزاری سے سرخ پڑتے چہرے کو اپنے
ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔

کیوں اس قدر رو کر ہلکان ہو رہی ہو؟ کوئی پریشانی ہے؟"اب کی بار لہجے "
میں اضطراب ہلکورے لے رہا تھا جو اس سے مخفی نہ رہ سکا۔

نہیں۔"اس کے لب سرگوشی کے سے انداز میں سرسرائے۔"
پھر؟"اس کا یک لفظی سوال فوراً آیا تھا۔"

وہ۔۔وہ تم دو دن سے گھر نہیں آئے تو میں۔۔۔۔۔۔"بات کرتے کرتے "
وہ شرمندگی سے چپ کر گئی جبکہ وہ ہنوز اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامے اس
کے آگے بولنے کا منتظر تھا۔

میں تمہیں یا۔۔" وہ ایک دفعہ پھر سے اٹکی تھی۔"

یاد کرتی رہی ہوں تو میری طبیعت خراب ہو گئی تھی۔" بالآخر بات تیزی"
سے مکمل کرتے وہ خجالت کے احساس سے فوراً پلکیں زور سے میچ گئی تھی۔

شرمندگی و بے بسی کے شدید ترین ریلے کے باعث ایک دفعہ پھر سے
آنکھیں آنسوؤں سے تر ہونے لگی تھیں۔

مطلب کہ میری بیوی میرے گھر نہ آنے پر رو رو کر اپنی طبیعت خراب"
کرنے کے بعد شرمندگی کا شکار ہو رہی ہے؟ ریئلی آبی؟" دوسری جانب اس
کی بات کو مکمل طور پر سننے اور سمجھنے کے بعد وہ قدرے بلند آواز میں بولا تو
اس کے چہرے پہ چھائی خجالت مزید بڑھ گئی۔

کوئی مجھ غریب شوہر کو سمجھائے گا کہ مجھے میری بیوی کے مجھے یاد کرنے پر"
خوش ہونا ہے یا اس کے اس یاد پر شرمندہ ہونے پر چُلو بھر پانی میں ڈوب مرنا

ہے؟اوہ گاڈ!"اس کی مزید فضول گوئی پہ وہ جو آنکھیں موندے اس کے کسی ردعمل کی منتظر تھی۔

اس بات پہ پٹ سے آنکھیں کھولتی،اس کے دونوں ہاتھ جھٹکتی فاصلے پہ ہوئی۔

جائیں یہاں سے۔"اس کے لہجے اور نگاہوں میں شاکی پن لہرایا۔"

ایسے ہی چلا جاوں؟پہلے زرا دشمنِ جاناں کو ہیوی ڈوز تو دے لوں۔میری" یاد میں نیر بہا بہا کر اپنی انرجی ڈاون کیے بیٹھی ہیں۔"پھرتی سے اسے بازو سے جھکڑ کر واپس اپنی جانب گھسیٹتے ہوئے وہ یکایک اس کے چہرے کے ملائم نقوش کو اپنے ہونٹوں سے چھوتا گڑبڑانے پر مجبور کر گیا۔

رہبان پلیز!کیا کر رہے ہیں؟"اس کی اس بے ساختگی پہ وہ گڑبڑائی تھی۔"

میری جاب سے سمجھوتہ کرنا پڑے گا ورنہ میرے لیے بہت مشکل ہو" جائے گی۔ میرے لیے تمہاری محبت، فکر، احساس قابلِ احترام و محبت ہے لیکن اس کے بدلے اگر تم خود کو تکلیف پہنچاو گی تو مجھے تکلیف پہنچے گی۔" اس کی پلکوں پہ اٹکے آنسوؤں کو لبوں سے چنتے ہوئے وہ رسانیت بھرے لہجے میں گویا ہوا تو وہ کسمسائی۔

میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔" اس کے سینے پہ ہاتھ رکھے، اس کے لمس" سے خود کو سکون پہنچاتی، وہ اسی کی قربت کے رنگوں سے نہائی، اس کے لمس سے منتشر ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ فوراً اس کے ساتھ 'محبت' سے انکاری ہوئی تھی۔

بالکل !اور مجھے محبت کی ضرورت بھی نہیں ہے۔مجھے بس تمہاری طرف "
سے ہر روز ایسے ہی پر جوش استقبال بنا آنسوؤں کے چاہیے۔ محبت کا اچار ڈالنا
ہے کیا۔"اس کے اُس وقت ایک دم سے سینے لگنے والے عمل کی جانب
اشارہ کرتے وہ شوخ لہجے میں بولا تو وہ اِسے گھور کے رہ گئی۔

محبت کا اچار ڈالنا ہے اسی لیے روز صبح چائے کی پیالی میرے لیے بناتے رہے "
ہیں؟"اس کے انداز پہ وہ بھی طنزیہ گویا ہوئی تھی۔

ہاں اور دیکھو بنا چائے پیے ایسا اثر ہے جو اگر تم کبھی چائے کی پیالی کو منہ لگا"
لیتی تو پھر۔۔۔۔۔"اس کے سراپے کو معنی خیز نگاہوں سے تکتے اس نے
بات ادھوری چھوڑ دی۔
جبکہ اس کے الفاظ و انداز پہ وہ بری طرح سے جھینپ سی گئی۔

ایس پی صاحب! آپ کی والدہ ماجدہ پوچھ رہی ہیں کہ مریض کی طبیعت" بہتر ہوئی ہے تو ناشتے کے لیے لے آئیں۔ دو دن سے یہ مریض آنسو پی رہی ہیں اور آپ کی یاد کھا رہی ہیں۔" اچانک دروازے پہ دستک کے ساتھ ریحان کی بلند آواز آئی تو دونوں بیک وقت چونکے۔

تو آنسوؤں اور یاد کی دوا دے کر لے آتا ہوں ناشتے کے لیے۔" اس نے" جواباً ہانک لگاتے ہوئے اسے بازو کے گھیرے میں لیتے ہوئے اپنی جانب جھکاتے ہوئے دوسرا ہاتھ بڑھا کے لائٹس کو مدہم کر دیا۔

یہ کیا کر رہے ہیں؟ یہ ناشتے کا وقت ہے اور میری۔۔ میری طبیعت بھی" ٹھیک نہیں ہے۔" وہ بے ساختہ بدکی تھی۔

یہ سچ تھا کہ وہ اس کی عادی ہو چکی تھی اور عادتیں چاہتوں سے بھی زیادہ مہلک ہوا کرتی ہیں۔

مگر وہ اس کی شدتوں سے روزِ اول کی مانند گھبرا دیا کرتی تھی۔

مجھے دو گھنٹے بعد پھر سے نکلنا ہے اس لیے چند لمحے مجھے خود کو محسوس کرنے دو۔" بھاری لہجے میں بولتے ہوئے اس نے چہرہ اس کی گردن میں چھپایا تو وہ بے ساختہ اُس میں سمٹی تھی۔

کیوں؟ ابھی تو آئے ہو؟" اس کے جانے کا خیال جسم و جان کو بے چین کر" گیا۔

ایک بہت اہم کیس پہ کام کر رہا ہوں، دعا کرنا میرے لیے کہ اُس میں" کامیابی مل جائے۔" نرمی سے کہتے ہوئے اس نے اب کی بار اس کے بولنے کے لیے کھلنے والے لبوں کو اپنی گرفت کا نشانہ بناتے ہوئے ان لمحوں کو سمیٹنا شروع کر دیا۔

جبکہ وہ پاگل ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اس کے سلگتے بے باک ہونٹوں کا لمس اپنے چہرے پہ گردش کرتا محسوس کر کے اس کے گرد اپنی گرفت مضبوط تر کر گئی۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم؟" شیشے کی دیواروں سے سجے اس آفس روم میں" بڑے عرصے کے بعد سب ایک دفعہ پھر سے جمع ہوئے گفتگو کر رہے تھے جب ولید میر کی بازیابی کی خبر سن کر شازمین میر چلا اٹھی تھی۔

بکواس نہیں حقیقت ہے یہ کہ کل کوئی میرے اپارٹمنٹ میں گھس کر اس" بڈھے کو بازیاب کروا چکا ہے۔" شکست کا بدترین احساس بخت خان کو بھی پاگل کر رہا تھا۔

کس نے کی ہے ایسی جرات مندانہ حرکت؟ کون جانتا تھا اس کے بارے" میں؟ اس کے بیٹوں تک کو اس کی خبر نہیں ہے۔" وہ غیض و غضب کی شدت سے ایک دفعہ پھر چلائی تھی۔

اور ویسے بھی ذوالنورین معذور ہے اور دوسرے کی کوئی خبر نہیں ہے ایسے" میں اُس تک کون پہنچ گیا؟" عبدالرحمن میر نے لب کشائی کی تھی۔

اس ایس پی یا اسد ملک کے بیٹے کا ہاتھ تو نہیں اس میں؟" آفاق میر نے" اظہارِ خیال پیش کیا تھا کیونکہ یہ صورتحال سب کے لیے تفکر کا باعث تھی۔ کیونکہ سفیر سائیں بھی اس وقت جیل میں قید تھا۔

وہ دونوں تو اس وقت پیر حویلی میں تھے جب یہ سب ہوا۔" بخت خان نے" فوراً یہ خیال ٹھکرایا کیونکہ یہ سچ تھا کہ جب اس کے اپارٹمنٹ میں نین گھسا تھا تب بخت خان سمیت ضر اور رہبان بھی پیر حویلی میں تھے۔

اس وقت اپنے مفروضے گھڑنے اور پیشین گوئیاں دینے کی بجائے حقیقت" تک پہنچو ورنہ بہت جلد موت کے منہ تک پہنچ جاوگے۔" شازمین میر نے فوراً اگلی راہ دکھائی کیونکہ وہ آخری سیڑھی پہ پہنچ کے ناکام نہیں ہونا چاہتی تھی۔

تمہارے بھتیجے کی بیوی اور اس کی ماں کو مجھ تک پہنچاو عبدالرحمان صاحب،" ساری گرہیں بڑی آسانی سے کھل جائیں گی کیونکہ سب کچھ ویسا نہیں ہے جو ہمیں نظر آرہا ہے۔" بخت خان نے شاطرانہ انداز میں کہا تو شازمین میر کی آنکھیں سفاکی سے چمکنے لگیں۔

ان دونوں کو تم تک پہنچانا میرا کام ہے،اسی ہفتے کے اندر اندر یہ کام ہو جائے" گا۔"اس نے فوراً بخت خان سے کہا تو سب کے چہروں پہ ہلکا سا سکون ثبت ہونے لگا تھا۔

آپ؟"دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کے پاوں کو قینچی کی صورت جھکڑے وہ بڑے پر سکون انداز میں اسی کی جانب متوجہ تھا جس کے چہرے کی رنگت بدل چکی تھی۔

کیسی ہیں آپ؟"نرم مگر بھاری آواز میں پوچھنے والے سوال پہ اس نے فوراً" سر اثبات میں ہلایا تھا۔

میں ٹھیک ہوں۔آپ باہر چلے جائیں۔میں کپڑے سیٹ کر کے آپ کو بلا" لوں گی۔"اپنی گھبراہٹ پہ قابو پاتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا تو ضرغام نے بغور اسے دیکھا۔

جو پہلے کی طرح اکھڑی ہوئی میلوں کے فاصلے پہ کھڑی محسوس تو نہ ہوئی لیکن ایک بدگمانی سی ہنوز ان کے بیچ فصیل بنائے ہوئے تھی۔

اونہوں، مل کے کام کرنے سے محبت بڑھتی ہے۔"آنکھوں میں پر شوق" چمک لیے وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو وہ الجھی۔

لیکن محبت تو آپ نگاہ سے کرتے ہیں۔"اس نے فوراً سے پیشتر اسے یاد" دلانے کی کوشش کی تو وہ جیسے کراہ اٹھا۔

زندگی کے ماہ وسال اس محبت کو نمود دینے میں گزر گئے اور آپ ہیں کہ "
تجاہل عارفانہ برت رہی ہیں۔ "مضبوط قدم اٹھاتا وہ اس کی جانب بڑھتے
ہوئے دلنواز لہجے میں گویا ہوا تو اس کا الجھا ہوا ذہن مزید الجھنے لگا تھا۔
نظروں کے سامنے ایک دفعہ پھر سے سرخ کپڑا لہرایا تو بے اختیار ایک بیٹ
مِس ہوئی تھی۔
سوچوں اور مختلف خیالات میں گم ذہن کے ساتھ وہ کلوزٹ کی جانب بڑھی
اور اسے کھولا۔

یہاں ان کپڑوں کے ساتھ میں آپ کے کپڑوں کو دیکھنا چاہتا ہوں، میں "
اس کمرے میں آپ کے خوشبو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ "اس کے عقب میں
اس کے بے حد نزدیک آ کے ٹھہرتا وہ اس کے دائیں کندھے کی جانب جھکتا
اس پر اپنے ٹھوڑی ٹکاتے ہوئے بھاری لہجے میں گویا ہوا تو اس کی ہتھیلیوں
سے پسینہ پھوٹنے لگا تھا۔

پیچھے ہٹیں۔مجھے کام کرنے دیں۔" جلدی سے فاصلہ بڑھاتی وہ اپنی منتشر "
دھڑکنوں کو سنبھالنے کی سعی کرتی بمشکل لہجے کو کمپوز کر پائی تھی۔

آپ کو نہیں لگتا کہ اس الماری سے زیادہ میری بکھری ہوئی ذات کو آپ "
کے سمیٹنے کی ضرورت ہے؟" اس کے گرد اپنا دا ہنا بازو حائل کرتے ہوئے
اس نے واپس اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے ان کے بیچ ازار بنتے اس فاصلے کو
یوں پھرتی سے ختم کیا کہ اس کے مضبوط سینے سے اپنی پشت ٹکائے شہرے
اس بلا کی قربت پہ کپکپا اٹھی۔

میرے ساتھ ایسی باتیں مت کریں۔" اندر ہوتی کھد بد کے برعکس وہ لہجے "
میں رکھائی سموئے اس کی گرفت سے نکلنے کو مچلی لیکن دوسری جانب
گرفت جان لیوا تھی۔

میرے معاملے میں اس قدر ظالم ثابت مت ہوں شہرے۔" جذبات سے " چور بوجھل آواز میں کہتے ہوئے اس نے اس کی گردن میں منہ چھپایا تو سلگتے ہونٹوں کے لمس پر اس کے وجود میں پھریری سی دوڑ گئی۔

یہ کک۔ کیا کر رہے ہیں آپ؟ مجھے کام کرنا ہے۔" وہ ایک دفعہ پھر سے " اس کی گرفت میں پھڑ پھڑائی تھی مگر اس کے وجود کی خوشبو کے نشے میں مدہوش ہوا ضرغام اس کی مزاحمت کو نظر انداز کیے اس کی گردن کو اپنے لمس کی حدت سے مہکائے جا رہا تھا۔

جبکہ اس کے اس قدر گستاخانہ انداز پر اس نے لڑکھڑاتے قدموں کو سہارا دینے کے لیے بے ساختہ کھلے کلوزٹ کی جانب ہاتھ بڑھایا تو بہت سارے کپڑے نیچے لڑھکتے چلے گئے۔

میرے لیے بہت انمول، بہت خاص ہو آپ۔اور شاید اسی وجہ سے میں" آپ کو تکلیف دینے کا موجب بھی ٹھہرا ہوں مگر اس کے بدلے آپ کی بے رخی، دوری اور بد گمانی مجھے اذیت میں مبتلا کر رہی ہے شہرے۔"اس کے بالوں میں لگی پن کو آہستگی سے نکالتے ہوئے وہ نازک کمر پر بکھرنے والے بالوں میں چہرہ چھپاتا بھاری آواز میں بولا تو شہرے کے دل میں عجب سا احساس نمو پانے لگا تھا۔

میں انمول اور خاص ہوتی تو میں کسی دوسرے کی جگہ پہ نہ آئی ہوتی نا" بھرے مجمعے میں آپ میرے وجود سے انکاری ہوتے۔"ماضی نے حملہ کیا تو لہجے میں تلخی اور آواز میں نمی خود بخود چھلک پڑی تھی۔

آپ ہی اول، آپ ہی آخری ہیں۔نہ آپ سے پہلے کوئی آیا ہے نہ میری" زندگی میں آپ کے بعد کسی کے آنے کی گنجائش ہے اور جہاں تک آپ کے وجود سے انکاری ہونے کا تعلق ہے تو ان باتوں کو ایگزامز کے ختم ہونے تک

ملتوی کر دیں کیونکہ ان کے جوابات اعصاب پہ بہت بھاری پڑیں گے۔"

بائیں ہاتھ کی انگلیاں اس کے بازو پہ ٹریس کرتے ہوئے وہ اسی انداز میں بولا تو وہ جیسے چڑ سی گئی۔

تو برائے مہربانی آپ اپنے اِس رومانس پہ بھی ایگزامز ہونے تک بند" باندھیں۔" بمشکل اس کی جانب مڑتے ہوئے اس نے اس سے فاصلہ بڑھانے کی سعی کی تھی مگر کمال جرات کا مظاہرہ کرتے ضرغام نے اس کے گلے میں لپٹے سٹالر میں بائیں ہاتھ کی انگلیاں پھنساتے ہوئے اسے نکال کے صوفے کی جانب اچھالا۔

اونہوں، مجھے تب تک ان دھڑکنوں کو اپنا تابع کرنے دو تاکہ بعد میں میرا" کیس آسان ہو سکے۔" مخمور انداز میں کہتے اس نے اس کے بالوں میں

انگلیاں پھنساتے ہوئے ہولے سے اس کا سر اوپر کی جانب اٹھایا تو اس کے لب ضرغام کے ہونٹوں کو بے حد نزدیک پا کے تھر تھرانے لگے تھے۔

آ۔۔آپ نے کوئی بد تمیزی کی تو میں شور مچا دوں۔۔۔آہہہ۔"اس کے" خطرناک ارادوں سے خائف ہوتی وہ بول رہی تھی جب وہ اس کے پہلو پہ گرفت مضبوط کرتا اس کی دھڑکنوں کو اپنے لمس سے دہکاتا اس کے پیروں تک کو کپکپانے پہ مجبور کر گیا۔

اس نے بے ساختہ اس کے خود پہ جھکے سر پہ سجے گھنیرے بالوں کو دونوں ہاتھوں میں جھکڑا۔

اس کی اس بے ساختہ حرکت پہ اس کا دل بڑی ترنگ اور سرشاری میں دھڑکا تھا۔

اور اسی سرشاری کے ہاتھوں بہکتے ہوئے وہ اس کی ٹھوڑی کو چھوتے ہوئے سرخ ہونٹوں کی کپکپاہٹ سمیٹنے والا تھا جب اس کی سانسوں کی حدت اپنے

ہونٹوں پہ محسوس کرتی شہرے کوئی جائے فرار نہ پاتی چہرہ اس کے کشادہ سینے میں چھپا گئی تھی۔

پ۔۔پلیز! میرا دل بند ہونے لگا ہے۔"اس کے سینے سے لگی وہ پاگل" ہوتی دھڑکنوں کو بمشکل سنبھالتی سرگوشی نما آواز میں بولی تو اپنے منہ زور ہوئے جذبات کو لگام ڈالتے ہوئے اس نے پوری شدت کے ساتھ اسے اپنے بازووں میں بھینچا تھا۔

چند لمحے یونہی اسے محسوس کرنے کے بعد وہ ہولے سے اسے خود سے الگ کرتا اس کے چہرے کو بغور تکتے ہوئے کلوزٹ کی جانب بڑھا جہاں کپڑے بکھرے پڑے تھے۔

م۔۔مجھے آپ کے ساتھ الماری سیٹ نہیں کرنی ہے۔"وہ اس کے پیچھے "
ہٹنے پہ مزید فاصلہ بناتی گھبرائے ہوئے انداز میں بولی تھی۔
کیونکہ اس کا ایسا منہ زور انداز اس کے چھکے چھڑا گیا تھا۔اسے ابھی تک اپنے
ہونٹوں پہ اس کی سانسوں کی لپک محسوس ہو رہی تھی۔

الماری سیٹ کروالیں کیونکہ اگر بیڈ کی جانب گئے تو میری نیت پھر سے بگڑ "
سکتی ہے۔"اس کے اعتراض کو اپنے ہی انداز میں رد کرتا وہ اسے پل بھر کے
لیے ہونق سا کر گیا لیکن چند ثانیے بعد جب بات اس کے شعور تک پہنچی تو وہ
سر تا پا شرم وحیا کے احساس سے جھنجھنا اٹھی۔

آپ۔۔۔۔"وہ اسے یہ نہ کہہ سکی کہ وہ شخص 'ضرغام چاچو' کے روپ "
میں بہت اچھا تھا جبکہ 'ضرغام ملک' کے روپ میں وہ ایسے ایسے انداز اس کے
سامنے پیش کر چکا تھا کہ وہ دنگ رہ گئی تھی۔

اس کی خاموش سی وارننگ سے گڑبڑاتی وہ اب بڑی خاموشی کے ساتھ اس کے ساتھ مل کر اس کے کپڑے سیٹ کر رہی تھی۔

یہ اور بات تھی کہ اس سارے کام کے دوران ضرغام ملک نے اپنے ہاتھوں کا استعمال صرف اس حد تک کیا تھا کہ اُن ہاتھوں میں شہرے کے ہاتھ تھامے وہ کپڑے سیٹ کروا رہا تھا۔

جبکہ اسد ملک کی نصیحت، ضرغام کی باتوں اور خود سے الجھتی وہ خود پر ضبط کرتی اس کی یہ جسارتیں برداشت کر رہی تھی۔

کیونکہ اسے 'ضرغام اور نگاہ' کے تعلق کی سچائی جاننا تھی جو اس کے ہنوز ایک پہیلی بنا ہوا تھا۔

تم لوگوں کو تو سو درے لگانے چاہیے، اس عمر میں مجھے پڑھنے پہ لگا کے "
میری بے بسی کا تماشہ دیکھ رہے ہو۔"جب سے وہ پیپر دے کے گھر آیا تھا
تب سے اس کا مزاج بگڑا ہوا تھا۔
اور ابھی اسی بگڑے مزاج کے ساتھ وہ فون پہ موجود 'نین' سے محوِ گفتگو تھا۔

میری 'میڈم' پاگل نہیں 'معصوم' ہے۔"دوسری جانب سے نجانے کیا کہا"
گیا تھا کہ اس کے غصے سے تنے ہوئے چہرے پہ نرم سی مسکان پھیلی تھی۔
جبکہ آنکھیں اس کے احساس سے جیسے جگمگ کرنے لگیں۔

تمہیں میرے خیال سے اب نگاہ سے شادی کر لینی چاہیے۔"دوسری"
جانب نین نے اسے چھیڑا تو وہ فوراً بھناتے ہوئے بولا تھا۔
جبکہ زحلے جو اس کے کپڑے لیے کمرے میں داخل ہو رہی تھی۔

اس کی سماعتوں میں پورا جملہ پڑنے کی بجائے 'اب نگاہ سے شادی کر لینی چاہیے۔" کے الفاظ پڑے تو قدم جیسے زمین نے جھکڑ لیے۔

نگاہ سے شادی؟"اس کی سماعتوں میں گونجتے یہ الفاظ اس کی دھڑکنوں کی" رفتار مدہم کر گئے تھے۔

مجھے کیا؟ یہ سب تو ایک نا ایک دن ہونا ہی تھا۔ مجھ سے رشتہ کون سا" بحالتِ خوشی و رضامندی طے کیا تھا۔"اگلے ہی حقیقت کا ادراک ہوتے ہی اس نے سر ہولے سے جھٹکتے ہوئے ادھ کھلے دروازے سے اندر قدم رکھے۔

جبکہ دل میں ہنوز ایک نامحسوس سی کسک ہلکورے لے رہی تھی۔

توجہ سے قدم اٹھاتے ہوئے اس نے چائے اس کے نزدیک پڑی شیشے کی چھوٹی سی میز پہ دھری اور خود اپنا ڈریس لینے کے لیے وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔

میڈم!"اس کے وارڈروب کی جانب بڑھتے قدم اس کی پکار پہ یکلخت تھمے" تھے۔

اس نے بنا مڑے گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا جو ہنوز موبائل پہ مصروف ایک ہاتھ سے اسے نزدیک آنے کا اشارہ کر رہا تھا۔
ماتھے پہ بل لیے اس نے نا سمجھی سے اس کی اس حرکت کو دیکھا اور پھر واپس رخ موڑتے ہوئے وارڈروب کی جانب بڑھ گئی۔

ایک اچھی ٹیوٹر وہ ہوتی ہیں جو سٹوڈینٹ کے ایگزامینیشن سنٹر سے آنے" کے بعد اس کے ایگزام کے متعلق کنسرن دکھائے۔"اس کی یہ بے پرواہی اس قدر کھلی کہ اس نے فوری کال کاٹ کے اس کی جانب فقرہ اچھالا تھا۔ جو اس کی بات سن کر لب بھینچ کے رہ گئی تھی۔

آپ کے پیپر کے متعلق میں پوچھ چکی ہوں۔"اس کے ایک دفعہ پھر سے" 'آپ' اور 'تم' کے اس چکر سے الجھتے ذوالنورین نے گھور کے اس کی سبز دوپٹے میں چھپی نازک پشت کو دیکھا۔

لیکن میں اس وقت زیادہ تفصیل سے بتانا چاہتا ہوں۔"اس کی پشت پہ" نظریں جمائے وہ اپنے لفظوں پہ زور دیتے ہوئے بولا تو اپنے کپڑے نکالتی زحلے کے ہاتھ اس کے الفاظ پہ ٹھٹھکے لیکن اگلے ہی پل اس نے سیاہ رنگ کا لباس بڑی سرعت سے اپنی طرف کھینچا۔

مجھے چینج کرنے کے بعد اماں کی طرف جانا ہے۔ان کی نیند کا وقت ہو چکا" ہے اور پھر بابا سے بات بھی کرنی ہے۔"اس کی جانب دیکھنے سے قطعی گریز کرتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے اس کے گوش اپنے اعتراضات گزارتے ہوئے وارڈ روب کا کھلا پٹ بند کیا۔

اماں کے بیٹے کو اگنور کر کے اماں کے پاس جائیں گی تو انہیں نیند نہیں آئے" گی اور جہاں تک بابا کی بات ہے تو انہیں بھی یقیناً یہ بات پسند نہیں آئے گی کہ اُن کے داماد کو اگنور کر کے انہیں ٹائم دیا جائے۔"اس کی خود سے خائف جھکی نگاہوں کو گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے اس نے ذو معنی انداز میں کہا تو اس نے ٹھٹھک کے اس کی جانب دیکھا۔

جو بڑی گہری نگاہوں سے اسی کی جانب متوجہ تھا،اس کی نظروں کی لپک سے خائف وہ واپس پلکیں جھپکا گئی تھی۔

بابا کو بالکل برا نہیں لگے گا کیونکہ بابا یہ حقیقت جانتے ہیں کہ میرا آپ سے" یا اس گھر سے ہمیشہ کا کوئی تعلق نہیں ہے اور نا آپ اس رشتے کے پابند ہیں۔"دل پہ اس کے نئے نئے الفاظ کی چوٹ تھی جو لفظ لفظ میں تلخی ٹپک رہی تھی۔

اسے ٹکڑا توڑ تلخ جواب دینے کے بعد وہ تیزی سے واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

یہ عورت مجھے ایک دن ساری مصلحتیں بھاڑ میں جھونک کر انہیں یہ اچھے" سے باور کروانے پہ مجبور کر کے ہی چھوڑے گی کہ اِن کا اس گھر سے اور مجھ سے در حقیقت کیا اور کس قدر مضبوط رشتہ ہے۔"واشروم کے بند دروازے کو سرد نگاہوں سے گھورتے ہوئے وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بڑبڑایا اور اس کا انتظار کرتے ہوئے چائے کی ٹھنڈی پیالی کو منہ لگا لیا۔

نگاہ کب جارہی ہے؟"اسد صاحب کے پرسنل سٹڈی روم کی جانب بڑھتے " ہوئے اس کے قدم ان کی سنجیدہ آواز پہ تھم گئے۔

کل ہی لیکن بظاہر وہ دیکھنے والوں کے لیے یہیں ہو گی۔ کیونکہ ولید انکل" ابھی ہاسپٹل ہی ہیں۔ ہمیں ہر قدم بڑی ہوشیاری سے اور سوچ سمجھ کے اٹھانا ہو گا۔"ضرغام ملک کی ہر قسم کے تاثرات سے عاری سرد آواز پہ اس کا رواں رواں چونک اٹھا۔

نگاہ کہاں جارہی ہے؟"اس کا دل بے ساختہ دھک دھک کرنے لگا تھا۔"

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کہیں نگاہ کو ڈائیورس۔۔۔۔؟" وہ ان کی ڈائیورس سے متعلق مکمل طور "
پر بے خبر تھی کیونکہ ضرغام اور نگاہ سے اس دن کی تلخ کلامی کے بعد وہ اتنا
عرصہ ان سے کیا گھر میں سبھی سے ہمکلام نہ ہوئی تھی۔

حالات کا تقاضا بھی فی الحال یہی ہے کہ نگاہ اور نین کا نکاح ہاسپٹل میں ہی "
کر دیا جائے۔" اسد صاحب کی پر وقار و بارعب آواز پر اسے پورے 'ملک
ہاوس' کی چھت اپنے سر پر ٹوٹتی محسوس ہوئی تھی۔

نگاہ اور ن۔۔۔۔" اس کے لب ہولے سے پھڑ پھڑائے تھے جبکہ دل اس "
وقت شدید گھٹن کا شکار ہونے لگا تھا۔

نکاح کا ہونا بے حد ضروری ہے کیونکہ جب تک نگاہ اور نین کا رشتہ واضح "
نہیں ہو جاتا وہ لوگ نگاہ اور تمہارے سابقہ تعلق کو اچھال سکتے ہیں۔"
انہوں نے اسی سنجیدگی و رسانیت سے مزید کہا تو اس نے لڑکھڑاتے قدموں
کو سہارا دینے کے لیے بے اختیار دیوار کا سہارا لیا تھا۔

آنسوؤں کی بے ترتیب قطاریں اس کی سنہری آنکھوں سے بہتی اس کے گلابی رخساروں کو بھگوئے جا رہی تھیں۔

سٹڈی روم بیسمنٹ کی طرف تھا اس لیے اس طرف اس وقت کوئی بھی نہ تھا جو اس کی حالتِ زار کو دیکھ پاتا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔ وہ لوگ اس وقت شکست کے احساس سے اس قدر بلبلا رہے ہیں کہ کہیں نہ کہیں سے ہماری کوئی کمزوری تلاشنے کی کوشش میں ہیں۔" ایک اجنبی مگر خوبصورت آواز گونجی تو اسے ادراک ہوا کہ اس وقت سٹڈی میں اسد صاحب اور ضرغام کے علاوہ کوئی اور تیسرا بھی موجود تھا۔

"کچھ سال پہلے وہ اپنی کوشش میں اس قدر کامیاب ہوئے تھے کہ ہم پانچوں سے ہمارے مستقبل کے خوابوں سمیت محبت کا احساس بھی چھین لیا

تھا مگر اس باران کی یہ کوشش ہر گز کامیاب نہیں ہو گی۔"ضرغام کی گونجنے والی بھاری آواز میں اس سمے گزرے لمحوں کی تلخیاں بھی سمٹ آئی تھیں۔

تم آج رات کو نگاہ کو لے کر نکل جانا یہاں گھر میں سب کو میں سنبھال لوں" گا۔"اسد صاحب کی سنجیدہ آواز پہ وہ مزید اپنے پیروں پہ کھڑی نہ رہ سکی تو وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتی نیچے کی طرف بیٹھتی چلی گئی۔

اور شہرے؟"اچانک ضرغام کے اس مختصر سوال پہ وہاں دیوار کے ساتھ" لٹی پٹی حالت میں بیٹھی شہرے کے دل کی دھڑکن تھمی تھی۔

کیا تم نہیں چاہتے کہ اب شہرے کو اس محبت کا یقین دلاو جو محبت سالوں" پہلے کسی کی سازشوں کی نذر ہو گئی تھی، وہ محبت جسے تمہیں خود سلانا پڑا، وہ

محبت جو تمہاری ہر شے سے لپٹی ہوئی ہے، وہ محبت جو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

جواب اسد ملک کی بجائے اسی خوبصورت اجنبی آواز میں آیا تھا۔

مگر پھر اسد صاحب کی آواز پہ وہ آواز بند ہو گئی تھی، یقیناً اسد صاحب سائیڈ پہ ہوئے تھے تبھی اس تیسرے شخص نے زبان کھولی تھی۔

لیکن اس سب سے بے نیاز شہرے جو اس بند کمرے میں ہونے والے انکشافات پر بے حال ہوئی بیٹھی تھی۔

اس اجنبی شخص کے ہونٹوں سے نکلنے والے اِن دھماکہ خیز الفاظ کی تاب نہ لاتے ہوئے وہیں دیوار کے پاس ڈھیر ہو گئی تھی۔

شہرے کو بہت نرمی سے ڈیل کرنا ضرغام۔اسے پہلے ہی بہت سارے" حادثات نے اس کی فطرت و طبیعت کے برعکس ایک نئے روپ میں ڈھال دیا ہے۔اب یہ آخری وار بہت کڑا ہے اس لیے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنا ہو

گا۔"سارا پروگرام اسے اچھے سے سمجھانے کے بعد انہوں نے اسے رسان بھری نرمی سے تلقین کی تو اس نے سر ہولے سے اثبات میں ہلایا۔

اور پھر رہبان کے ہمراہ ان کی معیت میں دروازہ کھولتے ہوئے سٹڈی روم سے باہر قدم رکھا تو ان تینوں نفوس کے قدم ایک ساتھ گویا زمین نے جھکڑ لیے۔

گیلے بال ٹاول میں لپیٹے وہ واشروم سے نکلی تو کمرہ خالی تھا۔

اسے زیادہ سوچنا نا پڑا وہ یقیناً اپنی وہیل چیئر پہ ساتھ والے کمرے میں موجود کلثوم میر کے پاس گیا ہو گا۔

اس موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے اس نے جلدی سے قدم ڈریسنگ مرر کی جانب بڑھائے اور ڈریسنگ کے دراز کو کھولتے اس میں سے رکھا چوڑیوں کا ڈبہ نکالا۔

کلائیوں میں موجود سبز چوڑیاں نکالنے کے بعد اس نے ڈبے سے سیاہ چوڑیاں نکالی اور کلائیوں کی زینت بنانے لگی۔

روزِ اول کی مانند اس کا سامان اس کی ڈریسنگ ٹیبل پہ سجانے کی بجائے اس نے یونہی ایک دراز میں چھپا رکھا تھا لیکن کلثوم میر کے پاس جانے سے قبل وہ ہمیشہ کی طرح ایک اچھی بہو کی طرح مکمل تیار ہوا کرتی تھی۔

ہاتھوں میں چوڑیاں پہننے کے بعد اس نے گلے میں پہنی چین کا موتی سیدھا کرتے ہوئے بالکل درمیان میں کیا اور پھر اپنے سر پہ بندھے ٹاول کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔

ویسے اس ڈریس کی فٹنگ کچھ زیادہ نہیں ہے؟"ٹاول نکالنے کے بعد وہ" بال سارے ایک سائیڈ پہ پھینکے بالوں کو ٹاول سے رگڑ رہی تھی جب عقب

سے آتی خوبصورت مانوس سی مردانہ آواز پہ ٹاول اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کے نیچے کارپٹ پہ جا گرا۔

اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے سامنے شیشے کی جانب دیکھا جہاں وہ نجانے کب آ کے بیڈ پہ نیم دراز بڑی توجہ سے اس کی جانب متوجہ نظر آ رہا تھا جبکہ اس کی وہیل چیئر بیڈ کی پائتنی کی جانب پڑی تھی۔

آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"اس کی شاکڈ سی اس خاموشی پہ" محظوظ ہوتے ہوئے اس نے اپنا سوال دہرایا تو وہ گڑبڑاتے ہوئے ہوش میں آئی تھی۔

اور فوراً بالوں کو ایک جھٹکے سے پیچھے کی جانب اچھالتے ہوئے اپنا دوپٹہ درست کرنا چاہا لیکن گلے پر ہاتھ مارنے پر دوپٹے کی غیر موجودگی اسے مزید بوکھلا گئی تھی۔

اس نے فوراً پلٹ کر بیڈ کی جانب دیکھا مگر دوپٹہ وہاں بھی موجود نہ تھا مگر۔۔۔۔

دوپٹے کی تلاش میں نظریں دوڑاتے جب نظر بھٹکتی ہوئی اس کی نگاہوں سے ٹکرائی تو جسم کا سارا خون جیسے چہرے پہ آن اکٹھا ہوا تھا۔

کیونکہ وہ آنکھوں میں ڈھیروں جذبات لیے بڑی بے شرمی و بے باکی کے ساتھ اس کا جائزہ لیتا اس کو سر تا پا شرم و حیا کے رنگوں سے دہکا سا گیا۔

اس نے بے ساختہ کمر پہ بکھرے بال اٹھا کے اپنے سینے پر بکھیرے کیونکہ سیاہ فراک کا گول گہرا ہونے کے باعث اس کی نگاہوں کی بے باکی کو جؔ لا بخش رہا تھا۔

آ۔۔میرا دوپٹہ کہاں ہے؟" سینے پہ بکھیرے بالوں پر ایک ہاتھ رکھے وہ" مدہم سی نروس آواز میں گویا ہوئی تھی۔

یہ۔" بڑے پر سکون انداز میں اس نے اپنے وجود تلے دبے شیفون کے "
سیاہ دوپٹے کی جانب اشارہ کیا تو زحلے حیرانگی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔
جو اس کا دوپٹہ آدھے سے زیادہ اپنی کمر کے نیچے دبائے بڑی بے باک نگاہوں
سے اسے اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا۔

ادھر دیں مجھے۔" اپنے دل کی بگڑتی حالت سے گھبراتے ہوئے اس نے "
اشارہ کیا۔
سوری میڈم! میں ٹھہرا معذور بندہ۔ آپ کی مدد کرنے سے قاصر "
ہوں۔ آپ خود آ کے اپنا دوپٹہ لے لیجیے۔" دوسری جانب اس کے بڑی
معصومیت سے یوں پہلو بچانے پر زحلے کے پہلے سے ہی بڑھکتے سلگتے دل کو
مزید کھولن ہوئی تبھی وہ تن فن کرتی آگے بڑھی اور اس سے چند قدموں
کے فاصلے پر ٹھہرتی دوپٹے کی جانب ہاتھ بڑھا گئی۔

لیکن اگلے ہی لمحے اسی بڑھے ہوئے ہاتھ پہ اس کے مضبوط ہاتھ کی گرفت پر اس نے بے یقینی و حیرت سے اسے دیکھا جو اسے حیران ہونے کی بھی مہلت دیے بنا اپنی جانب کھینچ چکا تھا۔

آہہہ!"ایک مدہم سی چیخ بے ساختہ اس کے خوبصورت ہونٹوں سے نکلی" جو اس کے کشادہ سینے پر گرنے کے باعث تھم سی گئی تھی۔

یہ کیا بدتمیزی ہے؟"اس کے وجود سے ٹکراتے ہی جب اس کے وجود کے" گرم لمس سے اس کے ٹھنڈے وجود کو گرماہٹ کا احساس ہوا تو وہ سرعت سے سر اس کے سینے سے اٹھاتی تڑپی تھی۔

میں ڈریس کی فٹنگ زرا نزدیک سے چیک کرنا چاہتا تھا۔"اس کے وجود کو" گہری نگاہوں کی زد میں لیے اس کے ذو معنی الفاظ زحلے کے وجود کو کپکپا سے گئے۔

چھوڑو مجھے۔ مجھ سے ایسی بد تمیزی نہیں کر سکتے تم۔"اس کے بازو کی" گرفت اپنے گرد محسوس کرتی وہ مچلتے ہوئے وہ دبے دبے لہجے میں چلائی تھی۔

جس کے جواب میں اس نے بڑی سرعت سے اس کی گردن میں ڈولتے ہوئے موتی پہ اپنے لب رکھتے ہوئے اسے بڑے اچھے سے احساس دلایا کہ وہ اس سے ایسی کیا ہر طرح کی 'بد تمیزی' کر سکتا ہے۔

جبکہ اس کی اس گستاخی پہ زحلے نے اپنی مدغم ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ بمشکل خود پہ قابو پایا۔

جواب تو میں دے چکا ہوں لیکن پھر بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ ایسی بد تمیزی" نہ کرنے کی قدغن کیوں؟"اس کے حیا و غصے کی ملی جلی کیفیت سے سرخ پڑتے چہرے کو تکتے اس نے سوال کیا۔

میں تمہاری ٹیچر ہوں۔ مجھ سے دور رہو پلیز۔"اتنے دنوں بعد اسے یوں" ایک دفعہ پھر سے پٹڑی سے اترا دیکھ کر اس کے حواس گم یور ہے تھے۔

جبکہ دوسری جانب سیاہ لباس میں، نم بالوں کے ساتھ اسے بانہوں میں قید کیے وہ اس کے چہرے پہ اترتے رنگوں اور آنکھوں کی کپکپاہٹ دیکھتے وہ دل میں مچلتے جذبات سے خائف ہوا جا رہا تھا۔

اتنے مہینوں سے حد بندی کا شکار ہوا اس وقت اس کی قربت میں پاگل ہوا جا رہا تھا۔

آپ یہ یاد رکھے ہوئے ہیں کہ آپ میری ٹیچر ہیں۔ یہ کیوں نہیں یاد رکھتی" کہ میں آپ کا شوہر بھی ہوں۔"بھاری مخمور لہجے میں کہتے ہوئے وہ ایک

دفعہ پھر سے اس کی گردن کی جانب جھکا تو زحلے نے بڑی تیزی سے آنکھیں موندتے ہوئے اپنا چہرہ گھمانا چاہا۔

مگر وہ ایک ہاتھ اس کے نم بالوں میں اٹکائے دوسرا ہاتھ اس کی نم بالوں سے نم کمر پہ رکھے اس کی گردن میں چہرہ چھپائے اس کی مہک اپنی سانسوں میں اتارنے لگا۔

تم۔۔پاگل ہو گئے کیا۔"اس کی سانسوں کی پر تپش لپک اس کے حواس" چھین رہی تھی۔ تبھی اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتی وہ گھٹی گھٹی آواز میں بولی تھی۔

کیونکہ اس کے ہونٹوں کا بے باک لمس اس کے حرکات و سکنات کو ہپناٹائز کر رہا تھا۔

بالکل۔ ٹیچر کے روپ میں مجھے انسٹرکشنز دیتے ہوئے آپ پاگل پن کر" جاتی ہیں تو جواباً مجھے آپ کو یہ باور کروانا ضروری ہو جاتا ہے کہ سٹوڈنٹ بالخصوص وہ جو شوہر بھی ہوں وہ پاگل پن کی حدوں کو چھوتے ہیں۔"

گہرے لہجے میں بولتے ہوئے اس کے لب بڑی آزادی و حق کے ساتھ اس کی شفاف گردن پہ رقص کر رہے تھے جبکہ مضبوط ہاتھ کی انگلیاں نازک کمر پر سرسراتی اس کی سانسوں کے تال میل کو الجھا رہی تھیں۔

دور ہٹو پلیز۔ تم یہ سب اپنی دوسری بیوی کے ساتھ کر لینا۔ مم۔۔ میں" تمہاری بیوی نہیں ہوں۔" جب دست و لب کی گستاخیاں مزید بڑھیں تو وہ بمشکل اس کے ہونٹوں پہ ہاتھ جماتی کانپتے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی تو ذوالنورین نے الجھتے ہوئے اپنی مخمور نگاہیں اس کی جانب اٹھائیں جو اس کی قربت سے دہکتی ہوئی گہرے سانس لے رہی تھی۔

کون سی دوسری بیوی؟"اس کا نازک ہاتھ ہنوز اس کے ہونٹوں پہ موجود" تھا جب وہ بولا۔

ج۔۔جس سے تم نے شادی کرنی ہے۔"وہ جلدی سے گویا ہوئی تھی۔"

اوکے فی الحال جس سے شادی کر رکھی ہے انہیں تو اپنے سارے رشتے از بر" کروالوں۔"پر سکون انداز میں کہتے ہوئے اس نے کروٹ بدلتے ہوئے اسے تکیے پہ لٹایا اور خود کروٹ کے بل اس پہ سایہ فگن ہوا تھا۔
اس کی قربت والفاظ سے خائف زحلے اس کی جسمانی حرکات و سکنات ناجان سکی جو بنا کسی سہارے کے کروٹ بدل چکا تھا۔

ن۔۔نہیں۔یہ رشتہ ویسا رشتہ نہیں ہے ذوالن۔۔۔۔۔"اس کے ارادوں" سے خوفزدہ اس نے اسے روکنا چاہا لیکن اس کی چاہت سے سرشار وہ بڑے

گستاخانہ انداز میں اس کے ہونٹوں پہ جھکا اور اس کے مزاحمت کے لیے تیار سارے الفاظ بڑی بے باکی سے سمیٹتا چلا گیا۔

جبکہ اس کی شدت پہ کپکپاتی زحلے نے اس کے سینے پہ رکھے ہاتھوں کی مٹھیاں اس قدر شدت سے بھینچی کہ اس کی شرٹ سمیت اس کے سینے بال تک دبوچ گئی۔

اس کی سانسوں پہ قابض ذوالنورین اس کی اس معصوم حرکت پہ مزید بہکتا چلا گیا۔

قیامت خیز پرفسوں لمحات اس وقت کمرے کی خاموش فضا میں رقص کر رہے تھے جہاں ذوالنورین کے ہونٹوں کی بڑھتی گستاخی زحلے کی سانسوں کو مدہم کر رہی تھی۔

تبھی وہ اس کے ہونٹوں کو رہائی بخشتا اس کے سرخ رخساروں پہ جھکا تھا جب ساتھ والے کمرے میں موجود کلثوم میر اچانک کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔

دلہن!"ان کی اچانک آواز پہ کپکپاتی ہوئی بے حال پڑی زحلے کی آنکھیں" پٹ سے کھلیں تو نگاہ سیدھی اس کے خوبصورت ووجیہہ چہرے سے ٹکرائی جو اس کے چہرے پہ جھکا مدہوش ہوا تھا۔

دلہ۔۔۔۔"زحلے کو پکارتے ہوئے اچانک ان کی نظر بیڈ کی جانب بڑھی تو" زبان کو جیسے بریک لگی تھی۔تب تک زحلے خود کو سنبھالتی خود پہ جھکے ذوالنورین کو پوری قوت سے سائیڈ پہ دھکیلتی اس کے پہلو سے اٹھی تھی۔ جبکہ ذوالنورین جو کہ کلثوم میر کی آمد سے بے خبر تھا اس کے یوں خود کو جھٹکنے پر سرعت سے اس کی کلائی تھامتے ہوئے واپس اپنی طرف کھینچا تو زحلے کا دل چاہا کہیں شرم سے ڈوب مرے۔

یا پھر اس شخص کے رکھ کے دو مارے جو اس پل بے شرمی کے سارے ریکارڈ توڑنے کے چکروں میں تھا۔

سوری! میں نے سوچا تم کام کر رہی ہو۔"اس آکورڈ سی سچویشن کو کلثوم میر" کی معذرت خواہانہ نے توڑا تو ذوالنورین نے ایک جھٹکے سے گردن گھمائی تو مما کو دیکھ کے جھینپ سا گیا۔

نن۔ نہیں وہ میں بس۔۔۔وہ میں اپنا دوپٹہ لینے آئی تھی۔"کلثوم میر کی" بات پہ شرم وحیا سے چور زحلے ان سے نظریں چراتی الفاظ ترتیب دینے کی کوشش کر رہی تھی جب پاس پڑے دوپٹے پہ نظر پڑی تو جلدی سے دوپٹہ کھینچ کے گلے میں ڈالا تھا۔

اوکے۔ تم ریلیکس ہو کے دوپٹہ لو۔ میں اب نماز پڑھ لوں۔"اس کے" خوبصورت چہرے پہ بکھرے رنگ، بیٹے کے چہرے پہ چھائے جذبات اور

کمرے کی معنی خیز خاموشی کو دیکھتے ہوئے انہوں نے قدم واپس موڑتے ذو معنی انداز میں کہا اور اپنے کمرے کی جانب چل پڑیں۔

جبکہ وہ تیزی سے اس کے نزدیک سے اٹھتی ان کے پیچھے لپکنے کو تھی۔

اپنا حلیہ سنوار لیں میڈم ورنہ آپ کا حلیہ مما کو بات چوڑیوں سے پوتے تک " لے جانے پہ مجبور کر دے گا۔" عقب سے آنے والی اس کی معنی خیز آواز پہ اس کے قدم من من بھر کے ہو گئے۔

اسے اس لمحے ٹوٹ کے اس شخص سے حیا آئی تھی جس شخص کے متعلق وہ چند لمحے قبل شدید بد گمان تھی۔

مگر وہ شخص بڑی چالاکی سے اس کی بد گمانی کا کوئی سماں کیے بنا اسے اس حد تک بکھیر چکا تھا کہ اس کے روئیں روئیں سے اس کی خوشبو آ رہی تھی۔

ڈوپٹہ بڑی مضبوطی کے ساتھ اپنے گرد لپیٹتی وہ بنا اس کی جانب دیکھے کلثوم میر کے کمرے میں گھس گئی۔

جو اپنی ذہنی طور پہ نوے فیصد تندرست ہو چکی تھیں لیکن وہ تا حال ان کے ساتھ ہی مقیم تھی۔

ویسے یہ پہلا نکاح ہو گا جو کہ ہو تو ہاسپٹل میں رہا ہے لیکن یہاں دولہا دلہن" سمیت سبھی خاصے خوش اور مطمئن نظر آ رہے ہیں ماشاءاللہ سے۔" گلاب جامن منہ میں رکھتے ہوئے رہبان نے صوفے پہ بیٹھے نین اور نگاہ کی جانب دیکھا تھا۔

کیا مطلب ہے تمہارا؟" پانی کا گلاس خالی کر کے میز پر رکھتے ضرنے گھور" کے اسے دیکھا۔

اب اتنی ثقیل اردو میں کہی گئی بات کا میں مطلب نہیں سمجھا رہا۔"ضرغام" کے مطلب پوچھنے پہ اس نے جس بے نیازی سے ہاتھ ہلا کے انکار کیا تھا، وہ دانت کچکچا کے رہ گیا۔

تو کچھ بھی سمجھا نہیں سکتا بس دماغ خراب کر سکتا ہے۔"ضرغام نے جل" کے جواب دیا تو وہ ڈھٹائی سے ہنس دیا۔

ویسے یہ دماغ خراب کرنے کا کام مجھ سے بہتر یہ کر رہا ہے۔کیونکہ اسے" اپنی میڈم کا دماغ خراب کر کر کے تجربہ ہو چکا ہے۔"کچھ پل کے بعد اس نے ایک طرف چپ کر کے بیٹھے ذوالنورین کی جانب اشارہ کیا۔

جو بیڈ پہ نیم دراز ولید میر اور ان کے نزدیکی کرسی پہ براجمان کلثوم میر کو دیکھ رہا تھا۔

لیکن رہبان کی چھوڑی گئی پخ پہ جب سب نے ایک ساتھ میکانیکی انداز میں گردنیں گھما کے اس کی جانب دیکھا تو وہ جھِلا اٹھا۔

میری میڈم کا نام لینے کی ضرورت نہیں۔"اس نے فوراً چڑتے ہوئے" اسے ٹوکا کیونکہ وہ پہلے ہی اس وقت اچھا خاصا تپا ہوا تھا۔
کہ اس دن کی بے اختیاری کے بعد وہ اس کے سامنے ہی نہیں آ رہی تھی۔

لو میری کیا مجال، اُن کا نام آج تک تم نہیں زبان پہ لا سکے تو میں یہ جرات" کیسے کر سکتا ہوں؟"اس پریشان کن فیز میں نگاہ اور نین کے نکاح کی خوشی ان کے موڈ کی چونچالی عروج پہ لے گئی تھی۔

بھئی اس کی تو وہ ٹیچر ہیں ناتو اس کی ایسی جرات بے ادبی کے زمرے میں" آئے گی۔"اب کی بار نگاہ کے پہلو میں بیٹھے نین نے لب کشائی کی تو بلا مبالغہ ذو نین کا دل چاہا وہ ان دونوں کے دانت توڑ دے۔

لیکن فی الحال وہ مجبور تھا۔

ماما! یہ آپ کی بہو کے متعلق فضول باتیں کر رہے ہیں۔"اس نے اپنی" مجبوری کو کیش کروانا چاہا تو کلثوم میرزحلے کی بابت بات سن کے تڑپ اٹھیں۔

دلہن کے متعلق بات نہیں کرو۔وہ بہت اچھی اور بہت پیاری ہے۔"ان" کے فوراً ٹوکنے اور محبت سے بولنے پہ ذوالنورین کے ہونٹوں پہ بڑی پیاری سی مسکان مچلنے لگی۔

وہ واقعی بہت اچھی ہیں آنٹی اور ابھی یقیناً آپ کا انتظار بھی کر رہی ہوں گی" اس لیے ابھی گھر چلتے ہیں۔" ضرغام نے وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس گفتگو کو سمیٹنا چاہا تو سب الرٹ ہو گئے۔

تو کیا تمہارے انکل نہیں جائیں گے؟" انہوں نے فوراً بے چینی سے ان کی" جانب دیکھا۔

ابھی نہیں لیکن آپ پریشان نہیں ہوں جلد ہی آپ سب ایک ساتھ ہوں" گے۔" اس کے نرم لہجے پہ ان کو تھوڑا حوصلہ ہوا۔

اگرچہ وہ ساری سچائی انہیں بتا چکے تھے لیکن پھر بھی ذہنی ابتری کی وجہ سے وہ سب صحیح سے سمجھ کے بھی سمجھ نہ پا رہی تھیں۔

تم گھر جاوگے ؟"ذوالنورین اور کلثوم میر کے ڈرائیور کے ساتھ نکل جانے "
کے بعد رہبان ضرغام کی سمت متوجہ ہوا جو بظاہر توان کے ساتھ موجود تھا
لیکن اس کی دلکش آنکھوں کی بجھی ہوئی سرد جوت باور کروا رہی تھی کہ وہ
ذہنی طور پہ غیر حاضر ہے۔

اور اس ذہنی غیر حاضری کی وجہ سے وہ بخوبی واقف تھا۔

نہیں۔ تم نین اور نگاہ کو لے کر اپارٹمنٹ جاو۔ میں آج یہاں انکل کے "
پاس ہی رکوں گا۔" دل میں تباہی مچاتی بے سکونی و بے چینی سے اجتناب برتتا
وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا تو اس کے لہجے کی قطعیت پہ رہبان اسے دیکھ
کے رہ گیا۔

چلیے نوشے میاں، آپ کو آپ کی منزل تک چھوڑ کے آوں۔"ضرغام کی"
ہدایت کے مطابق وہ نین کی سمت متوجہ ہوا جو خود ضرغام کے رویے پہ خاصا
ڈسٹرب نظر آرہا تھا۔

کچھ ہوا ہے کیا؟"اس نے کھوجتی نگاہوں سے رہبان اور ضرغام کے"
چہرے کو جانچا۔
ہاں بالکل، تمہارا نکاح۔"رہبان کے برجستہ جواب پہ ضرغام اور نگاہ"
دونوں کے ہونٹوں پہ بے ساختہ سی مسکان پھیل گئی۔

بہت کمینہ انسان ہے تو۔"ایک نظر ولید صاحب کو دیکھ کے وہ دانت"
کچکچاتے ہوئے بولا تو رہبان نے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔
اور پھر سالوں کی ایک کڑی مسافت کے بعد وہ دونوں ایک اٹوٹ بندھن
میں بندھ کے ایک نئی منزل کی جانب گامزن ہو گئے۔

جبکہ ہاسپٹل کے اس وی آئی پی روم میں ولید صاحب کے سونے کے بعد ضرغام ملک وہیں صوفے کی پشت سے ٹیک لگائے جلتی آنکھوں کو موندے دکھتے سر کے ساتھ ان لمحات کو سوچ رہا تھا۔

جب وہ نین اور نگاہ کے نکاح کی پلیننگ کر کے سٹڈی روم سے باہر نکلا تھا۔

اسد صاحب کے سٹڈی روم کا دروازہ کھول کے جب وہ تینوں ایک ساتھ باہر نکلے تو سٹڈی روم کے دروازے کے پاس بیٹھی شہرے کو دیکھ کر ان تینوں کے قدم وہیں گڑھ سے گئے۔

شہرے !"سب سے پہلے اپنے حواسوں کو یکجا کر کے اسد صاحب اس کی" جانب بڑھے توان کی پکار پہ اس کے بکھرے ہوئے اعصاب و حواس بھی متوجہ ہوئے۔

دل میں ہوتے دباو اور گھٹن سے بے چین ہوتے اس نے بے تابی سے قدم اس کی جانب بڑھائے جو ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کے اسد صاحب کے بازووں میں بکھر گئی تھی۔

اس کی ایسی مخدوش حالت اور چہرے پہ بکھرے آنسوؤں کے نشانات یہ چیخ چیخ کے بیان کر رہے تھے کہ جس حقیقت کو وہ بہت سبھاو کے ساتھ اس کے سامنے لانا چاہتے تھے اس حقیقت کے کچھ پنّے بڑے بھیانک انداز میں اس کے سامنے کھل چکے ہیں۔

ضرغام! اپنی ماں کو بلائیں۔" شہرے کو اپنے بازوؤں میں سمیٹے اسد"
صاحب نے اسے فوری ہدایت دی تو ان کے لہجے کی سنجیدگی کو جانچتا وہ ثمرین
بیگم کو بلانے کے لیے آگے بڑھ گیا۔

جبکہ اسد صاحب اس کو سنبھالے رہبان کو ساتھ آنے کا اشارہ کیے واپس
سٹڈی روم میں چلے گئے۔

ثمرین! ہم لوگ نگاہ کو لے کے جا رہے ہیں۔ آپ شہرے کو ہمارے آنے"
تک سنبھالیں کیونکہ یہ بہت کچھ جان چکی ہیں۔ کوشش کریں کہ کسی سے
ملے نہیں لیکن آپ اس کے پاس رہیے گا۔" لمبی چوڑی تمہید باندھے بغیر
انہوں نے ثمرین بیگم کے آنے پر انہیں کہا تو وہ شہرے کی حالت دیکھ کر
تڑپ اٹھیں۔

لیکن اس وقت ضر کو شہرے کے پاس ہونا چاہیے کیونکہ اس کے ہوش میں "
آنے کے بعد اس کو اس کی زیادہ ضرورت ہے۔" انہوں نے ایک نظر بیٹے کو
دیکھا جس کا چہرہ شدتِ ضبط سے سرخ ہو رہا تھا جبکہ آنکھیں گویا اندرونی
وحشت کے باعث دہکتی ہوئیں اس کے بے سدھ سراپے پر مرکوز تھیں۔

ہمارا جانا اس وقت بہت ضروری ہے اور بہتر یہی ہے کہ اس کے ہوش میں "
آنے پر آپ اس کو کچھ ریلیکس کریں تاکہ آپ کے بیٹے کی پیشی میں کمی ہو
جائے۔" لمحوں کی کثافت کو مٹانے کی ایک چھوٹی سی کوشش کرتے انہوں
نے کہا تو ضرغام نے گہری سانس بھرتے اپنا رخ موڑا اور سٹڈی روم سے باہر
نکل گیا۔

اس کے یوں ایک دم سے باہر چلے جانے پر سٹڈی روم میں ایک نامحسوس سی
خاموشی چھا گئی جو شہرے کے ہوش میں آنے تک یونہی برقرار رہی۔

پھولے ہوئے چہرے کے ساتھ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر زمل اور آئلہ کے ساتھ بیٹھی ان کے سوالات کو مکمل طور پر نظر انداز کر رہی تھی۔

لیکن جب گاڑی 'گردیزی پیلس' کے پورٹیکو میں جا کے رکی تو ان دونوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"کیا ہوا ہے دریہ؟ اس قدر منہ کیوں سجایا ہوا ہے؟ کسی نے یونی میں کچھ کہا ہے کیا؟" زمل نے تابڑ توڑ بے چینی سے سوالات کیے تھے۔

"تم تھوڑی دیر چپ ہو جاو پلیز۔ پہلے ہی ایک لیچڑ انسان نے دماغ خراب کر دیا ہے۔" چونکہ آج اس کا سامنا ایک دفعہ پھر سے طلال شاہ سے ہوا تھا۔ جس کی مستقل مزاجی اب اسے جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

کس لیچڑ نے ؟" وہ پل میں ہونق ہوئی تھی۔"

آبی بھابھی کے بھائی ہیں۔اللہ کی قسم اگر بھابھی اس قدر لیچڑ ہوتی تو ہم" نے پاگل ہو جانا تھا۔" تپے ہوئے انداز میں کہتے اس نے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔

جبکہ ان دونوں کو توغش کے مزید دورے پڑنے لگے۔

بھابھی کے بھائی سے تم کیوں اور کہاں ملی ؟اور وہ کیوں تمہارے ساتھ لیچڑ" ہو رہا تھا؟" دریہ کی آدھی ادھوری باتوں نے تجسس کی آگ بھڑکا دی تھی۔

یونی میں میری پیسوں سے مدد کرنے والا بھابھی کا بھائی ہی تھا اور یہ بات" مجھے کچھ دن پہلے ہی پتہ چلی ہے۔اور لیچڑ کیوں ہو رہا ہے اس بات کا جواب

میرے پاس بھی نہیں ہے۔"اب کی بار قدرے مفصل انداز میں جواب دینے کے بعد وہ اب قدرے پر سکون سی ہوتی صدر دروازے کے پاس پہنچی۔

جبکہ اس کے انکشافات سے حیرت زدہ زمل اور آئلہ وہیں کھڑی اس کے الفاظ کو ڈی کوڈ کرتی رہیں۔

اور پھر یکایک زمل کے روشن چہرے پہ جوش سا پھیلا۔

دریہ ! کہیں بھابھی کے بھائی تم سے پیار تو نہیں کرنے لگے جو اس قدر" لیچ۔۔۔۔۔۔"اس کی پر جوش آواز کو دریہ کی دھاڑتی آواز نے بریک لگائی۔

بکواس بند کرو۔"ایک جھٹکے سے اس کی جانب پلٹتی وہ شیرنی کی سی مانند"
دھاڑی جبکہ دل اس پل گویا ہمک ہمک کے دھڑکتا بڑے نامحسوس انداز میں
زمل کے کہے الفاظ کی ترجمانی کرنے کی سعی کر رہا تھا۔
مگر وہ فی الحال سمجھنے سے قاصر تھی۔

زمل کو چپ کروانے کے بعد وہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھ گئی جبکہ وہ
دونوں بھی معنی خیزی سے مسکراتی ہوئیں اس کے پیچھے لپکیں۔

کیا بکواس ہے یہ؟"پے در پے ہونے والے انکشافات نے ان سب کو گویا"
پاگل سا کر دیا تھا۔

اس پہ مستزاد ولید میر کی بڑے مشکوک انداز میں بخت خان کے پنجوں تلے سے بازیابی ان کے لیے ایک بلبلاتی ہوئی شکست تھی جس کی بدولت وہ سبھی ایک دوسرے کو کاٹ کھانے کو دوڑ رہے تھے۔

اپنی ناکام منصوبہ بندیوں کی بجائے کوئی خاطر خواہ پیش رفت کرو بخت" خان۔ ہمیں ہمارا بیٹا چاہیے اس ایس پی کی قید سے۔"اس وقت بخت خان، آفاق میر اور عبدالرحمن میر سمیت شازمین میر بھی پیر حویلی کے مردان خانے میں موجود پیر سائیں کے حجرے میں موجود تھی جہاں وہ آج اپنے بڑے بیٹے جعفر سائیں کی غیر موجودگی میں ان سے محوِ گفتگو تھے۔

ان کو ان کی باقی باتوں یا انتقام سے سروکار نہ تھا انہیں اس وقت بس سفیر سائیں کی رہائی اور رہبان وضرغام سے اپنی بے عزتی کا بدلہ چاہیے تھا۔

ان کے لیے آبگینے اس وقت مر گئی جبکہ وہ اس کے امید سے ہونے کی خبر سے آگاہ ہوئے تھے۔

اب اگر انہیں آبگینے چاہیے بھی تو فقط ایک مہرے کے طور پر جسے وہ رہبان کے خلاف استعمال کرتے۔

ہماری خراب منصوبہ بندیوں کی ابتدا آپ کی حویلی سے ہی ہوئی تھی کیونکہ " پہلی شکست یہاں سے ہی ملی ہے۔اور مجھے پورا یقین ہے کہ اس سب کے پیچھے آپ کے اُس جذباتی پوتے کا ہاتھ ہے۔" پیر سائیں کی بارعب آواز پہ شکست سے بلبلاتا بخت خان ناگواری سے بولا تو ان کے باریش چہرے پہ غیض امڈنے لگا۔

اپنی بدلحاظی اور بلند لہجے کو لگام دو بخت خان۔ بھولو مت کہ کس کے سامنے " اور کہاں کھڑے ہو۔میرے پوتے پہ بنا ثبوت کے الزام لگانے پہ میں تمہیں کیا سزا دے سکتا ہوں یہ تمہاری سوچ ہے۔" غیض و غضب سے بلند ہوتی ان کی آواز پر وہ فوراً ڈھیلا پڑا تھا۔

کیونکہ وہ سفیر سائیں کا لاڈلا ہو سکتا تھا لیکن پیر حویلی کے باقی افراد کے وہ یوں سر چڑھ کے نہیں ناچ سکتا تھا۔

"آپسی اختلاف کو یہیں دفن کریں آپ سب بلکہ اس سب کا حل تلاش کریں۔" شازمین میر نے اپنی شاطرانہ زبان کھولی تو پیر سائیں نے آنکھیں سکیڑ کے اُس عورت کو دیکھا جس کی آنکھوں سے اس کا لالچ اور فریب صاف جھلک رہا تھا۔

"کل یا پرسوں میری ساس اور اس کی وہ کاغذی بہو میر پیلس سے ہاسپٹل جائیں گی کلثوم میر کے چیک اپ کے لیے۔ان کو ہاسپٹل سے کیسے غائب کروانا ہے اور اپنا ٹارگٹ حاصل کرنا ہے یہ سب بخت خان تم دیکھ لینا۔" اس نے سب کو دیکھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔

وہ دوست ایک دوسرے کی ہلکی سی تکلیف پہ تڑپ اٹھتے ہیں۔ان میں سے" ایک کی رگ پہ پاوں رکھو گے تو سارے پھڑ پھڑا اٹھیں گے اس لیے ان دونوں عورتوں کے ذریعے ہم سب حاصل کر سکتے ہیں۔"اس کی کہی گئی بات پہ پیر سائیں اور بخت خان دونوں کے اعصاب تھوڑے ڈھیلے پڑے تھے۔

اور تو اور ہم یہ بھی جان لیں گے کہ ذوالقرنین زندہ ہے یا نہیں کیونکہ جو" کچھ ہماری ناک تلے ہو رہا ہے یہ سب نجانے کیوں کھٹکنے لگا ہے۔"اسے رہ رہ کے ذوالنورین کا سرد انداز اور زحلے کے ساتھ اس کا رویہ عجیب سے احساسات سے دوچار کر رہا تھا۔

اس پہ مستزاد جس طرح سے وہ کلثوم میر کو اوپر لے کے گئے تھے یہ سب اس کے لیے خطرے کی گھنٹی تھا اس لیے اب وہ جلد از جلد ایکشن لینا چاہتی تھی۔

یہ آخری چانس ہے تم سب کے لیے۔اس کے بعد اگر تم لوگ کچھ نہ کر "
سکے تو اپنے راستے ناپ لینا کیونکہ پھر میں خود کچھ کروں گا۔" بات کو سمیٹتے
ہوئے پیر سائیں نے نخوت سے کہا تو وہ سب انہیں دیکھ کے رہ گئے لیکن کہا
کچھ نہیں۔

کیونکہ انہیں ان کے ساتھ کی ناچاہتے ہوئے بھی ضرورت تھی۔

اپنے نام، مقام و مرتبے کی بدولت ان کی ایسے بہت سے افراد سے علیک
سلیک تھی جن کی ان سب کو اپنے کالے دھندوں اور غیر قانونی کاموں میں
مدد کی ضرورت پڑتی تھی۔

اس لیے سب اس وقت اپنے اپنے مفاد کی بدولت چپ بیٹھے فضا کو مزید
بوجھل کر گئے۔

پھوڑے کی مانند دکھتے سر کے ساتھ اس نے بوجھل ہوتی پلکوں کو آہستگی سے وا کرتے ہوئے شعور کی راہ پہ پیر رکھنے چاہے۔

لیکن سوجے ہوئے پپوٹے اور دکھتا ہوا سر اسے آنکھیں کھولنے نہیں دے رہا تھا۔

"شہرے! اس کے چہرے پہ چھائی بے چینی اور تکلیف دیکھتے ہوئے اس کے پاس بیٹھی ثمرین بیگم نے فوراً اس کے گال کو نرمی سے تھپتھپاتے ہوئے اسے پکارا تھا۔

"شہرے! میری جان، آنکھیں کھولیں۔" محبت و فکر سے بھرپور لہجہ، رخسار پہ محسوس ہوتے نرم لمس پہ اس نے پوری ہمت مجتمع کرتے ہوئے اپنی پلکیں وا کیں تو کمرے میں چھائی روشنی کی بدولت اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔

تیزی سے واپس پلکیں موندتے ہوئے اس نے اس روشنی سے بچنے کی فوری کوشش کی تھی۔

شہرے!"ایک دفعہ پھر سے وہی نرم لہجہ گونجا تو اس نے گہری سانس" بھرتے آہستگی سے آنکھیں کھولیں تو نظریں سیدھی ثمرین بیگم کے متفکر چہرے سے جا ٹکرائیں۔

ان کے چہرے سے ہوتی اس کی نظریں دائیں سے بائیں جانب پھسلیں تو یکایک بیتے لمحات اس کی آنکھوں کے سامنے لہرانے لگے۔

وہ ایک دم سے اٹھ بیٹھی اور بے چینی سے اس سٹڈی کو دائیں بائیں دیکھا۔ پھر یکایک اس کی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

ب۔۔ بڑی دادو! ضر۔۔۔۔ نگاہ۔۔۔ دھوکہ۔۔۔۔۔"دھچکہ اس قدر" شدید تھا کہ وہ بات بھی نہ کر پا رہی تھی بلکہ لفظ ٹوٹ کے اسی طرح ہونٹوں

سے نکل رہے تھے جیسے وہ ٹوٹ کے روتی ہوئی ثمرین بیگم کے سینے سے جا لگی تھی۔

"شش! ابھی کچھ مت سوچو میری جان! آپ ابھی کچھ نہیں جانتی ہو اس لیے پریشان مت ہو۔" اس کے بال سہلاتے ہوئے انہوں نے اسے تسلی دینی چاہی لیکن اس کا دل سنبھلنے میں ہی نہ آ رہا تھا۔

اسے یہ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اپنے کس کس نقصان پہ روئے؟

ضرغام کی محبت ہونے کے باوجود اس کی زندگی میں سیکنڈ چوائس کے طور پر شامل ہونے پر؟

ضرغام اور نگاہ کے اس تعلق کے بننے پر یا ٹوٹنے پر؟

یا پھر

ان ساری باتوں کو اس سے چھپانے پر؟

اس پر ثمرین بیگم کہہ رہی تھی کہ وہ ساری سچائی سے واقف نہ تھی۔اب مزید کیا جاننے والا تھا جو اس کی ذات کے پرخچے اڑا دینے والا تھا۔

اسے آج ایک دفعہ پھر سے کلوزٹ اور اس میں رکھی چیزیں یاد آئیں تو دل چاہا سب تہس نہس کر دے۔

اور اس سے بھی پہلے ان لوگوں کی ہستی فنا کرے جنہوں نے اس کی زندگی کو مذاق بنایا تھا۔

جتنا سنا تھا یا جتنا سمجھا تھا اسی کو حقیقت مانتی وہ اس وقت خود اذیتی و درد کی انتہا پر تھی۔

جہاں اتنا صبر کیا ہے وہیں آج کی رات مزید صبر کر لو میری جان۔یہ رونا بند کرو اور ضرغام کے آنے تک خود کو سنبھالو پلیز۔"اس کے آنسو پونچھتے

ہوئے انہوں نے کہا تو ضرغام کے نام پر دل میں جیسے شرارے بھڑکنے لگے تھے۔

لیکن بمشکل خود کو سنبھالتی وہ منہ ہاتھ دھونے کے بعد 'ملک منزل' چلی گئی تھی۔

کہ اس وقت 'ملک ہاوس' اپنی فریب کاریوں کے باعث کاٹ کھانے کو دوڑ رہا تھا۔

اور شاید نکاح کے اتنے لمبے دورانیے کے بعد پہلی دفعہ وہ دل سے 'ضرغام ملک' کی منتظر تھی۔

کہ اب سود وزیاں کے حساب کا وقت تھا۔

اور وہ اپنے تئیں اس کے لیے مکمل تیار تھی۔

بنا حقیقت جانے

بنا حقیقت سمجھے۔۔۔۔۔

پر فسوں رات کی تاریکی اور گلاب کے پھولوں کی دلفریب مہک اور دو دلوں کی رومان پرور دھڑکنوں کی گونج سے اس وقت اپارٹمنٹ کا وہ کمرہ معطر تھا جہاں کچھ دیر قبل رہبان انہیں چھوڑ کے گیا تھا۔

ناصرف اپارٹمنٹ چھوڑ کے گیا تھا بلکہ انہیں زبردستی ان کے لیے ہلکے پھلکے انداز میں سجائے گئے بیڈ روم میں بھی پہنچا کے آیا تھا۔

جہاں اس وقت تھری سیٹر صوفے پہ بیٹھی نگاہ بیڈ پہ بیٹھے نین کی گہری نگاہوں کے ارتکاز سے بے چین ہوتی اپنی ہتھیلیاں رگڑ رہی تھی۔

پیچ کلر کے دیدہ زیب سوٹ کے ساتھ سرخ دوپٹے کندھوں پہ رکھے، وہ سلکی بالوں کو کیچر میں جھکڑے، سلور سینڈل پہنے، جیولری کے نام پر کانوں

میں حسبِ معمول ٹاپس جبکہ ہاتھ میں انگوٹھی پہنے قدرے نروس سی بیٹھی وہ کہیں سے بھی چند گھنٹوں کی دلہن نہ لگ رہی تھی۔

وہ کبھی بھی اتنی دبو یا شرمیلی نہیں رہی تھی لیکن نئے نئے رشتے کی قربت و احساس اس پر نین کے ساتھ کمرے کی تنہائی اور اس کی گہری بے باک نگاہوں کا ارتکاز اسے صحیح معنوں میں بوکھلا رہا تھا۔

اس کی بوکھلاہٹ اس وقت دوچند ہو گئی جب وہ بیڈ سے کھڑا ہوتا مضبوط قدم اٹھاتا اس کی جانب بڑھا اور پھر بڑے اطمینان کے ساتھ اس کے ساتھ آ کے صوفے پہ یوں براجمان ہو گیا کہ اس کا مضبوط کندھا اس کے دائیں کندھے کو چھوتا اس کی دھڑکنیں منتشر کر گیا۔

اس کی بوکھلاہٹ کو اطمینان سے ملاحظہ کرتے ہوئے اس نے بڑی سہولت کے ساتھ اس کے گود میں دھرے بائیں ہاتھ کو تھاما تو نگاہ کو جیسے کرنٹ سا لگا۔

اس نے بڑی بے ساختگی میں ہاتھ کو فوراً کھینچنا چاہا لیکن دوسری جانب فوری گرفت مضبوط کرتے اس کے ارادے کو ناکام بنا دیا گیا تھا۔

نین پلیز۔۔۔۔"نئے نئے بندھے اِس رشتے کا اعجاز تھا یا دونوں کے دلوں" میں پنپتی محبت کی تپش تھی۔جو بھی تھا لیکن نگاہ اس لمحے اس کی نگاہوں کی گرمی سے پگھلتی جا رہی تھی۔

اس قدر گھبرا کیوں رہی ہو؟"اس کے ہاتھ کو دائیں ہاتھ میں تھامے وہ" بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے اس کی کلائی کی نبض کو ہولے سے دباتا اس کی دھڑکنیں سست کر رہا تھا۔

مجھے ایسے دیکھو گے تو گھبراوں گی ہی ناں۔"نامحسوس انداز میں ہاتھ" چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ خائف سے لہجے میں بولی تو اس کی دلکش قہقہہ اگلے ہی پل کمرے کی فضا کو معطر کر گیا۔

جبکہ وہ جو اس کے دیکھنے سے خائف ہو رہی تھی۔اس کے اتنے عرصے بعد زندگی سے بھرپور قہقہے کو سن کر وہ بے خودی و سرشاری سے بنا پلک جھپکائے اس کے خوبرو چہرے کو تکے گئی۔

میرے دیکھنے کی تو خیر ہے لیکن خدا کی قسم اگر تم مزید کچھ سیکنڈ انہی والہانہ" نگاہوں سے مجھے تکتی رہی تو میں ضبط کھو بیٹھوں گا۔"اس کی نگاہوں کی محویت و وارفتگی محسوس کرتا وہ اپنی ہنسی بمشکل ضبط کرتا بھاری دلکش لہجہ میں بولا تو وہ فوراً گڑبڑاتی ہوئی اپنی نظریں جھکا گئی۔

جب دل تمہارا اسیر ہوا تھا تو کبھی سوچا تک نہ تھا کہ یوں ایک دم سے جدائی" درمیان میں آن پڑے گی۔"چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ جو بولنا شروع ہوا تو بیتے دنوں کی اذیت سے نگاہ کے چہرے کا رنگ فوراً بدلا۔

اس نے بے ساختہ نظر اٹھا کے دیکھا جو اس کی بجائے اس کے ہاتھوں پہ نظریں جمائے اس کے بائیں ہاتھ کی تیسری انگلی میں موجود انگوٹھی کو گھما رہا تھا۔

یہ جدائی اس قدر ظالم تھی کہ ہمارے بہت سے خوبصورت جذبات و" احساسات تک کھا گئی لیکن اس کی اچھی بات یہ رہی کہ جو محبت ہمارے دل کے نہاں خانوں میں مقید تھی وہ اس کی رگیں اب ہمارے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں۔"اس کے بھاری لہجے میں بیک وقت بہت سے احساسات و جذبات سانس لے رہے تھے۔

اس سارے دورانیے میں جو کچھ تم نے فیس کیا ہے اس کا مداوا شاید میں" کبھی نہ کر سکوں لیکن۔۔۔۔۔۔۔" وہ مزید بول رہا تھا جب اس نے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑوائے بغیر آگے بڑھ کے بہت نرمی سے اس کے کندھے کو اپنے ہونٹوں سے چھوا۔

نین اور نگاہ کبھی ایک دوسرے سے الگ نہیں تھے، ناہیں نا کبھی انشاءاللہ" ہوں گے۔ جو ہوا وہ ہمارا نصیب تھا اور ہمارا نصیب اللہ نے اس قدر شاندار لکھا ہے کہ ہزار صعوبتوں کے بعد بھی ہم آج ایک ہیں۔" بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ اپنے قیمتی جذبات کا اظہار کرتی وہ اسے بیتے دنوں کی خلش سے نکالتی پر مسرت احساس میں مبتلا کر گئی۔

تم میرے لیے بہت قیمتی ہو نگاہ۔" اس پل نگاہ کے الفاظ اور اس کی" خوبصورت جسارت کے سامنے وہ واقعی اپنے الفاظ کو ہیچ سمجھ رہا تھا۔

تبھی محبت و عقیدت سے مغلوب ہوتے اس نے اسے بازوؤں میں بھرتے ہوئے پوری شدت کے ساتھ اپنے سینے سے لگاتے ہوئے خود میں بھینچا تو اس کی سانسیں گویا سینے میں اٹکنے لگیں۔

بے پناہ ہمت کا مظاہرہ کرتی وہ اپنی دلفریب جسارت سے اس کی تکلیف کم کرنے کی کوشش کرتی اس کے ایسے رد عمل کے لیے قطعی تیار نہ تھی تبھی اس کی مضبوط گرفت اسے حیا سے مغلوب کر گئی۔

"نین! میری سانس بند ہو جائے گی۔" دبے دبے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کے سینے میں چہرہ چھپایا تو اس کے لہجے کے مدھر پن نے اس کی مدہوشی کو مزید بڑھاوا دیا۔

ابھی نہیں۔ابھی عشق کے امتحان مزید بھی ہیں۔ابھی مجھے تمہیں یہ بھی"
بتانا ہے کہ کب کب تمہاری جدائی کے احساس نے میری سانسوں کی رفتار کو
کم کیا تھا۔"ہاتھوں کے ہالے میں اس کا ملائم چہرہ تھامے وہ بے خودی سے
اس کے چہرے کے تمام نقوش کو اپنے نرم گرم لمس سے دہکاتا گھمبیر آواز
میں بولا تو اس کی ہتھیلیوں میں پسینہ اترنے لگا۔

مجھے پلیز تم کچھ مت بتاو۔"اسے اپنے ہونٹوں پہ جھکتا دیکھتی وہ مارے"
گھبراہٹ کے فوراً بولی تو اس کے ہونٹوں پہ بڑی معنی خیز سے مسکان پھیلی
اور پھر اسی مسکان کے رنگ اس کے ہونٹوں پہ بھی بکھیرنے کے لیے وہ اس
پہ جھکتا چلا گیا۔
جبکہ اس کی بانہوں میں مقید نگاہ اس کی اس گستاخانہ پیار بھری حرکت پہ بے
ساختہ دونوں بازووں کا حصار اس کے گرد مضبوط کر گئی۔

میں نہیں جانتا کہ انتقام یا بدلے کی جس راہ پہ ہم لوگ نکل چکے ہیں اس کی منزل کیا ہو گی۔ مگر میں ان لمحوں کو تمہارے سنگ اس انداز میں امر کرنا چاہتا ہوں کہ تمہارے روم روم میں میری محبت اتر جائے۔"اس کی سانسوں کو روانی بخشنے کے بعد اس کی صراحی دار گردن کو اپنے لمس کی حدت سے مہکاتا وہ بھاری لہجے میں بولا تو نگاہ نے فوراً اس کی جانب دیکھا اور اپنی پاگل ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اس کے چہرے کو اپنے نازک ہاتھوں میں تھاما۔

"جو تم چاہتے ہو اس میں اللہ تم سب کو کامیاب کرے گا۔ لیکن اس سب میں تمہیں ہر حال میں میرے پاس لوٹ کے آنا ہے کہ میں نے تمہارے بغیر اتنے سال کاٹے ہیں۔ مجھے آنے والی زندگی تمہارے ساتھ، ہمارے بچوں کے ساتھ تمہارے والدین کے ہمراہ گزارنی ہے۔"اس کی آنکھوں

میں دیکھتی وہ ایک ان کہے وعدے میں باندھتی نئ امیدوں کے دیپ جلا گئی۔

اور انہی دیپوں کے سائے میں خود کو محسوس کرتا وہ کھل کے مسکرایا تھا۔

آو پھر اس آنے والی نئ زندگی کی جانب ایک نیا قدم بڑھائیں۔"اسے اپنی" بانہوں میں سمیٹے وہ گھمبیر لہجے میں کہتا ہوا بیڈ کی جانب بڑھا تو اس کی دھڑکنوں نے ایک دفعہ پھر سے شور مچانا شروع کر دیا۔

لائٹ بند کرو۔جب تم مجھے ایسے دیکھتے ہو تو مجھے شرم آتی ہے اور" پھر۔۔۔۔۔۔"اسے بیڈ پہ لٹانے کے بعد اس نے اس کی جانب دیکھا تو وہ فوراً خائف سے انداز میں بولنے لگی مگر اگلے ہی لمحے نین کی محبت بھری شدتیں اسے مکمل طور پر اپنے بس میں کرتی ہر شے سے بیگانہ ہونے پر مجبور کر گئیں۔

اسے بازووں میں سمیٹے وہ ہجر کی فصیلیں کاٹنے کے بعد ملنے والی اس وصل کی رات میں اس کے وجود کی نرمیوں کو محسوس کرتا ہوا اس کی رگ رگ میں اترر ہا تھا۔

جبکہ اس کی بازووں میں مقید نگاہ اس کی شدتوں سے مدہوش ہوتی اس کے بازووں پہ اپنی گرفت مضبوط کرتی اس خوبصورت قید میں سمٹتی چلی گئی۔

آج بہت دنوں کے بعد وہ کچن کی طرف آئی تھی کیونکہ شازمین میر سے اس دن کی بدکلامی کے بعد وہ اسے موقع ہی نہیں دے رہا تھا کہ وہ کوئی اس طرح کا کام کرے۔

بلکہ وہ اسے اپنے کاموں اور اپنے پیپرز میں ہی مصروف کیے ہوئے تھا جبکہ کلثوم میر اور اس کے کھانے وغیرہ کی ذمہ داری ایک کل وقتی ملازمہ کے ذمہ تھی۔

لیکن آج صبح سے ہی شازمین میر،ان کے شوہر ودیور کے گھر سے نکلنے کے بعد وہ جب ڈرائیور کے سہارے وہمراہ پیپر دینے کے لیے نکلا تو کلثوم میر کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ ان کا بھی منتھلی چیک اپ کروایا جاسکے۔

اس وقت سہ پہر کے ساڑھے چار ہو رہے تھے لیکن اُن دونوں کی واپسی تاحال نہ ہوئی تھی اس لیے وہ اپنے لیے چائے بنانے کے لیے چار وناچار نیچے چلی آئی۔

ساس پین لے کر اس میں دودھ ڈال کے ابھی برنر پہ رکھا ہی تھا کہ قدموں کی آہٹ پہ فوراً گردن گھمائی تو نگاہ خود کو تکتی سامعہ میر سے جا ٹکرائی۔

آو،چائے پیو گی؟"اسے یوں کھڑے خود کو تکتے پا کے اس نے ازراہِ" مروت استفسار کیا۔

کیونکہ اس کے یوں کھڑے ہونے اور اس پہ سونے پر سہاگہ کے خود کو تکتے پا کے وہ بے چین ہوئی تھی۔

کبھی جو تم یوں ہی اتنی ہی آسانی سے پوچھو کہ 'ذوالنورین میر' لو گی؟"" ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولتی وہ سانس لینے کو رکی تو دودھ میں چینی ڈالتی زحلے نے سائیں سائیں کرتے دل و دماغ کے ساتھ پلٹ کے حیرت و بے یقینی سے اسے دیکھا۔

جو اسی طرح اس کو تکتی مزید بولی۔

تو میں لمحے کی بھی دیر کیے بغیر تمہیں کہوں کہ ہاں، مجھے سارے کا سارا" 'ذوالنورین میر' دے دو۔" اس کے لہجے میں پنپتی لاحاصل حسرتیں زحلے کے پورے وجود کو جلا کے راکھ کر رہی تھیں۔

وہ سمجھ نہ پا رہی تھی کہ ایک ڈرامے کی مانند بندھے اس ان چاہے رشتے میں آنے والے یہ انکشافات اسے اس قدر تکلیف کیوں دے رہے تھے؟

ت۔۔ تمہیں اگر ذوالنورین چاہیے تھا تو تم اسے مجھ تک پہنچنے سے قبل" اپنے نام کر سکتی تھی۔" کافی ثانیوں کے بعد بمشکل خود کو اور بکھرتے دل کو سنبھالتی وہ سادہ سے لہجے میں بولتی دودھ میں بنتے ابال دیکھنے لگی۔
مگر آنکھوں میں امڈنے والی آنسوؤں کی دبیز تہہ اسے پریشان کر رہی تھی۔

کیا اتنا ہی آسان تھا اُس شخص کو پا لینا جس نے آپ کی عزت پہ وار کیا ہو؟"""
یہ سوال اس سے پوچھتے اس کے دل نے ہزار بار اس پہ ملامت کی۔
لیکن وہ ضمیر کو بس یونہی مطمئن کیا کرتی تھی کہ اس نے اس کی عزت پہ وار کیا تھا تبھی وہ رخ موڑ گئی تھی۔

جبکہ اس کے اس کڑے سوال پہ وہ گہری سانس بھرتی اس کی سمت مڑی جو ہنوز کچن کی دہلیز پہ کھڑی تھی۔

تو کیا جس نے عزت پہ وار کیا ہو اسے دوسروں سے مانگنا اس قدر آسان" ہے؟"اس کا انتہائی سکون سے پوچھا گیا سوال سامعہ میر کا چہرہ بلبلاہٹ سے سیاہ کر گیا۔

اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو باریک بینی سے پرکھتی ہوئی وہ مزید بولی۔

ایسا تب ہوتا ہے سامعہ جب ایسا نہ ہوا ہو کیونکہ جو عزت پہ وار کر دے وہ" چاہے دل کی اونچی مسند پہ کیوں نہ بیٹھا ہو اسے پیروں کی دھول بننے میں دیر نہیں لگتی۔ لیکن کیا ہے نا کہ یہ بات تم آج تک کسی سے بھی کہہ نہیں سکی ہو

کہ جو پر چار تم یا تمہاری ماما کرتی ہیں کہ ذوالنورین نے تمہاری عزت پہ ہاتھ ڈالا ہے تو ایسا تو کچھ ہوا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے کردار کی مضبوطی اور شخصیت کی خوبصورتی تمہارے دل پہ ضرور وار کر چکی ہے۔" وہ جو کبھی پلٹ کے بولی نہ تھی آج بولی تو پھر اسے ایسا آئینہ دکھا گئی جس میں دکھائی دیتی اپنی کریہہ صورت اسے اہانت و سبکی میں مبتلا کر گئی۔

ایسا ک۔۔کچھ نہیں ہے جیسا تم ک۔۔ کہہ رہی ہو۔" بہت مشکلوں سے " اپنی دگرگوں ہوتی حالت کو سنبھالتی وہ اس کی نفی کرتی ہوئی بولی تو زحلے نے پلٹ کے آنچ مدہم کی اور کیبنٹ سے مگ نکالنے لگی۔

ٹھیک کہہ رہی ہو گی تم۔ ویسے بھی اگر تمہیں ذوالنورین چاہیے تو اپنی ماما" سے رابطہ کرو کیونکہ میرے اس کے نکاح میں ہونے سے لے کر نکاح ختم ہونے تک تمام زنجیریں انہی کے ہاتھ میں ہیں۔ ایک واسطہ تم بھی ڈال لو کیا

پتہ ایک زنجیر تمہارے لیے ہلا کے تمہیں بھی تمہاری چاہت دلا دیں۔"

چائے مگ میں چھانتے ہوئے وہ تلخی سے بولتی ہوئی اپنی چائے لے کر وہاں سے چل دی۔

اپنی تلخی اور تکلیف میں وہ کچن سے کچھ فاصلے پہ وہیل چیئر پہ موجود ذوالنورین اور اس کے ساتھ کھڑی کلثوم میر کی آمد سے قطعی بے خبر تھی۔

"عجیب ڈگر پہ زندگی آ ٹھہری ہے۔جاب کے لیے نکلی تھی تو اپنی عزتِ نفس کا سودا کر کے جاب ملی۔اس جاب نے شخصیت و کردار کو تار تار کر کے ایک ان چاہے رشتے میں باندھ دیا۔اور اب جب میرے ذمہ لگے سارے کام مکمل ہونے والے ہیں،اس رشتے کو ختم کرنے کا وقت نزدیک آتا جا رہا ہے تو یہ ان چاہا رشتہ میرے احساسات کیوں بدل رہا ہے؟" چائے کا مگ

ہاتھ میں پکڑے وہ صوفے پہ اکڑوں بیٹھی دکھتے سر کے ساتھ مسلسل سوچے جارہی تھی۔

"کیوں میرا دل اس رشتہ کو لے کر بدل رہا ہے جبکہ میں جانتی ہوں کہ اس رشتے کی کوئی منزل نہیں ہے نا اُس شخص کے دل میں میری کوئی اہمیت ہے۔" پراگندہ سوچیں تھیں کہ ذہن کو الجھائے وتھکائے جارہی تھیں۔ اس پہ مستزاد اس نگاہ سے نکاح کا تذکرہ اور اب سامعہ کا کھل کے اس کے متعلق اپنے جذبات واحساسات کا اظہار۔

اس کا اندر باہر جیسے سلگنے لگا تھا۔

"میری طرف سے بھاڑ میں جائے وہ شخص اور اس کی چاہنے والیاں۔ دو پیپر زرہ گئے ہیں بس اس کے۔ اور اماں بھی اب ٹھیک ہو چکی ہیں۔ میں اسی

ہفتے کے اندر اندر واپس بابا کے پاس چلی جاوں گی۔"جب سوچوں کی یلغار بڑھنے لگی تو وہ اکتا کے قدرے بلند آواز میں بڑبڑا کے کہتی ٹھنڈی ہوئی چائے کے گھونٹ بھرنے لگی۔

اسی لمحے ادھ کھلے دروازے پہ مدہم سی دستک کے ساتھ کلثوم میر بیٹے کی وہیل چیئر گھسیٹتی ہوئیں اندر داخل ہوئی تھیں۔

"السلام علیکم! "ان دونوں کو دیکھ کر وہ بے ساختہ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی تو کلثوم بیگم نے توجہ سے اسے دیکھا جو براون کلر کی لانگ شرٹ کے ساتھ سیاہ پاجامہ پہنے، ہم رنگ دوپٹہ عادتاً آگے سے اوڑھے اپنی لمبے گھنیرے بالوں کی چٹیا چھپائے ہوئے تھی۔

نازک کلائیاں ان کی پسند کے مدِ نظر سوٹ کے ہم رنگ چوڑیوں سے سجی تھیں جبکہ سفید پیر سیاہ رنگ کی دوپٹی چپل میں مقید بہار دکھلا رہے تھے۔

آپ ٹھیک ہیں اماں؟ چیک اپ کروایا ہے تو سب ٹھیک ہے نا؟" ان کی"
نظروں سے گھبراتی ہوئی وہ بولی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ کے
اسے اپنے ساتھ لگایا۔

تم بہت اچھی اور بہت پیاری ہو۔ میرے نین کی دلہن ہو، اس کے دل کا"
سکون ہو۔" محبت سے کہتے ہوئے انہوں نے اس کی پیشانی چومی۔
توذوالنورین میر کے سامنے محبت کے اس والہانہ اظہار پہ اس کی پیشانی عرق
آلود ہوئی تھی جبکہ انہیں جب سے پتہ چلا تھا کہ ان سب کو بلاواسطہ بچانے
والی زحلے تھی تب سے اس کی قدر و اہمیت ان کی نظر میں مزید بڑھ گئی تھی۔

آپ خود بہت اچھی اماں ہیں اس لیے آپ کو میں اچھی لگ رہی ہوں۔"ان"
کی محبت کے جواب میں سادگی سے مسکراتے ہوئے اس نے عقیدت سے
ان کے دونوں ہاتھ چومے اور انہیں صوفے پہ بٹھایا۔

آپ کا پیپر کیسا ہوا؟"اماں کے سامنے وہ پوری کوشش کرتی تھی کہ "آپ""
کہہ کے ہی مخاطب کیا جائے۔
جتنی محبت و والہانہ پن کے ساتھ اپنی اماں سے ان کے متعلق استفسار کیا"
ہے۔اتنی ہی محبت و چاہت کے ساتھ مجھ سے سوال کیا ہوتا تو میں اماں سے
زیادہ محبت کے ساتھ جواب دیتا۔"وہ جو اتنے دنوں بعد یوں اسے سامنے پا
کے پر سکون ہو چکا تھا۔

اس کے مخاطب کرنے پر اپنے مخصوص انداز میں بولتا اسے لمحوں میں
گڑبڑانے پر مجبور کر گیا تھا۔

ہیں؟"اماں کی موجودگی میں ایسی لفظی بے شرمی کے مظاہرے ہر وہ ہونق" ہوئی تھی۔

جبکہ کلثوم میر بیٹے کی شرارت اور بہو کی بوکھلاہٹ دیکھتی زیرِلب مسکرا رہی تھیں۔

اتنی فضول اور بے وجہ باتوں کی بجائے اگر دو لفظوں میں پیپر کے متعلق بتا" دیتے تو زیادہ بہتر تھا۔"کلثوم میر کی مسکراہٹ پہ خجل ہوتی وہ فوراً اپنی گڑبڑاہٹ پہ سپاٹ تاثرات سجائے خشک لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

اب چونکہ یہاں سے اور اس شخص سے دست برداری کا فیصلہ کر لیا تھا تو پھر خود کو اس شخص کے چارم سے بچانا بہت ضروری تھی۔

اس لیے اس نے فوراً تلخی و سرد مہری کا لبادہ اوڑھا تھا۔

میری معذوری کو کیش مت کریں میڈم۔ بہتر ہو گا کہ یہ فاصلہ کم کر کے " اپنے سوال کا جواب پالیں۔ "اس کے گلے میں لٹکتے موتی کو لبوں سے چھونے کی طلب اس قدر زیادہ ہو رہی تھی کہ اس نے دوبارہ اپنا مطالبہ دہرایا تو اتنی فضول ضد پہ اسے اب غصہ آنے لگا تھا۔

میں کپڑے تبدیل کر لوں۔ " بیٹے کے سرکش تاثرات دیکھتی کلثوم میر " نے انہیں پرائیویسی دینے کے لیے قدم ساتھ والے کمرے کے دروازے کی جانب بڑھائے۔

تو ان کے ایک دم سے اٹھنے پر وہ بھی گڑبڑاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ مگر اس سے قبل کے کہ وہ بھی ان کے پیچھے لپکتی تب تک اپنی وہیل چیئر اس کے نزدیک کرتا وہ اس کی کلائی اپنی گرفت میں لیتا رکنے پہ مجبور کر گیا۔

اپنی کلائی پہ پر تپش سی گرفت محسوس کرتی زحلے نے حیرانگی سے پلٹ کر اس کی جانب دیکھا تو اس نے ہولے سے اس کے بازو کو جھٹکا دیا تو وہ لڑکھڑاتی ہوئی اس کی گود میں آن گری۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اس کے کندھے پہ دایاں ہاتھ رکھے جبکہ بایاں ہاتھ اس کے سینے پہ جمائے وہ اس کی اس اچانک حرکت پہ جھٹپٹائی تھی۔

مگر اس کی بات کو مکمل نظر انداز کیے اس نے ایک بازو اس کی کمر کے گرد حائل کیے دوسرا ہاتھ اس کی گردن کے گرد لپٹے دوپٹے کی جانب بڑھایا تو اس سے خائف زحلے کا دل اس کی حرکت کے ماخذ کو جان کر زوروں سے دھڑک اٹھا۔

ذوالنورین پلیز! کوئی بد تمیزی مت کرنا۔"اس کا لمس دوپٹے پہ محسوس" کرتے اس نے ڈوبتے لہجے میں اسے روکنا چاہا مگر اس وقت وہ گویا ہر شے سے بے نیاز ہو چکا تھا۔

اس لمحے اس کا سینے کی چار دیواری میں دھڑکتا دل فقط اس نیلے موتی کا اسیر ہوا پڑا تھا۔

دوپٹے کا ہالہ ختم ہوتے ہی نظر جب اپنے مطلوبہ شکار سے ٹکرائی تو نگاہ میں سرشاری، سکون، راحت و مدہوشی ایک ساتھ اتری تھی۔

اور انہی کیفیات سے بہرہ ور ہوتے اس نے چہرہ جھکاتے ہوئے لب اس موتی پہ رکھے تو زحلے کارواں رواں کانپ اٹھا۔

اسے اس پل اس کا یہ لمس اس موتی پہ نہیں بلکہ اپنے دل کے نہاں خانوں میں اترتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

اور اپنے اس نقصان پہ ششدر ہوتی وہ ایک جھٹکے سے اس کا حصار توڑتی لرزتے قدموں کے ساتھ اس کی گرفت سے نکلی تھی۔

بب۔۔بس! خبردار تم ایسا کچھ نہیں کر سکتے اب۔میرا تمیارا یہ رشتہ "
تمہارے ایگزامز اور اماں کے ٹھیک ہونے تک ہی مشروط تھا۔"اس کی پہنچ
سے کچھ فرلانگ کے فاصلے پہ کھڑی وہ کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولتی ایک
ہاتھ سینے پہ رکھے دوسرے ہاتھ سے اپنی قمیض کو مضبوطی سے جھکڑے
بولے جارہی تھی۔

تمہارے پیپرز بھی ہو چکے ہیں اور اماں بھی ٹھیک ہیں اب اس لیے اب "
ہمارا کوئی وا۔۔واسطہ نہیں ہے۔تم اپنی مرضی اور چاہت سے نگاہ سے واسطہ
بناو یا سامعہ سے۔" بمشکل اپنی بات مکمل کرتی وہ بھاگتے ہوئے ڈریسنگ روم
میں جا گھسی۔

جبکہ کچھ ہی لمحوں کے بعد اسے کمرے میں ایک دھماکے کی آواز آئی جو کہ یقیناً اس مگ کے ٹوٹنے کی آواز تھی جو وہ ان کے آنے پہ میز پہ رکھ کے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

اور مگ کی ٹوٹی ہوئی کرچیوں کو سرخ ہوتی آنکھوں سے دیکھتے ذوالنورین نے پلٹ کے ڈریسنگ روم کے بند دروازے کو دیکھا۔

آخر مجھے کوئی بتائے گا کہ میری بنائی گئی چائے کی قسمت اس قدر خراب کیوں ہے؟" اپنے کمرے کے وسط میں کھڑے رہبان نے کڑی نگاہوں سے واشروم سے بھیگا ہوا چہرہ لے کر نکلتی آبگینے سے استفسار کیا تو اس کی ہنسی چھوٹ گئی۔

جسے بمشکل دباتے ہوئے وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آ کے بیڈ روم چیئر پہ بیٹھ گئی۔

"اب اس میں میرا تو کوئی قصور نہیں ہے۔" کرسی پہ بیٹھنے کے بعد اس نے سکون سے اپنی توجہ اس کی جانب مبذول کی جو ہنوز خفگی بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"قصور؟ بیگم جان، سب سے زیادہ قصور آپ کا ہی ہے۔ پہلے تو اتنے مہینے تم میری محبت سے انحراف کرتی اس چائے کو پینے پہ آمادہ نہ ہوئی۔ اب جب تمہیں مجھ سے محبت ہو۔۔۔۔۔۔۔۔" اس سے فاصلے پہ کھڑا وہ تپے ہوئے لہجے میں بولے جا رہا تھا جب اس نے تیزی سے اس کی بات قطع کی۔

میں تم سے محبت نہیں کرتی ہوں۔"اس نے حسبِ معمول محبت سے بے نیازی برتتے انکار کیا تو وہ جل اٹھا۔

بالکل تم مجھ سے بالکل محبت نہیں کرتی لیکن میرے بغیر نیند نہیں آتی بس" تمہیں۔"اس کے جلتے بھنتے انداز پہ اس نے جھینپتے ہوئے ناک پر سے مکھی اڑاتے اس کی بات کو حسبِ سابق اگنور کیا تھا۔

اوکے تو میں کہہ رہا تھا کہ اب جب تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہوئی ہے" لیکن تمہیں میرے بغیر نیند نہیں آتی اور اسی محبت نہ ہونے کی وجہ سے تم نے میری بنائی چائے کو شرفِ قبولیت بخشنا چاہا تو میری بد تمیز اولاد ظالم سماج بن گئی ہے۔"پریگننسی پریڈ میں بہت سی چیزوں کے ساتھ اسے چائے سے بھی اپنی طبیعت خراب محسوس ہوتی تھی۔

تبھی جب اس نے رہبان کی بنائی چائے پینی چاہی تو طبیعت بگڑنے پر رہبان کی صدمے سے جو حالت ہوئی تھی وہ ابھی تک نارمل نہ ہوئی تھی۔

ویسے اس چائے میں ہے کیا جو تم اسے پلوانے کے لیے اتنے اتاولے ہوئے" ہو؟"محبت ہوئی تھی یا نہیں لیکن ان دونوں کا رشتہ بہت ہی خوبصورت رنگوں اور احساسات سے بھر چکا تھا۔

ان کی آپسی نوک جھونک اور باتیں اس رشتے میں انوکھے رنگ بھر رہی تھیں اور یہ رہبان کی کوشش اور محبت کا ثمر تھا۔

اس میں میں نے تعویز ڈالے ہیں کہ تم میری محبت میں سرتاپا ڈوب جاو۔" جب میں تم سے پیار کروں تو تم میری شدتوں کا جواب دوگنا دو مجھے۔" شرارت سے بولتے ہوئے اس کی آنکھیں چمکنے لگیں تو آبگینے کا چہرہ ان آنکھوں کی حدت سے دہکنے لگا۔

تم اتنے بے ش۔۔۔۔۔۔"شرمگیں لہجے میں اسے ٹوکنا چاہا جب"
دروازے پہ ہونے والی دستک کے ساتھ داود کے دیے گئے پیغام پہ وہ ششدر سی ہو گئی تھی۔

"بھابھی آپ کے بھائی آئے ہیں نیچے۔ماما آپ کو بلا رہی ہیں۔"

طلال؟"اس نے سرگوشی کے سے انداز میں کہتے ہوئے رہبان کی سمت"
دیکھا جو خود خاصا حیران نظر آ رہا تھا۔

ریلیکس!آو نیچے چلتے ہیں۔"اسے تسلی دیتے وہ اسے اپنے ساتھ نیچے لایا تو"
طلال رضا اور حماد گردیزی کے علاوہ بی جان سمیت لاونج میں موجود
پرسکون ماحول میں بات چیت کر رہا تھا۔

جبکہ قریبی میز پہ پڑے شاپنگ بیگز بتا رہے تھے کہ انہیں طلال شاہ اچھے مہمان کی مانند اپنے ساتھ لایا تھا۔

السلام علیکم!" رہبان نے بآواز سلام کرتے ہوئے لاونج میں قدم رکھا تو" طلال کے چہرے کے تاثرات فوراً تبدیل ہوئے لیکن سر جھٹکتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور رہبان کے بڑھائے ہوئے ہاتھ کو تھام لیا۔
اور پھر اس کے پہلو میں کھڑی آبگینے کی جانب بڑھا جو ہنوز قدرے خوفزدہ سی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ٹھیک ہو تم؟" اس کو ساتھ لگاتے اس نے نرمی بھری سنجیدگی سے استفسار" کیا تو بھائے کے اس التفات پہ اس کی پلکیں بھیگ گئیں۔

میں ٹھیک ہوں۔اماں سائیں اور بابا سائیں کیسے ہیں؟"اس کے ساتھ ہی"
صوفے پہ براجمان ہوتے وہ مدہم لہجے میں بولی تھی۔
مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتا حسبِ معمول وہ سارے اونچی
آوازوں میں بولتے ہوئے لاونج میں داخل ہوئے تھے۔

میں بتا رہی ہوں کہ آج کے بعد میں اس قدر گرمی میں تم لوگوں کا انتظار"
نہیں کروں گی۔"زور سے بولتی وہ آگے بڑھی جب صوفے پہ آبگینے کے
ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھ کر اس کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔

آپ کو مجھ سے جو بھی بات کرنی ہے وہ میرے گھر آ کے کریں۔آپ کی"
بہن کا گھر ہے وہ۔لیکن آپ کو شاید لڑکیوں کو بیچ راستے روک کر باتیں
بگھارنا زیادہ پسند ہے اور پھر اپنے والد کی مرضی کے مطابق ان لڑکیوں کے

ذریعے اپنے انتقام لینے کا بھی۔"اپنے ہی کہے گئے الفاظ اس کی سماعتوں میں گونجتے اس کا منہ چڑا رہے تھے۔

رک کیوں گئی؟آگے آو یہ تمہاری بھابھی کا بھائی ہے،طلال۔"بی جان نے" اسے رکتے دیکھا تو وہیں سے پکارا۔

جبکہ بی جان کی پکار پہ اس نے نظر گھما کے اس کی جانب دیکھا۔

تو دونوں کی نگاہیں بڑی سرعت کے ساتھ ایک دوسرے سے جا ٹکرائیں۔

اس نے بڑی سرعت سے اپنی نگاہیں اس کی نگاہوں سے چرائیں۔

اس کا شدت سے دل چاہا کہ وہ واپس پلٹ جائے لیکن پھر سب کی توجہ خود پہ مرکوز پا کر وہ ان سب کے سوالات سے بچنے کے لیے دھیرے دھیرے قدم اٹھانے لگی۔

دریہ! یہ تمہارا لیچڑ ہیرو تو گھر تک آ گیا ہے۔"اس کے پیچھے چلتی زمل نے" مدہم آواز میں سرگوشی کی تو وہ دبی دبی آواز میں غرائی۔

بکواس بند کرو اپنی۔"اسے اچھے سے لتاڑ کے وہ ان لوگوں کے نزدیک" پہنچی اور سپاٹ انداز میں سلام کر کے بی جان کے پاس بیٹھ گئی۔

اتنے غصے میں کیوں ہو آج؟"اس کے چہرے کے زاویے بغور ملاحظہ" کرتے رہبان نے استفسار کیا تو وہ جیسے پھٹ پڑی۔

یہ سارا زمل اور داود کا قصور ہے، نجانے چھٹی ٹائم کے وقت کون سی" دوستیاں نبھانے اندر کھڑے ہو جاتے ہیں جبکہ میں باہر دھوپ میں سڑھ کے کوئلہ بن جاتی ہوں۔"خفگی سے بولتے ہوئے اس نے ان دونوں کی

شکایت لگائی جبکہ رہبان کے ساتھ بیٹھے طلال کی نگاہیں بہت دلچسپی سے اس کے دھوپ اور غصے کی شدت سے سرخ ہوئے چہرے اور مسلسل حرکت کرتے ہونٹوں کو دیکھ رہا تھا۔

"دھوپ کو الزام دینے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ تم آلریڈی جلتا بھنتا کباب بن چکی ہو۔" داود نے اس کی دہائی سن کے فوراً جواب دیا تو وہ بلبلا اٹھی۔
لیکن سامنے بیٹھے طلال کی موجودگی کے باعث اپنے ہاتھوں اور زبان کو بمشکل بریک لگائی۔

"فضول باتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دریہ اگر آج کے بعد یہ تمہیں لیٹ کریں تو گاڑی کی چابی لے کر نکل آیا کرنا۔" رہبان نے بہت سنجیدگی کے ساتھ اسے مشورہ دیا تو اس کا چہرہ ایک دم سے کھل اٹھا۔
اس پہ گاہے بگاہے نظریں ڈالتا طلال ان بدلتے رنگوں کو بغور پرکھ رہا تھا۔

کھانا لگ گیا ہے۔ تم لوگ جلدی سے فریش ہو کے آؤ اور آپ آو بیٹا۔"""

سائرہ بیگم کی اچانک آمد پہ باتوں کا سلسلہ ایک دم سے تھما تھا۔

جبکہ کھانا لگنے کا سن کے ان کی بھوک ایک دم سے چمک اٹھی تھی تبھی بنا کسی تگ ودو کے اپنی جگہیں چھوڑیں۔

نہیں آنٹی! کھانا نہیں کھاوں گا میں۔ آبگینے سے ملنے آیا تھا۔ بہت شکریہ" آپ کا۔" کھانے کا سن کے اس نے فوراً سنجیدگی سے معذرت کی اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

تم پہلی دفعہ ہمارے گھر آئے ہو۔ اس طرح بنا کچھ کھائے گئے تو تمہاری" بہن اور بھانجے کو گلٹی فیل ہو گا۔" اس کے اٹھنے پہ رہبان بھی اس کے ساتھ ہی کھڑے ہوتے ہوئے اس سے بھی دوگنا زیادہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

تو طلال کے آبگینے کی جانب دیکھنے پر اس نے خجل سا ہوتے ہوئے دوپٹہ اپنے وجود کے گرد مزید پھیلاتے ہوئے اپنی فطری ہڑبڑاہٹ چھپانے کی کوشش کی۔

پھر نجانے ایک دفعہ پھر سے اُس جنگلی بلی کو دیکھنے کی طلب تھی یا واقعی بہن اور ہونے والے بھانجے کی ناراضگی کا احساس تھا۔ وہ رہبان کی معیت میں کھانے کی میز تک پہنچ گیا۔

کھانا انتہائی پر سکون ماحول میں کھاتے ہوئے اس کی نگاہیں گاہے بگاہے اپنے کزنز اور بہن بھائیوں کے ساتھ الجھتی دریہ پر بھی جا رہی تھیں۔

کیا اب تم سے بات کرنے کی اجازت مل سکتی ہے۔ اب تو تمہارے گھر میں" کھڑا ہوں۔" پورچ میں رہبان کے ساتھ کھڑے طلال نے جب پتھریلی

روش پہ چلتی دریہ کو عقیدت بیگم کی طرف جانے کے لیے گیٹ کی جانب بڑھتے دیکھا تو بے اختیار اسے پکار بیٹھا۔

اس کی اس بے اختیاری پہ جہاں دریہ نے اچنبھے سے پلٹ کے اس کی طرف دیکھا وہیں اس کے ساتھ کھڑا رہبان غصے سے اس کی جانب پلٹا۔

اور ان کی جانب آتی آبگینے اس جرات پہ جیسے تھرا اٹھی۔

اس جرات کا ماخذ جان سکتا ہوں طلال شاہ؟" رہبان کا خشک لہجہ وہاں موجود دونوں لڑکیوں کا خون خشک کر گیا۔

جبکہ وہ نہایت پر سکون انداز میں گویا ہوا۔

کچھ دن قبل ہماری حویلی میں ہونے والے حادثے کی بدولت تمہاری بہن میری جانب سے غلط فہمی کا شکار ہو چکی ہے۔ میں وہ دور کرنا چاہتا ہوں۔"

اس کے اس بظاہر سادگی بھرے انداز پہ دریہ کا دل چاہا وہ اس شخص کا منہ تھپڑوں سے لال کر دے۔

جبکہ رہبان کا چہرہ مارے ضبط کے سرخ اور آبگینے کا چہرہ کسی انہونی کے خیال سے سفید پڑتا جا رہا تھا۔

اور میری بہن سے تمہارا کیا رشتہ ہے جو اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے" تم نے اتنا کشٹ اٹھایا؟ اس بہن کے گھر چلے آئے جس کا گھر تم اجاڑنا چاہتے تھے۔" اس کا لہجہ ناچاہتے ہوئے بھی تیز جبکہ الفاظ دو دھاری تلوار کی مانند ہو رہے تھے۔

کیونکہ میں پسند کرتا ہوں تمہاری بہن کو۔" انکشاف اس قدر اچانک اور گہرا" ہوا تھا کہ رہبان کا ہاتھ بے ساختہ اٹھا اور اس کے جبڑے پہ گہرا نشان چھوڑ گیا۔

دوسری جانب اس انکشاف پہ جہاں دریہ سن ہو چکی تھی وہیں آبگینے کو ٹھنڈے پسینے آنے لگے تھے۔

تم جانتے ہو کہ کیا بکواس کر رہے ہو اور کس کے سامنے کر رہے ہو؟"اس" کے گریبان کو دونوں ہاتھوں سے تھامے وہ دبی دبی آواز میں غرایا تو آبگینے ایک دم سے جیسے ہوش میں آئی تھی۔

رہبان پلیز! بھائی کو چھوڑیں۔"تیزی سے اس کی جانب بڑھتی وہ دونوں" ہاتھ اس کے سینے پہ رکھتی اسے طلال سے دور دھکیل گئی تھی۔
جبکہ اس کے اس عمل پہ رہبان نے ہولے سے گھور کے اسے دیکھا لیکن وہ فی الوقت اپنے بھائی کی جانب متوجہ تھی۔

میں یہ سب اس لیے آرام سے سہہ گیا ہوں کیونکہ ایسا وار میری جانب سے" بھی تم پہ کیا گیا تھا۔ مگر میری بات پہ اپنی انا کو حاوی کرنے کی ضرورت نہیں

ہے۔بنا محبت کے اپنا نام لگ جانے کی صورت میں تم نے ڈنکے کی چوٹ پہ ہم سے ہماری بہن چھینی تھی۔۔۔۔۔۔" بات کرتے کرتے وہ ایک دم سے رکا تو اس کے لفظ 'محبت' پہ رہبان کا دل جیسے پھڑک اٹھا۔

لیکن طلال نے فوراً ہاتھ اٹھا کے اسے روکا۔

کرتے ہو گے اب تم محبت یا عشق لیکن اُس وقت بات صرف نام کی تھی" جبکہ میں تمہاری بہن کو پسند کرتا ہوں اس لیے کسی چور دروازے یا خاندانی سیاست وداو کھیلنے کی بجائے تم سے ڈائریکٹ اپنی خواہش کا اظہار کر رہا ہوں۔" انکشافات کی زد میں ہنڈولتی دریہ نے جب اپنی ٹانگوں کو بے جان ہوتا محسوس کیا تو وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھتی پھٹی پھٹی آنکھوں سے اُن سالے بہنوئی کو تک رہی تھی۔

اور میں جیسے تمہاری یہ خواہش خوشی خوشی پوری کر دوں گا۔ جاو یہاں سے "
اپنا راستہ ناپو لڑکے۔ "اسے گھورتے ہوئے اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں
بولتے ہوئے گیٹ کی جانب اشارہ کیا تھا۔

بی ہیور ہبان! یہ بات مت بھولو کہ وہ مہمان ہے اور سب سے بڑھ کر "
آبگینے کا بھائی ہے۔ "رضا گردیزی صاحب کی باوقار اس قدر اچانک گونجی
تھی کہ وہ سب بیک وقت چونک کہ ان کی جانب مڑے تھے۔
جو وہیں روش پہ ہق دق بیٹھی دریہ کو بازووں کے حلقے میں لیتے کھڑا کر رہے
تھے۔

تم نے اپنی خواہش کا اظہار کیا جو کہ ہم نے سن لیا۔ لیکن بہتر زیادہ یہی رہے "
گا کہ تم اپنی یہ خواہش اپنے گھر کے کسی بڑے کے ہمراہ آ کے کرو تا کہ ہمیں

ہر طرح کا ممکنہ جواب دینے میں آسانی ہو سکے۔"اس کی تدبر سے بھرپور آواز پہ طلال کے کشیدہ اعصاب قدرے پر سکون ہوئے تھے۔

جبکہ رہبان نے ناراضگی سے باپ کی جانب دیکھا جواب ایک بازو میں دریہ کو لیے دوسرے ہاتھ سے اس کے ساتھ مصافحہ کر رہے تھے۔

جو ہاتھ تو بظاہر گردیزی صاحب سے ملا رہا تھا لیکن نگاہیں اُس کی ان کے بازو میں سمٹی کھڑی دریہ پہ مرکوز تھیں۔

اس سے زیادہ بھی گھوروگے تب بھی فائدہ نہیں ہوگا اس لیے بہتر یہی ہوگا" کہ اپنی نظریں جھکالو۔ پھر نہ کہنا کہ پولیس والے نے لحاظ نہیں کیا۔"اس کی حرکات و سکنات کو ملاحظہ کرتے رہبان کی بھنائی آواز ابھری تو اب کی بار بھائی سے ملتی آبگینے نے گھور کے اسے دیکھا۔

جو طلال سے بادل نخواستہ ہاتھ ملاتا اسے رخصت کر رہا تھا۔

ویسے آج مجھے یقین ہو گیا کہ میکے والے سامنے آنے پہ بیویاں یونہی"
شوہروں پہ ظلم ڈھاتی ہیں۔"طلال کے رخصت ہوتے ہی وہ آبگینے کی جانب
مڑا جو ہنوز اس کو کڑی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

فی الحال مجھ سے بات کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"تڑخ کے اسے"
جواب دینے کے بعد وہ دریہ اور گردیزی صاحب کی جانب بڑھی جو واپس
اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔
جبکہ وہ سالے کے بعد بیوی کے تیور ملاحظہ کرتا پر سوچ نگاہوں سے صدر
دروازے کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں سے وہ تینوں اندر غائب ہوئے تھے۔

بوجھل قدموں کے ساتھ 'ملک منزل' کا گیٹ پار کرنے کے بعد وہ اندر کی جانب بڑھا جہاں آمنہ بیگم احسن صاحب اور زونیہ بیگم کے ہمراہ بیٹھی چائے پی رہی تھیں۔

ان سے ملنے ملانے کے بعد وہ کوئی بھی مروت و تکلف نبھائے بغیر شہرے کے متعلق استفسار کرنے لگا۔

کیونکہ 'ملک ہاوس' میں داخل ہوتے ہی اسے ثمرین بیگم نے شہرے کے متعلق آگاہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے منتظر ہونے کا بھی بتا دیا تھا۔

اور وہ اپنی زندگی کے اسی لمحے سے خائف تھا جب اسے شہرے کو اس سب سے آگہی دینا تھی۔

زونیہ بیگم کے جواب دینے پہ وہ گہری سانس حلق سے خارج کرتا ہوا سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔

اس کے مضبوط قدموں کی منزل اس کے کمرہ تھا جس میں وہ گزشتہ کچھ گھنٹوں سے مقید تھی۔

ہولے سے مقفل دروازے پہ دباو ڈالتے ہوئے اس نے دروازہ وا کیا تو اندھیرے میں ڈوبے کمرے نے اس کا استقبال کیا جسے دیکھ کر نجانے کیوں دل کی گھٹن مزید بڑھ گئی تھی۔

چند قدم آگے بڑھ کے اس نے دیوار پہ ہاتھ مارتے ہوئے سوئچ آن کیے تو کمرہ یکایک روشنیوں سے نکھر گیا۔

روشنیوں نے آشنائی حاصل ہوتے ہی اس نے اضطرابی نگاہ کمرے میں دوڑائی تو نظر صوفے کے ساتھ پشت ٹکائے فلور کشن پہ گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی شہرے پہ پڑی تھی۔

جس کی کمر پہ بکھرے بال دیکھ کر اس کی گردن میں ایک گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

وہ آگے بڑھا اور اس کے نزدیک وہیں ایک ٹانگ فولڈ کر کے نیچے بیٹھتے ہوئے اس کے بالوں کو نرمی سے اپنے ہاتھ سے سہلایا۔

"وہ جو پچھلے کچھ گھنٹوں سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی اس کے شہرے! آنے کی منتظر تھی۔

اس کی مانوس خوشبو اور قدموں کی آہٹ پہ نجانے کیوں چاہتے ہوئے بھی وہ خود میں حرکت کرنے کی ہمت نہ جتا پائی تھی۔

لیکن پھر اچانک اس کی مضبوط انگلیوں کا لمس بالوں میں سرکتا ہوا ایک عجب سا طوفان دل میں اٹھا گیا۔

ایک جھٹکے سے گھٹنوں سے سر اٹھا کے اس کی جانب نگاہ اٹھائی تو سرخ متورم سوجی ہوئی آنکھیں ضرغام کے دل میں ایک تہلکہ سا مچا گئیں۔

بے ساختہ اس نے دوسرا ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کی آنکھوں کے سوجے ہوئے پپوٹوں کو چھونا چاہا تو اس نے ایک جھٹکے سے چہرہ پیچھے کیا۔

مجھے چھونے سے پہلے میرے ایک سوال کا جواب دیں۔"رونے کی شدت"
سے قدرے بیٹھی ہوئی آواز میں اس نے جب کہا تو لہجے کی سرد تاثیر نے
کمرے کی فضا کو گھٹن زدہ سا کر دیا۔

آپ کون ہیں؟"اس نے اپنا سوال کچھ اس انداز میں اس کے سامنے پیش"
کیا تھا کہ اس کی جانب بڑھا ہوا ضرغام کا ہاتھ بے جان سا ہوتا واپس اس کے
پہلو میں گر گیا۔

بتائیں نا کون ہیں آپ؟"نگاہ کے ضرہیں یا شہرے کے سرخ سکارف کو"
ایک ان کہی یاد رکھنے والے ضرغام ہیں آپ؟"اس کی سرخ آنکھوں کے
گوشے ایک دفعہ پھر سے بھیگنے لگے تو اس نے اس کی مزاحمت رد کرتے
ہوئے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھاما اور والہانہ انداز میں اس کی نم

آنکھوں پہ لب رکھتے ہوئے ان آنکھوں میں اٹکے ہوئے نمکین پانیوں کو اپنے لبوں سے چن لیا۔

حملہ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ وہ اپنے بچاو کی تدبیر بھی نہ کر سکی اور نرم گرم لبوں کی حدت نم پلکوں کو بوجھل کر گئی۔

جس جگہ پہ میری اور نگاہ کی تصاویر دیکھ کر مجھ سے بدظن ہوئی تھی اس" جگہ پہ تب ہی اس سرخ سکارف کو اور ہیئر کلپس کو دیکھ لیتی تو شاید ایسی فصیلیں ہمارے ارد گرد نہ اگتی۔"اس کی تپتی پیشانی کے ساتھ اپنی پیشانی ٹکائے وہ بھاری لہجے میں گویا ہوا تو اس کے دل میں جوار سا پھٹنے لگا تھا۔

میری اذیتوں کا جواب وہ کپڑے کا ایک ٹکڑا اور میٹل کے چند کلپس نہیں ہو" سکتے ضرغام ملک۔"دونوں ہاتھ اس کے سینے پہ بمشکل جماتی وہ اسے خود سے

دورد ھکیلتی یکلخت بلند آواز میں غرائی تو اس نے اپنی سلگتی آنکھیں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا۔

جو گہری سانسیں لیتی اس کی جانب خاصی کاٹ دار نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

کیسا جواب چاہیے آپ کو اپنی اذیتوں کا؟"اس کی جانب دیکھتے ہوئے اس کا" لہجہ اب کی بار بے پناہ سنجیدگی سمیٹ لایا تھا۔

کیونکہ وہ سمجھ چکا تھا کہ وہ مفاہمت کی حد سے نکل چکی ہے۔

کیا آپ ایسے کسی سوال کے مجاز ہیں؟"اگر اس کا لہجہ سنجیدگی سے بھرپور" تھا تو اس کا لہجہ تلخی سے لبریز تھا۔

آپ کسی سوال کے مجاز نہیں ہیں بلکہ آپ جو کچھ کر چکے ہیں، آپ کو" سوالات سے نہیں اپنے جوابات سے غرض ہونی چاہیے۔"اس کی کہی بات

نے آگ ایسی دل میں لگائی تھی کہ جسے وہ اپنے لفظوں کی کاٹ سے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میرے جوابات سن پائیں گی؟ "

اس کے لہجے میں نجانے کیا تھا کہ پل بھر کے لیے اس نے بوجھل پلکیں اٹھا کے اس کی سمت دیکھا تو نظروں کے اس ٹکراو پہ جانے کیا کچھ یاد آیا تھا۔

آپ کے اتنے روپ دیکھ چکی ہوں کہ اب سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں۔"اگر تکلیف میں ضرغام تھا تو کم اذیت میں وہ بھی نہ تھی۔

بلکہ اس کی اذیت اس سے قدرے زیادہ تھی کہ 'ان چاہے' ہونے کے احساس کے بعد 'من چاہا' ہونے کا احساس اس قدر واشگاف انداز میں ہوا تھا کہ سب کچھ توڑ پھوڑ کے رکھ گیا۔

اس کے چہرے سے اس کے اٹل ارادوں کا اندازہ لگاتا وہ گہری سانس بھرتا ہوا آہستگی سے بولنے لگا۔

اور پھر جیسے جیسے وہ بولتا چلا گیا ویسے ویسے بہت سے رازوں سے اٹھتے پردے شہرے کی رنگت فق کیے جا رہے تھے۔

نگاہوں میں بیک وقت بہت سے منظر جھلملا رہے تھے جو سانسوں میں گھٹن کا باعث بن رہے تھے.

ج۔۔ جھوٹ بول رہے ہیں نا آپ سب ؟"لرزتے ہونٹوں کے ساتھ" کانپتے ہوئے الفاظ نکلے تو ضرغام نے سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کی جانب دیکھنے لگا جو بہت قابلِ ترحم لگ رہی تھی۔

جو گزرا ہے وہ ایک بھیانک جھوٹ تھا۔اب جو ہے وہی اٹل حقیقت ہے" شہرے۔"اس کے ہاتھ اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیتا وہ گہرے لہجے میں بولا تو وہ جیسے پھٹ پڑی۔

وہ بھیانک جھوٹ نہیں تھا بلکہ بھیانک جھوٹ اب آپ مجھے سنا رہے ہیں۔ کیسی محبت تھی یہ آپ کی جس نے بھرے مجمعے میں آپ کو مجھ سے انحراف کرنے پہ مجبور کر دیا۔"اس کے ہاتھ بری طرح سے جھٹکتی وہ بلند آواز میں چلائی تھی۔

اور نگاہ کے ساتھ نکاح میں گزارے وہ ماہ وسال، اسے کیسے آپ جھوٹ اور" فریب کا نام دے سکتے ہیں؟"اس کے اندر اس وقت جیسے آتش فشاں بھڑک رہا تھا جو سب تہس نہس کرنے کو بے تاب تھا۔

اور اسی آتش فشاں کو اسے بڑے تحمل سے ٹھنڈا کرنا تھا۔

شہرے میں خود کو اس سب سے مکمل طور پہ بری الذمہ نہیں قرار دے رہا" لیکن ہر ایک عمل کے پیچھے کی وجہ آپ کو بتا چکا ہوں۔ بعض دفعہ جو چیزیں رگِ جان سے بھی زیادہ عزیز تر ہوتی ہیں ان کی حفاظت کے لیے انہیں رگوں سے دور کرنا پڑتا ہے۔ بس یہی میری محبت کا خلاصہ رہا ہے گزرے ماہ وسال میں۔"ایک بار پھر سے اس کے نزدیک ہوتا وہ پر تاسف سے انداز میں بولا تھا۔

یہ کیسی محبت تھی آپ کی، جس کا مجھے کبھی احساس نہ ہوا اور وہ کوئی خوشی" دینے کی بجائے اذیت کا شکار کرتی رہی۔ میں نے زندگی میں سب سے زیادہ آپ کو ایڈمائر کیا تھا اور آپ کی اس محبت اور قربانی نے اس رشتے کو اتنا زنگ آلود کر دیا تھا کہ میں آپ سے ہی نفرت کرنے لگے تھی۔" زار و قطار روتے ہوئے وہ بولتی اس سے فاصلہ بڑھانے کی کوشش میں تھی۔

آپ کی زندگی اور عزت کی حفاظت اس قدر عزیز تھی کہ آپ کی نفرت" بھی قبول تھی مجھے۔" گھمبیر لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے نازک وجود کو اس کی تمام تر بدگمانیوں اور مزاحمت سمیت اپنے بازوؤں میں سمیٹتا چلا گیا۔

بے اثر ہے آپ کی یہ ساری لفاظی۔ چھوڑیں مجھے۔" بری طرح چیختے" ہوئے وہ چلائی تھی جبکہ بلند آواز میں آنسوؤں کی تاثیر بہت زیادہ تھی۔

مگر دوسری جانب وہ اب ساری باتیں اس کے سامنے مکمل طور پہ کھول کر رکھنے کے بعد اب اپنے لفظوں کی بجائے اپنے جذبات کا سہارا لینا چاہتا تھا تبھی گرفت ہر گز ڈھیلی نہ کی۔

میری آنکھوں کی زبان بھی آپ کبھی نہ سمجھ سکی، میرے لفظ بھی بے اثر" لگ رہے ہیں تو اب میرے جذبات کی شدت کو سمجھنے کی کوشش ضرور کریں۔" جذبات کی شدت سے بوجھل ہوتے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنے بازوؤں کا دباو بڑھاتے ہوئے اپنے اور اس کے درمیان آزار بنتے اس فاصلے کو فوراً ختم کیا۔

اور پھر اس کے کسی بھی بچاو اور تدبیر سے قبل اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پہ جھکا اور تشنگی سے بھرپور لب اس کے رخساروں پہ جماتے ہوئے ان نمکین پانیوں کا ذائقہ چننے لگا۔

جبکہ دوسری جانب اس کا وجود گویا اس پر تپش لمس کی شدت وحدت سے دہکنے لگا۔ وہ اس مقام پر ایسی سچویشن میں اس کی جانب سے ایسے کسی بے باک مظاہرے کی توقع نہ رکھتی تھی۔

تبھی جب اس کے رخسار کو چھوتے لب ٹھوڑی سے ہوتے ہوئے صراحی دار گردن کی حدود کو چھونے لگے تو وہ تھرا اٹھی۔

"گردن پہ سرکتے وہ بے لگام لب اس پ۔۔ پیچھے ہٹیں۔ خدا کے لیے۔" کی دھڑکنوں کی ترتیب کو منتشر کر رہے تھے۔

"ایک مخمور اسی خدا نے مجھے آپ کے اس قدر قریب ہونے کا حق دیا ہے۔" نظر اس کے سرخ چہرے اور گردن پہ ڈالتے ہوئے وہ جھکا اور اس کی گردن کے بائیں جانب اپنی شدتوں کے نشان چھوڑنے لگا۔

اُس۔۔اس نے آپ کو یہ ح۔۔ حق نہیں دیا کہ آپ اتنی اذیت دینے کے بعد م۔۔مجھے یوں ہراس کریں۔"اس کا یہ روپ اسے ہراساں کر رہا تھا تبھی لفظ ٹوٹ ٹوٹ کے لبوں سے نکلے تھے۔

"میری محبت کو ایسے الفاظ سے شرمندہ نہیں کریں شہرے۔ میں نے بہت سال آپ کے ہجر میں کاٹے ہیں۔ پھر جب میں آپ کو پانے کی مکمل امید چھوڑ چکا تھا تو آپ مجھے میری دعاوں کا ثمر بن کے ملی ہو لیکن کچھ وعدوں کی ڈوریں پاوں سے یوں بندھی ہوئی تھیں کہ چاہ کے بھی اس محبت کو محسوس نہ کروا پایا۔"اس کے لفظوں نے دل کو یوں کچوکے لگائے تھے اس کی آواز دکھ کی شدت سے بھاری ہونے لگی تھی۔

"اب آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ کے یوں سب کچھ کہہ دینے سے سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے یا ہو جائے گا؟"انجانے میں ہی دونوں ہاتھ اس کے سینے پہ

رکھے وہ آرزدہ سے لہجے میں گویا ہوئی تو ضرغام نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

سب کچھ اُسی دن ٹھیک ہو گیا تھا شہرے جب آپ کے دل پہ میری محبت" نے قدم جمایا تھا۔"اس کے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہے گئے الفاظ نے جیسے اس کی بانہوں میں مقید شہرے کے پیروں تلے سے زمین کھینچ نکالی تھی۔

م۔محبت؟ کیسی محبت؟ دور ہٹیں مجھ سے؟اور خبردار ایسی کوئی بات کی" آپ نے۔ نفرت ہے مجھے آپ کے ہر روپ سے۔"اس کی بات کی سختی سے مخالفت کرتی وہ شدت سے منافی ہوئی تھی۔

اور مجھے اس نفرت میں چھپی محبت سے عشق ہے۔"محبت ودل نوازی سے" چور لہجے میں بولتے ہوئے اس نے جھک کے اس کی ٹھوڑی پہ عقیدت

بھرے انداز میں بوسہ دیا تو اس کے لبوں سے بے ساختہ ایک سسکی سی نمودار ہوئی تھی۔

جبکہ اس کے ایسے دلپزیر الفاظ دل پہ جیسے ٹھنڈی پھوار سی برسانے لگے تھے مگر ابھی دل میں چھپی کسک ختم نہ ہوئی تھی۔

پ۔۔پلیز نہیں کریں۔آپ کیوں بار بار بھول جاتے ہیں کہ آپ ضرچاچو" تھے۔یوں قریب مت آیا کریں۔"اس کی اس قدر قربت اس کے حواسوں پہ ہمیشہ کی طرح بھاری پڑی تھی۔

اس پہ مستزاد 'نگاہ' نامی خلش اس قربت کو مزید بھاری کر رہی تھی۔

آپ کیوں بار بار بھول جاتی ہو کہ میرا آپ سے ایک اٹوٹ رشتہ بندھ چکا" ہے۔"دائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے اس کے نچلے لب کو سہلاتے ہوئے وہ

گھمبیر لہجے میں بولا تو اس نے فوراً چہرے کا رخ موڑتے ہوئے اس کی حرکت میں خلل ڈالا۔

اٹوٹ رشتہ تو نگاہ کے ساتھ بھی بندھا تھا۔" سینے میں اٹکی پھانس نے بالآخر " اپنا آپ دکھایا تھا۔

اس رشتے کی حقیقت آپ کو بتا چکا ہوں۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس " نے اپنی دائیں ہاتھ کی مضبوط انگلیاں اس کے چہرے پہ ٹریس کرنے کے لیے آزادانہ چھوڑ دیں تو وہ اس شخص کی سرکشی پہ الجھنے لگی تھی۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اتنے سال آپ کے ساتھ نکاح میں رہی ہے " اور 'مسز ضرغام ملک' کے نام سے پہچانی جاتی رہی ہے۔" اس نے وہ سب کہا جو اس سے رشتہ بندھتے ہی اس کے اندر تباہی مچائے ہوئے تھا۔

اسے جس کے نام سے پہچانے جانے کی چاہ تھی اس تک پہنچنے کے لیے اسے" میرے نام کے وقتی سہارے کی ضرورت تھی۔"اس کو نگاہوں کی زد میں رکھے وہ ہنوز اسی انداز میں گویا ہوا تو اس کے ایسے انداز پہ اس کے اندر غضب کی سرکشی جاگنے لگی تھی۔

تو اس سارے کھیل میں میرا کیا؟ پہلے بڑے دادا پھر آپ سب نے عزت" اور زندگی کی حفاظت کے نام پہ اپنے اپنے داؤ کھیلے مگر اس کے باوجود آپ کی زندگی میں تب شامل ہوئی جب عزت کے لالے پڑے ہوئے تھے۔"اس کی گرفت سے ایک جھٹکے کے ساتھ خود کو چھڑواتی وہ فاصلے پہ ہوتی گویا ہوئی تو اس نے لپک کے اس کا بازو پکڑ کے اپنی طرف کھینچا تو وہ لچکیلی ڈال کی مانند اس کی آغوش میں آن گری۔

جو برا تھا اس کو یاد رکھے ہوئے ہیں، جو اچھا اور خوش آئند ہے اسے کیوں" فراموش کر بیٹھی ہیں؟ میں اپنے کسی عمل کو جسٹیفائی نہیں کر رہا نہ میں یہ کہتا کہ جو ہوا اس میں میری کوئی غلطی نہیں تھی۔ میں بندہ بشر ہوں اور غلطی کرنا میری خصلت میں شامل ہے لیکن آپ سے محبت بھی میری دھڑکنوں کا تقاضا ہے۔ جب ڈیڈ نے آپ سے شادی کرنے سے انکار کیا تھا تب میری دل پہ لگنے والی وہ پہلی چوٹ اس قدر گہری تھی کہ مجھے اس محبت کو سلانے میں خود کی ذات کو فراموش کرنا پڑا تھا لیکن میں اس بات پہ اپنی ذات پہ کوئی کمپرومائز نہ کر پایا تھا جب آپ کی ایک جھلک مجھے دنیا کی ہر شے سے بیگانہ کر دیا کرتی تھی۔" اسے بانہوں میں سمیٹے وہ نرم لہجے میں بیتے دنوں کی کسک لیے بول رہا تھا۔

اور وہ ان ان موقعوں کو یاد کرنے لگی جب جب اسے لگتا تھا کہ وہ اسے دیکھ کے منہ پھیر لیتا ہے لیکن اصل حقیقت اسے اب معلوم ہو رہی تھی۔

اس حقیقت سے نظریں چرائے اس نے بنا کہے اس کی آغوش سے نکلنا چاہا تھا تو اس نے گھیرا مزید تنگ کرتے ہوئے چہرہ اس کے بالوں میں چھپاتے ہوئے گہری سانس بھری تو وہ کانپ کے رہ گئی۔

مجھے وہ شہرے لوٹا دیں جو کبھی میری دیوانی ہوا کرتی تھی۔"اس کے بالوں" کو لبوں سے چھوتا وہ اپنی سانسوں کو معطر کرتے ہوئے التجائیہ انداز میں بولا تو اس کا وجود جیسے دہک اٹھا تھا۔

اسے اس لمحے گزشتہ کچھ عرصے کی اذیت بھاپ بن کے اڑتی محسوس ہوئی تھی۔ کیونکہ جو کچھ اسے ان سب کی زبانی معلوم ہوا تھا اسے اس سے معلوم ہو چکا تھا کہ ان پانچوں نے جتنی تکالیف برداشت کی ہیں ایسے میں اسے اپنی ازیت ہیچ لگنے لگی تھی۔

وہ دیوانگی آپ کے لیے نہیں بلکہ ضرغام چاچ۔۔۔۔"اپنی سوچوں کو"
جھٹکتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہنا چاہا جب اس کے بالوں سے کھیلتے
ضرغام نے بایاں ہاتھ اس کے بالوں میں پھنساتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر کو
اٹھائے اس پہ جھکتے ہوئے اس کے گلابی ہونٹوں سے نکلتے الفاظ کو کچھ اس
جارحانہ انداز میں خود میں سمیٹا تھا کہ وہ اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں دبوچتی
رہ گئی۔
اس کے بے تاب لمس کی شدتوں سے بے حال ہوتی شہرے کے اعصاب
معطل ہونے لگے تھے۔

اسے واقعی احساس ہوا تھا کہ وہ اپنے الفاظ کی بجائے اب اپنے جذبات کے
ایسے اظہار سے اسے ہر بات ہر شے باور کروانا چاہتا تھا۔
لمس کی شدت اور قربت اس قدر جان لیوا تھی کہ اس کی آنکھیں بھیگنے لگی
تھیں جبکہ وجود جیسے بے جان ہونے کو تھا۔ بمشکل اپنے بکھرتے اعصاب کو

یکجا کرتے ہوئے اس نے اس کی شرٹ کو زور سے کھینچتے ہوئے اس کی بے خودی پہ بندھ باندھنا چاہا تھا۔

اور وہ شاید اس بے خودی کے سمندر میں ڈوبتا اس کی سانسیں مدہم کر جاتا جب اپنے چہرے پہ محسوس ہوتی نمی کو دیکھ کر وہ اس کے ہونٹوں کو آزادی بخشتا ہوا سیدھا ہوا تو وہ بھیگے کپکپاتے ہونٹ لیے گہری سانس بھرتی سر اس کے سینے پر ٹکا گئی تھی۔

اس کے اس انداز پہ زیرِ لب مسکراتے ہوئے اس نے ٹھوڑی اس کے اپنے سینے پہ ٹکے سر پہ جمائی اور ہولے سے بڑبڑایا۔

"آئم سوری شہرے، آئم رئیلی سوری جانم!" اس کی بڑبڑاہٹ اس کے سینے سے لگی شہرے کی دھڑکنیں سست کر گئی اور اس لمحے ہر شے کو مکمل طور پہ

فراموش کرتی شہرے کو اس بلا کی قیامت خیز قربت اور کمرے کی تنہائی کا احساس ہوا تھا۔

بجتے ہوئے الارم کو بند کرنے کے بعد اس نے کسلمندی کے ساتھ اپنے پہلو میں نگاہ ڈالی تو حسبِ معمول کلثوم میر نماز کے لیے اٹھ چکی تھیں۔

وہ بھی خود پہ چھائی بیزاری کو چھپائے اٹھی اور واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

فجر کی نماز ادا کرنے اور تلاوتِ قرآن پاک کے بعد چند منٹ کلثوم میر کی تلاوت سننے کے بعد وہ حسبِ سابق ان کے لیے چائے بنانے کے لیے اس ملحقہ دروازے کی جانب بڑھی تو جانے کیوں دل کی دھڑکن بڑھ گئی تھی۔

اس دن کی تلخ کلامی کے بعد وہ جتنا ہو سکتا تھا اس کا اکیلے سامنا کرنے سے گریز کرتی تھی۔اس کے کھانے وغیرہ کے ٹائم وہ کلثوم میر کو بھی بلا لیتی اور

جلدی جلدی اس کے وہ کام جو اس کی ذمہ داری تھے وہ ان کی موجودگی میں پورے کرنے کے بعد وہ غائب ہو جاتی تھی۔

اور دوسری جانب وہ بھی شاید اس دفعہ غصے کا شکار تھا جو بنا کچھ کہے اس کی خدمات مارے باندھے لینے کے بعد بنا اسے کچھ کہنے کا موقع دیے ڈرائیور کے ساتھ جاتا اور اپنے سارے پیپرز مکمل کر چکا تھا۔

اس لاتعلقی کے باوجود جب بھی اس کے سامنے کی نوبت آتی یا اس کے کمرے میں قدم رکھنا پڑتا تھا اسے جانے کیوں موت آنے لگتی تھی۔

ہولے سے بنا آواز کے دروازہ کھولنے کے بعد وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو مدہم سی زرکاری روشنی نے اس کا استقبال کیا تھا۔

اس زرکاری روشنی میں اس کی نگاہ بیڈ کے دائیں کنارے کمبل میں ملفوف وجود پہ گئی اور پھر وہی نظر بیڈ کے نزدیک پڑی وہیل چیئر پہ گئی تو آنکھوں میں تکلیف دہ تاثر پھیل گیا۔

جسے بمشکل چھپاتی وہ دروازے کی جانب بڑھی اور چائے بنانے چل دی۔

آج کل جانے کیوں شازمین میر اور باقی سب کی طرف سے راوی چین ہی چین لکھا ہوا تھا۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ یہ چین ان کے لیے کیسی مشکلات کھڑی کرنے والا تھا لیکن اس وقت وہ مکمل آزادی کے ساتھ کلثوم میر اور اپنے لیے ہلکا پھلکا سا ناشتہ تیار کرنے کے بعد اس نے چائے بنائی اور ٹرے سجانے لگی۔

اس وقت یہ ناشتہ کرنے اور چائے لینے کے بعد وہ نو دس بجے ذوالنورین کے ساتھ ناشتہ ضرور کیا کرتی تھیں۔

ٹرے ہاتھوں میں لیے وہ اس کے کمرے سے ہوتی اپنے کمرے میں پہنچی اور کلثوم میر کے ساتھ باتوں کے دوران اس نے چائے پی۔

اماں ! میں شاور لے لوں۔آپ تب تک کچھ دیر کے لیے لیٹ جائیں پھر" جب ذوالنورین جاگے گا تو آپ کو بتا دیتی ہوں۔"ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ گویا ہوئی تو کلثوم میر نے تائید اًسر اثبات میں ہلایا۔

ٹھیک ہے دلہن۔"اسے دلہن کہنے کی عادت اس قدر پختہ ہو چکی تھی کہ وہ" اب بھی یہی کہتی تھیں۔

اور ہاں۔۔۔۔"وہ جانے کے لیے پلٹی تھی جب کلثوم میر کی پکار پہ رکی۔"

میں اب ٹھیک ہوں بالکل اس لیے اب تم اپنے کمرے میں اپنے شوہر کے" پاس سویا کرو۔"انہوں نے کچھ دنوں سے ان کے درمیان کشیدگی محسوس کی تھی اس لیے وہ بات جو اتنے دنوں سے کہنا چاہتی تھیں وہ اب موقع دیکھ کے فوراً کہہ دی۔

جبکہ ان کا ایسا حکم سن کے وہ جیسے مرنے والی ہو گئی تھی۔

ل۔۔لیکن اماں! ابھی آپ کی طبیعت مکمل ٹھیک نہیں ہوئی تو م۔۔۔۔"

اس نے بھوندے سے انداز میں توجیہہ پیش کرنی چاہی جب انہوں نے اس کی بات قطع کی۔

"میری طبیعت بالکل ٹھیک ہے اور اب تو ولید بھی آنے والے ہیں اس لیے اب تم شاباش اپنے شوہر پہ دھیان دو۔ڈاکٹر مرتضیٰ بتا رہے تھے کہ وہ ایکسرسائز اور مالش صحیح سے نہیں کرواتا تو تم اس پہ توجہ دو میری بیٹی۔"

بڑے نرم لہجے میں انہوں نے اسے اس کے فرائض کی جانب متوجہ کرنا چاہا۔

جواڑی ہوئی رنگت کے ساتھ ان کی بات سن کے پھیکے سے انداز میں مسکراتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔

مرے مرے قدموں سے الماری کی جانب بڑھتے ہوئے اس نے پیچ کلر کی لانگ شرٹ کے ساتھ سیاہ پاجامہ سوٹ نکالا اور شاور لینے کے لیے واشروم میں گھس گئی تھی۔

کچھ دیر بعد شاور لے کے جیسے ہی وہ واشروم سے باہر نکلی تو موبائل فون کی رنگ ٹیون پہ چونک اٹھی۔

اس نے دیکھا اس کا موبائل وہاں کمرے میں ہی صوفے پہ اوندھا پڑا ہوا تھا۔ وہ یونہی بال ٹاول میں لپیٹے جلدی سے موبائل کی جانب بڑھی کہ کہیں اس کی رنگ ٹیون کی وجہ سے اس کی نیند ڈسٹرب نہ ہو جائے۔

فون ہاتھ میں پکڑتے ہوئے اس نے سکرین پہ نظر ڈالی تو ابراہیم صاحب کالنگ دیکھ کے دل جیسے سرشار ہو گیا۔

السلام علیکم بابا! کیسے ہیں آپ؟"اس کی دلکش آواز میں اس وقت سچی" خوشی کی مہک محسوس ہو رہی تھی۔

ہر شے فراموش کیے حتی کہ کمرے میں موجود سوئے ہوئے ذوالنورین کی موجودگی کو بھی فراموش کیے وہ باپ سے باتیں کرنے میں اتنی مگن ہوئی تھی کہ بال سے ٹاول کے نکل کے اس ٹیبل پہ گرنے کی بھی خبر نہ ہوئی جس ٹیبل پہ وہ بیٹھی کال سن رہی تھی۔

اسے کال پہ بات کرتے نجانے کتنی دیر گزری تھی کہ اچانک بالوں میں ہوتی سرسراہٹ اوران بالوں کی نمی سے گیلی ہونے والی قمیض پہ مضبوط انگلیوں کا لمس اس قدر اچانک محسوس ہوا تھا کہ وہ ایک دبی دبی سے چیخ مارتی ایک جھٹکے سے مڑی ہی تھی کہ اگلے ہی لمحے ہونے والی کاروائی پہ اس کا دل چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

ذوالنورین جو کہ نیند میں مکمل گم سویا ہوا تھا رنگ ٹیون کی بلند آواز نے اس کی نیند میں خلل ڈالا تو اس نے بیزاری سے تکیہ منہ پہ رکھ لیا۔

لیکن کچھ ہی لمحوں کے اس کی پر سکون ودلکش آواز کمرے میں گونجی تو اس کی نیند بھک سے اڑی۔

اس نے فوراً منہ سے تکیہ ہٹاتے ہوئے اسی مدہم سی روشنی میں اسے دیکھنا چاہا جو صوفے کے سامنے پڑے میز پہ بیٹھی کال پہ مصروف نظر آئی۔

یکایک اس کے بالوں میں اٹکا تو لیا اس کے بالوں سے نکل کے وہیں گرا تو اس نے بدن سے چپکی پیچ رنگ کی شرٹ سے عیاں ہوتے اس کے نشیب وفراز کو دیکھتے اس کے سینے میں سانسیں تنگ پڑنے لگیں۔

اس نے ہاتھ بڑھا کے وہیل چیئر اپنے نزدیک گھسیٹی اور پھر چند ہی لمحوں میں وہ اس کے نزدیک ٹھہرتا ایک ہاتھ اس نے بالوں میں الجھاتا دوسرے ہاتھ سے اس کی شرٹ کی نمی کو محسوس کرنے لگا۔

اور یہی وہ لمحہ تھا جب اس کے لمس کی حدت محسوس کرتی زحلے مارے خوف کے چیخ مارتی ایک جھٹکے سے مڑی تو لب اپنے بالکل مقابل وہیل چیئر پہ براجمان ذوالنورین میر کے ہونٹوں سے کچھ اس انداز میں ٹکرائے کہ مونچھوں کی چبھن فوراً ہونٹ لال کر گئی۔

یہ دلفریب حادثہ اس قدر اچانک ہوا تھا دونوں لحظہ بھر کے لیے بھونچکارہ گئے جبکہ دوسری جانب ابراہیم صاحب زحلے کی چیخ کے بعد ایسی خاموشی کو محسوس کر کے خاموشی سے کال کاٹ گئے تھے۔

اس حسین حادثے نے جب شعور کی منزلیں طے کر کے آگہی حاصل کی تو وہ سرعت سے پیچھے ہٹتی کپکپاتے اپنا رخ موڑتے ہوئے جلتے ہونٹوں پہ اپنی ہتھیلی جما گئی۔

اور وہ جو نادانستہ اِتنے دنوں سے اس سے لاپرواہی برتے ہوئے اس لمحے اس کے انداز جذبات کا الاؤ بھڑک اٹھا تھا۔

اور پھر شاید انہی جذبات کی شدت سے دوچار ہوتے اس نے جھکتے ہوئے اس کے بالوں کی نمی سے گیلے ہوتے قمیض کے پہلو پہ لب رکھے تو وہ سر تا پا لرز اٹھی۔

ذوالنورین!" اور یہ پہلی دفعہ تھا جب ان کے درمیان در آنے والے لمحاتی" قربت میں اس کے لبوں سے اس کا نام ایک نغمے کی مانند ادا ہوا تھا۔

وہ کروٹ بدلے سونے کی مکمل کوشش کر رہی تھی لیکن نین کے گستاخانہ ارادے اس کی نیند میں خلل ڈال رہے تھے۔

میں تمہیں بہت شریف سمجھتی تھی نین! لیکن تم انتہائی برے انسان" ہو۔اب اگر تم نے میری نیند خراب کرنے کی کوشش کی تو میں آنٹی کے

پاس شفٹ ہو جاوں گی۔"اپنے بازو پہ گردش کرتے اس کے دائیں ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں مضبوطی سے جھکڑتے ہوئے اس نے نیند سے گلابی ہوتی آنکھوں میں خفگی سموئے اس سے کہا تو اس نے اسے ہنستے ہوئے بازووں میں پوری شدت کے ساتھ بھینچا تو نگاہ کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہونے لگیں۔

"جب تم شریف سمجھتی تھی تب میں تمہارا دوست تھا۔اب میں تمہارا شوہر ہونین تارا،اب مجھے شریف سمجھنے کی غلطی کرنا ناقابلِ معافی ہو گا۔" شرارت سے کہتے ہوئے اس نے اس کی کان کی لو ہولے سے دانتوں میں دبائی تو اس نے سسکی لیتے ہوئے بے اختیار دونوں بازو اس کے گرد لپیٹے۔

"اور ویسے بھی تم لوگوں نے مما کو کیا سیف زون سمجھا ہوا ہے۔پہلے ایک بھائی کی بیوی اپنا کو اپنا پروٹیکشن زون سمجھتے ان کے پاس ڈیرہ جما کے بیٹھی ہے اور شوہر اس کا وہیل چیئر پہ بیٹھا ٹھنڈی آہیں بھر رہا ہے اور اب تم بھی یہی

پلان بنا رہی ہو۔" شرارتی انداز میں کہتا وہ ساتھ ساتھ اس کے چہرے کے نقوش پہ اپنے پیار کی مہریں ثبت کیے جا رہا تھا۔

ایسا تو میں مر کے بھی یقین نہ کروں کہ وہ وہیل چیئر پہ بیٹھا ٹھنڈی آہیں" بھرتا ہو گا بلکہ مجھے تو پکا یقین ہے کہ وہ وہیل چیئر پہ بیٹھا بھی اپنی بیوی کی سانسیں خشک کر دیتا ہو گا۔" نگاہ نے بات کچھ اس انداز اور وثوق سے کی تھی وہ بلند آواز میں قہقہہ لگا کے ہنسنے لگا۔

اسی لمحے موبائل کی رنگ ٹیون بجنے پہ اس نے یونہی لیٹے لیٹے موبائل کی سکرین پہ نظر ڈالی جہاں رہبان کا نمبر جگمگا رہا تھا۔

اس نے یونہی ایک بازو کے حلقے میں نگاہ کو سمیٹے دوسرا ہاتھ بڑھا کے گنگناتا ہوا موبائل تھاما اور کال آن کر کے موبائل کان سے لگایا۔

"!السلام علیکم"

"وعلیکم السلام! نوشے میاں اگر تمہارا رومانس ختم ہو چکا ہو تو دروازہ کھولنے کی زحمت کروگے؟" دوسری جانب اس کی جلی کٹی آواز سن کے وہ چونک اٹھا۔

"دروازہ؟ کہاں ہو تم؟" نگاہ پہ گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے اس نے استفسار کیا تو نگاہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"تمہارے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑے ہیں۔" رہبان کے جواب پہ اس نے اچنبھے سے دیوار پہ ٹنگی گھڑی کی طرف دیکھا جو صبح کے ساڑھے نو بجا رہی تھی۔

اپارٹمنٹ کے باہر کیوں کھڑا ہے؟وہ بھی اتنی صبح صبح؟"بیڈ سے نیچے "
اترتے وہ حیرانگی سے بول رہا تھا جب دوسری جانب وہ تپ اٹھا تھا۔

کمینہ انسان! تیرے نکاح کو چوبیس گھنٹے بھی نہیں گزرے اور تمہیں ہمارا"
آنا ناگزیر لگ رہا ہے۔"رہبان کی بلبلاتی آواز پہ اس نے گڑبڑاتے ہوئے
کال بند کی اور نگاہ کی سمت دیکھا۔
جوان کی باتیں سن کر دبا دبا سا مسکرا رہی تھی۔

میں ایویں صبح سے خوار ہو رہی تھی۔ایک عدد فون کال رہبان کی کر دیتی تو"
تم سیدھے ہو جاتے۔"رہبان اور ذوالنورین کی لفظی بم باری اتنی سٹرانگ
ہوتی تھی کہ وہ لوگ دامن بچانے کی کوشش کرتے تھے۔
تبھی وہ شرارت سے بول اٹھی۔

اس بات کا جواب آج رات کو دوں گا۔فی الحال تم فریش ہو کے باہر آ"
جاو۔"تیزی سے شرٹ کے بٹن لگاتا وہ باہر کی جانب بڑھا جبکہ وہ اٹھ کے
ڈریسنگ مرر کی جانب بڑھی۔
کہ فریش وہ کچھ دیر قبل ہو چکی تھی۔اس وقت سونے کی کوشش میں تھی
جسے پہلے نین اور اب رہبان نے ملیامیٹ کر دیا تھا۔

دروازہ کھولنے پر نک سک سا تیار رہبان ہاتھوں میں کچھ پیکٹس تھامے
خونخوار نگاہوں سے اسے گھور رہا تھا جبکہ رہبان کے پہلو میں کھڑی آبگینے
اپنے قدرے بھاری ہوتے وجود کو مہرون رنگ کے خوبصورت سوٹ پر
سکن رنگ کی بڑی سی چادر اوڑھے چھپائے ہوئے تھی۔

اپنی گندی شکل گم کرو میرے سامنے سے۔"اسے سامنے سے پرے"
دھکیلتا رہبان اندر داخل ہوا اور سیدھا کچن کی جانب چل دیا۔

اتنا بھاو کس خوشی میں دکھا رہے ہو؟خود اپنی شادی کے بعد غائب ہو گئے" تھے کہ کوئی ڈسٹرب نہ کرے اور یہاں ہمیں تیور دکھا رہے ہو؟"اس کے انداز ملاحظہ کرتے اب کی بار نین نے بھی کمر کس لی۔

تو وہیں لاونج میں صوفے پہ براجمان ہوتی آبگینے اس کی بات پہ جھینپ سی گئی۔

خبردار! مجھ پر ایسا کسی بھی قسم کا اٹیک کرنے کی کوشش مت کرنا۔میری" بیوی پہلے ہی مجھ سے ناراض ہے۔"بنا نین یا آبگینے کو اندر بلائے وہ سکون سے کچن شیلف کے سامنے کھڑا اپنے ساتھ لایا ہوا ناشتہ برتنوں میں نکالتے ہوئے اپنی زبان بھی چلا رہا تھا۔

جبکہ آبگینے نے اس کی اس بے پر کی بات پہ کڑے تیوروں سے اس کی پشت کو گھورا۔

جو شاید نہیں یقیناً اس دن کا حوالہ دے رہا تھا جب طلال ان کے ہاں آیا تھا اور تب سے اب تک وہ واقعی اس سے منہ بنائے ہوئے تھی۔

میں بھابھی کی سپورٹ میں ہوں۔ تیرے جیسے انسان سے شادی کے بعد" تم سے بچنے کا واحد ایک یہی راستہ ہے۔" نین نے آبگینے کی طرف دیکھتے ہوئے گویا اس کی مزید ہمت بندھائی تھی۔

اسی لمحے گلابی اور نیلے رنگ کے خوبصورت و دیدہ زیب سوٹ میں ملبوس نگاہ کمرے سے باہر نکلی تو آبگینے اس سے ملنے لگی اور مبارک باد دینے لگی۔

راہی! تمہاری بیوی بہت پیاری ہے۔" آبگینے کے پھولے مومی رخساروں" پہ پیار کرتی نگاہ نے اس بے ساختہ انداز میں اس کی تعریف کی کہ وہ بے اختیار بلش کرا اٹھی۔

وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن یہ تعریف کرنے کا وقت بالکل ٹھیک نہیں"
ہے۔ میری جوابی تائید میری بیوی تم لوگوں کی موجودگی میں اچھی محسوس
نہیں کرے گی۔" بنا مڑے اس کے بھاری لہجے میں دیے گئے جواب پہ
آبگینے کے کانوں سے گویا دھواں نکلنے لگا۔

اس پہ مستزاد نگاہ اور نین کی دبی دبی مسکان نے اسے مزید خجل سا کر دیا تھا۔
اس کی جھجھک اور خجالت محسوس کر کے وہ دونوں اس سے ہلکی پھلکی گفتگو
کرنے لگے تاکہ وہ ریلیکس ہو جائے۔

آجائیں نیو ویڈ برڈز، آپ کا ناشتہ تیار ہے۔" کچھ منٹوں بعد اس نے بلند"
آواز میں ہانک لگائی تو آبگینے ان سے پہلے اٹھی اور اس کے ساتھ مل کر میز پہ
برتن سجانے لگی تب تک وہ بھی ڈائننگ ٹیبل پہ پہنچ گئے۔

تھینک یو سو مچ راہی۔" کرسی پہ بیٹھنے کی بجائے نگاہ بہت ساری کیفیات سے "
ہمکنار ہوتی نم آنکھوں کے ساتھ رہبان کے کندھے سے لگی بولی تو رہبان
نے اس کے گرد بازو پھیلاتے ہوئے محبت سے اس کا سر تھپتھپایا۔

اب اگر تم مزید کچھ سیکنڈیوں فار میلیٹی نبھانے کے لیے روتی رہی تو اتنے "
سالوں کی دوستی بھاڑ میں جھونک دوں گا۔ڈونٹ بی ایموشنل ڈیئر، تم صرف
ہماری دوست نہیں بلکہ بہت کچھ ہو۔ایسے میں کچھ الٹا سیدھا سوچنے یا فارمل
ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" حالات کے پیشِ نظر ان کا نکاح بہت
رازداری سے ہوا تھا۔

ایسے میں معمول کی رسموں کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ایسے میں ضرغام نے
رہبان کو کہا تھا کہ وہ نگاہ کے لیے ناشتہ لے کر ضرور جائے تاکہ وہ کسی قسم کی
کمی کو محسوس نہ کر سکے۔

اب پلیز یار مجھ سے دور ہٹ جاو۔ تمہارے شوہر کی خیر ہے لیکن میری" مسز سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔" جب چاہنے کے باوجود بھی وہ اپنے آنسوؤں پہ قابو نہ رکھ پائی تو رہبان نے اب کی بار دانستہ ہلکے پھلکے الفاظ کا استعمال کیا جسے سن کے وہ تینوں بیک وقت اپنی جگہ پہ گڑ بڑا اٹھے۔

ایک نمبر کے ڈیش انسان ہو تم۔ دعا ہے کہ تمہاری اولاد تم پہ ہر گز نہ" جائے۔" نین نے چڑتے ہوئے ایک دھموکا اس کے کندھے پہ رسید کیا اور نگاہ کا ہاتھ تھام کے اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔

جبکہ رہبان آبگینے کے ساتھ بیٹھ کے ناشتہ کرنے لگا۔

میں ناشتے کے بعد کچھ دیر کے لیے ہاسپٹل جاوں گا۔ تب تک تم بھی" پولیس اسٹیشن پہنچو میں پھر تم سے وہیں آ کے ملوں گا۔" ناشتہ کرتے ہوئے اچانک اسے یاد آیا تو وہ رہبان سے گویا ہوا تھا۔

آج کا دن ریلیکس کرو تم۔" رہبان نے اسے منع کرنا چاہا جبکہ دونوں"
خواتین خاموشی سے انہیں باتیں کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔

اونہوں! دشمن الرٹ ہو چکا ہے اور نا صرف الرٹ ہوا ہے بلکہ متحد بھی"
ہوا ہے اس لیے ہم ضائع کرنے کا رسک نہیں لے سکتے ہیں۔" نین نے اس
کی بات کی تردید کی تو نگاہ نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

نین ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ سب ختم ہو جائے تو سارے دن ہمارے ہی"
ہیں۔ اور میرے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہوں
اور بیفکر ہو کے رہ سکتی ہوں یہاں۔" نگاہ نے ان دونوں کو پر سکون کرنے
کے لیے تو آبگینے ایک دم سے بول اٹھی۔

آپ ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلی آئیں۔جب تک نین بھائی واپس نہیں" آتے آپ پر سکون ہو کہ وہاں رک جائیں۔"اس نے اپنے مخصوص نرم لہجے میں اسے کہا تو اس نے تذبذب کے عالم میں نین کو دیکھا جس نے مسکرا کے اسے گویا اجازت دی تھی۔

نین! مجھے طلال شاہ کی ہر قسم کی سرگرمیوں کے متعلق انفارمیشن" چاہیے۔"ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد اپنی اپنی تیاری کے بعد سب نکلنے کی پوزیشن میں تھے جب رہبان اچانک سنجیدگی سے گویا ہوا تو وہ تینوں بیک وقت ٹھٹھکے تھے۔

کیا مطلب؟"نین کی نگاہوں میں الجھن سی اتری۔"

وہ دریہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"اس نے ایک فقرے کے ذریعے اسے"
بہت کچھ باور کرواتے ہوئے قدم باہر کی جانب بڑھائے تھے۔
نگاہ اور آبگینے رہبان کے ساتھ جبکہ نین اپنی الگ گاڑی میں سوار ہو چکا تھا۔

تم کس چیز کی تسلی چاہتے ہو طلال کے متعلق؟"گاڑی میں بیٹھی نگاہ نے"
اچانک استفسار کیا تو آبگینے لاشعوری طور پر اس کی سمت پوری جان سے متوجہ
ہوئی تھی۔

محترمہ نگاہ ذوالقرنین صاحبہ! میں 'پیر حویلی' کی ایسی لڑکی کو بیاہ کے لے آیا"
ہوں جو ان کی رسم کی وارث تھی۔اس جرم میں وہ لوگ مجھے اور میری بیوی
کو مارنے کے درپے ہیں۔ایسے میں اسی حویلی کے لختِ جگر کا ارادہ اسی ایس
پی کی بہن سے شادی کرنے کا ہو جس ایس پی نے اُس کی بہن کو سب سے
چرایا ہے تو تم مجھے خود بتاؤ کہ مجھے کیسی تسلی چاہیے ہو گی؟"بنا فرنٹ سیٹ پہ

براجمان آبگینے اور بیک سیٹ پہ براجمان نگاہ کو دیکھے وہ سامنے روڈ پہ نظریں جمائے بیٹھا بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا۔

تم دریہ کے لیے پریشان ہو؟" نگاہ نے اس کی ساری بات سننے کے بعد " پر سوچ انداز میں کہا تو اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

نہیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ دریہ سے طلال محبت کرتا ہے۔" رہبان کے " اس غیر متوقع انکشاف پہ آبگینے نے کرنٹ کھا کے اس کی جانب گردن گھمائی۔

تو اس کی بے یقین نگاہوں کے ارتکاز پر وہ زیرِ لب مسکراتا ہوا اس کی جانب متوجہ ہوا۔

دن رات آپ کی محبت کے گیت گاتا ہوں مسز، اب کیا مجھے دوسروں کی" آنکھوں سے جھلکتی محبت کی شدت کا اندازہ بھی نہیں ہو گا۔" قدرے اس کی جانب جھک کر بھاری آواز میں بولتے ہوئے اس نے بے اختیار اس کی دائیں آنکھ کو ہولے سے لبوں سے چھوا تو وہ گڑ بڑاتی ہوئی پیچھے کھسکتی ہوئی شیشے سے لگ گئی۔

اور بڑے اختیارانہ انداز میں نگاہ کی جانب دیکھا جو ہونٹوں میں شریر سی مسکان دبائے بظاہر شیشے کے پار دیکھنے کی اداکاری کر رہی تھی۔

ان دونوں کو زیرِ لب بہت کچھ سناتی وہ مکمل طور پر توجہ کھڑکی کی جانب مبذول کر چکی تھی۔

تم نے کہا تھا شازمین میر، کہ ان بھائیوں کی ماں اور اس اپاہج کی بیوی کی مدد" سے ہم اپنے انتقام کی شروعات کر سکتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ دونوں عورتیں؟" بخت خان غصے سے آگ بگولہ ہوا بھڑک رہا تھا۔

جبکہ سب اس وقت اپنے اپنے مفاد کے پیشِ نظر چپ چاپ اس کے تیور برداشت کر رہے تھے۔

اتنے اتاولے مت ہو بخت خان۔ کہانا ایک دو دن میں تمہیں تمہارا شکار مل" جائے گا۔" شازمین میر کے رعونت بھرے لہجے میں ہلکی سی ناگواری جھلک رہی تھی۔

یہ صبر میرے بس سے باہر ہوتا جا رہا ہے۔ پہلی دفعہ بخت خان کو شکست کا" سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ کیا مل گیا ہے ان سب کو کہ یکے بعد دیگرے یہ ہمارے سارے پلانز پہ پانی پھیرتے چلے گئے۔" اس کا غصہ ہنوز عروج پر تھا۔

بے صبرے پن کا مظاہرہ کر کے سب کے کیے کرائے پر پانی ہر گز نہ پھیرنا"
بخت خان اور ہاں ہماری ڈیل میں فقط سفیر سائیں کی رہائی ہی ہو گی۔اپنی
صاحبزادی کی اس ایس پی کے چنگل سے رہائی کے لیے ہمیں ایک موثر
طریقہ مل چکا ہے۔" پیر سائیں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بارعب انداز
میں کہا تو اس نے چونک کے شاطرانہ انداز میں ان کی جانب دیکھا۔

کیسا طریقہ؟"اس کا لہجہ گھاگ شکاریوں کی مانند ہو چکا تھا۔"

وہ طریقہ ہم تمہیں ضرور بتائیں گے لیکن اس سے قبل سفیر سائیں کی رہائی"
کو یقینی بناو۔"انہوں نے بات کو گول مول کر کے اپنے مخصوص انداز میں
اسے حکم جاری کیا اور پھر وہاں سے نکلتے چلے گئے۔

ایک تواس کمینے شخص سے مطلب نہ ہو توسب سے پہلے اسے دن میں" تارے دکھاوں۔"بخت خان جو ہمیشہ ان کی بارعب شخصیت سے خائف رہتا تھاان کے باہر نکلتے ہی اس نے نفرت سے زمین پر تھوکا۔

شازمین میر جلدی کرو۔میں زیادہ تحمل کا مظاہرہ نہیں کر سکتاہوں۔"اس" نے ایک دفعہ پھر سے اپنی بات دہرائی توشازمین میر اپنے شاطر دماغ میں تانے بانے بننے لگی کہ کل کی تاریخ میں کیسے زحلے ابراہیم اور کلثوم میر کو میر پیلس کی حدود سے باہر بھیجے گی۔

اس کی پرسوچ نگاہیں اس وقت پیدل مارچ کا مظاہرہ کرتے بخت خان کے لیفٹ رائیٹ کرتے پیروں کی حرکت کے ساتھ الجھ رہی تھیں۔

کمرے میں چھائی مدہم سی روشنی اور معنی خیز سی خاموشی میں اس وقت اس کے ہونٹوں سے نکلنے والا اس کا نام ایک دلفریب اور دل کو چھو جانے والے نغمے کی مانند محسوس ہوا تھا۔

جس نے ذوالنورین میر کے روئیں روئیں کو سرور سے بھر دیا تھا۔

اس بات کا اندازہ زحلے کو اس کی اپنی کمر کے گرد لپٹے بازو کی مضبوط گرفت اور پہلو میں پہلے سے بھی زیادہ شدت دکھاتے ہونٹوں کے لمس کی حدت سے ہوا تھا۔

وہ اپنی جگہ پہ بیٹھی اس اچانک افتاد پہ تھر تھر کانپتی ہوئی اپنے بکھرنے والے اعصاب کو یکجا کرنے کی سعی میں تھی جس پہ اس شخص کی دیوانگی بھاری پڑ رہی تھی۔

جو پہلو پر سے لب سرکاتے ہوئے جب اوپر کی جانب بڑھا تو وہ تڑپ کے اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔

ن۔۔ نہیں پلیز۔"اس کی مزاحمت اس قدر بے ساختہ تھی کہ بے خودی"
کے سمندر میں ڈوبے ذونین نے لپک کے اس کی کلائی اپنی گرفت میں جھکڑ
کے کھینچی تو وہ لہراتی ہوئی اس کی آغوش میں اس انداز میں جا گری کہ اس کے
گیلے بال اس کے دونوں سائیڈوں پہ لہراتے دونوں کے چہروں کو چھپا گئے۔

صبح صبح اتنے دنوں کی تلخ خاموشی کے بعد ایسی توبہ شکن صورتحال نے اسے
حواس باختہ کر دیا تھا اور اس لمحے وہ گویا مکمل طور پہ ہمت کھوتی اس کے
سہارے اسی کی گود میں براجمان تھی۔

میرا نام پکاریں ایک دفعہ۔"یونہی اسی پوزیشن میں اسے جھکڑے وہ دونوں"
ہاتھ اس کے پہلوؤں پہ جمائے اس کے بالوں میں چہرہ چھپائے بھاری آواز
میں بولا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

اسے بے ساختہ چند لمحے قبل اپنی بے اختیاری یاد آئی تو دل کی دھڑکنیں سست ہوئی تھیں تبھی وہ بنا جواب دیے مزاحمتی انداز میں اس کی گرفت میں مچلی تھی۔

میڈم! میرا نام پکاریں ایک دفعہ۔" بالوں کی نرماہٹ محسوس کرتے لب " حرکت کرتے ہوئے جب کان لی لو کو چھونے لگے تو اس کے پورے وجود میں پھریری سی دوڑ گئی۔

جبکہ لب بے ساختہ سسکی بھرے انداز میں اسے پکار اٹھے۔

زوالنورین!" اس کا سرگوشی نما بھاری لہجہ اس وقت مکمل طور پر اس کی " قربت کی بدحواسیوں کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔

اور یہ سب اسے پاگل کر دینے کے درپے تھا تبھی وہ بنا اسے کوئی موقع دیے یونہی ہاتھ اس کے پہلوؤں پہ جمائے اس کے ہونٹوں کی ایسی دلفریب حرکت پہ انہیں اپنی دیوانگی کا انعام نوازنے لگا۔

جبکہ اس کی اس اچانک حرکت پہ وہ جو پہلے ہی بے دم سی ہوئی بیٹھی تھی اس کی دھڑکنیں گویا اپنا ساز توڑنے کو تھیں۔ وہ دونوں ہاتھ عادتاً اس کے سینے پہ زور سے جماتی اس کی شرٹ کالر سے دبوچے اپنے ناخن اس کی گردن میں کھبو گئی۔

لیکن اس کے باوجود اس کی تشنگیِ لب تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کا مظاہرہ کرتا اسے پاگل کر دینے کے درپے تھا۔

تبھی جب ہمت ٹوٹنے لگی اور اس کی اس مدہوشی میں خود کے ڈوب جانے کا اندیشہ سر چڑھ کے بولنے لگا تو وہ بمشکل اپنی ہمت مجتمع کرتی اس کے کندھوں پہ ہاتھ جماتی اس بپھرے ہوئے سمندر کے منہ پہ بند باندھ گئی۔

پ۔۔پلیز! میرے۔۔میرے لیے جدائی کے سفر کو مشکل مت کرو۔""
بھیگی آواز میں کہتی وہ اپنی جان توڑ کوشش کے عوض اس کی گرفت سے
نکلتی بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اس سے فاصلے پر ہوئی تھی۔
جبکہ وہ جو واقعی آج ہر حد پار کرنے کو تھا زحلے کے اس قدم پہ آنکھوں میں
ادھورے خمار کے سرخ رنگ سمیٹے اسے گھورنے لگا جو اس سے قدرے
فاصلے پہ کھڑی گہرے سانس بھر رہی تھی۔

م۔۔میں کل اپنے گھر جا رہی ہوں۔شازمین میڈم نے جس مقصد کے "
لیے مجھے ہائیر کیا تھا وہ بھی پورا ہو چکا ہے۔اور۔۔۔اور تمہارا مقصد بھی مکمل
ہو چکا ہے۔" وہ بدقت اپنے بکھرتے اعصاب اور کرلاتے دل کو سنبھالے
اسے اپنے ارادوں سے آگاہ کرنے لگی تھی جو بہت سرد نگاہوں سے اسے گھور
رہا تھا۔

میں نے آپ سے نکاح کیا تھا،اس کا مقصد تو ابھی نامکمل ہے۔پھر آپ کیسے " جاسکتی ہیں میڈم؟"اس کے سرد لہجے کے برعکس الفاظ کی ذو معنویت اس کے کانوں سے دھواں نکال گئی۔

وہ بے ساختہ 'افففف' کہتی تپتپاتے چہرے کے ساتھ رخ موڑ گئی تھی۔

میرے ساتھ ایسی فضول گفتگو کرنے سے قبل یہ یاد رکھا کرو کہ نکاح ایک " کاغذی کاروائی تھی اس سے پہلے میں تمہاری ٹیچر ہوں۔"اس نے اسے ہمیشہ کی طرح وہ یاد دلانے کی کوشش کی جو اس کے خیال میں موثر رہے گی۔

ٹیچر ٹیچر کا راگ الاپنے سے حقیقت بدل جائے گی؟"اس کے سنجیدگی سے " کیے سوال پہ وہ جواب کہ دوپٹہ اوڑھ چکی تھی اس کی جانب پلٹی۔

حقیقت بدل ہی تو سکتی نہیں اور حقیقت یہی ہے کہ میرا اور تمہارا کوئی جوڑ" نہیں۔نہ عمر،نہ سٹیٹس،نہ ذہنی مطابقت کسی بھی لحاظ میں نہیں۔"اس نے اب کے اپنی بکھرتی حالت پہ قابو پاتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

اور نہ ہی جسمانی فٹنیس کے لحاظ سے۔کہاں آپ جیسی مکمل لڑکی اور کہاں" مجھ جیسا اپاہج ادھورا لڑکا؟ہیں ناں؟"اچانک وہ آتش زدہ سے لہجے میں گویا ہوا تو زحلے نے ایک جھٹکے سے گردن اٹھا کے اس کی جانب دیکھا تو اس کی خوبصورت آنکھوں میں چھائے تکلیف دہ رنگ ذونین کی آنکھوں سے چھپے نہ رہے۔

لیکن ان تکلیف دہ رنگوں کی برعکس جب وہ بولی تو اس کا لہجہ خاصا تلخ اور برفیلا تھا۔

بالکل۔میں تمہارے جیسے ادھورے شخص جس کے ساتھ ایک ان دیکھی" سی دشمنی بھی مجھے مل رہی ہے،اس کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتی ہوں۔"اپنی بات مکمل کر کے وہ بنا اس کی جانب دیکھے ڈریسنگ مرر کے سامنے جا رکی اور اپنی تیاری مکمل کرنے لگی۔

مبارک ہو مسز ذوالنورین میر صاحبہ کیونکہ اس دشمنی کے ساتھ یہ ادھورا" شخص آپ کے انکار کے باوجود آپ سے جڑا رہے گا کہ میں اپنی ماں کو دکھ نہیں دینا چاہتا اور نہ ہی اس لڑکی کو دکھ دینا چاہتا ہوں جس نے کبھی مجھ سمیت بہت ساروں پہ ایک احسان کیا تھا۔"اسی کے انداز و تیور کے ساتھ اسے جواب دینے کے بعد وہ وہیل چیئر گھماتا ہوا کلثوم میر کے کمرے کی جانب چل دیا جبکہ وہ ڈریسنگ مرر میں اپنا عکس دیکھتی اس کے کیے دھماکے کے زیرِ اثر زمین میں دھنستی جا رہی تھی۔

ضرغام کی سلگتی قربت کا احساس ہونا ہی تھا کہ وہ بجلی کی تیزی سے اس کی گرفت سے نکلی اور اس سے چند قدموں نے فاصلے پر جا رکی۔

آپ ابھی یہاں سے چلے جائیں۔" اس نے بنا اس کی جانب دیکھے مدھم لہجے " میں کہا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھتا اس کی جانب بڑھا تو وہ ایک قدم مزید پیچھے ہوئی تھی۔

پلیز! جو کچھ بتا چکے ہیں اسے برداشت کرنے کے لیے مجھے وقت دیں" کیونکہ کاروائی ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔" وقت نے داو ایسے کھیلے تھے کہ وہ بھی اپنی نرم خوئی فراموش کیے اس کے داو پیچ میں الجھ چکی تھی۔

وہ شہرے جس کی دنیا 'ملک ہاوس سے ملک منزل' تک محدود تھی۔

ان گزرے چند ماہ و سال نے اسے ان تجربات سے ہمکنار کر دیا تھا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

اب اگلی کاروائی کا مظاہرہ میرے کمرے میں میری سیج پہ بیٹھ کے کیجیے گا" کیونکہ اب گھر میں چھپے بھیدیوں کو ضرغام ملک کی اصل محبت کے متعلق آگاہ کرنے کا وقت آن پہنچا ہے۔"اس سے چند قدم کے فاصلے پہ ٹھہرتا وہ گہری نگاہوں سے اس کے بکھرے وجود اور حلیے کا جائزہ لیتا بھاری لہجے میں گویا ہوا تو اس کا وجود پل میں گویا پتھر کا ہوا تھا۔

کک۔کیا مطلب؟"اس کی آنکھیں بے یقینی سے اس کی جانب تک رہی تھیں کہ آیا جو وہ کہہ رہا تھا وہ سچ تھا یا جھوٹ؟

مطلب یہ کہ اگلی کاروائی دو دن بعد میرے کمرے میں کرنا تاکہ مجھے" کٹہرے میں کھڑے ہونا کا اجر مل سکے۔"اپنے مخصوص دلکش لب و لہجے میں بولتا وہ اس کے بالکل سامنے ٹھہرتا اس کی کنپٹی کو ہونٹوں سے چھوتا تیزی سے واپس پلٹا تھا۔

جبکہ ساکت کھڑی شہرے کو اپنے ارد گرد دھماکے سے ہوتے محسوس ہو رہے تھے جبکہ سائیں سائیں کرتے کانوں میں اس کے لفظوں کی دھمک گونج رہی تھی۔

کیا مطلب؟ اتنی ایمرجنسی میں رخصتی؟"آغا جان سمیت ان کے سبھی بیٹے" اتنی ہی بے یقینی اور حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

جو رات کے ساڑھے گیارہ بجے انہیں اکٹھا کیے اپنی رخصتی کا فیصلہ سنا رہا تھا۔

ایمر جنسی میں ہوئے نکاح کی رخصتی اتنی ہی ایمر جنسی میں ہوا کرتی ہے۔""

اس نے بہت سکون سے کہتے ہوئے سفید شرٹ کے کالر میں اٹکی سیاہ ٹائی مزید ڈھیلی کی۔

اس کے لفظوں کے برعکس اس کی حالت واطوار خاصے ڈھیلے ڈھالے لگ رہے تھے۔

جوردِ عمل تمہارا نکاح کے وقت تھا ایسے میں اس قدر ایمر جنسی سمجھ سے" بالاتر ہے اور وہ بھی نگاہ کو طلاق دینے کے اتنے قلیل عرصے کے بعد ہی؟"

آغا جان نے ماتھے پر پر سوچ بل کیے پوتے کو دیکھا جو گہرے سمندر کی مانند بظاہر ٹھہرا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

میں نے شہرے کو جب اپنانا چاہا تھا تب عزت وجان کے لالے پڑے" ہوئے تھے کسی کو۔اس کے بعد جب میرے ساتھ نگاہ منسلک ہو گئی تھی

ایسے میں جب شہرے ایک مینٹل ٹراما سے گزر رہی تھی اسے یہ دھچکا دینا کہ اچانک شادی کرنی ہے تمہاری۔اور میں جو اسے ایک اعزاز کی طرح قبول کرنا چاہتا تھا مجھے یہ اذیت مار رہی تھی کہ وہ سیکنڈ چوائس بن کے مجھ تک آ رہی ہے اور ہمیشہ یہی سوچے گی کہ اسے صرف عزت بچانے کو اپنایا گیا ہے اس لیے میں نے انکار کیا تھا کہ بات ہمارے گھر کی حد تک رہے اور شہرے کے ریلیکس ہونے تک دب جائے۔ مگر بد قسمتی یہ ہے کہ بات نکلی تو پھیلتی چلی گئی اور میں جو اسے زک نہیں پہنچانا چاہتا تھا میں ہی اس سب کی وجہ بن گیا۔" باتیں چونکہ اب رفتہ رفتہ سب کے سامنے لانا ضروری ہو چکا تھا اس لیے اب کی بار ردو کد کا مظاہر کرنے کی بجائے اس نے صاف بات کی تھی۔ وہ ٹھیک ہے لیکن پھر نگاہ کا کیا قصہ ہے؟اس سے "

نکاح؟پسندیدگی؟رخصتی؟اور اب اچانک ڈائیورس؟"احمد صاحب نے اس کی بات کے جواب میں سنجیدگی سے استفسار کیا۔

تو آغا جان نے بھی تائید آ سر ہلایا اور اس کے جواب کے منتظر ہوئے۔

نگاہ سے نکاح بہت ضروری تھا لیکن دل کی چاہت نہیں۔ نگاہ مجھے پسند ہے" میں پیار کرتا ہوں اس سے۔ آج بھی بھرے مجمعے میں اسے گلے لگا سکتا ہوں لیکن یہ چاہت شہرے کی چاہت جیسی ہر گز نہیں ہے اور یہ بات نگاہ جانتی ہے۔ باقی جو بھی اس کے متعلق آپ لوگوں کے ذہن میں سوالات ہیں ان کے جوابات ڈیڈ سے لیں کیونکہ ان کے ہی پرسنل ملازم کی اس گھر میں موجودگی کی وجہ سے پہلی دفعہ یہ بلیک میل ہوئے تھے اور اسی وجہ سے نگاہ کی رخصتی بھی ایمرجنسی میں کروانی پڑی کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھا رہا تھا۔" اس کی سنجیدہ آواز میں اس وقت بے حد سرد تاثر چھایا ہوا تھا۔

"یہ سب کیا کہہ رہا ہے اسد؟" آغا جان نے رخِ روشن بیٹے کی سمت کیا جو اپنی وکالت کے دوران کبھی کسی سے بلیک میل نہ ہوا تھا۔

پھر اب یہ کیا تھا۔

بابا صاحب! ندیم بیگ سفیر سائیں کا آدمی ہے۔"انہوں نے بے حد مختصر" انداز میں کہتے ہوئے اپنے پرسنل ملازم کا حوالہ دیا۔

اور یہاں آغا جان کچھ پل کے لیے چپ رہ گئے۔انہیں اندازہ ہوا کہ جو شخص گھر میں برسوں رہا ہو۔وہ گھر کی خواتین اور رازوں کے متعلق کس قدر گھٹیا پن پہ اتر سکتا ہے۔یہ سبھی امیجن کر سکتے تھے۔

تو اس کا مطلب ہے کہ نگاہ سے تمہاری شادی اور بعد میں محبت چاہت" رخصتی یہ سب دکھاوا تھا؟"احمد صاحب نے سیدھے سبھاو سے استفسار کیا تو اب کی بار اس نے فقط سر اثبات میں ہلانے پر اکتفا کیا۔

واہ کیا جگرا ہے بھتیجے! جو لڑکی بچپن کا عشق ٹھہری اس سے نکاح والے دن" اپنی پہلی منکوحہ کی رخصتی ڈنکے کی چوٹ پر کروائی تاکہ دشمنوں کو احساس

کروایا جاسکے کہ وہی پہلی و آخری محبت ہے۔ لیکن اس سب میں یہ کیوں بھول گئے کہ وہ اس وقت ایک دوسرے کی سوتنیں تھیں۔"انہوں نے اس کی طرف دیکھتے اب کی بار ہلکی سی شگفتگی سے کہا تو حاضرین کے چہروں پہ دبی دبی سی مسکان پھیل گئی تھی۔

بندہ بشر ہو۔ایسی سنگین غلطی کر بیٹھا تھا کیونکہ مجھے لگا تھا کہ جتنا لگاوان" دونوں کا ہے کام چل جائے گا لیکن کام اتنا اچھے سے چلا ہے کہ نگاہ کو ڈائیورس دینے کے جرم میں ایک عادی مجرم کی مانند تاحال کٹہرے میں کھڑا کر رکھا ہے آپ کی چہیتی نے۔"کچھ جنجھلائے ہوئے انداز میں بولتے ہوئے اس نے بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے ماتھے پہ پھسل کر گرتے ہوئے بال پیچھے سیٹ کیے۔

اتنی جلدی رخصتی کے لیے سب کو ایگری کیسے کرو گے؟"آغا جان نے اس" موضوع کو سمیٹتے ہوئے اب کی بار سنجیدگی سے پوتے کی جانب دیکھا جو انہیں بہت پیارا تھا۔

جس نے نہایت فہم اور خوش اسلوبی سے ان کے بزنس کو بلندیوں تک پہنچایا تھا لیکن اپنی ذاتی زندگی میں اس کی ذات ایک الجھاو کا شکار رہی تھی۔

یہ ایگری کریں گے نا آپ کے بڑے صاحبزادے۔ جیسے برسوں پہلے مجھے" شہرے سے شادی نہ کرنے کے لیے زبردستی منایا۔ پھر کچھ عرصہ پہلے اُسی کے ساتھ نکاح کے لیے زبردستی منایا۔اب یہی زبردستی رخصتی کے لیے کر دیں۔ بہت سوں کا بھلا ہو جائے گا۔" اسد صاحب کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اس نے پر سکون لہجے میں کہا تو بیٹے کی اس لافشانی پہ اسد صاحب نے کٹیلی نگاہوں سے اسے گھورا۔

لیکن کچھ کہنے کی بجائے ملک صاحب کی جانب دیکھتے ہوئے ایک مبہم سا اشارہ انہیں کیا۔ جسے دیکھ کے وہ قدرے شانت ہو گئے۔

ان دونوں کے اشارے کنایئے سمجھنے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور عادتاً بالوں کو انگلیوں سے سنوارتے ہوئے کمرے کی دہلیز پار کر گیا۔

ہولناک سی خاموشی چھائے اس کمرے میں فقط ان تینوں نفوس کے سانس لینے کی آواز آ رہی تھی۔

مگر محسوس ہو رہا تھا کہ یہ عمل بھی اس لمحے کس قدر بھاری پڑ رہا تھا۔

ایسے میں ساجدہ بیگم نے اپنے بکھرتے اعصاب سنبھالتے ہوئے وحشت زدہ سے لہجے میں استفسار کیا۔

یہ ک۔۔کیا کہہ رہے ہو تم؟ پیر سائیں کو جانتے ہو نا؟"ان کے لہجے میں" اس وقت بیٹے سے زیادہ بیٹی کی جان اور اس کی زندگی کے متعلق خوف جھلک رہا تھا۔

اماں سائیں! میں پورے ہوش و حواس میں کہہ رہا ہوں یہ سب۔کیوں" ایک بے وجہ و بے مقصد بات کے پیچھے ایک دشمنی کی لڑی کو جنم دے رہے ہیں آپ لوگ۔آبی کی شادی ہوئی اس کے شوہر نے ہماری رسم کو توڑا ہے ٹھیک ہے لیکن جب رسم ٹوٹ گئی ہے اور وہ اپنے گھر خوش و خرم ہے تو پھر اس سارے تماشے کی کیا ضرورت ہے؟"ساجدہ بیگم اور جعفر سائیں کے رد عمل سے وہ اس لمحے خاصا جھنجھلا چکا تھا۔

تمہارے چچا سائیں اس کی کسٹڈی میں ہیں۔"جعفر سائیں نے اپنے تئیں" دشمنی کے لیے ایک وجہ دی۔

وہ اپنے جرائم کی وجہ سے ہیں۔ کسی لڑکی کو کڈنیپ کر کے ہراس کرنا اور" اس کی تصاویر کو پبلک میں آوٹ کرنا کوئی چھوٹا جرم نہیں ہے۔اس کے علاوہ ان کے جرائم کی فہرست آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں بابا سائیں اس لیے اس قصے کو مت چھیڑیں۔ رشتہ داری اور اصول و نوکری یہ دونوں الگ ہی رہیں تو بہتر ہے۔" اس نے بہت مدلل انداز میں ان کی یہ وجہ بھی رد کی۔

تمہیں لگتا ہے کہ تم پیر سائیں کو لاعلم رکھ کے اتنا بڑا قدم اٹھا سکتے ہو؟"" اماں سائیں تو خاموش بیٹھیں باپ بیٹے کا مکالمہ سن رہی تھیں۔

جو وہ دونوں صوفے پہ مقابل بیٹھے ایک دوسرے کو سنجیدگی سے دیکھتے ہوئے کر رہے تھے۔

وہ اس سب سے باخبر ہو کے بھی کچھ نہیں کریں گے کیونکہ انہیں اپنے" تئیں اس کھیل کو چلانے کے لیے مہرہ مل رہا ہے لیکن آپ سے میں یہ بات کلیئر کر رہا ہوں کہ دریہ کو کسی نے اپنے کسی گھٹیا کھیل کا حصہ بنایا تو میں بھول جاوں گا کہ میں اس خاندان کا حصہ ہوں۔"مضبوط مگر سپاٹ لہجے میں بولتے ہوئے اس نے بات مکمل کی تو اماں سائیں کے چہرے پہ اطمینان جھلکنے لگا۔

جیسے بیٹے کی ثابت قدمی اور لہجے کی مضبوطی نے دل کو سکون پہنچایا ہو۔

تمہیں لگتا ہے کہ وہ سر پھرا ایس پی کل کی تاریخ میں تمہاری زندگی کا فیصلہ" ہونے دے گا؟"کچھ یاد آنے پہ جعفر سائیں نے روکھے لہجے میں پوچھا تو اس نے گردن گھما کے ان کی جانب دیکھا۔

جن کا چہرہ یہ واضح کر رہا تھا کہ رہبان گردیزی کو یوں داماد کے روپ میں دیکھنا، برداشت کرنا اور اس کے ساتھ ہمکلام ہونا اسے خاصا ناگوار گزرے گا۔

اس سر پھرے ایس پی سے اجازت کون لے رہا ہے؟ آبی کے سسر اور" دریہ کے فادر سے میری بات ہو چکی ہے اور میں ساری بات کلیئر کر چکا ہوں۔ پیر سائیں یہاں موجود نہیں ہیں مجھے کل یہ نکاح کرنا ہے۔" اس کا اطمینان قابل دید تھا۔

کیونکہ اُس دن گردیزی پیلس سے نکلنے کے بعد اسے حماد گردیزی اور دانیال صاحب نے بلایا تھا تب اس نے بہت واشگاف انداز میں اپنی دلی خواہش اور پیر سائیں کے اختلافات کے متعلق آگاہ کیا تھا۔

دوسری جانب وہ لوگ بھی اس دشمنی کو ختم کرنا چاہتے تھے کہ بیٹا اور بہو اپنے آنے والے بچوں کے ساتھ کھل کے بنا کسی انجانے خوف کے زندگی بسر کریں۔یہی سوچ کے انہوں نے طلال کا پرپوزل ایکسیپٹ کر لیا تھا۔

کیا وہ بچی راضی ہے اس رشتے کے لیے؟"کافی دیر کی خاموشی کے بعد" اچانک اماں سائیں کے اس سوال پہ وہ چند ثانیے کے لیے چپ سا کر گیا۔ کیونکہ اس سوال کا جواب وہ نہیں جانتا تھا اور بدقسمتی سے اس سارے دورانیے میں اس نے اس سوال کا جواب جاننے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

تبھی کچھ سوچ کے اس نے ایک گہری سانس بھری اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

بہت شکریہ اماں سائیں لیکن میں اس بچی کی رضامندی معلوم کر کے آپ" کو آگاہ کر دوں گا۔ مگر آپ کل کے نکاح کی تیاری کریں۔"ماں کا سر چوم کے وہ بڑے ڈھیلے قدموں سے چلتا ہوا ان کے کمرے سے نکلا تو اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔

رسٹ واچ پہ پر سوچ نگاہیں ٹکائے اس کا دماغ بہت سے تانے بانے بن رہا تھا۔

ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑی وہ اپنے کھلے بالوں میں برش کرتی ہوئی شیشے سے نظر آتے رہبان کے عکس کو بھی وقتاً فوقتاً دیکھ رہی تھی۔

جو بیڈ کراون کے ساتھ پشت ٹکائے ایک ٹانگ گھٹنہ موڑھے بیڈ پہ دھرے جبکہ دوسری ٹانگ نیچے لٹکائے نیم دراز سی کیفیت میں پڑا موبائل کے

ساتھ مصروف تھا جبکہ کشادہ پیشانی پہ نمودار ہونے والے بل بتا رہے تھے کہ طبیعت پہ بہت کچھ اس وقت ناگوار گزر رہا ہے۔

کمینہ، سالا، الو کا پٹھ ۔۔۔۔۔"ایک دم سے اس کے گھنی مونچھوں تلے" پیوست لب کھلے اور وہ جو اس کی دلکش آواز کی اسیر تھی۔ اس کے منہ سے غیر متوقع طور پر ایسے الفاظ سن کر ششدر رہ گئی۔

آپ گالیاں نکال رہے ہیں؟"آدھے بال کمر پہ پھینکے آدھے بال بائیں ہاتھ" میں لیے وہ برش ان میں اٹکائے اس کی جانب مڑتے بے یقینی سے بولی۔ تو موبائل کو گھورتے رہبان نے چونک کے اس کی جانب دیکھا جو سیاہ رنگ کے سلک کے ٹراوزر کے ساتھ لوز سی گھٹنوں سے قدرے اونچی سیاہ شرٹ جس میں سفید ڈاٹس بنے ہوئے تھے وہ پہنے اپنے قدرے بھاری سراپے کے ساتھ حیرت سے اسے تک رہی تھی۔

گالیاں؟میرا دل کر رہا ہے میں اس کمینے کے ابھی جا کے دانت توڑ آوں۔""
لہجے میں اگرچہ گویا آگ بھڑک رہی تھی لیکن اس کے دلکش سراپے کو
دیکھتی خوبصورت آنکھوں میں خماری کے رنگ چھانے لگے تھے۔

گالیاں نہیں دیں یوں میرے سامنے۔"اس کی آنکھوں کے بدلتے رنگوں"
سے آشنا ہوئے بغیر وہ خفگی سے بولی تھی۔

ڈارلنگ! ایک پولیس والے سے گالیوں کی امید نہ رکھنا تو ایسے ہے جیسے"
شاہ رخ خان سے رومانس کی امید نہ رکھنا۔"اس نے بڑے شاطرانہ انداز
میں بات کا رخ اس طرف موڑنا چاہا جہاں اس وقت اس کا دل مچل رہا تھا۔

جبکہ اس کی ایسی مثال پہ آبگینے کی آنکھوں میں الجھن کے رنگ یوں تیزی سے چھائے کہ رہبان ان اترتے چڑھتے معدوم ہوتے رنگوں کا عاشق ہونے لگا تھا۔

"یہ کیسی مثال ہے بھلا اور یہ شخص کون ہے؟ حویلی کے ماحول میں انہیں کم از کم ایسی آزادی ہر گز نہ تھی کہ وہ کسی ایکٹر یا مرد کے متعلق آگاہ ہوتی۔ اس لیے اس کی لاعلمی ہر گز چونکانے کا باعث نہیں تھی۔

"یہ میرے ٹائپ کی مثال ہے۔ مثال کو چھوڑیں بس میرے پروفیشن کے ساتھ میرے منہ سے نکلنے والے ان ناگوار الفاظ کو بھی کبھی کبھار برداشت کر لیا کریں اور۔۔۔۔" اپنے مخصوص دلکش لب و لہجے میں بولتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھا۔

اور جہاں تک بات ہے اُس شخص کی تو اسے اور اس کے رومینس کو گولی" ماریں۔ یہاں میری طرف دیکھیں جس کا رومانس آپ کو ایسے دیکھ کے ٹھاٹھیں مارنے لگا ہے۔" نچلے لب کا کونہ ہونٹوں میں دبائے وہ مچلتی مسکان کو کنٹرول کیے اس کے بالکل سامنے کھڑا ہوتا بھاری لہجے میں بولا تو وہ بِدک اٹھی۔

ہیں؟؟"ہونقانہ انداز میں اسے تکتی وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی تھی کہ " اپنے تئیں وہ اس سے ناراض تھی۔
یہ تو بس اس کی گالیاں سن کے چپ نہ رہ سکی تھی۔

اپنے رومانس اور گالیوں پہ قابو رکھیں آپ۔"بدقت تمام اسے جھڑکنے" کے بعد وہ واپس مرر کی جانب مڑنے لگی تھی جب اس نے لپک کے اس کی وہ کلائی تھامی جس میں وہ اپنے بال تھامے ہوئے تھی۔

بیک وقت بالوں اور ہاتھ کو کھنچاو لگنے کی بدولت وہ رکی تھی تبھی اس نے بہت نرمی سے اس کے دوسرے ہاتھ سے برش لیا۔

"میرے رومانس پہ پابندی نہ لگاو مسز، اس کے بدلے بہت اچھی نیوز دے سکتا ہوں تمہیں۔" ایک ہاتھ میں اس کے بال پکڑے دوسرے ہاتھ سے اس میں برش کرتا وہ اس پہ نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔
جس کے گال اس کی نگاہوں کی حدت سے رنگ بدلنے لگے تھے۔

"کیسی اچھی خبر؟" پلکیں اٹھا کے لحظہ بھر کے لیے اس کی جانب دیکھتے اس نے استفسار کیا تو پلکوں کی اس ادا پہ ضبط کھوتا وہ اس کے چہرے پہ جھکا اور اس کی آنکھوں کو اپنے لبوں سے چھوتا سرعت سے سیدھا ہوا تھا۔
جبکہ دوسری جانب ہمیشہ کی طرح اس کی بے شرمی اسے خجالت میں مبتلا کر گئی تھی۔

دریہ کا نکاح ہے کل۔"اس کے بالوں کو سنوارتے ہوئے اس نے انکشاف "
کیا تو وہ پوری طرح سے ہِل کے رہ گئی۔
پہلا خیال یہی ذہن میں آیا تھا کہ شاید اس کے بھائی کی پسندیدگی کی وجہ سے
یوں آناً فاناً دریہ کا نکاح طے کیا گیا تھا۔
اور یہ خیال اس کے دل کو ایک عجیب سی گھٹن میں مبتلا کر گیا۔اس پر پاس
کھڑے رہبان کی موجودگی بھی بھاری پڑنے لگی تھی۔

ک۔۔کس کے ساتھ؟"ہوا میں معلق ہوتے اعصاب کے ساتھ بمشکل "
اس نے لب کھولنے کی کوشش کرتے ہوئے بہت ہی نامحسوس انداز میں اس
کی گرفت سے اپنے بال چھڑواتے ہوئے چند انچ کا فاصلہ قائم کیا۔
اس کی اس اچانک حرکت پہ رہبان نے اس کے چہرے کو دیکھا جو چند لمحے
قبل شادابیاں چھلکا رہا تھا جبکہ اس وقت وہی چہرہ لٹھے کی مانند سفید ہوا پڑا تھا۔

لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ اس تبدیلی کے طے تک جا پہنچا تھا۔

طلال کے ساتھ۔"اسے ستانے کے ارادے پہ عمل نہ کرتا ہوا وہ سنجیدگی" سے بولا تو اس کی سماعتوں کو جیسے جھٹکا لگا تھا۔

طلال مطلب بھائی؟ مطلب میرے بھائی؟"پوری کی پوری اس کی جانب" پلٹتی وہ ہنوز بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن تھی۔

میری آخری اطلاعات تک تو وہ آپ کے ہی بھائی محترم تھے۔اب اگر آپ" کے والد صاحب نے دو بیویاں رکھی ہوں تو کچھ کہا نہیں جا سکتا۔"کندھے اچکا کے کہتے ہوئے اس کی سنجیدگی کا عالم قابلِ دید تھا۔

لیکن اس وقت وہ اس کیفیت میں تھی کہ اسے اس کی ایسی کسی بات سے فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

اتنی جلدی نکاح؟ باباسائیں اور پیر سائیں مان گئے کیا؟"سوالات کا ہجوم"
اس وقت اس کے دل ودماغ میں اودھم مچائے ہوئے تھا۔

پیر سائیں تاحال لاعلم ہیں لیکن آپ کے باباسائیں اوراماں سائیں رضامند"
ہیں اور کل وہی اس کے ساتھ آرہے ہیں۔"سرتاپااسے نگاہوں کی زد میں
رکھے وہ بہت سکون سے اس کے سوالوں کے جوابات دے رہا تھا۔

آپ۔۔آپ مان گئے؟مطلب کہ یہاں کسی کو کوئی ایشو نہیں ہے؟"اس"
کے لہجے کی الجھن وہ بہت اچھے سے بھانپ چکا تھا۔

ہے نا ایشو۔مجھے ہے سب سے بڑا ایشو لیکن اس ایڈیٹ نے میرے سے"
بات کی ہی نہیں سیدھا ہائی کورٹ میں اپیل درج کی تو فیصلہ اس کے حق میں

کر دیا گیا۔"ایک دفعہ پھر سے نجانے کیا کچھ یاد آنے پہ ماتھے کے بل نمودار ہوئے تو آبگینے کے دماغ میں 'ایڈیٹ' سن کے جیسے ایک گھنٹی سی بجی تھی۔

آپ چند لمحے پہلے گالیاں بھائی کو دے رہے تھے؟"آنکھیں سکیڑ کے کہتی" وہ بغور اسے دیکھتی متجسس لہجے میں گویا ہوئی۔

شکر کرو مسز کہ گالیوں پہ اکتفا کیا ہے اگر وہ سالا سامنے ہوتا تو اس کا چوکھٹا" سجا دیتا میں۔"دانت کچکچا کے کہتا وہ آبگینے کے چہرے کے شاکی پن کو بڑھا گیا۔

اپنی زبان تو ٹھیک رکھیں آپ۔"اسے اپنے بھائی کے لیے کہے گئے اس" کے الفاظ سخت ناگوار گزرے تھے۔

آپ اتنے خلاف کیوں ہیں اس رشتے کے جبکہ آپ کو یہ یقین بھی ہے کہ " بھائی دریہ سے محبت کرتے ہیں؟"اسے ٹوکنے کے بعد اس نے دماغ میں کلبلاتا ہوا سوال فوراً اٹھایا۔

کیونکہ میں ان دونوں کے رشتے کو دشمنی کی نذر نہیں کرنا چاہتا۔آپ کے " چچا سائیں کے کیس کا فیصلہ ہونے والا ہے اور اس فیصلے کو روکنے کے لیے پیر سائیں کچھ بھی کر سکتے ہیں۔اور ان کے کچھ بھی کرنے کے چکر میں ان دونوں کو بہت کچھ برداشت کرنا پڑ سکتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ وہ کسی ایسے مشکل دور سے گزریں جہاں ان کے لیے چناو مشکل ہو جائے۔میرا ارادہ تھا کہ اس سارے میس کے بعد ان کی شادی کی جاتی تب تک دریہ کی سٹڈی بھی مکمل ہو جاتی مگر جلد بازی میں تو میرا سالا میرا ابھی باپ نکلا۔"تفصیلاً کہتے ہوئے بات کے اختتام میں وہ قدرے بھنا کے بولا تو اس کی باتیں سن کے مضطرب ہوتی آبگینے اس کے آخری الفاظ پہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

اور مختلف کیفیات وتاثرات سے سجے دلکش چہرے پہ چٹختی اس ہنسی کی جھنکار نے اس کے اعصاب پہ خاصا خوش کن تاثر چھوڑا تھا۔

تبھی وہ دو قدم آگے ہوتا اس کے نزدیک ہوا تھا۔

گڈ نیوز دی ہے آپ کو۔اب دستور کے مطابق منہ تو میٹھا کروائیں مسز" رہبان گردیزی۔"اس کے گلابی ہونٹوں پہ اپنی معنی خیز نظریں جمائے وہ گھمبیر لہجے میں بولا۔

تو لہجے کی گھمبیرتا اور بے باک نگاہوں کا مرکز وحدت اس کی دھڑکنوں کو بڑھا گیا۔

وہ۔۔وہ باہر جا کے منہ میٹھا ک۔۔۔۔"لاشعوری طور پر پیچھے کو کھسکنے کی" کوشش کرتی وہ حیا سے کپکپاتے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

جب اس نے بایاں بازو بڑھا کے اس کی کمر کے گرد لپیٹتے اپنے نزدیک کھینچا اور اس کے کھلے بالوں میں انگلیاں پھنساتے اپنی مرضی و منمانی سے منہ میٹھا کرنے لگا۔

جبکہ اس کی اس گستاخی پہ یکلخت بڑھتی دھڑکنوں سے گھبراتی آبگینے نے زور سے اسے تھامتے ہوئے اپنی آنکھیں سختی سے بھینچ لیں اور اس لمحے کے زیرِ اثر بہتی چلی گئی۔

دنیا کی ساری سویٹ بیکریز کو آگ لگانی پڑے گی۔"اس کی تھمتی دھڑکنوں" پہ رحم کھاتے ہوئے وہ لمحے بھر کو اس سے دور ہٹا اور اس کے کپکپاتے نم ہونٹوں کو وارفتگی سے دیکھتا خمار آلود لہجے میں بولا۔

تو لہجے کی خماری اور بے باکی اس کے روئیں روئیں میں سنسنی سی بھر گئی جس سے بوکھلاتی وہ ایک ہاتھ اس کے ہونٹوں پہ جماتی اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔

رہبان پلیز! میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"اس کے جذبات سے"
گڑبڑاتے ہوئے اس نے اپنے تئیں ایک کوشش کی تھی لیکن دوسری جانب
اس کے خوبصورت سراپے کو اپنی بانہوں میں بھینچتا وہ بھاری لہجے میں گویا
ہوا۔

ایسی کی تیسی تمہاری طبیعت کی۔"اٹل لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کی"
کھلی زلفوں میں چہرہ چھپاتے ہوئے لب اس کی گردن سے مس کیے تو
کمرے کی فضا اس کی ان شرارتوں پہ کھلکھلاتی ہوئی اس کی بانہوں میں
موجود آبگینے کو اسی میں سمٹنے پر مجبور کر گئی۔

اوائل دسمبر کے دن تھے اور سورج کی روشنی کالج کے بائیں حصے میں بنے لان پر پھیلتی بہت سکون پہنچا رہی تھی۔

اس پر سکون موسم میں بھی وہ اپنے کزنز کے گھیرے میں بیٹھی منہ پھلائے ہوئے تھی۔

یار اب اس سب میں ہمارا کیا قصور ہے؟" داود نے اس کی شکل دیکھتے" ہوئے بیچارگی سے کہا تو سب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا۔

تم لوگ اس روز اگر چھٹی نہ کرتے تو یہ سب شروع ہی نہ ہوتا۔" وہ فوراً چیخ" اٹھی تھی۔

اب ہمیں کیا پتہ تھا کہ وہ گھبرو جوان تمہاری روتی اور مانگنے جیسی شکل پہ فدا" ہو جائے گا اور پیسوں کے ساتھ تمہیں دل بھی دے بیٹھے گا۔" زمل کے

بظاہر بڑی لاچاری سے مگر در حقیقت چھیڑنے والے انداز میں کہنے پر وہ جو غصے سے بھری بیٹھی تھی۔

اچانک داود اور حمدان کی موجودگی کے باعث جھینپ سی گئی اور ایک گھوری زمل پہ ڈالی۔

بکواس نہیں کرو۔ایسا کچھ نہیں ہوا وہ بس بھابھی کے لیے کر رہے ہیں" ایسے۔"اس نے فوراً منہ بناتے ہوئے بات بنانے کی کوشش کی۔

یہ جس طرح سے تم اس کے رہے ہیں، انہوں، آپ اور دوسرے بھاری" بھرکم لفظ استعمال کر رہی ہو۔اس سے لگتا تو نہیں ہے کہ تمہیں اس سے شادی پر کوئی اعتراض ہے۔"حمدان نے اس کی بات کے جواب میں جیسے دور کی کوڑی لائی تھی۔

میرا بھی یہی ماننا ہے لیکن پھر بھی دل کی تسلی کے لیے ایک دفعہ پوچھنا چاہتا" ہوں کہ ،درِ مکنون گردیزی صاحبہ !کیا آپ طلال شاہ کی سماعتوں کو اپنی ہنسی کی جھنکار اور اس کی بصارتوں کو اپنے وجود کی تابناکی کے لیے ہمیشہ کے لیے ہمکنار کرنا چاہیں گی ؟" دریہ جو حمدان کی بات پہ 'بکواس نہیں کرو' کہنا چاہتی تھی عقب سے آتی بھاری مگر خوبصورت آواز پہ کرنٹ کھا کے ایک جھٹکے سے مڑی۔

مگر اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے ان الفاظ کو سن کے گویا اپنی جگہ جامد رہ گئی اس مستزاد حمدان اور داود کی موجودگی اور ان سب کی معنی خیز نظریں۔

دریہ خدا کا واسطہ ہے کوئی مثبت جواب دے دے۔ کوئی مجھے ایسے عاشقانہ و" شاعرانہ انداز میں پرپوز کرے تو میں لمحے کی دیری کیے بغیر 'قبول ہے' بول دوں۔" اس کی خاموشی پہ زمل فوراً اس کے کان میں گھسی اور بلا مبالغہ اس

کی کی گئی اس سرگوشی نے وہاں موجود سبھی افراد کی سماعتوں کو مستفید ضرور کیا تھا۔

تبھی وہ ایک جھٹکے سے ہوش میں آتی فوراً اپنی پلکیں جھکاتے ہوئے رخ واپس داود کی جانب موڑ چکی تھی۔

مگر مخصوص سی خوشبو کا ریلہ اس کے بے حد قریب پھیلا اور وہ اس کے ساتھ جڑ کے بیٹھتا اس کی دھڑکنوں میں تلاطم برپا کرنے کا باعث بنا تھا۔

"دیکھیے محترم! اگرچہ ہم سر پھرے ایس پی نہیں ہیں لیکن ایسے اپنے سامنے اپنی جنگلی بلی کو پرپوز کرنے والے کو۔۔۔۔" اس کے پاس آ کے بیٹھنے پہ حمدان نے خاصے خشک انداز میں کہتے ہوئے بات کے درمیان وقفہ لیا تو دریہ نے بے ساختہ خوفزدہ انداز میں حمدان اور داود کا سنجیدی چہرہ دیکھا۔

سات توپوں کی سلامی پیش کرتے ہوئے آنے والے وقت کے لیے بے"
پناہ نیک تمنائیں دیتے ہیں۔"حمدان کی بات کو داود نے اسی انداز میں مکمل کیا
تو جہاں طلال اور زمل کے ہونٹوں پہ مسکان پھیلی تھی وہیں پل بھر کے لیے
ہونق ہونے کے بعد وہ جیسے ان پر چڑھ دوڑی تھی۔

بدتمیز، ایڈیٹ، تمہارا تو آج ہی جا کے رہبان لالہ سے علاج کرواتی"
ہوں۔"سامنے پڑی فائل اٹھا کے ان دونوں کے سروں پہ مارتی وہ خفگی سے
چلائی تھی۔
اس وقت وہ ساتھ بیٹھے طلال کی موجودگی سے بھی انجان ہو چکی تھی۔

اچھا اچھا سوری۔ لیکن اس وقت اس بیچارے کے پرپوزل کا جواب دے دو"
ورنہ اگر کل نکاح کے وقت اس نے ایسا کچھ کہا تو اتنے لوگوں کے سامنے

آکورڈ فیل کروگی۔"اپنا بچاو کرتے حمدان نے شرارت سے کہا تو وہ خجل سی ہوتی فائل واپس رکھتی سیدھی ہوئی تھی۔

مگر ساتھ بیٹھے طلال کے گھٹنے کے اس کے ٹانگ سے ٹکرانے کے باعث وہ خاصی ان کمفرٹیبل تھی۔

مجھے کوئی جواب نہیں دینا ہے کسی کو۔اس لیے کوئی مجھے تنگ نہ کرے۔""" بنا اس کی جانب دیکھے وہ شاکی لہجے میں بولتی دانستہِ توجہ زمل کی طرف مبذول کر گئی۔

میں اتنے لوگوں کی موجودگی میں اب جواب چاہتا بھی نہیں ہوں۔اس" پرپوزل کا جواب کل نکاح کے بعد لوں گا تاکہ اگر تنگ کروں تو جواباً تم کوئی قدغن نہ لگا سکو۔"نامحسوس انداز میں اس کی جانب جھکتے ہوئے اس نے سرگوشی نما انداز میں کہا اور جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

جبکہ اس کے الفاظ اس پہ مستزاد لہجے کا استحقاق اسے پل بھر میں بوکھلا گیا تھا۔
اس نے بے ساختہ سر اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو حمدان اور داود سے ہاتھ ملانے کے بعد سیدھا ہوا تو نگاہوں کا بہت بھرپور انداز میں تصادم ہوا۔
تبھی بڑے جاندار انداز میں مسکراتے ہوئے بائیں آنکھ دباتے ہوئے وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

اب پیچھے وہ تھی اور ان تینوں کی شرارتیں جو اسے کل کے حوالے سے مزید حواس باختہ کیے جا رہی تھیں۔

بہت خاموشی کے ساتھ وہ اپنی اور کلثوم میر کی تیاری کروا رہی تھی۔
وہ بہت خاموشی سے یہاں سے جانے کی تیاری کرتی ہوئی اپنا مختصر سا سامان سمیٹ چکی تھی جسے اس نے ایک بڑے سے شولڈر بیگ میں رکھا تھا۔اس کا

ارادہ آج کلثوم میر کا چیک اپ کروانے کے بعد انہیں واپس ڈرائیور کے ساتھ پیلس بھیجنے کے بعد خود اپنے گھر جانے کا تھا۔

وہ جانتی تھی کہ یہ رشتہ محض ایک کھیل تھا جو شازمین میر نے ذوالنورین سے بدلہ لینے کے لیے کھیلا تھا اور ذوالنورین میر نے اپنی ماں کی اس کمرے سے بازیابی اور صحت کے لیے رچایا تھا۔

اب تو گویا سارے کام مکمل ہو چکے تھے اور وہ محمل میں لگے ٹاٹ کے پیوند کی مانند یہاں نہیں رہ سکتی تھی جہاں سے کبھی نہ کبھی تو اسے نکال باہر پھینکا جانا تھا اور وہ ذوالنورین میر کی دل لگی کی بدولت خود کو دل کا روگ لگ جانے سے قبل یہاں سے جانا چاہتی تھی۔ تبھی آج مکمل تیاری کے ساتھ گھر سے نکلنا چاہتی تھی۔

"دلہن! نین کی مالش کی تھی آج صبح؟" ناشتے کے بعد کلثوم میر نے اچانک استفسار کیا تو وہ گڑبڑا سی گئی۔

آں۔۔۔وہ۔۔جی کی تھی۔"جھوٹ بولنے کی عادت نہ تھی تبھی زبان" لڑکھڑائی تھی۔جبکہ اس کے جھوٹ پہ وہیل چیئر پہ بیٹھے ذوالنورین نے خاصے پر تپش انداز میں اسے گھورا تھا۔

کیونکہ ایسا ایک دن بھی نہ آیا تھا جب اس نے ایسا کوئی کام کیا ہو۔

نین ! ہم ہاسپٹل جا رہے ہیں۔تم بھی چلے چلو۔ایک دفعہ چیک اپ کروا" لو۔"کلثوم میر نے ان دونوں کے درمیان کی کشیدگی کو محسوس کیے بغیر جب ذوالنورین کو آفر کی تو وہ بے تحاشا بوکھلا گئی تھی۔

نہیں۔۔میرا مطلب ہے کہ اس طرح نہیں بلکہ ذوالنورین ڈاکٹر مرتضیٰ" کے ساتھ ہوتے اپنا تفصیلی چیک اپ کروائیں تاکہ وہ پراپر گائیڈ تو کر سکیں۔"

بروقت دماغ کے کام کرنے پر اس نے بہانہ بنایا تو کلثوم بیگم نے متفقانہ انداز میں سر ہلایا۔

جبکہ وہ ہنوز اسی انداز میں اسے گھور رہا تھا جو ایک بڑا سا بیگ شولڈر پہ ڈالے اب کالی چادر گرے رنگ کے شلوار سوٹ پر اوڑھ رہی تھی۔

خدا حافظ !" ایک پر ملال اور حسرت بھری نگاہ کمرے کے در و دیوار پہ " ڈالنے کے بعد اس نے وہیل چیئر پہ موجود ذوالنورین میر کو دیکھا جو اس وقت وہیں بیٹھا تھا جہاں پہلی دفعہ اس کمرے میں آنے پر ان دونوں کا سامنا ہوا تھا۔

اس سے پہلے کہ دل میں اٹھتا درد یاذ ذوالنورین میر کی خود پہ جمی نگاہیں اس کے پیروں میں زنجیریں ڈالتیں وہ جانے کو پلٹی تھی۔

کس سے ڈر کے اتنی عجلت دکھا رہی ہیں میڈم۔بے فکر رہیے وہیل چیئر پہ " بیٹھا ایک نامکمل انسان ہوں میں۔"اس کی جلد بازی پہ چوٹ کرتا وہ تلخ لہجے میں بولا تو اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

مگر پیچھے مڑنے کی غلطی کیے بغیر وہ کمرے کی دہلیز پار کر گئی کہ کلثوم میر نیچے جا چکی تھیں۔

پورٹیکو میں کھڑی کار میں بیٹھتی زحلے اپنے ہی غم میں ڈوبی اس بات سے آگاہ ہی نہ ہو سکی کہ آج ڈرائیونگ سیٹ پر وہ ڈرائیور نہ تھا جسے ذوالنورین میر نے ان کے آنے جانے کے لیے مختص کر رکھا تھا۔

اور اس کی یہی بے خبری انہیں ہاسپٹل لے جانے کی بجائے شازمین میر کے ڈرائیور کو بتائے گئے پتے کی جانب لے جانے لگی۔

اور جس لمحے کلثوم میر اور زحلے ابراہیم بخت خان کے اڈے پر پہنچائی گئی تھیں اسی لمحے ولید میر نے سالوں بعد ذوالقرنین میر کی معیت میں 'میر پیلس' میں قدم رکھے تھے۔

اور ٹھیک اسی لمحے دریہ گردیزی نے طلال شاہ کے نام خود کو کیا تھا اور مضطرب سی شہرے ملک اپنی ارجنٹ رخصتی کور کوانے کی خاطر اسد ملک کے سٹڈی روم کی جانب بڑھی تھی۔

زحلے اور کلثوم میر کی گاڑی نکلنے کے بعد شاطرانہ مسکان ہونٹوں پہ سجائے اپنے کمرے کی گلاس وال سے یہ منظر دیکھتی شازمین میر کے دل میں جیسے پھوار سی پڑی تھی۔

خود کو کئی مہینوں کے بعد پہلے کی طرح ہلکا پھلکا سا محسوس کرتی وہ نک سک سی تیار آج خلافِ معمول بہت جلد نیچے آگئی تھی۔

جہاں اس وقت ذوالنورین میر کے علاوہ باقی سب موجود تھے اور تقریباً سبھی اس کی اس گھٹیا منصوبہ بندی سے آگاہ تھے۔

بہت خوش لگ رہی ہو؟"عبدالرحمن میر نے اس کے کھلتے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے استفسار کیا تو وہ معنی خیز انداز میں مسکرا دی۔

"آج بالآخر ہمیں وہ سب مل جائے گا جس کے لیے اتنے سال پاپڑ بیلے ہیں۔ تمہارے بھائی کو کڈنیپ کروایا۔ تمہارے بھتیجوں پہ حملہ کروایا لیکن پاور آف اٹارنی مکمل طور پر پھر بھی نہ مل سکی۔ لیکن آج تمہارا وہ معذور بھتیجا جب ماں اور بیوی کو بخت خان جیسے شخص کے چنگل میں پائے گا تو اسے سب کچھ ہمیں دینا ہو گا۔"فریش جوس کے سپ لیتی وہ ڈائیننگ ٹیبل پہ بیٹھے افراد کو خوشخبری سنا رہی تھی۔

ایسے میں فقط سامعہ تھی جسے یہ خبر سن کے نجانے کیوں دل میں ایک ملال سا جاگنے لگا تھا جسے وہ کوئی نام نہ دے سکی تھی۔

بخت خان کو فون کریں کہ جتنی جلدی ہو سکے یہ کام کرے۔یہ نہ ہو"
کہ۔۔۔۔۔۔"آفاق میر نے بھاوج کو دیکھتے ہوئے کہا مگر اچانک صدر
دروازہ کھلنے پر سب کی توجہ ڈائیننگ ہال سے نظر آتے صدر دروازے کی
جانب اٹھی۔

جہاں سے داخل ہوتے افراد کو دیکھ کر وہاں موجود سبھی نفوس کے چہروں پہ
مردنی سی چھا گئی اور پیروں تلے سے گویا زمین کھسک گئی ہو۔

ب۔۔بھائی صاحب آپ؟"اپنے سامنے کھڑے ولید میر اور نین کو دیکھ"
کر ان کے چہرے یوں ہو گئے جیسے کسی ماورائی شے کو دیکھ لیا ہو۔
ایسے میں عبدالرحمن میر کے لب ہولے سے سرسرائے تھے۔

مجھے دیکھ کے اتنا شاکڈ کیوں ہو گئے ہو سب؟ کیا مجھے کڈنیپ کرنے والے" سے میری موت کا سودا بھی کر لیا تھا؟" ان کی سنجیدگی سے بھرپور آواز میں زمانے بھر کی تلخی اور کاٹ تھی۔

جو انہیں لمحوں میں کاٹ گئی لیکن شازمین میرا تنی جلدی کھیل کا پانسا نہیں پلٹنے دینا چاہتی تھی اس لیے فوراً آگے بڑھی۔

کیونکہ اس کے پاس فی الحال بہت مضبوط مہرے موجود تھے۔

کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ بھائی صاحب؟ کون کڈنیپ ہوا تھا؟ آپ اور" نین کی گمشدگی کے خلاف اتنی ایف آئی آر درج کروائی تھیں لیکن پولیس اور ہمیں ہمیشہ مایوسی ہی ہوئی مگر اب آپ کو سامنے دیکھ کر یقین نہیں آ رہا۔" وہ اپنے تئیں یہی سمجھ کے بیٹھی تھی کہ وہ ان سب کے ناپاک عزائم اور اعمال سے تاحال بے خبر تھے۔

تبھی اپنی مکاری کے رنگ بکھیرنے کو نین کے نزدیک ہوئی جس نے ایک جھٹکے سے اس کا اپنی جانب بڑھتا ہوا ہاتھ پرے دھکیلا تو وہ لڑکھڑا کے رہ گئی۔

"اپنے خون میں رنگے ہوئے ہاتھ دور رکھو ہم سے۔" اس کے بلند لہجے میں شیر کی سی دھاڑ تھی۔

جس نے انہیں بہت کچھ غلط ہو جانے کا سگنل دیا تھا۔

"یہ کیا طریقہ ہے اپنے سے بڑوں کے ساتھ بات کرنے کا؟ اتنے سالوں کے بعد کہاں غائب رہ کے ہمارا تماشہ دیکھنے کے بعد اچانک آ گئے ہو۔"

عبدالرحمن صاحب نے نین کے یہ تیور دیکھے تو غصے سے پھنکارے تھے۔

کہ مروت اور منہ دکھاوے کی شاید اب ضرورت نہیں رہی۔

اتنی جلدی کس بات کی ہے؟اپنا ناشتہ مکمل کر لو تم لوگ پہلے۔کیا پتہ یہ" زندگی کا آخری ناشتہ ہو۔" ولید صاحب نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے سرد لہجے میں کہا تو وہ سب انہیں دیکھ کے رہ گئے۔

جونین کی معیت میں لاونج میں پڑے صوفوں کی جانب بڑھ گئے تھے۔

اسی لمحے ایک دفعہ پھر سے صدر دروازہ کھلا اور ڈرائیور ہاتھوں میں دو سوٹ کیس گھسیٹتے ہوئے بلیو گولڈن کنٹراسٹ کے دیدہ زیب سوٹ پہنے نگاہ کے ساتھ اندر داخل ہوا تو سب پہ ایک دفعہ پھر سے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

ی۔۔یہ لڑکی؟" یہ پہلی دفعہ تھا جب شازمین میر کا چہرہ سیاہ پڑا تھا کیونکہ " اس لڑکی کو تو بخت خان نے ایسڈ کے ذریعے جلا دیا تھا۔

اس کے بعد وہ ضرغام ملک کے نگاہ میں تھی مگر اب اس کا اس طرح سجا سنورے روپ کے ساتھ یہاں آنا واضح کر رہا تھا کہ ان کے پلانز کسی حد تک ان کی نظروں میں آ چکے تھے۔

جی یہ لڑکی نگاہ ذوالقرنین۔ میری بیوی میری محبت۔" ہاتھ تھام کے نگاہ کو" اپنے مقابل کھڑا کرتے نین نے مضبوط لہجے میں تعارف کروایا تو نگاہ کو یک ٹک گھورتی شازمین میر کا دل چاہا وہ سب کچھ تہس نہس کر دے۔

اس وقت اس کی ساری امیدز حلے اور کلثوم میر پہ مبنی ہو چکی تھی اور صرف اس کی ہی نہیں بلکہ بخت خان اور پیر سائیں کی بھی۔

فائز! ذوالنورین اور مما کو جا کے اطلاع دو۔" نین نے سوٹ کیس رکھ کے" جاتے ڈرائیور کو مخاطب کیا تو وہ مودب انداز میں سر ہلاتے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھا تھا۔

جبکہ نیچے ہال میں اتنے نفوس کے موجود ہونے کے باوجود ایک جامد سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

میں تو اس واسطے چپ تھا کہ تماشہ نہ ہو

اور تو سمجھتا ہے کہ مجھے تجھ سے شکایت نہیں کوئی۔۔۔

گلال ونڈو کے سامنے حسبِ معمول وہیل چیئر پہ بیٹھا ذوالنورین ماتھے پر پرسوچ بل لیے زحلے کے انداز واطوار پہ غور و فکر کر رہا تھا۔

جب دروازے پہ ہلکی سی دستک کے ساتھ دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو اس نے ناگواری سے دروازے کی جانب دیکھا۔

واٹ داہی۔۔۔تم؟"ناگواری سے بولتے ہوئے وہ فائز کو سامنے دیکھ کر" ٹھٹھکا تھا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ ممالوگ آچکے ہیں کیا ہاسپٹل سے؟"ماتھے پہ" تیوریاں چڑھائے وہ تیکھے انداز میں گویا ہوا تو فائز الجھ گیا۔

سر! میں تو میڈم کو لے کر آج کہیں گیا ہی نہیں۔میں تو بڑے صاحب اور" نین سر کو لینے گیا ہوا تھا۔انہوں نے رات کو کال کی تھی۔"اس کے سادگی سے جواب دینے پر ذوالنورین کے سر پہ جیسے دھماکے ہونے لگے تھے۔

کیا بکواس کر رہے ہو یہ؟اگر تم ان کے ساتھ نہیں گئے تو وہ پھر کس کے" ساتھ گئی ہیں؟دو گھنٹے ہو چکے ہیں انہیں گھر سے نکلے ہوئے۔"اس کا لہجہ خوفناک اندیشوں کی مہک سے لرز اٹھا تھا۔

اسے ان نگاہوں کا خود کو نکلتے سمے دیکھنا یاد آیا تو وجود میں جیسے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔

سر! میں کچھ نہیں جانتا ہوں کہ وہ لوگ کب نکلے۔"اس کی حالت دیکھ کر" فائز پریشان ہو چکا تھا۔

اس نے دیکھا کہ وہ اب اپنا موبائل نکال کے مختلف نمبر ملا رہا تھا مگر مما اور زحلے کے نمبر بند ہونے پر جب اس نے ہاسپٹل کال کی تو وہاں ان دونوں کی غیر موجودگی کی اطلاع سن کر اس کا وجود گویا منوں مٹی تلے دھنستا چلا گیا۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا موبائل دیوار پہ مارنے کے بعد دایاں ہاتھ وہیل چیئر کے بازو پر زور سے مارتے ہوئے خود پہ ضبط کرنے کی کوشش کی مگر جب ناکام ہوا تو زور سے ایک مکا گلاس ونڈو پر رسید کیا تو گلاس ایک چھناکے کی صورت میں ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوا تھا۔

اور پھر صرف گلاس ونڈو نہیں بلکہ اس نے پاس پڑی میز پہ پڑی اشیاء اٹھا کے زور سے دیوار پہ دے مارتے ہوئے خونخوار نگاہوں سے خوفزدہ کھڑے فائز کو دیکھا تھا۔

"مجھے ابھی کے ابھی پتہ کر کے بتاو کہ کون لے کر نکلا ہے مما اور میم کو؟ سی سی ٹی وی فوٹیج چیک کرو فوراً۔" وہ بلند آواز میں ایک دفعہ پھر سے گرجا جب کمرے سے بلند ہوتے شور شرابے کو سن کے حواس باختہ سے نین اور نگاہ آگے پیچھے بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے۔

"کیا ہوا ذونین؟ تم ٹھیک۔۔۔ یہ سب کیا ہے؟" نین نے متفکر انداز میں اسے دیکھا مگر پھر کمرے کی حالت دیکھ کر پریشانی دیدنی ہو چکی تھی۔

مماا ور میڈم ہاسپٹل کے لیے نکلی تھیں لیکن وہ ہاسپٹل نہیں گئیں بلکہ "
وہ۔۔۔۔۔۔"شدتِ ضبط کے باعث اس کی کنپٹی کی رگیں پھولنے لگی تھیں
جبکہ وہیل چیئر کے پائیدان پہ جمے پیروں میں جیسے کانٹے سے اگنے لگے
تھے۔

بلکہ وہ مما کے ہائیر کے لیے ڈرائیور کے ہمراہ کسی بخت خان کے اڈے پہ "
پہنچائی جا چکی ہیں۔"ذوالنورین کی شدتِ غیض و غضب سے غراتی آواز کو
سامعہ میر کی سپاٹ مگر نم آواز نے توڑا توسب نے کرنٹ کھا کے اس کی
جانب دیکھا۔
جو کمرے کی چوکھٹ سے چند قدم آگے کھڑی آنکھوں میں حسرت و ملال اور
بے پناہ پچھتاووں کے رنگ سمیٹے ذوالنورین کو دیکھ رہی تھی۔

جس کی آنکھوں میں اس وقت اپنی ماں اور بیوی کو کچھ ہو جانے کے احساس کا دکھ اس شدت سے ہلکورے لے رہا تھا کہ وہ پچھتاووں کے گہرے بھنور میں اترنے لگی تھی۔

وہ نگاہ کے آنے پر سب کی توجہ ان پر مرکوز پا کے ڈائیننگ ہال سے ہٹ چکی تھی اور اب سود و زیاں کے حساب کتاب کے بعد وہ دل پہ پڑے بوجھ کو کم کرنے کے لیے یہاں آگئی تھی۔

جبکہ اس کے کہے گئے الفاظ پہ جہاں نگاہ کا چہرہ مارے خوف کے سفید پڑا تھا وہیں ان دونوں بھائیوں کے چہرے نفرت و غضب کی شدت سے لہو چھلکانے لگے تھے۔

"آج یہ عورت اس رذیل انسان سے بھی پہلے میرے ہاتھوں جہنم واصل ہو گی۔" وہیل چیئر پہ ہاتھ مارتے ہوئے وہ بھوکے شیر کی مانند غراتے ہوئے آگے بڑھا جب سامعہ کی کانپتی آواز پہ ٹھٹھکا۔

میں نے برسوں پہلے جو الزام تمہاری ذات پہ لگایا تھا۔یہ میری طرف سے" اس کے لیے ایک چھوٹا سا مداوا ہے۔"اس نے دل پہ پڑے بوجھ کو ہلکا کرنا چاہا تھا۔

دعا کرنا سامعہ، مما اور میڈم کو کچھ نہ ہو۔مجھے وہ صحیح سلامت مل گئیں تو" تمہارے سارے گناہ میری جانب سے معاف ہوں گے۔"سپاٹ لہجے میں کہتے ہوئے وہ نین کی معیت میں جب نیچے پہنچا تو نین کے یا نگاہ کے روکنے سے قبل وہ بھوکے چیتے کی مانند شازمین میر کی جانب لپکا اور اس کی نازک گردن اپنے اسی زخمی ہاتھ میں دبوچ لی جس سے اس نے شیشہ توڑا تھا اور نگاہ نے رومال باندھ دیا تھا۔

تمہارے جیسی ناگن کا سر اسی دن کچل دینا چاہیے تھا جب تم نے پہلا وار کیا" تھا مگر رشتوں کا لحاظ مار گیا تھا۔ مگر اب کسی بھول میں مت رہنا کیونکہ اب تم سب کو میں خود اتنی ہی اذیت ناک موت دوں گا جس سے تم لوگوں نے ہمیں ہمکنار کیا تھا۔" اس کی گردن پہ دباو بڑھاتا وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا۔

تبھی اس اچانک حملے پہ ششدر رہ جانے والے اس کے دونوں چچا اور کزنز آگے بڑھے اور ایک جھٹکے سے اس کی چیئر کو پرے دھکیلا۔

ہوک۔۔ کیا چیز تم جو مجھے یعنی شازمین میر کو دھمکانے چل نکلے ہو۔"""

بمشکل بولنے کی کوشش کرتی شازمین میر پھٹی پھٹی آواز میں بولی تو اس نے لہو رنگ آنکھوں سے اسے دیکھا۔

تبھی ایک دم سے مختلف بوٹوں کی آواز پہ سب نے پلٹ کے دیکھا تو بہت سارے سپاہی ہاتھوں میں ہتھیار لیے نین کو دیکھ کر سلیوٹ مارنے لگے۔

السلام علیکم سر!" ان کے یک زبان کیے گئے سلام پہ برف کے مجسمے بن" کے کھڑے میر پیلس کے مکینوں پر 'نین میر' کا پولیس میں ہونے کا سن کر جیسے دماغ ہل گیا تھا۔

یہ پانچ چھ سال گیم ہماری مرضی سے چلتی رہی ہے یا یہ پانچوں دوست" چلاتے رہے ہیں؟" بے ساختہ یہ سوچ بہت سوں کے ذہن میں آئی مگر غور و فکر کا موقع دیے بغیر سپاہی آگے بڑھے اور ان سب کو اپنی کسٹڈی میں لینے لگے جبکہ لیڈی کانسٹیبلز ان دونوں خواتین کی جانب بڑھ گئیں۔

ہمارے آنے تک انہیں جیل میں بھیجنے کی بجائے سپیشل روم میں رکھو۔ کچھ" ہی دیر میں جب ہم آتے ہیں تو ان کا فیصلہ 'فائیو سٹار' گروپ خود کرے گا کیونکہ ان سب کے لیے جج، جلاد، جیوری سب کچھ فائیو سٹار خود ہیں۔"

مزاحمت کرتے چچاوں اوران کی بیگمات کو نفرت سے دیکھتے نین نے اپنے ماتحتوں کواشارہ کیاتووہ زبردستی انہیں لے کر جانے لگے۔

سر!ڈرائیور کی شکل واضح نہیں ہورہی لیکن گاڑی کا نمبر مل گیاہے۔"فائز" کے پرجوش آواز میں بولنے پر ذوالنورین نے بناموبائل سکرین کودیکھتے اسے آگے بڑھنے کااشارہ کیاتھا۔

کیونکہ پل پل گزرتالمحہ اس پر بے حد بھاری پڑرہاتھاکہ بھیگی ہوئی نگاہیں لمحہ بہ لمحہ دل کی زمین سے لپٹتی دل کی دھڑکنیں مدہم کیے جارہی تھیں۔

گردیزی ہاوس'میں اس وقت معمول سے بڑھ کے ہلچل مچی ہوئی تھی' کیونکہ طلال شاہ اپنی مختصر سی چارلوگوں پر مشتمل بارات کے ساتھ 'گردیزی ہاوس' پہنچ چکاتھااور کچھ ہی منٹوں تک ان کا نکاح متوقع تھا۔

دریہ ! یاراب تو سچی سچی بتادو کہ طلال بھائی سے پہلی ملاقات میں پیسے مانگتے" ہوئے کیاان سے دل مانگنے کی بھی ریکویسٹ کی تھی۔"خوبصورت سے سی گرین کلر کے فراک میں ملبوس زمل اور مشعل آف وہائیٹ شرارے سوٹ میں حوروں کومات دیتے روپ کواپنائے گھبرائی سی بیٹھی دریہ کو مسلسل زچ کیے جارہی تھیں۔

جو آف وائیٹ دوپٹے کے ساتھ سر پہ طلال کے نام کا سرخ دوپٹہ سجائے بے چینی سے اپنے مہندی لگے ہاتھ مسل رہی تھی۔

بھابھی ! پلیزان لوگوں کو تھوڑی دیر کے لیے چپ کروائیں۔ بار بار آپ" کے بھائی کانام لیتی ہیں تودل میں پتہ نہیں کیاہونے لگتاہے۔"ان کی شرارتوں سے خائف ہوتے اس نے خفگی سے اندر آتی آبگینے کو مخاطب کرتے معصومیت سے کہاتوان کی ہنسی چھوٹ گئی۔

ہمارے فقط نام لینے سے یہ حال ہے۔زرا اپنی بھابھی سے پوچھو کہ جب" سامنا ہوتا ہے تو دل کی کیا حالت ہوتی ہے؟"انہوں نے اب کی باربیک وقت دونوں نند بھاوج کو چھیڑا تو دونوں ہی جھینپ سی گئیں۔

تم لوگوں کا بھائی تو ٹاپ کلاس قسم کا ایک رومینٹک اور بے شرم بندہ ہے" اس لیے میرا تجربہ زرا ہٹ کے ہے لیکن چونکہ میرا بھائی اس معاملے میں ابھی کورا ہے اس لیے دریہ کی فیلنگز کو ہم نکاح کے بعد کی ملاقات کے بعد پوچھیں گے۔"خوشی کا موقع ایسا تھا کہ آبگینے نے پہلی دفعہ یوں کھل کے ان کی کسی شرارت کا جواب ایسی ہی شرارت سے دیا تو زمل مشعل سمیت دریہ بھی اس کی پہلی کہی گئی بات پہ آنکھیں گھما کے رہ گئی۔

میرے دل نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میری زوجہ محترمہ نے مجھے بے حد" حسین الفاظ میں یاد فرمایا ہے۔"بوتل کے جن کی مانند دروازے کے بیچ وبیچ

نمودار ہوتے رہبان کے چھا جانے والے سراپے کو دیکھ کر آبگینے کا چہرہ زیب تن کیے گئے گلابی کپڑوں جیسا ہو گیا۔

جتنے حسین الفاظ میں مجھے یاد کر رہی تھی باخدا یہاں میری بہنیں موجود نہ ہوتیں تو ایک عدد عملی ثبوت تو ضرور دے کے جاتا میں۔" اس کے نزدیک آتے ہوئے اس کے کان کی جانب جھکتا وہ سرگوشی نما انداز میں بولتا ہوا اس کے چھکے چھڑوا گیا۔

اس نے بے ساختہ اپنا رخ موڑتے ہوئے کپکپاتے ہاتھوں میں زور سے فراک کو بھینچتے ہوئے اس شرم کے ریلے پہ قابو پانے کی کوشش کی۔

جبکہ وہ اب بڑے سکون کے ساتھ دریہ کے ساتھ بیٹھا اس کو بازو کے گھیرے میں لیے لاڈ کرنے میں مگن ہو چکا تھا۔

کچھ ہی منٹوں بعد حماد گردیزی نکاح خواں کے ساتھ اندر داخل ہوئے تو رہبان کے گھیرے میں بیٹھی دریہ کو دل کی بلند ہوتی دھڑکنیں کانوں میں گونجتی محسوس ہوئی تھیں۔

اور پھر دل کی ابھرتی ڈوبتی کیفیت کے بیچ ڈولتے اس نے خدا اور اپنے والدین کے فیصلے کو اپنے حق میں بہتر جانتے ہوئے خود کو اس شخص کے نام کر دیا جس کی نگاہوں کے تصادم نے اسے انجانے سے احساس سے دوچار کر دیا تھا۔

جس لمحے طلال شاہ نے نکاح نامے پہ سائن کیے تھے اسی لمحے رہبان شاہ کے پرسنل نمبر پہ نمودار ہونے والے نین کے پیغام کو دیکھ کر وہ طلال اور باقی سب کو مبارک دینے کے بعد بے حد معذرت کرتا اپنی ڈیوٹی کا بہانہ بنا کر گھر سے نکل گیا۔

یہ جانے بغیر کہ جب وہ گھر میں واپس آئے گا تو بہت کچھ پہلے جیسا نہ ہو گا۔

ضرغام کا کیا گیا دھماکہ اس قدر بھیانک تھا اس کے لیے کہ وہ ساری رات سو نہ سکی اور پھر صبح صادق کی نشانیاں نمودار ہوتے ہی وہ 'ملک منزل' سے 'ملک ہاوس' جانے کے لیے بیتاب ہونے لگ گئی۔

لیکن اسے اطلاع ملی تھی کہ اسد صاحب گھر موجود نہ تھے تبھی وہ خود پہ ضبط کیے ان کے آنے کی منتظر تھی۔

اور پھر جب اسے اسد صاحب کے آنے کی اطلاع ملی تھی اس وقت اس کی ملازمہ نے اسے بتایا تھا کہ نیچے ملک ہاوس کے لوگ ڈھیروں مٹھائیوں اور سامان کے ساتھ اس کی رخصتی کی تاریخ فائنل کرنے آئے تھے۔

اسے بہت سارے واسطے دے کر وہ کمرے کی بیک سائیڈ پہ بنی سیڑھیوں کو استعمال کر کے 'ملک ہاوس' کی طرف بڑھ گئی کہ اس کے لیے یہ بہتر موقع تھا کہ سب کی غیر موجودگی میں اسد صاحب سے بات کر لی جائے۔

گھر میں داخل ہوتے ہی بنا کہیں رکے وہ بہت محتاط انداز میں قدم آگے بڑھاتی اسد صاحب کے سٹڈی روم میں داخل ہوئی تھی۔

السلام علیکم! بڑے دادا کیسے ہیں آپ؟" بمشکل لبوں پہ کھینچ کھانچ کے " مسکان بکھیرتی وہ مدہم لہجے میں گویا ہوئی تو ایک کیس کی فائل سٹڈی کرتے اسد صاحب غیر متوقع طور پر اس کی آواز اس وقت سن کے چونکے تھے۔

وعلیکم السلام! شہرے بیٹا، بڑے دادا تو بڑے ڈیشنگ ہیں۔ آپ سناو کیسی " ہو؟ اتنی ڈل کیوں لگ رہی ہو؟" شگفتگی سے کہتے ہوئے انہوں نے بغور اس کا ستا ہوا چہرہ دیکھا تو اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔

بڑے دادا! میں بہت پریشان ہوں اور میری پریشانی آپ ہی ختم کر سکتے " ہیں۔" بات کرتے کرتے بائیں آنکھ سے آنسو ٹوٹ کے رخسار پہ آن گرا تو اسد صاحب فوراً پریشانی سے اپنی جگہ پر سے اٹھے اور اس کے نزدیک آئے۔

کیسی پریشانی؟ کیا بات ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟" اسے بازو کے گھیرے " میں لیے وہ آگے بڑھ کے صوفے پہ بیٹھے اور ساتھ ہی اسے بٹھایا تھا۔

بڑے دادا! مجھے۔۔۔مجھے رخصتی نہیں کروانی ہے ابھی۔ میرے لیے بہت " مشکل ہے یوں اچانک ہونے والے انکشافات کو فیس کرنا اور یہ سب برداشت کرنا۔" اس نے نم لہجے میں اپنی پریشانی ان کے سامنے پیش کی تو وہ چپ سے ہو گئے۔

انہیں بے ساختہ ضرغام یاد آیا تھا جو سالوں بعد ان کے ساتھ نارمل ہوا تھا۔

ورنہ شہرے کے ساتھ شادی سے انکار، نگاہ سے نکاح اور پھر رخصتی تک ان کا تعلق بے حد تلخی کا شکار رہا تھا۔ کیونکہ جب اس نے نگاہ سے نکاح کیا تھا تو یہی باور کروایا کہ محبت کی شادی ہے تبھی انہوں نے اسے کہا تھا کہ شہرے اور اس کی بچگانہ محبت کی مدت بس اتنی ہی تھی۔

تب سے اب تک ان کا تعلق بے پناہ کشیدگی لیے ہوئے تھا اور نگاہ سے رخصتی ہونے تک وہ یہی باور کرواتا رہا تھا مگر کچھ مہینوں پہلے جب سچائی سامنے آنے لگی تو ان کا تعلق نارمل ٹرمز پہ آیا تھا۔

اور انہی ٹرمز کی وجہ سے چاہے طنزیہ مگر اس نے انہیں کہا تھا کہ اِس رخصتی کے لیے شہرے کو اسد صاحب منائیں گے۔

ایسے میں شہرے کا اُسی رخصتی کو ڈیلے کرنے کا فیصلہ وہ بھی ان کی مدد کے ساتھ انہیں پریشان کر گیا تھا۔

لیکن بیٹا بہتر نہیں ہے کہ آپ رخصتی کے بعد جو بھی آپ لوگوں کے " کلیشز وغیرہ ہیں انہیں اچھے سے سلجھالو گے ؟"انہوں نے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی اور ساتھ ہی ایک چور نگاہ سٹڈی روم سے اٹیچڈ واشروم کے ادھ کھلے دروازے پہ ڈالی۔

جہاں کچھ دیر قبل کوئی ہاتھ دھونے گیا تھا۔

نہیں بڑے دادا، مجھے تھوڑا وقت چاہیے۔ میں ابھی یہ سب نہیں چاہتی۔ "!!!! وہ انہیں کھل کے نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ ضرغام ملک کو مکمل شوہر کے روپ میں دیکھنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔

ورنہ ان کی آغا جان کی موجودگی میں ہوئی نگاہ کے متعلق تمام گفتگو جازم ملک اسے بتا چکا تھا جس سے بہت کچھ مزید کلیئر ہو چکا تھا مگر رخصتی کے نام پر دل جانے کیوں آمادہ نہ تھا۔

آں۔۔۔او کے بیٹا میں کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔آپ پریشان نہیں" ہوں۔"وہ اتنے مان سے ان کے پاس آئی تھی۔اسلیے وہ دوٹوک انداز میں اسے انکار نہیں کر سکتے تھے۔

تھینک یو بڑے دادا لیکن بڑی دادو توسب کے ساتھ ڈیٹ فائنل کرنے گئی" ہیں۔"خوشی کے ساتھ یکلخت ہی اسے یاد آیا تو لہجے میں بے چینی سی امڈ آئی۔

ڈونٹ وری۔سب اچھا ہو گا۔آپ ٹینشن نہیں لو۔"دانستہ ہر شے سے بے" نیازی برتتے انہوں نے امید کے ٹمٹماتے دیے اس کے ہاتھ میں سونپے تو اس کا چہرہ جیسے کھل اٹھا تھا۔

تھینک یو بڑے دادو، یو آر بیسٹ۔ "خوشی سے انہیں پیار کرتی وہ اپنی جگہ "
سے اٹھی اور انہیں خدا حافظ کرتی باہر نکل گئی کہ اب پر سکون ہوتے دل کے
ساتھ وہ 'ملک منزل' میں موجود اپنے پیاروں کو ملنا چاہتی تھی۔

جبکہ دوسری جانب سٹڈی روم میں موجود اسد صاحب اپنے سامنے ضرغام کی
شرر باز سوالیہ نگاہوں سے نظریں چراتے فائل کھول رہے تھے۔
جب ان کی جانب سے مکمل خاموشی پا کے وہ خود پہ ڈھیروں ضبط کرتا ہوا لمبے
لمبے ڈگ بھرتا ہوا روم سے باہر نکلتا زور سے دروازہ مارتا ہوا چلا گیا۔

بیوی آنکھوں میں آنسو بھر کے حملہ کرتی ہے اور شوہر آنکھوں کے "
خوفناک تیر چلاتا ہے۔ خدا ہی خیر کرے ان دونوں کی۔" زیرِ لب کہتے
ہوئے انہوں نے اکتا کے فائل بند کی اور اس مسئلے کا حل سوچنے لگے۔

نارمل سی روشنی چھلکاتے اس کمرے میں موجود زحلے ابراہیم کی توجہ کا سارا مرکز کلثوم میر کی ذات تھی جو اس سے فاصلے پہ موجود کرسی پہ باندھی ہوئی تھیں۔

اب سے تین گھنٹے قبل جب وہ گاڑی میں بیٹھیں تو کوئی توجہ نہ دی مگر جب آدھ گھنٹے تک بھی گاڑی نہ رکی تو وہ چونکی کہ ہاسپٹل کو تو اب تک آجانا چاہیے تھے۔

یہ خیال آتے ہی اس نے ڈرائیور کو مخاطب کرنا چاہا تو یکایک اسے حواس سلب ہوتے محسوس ہوئے اور وہ ہوش حواس کھوتی کلثوم میر کی جانب لڑھک گئی جو اس سے پہلے دائیں جانب لڑھک چکی تھیں۔

اس کے بعد جب انہیں ہوش آیا تو وہ اس کمرے میں الگ الگ کرسیوں پہ بندھیں نو دس آدمیوں کے بیچ موجود تھیں۔

اس ساری حقیقت کاادراک ہوتے ہی اس کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی تھی۔

اسے فوراً کلثوم میر کا خیال آیا جو پہلے ہی قید جیسے ٹراما سے گزر چکی تھیں ایسے میں پھر سے ہاتھ پاوں باندھ کے انہیں رکھنا ان کے دماغ کے لیے اچھا نہ ہو گا۔

تم جو بھی ہو لیکن پلیز اماں کے ہاتھ پاوں کھول دو۔"اس نے وہاں موجود" آدمیوں سے کہا لیکن کسی کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

اور حسین بلبل، تمہارا شوہر ایک پیپر پہ سائن کر دے اور اس کا دوست" میرے پارٹنر کو رہا کر دے تو خدا کی قسم منٹ سے پہلے تم لوگ گھر چلی جاو گی لیکن۔۔۔۔"سیاہ کپڑوں میں ملبوس سیاہ سے رومال ٹائپ سکارف گلے

میں لپیٹے بخت خان نے نظریں زحلے کے وجود پہ گاڑھیں تو اسے اپنے بدن پر چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔

"لیکن اگر وہ لوگ میرے مطالبات پورے نہیں کرتے تو پہلے تمہاری اس ساس کے ٹکڑے کروں گا اور پھر تمہارے ٹکڑے کرنے سے قبل اپنے آدمیوں کو تمہارے ساتھ کھل کے کھیلنے کی دعوت دوں گا۔ تم دونوں کی یہ حالت دیکھ کر تمہارا وہ معذور شوہر خود ہی مر مرا جائے گا تو سارا تماشہ ہی ختم۔" سفاک اور گھٹیا لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے بدن سے جیسے جان نکال کے لے گیا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی زلیل انسان۔" خوف و غصے کی شدت سے وہ دبا دبا سا چلائی تو اس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکے بخت خان نے پوری قوت سے

ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے رخسار پہ رسید کیا تو اسے اپنے حلق میں خون کا ذائقہ گھلتا محسوس ہوا۔

زوالنورین!" پھٹے ہوئے ہونٹوں سے اک سسکاری سی نکلی جبکہ دوسری" جانب اس کی حالت دیکھ کر کلثوم میر ایک دم سے چیخ اٹھیں۔

دلہن! دلہن! دلہن کو مت مارو۔" ان کے زور زور سے چلانے پر بخت" خان بدمزہ ہوتا ہوا ان کی جانب مڑا لیکن اس سے قبل کے وہ انہیں ہاتھ لگا پاتا۔

عجیب سی آواز پہ سب نے چونک کے اس ہال نما کمرے کی بنی عمارت کے مین ایریے کی جانب دیکھا۔ جہاں کوئی دروازہ نہ تھا لیکن یہ علاقہ ایسا تھا اور یہ جگہ ایسی تھی کہ کوئی گمان بھی نہ کر سکتا تھا کہ یہاں کوئی موجود ہو گا۔

کہ وہ گاڑیاں وغیرہ روڈ پہ چھوڑ کے آتے تھے۔ایسے میں کسی آمد نے انہیں چوکنا کر دیا تھا۔

سبھی نے ہتھیار سنبھالتے ہوئے ٹارگٹ سیٹ کیا۔ تبھی وہ اپنی وہیل چیئر کو حرکت دیتا ہوا سامنے آیا تو زحلے پہ جیسے حیرتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا۔

وہ حیرانگی و بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی جو یہاں اپنی حالت کی پرواہ کیے بغیر انہیں یہاں بچانے آیا تھا یا اپنی معذوری کے باعث خود ان کے ہاتھوں موت کا نشانہ بننے آیا تھا۔

یہ خیال آتے ہی اس کا دل جیسے سینے کی دیواریں توڑ کے باہر آنے کو مچلنے لگا تھا۔

جبکہ بخت خان جو اسے یہاں دیکھ کر پہلے پریشان ہوا تھا مگر جب نظر اس کی وہیل چیئر اور زخمی ہاتھ پہ پڑی تو ایک دم سے پاگلوں کی طرح ہنسنے لگا۔

مطلب کہ تم۔۔تم مجھ سے یعنی بخت خان سے اپنی ماں اور بیوی کو اس" وہیل چیئر پہ بیٹھ کر بچانے آئے ہو ہاہاہاہا۔۔۔۔" بری طرح سے قہقہے لگا کے ہنستا ہوا وہ زحلے اور کلثوم میر کے دل پر چھریاں چلا گیا۔

جبکہ اس کی ہنسی، اس کی باتوں سے بے نیاز ذوالنورین کی سرخ آنکھیں زحلے کے ہونٹوں کے کنارے جمے خون اور رخسار پہ بنے انگلیوں کے نشانات پہ مرکوز تھیں۔

تم تو تب بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے جب تم اپنے پیروں پہ کھڑے" تھے اب کیا اکھاڑ پاو گے میرا؟ ہوں؟" ہنستے ہنستے وہ آنکھوں میں سفاکیت کے رنگ پھیلائے ہاتھ میں پسٹل لیے اس کی جانب بڑھا تو زحلے کا دل جیسے کنپٹیوں میں سلگنے لگا تھا۔

وہ اس کی بات کا پسِ منظر نہیں جانتی تھی لیکن اس لمحے اس کا دل جیسے ڈوبنے کو تھا اور سانسیں گویا آخری دموں پہ تھیں۔

اچھا یہ چھوڑو۔مجھے یہ بتاو کہ تمہیں یہاں کا پتہ کس نے دیا اور تم کس کے ساتھ۔۔۔۔۔" بات کرتے کرتے اس نے ہاتھ میں تھامی پسٹل کی نال اس کے زخمی ہاتھ کی پشت پہ رکھنی چاہی جب وہ ایک دم سے چیخ اٹھی۔

"نہیں۔۔اسے کچھ مت کہو پلیز۔ تمہارے جو بھی مطالبات ہیں وہ پورے ہو جائیں گے لیکن اسے کچھ مت کہنا۔" وہ کم از کم اس شخص کو یوں بیٹھے اس شخص کی بربریت کا نشانہ بنتے نہیں دیکھ سکتی تھی جو پہلے ہی قدرت کی مار کھائے ہوئے تھا۔

جبکہ اس کی بے اختیاری پہ جہاں بخت خان چونکا تھا وہیں ذوالنورین میر کے سینے میں موجود دل نے اچانک پلٹا کھایا تھا۔

اپنے سامنے کھڑے بخت خان کو نظر انداز کیے وہ وہیل چیئر گھماتے ہوئے زحلے کی جانب بڑھا تو بخت خان دلچسپی سے اس ڈرامے کو دیکھنے لگا تھا۔

ویسے بھی وہ دشمن کو تڑپا کے مارنے کا قائل تھا اور ابھی وہ ان کی تڑپ کا مزہ لینا چاہتا تھا۔

وہیل چیئر کو حرکت دیتے ہوئے پہلے وہ ماں کے سامنے رکا ان کے ہاتھ چومنے کے بعد وہ زحلے کی جانب مڑا اور اس کے بالکل سامنے جا کے رکا۔ دایاں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اس نے اس کے ہونٹوں کے نزدیک زخم کے نشان کو چھوا تو اس کے ہونٹوں سے سسکی سی نکلی جو اس کے اندر لگی آگ کو مزید جلا دے گئی۔

آئی ایم سوری میم فار آل دس۔ "انگوٹھے سے اس کے زخم کو رب کرتے" ہوئے اس کے ہاتھ کی انگلیاں اس کی گردن کو چھونے لگیں تو زحلے نے حیرانگی سے اسے دیکھا۔

جس نے اس کی گردن پہ رکھی انگلیوں کو مخصوص انداز میں دبایا تو وہ ہوش و حواس کھوتی ایک جانب کو لڑھکی جب اس نے فوراً اس کو سہارا دیتے ہوئے اس کا سر کرسی کی پشت سے ٹکایا۔

اس کی اس اچانک حرکت پہ الجھتے بخت خان نے زحلے کے بیہوش وجود سے نظریں ہٹا کے اچنبھے سے اس کی جانب دیکھا تو آنکھیں مارے حیرت کے گویا پھٹنے کو ہو گئیں۔

دل و دماغ پہ چھائے تفکر کو جب شام میں سکون ملا تو وہ ہر طرح سے شاد و مطمئن ہوتی خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگی۔

کافی دنوں کے بعد اس نے بہت فریش انداز میں سب کے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور باتیں کیں۔

ٹینشن کم ہوئی تو اتنے دنوں کی بے خوابی کا شکار آنکھوں میں نیند چھانے لگی تو وہ بنا وقت ضائع کیے سونے کے لیے لیٹ گئی۔

نجانے رات کا کون سا پہر تھا جب گہری نیند میں سوتے اسے خود پر بھاری پن کا احساس ہوا۔

جسے دماغ سے جھٹکتے ہوئے اس نے خود کو واپس نیند کی وادیوں میں الجھانا چاہا .جب گردن یکلخت پر تپش سے احساس کی حدت سے جلنے لگی

گردن پہ ہاتھ مارتے ہوئے اس نے کروٹ بدلنی چاہی لیکن خود کو حرکت کرنے سے قاصر پایا اس پہ مستزاد ایک سرسراتا ہوا سلگتا ہوا لمس جب گردن سے سرائیت کرتا ہوا جب گردن کی حدود پار کرنے لگا تو اس کی نیند بھک سے اڑی تھی۔

ایک دم سے آنکھیں کھولتے ہوئے اس نے اس سرسراہٹ کا ماخذ جاننا چاہا جب اسے انگارہ سا اپنی گردن کے عین وسط میں دہکتا ہوا محسوس ہوا۔

"ض۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

اس کے ہونٹوں سے نکلنے والے الفاظ گردن کے عین وسط میں پہلے سے بھی زیادہ شدت سے چھوڑے جانے لمس نے وہیں گھونٹ دیے تھے۔

جبکہ اسے جاگتا پا کر وہ پہلے سے بھی زیادہ شدت اور جارحانہ انداز میں اس کی گردن کو اپنے لمس سے دہکاتا جا رہا تھا۔

پ۔۔پلیز! "اس اندازِ قربت اور بے اختیاری نے اسے لرزا کے رکھ دیا تھا"

مگر مقابل شاید اس کی حالتِ زار پہ رحم کھانے کے موڈ میں نہیں تھا۔

تبھی اس کی التجا پہ بجائے پیچھے ہٹنے سے وہ پہلے بھی زیادہ وارفتگی سے اس کے بائیں کندھے کی جانب جھکا تو اس نے لرزتے ہوئے اپنے ہاتھ اس کے سینے پہ جمائے اسے روکنے کی سعی کی تھی۔

لیکن وہ دائیں ہاتھ میں اس کی دونوں کلائیاں سر کے اوپر سے گزار کے تکیے کے ساتھ پِن کرتا اس کے بائیں کان میں غرایا۔

ڈیڈ کو رخصتی کے لیے منع کیوں کیا؟" رات کی تاریکی و تنہائی، جان میں" اترنے والی قربت، رگوں کو جھلسانے والی پر تپش سانسوں کی لپک اس پہ مستزاد اس کے ایسے اطوار و الفاظ پہ جیسے جان حلق میں آن اٹکی تھی۔

پ۔۔پلیز پیچھیں ہٹیں۔ مم۔۔میری جان نکلنے لگی ہے۔" وہ مر کے بھی" اس کے ساتھ ایسے اندازِ قربت کا تصور نہیں کر سکتی تھی۔ مگر اب جب حقیقت سے واسطہ پڑا تھا تو دل جیسے کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا تھا۔

اپنی مغلوب کیفیت سے خائف ہوتی وہ بھیگے لہجے میں دباد باسا چلائی تو اس نے بایاں ہاتھ اس کے بالوں میں پھنساتے ہوئے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے مزید قریب کیا تو وہ اپنی سانسیں تک رکتی محسوس کرنے لگی۔

اور جو آپ پل پل میری جان نکالنے کے درپے ہیں اس کا حساب کون دے" گا؟" بھاری گھمبیر لہجے میں جذبوں کا طوفان سمیٹے وہ اس کے نم ہوتے رخساروں پہ لب رکھتا نمکین پانیوں کا ذائقہ چکھنے لگا تو وہ اتنی شدت سے اس کی شرٹ کو دبوچ گئی کہ اسے لحظہ بھر کو یوں لگا کہ شرٹ آخری دموں پہ ہو۔

ضر۔۔ضرغام پلیز، خدا کے لیے پیچھے ہوں۔" جب دل کی حالت مزید" مخدوش ہونے لگی تو وہ پیروں ہاتھوں کی انگلیاں زور سے بھینچتی کپکپاتے

ہونٹوں کے ساتھ بولی تو وہ اس کی ٹھوڑی کو چھوتے ہوئے اس پر سے اٹھا اور ہاتھ بڑھا کے سائیڈ ٹیبل پہ پڑا لیمپ آن کیا۔

تو وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اپنی جگہ سے اٹھی اور کانپتے ہاتھوں کے ساتھ اپنا بلینکٹ مزید کھینچ کے گردن تک لپیٹا۔

لیمپ کی چاندنی سی روشنی میں بکھرے حلیے کے ساتھ سرخ چہرہ و گردن لیے وہ اس کے اندر لگی آگ کو مزید بھڑکانے لگی تھی۔

کیوں آئے ہیں آپ یہاں؟"خود کو اپنے طور پر کمفرٹر میں محظوظ کرنے" کے بعد وہ شاکی انداز میں اس سے مخاطب ہوئی تو ہنوز بیڈ پہ اس کے نزدیک براجمان اس پہ نگاہیں مرکوز کیے اس کی دھڑکنیں سست کر رہا تھا۔

آپ کو یہ باور کروانے کے لیے کہ محترمہ شہرے ملک اس زمانے سے نکل" آئیں جب آپ کے لیے میں کسی اور رشتے کے اہم تھا۔جو رشتہ اب جڑا ہے

اسے دل ودماغ میں رکھیں گی تو فائدے میں رہیں گی۔مانتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ کی عزت نفس، آپ کا پندار زخمی ہوا ہے لیکن جب مقصد کسی دوسرے کو راحت پہنچانا ہو تو خود کانٹوں پہ چلنے کا درد فراموش کرنا پڑتا ہے۔"رخ مکمل طور پہ اس کی جانب موڑتے ہوئے وہ اس کی بھیگی آنکھوں میں اپنی دلکش آنکھیں گاڑھتا ہوا گھمبیر لہجے میں بولا تو اس کا دل عجیب سے انداز میں گداز ہونے لگا تھا۔

ل۔۔لیکن مجھے ابھی رخصتی نہیں کروانی ہے۔"اس کی جانب دیکھنے سے " مکمل گریز برتتی وہ دھیمے لہجے میں بولی تو ضرغام نے جینز کی پاکٹ سے سگریٹ نکال کے اسے سلگاتے ہوئے سنجیدگی سے ایک نظر اسے دیکھا۔

میں زور زبردستی کا قائل نہیں ہوں لیکن اس بار مجھے یہ بھی کرن پڑا تو کر" لوں گا کہ آپ کا انکار بے بنیاد ہے۔" سگریٹ لبوں میں دباتے ہوئے اس کے لہجے کی گھمبیرتا شہرے کو جھلانے پہ مجبور کر گئی تھی۔

انکار بے بنیاد نہیں ہے۔" وہ ایک دم سے چٹخی تھی جب وہ سگریٹ دائیں" ہاتھ میں تھامتا ایک بار پھر سے اس کی جانب جھکا تو وہ گڑبڑاتی ہوئی بیڈ کراون کے ساتھ ٹیک لگا گئی۔

اس انکار کو بے بنیاد ہی کہتے ہیں جو آپ اپنے شوہر کی قربت سے خائف ہو" کر کریں۔اس لیے شہرے ضد نہیں کریں اتنے سالوں کے بندھے جذبات میں مزید ابال مت آنے دیں۔آپ کا نازک وجود سہہ نہیں سکے گا۔" اس کے بے حد نزدیک جھکا وہ مدہم مگر بھاری لہجے میں بولتا اس کے کانوں سے دھواں نکال گیا۔

جبکہ شرم وحیا سے تپتا ہوا چہرہ لہو چھلکانے لگا تھا۔

آ۔۔۔ششش!"اس نے کچھ کہنے کو لب کھولنے چاہے جب ضرغام نے" بائیں ہاتھ کی انگلی اس کے ادھ کھلے ہونٹوں پہ رکھتے ہوئے اسے خاموش کروایا۔

کیا اب آپ کو ان پر پیار نہیں آتا ہے؟"اپنی سیدھی ہتھیلی اس کے سامنے" پھیلاتے ہوئے اس نے وسط میں جگمگاتے تلوں جن کی کبھی وہ دیوانی تھی ان کی جانب اشارہ کیا تو اس کی نگاہ اس کی ہتھیلی سے الجھنے لگی۔

آپ کو مجھ پر غصہ نہیں آتا؟"اس کی ہتھیلی پہ نظریں جمائے وہ آہستگی سے" گویا ہوتی اس دن کی جانب اشارہ کرنے لگی جب نگاہ سے ڈائیورس کا سن کر اس نے اس پر الزامات کی بوچھاڑ کی تھی۔

نہیں، پیار آتا ہے اور بڑی شدت کے ساتھ آتا ہے، کر لوں؟"آنکھوں"
میں غیر معمولی چمک لیے وہ بظاہر سنجیدگی سے بولتا اس کے اتنے قریب آ گیا
کہ اس کے ہلتے لب وہ اپنی ٹھوڑی پہ محسوس کرتی کپکپا اٹھی تھی۔

ن۔ نہیں۔ پیچھے ہوں پلیز۔"فوراً سے پیشتر اسے پرے کرتی وہ ایک انچ"
مزید پیچھے کھسکی تھی۔

کل مما کے ساتھ جا کر اپنی شاپنگ مکمل کر لیجیے گا کیونکہ آپ کے بڑے"
دادا کی ہر دفعہ نہیں مان سکتا میں۔"اس کے شگرفی ہونٹوں کو دیکھتا وہ گھمبیر
لہجے میں بولتا اس کے اوسان خطا کر گیا۔

"لیکن۔۔۔۔۔۔"

شہرے ! پلیز میں نے ہجر کی کالی راتیں آپ کے بغیر گزاری ہیں۔اب "
جب دل کو سکون کے پل نصیب ہوئے ہیں تو کیوں نا سارے گلے شکوے
ایک ساتھ مل کے کریں تاکہ انعام وصل کی صورت میں مل سکے۔"بنا پیے
ختم ہو جانے والا سگریٹ بجھاتا وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جس انداز
میں بولا اس کا ہر لفظ اس کے اندر دم توڑنے لگا تھا۔

میں اب اپنی وارڈروب کو اس سرخ رومال کی بجائے آپ کی موجودگی کے "
احساس سے سجانا چاہتا ہوں۔"اس کے سرخ ہونٹوں پہ انگوٹھا پھیرتا وہ خمار
آلود لہجے میں بولا تو اس کا سانس سینے میں اٹکنے لگا۔

اوکے۔لیکن آپ پلیز اب جائیں۔"اس سے پہلے وہ ایک دفعہ پھر سے اسی "
روپ میں آتا وہ جلدی سے بولی تو ضرغام کے بھرے بھرے ہونٹوں پہ

دلکش سی مسکان پھیل گئی جسے اس کے ہونٹوں پہ سجانے کے لیے وہ اس کے سمجھنے سے قبل ہی اس کے چہرے پہ جھک گیا۔

تو وہ بے ساختہ دونوں ہاتھوں سے بلینکٹ کو دبوچ کے رہ گئی۔

کمرے میں ادھر سے ادھر چکر لگاتے ہوئے وہ ہاتھ میں پکڑی پلیٹ سے بریانی کی چمچ لگاتی کان میں لگے بلیوٹوتھ کی مدد سے اپنی دوست کے ساتھ محوِ گفتگو تھی۔

میری توبہ جو زندگی میں پھر کبھی دلہن بنی۔ یار حد ہے اتنے گھنٹوں سے" ایک ہی پوزیشن میں بٹھایا ہوا تھا۔ میری تو ٹانگیں دکھنے لگی ہیں۔" زور زور سے پیر زمین پہ مارتے اس کا پیدل مارچ، کھانا اور بولنا ایک ساتھ جاری تھا۔

خوبصورت شرارے سوٹ میں ملبوس، وہ گندھی ہوئی چٹیا کو کندھے پہ ڈالے، مہندی لگے ہاتھوں میں ڈھیروں چوڑیاں پہنے وہ میچنگ جیولری پہنے دوپٹے سے مکمل طور پر آزاد کچھ گھنٹے قبل کی دلہن ہر گز نہ لگ رہی تھی۔

اللہ نہ کرے اور خبردار یہ مشعل اور زمل کو ایسے بکواس مشورے دینے کی" بالکل ضرورت نہیں ہے۔ سخت ناپسند ہیں مجھے یہ کپلز کے پرسنل فوٹو شوٹ۔۔۔۔۔۔" دوسری جانب موجود اپنی بہت قریبی دوست جو کہ آج نکاح پہ آ نہ سکی تھی، اس کی بات سن کر قدرے بلند آواز میں بول رہی تھی جب زمل کی چہکتی ہوئی آواز گونجی۔

دریہ! زرا فریش ہونا جلدی سے. طلال بھائی اور فوٹو گرافر آ رہے ہیں فوٹو" شوٹ کے لیے۔" اس کے منہ سے یہ بات سنتی دریہ کا دل چاہا وہ دھاڑیں مار مار کے روئے۔

مجھے نہیں کروانا کوئی فوٹو شوٹ۔" مارے کوفت کے اس کی آنکھیں" جھلملانے لگیں لیکن اس سے قبل کے زمل کچھ کہتی دروازہ ہولے سے ناک کرتا ہوا وہ بڑے استحقاق کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

ایک دم سے غیر متوقع طور پر اس کے سامنے آنے اس پہ مستزاد اپنے لاپرواہ سراپے کا احساس ہونے پر اس کے ہاتھوں میں پکڑی بریانی کی پلیٹ لرز کے رہ گئی۔

جسے فوراً سے پہلے پاس پڑی میز پہ رکھتی وہ وہیں صوفے پہ پڑا مشعل کا دوپٹہ کھینچ کے اپنے گرد لپیٹ گئی۔

اس کی حواس باختگی پہ جہاں وہ زیرِ لب مسکرا رہا تھا وہیں زمل نے سو بار اپنے ماتھے کو پیٹا تھا۔

آپ باتیں کریں طلال بھائی۔میں آپ کے لیے پانی لے کر آتی ہوں۔""
زمل نے طلال کو ایک نظر دیکھتے ہوئے وہاں سے نکل جانا بہتر سمجھا۔
جب اسے وہاں سے جاتے دیکھ کر وہ گڑ بڑائی تھی۔

"نہیں رکو زمل، پانی ہے یہاں پ۔۔ڑا۔"اس نے قدرے بلند آواز میں کہتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کی جانب اشارہ کیا مگر سامنے کھڑے طلال کے اٹھتے قدم دیکھ کے اس کے لفظ ٹوٹنے لگے تھے۔

"ایسے دیکھو گی تو میں خود پہ ضبط نہیں رکھ پاوں گا۔اس لیے مجھ سمیت خود پہ رحم کھاو پلیز۔"اس کی خائف سی نگاہیں خود پہ جمی پا کے وہ بڑھتے قدموں کے ساتھ سنجیدگی سے بولا تو اس کی پہلے سے پھیلی آنکھیں نا سمجھی سے مزید پھیلیں۔

مگر بات جب شعور تک پہنچی تو فوراً سے پیشتر اس نے گڑ بڑاتے ہوئے ناصرف پلکیں جھپکائیں بلکہ بڑی سرعت کے ساتھ اس کے خود تک پہنچنے سے قبل بیڈ پہ جا بیٹھی۔

ایک پرپوزل دیا تھا تمہیں، اس کا جواب لینے آیا ہوں مسز دریہ طلال۔""" اس کے نزدیک بیڈ پہ بیٹھتا وہ اس کے گرد لپٹے دوپٹے کا پلو اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں لیتا ہوا بولا تو قدرے سمٹ کے بیٹھی دریہ کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔

اس پرپوزل کا جواب میں کچھ گھنٹے قبل اتنے لوگوں کی موجودگی میں دے" چکی ہوں۔"اس کے دوبارہ استفسار کرنے پہ وہ ہاتھوں کو مسلتی ہوئی مدہم لہجے میں گویا ہوئی۔

تواس کے سینے میں مقید دل جیسے پلٹا کھا کے ساتھ بیٹھی اس نازک سی لڑکی کے قدموں میں جا لپٹا تھا۔

اس کو دیکھتی اس کی آنکھیں اچانک لو دینے لگی تھیں۔

اور اگر میں اپنی مرضی سے جواب لینا چاہوں تو۔" دھیرے سے دوپٹے کا" پلو اس کے دائیں کندھے سے کھسکاتے ہوئے وہ بھاری لہجے میں بولا تو دریہ کا دل جیسے کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا تھا۔

ت۔۔تو میں جواب نہیں دوں گی۔" جی کڑا کے کہتے ہوئے اس نے اس" سے دور ہٹنا چاہا جب اس نے دوپٹے کے پلو پہ گرفت مضبوط کرتے ہوئے اس کی کوشش ناکام بنائی ہے۔

اس قدر فاصلہ کیوں بنانے پہ تلی ہوئی ہو۔مجھے اس جواب کے بعد خود کو" سراہنے کا موقع نہیں دوں گی؟" نئے اٹوٹ رشتے سے جنم لیتے جذبات کی شدت سے اس کا لہجہ بوجھل ہو رہا تھا جسے سن کے اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سرسراہٹ سی دوڑ گئی تھی۔

اس پہ مستزاد اس کے گستاخ ہوتے ہاتھ، جو اس کے گرد لپٹے مشعل کے دوپٹے کو ڈھیلا کر چکے تھے اور اب وہ اپنے ہوش اڑا دینے والے روپ کے ساتھ سمٹی ہوئی اس کے روبرو بیٹھی تھی۔

آ۔۔آپ ایسی باتیں نہیں کریں پلیز۔" وہ اسے یہ نہ کہہ سکی کہ ایسی عجیب" باتیں نہیں کرو کیونکہ اس نے ہمیشہ اسے بڑے ڈیسنٹ انداز میں دیکھا تھا اس کا یہ مدہوش انداز اس کے ہوش اڑائے جا رہا تھا۔

میں باتیں کرنا بھی نہیں چاہتا اس لمحے۔" معنی خیز انداز میں کہتے ہوئے وہ" ہولے سے جھکا اور اپنے پیار اور اس رشتے کی پہلی مہر اس کی کنپٹی پہ لگاتا اس کی ٹھہری دھڑکنوں کو پاگل کر گیا۔

اور پھر یہی نہیں اس کے لب پوری آزادی اور استحقاق کے ساتھ اس کی کنپٹی سے گردش کرتے ہوئے دائیں رخسار، ٹھوڑی اور پھر جب گردن کی حدود تک پہنچے تو وہ تڑپ کے اس سے دور ہٹی۔

ب۔۔بس پلیز۔" اس کا چہرہ اس وقت تپتے انگارے کی مانند دہک رہا تھا" جبکہ دل گویا ہاتھوں پیروں میں دھڑکنے کو بے قرار تھا۔

لیکن اس کی 'بس' کے جواب میں اس نے ہاتھ بڑھا کے اسے ایک بار پھر نزدیک کیا اور یونہی بنا میچنگ دوپٹے کے اسے خود کے ساتھ لگائے وہ جیب سے موبائل نکال کے اس کی اور اپنی تصویریں لینے لگا تھا۔

تم اس رشتے کے لیے تذبذب کا شکار کیوں تھی؟"تصویریں لیتے ہوئے"
طلال نے نظر جھکا کے اپنے کندھے سے لگی دریہ کا سر دیکھا۔

جو کچھ ہو چکا ہے اس کے بعد یہ سوال پوچھنا تو نہیں چاہیے لیکن مجھے لگا تھا"
کہ آپ یہ رشتہ صرف لالہ سے بدلہ لینے کے لیے جوڑنا چاہتے ہیں۔ مگر
جب میں نے اس رشتے پہ بھابھی کو خوش دیکھا تو میرے اندر کے سارے
وہمات ختم ہو گئے۔"اپنی طبیعت کے مطابق وہ جو کچھ تھا کھل کے بول گئی۔
اس کی بڑی وجہ شاید یہ بھی تھی کہ اس وقت وہ بھی خاصی شرافت کا مظاہرہ
کیے چپ بیٹھا ہوا تھا۔

اور اگر تمہارا پہلے والا خدشہ ہی اصل سچ ٹھہرا تو؟" کچھ جانچتے انداز میں اس" کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے اس کے بالوں کو چھیڑا تو اس کے دلکش چہرے کا رنگ بڑی سرعت سے بدلا تھا۔

تو۔۔۔کچھ نہیں بس میں مر جاوں گی۔" سپاٹ سے لہجے میں وہ آنکھوں" میں ڈھیر ساری کیفیات لیے بولی تو اس کے دل کو جیسے دھچکا سا لگا۔اس کی ذات ساری جیسے ہل کے رہ گئی تھی۔

اس نے بے ساختہ اسے بانہوں میں بھرتے ہوئے زور سے اپنے سینے میں بھینچتے شدت سے اس کے بالوں، گالوں اور آنکھوں کو چومنے لگا۔

جبکہ اس کے سینے سے لگی دریہ اس کی گرفت،اس کے لمس اور اس کی قربت سے جھلکتے والہانہ جذبات کو محسوس کرتی پر سکون سی انداز میں ہلکا سا مسکرادی۔

اس کی خوبصورت مسکراہٹ کو دیکھتا طلال جب آنکھوں میں خمار لیے اس کے ہونٹوں کی جانب جھکا تو دروازہ ایک دم سے زور زور سے بجنے لگا۔

طلال بھائی! نیچے آپ کے پیر سائیں آئے ہیں۔"زمل کی دی جانے والی" اطلاع نے بیک وقت دونوں کو اچھا خاصا چونکا دیا تھا۔

تم۔۔۔۔"بخت خان کی آنکھیں بے یقینی اور حیرت سے پوری واہو" گئیں۔

جبکہ ایسی غیر متوقع صورتحال دیکھ کر بخت خان کے آدمیوں نے فوراً نشانہ اس پہ باندھا جو سرعت سے نزدیک کھڑے بخت خان کی حیرت کا فائدہ اٹھاتا اسے اپنی جانب کھینچ کے اسے ڈھال بنا چکا تھا۔

اگلے ہی پل وہ بخت خان کی گردن میں بائیں بازو کا شکنجہ کسے دائیں ہاتھ سے اس کا پسٹل والا ہاتھ تھام کے اُسی کے آدمیوں کا نشانہ اسے کے ہاتھوں لینے لگا۔

ایسے پرفیکٹ اور پھرتیلے انداز میں اسے نشانے باندھتے دیکھ کر اس کی گرفت میں پھنسے بخت خان کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھٹنے والی ہو چکی تھیں۔ مگر رفتہ رفتہ گرتے اپنے آدمیوں کو دیکھ کر اس کی حیرت پہ جب غصے اور انتقام نے غلبہ پایا تو اس نے اس کی پسلی میں کہنی مارتے ہوئے اس کی گرفت سے نکلنا چاہا جب وہ اس کا بازو مروڑ کے کمر سے لگا گیا۔

بخت خان! اپنے قد سے بڑے لوگوں سے دشمنی پالو تو اس کے کچھ اپنا و۔" دوست کی خبر رکھو نہ رکھو لیکن دشمن سے اس قدر بے خبر ہر گز نہیں رہنا چاہیے جتنا تم تھے۔" اس پہ گہری چوٹ کرتے ہوئے اس نے اس کی گرفت

سے پسٹل لے کر اسے ایک جھٹکے سے اپنے سامنے کی جانب دھکا دے کے پرے دھکیلا تو اس کا چہرہ مارے غضب کے سرخ ہونے لگا۔

"کمینے انسان! جو حشر تیرا پانچ سال پہلے کیا تھا اس سے بھی بدترین حشر تیرا آج کرنے کے بعد تیری ماں اور بیوی کے جسم کے چیت۔۔۔۔۔۔" اچانک لگنے والی اس ناکامی کی چوٹ نے اسے بلبلا کے رکھ دیا تھا جب اس کے بکواس پر اس نے ایک دھاڑ کے ساتھ اس کے پیٹ اور منہ پہ تابڑ توڑ حملے کرنے شروع کر دیے اور چند ہی منٹوں میں اس کا نقشہ مکمل طور پر تباہ کر دیا۔

"یہ میری بیوی پر ہاتھ اٹھانے کے لیے۔" اچانک اپنی سیاہ جیکٹ کی پاکٹ سے چھوٹا چاقو نکال کے ہاتھ میں لیتے وہ سفاک لہجے میں بولتا اس کے منہ پہ اسی ہاتھ سے وار کرتا ہوا درد سے چلانے پر مجبور کر گیا تھا۔

یہ سب پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی کلثوم میر کی آنکھوں میں گزشتہ سالوں میں گزرا ہوا ہر اذیت بھرا لمحہ جاگا تھا اور ان کے ذہن میں پنہاں ہر الجھن کی گرہ کھلتی چلی گئی۔

"ضروری نہیں کہ ہر بار اللہ تیری رسی کو دراز کرے بلکہ اس بار اللہ حق اور انصاف کا ساتھ دے رہا ہے۔" اس کے زخمی پڑے ساتھیوں اور اس کی ادھ موئی سی حالت کو زہر خند نظروں سے دیکھتے ہوئے وہ نفرت سے غرایا تو شکست اور ناکامی کی شدت سے پاگل ہوتا بخت خان ایک بار پھر سے چیخا۔

"تم لوگ اتنے سال ڈرامہ کرتے رہے ہو ہمارے ساتھ۔" اس کے سیاہ پینٹ شرٹ میں ملبوس بھرپور مردانہ وجاہت کے شاہکار وجود کو دیکھتے ہوئے وہ نفرت بھری بے بسی سے چلا رہا تھا۔

جب قدموں کی چاپ ابھری اور رہبان کے ساتھ نین نزدیک آتے ہوئے دکھائی دیے۔

"جو کچھ تم کر چکے ہو یا کرنے کا ارادہ رکھتے ہو۔دل تو چاہ رہا ہے کہ تمہیں ایسی عبرتناک موت سے ہمکنار کروں کہ تیری لاش کے ٹکڑے بھی کسی کو نہ ملیں لیکن قانون کی کتابیں پڑھ کر قانون نہیں توڑ سکتا۔"اس کے نزدیک پہنچ کے نین نے پے در پے کئی تھپڑ اس کے منہ پہ رسید کیے۔

جب اس کی آخری بات پر گہرے گہرے سانس لیتے بخت خان کے ہونٹوں پہ تمسخرانہ سی مسکان پھیل گئی تھی کہ بس ایک دفعہ مجھے جیل پہنچا دو پھر اس قانون کو خریدنا کون سا مشکل کام تھا۔

مگر اس کی یہ مسکان ہاتھ میں رومال لے کر پسٹل تھام کے اپنے سے چند فٹ کے فاصلے پر آ کے کھڑے ہونے والے رہبان اور نین کو دیکھ کر سمٹ سی گئی تھی۔

اور اگلے ہی لمحے بیک وقت دو فائر بخت خان کی ٹانگوں میں ہوئے اور وہ کھنڈر ہوتی عمارت لڑکھڑا کے نیچے گرتے. بخت خان کی چیخوں سے گونج اٹھی۔

اور پھر جب ذوالنورین نے ایک سائیڈ پہ پڑا سریہ کا ٹکڑا اٹھا کے ان گولیوں کے زخم پہ کھبویا تو درد کی شدت کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ فرعون بنا ہوا شخص بے ہوش ہو گیا۔

اس کے بے ہوش ہونے پر تینوں نے سر جھٹک کے ایک ساتھ سر اٹھا کے آسمان کی طرف دیکھا اور پھر کلثوم میر کے پاس گئے اور اس کے وجود سے لپٹتے اپنے دل کی بھڑاس آنسوؤں کی صورت نکالنے لگے۔

کہ آج برسوں بعد جسم اور روح پہ لگے کچھ زخموں کا بدل انہیں نصیب ہوا تھا۔

تمہیں پسند کیوں نہیں آرہا کوئی ڈریس؟"ارسم نے اسے شش وپنج کا شکار" دیکھا تو استفسار کیا۔

اس وقت 'ملک ہاوس' کے تقریباً سبھی نفوس اس ارجنٹ شادی کی شاپنگ کے لیے نکلے ہوئے تھے۔

ماسوائے دولہے کے جو صبح سے کہیں نکلا ہوا تا حال واپس نہ پلٹا تھا۔

اب اتنی ایمرجنسی میں کیسے سلیکٹ کروں ڈریس؟"وہ جواباً خفگی سے بولی" تھی۔

اپنے کھڑوس اور سڑیل شوہر سے مشورہ لے لینا تھا نا کہ اسے کون سا کلر" پسند ہے؟"عمارہ نے شرارت سے اسے چھیڑا تو وہ اس ستم گر کے ذکر پہ جھینپ سی گئی جس نے اسے کل رات حواسوں سے بے حواس کر دیا تھا۔

ان کا کیا پوچھتی ہیں بھابھی، وہ محترم تو ان کو ہر رنگ میں دیوانہ وار پسند" فرمائیں گے۔" ارسم نے آنکھ دباتے ہوئے بے شرمی سے کہا تو اُس محترم کی 'دیوانگی' کی جھلک یاد آتے ہی جسم میں ایک میٹھی سی لہر دوڑ گئی جبکہ چہرہ سرخی چھلکانے لگا تو وہ روہانسی ہو گئی۔

بڑی دادو! ان سب کو منع کریں نا۔" اس نے ہمیشہ کی طرح ثمرین بیگم کو" شکایت لگائی تو انہوں نے فوراً اسے ساتھ لگاتے ہوئے سیلز گرل کے سامنے لا کے رکھے مہندی ڈریسز کے خوبصورت ڈیزائن دیکھنے لگیں۔

مجھے یہ بہت اچھا لگ رہا ہے۔" انہوں نے اورنج، پنک اور گرین کنٹراسٹ" سے مزین ایک دیدہ زیب مہندی ڈریس پہ ہاتھ رکھا تو اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

یہ بہت پیارا ہے بڑی داد و۔"اس نے فوراً ان کی پسند پہ مہر لگائی۔"

دیکھو شہری، ساس کے ساتھ بنا کے رکھنا اچھی بات ہوتی ہے لیکن یار بہتر" نہیں ہے کہ تم لالہ سے ایک دفعہ ان کی پسند کا کلر پوچھ لو۔"ثمرین بیگم کو اشارے سے منع کرتے ہوئے انیلہ نے شہرے سے کہا تو وہ متذبذب ہونے لگی۔

کر لو شاباش، شوہر سے مشورہ کرنا اچھی بات ہوتی ہے۔"کاونٹر کے سامنے" کرسیوں اور صوفے پہ بیٹھے وہ بڑے اطمینان سے اسے دیکھتے مشورے دیے جا رہے تھے۔

جبکہ سامنے کھڑی سیلز کھڑی اس پیاری سی لڑکی کو کبھی ان کی باتوں پہ خائف ہوتی تو کبھی جھینپتے ہوئے دیکھ کر مسکرائے جا رہی تھی۔

شوہر نہیں ہیں وہ میرے۔"آیت کی بات پہ اس نے جلدی سے کہا تو ایک" فلک شگاف فرمائشی قہقہہ مال میں گونجتا بہت سوں کو اس شاپ کی جانب متوجہ کر گیا جہاں وہ سب جمع ہوئے تھے۔

اچھا چلو شوہر نہ سہی لیکن ایک عدد پرانے 'چاچو' سے مشورہ لینا بھی اچھا ہوتا" ہے۔"اب کی بار اس کو دیکھتے راسم نے اسے پچکارنا چاہا تو وہ اپنی ہی بات سمجھ میں آنے اور ان کے طنز پر خجل سی ہو گئی تھی۔

ابھی یہ جنگ جاری تھی جب ماہ وش چچی نے بہت سکون سے ضرغام کو ویڈیو کال ملا کے موبائل اس کے سامنے رکھ دیا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کال بند کرتی اس کی گھمبیر آواز سپیکر سے گونجتی اس کی دھڑکنیں تیز کر گئی۔

السلام علیکم ! ضرغام ملک سپیکنگ۔ "اپنے دھیان میں گم اس نے اپنے" مخصوص انداز میں تعارف کروا کے موبائل سکرین کی جانب دیکھا تو وہ اولیو کلر کے کرتا ٹراوزر میں ملبوس سنہرے بالوں کی پونی ٹیل بنائے سیاہ چادر کندھوں پہ رکھے گھبرائی ہوئی سی اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

وعلیکم السلام ! یہ۔۔۔یہ آپ سب کے لیے کپڑے پسند کر دیں پلیز۔ """ سب کی پر شوق نظریں خود پہ جمے دیکھ کر اس نے جلدی سے کیمرے کا رخ بدل کے اسے کپڑوں کا ڈھیر دکھایا۔

اور وہ جو اس وقت شدید ذہنی ٹینشن کا شکار ایک مسئلے میں الجھا ہوا تھا، اپنی بیوی کی اپنے بچاو کے لیے کی گئی اس حرکت کے باعث اگلے چالیس منٹ تک سب کے ڈریسز پسند کروانے میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ان کی شاپنگ مکمل کرواتا چلا گیا۔

ہر طرح کی شاپنگ مکمل کروانے کے بعد اس نے ثمرین بیگم کو اس کے لیے برائیڈل ڈریس اور اس کی اس دن کے حوالے سے دیگر اسیسریز خریدنے سے منع کرتے ہوئے کال بند کر دی۔

یہ بندہ ہمارے خاندان میں عاشقی کی نئی مثال رقم کرنے والا ہے۔""" برائیڈل ڈریس کی بابت جب سب کو علم ہوا تو سب کے کم و بیش یہی خیالات تھے۔

جو سن کر بظاہر اس سے بہت سے ذہنی اختلافات رکھتی شہرے کو اپنی دھڑکنیں منتشر ہوتی محسوس ہوئیں۔

گردیزی ہاوس' میں جہاں کچھ دیر قبل پر مسرت قہقہے گونج رہے تھے وہاں' اس وقت ایک غیر آرام دہ سی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

باپ کیا اتنا ظالم نظر آنے لگ گیا تھا جعفر سائیں کہ بیٹے کا نکاح اس کی" غیر موجودگی میں چوری کرنے ہر مجبور ہو گئے؟" گردیزی ہاوس کے وسیع لاونج میں پڑے سیاہ رنگ کے صوفوں میں سے ایک پر بیٹھے پیر سائیں نے جعفر سائیں کی طرف دیکھتے بڑے ٹھنڈے سے لہجے میں استفسار کیا تو وہ شرمندگی سے سر جھکا کے رہ گئے۔

نکاح کی مبارک ہو آپ لوگوں کو۔ جو ہونا تھا ہو گیا ہے اور جو آج ہوا ہے وہ" بہت بہتر ہوا ہے۔ کہ رسم تو وہ ہے جو ٹوٹ چکی ہے اب بے بنیاد دشمنی گھسیٹنے کا فائدہ نہیں کوئی۔" پیر سائیں کے کہنے پہ بہت سوں کے چہرے دوبارہ سے کھل اٹھے۔

ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ پیر سائیں۔"بی جان جو کہ پیر سائیں کو ماننے"
والوں میں سے تھیں، خاصے عقیدت بھرے انداز میں تائید اً گویا ہوئیں۔
کہ اتنے عرصے بعد ان کے پیر سائیں ان کے پوتے کی منمانی کے باوجود خود
آ کے اس دشمنی کو ختم کر رہے تھے اس سے بڑھ کے انہیں کیا چاہیے تھا۔

ایک ہفتے تک ہم لوگ اپنی امانت لینے آئیں گے۔"دلہن کے روپ میں"
سجی دریہ کو بڑی سی چادر میں خود کو سمیٹے دیکھ کر اس کے سر پہ ہاتھ رکھتے
ہوئے انہوں نے بردباری سے کہا تو حماد گردیزی صاحب نے گہری سانس
بھرتے ہوئے ان کی بات کی تائید کی۔

لیکن ہم چاہتے ہیں کہ جب طلال بارات لینے آئے تو آبگینے ہمارے ساتھ"
آئے اور اپنی بھابھی کو یہاں سے رخصت کروا کے لے جائے۔یہ طلال کی
اکلوتی بہن ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ یہ اس خوشی میں ہمارے ساتھ

رہے۔"اسی بار عب و سنجیدہ لہجے میں کہتے ہوئے اب کی بار وہ بہت سوں کے چہرے پھیکے کر گئے۔

آبگینے کیسے جاسکتی ہے آپ کے ساتھ؟"رضا صاحب نے فوراپوچھاتواس" کی کشادہ پیشانی پہ بل پڑا تھا۔

اب اس سوال کا کوئی جواز نہیں بنتا میاں، وہ اپنے بھائی کی شادی کی تیاریوں" کے لیے جائے گی۔"اب کے لہجے کی سنجیدگی دوچند تھی۔

جسے محسوس کر کے بی جان نے ان کی ناراضگی کے خیال سے سب کے یہ باور کروانے کہ رہبان گھر نہیں ہے، کے باوجود انہوں نے آبگینے کو تیار ہونے کا حکم جاری کر دیا۔

کہ ان کے خیال میں جب سب ختم ہو چکا ہے تو پھر ایسی ردو کد اور ٹال مٹول سے کام ہر گز نہیں لینا چاہیے۔

اور پھر اگلے چند ہی منٹوں میں دل میں ایک عجیب سا بھاری پن لیے سب کے ساتھ ملتی ہوئی آبگینے 'ملک ہاوس' کی دہلیز پار کرتی جب گاڑی میں آ کے بیٹھی تو جانے کیوں دل بھر آیا تھا۔

دل نے بے ساختہ اس شخص کو شدت سے یاد کیا جو اپنے چاروں دوستوں کے ساتھ 'سپیشل روم' میں موجود اپنے تمام دشمنوں ماسوائے پیر سائیں کے، ان سب کو ان کے کیے کی سزا ان کے مطابق دینے کو تیار کھڑا تھا۔

سیاہ کرولا بہت تیزی کے ساتھ پتھریلی سڑک پر بھاگتی جا رہی تھی۔

جب ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے رہبان نے بیک ویو مرر سے بیک سیٹ پر بیہوش پڑی زحلے اور اس کے ڈھلکے سر کو کندھے پہ ٹکائے ذوالنورین میر کو دیکھا تھا۔

جبکہ کلثوم میر نین کے ساتھ الگ گاڑی میں جا چکی تھیں۔

ذونین! تو واقعی اپنی میڈم سے اتنا ڈرتا ہے؟"ذوالنورین جو زحلے کے " بالوں میں انگلیاں چلاتا ہوا اپنی سوچوں میں مگن تھا اس کے اس سوال پہ چونکا۔

کیا مطلب؟"اس نے بھنویں سکیڑتے ہوئے اس کی پشت کو گھورا۔"

مطلب یہ کہ بھابھی کی اتنی دہشت کہ اپنا ایکشن دکھانے لیے ان کو پہلے " بیہوش کرنا پڑا۔"اس نے دانت نکوستے ہوئے وجہ بیان کی تو وہ اسے دیکھ کے رہ گیا۔

جو کچھ قبل والے رہبان سے مکمل طور پر مختلف نظر آتا سکون سے گاڑی ڈرائیو کرتا دماغ کے پہیے گھمائے جا رہا تھا۔

ٹیچرز سے سٹوڈینٹس ڈرتے ہی ہیں۔"ایک نظر اس کے وجود پہ ڈالتے" ہوئے اس نے بے نیازی شو کروانی چاہی لیکن سامنے بھی رہبان گردیزی تھا۔

لیکن یہ اور بات ہے کہ ذوالنورین میر اپنی بیگم زحلے ابراہیم سے ضرورت" سے زیادہ ڈرتا ہے۔رائیٹ؟"آنکھوں میں کمینگی بھرے اس کے بظاہر بڑی سادگی سے دریافت کرنے

پر ذونین کا دل چاہا رکھ کے ایک دھموکا اسے دے مارے۔

رائیٹ اور رانگ کا کوئز میں تمہارے ساتھ ہر گز نہیں کھیلنے والا اس لیے" منہ کے زاویے درست رکھو۔تمہاری فضول کی چرچر سے میم کی نیند خراب

ہو سکتی ہے۔"اس نے بے دریغ اسے لتاڑتے ہوئے اس کی زبان بند کرنی چاہی جو کہ نا ممکن تھا۔

اس کی بے سروپا باتوں کے بعد جب گاڑی میر پیلس کے پورٹیکو میں رکی اور زحلے کا ہوش وحواس سے بیگانہ وجود اٹھائے ذوالنورین نے جب اس کا بیگ اٹھانا چاہا تو کھلے بیگ سے نظر آتے اس کے سامان کو دیکھ کر اس کے چہرے کی گھمبیرتا خطرناک حد تک بڑھ گئی۔

اور پھر جب بھینچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ ذوالنورین نے زحلے کے نازک وجود کو اپنے بیڈ پہ لٹایا تھا۔

اسی لمحے 'پیر حویلی' میں چند لمحے قبل پہنچنے والی آبگینے رہبان کے سامنے پیر سائیں نے خلع کے پیپرز رکھے تھے۔

شہرے کی وجہ سے ایک غیر ضروری کام پہ اچھا خاصا وقت ضائع کرنے کے بعد اس نے کال بند کر کے موبائل جینز کی پاکٹ میں گھسیڑتے ہوئے اسے دیکھا جو منہ کے برے زاویے بناتا اسی کی جانب متوجہ تھا۔

میں تمہیں اچھا خاصا ذہین اور سلجھا ہوا انسان سمجھتا تھا۔"اس نے 'سمجھتا' تھا' پہ زور دیتے ہوئے اپنی بات کی تو اس نے بایاں ابرو اچکا کے اس کی جانب تیکھے انداز میں دیکھا۔

یہ 'سمجھتا تھا' سے کیا مراد ہے تمہاری؟"اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔"

مراد بہت سیدھی سی ہے۔اب کوئی ذہین اور سلجھا ہوا انسان تو فضول میں" ایک گھنٹہ کپڑوں کے کلرز سلیکٹ کروانے میں ضائع تو نہیں کرتا نا۔"

دانت نکوستے ہوئے اس نے چمکتی آنکھوں کے ساتھ اپنی بات کی وضاحت

کی تو ضرغام نے دانت کچکچاتے ہوئے ایک گھونسا اس کے کندھے پہ رسید کیا۔

اور جو تم صبح صبح چائے کی پیالی بناتے ہوا سے تم کس عقلمندی کے زمرے" میں لانا پسند کرو گے ؟"اس کے ساتھ متعلقہ جگہ کی جانب بڑھتے ہوئے وہ اپنے مخصوص انداز میں محوِ گفتگو تھا۔

وہ۔۔۔۔"وہ کو خاصا لمبا کرتے ہوئے وہ جیسے کچھ یاد آنے پہ کھل کے " ہنس دیا۔

وہ تو ایک وفا شعار شوہر کی اپنی بیگم جان سے محبت کا ادنیٰ سا اظہار ہے۔""" بمشکل اپنی ہنسی کو ہونٹوں کے گوشوں میں روکتا ہوا وہ آنکھوں میں شرارتی

چمک لیے بظاہر بڑی انکساری سے بولا تو اس کے انداز پہ ضر کونا چاہتے ہوئے بھی ہنسی آ گئی۔

دو نہیں بلکہ تین نمبر انسان ہو تم۔" مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ اس نے " گویا تاسف کا اظہار کیا۔

تب تک وہ اس کمرے کے دروازے پہ پہنچ چکے تھے جہاں ان کے مجرم جمع تھے۔

دروازے کو دیکھتے ہی ان کے چہروں پہ چھائے نرم تاثرات یکلخت غائب ہو گئے اور ایک سرد اور سفاک تاثر آنکھوں اور چہرے پہ چھا گیا۔

دروازہ ایک جھٹکے سے کھولتے ہوئے وہ دونوں ایک ساتھ اندر داخل ہوئے تو وہاں ان سب کے ساتھ موجود نین اور نگاہ نے ایک ساتھ پلٹ کے ان کی جانب دیکھا تھا۔

رہبان ! پیر سائیں واپس آچکے ہیں۔ ہم نے کچھ دیر پہلے بخت خان کے موبائل پہ ان کا میسج دیکھا ہے۔" نگاہ نے رہبان کے نزدیک آتے ہوئے آہستگی سے اسے اطلاع دی۔"

تو اس نے فوراً جیب سے موبائل نکال کے دیکھا کہ آیا گھر سے کوئی کال یا میسج تو نہیں آیا مگر کوئی نوٹیفیکشن نہ دیکھ کر ایک سکون سا اس کے اندر سرائیت کر گیا۔

اٹس اوکے ! ابھی سب انڈر کنٹرول ہے۔ ان سب سے نپٹنے کے بعد ان سے بھی دو دو ہاتھ کرتے ہیں۔" اسے تسلی دیتے ہوئے وہ سب سے پہلے سفیر سائیں کی جانب بڑھا اور سختی سے اس کے سر کے بالوں کو جھکڑتے ہوئے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔

ان چہروں کو غور سے دیکھو سفیر سائیں اور اندازہ لگاؤ کہ اپنے سے کم عمران" نفوس سے اپنا ذاتی عناد نکالنے کے لیے ان کے کتنے قیمتی سال ضائع کیے ہیں تم نے۔" وہ بول نہیں رہا تھا بلکہ غرا رہا تھا۔

جس عمر میں لوگ خواب بُنتے ہیں اس عمر میں یہ لوگ دنیا سے چھپ کے" اپنے ٹوٹے بکھرے داغدار وجود کو سمیٹنے کی تگ ودو کر رہے تھے۔" اس کے بال چھوڑتے ہوئے اس نے ایک زوردار مکہ اس کے جبڑے پہ مارا تو وہ لڑھکتا ہوا ضرغام کی سمت گیا۔

جو رہبان سے بھی زیادہ بے دردی اور بے مہری سے اسے اپنے نشانے کی زد میں رکھے ہوئے تھا۔

اپنی فرعونیت دکھاتے ہوئے تم شاید یہ فراموش کر بیٹھی تھی کہ ایک ذات"
اوپر بیٹھی ہے۔"ایک بند بوتل کو شازمین میر کے سامنے رکھتے ہوئے نگاہ
کے لہجے کی ٹھنڈک اس کے ہڈیوں میں اترنے لگی تھی۔
کہ وہ بخوبی جان چکی تھی کہ اس بند بوتل میں کیا ہے۔

پیسے کی ہوس اور اقتدار کی بھوک نے آپ سب کے دلوں سے اپنے"
رشتوں کا احترام اور بھروسہ اس طرح سے ملیامیٹ کیا ہے کہ آپ سب
قتل جیسے منصوبے بنانے لگے۔"نین تابڑ توڑ آفاق میر اور عبدالرحمن میر کو
زد میں رکھے ہوئے تھے۔
کمرے کے ایک کونے میں جمے ہوئے خون کے ساتھ زخمی ٹانگیں لیے بخت
خان ادھ مواسا پڑا عبرت کی مثال لگ رہا تھا۔

وہ سبھی ان کے حملوں کے جواب میں مزاحمت کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور اسی کوشش میں جب شازمین میر نے نگاہ کو دھکا دیا تو وہ میز سے ٹکرائی۔اس سے پہلے کہ کوئی سمجھ پاتا میز پہ رکھی وہ بوتل نگاہ کے ہاتھ لگنے سے نیچے گھٹنوں کے بل قدرے بپھری ہوئی بیٹھی شازمین میر پہ گری تو کمرہ ایک دم سے اس کی ہولناک چیخوں سے گونج اٹھا۔

کہ نگاہ کے ہاتھ لگنے سے جب بوتل گری تو اس پہ رکھا ڈھکن پہلے نیچے گرا تھا۔

یا اللہ!! "شازمین میر کی حالت دیکھ کر نگاہ فوراً آگے بڑھی کہ اسے اس پل" کی اذیت اور تکلیف یاد تھی۔

وہ یہ بوتل بھی صرف اسے ڈرانے اور اس کے تمام جرائم کو قبول کرنے کے لیے لائے تھے تاکہ انہیں پھر قانونی کاروائی کے لیے قانون کے حوالے کیا جا سکے۔

مگر مکافاتِ عمل شاید اسی کا نام تھا۔اس نے نگاہ، سامعہ اور زحلے سمیت بہت ساری لڑکیوں کے جذبات کے ساتھ گھناونے وار کیے تھے۔اسے اس کی سزا ملنی ہی تھی۔

نگاہ! رک جاو۔" نین نے فوراً لپک کے اسے تھاما کہ بے شک اسے دیکھ کر " اسے بھی تکلیف ہوئی تھی مگر وہ تکلیف ماں اور بیوی کو دی جانے والی تکلیف سے زیادہ نہ تھی۔

شازمین میر کو چار سپاہیوں کی کسٹڈی میں ہاسپٹل روانہ کرنے اور سب کی دگرگوں حالت کرنے کے بعد رہبان اور نین نے اپنے تمام مجرموں کو اپنے سپاہیوں کے ساتھ ٹارچر سیل بھیج دیا کہ وہ اتنی جلدی انہیں معاف نہیں کر سکتے تھے نا ان کے جرائم اتنے آسان تھے۔

وہ ابھی اس کمرے سے نکلے بھی نہ تھے جب ریبان کی جیب میں رکھا موبائل گنگنا اٹھا۔

اس نے بائیں ہاتھ میں سفیر سائیں کے کالر کو جھکڑے دایاں ہاتھ جینز کی پاکٹ میں ڈال کر اپنا موبائل نکال کے بلنک کرتی سکرین کو دیکھا تو ماتھا پر شکن ہوا تھا۔

اس نے بھنچے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ کال ریسیو کر کے موبائل کان سے لگایا۔

ہیلو! ایس رہبان گردیزی، سنا ہے کہ اپنے لولے لنگڑے زخمی دوستوں" کے ساتھ مل کے تم نے میرے کچھ ساتھیوں کو اپنی حراست میں لیا ہے۔"

کال پک ہوتے ہی پیر سائیں اپنی منحوس آواز کے ساتھ جو بولنا شروع ہوئے تو اس کے چہرے کے عضلات تن سے گئے۔

کام کی بات پہ آئیں، فضول باتیں کرنے کا آپ کو شوق ہو گا مگر مجھے سننے کا" ہر گز نہیں ہے۔" بنا کسی لحاظ و مروت کے وہ تیکھے چتونوں کے ساتھ گویا ہوا تو اس کے نزدیک کھڑے ضرغام نے چونک کے اس کی سمت دیکھا۔

دھیرج رکھو ایس پی، دھیرج کیونکہ جو میں کہنے والا ہوں وہ تمہیں سننے میں" دلچسپی ضرور ہو گی۔" ان کا لہجہ گویا رہبان کی بے بسی کا مزہ لینے چاہتا تھا مگر دوسری جانب ایسی کوئی چاہت نہ تھی۔

میری برد۔۔۔۔۔" وہ سختی سے بول رہا تھا جب ان کے الفاظ پہ جی جان" سے ٹھٹھکا تھا۔

"سنا ہے کہ میرے پوتے کے ساتھ اپنی بہن کا نکاح کیا ہے؟"

ہاں تو؟" بے چینی واضطراب یکایک اس کی رگوں میں دوڑنے لگا تو سفیر" سائیں کے کالر پہ گرفت مضبوط تر ہو گئی۔

تو ہر چیز کی ایک قیمت ہوتی ہے رہبان گردیزی۔ تو اب تم بہن کے نکاح کی" قیمت اپنی بیوی کو طلاق دے کے چکاو گے۔" اس کی زہر خند آواز پہ اس کی رگوں میں خون انگارے کی مانند دوڑنے لگا جبکہ آنکھیں لہو چھلکانے لگی تھیں۔

کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ خبر دار میری بیوی کا نام اپنی زبان پہ لایا تو۔" ضبط" کھوتا وہ ایک دم زور سے چلایا تو ان تینوں نے پریشانی سے اس کی سمت دیکھا جو اس وقت گویا سب کچھ فنا کر دینا چاہتا ہو۔

صرف نام؟میں تو تمہاری قائم ودائم بیوی کواپنی حویلی لے کے آیاہوں اور"
اس کے سامنے خلع کے پیپرز بھی رکھے ہیں۔ارادہ تو یہی ہے کہ خلع کے
پیپرز سائن کرواوں لیکن پھر تم پہ ترس آگیا کہ کہاں بیوی کے ہاتھ سے
طلاق لے کر منہ چھپاتے پھروگے اس لیے بہتر ہے کہ تم ہی طلاق دے دو،
یاپھر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"اس کے گلے پہ تیز دھار چھری کی مانند اپنے
گھٹیا لفظوں کا وار چلاتے ہوئے وہ لمحہ بھر کے لیے رکے تو ضبط کی شدت
سے اس کی سانسیں دھونکنی کی مانند چلنے لگیں جبکہ غیض وغضب سے ماتھے
اور گردن کی رگیں پھولنے لگیں۔

یاپھر میرے بیٹے سمیت میرے تمام ساتھیوں کو ہر طرح کے کیس سے"
آزاد کر کے بیوی بچے کی رہائی پالو۔"مکارانہ انداز میں بات مکمل کر کے اس
نے فورا کال بند کر دی تو رہبان کا دل چاہا وہ اس شخص کو زندہ زمین میں گاڑھ
دے۔

اور پھر اس نے سارا غصہ سفیر سائیں اور بخت خان پہ نکالتے ہوئے فوراً 'گردیزی ہاوس' کا رخ کیا کہ اسے سچ جاننا تھا۔

آپ ایسا نہیں کر سکتے پیر سائیں۔" پیر سائیں کے حجرے میں ان کے "
ساتھ بیٹھی آبگینے نے جب ان کی اور رہبان کی باتیں سنیں تو خوفزدہ نگاہوں سے سامنے میز پہ رکھے خاکی رنگ کے لفافے کو دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تو انہوں نے توجہ سے پوتی کو دیکھا۔

کیا تم جانتی ہو آبگینے جعفر کہ مجھے تم سے رتی بھر بھی کوئی لگاو نہیں"
ہے۔ میرے لیے تم میری پوتی کے رتبے سے اسی دن دستبردار ہو گئی تھی
جب وہ کمینہ شخص تمہیں ہماری برسوں سے چلتی ہوئی رسم کو توڑ کے لے چلا

اور تم اس کی نسل کی بانی بننے کو تیار ہمارے سامنے آئی تھی۔ تمہیں میں صرف سفیر سائیں اور اپنے پوتے جسے وہ پانچوں دوست موت کے حوالے کر گئے تھے، ان کا بدلہ لینے کے لیے لایا ہوں۔ اس سب کے بعد میری بلا سے تم مرو یا جیو۔" اپنے لہجے میں دنیا بھر کی لاتعلقی اور سفاکی لیے وہ بولتے آبگینے کو تھرا کے رکھ گئے۔

بہت خوب، پیر سائیں بہت خوب، شرم آتی ہے مجھے آپ جیسے شخص کو اپنا" باپ کہتے ہوئے اور اس علاقے کا مرشد و پیر کہتے ہوئے۔" جعفر سائیں کی اچانک آواز پہ انہوں نے پلٹ کے دروازے کو دیکھا تو چہرے کی رنگت فوراً متغیر ہوئی کہ وہاں سے حویلی کے سبھی نفوس چہرے پہ نفرت لیے اندر داخل ہو رہے تھے۔

کس بیٹے اور پوتے کا بدلہ لینا چاہتے ہیں آپ؟ جسے خود آپ نے گناہوں اور" لذتوں کی دلدل میں اتارا تھا؟ اور کیوں لینا چاہتے ہیں آپ ان کا بدلہ؟ کبھی ان کی بیوی ماں بہنوں نے سر پہ سایہ شفقت تو رکھا نہیں اور اپنی انا کے لیے بدلہ لینے کا کھیل رچا رہے ہیں آپ؟" نسرین بیگم اندر آتے ہوئے گویا پھٹ پڑی تھیں۔

اگرچہ بیٹے کی موت اور شوہر کی قید اور سزا کا غم انہیں بھی بے تحاشا تھا لیکن وہ ان سے اس قدر ظالمانہ اور بے رحمانہ رویے کی توقع نہ رکھتی تھی۔

اپنے مرتبے اور اپنے نام کا ہی خیال کر لینا تھا۔ یہی سوچ لیتے کہ لوگ آپ" کو کس جگہ پہ بٹھاتے ہیں اور آپ انہی لوگوں کی زندگیوں کے ساتھ کھیلنے والے بیٹے اور پوتے کے لیے میری بیٹی اور بیٹے کی زندگی اجاڑنا چاہتے ہیں۔"

آبگینے اور طلال کو دیکھتے ہوئے جعفر سائیں نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

جبکہ آبگینے سمیت سب دم سادھے بہتے آنسوؤں کے ساتھ انہیں دیکھ رہے تھے۔

"میرے منہ کو مت آؤ تم لوگ۔میرے اسی نام و مرتبے کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کے لیے کیا ہے یہ سب۔" سنبھلتے ہوئے انہوں نے اپنا بچاو کرنے کی سعی کرنی چاہی۔

"نہیں چاہیے تھی آپ کی دوسروں کی رگوں کو کاٹ کے حاصل ہونے والی حرام کی کمائی۔" ان کی بات سن کر غم و غصے سے پاگل ہوتا طلال ایک دم سے دھاڑا تو وہ لحظے بھر کے لیے لاجواب سے ہو گئے تھے۔

"م۔۔میں نے ہمیشہ یہی سمجھا تھا کہ آپ میری محبت میں مجھے یہاں لانے کی کوشش کرتے ہیں مگر آپ نے تو مجھے میری ہی نہیں اس شخص کی نظروں

میں بھی گرادیا جسے آپ کے لیے میں نے ہمیشہ ڈی گریڈ کیا تھا۔"سب پہ طائرانہ نگاہ ڈالتی آبگینے اپنی جگہ سے اٹھی اور پیر سائیں کے سامنے جا کے لرزتے ہونٹوں کے ساتھ گویا ہوئی۔

اس جیسا دل رکھنے والے شخص کا نام خود سے جدا کرنے سے بہتر ہے کہ " میں خود کو ہی ختم کر ڈالوں تا کہ آپ کے انتقام کی یہ نام نہاد جنگ کا اختتام ہو۔ مگر اتنا یاد رکھیے گا کہ آپ کے سب مظالم ایک طرف اور میرے بچے کا قتل میں کبھی معاف نہیں کروں گی۔" بھیگے لہجے میں بولتی ہوئی وہ پلک جھپکنے کی سی دیر میں فروٹ باسکٹ میں پڑی چھری اٹھا کے اپنی کلائی پہ رکھی۔

تو ایک ساتھ بہت ساری چیخیں بلند ہوئی تھیں۔

آ بگینے ! "ان سب کی چیختی آوازوں میں ایک آواز قدرے بلند خوفزدہ آواز" گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی تو پیر سائیں کے پیروں تلے سے زمین کھسک گئی۔

سیاہ کرولا تیزی سے چلتی ہوئی 'ملک ہاوس' کے دیو ہیکل گیٹ کو پار کرتی پورٹیکو کی بجائے وہیں پتھریلی روش پہ جا رکی۔

ڈرائیونگ سیٹ پہ مضطرب اور قدرے غصے میں مبتلا ضرغام نے اتر کے فرنٹ ڈور اوپن کیا اور نگاہ کو نیچے آنے کا اشارہ کیا تھا۔

نین اس وقت گردیزی ہاوس سے ساری صورتحال جاننے کے بعد پیر حویلی جاتے رہبان کے ساتھ ہو لیا تھا۔

جبکہ نگاہ جو شازمین میر کی دگرگوں حالت دیکھ کر پینک ہو چکی تھی اسے 'میر پیلس' لے کے جانے کی بجائے وہ 'ملک ہاوس' لے آیا تھا تاکہ وہ یہاں شادی کا ماحول دیکھ کے فریش ہو جائے۔

کہ 'میر پیلس' میں بھی صورتحال ابھی سٹریسڈ تھی ایسے میں اسے 'ملک ہاوس' لے جانا اسے مناسب لگا تھا۔

شہرے کا موڈ کیسا ہے؟" اس کے ساتھ چلتی نگاہ نے ضرغام کو دیکھا جو اس کا ہاتھ تھامے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اتنا بہتر ہے کہ تمہیں میرے ساتھ دیکھ کر کوئی گملہ ٹائپ شے میرے سر" پہ نہیں دے مارے گی۔" لہجے میں زبردستی کی بشاشت سموئے وہ بولتا ہوا دروازہ کھول کے اندر قدم رکھ ہی رہا تھا کہ ایک کشن اڑتا ہوا اس کے سر پہ آ لگا۔

اس اچانک حملے پہ اس نے حیرت سے سامنے دیکھا تو متحیر نظر دشمنِ جان سے ٹکرائی جو پہلوؤں پہ ہاتھ دھرے مسٹرڈ کلر کے شلوار قمیض میں ملبوس خلافِ عادت و معمول دوپٹہ کندھے پہ رکھے سنہری بالوں کی چٹیا کندھے پہ سجائے ہوئے اسی طرف رخ کیے کھڑی تھی۔

نگاہ جو اس حملے پہ قدرے گڑبڑائی تھی مگر جیسے ہی نظر شہرے پہ پڑی تو ہنسی کا فوارہ سا اس کے ہونٹوں سے پھوٹ پڑا۔ یونہی ہنستے ہنستے اس نے دوسرا ہاتھ ضرغام کے بازو پہ رکھتے گویا کچھ یاد کروانے کی کوشش کی تو اس کے چہرے پہ بھی مدہم سی مسکان پھیل گئی تھی۔

دوسری جانب شہرے جو ارسم کے تنگ کرنے پہ اس کا نشانہ لے رہی تھی، اس کے دغا دینے پہ بے ساختہ آنے والے ضرغام کو نشانہ بنا گئی۔ ایسے میں نگاہ کی غیر متوقع آمد اور ہنسی نے اسے گڑبڑا کے رکھ دیا۔

ابھی کوئی قدر دان شوہر یہ کہہ رہا تھا کہ میری بیوی مجھ پہ حملہ نہیں کرتی" مگر۔۔۔۔۔"یونہی ہنستے ہنستے وہ آگے بڑھی تو شہرے نے ایک نظر ان دونوں کے آپس میں جھکڑے ہاتھوں اور مسکراتے ہونٹوں کو دیکھا تو دل میں عجیب سی لہر دوڑ گئی۔

نین نگاہ کی زندگی کا سب سے بڑا سچ ہے۔اس کے بغیر نہ اس کی کوئی دنیا ہے" نہ اس کی کوئی زندگی ہے۔وہ نین کی آنکھوں کی نین تارا ہے اور یہ حقیقت دنیا جانتی ہے۔"ایک دم سے ضرغام کی گھمبیر آواز سماعتوں میں لہرائی تو اس نے سر جھٹک کے ان دونوں کے ہاتھوں سے نگاہ چرائی اور نگاہ کے آگے بڑھنے پہ اس کے گلے جا لگی۔

انتہائی بے مروت خاتون ہو تم آنسہ نگاہ، تمہارے دوست کی مہندی ہے" آج اور تم ابھی آرہی ہو۔وہ بھی اتنی روکھی پھیکی حالت میں۔"اس سے گلے ملتی عمارہ نے اسے لتاڑا تو وہ مسکرادی۔

مہندی میں، میں اپنے نین کے ساتھ مکمل تیاری کے ساتھ شرکت کروں" گی۔ابھی تو میں ذرا اس ایمرجنسی شادی کی تیاریوں میں ہاتھ بٹانے آئی ہوں۔"اس نے فوراً بات بناتے ہوئے ثمرین بیگم اور شہرے کے ساتھ جگہ بنائی تھی۔

شادی تو ایمرجنسی ہے ہی لیکن تم سب دوست تو اس سے بھی زیادہ" ایمرجنسی میں رہتے ہو۔مجال ہے جو کبھی سارے ایک ساتھ اپنی فیمیلیز کے ساتھ مل بیٹھے ہو۔"ماہ وش بیگم نے پیار سے ڈپٹا تو اس کے دل میں اک کسک سی اٹھی۔

آپ ہمارے لیے دعا کریں نا کہ ہم سب کی ایمرجنسی آج ختم ہو اور آج" کے فنکشن میں ہم سارے ایک ساتھ اکٹھے ہوں۔" نگاہ نے ایک نظر قدرے فاصلے پہ کال سنتے ضرغام کو دیکھ کے پورے دل سے کہا تو سب آمین کہنے لگے۔

لڑکی تم بتاو ذرا، کیوں ہمارے لڑکے کے صبر کا امتحان لینے کے لیے آج" اس کے سامنے اس روپ میں آئی ہو۔" وہ شہرے کی طرف متوجہ ہوئی جو ضرغام کو ان کی طرف آتے دیکھ کے کانشیئس سی ہونے لگی تھی۔

خدا کا خوف کرو یار نگاہ، یہ شہرے کے لیے تو لڑکی کا لفظ ہم ہضم کر لیتے ہیں" لیکن یار یہ 'لڑکا'۔۔۔۔۔۔۔" راسم نے شرارت سے کہتے بات ادھوری چھوڑ کے اس کی طرف دیکھا جو بڑے استحقاق کے ساتھ شہرے کے ساتھ

براجمان ہو گیا جو ثمرین بیگم اور نگاہ کے پاس پڑے فلور کشن سے اٹھ کے صوفے پہ بیٹھ گئی تھی۔

لیکن جیسے ہی وہ اس کے نزدیک آ کے بیٹھا وہ کرنٹ کھاتی اٹھنے لگی لیکن اس نے فوراً نظر بچا کے اس کا ہاتھ تھام کے اسے روکا تو اس کا دل دھڑک اٹھا۔

اس نے خائف سی نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے سب کی جانب درزیدہ نگاہوں سے دیکھا اور بڑے بے ساختہ انداز میں اپنا دوپٹہ پھیلا کے ہاتھوں کو چھپانے کی کوشش کی۔

ہم شہرے کو سسرال اور میکے والے چکر میں ڈالنا ہی نہیں چاہتے اس لیے" ہم نے اسے گھر جانے دیا ہی نہیں۔" انیلہ بھابھی نے اس کے وہاں ہونے کا ریزن بتایا تو نگاہ مسکرا دی۔

بلکہ ہم تو اسے مشورہ دیں گے کہ ضرغام کو بھی کبھی کبھار چاچو سمجھ کے "
یہاں ہی میکے کا مزہ لے لینا۔" ماہ وش چچی کی شرارت پہ چھت پھاڑ فرمائشی
قہقہہ ابل پڑا تو وہ خجالت و حیا سے سرخ پڑنے لگی۔
وہ ان کی شرارتوں سے پہلے ہی پریشان ہو رہی تھی اس پہ ضرغام کی موجودگی
اور اس کے ہاتھ کا نرم دباؤ جو اس کے یاتھ سے اب کلائی کی جانب سرائیت
کر رہا تھا۔

رات کو مہندی کی رسم کے لیے باہر آنے سے پہلے میرا انتظار کرنا۔""
موبائل کی بیپ ہونے پہ اس کا ہاتھ ہولے سے دبا کے وہ سرگوشی نما آواز
میں کہتا اپنی جگہ سے اٹھا اور نگاہ کو ایک اشارہ کرتا وہ ثمرین بیگم سے دعا لیتا
بڑی تیزی سے واپس دروازے کی جانب بڑھ گیا۔
جبکہ اس کے عقب میں ان سب کی شرارتیں، مسکراہٹیں اور قہقہے گونجتے
ہوئے سچی خوشیوں کی ترجمانی کر رہے تھے۔

اور وہ سرخ ہوتے ہاتھ کو چمکتی آنکھوں کے ساتھ دیکھتی اس کی کانوں میں بار بار گونجتی سرگوشی پہ خود میں سمٹی جا رہی تھی۔

اس کی سپاٹ نظریں اس کے ہوش و حواس سے بیگانہ وجود پہ مرکوز تھیں جو اس سے چند انچ کے فاصلے پہ موجود بیڈ پہ محوِ خواب تھی۔

کلثوم میر کی طبیعت کے پیشِ نظر انہیں میڈیسنز دے کے ان کے پرانے بیڈ روم میں ولید میر کے ساتھ بھیج کے وہ اپنی کزنز جنہیں ان کے والدین کے کیے کی سزا وہ نہیں دے سکتے تھے، ان کو تسلی دلاسے دینے کے بعد وہ کچھ دیر قبل کمرے میں آیا تھا جہاں وہ ہنوز خوابِ غفلت کا شکار تھی۔

اس کے وجود سے بھٹکتی ہوئی نگاہ صوفے پہ پڑے بیگ سے ٹکرائی تو خوبصورت آنکھوں میں جیسے سرد مہری سی چھا گئی تھی۔

نجانے کتنی ہی دیر تک وہ یونہی جلتا کلستا رہتا جب اس کے نزدیک لیٹی زحلے کے وجود میں کسمساہٹ سی ہوئی تھی۔اس کو ہوش میں آتے دیکھ کے وہ بے ساختہ اس کے نزدیک کھسکا جس کے خوبصورت چہرے پہ اس وقت سخت بے چینی واضطراب کے تاثرات رنگ دکھا رہے تھے۔

ذ۔۔ذوالنورین!"اس کے خشک ہونٹوں سے نکلنے والے اس لفظ نے جیسے" اس کے جلتے بھنتے دل پہ پھوار سی برسائی تھی۔

ناٹ فیئر میم!اپنے کیے کی سزا بھگتے بغیر آپ یوں ان اداوں سے بچ نہیں" سکتیں۔"اس کے ہونٹوں کو گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ سرگوشی نما آواز میں بولا اوع بڑی نرمی کے ساتھ اس کے نرم رخساروں پہ ہاتھ پھیرنے لگا جن پہ مٹے مٹے آنسوؤں کے نشانات تاحال موجود تھے۔

نن۔ نہیں اسے کچھ م۔۔مت کرو پلیز۔"اس کے خشک ہونٹ ایک دفعہ " پھر سے سرسرائے تو اس کی ذہنی خلفشار کا اندازہ لگاتے ہوئے اس نے آہستگی سے اپنے ہاتھ کی دو انگلیاں اس کے ہونٹوں پہ رکھتے ہوئے اسے مزید کچھ بولنے سے روکا تھا۔

اس کے گرم ہاتھ کے لمس کی حدت تھی یا اس کی نگاہوں کی پرتپش لپک، وہ ایک دم سے شعور کی منازل طے کرتی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔

آنکھیں کھولنے پہ دکھائی دینے والے چہرے کو دیکھ کر وہ چند پل بے یقینی و حیرت سے اسے دیکھتی رہی اور پھر کپکپاتا ہوا ہاتھ اٹھا کے اس کے چہرے کے جاذب نقوش کو چھونے لگی۔

اس کی یہ بے اختیاری اسے مدہوش کرنے لگی تھی لیکن خود پہ کڑے پہرے بٹھائے وہ اس کے اگلے عمل کا منتظر رہا۔

مکمل خاموشی اور سکون کے ساتھ۔

اس کے چہرے کے نقوش کو چھوتی زحلے جیسے اس کے وہاں ہونے کی یقین دہانی کرنے لگی۔

آ۔۔ت۔۔ تم ٹھیک ہو؟"اس کے چہرے کو چھونے والے بے تاب ہاتھ " اب گردن کو چھوتے سینے پہ گردش کرتے اس کے مکمل ٹھیک ہونے کا یقین خود کو دلا رہے تھے جبکہ نم آنکھیں بے یقینی سے اسے تکے جا رہی تھیں جو قدرے اس کی جانب جھکا ہوا تھا۔

جبکہ اس کے ایسے بے خود انداز اس کے اندر لگی آگ مزید بھڑکائے جا رہے تھے اور یہ آگ شاید آج سب کچھ بہا لے جانے کے درپے تھی۔

اس نے کچھ۔۔کچھ کیا تو نہیں؟"اس کے ہونٹ اور ہاتھ مسلسل اس کے" کچھ بولنے کچھ کہنے کے منتظر اپنے دل کو سکون پہنچانے کی کوشش کر رہے تھے۔

اس نے ایک نظر اس کی ٹانگوں کی جانب ڈالتے ہوئے کمرے میں نظر گھمائی تو وہیل چیئر کو بیڈ کے نزدیک دیکھ کر اس کا دل چاہا وہ پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ یہاں تک صحیح سلامت کیسے آئے تھے؟لیکن اس کا اس حالت میں اسے بچانے کے لیے جانا اور اس کی معذوری کا سوچ کے اس کا دل جیسے پھٹنے کو ہو گیا تھا۔

بے قابو ہوتے آنسوؤں کے ساتھ اس نے ایک دفعہ پھر سے اس کے چہرے کو چھونا چاہا۔

جب اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہوا اور وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جھکڑتے ہوئے اس کے سر کے اطراف میں تکیے کے ساتھ لگاتا اس پہ مکمل طور پہ جھکتا اپنی آنکھیں اس کی نم آنکھوں میں گاڑھ گیا۔

جب مجھے چھوڑ کے جانے کا ارادہ باندھ چکی تھیں تو میرے صحیح سلامت" واپس آنے یا نا آنے سے آپ کو کیا غرض؟" بھاری لہجے میں غراتے ہوئے بولتا وہ اس کی سانسیں خشک کر گیا۔

اسے اندازہ نہ ہوا کہ وہ کب اس کے 'ارادوں' سے باخبر ہوا تھا۔

وہ سب ایک ک۔۔۔۔" وہ اپنی صفائی میں بولنا چاہتی تھی جب وہ مزید اس" کی جانب جھکا تو ایسی بلا کی قربت پہ وہ دم سادھتی اپنے لب زور سے بھینچتی سانس تک روک گئی کہ وہ اس کے اتنے نزدیک تھا کہ اس کی مونچھیں اسے اپنی ٹھوڑی پہ چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

اوراس نازک صورتحال میں ایسی قربت اس کی جان نکال رہی تھی۔

بڑی لکھی باشعور خاتون ہیں آپ۔یقیناً جانتی ہوں گی کہ کاغذی رشتے کو ان مٹ رشتے میں تبدیل کرنے میں کتنی دیر لگتی ہے؟"اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کا اپنی بے تاب نگاہوں سے بوسہ لیتے ہوئے وہ ذو معنی لہجے میں بولتا اس کی سانسیں خشک کر گیا۔

جبکہ لہجے کی ذو معنویت اور مضبوط ارادے کی مہک اس کا چہرہ مارے خوف و شرم کے سفید کر گئی۔

نن۔۔نہیں۔"اس نے بے بسی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے اسے ٹوکنا چاہا جواب مدہوش نگاہیوں سے اس کی گردن سے لپٹے اس موتی کو دیکھتا ہوا اس پہ مزید جھکا تو زحلے کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔

کہ وہ دیوانہ وار اس کی گردن کو اپنے لمس کی حدت سے مہکاتا اپنے پیار اور جنون کی مہریں ثبت کیے جا رہا تھا۔

اور اپنے خوف اور شرم و حیا میں مبتلا زحلے یہ تک سوچ نہ پا رہی تھی کہ وہیل چیئر پہ بیٹھا وہ شخص کس طرح بنا سہارے کے اس پہ مکمل طور پہ جھکا اپنی مرضی سے حرکت کیے جا رہا تھا۔

"ذوالنورین! پلیز پیچھے ہٹو۔ مم۔ میں کہیں نہیں جا رہی۔ نہ اس رشتے کو کچھ کہہ رہی ہوں۔ لیکن پیچھے ہٹو میری جان نکلنے لگی ہے۔" جس رشتے کو ابھی دل و دماغ مکمل طور پہ تسلیم ہی نہ کر سکا تھا اس کے حوالے سے ایسی قربت اس کے لیے بہت بھاری تھی۔

تبھی وہ بھیگے لہجے میں دبا دبا سا چلائی تو ذوالنورین نے سر اٹھا کے اس کی جانب دیکھا تو اس کی سرخ گردن دیکھ کر دل ایک ترنگ میں دھڑکا تھا۔

آپ کی جان بہت قیمتی میم،اسے یوں نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ پیار سے" نکالنے کی کوشش کروں گا۔"اس کے کان کی لو کو چھوتے ہوئے دلنوازی سے کہا تو اس کا پورا وجود جیسے دل بن کے دھڑکنے لگا۔

کیونکہ اس ستم گر کی گستاخ انگلیاں اس کی گردن میں موجود موتی کو چھو رہی تھیں۔

یہ موتی کس نے دیا تھا؟"ہنوز اس پہ جھکے اس کے موتی سے کھیلتے ہوئے" اس نے بھاری لہجے میں سرسری سا تاثر سموئے استفسار کیا تو زحلے نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

گویا اشارہ کیا ہو کہ ایسی قربت میں وہ کیسے جواب دے؟ وہ آج بہت ڈر گئی تھی،ذوالنورین کو کچھ ہو جانے کے احساس نے اسے جس طرح پاگل کیا تھا ایسے میں وہ ہر طرح کے خدشے کو پرے پھینکتی اس کے ساتھ کچھ پل گزارنے کے حق میں تھی۔

اسی لیے وہ اس وقت کوئی خاطر خواہ مزاحمت نہیں دکھا رہی تھی۔

اس کا اشارہ سمجھتے ذوالنورین نے تھوڑا سا فاصلہ بڑھا کے اسے بولنے کا اشارہ کیا تھا۔

کچھ سال پہلے میں گھر جا رہی تھی کہ سڑک پہ کسی حادثے کا شکار چار پانچ" لوگوں کو دیکھ کر رک گئی تھی۔ مجھ سے جس قدر ہوا میں نے ان لوگوں کی مدد کی اور ایمبولینس کو اطلاع دے کر وہاں سے جا رہی تھی جب وہاں موجود ایک فرد نے یہ میری طرف لڑھکایا تھا۔" ٹھہر ٹھہر کے بولتے ہوئے اس نے بات مکمل کی تو ذوالنورین کی آنکھوں میں نجانے کیا کچھ لہرایا تھا۔

آپ ان لوگوں کو جانتی ہیں؟" گہری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس" نے ایک اور سوال کیا تھا۔

نہیں۔ان سب کی حالت بہت خراب تھی۔خون سے چہرے اٹے ہوئے" تھے ایسے میں پہچاننا بہت مشکل تھا۔یہ موتی شاید ان کی طرف سے میرے شکریہ کے لیے تھا یہی سوچ کے میں نے اسے پکڑ لیا تھا۔"اس نے اب بھی وہ بات بتائی جو اس کے علم میں تھی۔

اس کی تمام بات سن کے وہ جھکا اور نہایت عقیدت سے اس کا ماتھا چومتے اسے چند پل کے لیے ششدر کر گیا۔

میں انٹر کام کے ذریعے نیچے میسج بھجوا دیتا ہوں۔کھانا کھا کے میڈیسن لے" کر ایک دو گھنٹہ مزید ریسٹ کر لیں۔رات آٹھ ساڑھے آٹھ بجے میرے ایک دوست کی مہندی پہ جانا ہے۔"اس پر سے ہٹتا وہ نرمی سے اسے کہتا انٹر کام کی جانب متوجہ ہو گیا جبکہ وہ اپنے بکھرے بال سمیٹتی فریش ہونے کے لیے اٹھنے لگی تو اس کے ساتھ ایک ہی کمرے،ایک ہی بیڈ پہ ہونے کے احساس نے اس کے وجود میں عجیب سی لہر دوڑا دی۔

جسے فوراً سر جھٹک کے زائل کرتی وہ جلدی سے واشروم کی جانب بڑھ گئی۔

بجلی کی سی تیزی کے ساتھ وہ آگے بڑھا اور اس کے چھری پھیرنے سے قبل ایک جھٹکے سے چھری اس کے ہاتھ سے کھینچ کے پرے پھینکی تو وہ سیدھی پیر سائیں کے دائیں بازو میں جا کے پیوست ہو گئی۔

جس سے ان کی غراہٹ بلند ہو گئی جس سے مکمل طور پر بے نیاز وہ روتی ہوئی آبگینے کو سینے سے لگائے دیوانہ وار اس کے چہرے, بالوں، ہاتھوں، کندھوں کو چومے جا رہا تھا۔

اس کی اس قدر دیوانگی پہ 'پیر حویلی' کی سبھی خواتین آبگینے کی قسمت پر رشک کرنے لگیں۔

آپ جیسے لوگ ہی معاشرے کے لیے بد نما داغ اور انسانیت کی توہین"
ہیں۔دل تو چاہ رہا ہے کہ چوک میں الٹا لٹکا کے لوگوں سے درے لگواوں
لیکن تمہارے نام کے ساتھ لگے مرتبے کی حیامات دے جاتی ہے۔"آبگینے
کو سینے سے لگائے وہ گردن موڑ کے ان کی جانب دیکھتا نفرت انگیز لہجے میں
دھاڑا تو نین آگے بڑھا۔

اسی پل ضرغام نے اندر قدم رکھا۔اس کے ساتھ اسد ملک کا پرسنل ملازم جو
ان کا ہی کارندہ تھا وہ بھی تھا جس کے ذریعے ان کے کالے کارنامے کھل کے
سامنے آچکے تھے۔

اور اب ان کے ماننے والے حویلی کے باہر کھڑے مشتعل انداز میں انہیں
زندہ مارنے کے درپے تھے۔

اور یہی ان کے لیے منتخب کی گئی سزا تھی۔ طلال نے سب کو اندر جانے کو کہا تو سبھی خواتین اپنے خاندان کے مردوں کے ایسے انجام پہ آنسو بہاتی ہوئی اندر چلی گئیں ماسوائے آبگینے کے۔

جو رہبان کے سینے سے لگی اس حجرے کے باہر کھڑی لوگوں کو حجرے میں موجود پیر سائیں پہ حملہ آور ہوتے دیکھ کر انتہائی دکھ اور تکلیف کا شکار ہو رہی تھی۔

اور اس کی یہی تکلیف دیکھ کر وہ اسے لیے سب سے ملنے کے بعد جلدی سے وہاں سے نکل گیا جبکہ نین اور ضرغام بھی کچھ دیر بعد لوگوں کے نرغے سے بمشکل ان دونوں کو چھڑوا کے جیل کی جانب لے جانے لگے۔

کہ اب تابوت میں آخری کیل قانونی انداز میں ٹھوکا جائے۔

اس کی آنکھ لگے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی جب عجیب سے احساس کے تحت اس کی آنکھ کھلی تو نگاہ سیدھی اپنے خالی پہلو کی طرف گئی تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھی۔

"یہ کہاں گئے اس وقت؟" دل میں ڈھیروں تفکر لیے اس نے واشروم کی طرف دیکھا تو لائٹ آف دیکھ کر اس نے فوراً کمرے میں نظر دوڑائی جب ایک سائیڈ پہ پڑی وہیل چیئر دیکھ کر جیسے دل دھک سے رہ گیا۔

"یہ۔۔۔وہیل چیئر کے بغیر کیسے گئے اور۔۔۔اور کہیں وہ پھر سے تو نہیں آ گیا؟" خوف کی زوردار لہر اس کے وجود میں لہرائی تو وہ سرعت سے بیڈ سے نیچے اترتی ننگے پاوں دروازے کی جانب لپکی اور دروازہ کھول کے بنا دوپٹے، کھلے بالوں اور ننگے پاوں وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھی اور بھاگتے قدموں کے ساتھ سیڑھیاں اترتی نیچے جانے لگی۔

وہ آخری سیڑھی پہ پیر رکھ رہی تھی جب سامنے پڑنے والی نظر پہ اس کا پورا وجود ہوا میں معلق ہو گیا۔

وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے یک ٹک سامنے دیکھ رہی تھی جہاں وہ ننگے پیر زمین پہ جمائے سیاہ ٹراوزر اور سیاہ ٹی شرٹ میں ملبوس اس کی طرف سے رخ موڑے ایک ہاتھ سے موبائل کان کے ساتھ لگائے محوِ گفتگو تھا جبکہ دوسرے ہاتھ میں سرمئی رنگ کی مگ موجود تھا جسے وہ وقفے وقفے سے ہونٹوں کے ساتھ لگاتا شاید چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

اس کی بے یقین نگاہوں کے لمس کا احساس تھا یا اس کی موجودگی کا خیال جو وہ اچانک بات کرتے ہوئے پلٹا تو ششدر کھڑی زحلے کی نگاہیں اس کے

چہرے سے ٹکرائیں جہاں کشادہ پیشانی پہ بال گچھے کی مانند بکھرے پڑے تھے۔

جبکہ خوبرو چہرہ اسے اچانک سامنے پاکے پل بھر کو رنگ بدل گیا لیکن فوراً خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے کال بند کر کے موبائل کان سے ہٹا کے ٹراوزر کی پاکٹ میں گھسیڑا۔

اسے اپنی طرف تکتا پاکے زحلے کی نگاہیں اس کے چہرے سے گردش کرتی ہوئیں اس کے کشادہ سینے سے ہوتی ہوئیں واپس اس کی ٹانگوں اور سپید پیروں پہ مرکوز ہو گئیں جو بہت مضبوطی کے ساتھ زمین پہ جمے گویا اپنی مضبوطی بیان کر رہے تھے۔

اس کے پیروں پہ جمی بے یقین نگاہوں میں یکایک ایک ایک کر کے بہت سے رنگ پہرہ سجانے لگے۔

!حیرت

بے یقینی!

ٹوٹا ہوا مان!

دکھ!

تکلیف!

اور سب سے آخر میں بہت شدت کے ساتھ ان میں ایک تاثر بڑی سرعت کے ساتھ پھیلا۔

غصہ۔۔۔۔!!!

اور غصے کی لہر اتنی شدید تھی کہ وہ ایک دم سے آخری سیڑھی پہ پیر رکھتی نیچے اتری، اسی اثناء میں نین اور نگاہ صدر دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئے مگر ان دونوں میں سے کوئی بھی ان کی جانب متوجہ نہ ہوا۔

اور وہ خود سامنے نظر آتی اس غیر متوقع سی صورتحال کو دیکھ کے موقع کی سنگینی اور نزاکت کو سمجھ کے چپ چاپ وہیں دروازے سے چند قدم آگے کھڑے انہیں دیکھنے لگے۔

جہاں وہ چہرے پہ ڈھیروں تاثرات سجائے ننگے پیر، ننگے سر تیز قدموں سے چلتی ہوئی اس کی جانب بڑھی اور اس کے نزدیک چند انچ کے فاصلے پہ جا ٹھہری۔

جو لاونج میں پڑے صوفوں سے چند انچ کے فاصلے پہ کھڑا جی جان سے اس کی طرف متوجہ تھا۔

اس کے یوں اس لمحے اس کے سامنے ٹھہرنے پہ نین اور نگاہ سمیت ذوالنورین نے بھی لحظے بھر کے لیے اپنی سانس روکتے ہوئے اسے دیکھا جو آنکھوں میں ٹوٹے مان و بھروسے کی کرچیاں لیے اسے شعلے اگلتی نگاہوں سے تک رہی تھی۔

می۔۔۔۔"ڈھیروں ہمت مجتمع کرتے ہوئے اس نے اپنے ہونٹوں کو"
جنبش دینی چاہی جب وہ بھوکی شیرنی کی مانند غرائی۔

جسٹ شٹ اپ، آئی سیڈ جسٹ شٹ اپ۔ شکل نہیں دیکھنا چاہتی میں تم"
جیسے فریبی انسان کی۔ نفرت ہے مجھے تمہاری آواز سے۔"بلند دھاڑتی آواز
میں بولتے ہوئے وہ مڑی مگر ایک دم سے رکی۔

وہ تینوں جو اس کے یوں بلند آواز میں دھاڑنے پہ دم بخود رہ گئے تھے اس کے
جاتے جاتے رکنے پہ چوکنے ہوئے۔

وہ یکلخت واپس پلٹی اور اس کے ہاتھ میں پکڑے مگ کو تیزی سے اس کے
ہاتھ سے کھینچا اور پلک جھپکنے کی سی دیری میں ٹھنڈی ہوتی چائے کا تقریباً
آدھے سے زیادہ بھرا ہوا مگ اس کے چہرے پر الٹ دیا۔

اس کی ناراضگی، غصہ یا وقتی نفرت سب ایک طرف لیکن اس کا ایسا ردعمل دیکھ کر وہ شاکڈ سا اپنے چہرے کو ہاتھ لگاتا غیر یقینی کی سی کیفیت میں اپنی شرٹ پہ بہتی چائے کو دیکھتا تو کبھی اسے جو ایک زہر خند نظر اس پہ ڈالتی واپس پلٹ رہی تھی۔

اس سے ہوتی نظر دبی دبی ہنسی کی آواز پہ دروازے کی طرف گئی جہاں نگاہ اور نین ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں دونوں ہاتھ ہونٹوں پہ سجائے اسے بھنا کے رکھ گئے تبھی

اس کے واپس پلٹنے پہ اس کے شاکڈ وجود میں حرکت آئی اور اس نے لپک کے اس کی کلائی تھام کے اپنی طرف کھینچنا چاہا جب اس کے لمس پہ بپھرتے ہوئے اس نے اسے پیچھے کو دھکیلتے خود قدم پرے کو ہٹانے چاہے جب اس کی پشت وہاں پڑے صوفے سے ٹکرائی تو وہ پشت کے بل الٹتی اسی صوفے پہ جا گری۔

اس اچانک افتاد پہ دم سادھے وہ چند لمحے صورتحال سمجھنے کی کوشش کرتی وہ یوں گری ہوئی تھی کہ اس کی ٹانگیں صوفے کی پشت کی جانب لٹک رہی تھیں جبکہ اوپری دھڑ صوفے کی سٹنگ پوزیشن پہ موجود تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ خود کو سنبھالتی ہوئی اٹھنے کی کوشش کرتی وہ صوفے کی بیک سائیڈ کی جانب سے جھکتا ہوا اس کے سر کے نیچے ہاتھ رکھتے ہوئے اسے قدرے اوپر کی جانب کھینچتا اس کی ٹانگوں کو ایزی پوزیشن میں لاتا اس پہ مکمل طور پر جھک چکا تھا۔

میڈم !آپ کا میری آواز، میری شکل سے غصہ، یہ نفرت سب فی الحال" قابلِ قبول ہے لیکن یار یہ چائے مجھے صرف پینے کی حد تک پسند ہے اور۔۔۔۔۔" نجانے وہ واقعی اپنے بھائی بھاوج کی وہاں موجودگی کو فراموش کر چکا تھا یا دانستہ اِن کو نظر انداز کیے وہ اس پہ جھکا بھاری لہجے میں

بولتااس کے اس قدر نزدیک ہوا کہ اس کی چائے سے بھیگتی شرٹ اس کے حصار میں موجود زحلے کی شرٹ کو بھی چائے سے داغدار کر گئی۔

دور ہٹو مجھ سے جھوٹے انسان۔ نفرت کرتی ہوں میں تم سے۔"اس کے" سینے پہ زور سے ہاتھ جماتی وہ غم وغصے میں حائل ہوتی شرم سے مغلوب ہوتی بلند آواز میں چلائی تواس نے بڑی جرات سے اپنی انگشت شہادت اس کے ہونٹوں پہ جمائی۔

ریلیکس،اس چیز کا پرچار مت کریں جو آپ کبھی نہیں کر سکتیں۔"اس کی" نفرت کے دعوی کے جواب میں گہرے انداز میں بولتاہوا وہ اس کی دھڑکنوں میں انتشار برپا کر گیا۔اور وہ چند لمحوں کے لیے لاجواب سی ہو گئی۔ مگر فوراً ہی خود کو سنبھالتے ہوئے اس نے غضب کی مزاحمت کرتے ہوئے اس کے توانا وجود کو خود سے دور کرنا چاہا لیکن بے سود۔

اس مختلف قسم کے تاثرات سے مستفید چائے سے آپ بھی لطف اندوز"
ہوں۔"اس کی مزاحمت کو بڑی سہولت سے روکتا ہوا وہ اس کے چہرے پہ
جھکا اور اپنے رخساروں اور ہونٹوں پہ لکیر کی صورت بہتی چائے کی جانب
اشارہ کرتے ہوئے معنی خیزی سے اس کے ہونٹوں کی طرف دیکھا تو وہ مچل
سی اٹھی۔

تم نے اب اگر مجھے چھونے کی کوشش کی تو میں خود کو کچھ کر بیٹھوں گی"
ذوالنورین۔"اس کے لہجے میں واقعی اس لمحے کچھ کر گزرنے کا جنون
محسوس کر کے وہ وہیں ٹھہر تا چند لمحے اس کے خوبصورت چہرے کو دیکھتا رہا
اور پھر گہری سانس بھرتے ہوئے اس پر سے اٹھا تو وہ بھی فوراً ہی اٹھتی شکوہ
کناں نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

یہ چائے کا مگ جو تم پہ گرا۔اسے تم برداشت نہیں کر پا رہے ہو اور مجھ پہ جو" تم نے ساتوں آسمان توڑے ہیں ان کا ازالہ کون کرے گا؟"اس کے شکوہ کناں لہجے میں محسوس ہوتی نم کرچیوں پہ اس کا دل تڑپ اٹھا۔

میڈ۔۔۔زح۔۔۔۔۔"پہلی دفعہ لفظ اس کے حلق میں اٹکنے لگے تھے۔"

میرا نام لینے کی جرات مت کرنا۔میں تمہارے لیے ہمیشہ 'میڈم' تھی اور" رہوں گی جس کا تم نے کالجز یونیورسٹیز کے برگر بچوں کی طرح تماشہ بنا کے رکھ دیا۔تمہارے معذور ہونے کے احساس نے مجھے میری ذات، میری عزتِ نفس سب کچھ بھلا کے یہاں رہنے پہ مجبور کیا۔جب اس عورت نے پیسوں کے عوض مجھے اس گھٹیا کھیل کا حصہ بنایا تو میں اپنا کام مکمل ہونے کے بعد یہاں سے جا سکتی تھی لیکن میں ٹھہری رہی صرف تمہارے لیے۔"

غمزدہ لہجے میں بولتے ہوئے بات کے اختتام میں اس نے قدرے بلند آواز میں کہتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔

تو اس کے لہجے کی تکلیف اور اذیت اس سمے وہ تینوں محسوس کر کے تڑپ سے گئے۔

میں تمہارے لیے یہاں ٹھہری رہی کہ تمہیں تمہاری ماں سے ملوا سکوں" کہ تم اپنے پیروں پہ چل کے ان تک نہیں پہنچ سکتے، تمہیں کچھ پڑھا سکوں تاکہ تمہاری معذوری تمہاری کمزوری نہ بنے تمہارے پاس کوئی ہنر کوئی فن آجائے لیکن تم میرے خلوص کا تماشہ بناتے رہے۔ تم۔۔ تمہارے لیے یہ ہمیشہ سے اک کھیل رہا ہے تبھی تم میرے ساتھ دل لگی کرتے رہے کہ جتنے دن بند کمرے میں رہنے کا ناٹک کرنا ہے تب تک اس عقل سے پیدل میڈم سے دل بہلاتے ہیں۔" زہر خند و متنفر لہجے میں بولتی وہ غم و غصے کی انتہا کر گئی۔

جبکہ اس کی آخری بات پہ اس کا ضبط جیسے آخری حدوں کو چھونے لگا تھا۔

زحلے!" وہ جو کبھی اسے اس کے نام سے بلانے کی ہمت نہ کر سکا تھا۔"

اس نے پکارا بھی تو کب؟

کس موقع پر

اور کس بات پر؟

یہ سوالات اور ان سوالات سے جڑے احساسات نے وہاں موجود چاروں نفوس کے دل گہرے ملال سے پُر کر دیے تھے۔

مجھے میرے نام سے مت پکارو۔" اس کے طرزِ تخاطب سے دل میں اٹھتی" تکلیف اس قدر زیادہ تھی کہ صوفے کے پاس پڑی میز پہ رکھے گلدان کو سختی سے ہاتھ مارتی اتنی زور سے چلائی کہ حلق میں دراڑیں سی پڑنے لگیں۔

توذوالنورین کی لہو رنگ آنکھیں سلگنے لگیں۔

پہلے میرے یہاں سے جانے کی بہت ساری دوسری وجوہات تھیں لیکن" اب تو تم نے میرے یہاں ٹھہرنے کی ہی وجہ ختم کر ڈالی۔"پر ملال لہجے میں کہتے ہوئے وہ ایک جھٹکے سے پلٹی تھی۔

جہاں کچھ فاصلے پہ کھڑی نگاہ اور نین کو دیکھ کر ٹھٹھک گئی کیونکہ وہ اس کے لیے اجنبی تھے۔ تبھی بنا مزید ٹھہرے وہ بھاگنے کے سے انداز میں سیڑھیوں کی جانب بڑھی تو بہتے ہوئے آنسوؤں کی دبیز تہہ کے باعث دو تین دفعہ پیر لڑکھڑائے تھے۔

جبکہ لاونج میں شل کھڑا ذوالنورین خالی نظروں کے ساتھ سیڑھیوں کو تکے جا رہا تھا۔

نجانے کون سے وہم کے پردے تھے درمیان میں حائل

کیوں تیری ذات میری ذات نہ ہونے پائی۔۔۔۔۔۔۔؟؟؟

بی جان کے کمرے میں اس کی دبی دبی سسکیوں کی آواز وقفے وقفے سے بلند ہوتی ان سب کو بے چین کر رہی تھی۔

بس کرو میری بچی، اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ تو میرے اندھے یقین نے تمہیں اس تکلیف سے دوچار کیا ہے۔" پیر حویلی میں جو کچھ ہوا تھا وہ دیکھ کر اس کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اس لیے وہ ہاسپٹل سے اسے چیک کروا کے گھر لایا تھا۔

اور جب سے لایا تھا وہ یونہی روئے جا رہی تھی۔

مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ ایسے ہوں گے۔وہ۔۔۔وہ اقتدار کی ہوس میں" انسانیت سے کھیل جائیں گے۔"سسکیوں کے درمیان بولتی ہوئی وہ نجانے ان کے رویے پہ رو رہی تھی یا ان کے انجام پہ۔وہ خود نہ سمجھ پا رہی تھی۔

خود کو ہلکان نہیں کرو بیٹا۔یہ سب یونہی ہونا لکھا تھا اس پہ رونے کا کوئی فائدہ" نہیں۔اپنے باپ اپنے بھائی کے لیے دعا کرو کہ وہ ان کے نقشِ قدم پہ نہ چلیں بلکہ ان کے مظالم سے ستائے لوگوں کے لیے نجات دہندہ بنیں۔" گردیزی صاحب نے متانت سے کہتے ہوئے اسے اس فیز سے نکالنا چاہا تو ان کے الفاظ پہ اس کارواں رواں 'آمین' کہنے لگا۔

اٹھو خود کے فریش ہو، پھر رہبان کے دوست کی مہندی پہ جانا ہے۔""" سائرہ بیگم نے دانستہ اِس کی توجہ بٹانے کو کہا کہ اس کی مسلسل گریہ وزاری

اس کے اندر پنپتی جان کے لیے ہر گز فائدہ مند نہ تھی اس لیے سب ہی اسے اس فیز سے نکالنے کی کوشش میں تھے۔

کہ جو ہونا تھا وہ ہو چکس تھا اب اس پہ ملال کرنے سوائے اذیت کے کچھ نہیں ملنے والا تھا۔اس لیے جو پاس تھا اس پہ خوش ہونے کے لیے اس ملال، اس اذیت کو فراموش کرنا ضروری تھا۔

دریہ چلو اٹھو بھابھی کو بھی تیار کرو اور خود بھی تیار ہو۔"مائرہ بیگم نے" قدرے مرجھائی سی بیٹھی دریہ کو مخاطب کیا تو وہ چونکی۔

اور پھر خود پہ بشاشت طاری کرتے ہوئے بولی۔

بھئی مجھے کنفرم بتائیں کہ مجھے بھابھی والا رول ادا کرنا ہے یا نند والا۔ایسے" مجھے کنفیوژ نہ کریں۔"اس کے شاکی سے انداز پہ روتی ہوئی آبگینے کے

ہونٹوں پہ بھی ہلکی سی مسکان پھیل گئی جسے دیکھ کے سب نے سکھ بھرا سانس خارج کیا۔

بہت آسان سا حل ہے۔یہاں تم نند بن کے رہا کرو اور اپنے سسرال میں " بھابھی کا کردار ادا کر لیا کرنا۔" مشعل نے برجستگی سے مشورہ دیا تو سب نے شدومد سے تائید کی۔

لڑکیوں کو اپنی باتوں میں مگن دیکھ کر حماد اور رضا صاحب مسکراتے ہوئے باہر چلے گئے۔

یا پھر اپنے مجازی خدا محترم طلال شاہ سے پوچھ لینا کہ انہیں نند اور بھاوج" میں سے مسکین سا رشتہ کون سا لگتا ہے؟ پھر اس کے بعد اس کے سامنے وہ روپ دھار لینا۔" مشعل کے مشورے کے جواب میں حمدان نے سنجیدگی سے مشورہ دیا تو وہ خجل سی ہوتی دو ہتھڑ اس کے کندھے پہ رسید کر گئی۔

میں تمہیں کوئی اور مخلوق لگتی ہوں جو گاہے بگاہے روپ دھارتی ہوں۔ہٹو"
پرے اس وقت ذرا مجھے اپنی بھابھی کے ساتھ وقت گزارنے دو
پھر۔۔۔۔۔"انہیں سائیڈ پہ کرتی وہ آبگینے کو اٹھاتی بول رہی تھی جب زمل
نے اس کی بات منقطع کی۔

پھر تھوڑی دیر بعد اسے بھابھی کے بھائی کے ساتھ بھی وقت گزارنا"
ہے۔سنا ہے وہ بھی انوائیٹڈ ہیں۔"اس کے شرارتی انداز پہ بی جان اور مما اور
ممانیوں کی موجودگی کے باعث وہ اچھی خاصی جھینپ سی گئی تھی۔
جبکہ اس کے خوبصورت چہرے پہ چھائے طلال کے نام پر شرم وحیا کے
رنگ اس قدر بھلے لگ رہے تھے کہ اس کے ساتھ کھڑی ہوتی آبگینے نے
بے ساختہ اسے ساتھ لگاتے ہوئے اس کا رخسار چوما تھا۔

ہمیشہ خوش وسدا سہاگن رہو۔"اس کے نم مگر محبت بھرے لہجے میں سچی" دعائیں مہک رہی تھیں۔

اور یہ سب محسوس کرتیں وہاں موجود سبھی خواتین محبت سے مسکرادیں۔

کہ آج پہلی دفعہ آبگینے مکمل طور پر اس گھر اور اس کے مکینوں کی ہوتی نظر آئی تھی۔

جبکہ اپنے کمرے کی طرف بڑھتی آبگینے شدت سے اس شخص کی آمد کی منتظر تھی جسے آج وہ اس کی محبت کا جواب اسی محبت کے ساتھ دینے کی متمنی تھی۔

آمیرے ہاتھ پر رکھ دے اپنے توجہ بھرے ہاتھ

!!!اور غلط کردے بچھڑ جانے کی افواہوں کو۔۔۔۔

ایک ہاتھ سے اپنے رخساروں پہ لڑیوں کی مانند بہتے آنسوؤں کو صاف کرتی وہ دوسرے ہاتھ سے اپنے اسے شولڈر بیگ سے نکلنے والی چیزوں کو واپس ڈال رہی تھی جب نظر کمرے میں پڑی وہیل چیئر پہ پڑی تو ہونٹوں سے ایک تکلیف دہ سی سسکی نکلی۔

جسے فوراً دباتے ہوئے وہ بیڈ کی طرف بڑھی اور تکیے پہ پڑے اپنے دوپٹے کو جھک کے اٹھا رہی تھی جب دروازہ ہولے سے ناک کے ساتھ کھلا تھا۔

یونہی جھکے جھکے اس نے گردن موڑ کے دروازے کی طرف دیکھا تو نیچے موجود اسی لڑکی کو دروازے پہ کھڑے پایا تو لاشعوری طور پر منہ پہ ہاتھ پھیر کے آنسو صاف کرنے کی کوشش کرتی وہ دوپٹہ اوڑھنے لگی۔

السلام علیکم!" دروازے پہ کھڑی نگاہ نے اسے دیکھتے ہوئے نرمی بھری" سنجیدگی سے سلام دیا تو اس نے رونے اور چلانے کے باعث قدرے بیٹھی ہوئی آواز میں جواب دے کے استفہامیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

میں نگاہ ہوں، نگاہ ذوالقرنین! ذوالنورین کی بھابھی اور دوست، تمہاری" جٹھانی۔" تفصیلی سا تعارف کرواتے ہوئے نگاہ چند قدم آگے ہوئی تو اس کے چہرے کے تاثرات فوراً تبدیل ہوئے۔

جنہیں محسوس کر کے نگاہ کو یہ مرحلہ سخت مشکل لگا تھا۔

رشتے میں اگرچہ تم سے بڑی ہوں لیکن میرا نکاح تین چار دن پہلے ہی ہوا" تھا۔اس لیے میری اور تمہاری ملاقات کچھ ناگزیر حالات کی وجہ سے ہو نہیں سکی۔" اس نے اسی مصالحتی انداز میں مسکراتے ہوئے مزید کہا لیکن اس کے تاثرات میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔

آپ سے مل کر خوشی ہوئی نگاہ۔آپ بیٹھیے۔"پر تکلف اور فارمل سے انداز" میں مروت نبھاتے ہوئے اس نے صوفے کی جانب اشارہ کیا تو نظر ایک دفعہ پھر سے وہیل چیئر سے جا الجھی۔

نظر کا الجھنا تھا کہ اس کی آنکھوں میں ایک دفعہ پھر سے پانی جھلملانے لگا۔

"اس کرسی کو یوں مت دیکھو کیونکہ اس پہ بیٹھنے والا صرف گیم کھیلنے کے لیے نہیں بیٹھا تھا بلکہ اس چیئر کو اس گھر میں اس شخص کی معذوری ہی لانے کا باعث بنی تھی۔" اس کی آنکھوں کا محور جانتی نگاہ نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا تو زحلے نے ٹھٹھک کر اس کی جانب دیکھا گویا اس کی بات سمجھنے کی کوشش کی تھی۔

لیکن پھر یاد آیا کہ جب وہ بات کر رہی تھی تو وہ نیچے ہی تھی تو پھر یقیناً وہ اسی پسِ منظر کے سبب بات کر رہی ہو گی۔

اور تمہیں یہ بات جان کر یقیناً شاک لگے گا کہ اس کی معذوری کے بارے" میں سب سے پہلے واقف ہونے والی بھی تم ہی تھی۔" نگاہ کے مزید کہنے پہ اس کا دل و دماغ صحیح معنوں میں الجھا تھا۔

آپ کہنا کیا چاہتی ہیں؟"اس نے الجھ کے سپاٹ سے انداز میں نگاہ کی" طرف دیکھا جو نجانے کون سی پہیلیاں بجھوانے کی کوشش کر رہی تھی۔

میں زیادہ کچھ نہیں بس یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ذونین تمہارا مجرم ضرور ہو گا" لیکن اتنا نہیں جتنی سخت تم اس کو سزا دینے جا رہی ہو۔ کیا تم یہ نہیں جاننا چاہتی کہ کیوں وہ یہ کرنے پہ مجبور ہوا؟ کیا وجہ تھی جو اس کا باپ، بھائی، ماں، بھابھی سب اس سے دور تھے اور وہ یوں اپنے ہی گھر میں اس حال میں پڑا تھا؟"صوفے پہ بیٹھنے کی بجائے نگاہ اس کے مقابل کھڑی اسی رسانیت بھری سنجیدگی کے ساتھ بول رہی تھی۔

اپنے دیور کے ساتھ یہ سوال کریں تو بہتر ہو گا جس سے بہیترے مرتبہ میں" نے سب جاننے کی کوشش کی ہے لیکن جو رشتہ جڑا ہی ایک کھیل کے لیے گیا ہو اس میں اعتماد نہیں ہوتا۔اس نے مجھ سے یہ رشتہ اپنی ذات پہ لگے الزام کی سزا دینے کے لیے جوڑا تھا اور پھر اپنی ماں کی ذات کے لیے اسے لے کے آگے بڑھانے لگا۔اس کے علاوہ اس میں کچھ نہیں تھا۔"اس کے لہجے کی کاٹ میں بہت کچھ پنہاں تھا۔

جس لڑکی نے اس سمیت اس کے دوستوں کے بھری دوپہر میں بنا کسی" انجام کی پروا کیے بچایا ہو اس لڑکی کے ساتھ وہ کھیل رچانے کے لیے کاغذی رشتہ کیسے جوڑ سکتا ہے زحلے؟"نگاہ کے نرم لہجے میں کیے گئے سوال پہ اس کے سر پہ جیسے دھڑا دھڑ ساتوں آسمان ٹوٹ پڑے تھے۔

وہ بے یقینی سے نگاہ کی کلائی کو دیکھنے لگی جہاں مہرون رنگ کا قدرے چھوٹے سائز کا موتی ایک چین میں لپٹا ہوا تھا۔

اس موتی کی ہئیت سیم اس موتی جیسی تھی جو اس کی گردن کے ساتھ لپٹا ہوا تھا۔

یہ ہم پانچوں دوستوں کا لکی چارم ہیں۔ ہم سب کے پاس یہ مختلف رنگوں" میں موجود تھے۔ ہم انہیں پہنیں یا نہ پہنیں لیکن یہ ہمیشہ ہمارے پاس موجود ہوتے تھے لیکن پچھلے کچھ سالوں سے ذوالنورین کے پاس ایسا موتی نہیں تھا کیونکہ وہ اسے اس لڑکی کو دے چکا تھا جس نے انہیں خدا کے بعد ایک نئی زندگی دینے کی کوشش کی تھی۔ "اپنی کلائی پہ نظریں جمائے بولتی نگاہ کے الفاظ پہ اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے۔

جبکہ آنکھوں میں سالوں پہلے کا منظر جھلملانے لگا جب اس دوپہر میں ایک خون آلود سڑک پہ وہ ایک زخمی شخص پر جھکی ہوئی تھی۔

وہ یونہی شل کھڑی بے جان ہوتی سماعتوں اور ششدر ہوتی بصارت کے ساتھ نگاہ کے ہلتے ہونٹوں سے نکلنے والے لفظوں کو سن رہی تھی۔

جو بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں 'فائیو سٹار' کی زندگی کے پ ۔ نے اس کے سامنے کھولنے لگی تھی۔

اور جب اس کے الفاظ اس دوپہر کے واقعات کو دہرانے لگے تو نگاہ کے چہرے کی رنگت بدل گئی جبکہ لفظ ٹوٹنے لگے کیونکہ وہ دوپہر اس کی زندگانیوں کو بدل کے رکھ گئی تھی۔

میرے لفظوں کو تھوڑا دھیان سے پڑھا کرو

!!! میں نے سچ میں زندگی برباد کی ہے۔۔۔۔۔

ہے کوئی تمہارے اندر عقل نام کی چیز۔بیوی کو ہاسپٹل سے لے کے آئے" تھے اور بنا اس کو تسلی تشفی دیے غیروں کی طرح لٹا کے گھر سے نکل گئے۔" بی جان اس وقت صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کے بڑے ڈھیلے سے انداز میں بیٹھے رہبان گردیزی کی کلاس لے رہی تھیں۔

اب آپ لوگوں کے ساتھ تسلی تشفی کروانا تو آپ لوگوں نے منہ چھپاتے" پھرنا تھا اور اوپر سے زن مریدی کے طعنے الگ سے دینے شروع کر دینے تھے۔اس لیے میں نے سوچا کہ پہلے یہ کوٹہ آپ پورا کر لیں۔"اپنے مخصوص بلنٹ انداز میں بولتا وہ دادی اور ماوں کو گڑبڑانے پہ مجبور کر گیا۔

لاحولہ ولا قوۃ الا باللہ! کس قدر بے شرم انسان ہو تم بچے۔سیدھی سادھی" معصوم بچی کو گھما کے رکھ دیتے ہو گے تم۔"بی جان نے آنکھیں نکالتے ہوئے اسے گھرکا تو وہ جیسے کرنٹ کھاتا سیدھا ہوا تھا۔

خدا کو مانیں بی جان! میں مجرموں کے حوالے سے آپ کی یہ مبالغہ آرائی" برداشت کر سکتا ہوں لیکن مسز رہبان گردیزی کو معصوم اور سیدھی سادھی نہ بولیں میرا دل بہت کمزور ہے۔"اس کے برجستہ انداز میں اس قدر بیچارگی تھی کہ فرمائشی قہقہہ ابل پڑا۔

اور مزے کی بات یہ ہے تمہاری مسز کو ہماری بہنیں دو گھنٹوں سے لیے" کمرے میں گھسی تیار کر رہی ہیں اور یہ بات تمہارے کمزور دل پہ زیادہ اثر کرے گی کیونکہ آج بھابھی کے تیور واقعی بھابھیوں والے تھے۔"اس کے پاس صوفے پہ بیٹھے حمدان نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو اس کے دل نے بہت آہستگی سے اپنی لے بدلی تھی۔

کیا تمہیں نہیں لگتا کہ اس وقت تمہیں یہ بات مجھے نہیں بتانی چاہیے" تھی؟"ایک نظر سب کو دیکھتے ہوئے اس نے دانت کچکچاتے ہوئے حمدان کو لتاڑا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

میں تیار ہو لوں۔ فنکشن پہ جانے کے لیے دیر ہو رہی ہے۔"پر سکون لہجے" میں کہتے اس نے وہاں سے جانے کو پر تولا جب حمدان آنکھوں میں ڈھٹائی لیے بظاہر سنجیدگی سے بولا۔

ابھی بیٹھ جاو نا تم۔ابھی تو بھابھی تیار ہو رہی ہیں تو تم بعد میں تیار ہو جانا۔""" اس کے ٹانگ اڑانے پہ رہبان کا دل چاہا وہ اس کا ایک چکر اپنی جیل کے ٹارچر سیل کا لگوا لائے۔

میں نے تمہاری بھابھی سے تیار ہونا ہے جو اس کی تیاری ختم ہونے کا انتظار " کروں گا۔" بھسم کر دینے والے انداز میں اسے کہتے ہوئے وہ بنا سیکنڈ کی دیر لگائے اپنے کمرے کی طرف بڑھا تھا۔

کمرے کا ہینڈل زور سے گھماتے ہوئے اس نے دروازہ کھولا تو زمل کی پرجوش آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

بہت پیاری لگ رہی ہیں آپ بھابھی۔ واللہ آج بھائی کی خیر نہیں ہے۔" "" سکن رنگ کے لہنگے پر رائل بلیو رنگ کی چولی پہنے وہ بالوں کی چٹیا بنائے، اپنی خوبصورت پیشانی پہ ماتھا پٹی سجائے وہ کانوں میں میچنگ جیولری پہنے، کلائیوں میں کانچ کی چوڑیاں سجائے اورنج کلر کے دوپٹے کو سر پہ پنوں کی مدد سے اٹکائے ملٹی کلر کے کھسوں میں اپنی مومی پیر سجائے کھڑی آبگینے کو محبت سے دیکھتی ہوئی بولی تو جواباً وہ خوش ہونے کی بجائے روہانسی سی ہوئی۔

میں واقعی اچھی لگ رہی ہوں؟ایسے آکورڈ تو نہیں لگ رہی ایسے اس طرح" لہنگا پہنے ہوئے؟"اپنے قدرے بھاری وجود کی جانب اشارہ کرتے ہوئے وہ خاصی پزل لگ رہی تھی۔

ارے ایسا کچھ نہیں ہے بھابھی۔اب تو لوگ آخر تک ایسی ڈریسنگ کرتے" ہیں۔آپ کے تو ابھی تین چار منتھ ہیں ابھی اس لیے کوئی نہیں اتنا محسوس ہوتا۔"اس کے سراپے کو ناقدانہ انداز میں دیکھتی دریہ نے کھلنڈرے سے انداز میں اسے پر سکون کرنا چاہا جب دروازے کے پاس کھڑا رہبان مدہم آواز میں بے ساختہ بولا۔

دوماہ۔"اس کی بات اگرچہ کسی کو سمجھ نہ آئی تھی لیکن آواز کی سرسراہٹ" پہ وہ بے ساختہ اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں جو دروازے کو چھوڑتا ہوا اب اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔

لالہ بھابھی کیسی لگ رہی ہیں؟"دریہ نے بڑے اشتیاق سے دریافت کیا" کیونکہ آج اس نے اسے تیار کیا تھا۔

ایسی کہ گھنٹوں بنا پلک جھپکائے دیکھا جا سکتا ہے۔"اس کی طرف ایک نظر" ڈالتا وہ دریہ کو دیکھتے ہوئے مسکرایا جو اس کے خوبصورت الفاظ پہ کھل کے مسکرا دی جبکہ اس کے لفظوں کی حدت سے پگھلتی وہ بے ساختہ رخ موڑ گئی تھی۔

اسے رخ موڑتے دیکھ کر دریہ اور زمل رہبان کو پیار کرتیں باہر نکل گئیں تو وہ پر شوق نگاہیں اس کی پشت پہ جمائے اس کی طرف بڑھا تو اس کی دھڑکنیں بڑھنے لگیں۔

مجھ سے رخ کیوں موڑ لیا ہے، میں واقعی تمہیں تادیر پلک جھپکائے دیکھنا" چاہتا ہوں، تمہاری موجودگی کو محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ میں خود کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ تم واقعی میرے پاس ہو۔"اس کو عقب سے اپنی بانہوں کے حصار میں جکڑے وہ اس کے بائیں کندھے پہ اپنی ٹھوڑی ٹکائے گھمبیر لہجے میں بولتا روزِاول کی مانند اس کی دھڑکنوں کو پاگل کر رہا تھا۔

اور چہرے کی رنگت میں گلال بھر رہا تھا۔

کچھ کہو گی نہیں؟ کوئی ڈانٹ ڈپٹ؟ کوئی مزاحمت؟"اس کی گردن میں" موجود نیکلس کو اپنے ہونٹوں سے چھوتے ہوئے وہ اس کی سانسوں کی رفتار

بڑھاتا مخمور لہجے میں بولا تو آبگینے نے اس کے اپنے پیٹ پہ جمے ہاتھوں پر اپنے کپکپاتے ہاتھ رکھے تو رہبان نے اس کے بالوں کی مہک خود میں اتارتے ان ہاتھوں کے لمس کی زبان کو بڑی شدت سے محسوس کیا۔

تبھی اس کے لمس میں مزید خماری در آئی تھی۔

مجھے آپ کے ہاتھ کی بنی چائے پینا ہے رہبان۔"اس کے ہاتھوں پہ اپنی" گرفت مضبوط کرتے ہوئے وہ اپنی پوری ہمت مجتمع کرتی ہوئی بولی تو اس کے بالوں سے کھیلتا ہوا رہبان اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔

مگر اگلے ہی پل ہوش میں آتا وہ اس کا رخ اپنی طرف موڑتا بڑے والہانہ انداز میں اس کا چہرہ تکنے لگا جو محبت کی تابناکی سے چمک رہا تھا۔

آبگینے آپ۔۔۔۔۔"حیرت و خوشی کا غلبہ اس قدر شدید تھا کہ اسے اپنے" اظہار کے لیے لفظوں کا سہارا مل ہی نہ پا رہا تھا تبھی وارفتگی سے اسے خود

میں بھینچتے ہوئے وہ اس کے چہرے نقوش، بالوں، گردن، کندھوں کو چھوتا ہوا دیوانگی کی حد کرنے لگا تھا۔

ر۔۔۔رہبان پلیز بس۔میری تیاری خراب ہو جائے گی۔۔۔پلیز۔"اس" کے پر شدت انداز سے پاگل ہوتی آبگینے نے بمشکل اپنے بکھرتے اعصاب کو سنبھالتے ہوئے اسے وقت کی مناسبت کا خیال دلانا چاہا تھا۔

بڑی ظالم ہو یار۔جوابی اظہارِ محبت کیا بھی تو غلط وقت پر۔جب میں کھل" کے اپنے جذبات کا اظہار بھی نہیں کر سکتا۔" بمشکل اپنے منہ زور ہوتے جذبات پہ قابو پاتا وہ سیدھا ہوا اور ایک ذو معنی نظر اس کے بھرے بھرے سراپے پہ ڈالتے ہوئے بولا تو اس کے کانوں سے گویا دھواں نکلنے لگا تھا۔

افف! رہبان۔۔۔"اس کی بے باک نگاہوں سے بچنے کے لیے اس نے" واپس چہرہ اسی کے سینے میں چھپایا تو رہبان کا قہقہہ گونج اٹھا۔

ثمرین بیگم کے پسند کیے گئے مہندی کے سوٹ میں ملبوس وہ پھولوں کی طرح مہکتی ہوئی بے چینی سے صوفے پہ بیٹھی اپنے مہندی لگے ہاتھوں کی انگلیاں چٹخائے جا رہی تھی۔

باہر کیوں نہیں آ رہی ہو شہرے تم؟ مہمان تقریباً سبھی آ چکے ہیں۔ صرف" تمہارا انتظار ہے۔"زونیہ بیگم تک جب اپنی لاڈلی بیٹی کا انکار پہنچا تو وہ اس کے کمرے میں چلی آئیں جو بہت نروس نظر آ رہی تھی۔

مما! میں تھوڑی دیر تک آوں گی نا۔ابھی میں تھوڑی نروس ہوں۔""

دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کبھی کھولتی کبھی بند کرتی ہوئی وہ واقعی نروس لگ رہی تھی۔

میری بیٹا نروس کیوں ہو؟ کون سا کہیں دور یا انجان لوگوں میں جا رہی ہو۔" ریلیکس ہو اور خود کو پر سکون کرو۔"اس کی گھبرائی صورت دیکھتے انہوں نے محبت سے اس کی پیشانی چومی جو اس وقت سجی سنوری گڑیا کی مانند مہک رہی تھی۔

اسی لمحے نک سک سی تیار نگاہ کے ساتھ آبگینے کمرے میں داخل ہوئی تو دونوں ماں بیٹی ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔

بھئی ہمیں اطلاع ملی کہ اس وقت مہندی کی خوبصورت سی دلہن تنہائی چاہ" رہی ہے اور باہر آنے سے کترا رہی ہے تو سوچا کہ تنہائی کی وجہ دریافت کر آئیں۔" بے تکلف سے انداز میں بولتی نگاہ اس کے نزدیک ہوتی محبت سے اسے ملتی اس کا چہرہ چومنے لگی۔

بہت پیاری لگ رہی ہو۔ اللہ پاک ان گنت اور دائمی خوشیاں نصیب فرمائے" آمین۔" پر خلوص اور محبت بھرے انداز میں دعا دیتی وہ آبگینے کی طرف متوجہ ہوئی۔

یہ ضرغام اور ہمارے بہت قریبی اور عزیز دوست ایس پی رہبان گردیزی" کی مسز آبگینے گردیزی ہے۔ اور آبگینے یہ ضر کا عشق، اس کی مسز شہرے ملک ہے۔" بڑے خوبصورت انداز میں ان دونوں کا تعارف کرواتی نگاہ مسکرائی

تو جھینپتی ہوئی شہرے آبگینے سے ملنے لگی جو اس وقت اپنے گرد ایک سٹائلش سی چادر لپیٹے ہوئے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"تم لوگ باتیں کرو۔ میں کچھ دیر تک آئلہ اور عمارہ کو بھیجتی ہوں۔ وہ آ کے تمہیں لے جاتی ہیں۔" زونیہ بیگم نے نرمی سے کہا تو شہرے ہولے سے سر اثبات میں ہلا گئی تھی۔

"باہر جانے سے منع کیوں کر رہی ہو؟ کوئی پریشانی ہے؟" نگاہ نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ بوکھلائی۔

"نہیں۔۔ہاں۔ میرا مطلب ہے کہ۔۔۔۔وہ ضر۔۔۔۔" عجیب سی شش و پنج کا شکار ہوتی وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ بولتی چپ سی کر گئی جب اس کے چہرے پہ چھائے شرم و حیا کے تاثرات دیکھتیں وہ دونوں مسکرا دیں۔

ضر نے ویٹ کرنے کو کہا تھا؟" کسی نتیجے پہ پہنچتی نگاہ نے مسکراتے ہوئے" پوچھا تو شہرے کو ان دونوں سے ٹوٹ کے حیا آئی تھی۔

وہ پہنچ چکا ہے۔ وہ میرے دیور اور ہمارے دوست ذوالنورین اور اس کی" بیوی کو لینے گیا تھا۔" نگاہ نے اسے اطلاع بہم پہنچائی تو اس کا دل زوروں سے دھڑک اٹھا۔

لیکن آپ کو نہیں لگتا کہ اگر آپ اپنے شوہر سے یوں اس حالت میں ملیں" گی تو وہ مہندی کا فنکشن مزید لیٹ کروا سکتے ہیں؟" اس کی طرف دیکھتی دیکھتی آبگینے نے ذو معنی سا اشارہ کرتے ہوئے کہا تو اس کی بات کا مطلب سمجھتی ہوئی شہرے کے کانوں میں گویا دل دھڑکنے لگا تھا۔

وہ ایک دم سے بوکھلاتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

مم۔۔مجھے ویٹ نہیں کرنا ہے۔آئیں باہر چلیں۔"اسے اس کا بے خود" انداز یاد آیا تو وجود میں سرسراہٹ سی ہونے لگی تھی۔

پاگل ہو گئی ہو۔بیٹھو یہیں ورنہ وہ ناراض ہو گا۔"نگاہ نے فوراً اسے ڈپٹا تھا۔"

نہیں ہوتے وہ ناراض لیکن ابھی چلیں نگاہ پلیز۔میں پہلے ہی اتنی ڈھیر لگا" کے تیار ہوئی ہوں۔میری بالوں کی چٹیا ہی نہیں سیٹ ہو رہی تھی۔" روہانسے انداز میں بولتی وہ گویا انہیں باور کروا گئی کہ وہ شخص اگر اسے ابھی ملنے آیا تو وہ اس کی تیاری درہم برہم کر دے گا اور اس کا وہ رسک نہیں لے سکتی۔

اس لیے اگلے پانچ منٹوں میں وہ نگاہ، آبگینے، عمارہ اور آئلہ کے ساتھ دوپٹے کی چھاؤں میں چلتی ہوئی اسٹیج تک آئی تھی جہاں اس کے ساتھ انیلہ اور عمارہ کے بچے براجمان ہو چکے تھے۔

اس کے بیٹھتے ہی آغا جان کے بعد سب بڑے کپلز نے رسم کا آغاز کیا۔اس سارے دورانیے میں ضرغام کی غیر موجودگی کے باعث وہ ریلیکس ہوتی ان لمحوں کو انجوائے کر رہی تھی جب مزید آدھ گھنٹہ گزرنے کے بعد لان ایک دم سے اندھیرے میں ڈوب گیا۔

اندھیرا ایک دم سے چھا جانے ہر ہڑبونگ سی مچ گئی تبھی سٹیج پہ بیٹھی شہرے کو اپنے دائیں پہلو کی جانب سرسراہٹ سی محسوس ہوئی۔

اس تل پہ ہو رہے تھے چار دن سے تبصرے

!!!تل کو چھوڑیے، تل کی سواری ملاحظہ کیجیے۔۔۔

بھاری گھمبیر لہجے میں بولتے ہوئے اس کے نرم گرم سے لب بیوٹی بون اور دائیں کندھے کے درمیان جگمگاتے اس سیاہ تل پہ پیوست ہوئے تو اس کے وجود میں خون کی گردش یکلخت تیز ہوئی تھی۔

بہت سے حقائق سے پردہ اٹھانے کے بعد نگاہ اسے یونہی چپ چاپ چھوڑ کے کمرے سے جا چکی تھی۔

مگر وہ تاحال اس کے کیے گئے انکشافات کی زد میں دم بخود بیڈ کے کنارے بیٹھی ہوئی تھی۔

دل ودماغ میں چلتی اس جنگ کا سلسلہ دروازہ کھلنے کی آواز سے منقطع ہوا تو اس نے بنا حرکت کیے یونہی ساکت بیٹھے نظریں اٹھا کر دروازے کی سمت دیکھا جہاں وہ ننگے پیر دبیز قالین پہ جماتا ہوا اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اس کے اٹھتے قدموں پہ نظریں جمائے اس کے بے حس و حرکت وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔

جب وہ اس کے بے حد نزدیک پہنچتا گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

اس کے یوں پیروں میں آ کے بیٹھنے پر بھی اس کے وجود میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔

مگر اس وقت اس کا پورا وجود ہِل کے رہ گیا اور دل سینے کی گہری کھائی میں کہیں ڈوب کے ابھرا تھا۔

جب اس نے اپنا گھنیرے بالوں سے بھرا ہوا سر یونہی اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھے اس کی آغوش میں رکھا۔

تو گم صم بیٹھی زحلے کو لگا کہ وہ کبھی حرکت کر ہی نہیں سکتی۔

یہ لمحہ اس پل جیسے ساری زندگی پہ بھاری پڑتا وہیں ٹھہر سا گیا تھا۔

مجھے۔۔۔۔"اس کی آغوش میں چہرہ چھپائے بالآخر اس نے بولنا شروع کیا" تو اس کی سانسوں کی پر تپش لپک سے اسے اپنا وجود دہکتا ہوا محسوس ہوا۔

مجھے نہیں پتہ کہ میں کن الفاظ سے آپ کے دل کو پہنچنے والی اس تکلیف کا" ازالہ کروں؟"اس کا بھاری لہجہ گونجا تو زحلے کو اس سے خوف آنے لگا کہ وہ اسے ایک بار پھر سے اپنا اسیر کر دینے کے درپے تھا۔

میں خود کو ٹھیک نہیں کہوں گا لیکن زندگی نے اُس اُس جگہ سے، اُس اُس" رشتے سے ٹھوکر کھلائی تھی کہ اعتبار نامی احساس اندر سے ختم ہو چکا تھا۔ جب آپ پہلی دفعہ یہاں آئی تھیں میں پہلی نظر میں آپ کو پہچان نہیں پایا تھا کیونکہ خون اور آنسوؤں کی چادر کے پار آپ کو چند لمحوں کے لیے دیکھنا اگرچہ دل میں کہیں گڑھ چکا تھا۔ مگر وہ چہرہ صاف نہیں تھا۔ اس وقت مجھے مما، ڈیڈ اور نین کے متعلق کوئی خوش آئند خبر نہیں مل پا رہی تھی۔ ایسے میں آپ کی صورت میں شازمین میر کی ایک نئی سازش نے مجھے آپ سے متنفر کر دیا تھا اور میرے کٹیلے رویے کا شکار بننے لگی آپ۔ میں شازمین میر کی سازش کا شکار ہوتا بقول آپ کے یہ کاغذی رشتہ ہر گز نہ اپناتا جو میں آپ کو پہچانتا نا۔ میں نے وہ موتی دیتے ہوئے کبھی نہیں سوچا تھا کہ پھر کبھی آپ سے ملاقات ہو گی۔" بات کرتے کرتے وہ رکا تو زلے کی دھڑکنیں بھی مدہم کیونکہ وہ چہرے کا رخ اس انداز میں بدل چکا تھا کہ اس کے سلگتے ہوئی تھیں لب اس کے پہلو سے ٹکراتے خون کی گردش تیز کر رہے تھے۔

اس حادثے نے میری ٹانگوں اور ریڑھ کی ہڈی کو ایفیکٹ کیا تھا مگر ڈاکٹر " صاحب کی جان توڑ کوششوں سے میں کھڑا ہو پایا تھا۔ جب آپ یہاں آئی تھیں تب میں ٹھیک ہو چکا تھا مگر اس حد تک نہیں کہ بنا سہارے کے بہت زیادہ چل پھر سکتا۔ جب میں آپ کے بارے میں جان چکا تو میں نے سوچا کہ نکاح کے بعد آپ کو سچائی بتا دوں۔ لیکن میں ایسا نہیں کر سکا تھا کہ اگر شازمین میر کو اس کی خبر ہو جاتی تو آپ کو نقصان پہنچا سکتی تھیں۔ آئم سوری جس رشتے کی بنیاد ہی اعتماد ہوتا ہے میں اس میں آپ کو اعتماد نہیں سونپ سکا۔ " بھاری مگر مدہم لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کے اندر بڑھکتی اذیت و تکلیف کی آگ کو کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

جو بالکل چپ چاپ بیٹھی اس کی اس قدر نزدیکی کو بمشکل برداشت کرتی خود پہ ضبط کیے بیٹھی تھی۔

کچھ کہیں گی نہیں؟"اس کی ایسی خاموشی اس پہ بھاری پڑ رہی تھی۔"

اس کا چیخنا چلانا اگرچہ دل کو تکلیف دے رہا تھا مگر یہ خاموشی اس تکلیف پہ بھی بھاری تھی۔

بخت خان سے جب بچانے کے لیے گئے تھے تو مجھے بے ہوش تم نے خود کیا" تھا؟"اس کے سوال پہ اس کے سر کے بالوں پہ نگاہیں جمائے وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی تو اس قدر غیر متوقع سوال پہ ذوالنورین نے چہرہ اس کی گود سے نکال کے حیرت سے اسے دیکھا۔

جو سپاٹ تاثرات لیے اس کے چہرے کی بجائے سر کے بالوں کو دیکھتی بظاہر بڑے پر سکون انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔

ہاں۔"حیرت کا غلبہ اگرچہ بہت حاوی تھا مگر جواب دینا لازم تھا۔"

تبھی وہ آہستگی سے اقرار کر گیا۔اس کے اقرار کرنے پہ زحلے نے ایک لاشعوری نظر اس کے ہاتھوں پہ ڈالی جہاں ہاتھوں کی پشت پر ہلکی ہلکی خراشیں واضح تھیں جو واضح کر رہی تھیں کہ اسے بیہوش کرنے کے بعد وہ کیا کرتا رہا تھا۔

"کیا میں یہ سمجھ لوں کہ آپ۔۔۔۔۔"اس کے چہرے پہ جمائے اس نے بولنا چاہا جب اس کے الفاظ سے خائف ہوتی زحلے اس کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی بول پڑی۔

"تم اٹھو میرے سامنے سے۔مجھے کپڑے چینج کرنے ہیں۔"اپنے کپڑوں پہ لگے چائے کے داغ دیکھ کر اسے بروقت بہانہ سوجھ گیا تھا۔

میرے الفاظ آپ سننا نہیں چاہتی تو مجھے اپنے جذبات کا سہارا لینا چاہیے۔""

گہرے لہجے میں بولتے ہوئے وہ اس کے سامنے سے اٹھا تو زحلے نے الجھ کے اس کی جانب دیکھتے گویا اس کی بات سمجھنا چاہی تھی۔

جب وہ اس کے سامنے کھڑا ہوتا اس کی جانب جھکا اور اپنا دائیں ہاتھ اس کے بالوں کے نیچے سے گزار کر اس کی گردن کی پشت پہ ٹکایا تو زحلے کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی۔

اس نے فوراً سنبھلتے ہوئے اسے روکنا چاہا تھا مگر تب تک وہ اس کے ہونٹوں پہ جھکتا اپنے ہونٹوں پہ اٹکے ان کہے الفاظ کو اپنے پرزور جذبات کی صورت میں اس کے اندر اتارنے لگا تو زحلے کو اپنی سانس بند ہوتی محسوس ہوئی۔

اس نے بے ساختہ اس کے اسی بازو کو تھاما جس کا ہاتھ اس کی گردن پہ جما ہوا تھا۔

اس کے انداز میں اس قدر تشنگی و وارفتگی تھی کہ زحلے کو اپنے اعصاب بکھرتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے جبکہ دل گویا اس وقت ہاتھوں میں دھڑکنے لگا تھا۔

ایک ہاتھ بھنچی ہوئی مٹھی کی صورت گود میں رکھے وہ دوسرے ہاتھ سے اس کا بازو جھکڑے اس منہ زور ہوتے طوفان کو برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر یہ سب اس کے نازک اعصاب پہ بھاری پڑ رہا تھا۔

اس کی یہ مدہوشی اس سے پہلے کہ تمام حد بندیاں توڑ جاتی کہ دروازے پہ ہونے پہ والی دستک پہ زحلے کے گم ہوتے اعصاب فوراً الرٹ ہوئے۔

اس نے اپنی زور سے بند کی ہوئی آنکھیں کھول کے اسے دیکھا جو اس پہ جھکا اپنی پیاس بجھانے میں مصروف تھا۔

اس نے کپکپاتا ہوا ہاتھ اس کے سینے پہ جماتے ہوئے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی تو اس کے نرم ہونٹوں کی نرماہٹ محسوس کرتا ذوالنورین اس کے

کپکپاتے ہاتھ کا لمس اپنے سینے پہ محسوس کرتا گویا خماری کے گہرے سمندر سے ڈوب کر ابھرا تھا۔

خود پہ ضبط کے کڑے پہرے بٹھاتا وہ ہولے سے اس سے دور ہوتا اسے دیکھنے لگا جو ہنوز ایک ہاتھ سے اس کا بازو تھامے دوسرا ہاتھ اس کے سینے پہ دھرے گہرے سانس بھرتی لرزتے نم ہونٹوں کے ساتھ اس کی نگاہوں کو جھکڑ گئی۔

وہ۔۔۔وہ درو۔۔۔"اس نے اس کی توجہ دروازے پہ ہونے والی دستک کی" سمت کروانی چاہی جب دروازہ ایک دفعہ پھر سے بجایا گیا اور ساتھ ہی ملازم کی آواز آئی۔

سر! آپ کے دوست آئے ہیں اور وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"ملازم کی" مودب آواز پہ وہ ٹھٹھکا تھا کہ اس وقت تو سب 'ملک ہاوس' گئے تھے پھر اس سے ملنے کے لیے کون سا دوست آگیا تھا۔

وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلنے پر پہلے سے ہی بوکھلائی زحلے نے اسے زور سے دھکا دینے کے سے انداز میں خود سے پرے دھکیلا اور خود پھرتی سے کھڑی ہوتی اس سے مزید فاصلہ بڑھا گئی۔

السلام علیکم!" کمرے میں آنے والے ضرغام نے ایک نظر سرخ چہرہ لیے" قدرے گڑبڑائی سی حیران پریشان زحلے کو نرمی سے سلام کرتے ہوئے قدم اس کی جانب بڑھائے اور رکھ کے ایک مکا اس کے جبڑے پہ رسید کیا تو جہاں اس اچانک حملے پہ وہ ہِل کے رہ گیا تھا وہیں زحلے نے اپنی بے ساختہ بلند ہونے والی چیخ کو روکنے کے لیے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھے تھے۔

کمینے انسان! تیری وجہ سے میں اپنی بیوی کو انتظار کرتا ہوا چھوڑ کے اپنی" مہندی کا فنکشن لیٹ کیے جا رہا ہوں اور تم یہاں سکون سے بیٹھے ہوئے

ہو۔"بلند آواز میں کہتے ہوئے اس نے ایک دفعہ پھر سے اس کے جبڑے کو نشانہ بنایا تو اس کے آخری الفاظ پہ اس کا دماغ بھنا سا گیا۔

تمہیں اپنی گتھیاں سلجھانے کے لیے یہی ٹائم ملا تھا ہاں۔"اس نے ایک" دفعہ پھر سے اپنا ہاتھ بلند کیا تو حیران و مضطرب کھڑی زحلے دوڑ کے ان کے نزدیک آئی اور بڑے نامحسوس انداز میں ان دونوں کے بیچ جا کھڑی ہوئی۔

پلیز۔۔اسے مت ماریں۔یہ میری وجہ سے لیٹ ہوا تھا۔"اس کی اس بے" ساختگی پہ جہاں ذوالنورین نے اس کے ڈھال بنے وجود کو اچنبھے سے دیکھا وہیں ضرغام اپنی امڈ آنے والی مسکان بمشکل دباتے ہوئے ذوالنورین کو دیکھا جو مکمل طور پر چارج ہو چکا تھا۔

میم! آپ پیچھے ہو جائیں، نکال لینے دیں اسے اپنی بھڑاس۔"بظاہر بڑی" سادگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے زحلے کو پرے کر کے آگے آنا چاہا جب وہ اس کی طرف مڑتی دباد باسا چلائی۔

تمہیں سمجھ نہیں آ رہی کہ تم پہلے زخمی ہو اس پر مزید کیوں خود کو ٹارچر" کروانا چاہتے ہو؟" وہ ابھی تک لاشعوری طور پر اسی ذوالنورین کے زیرِ اثر تھی جو کسی کا محتاج تھا تبھی وہ ایسا جذباتی رد عمل دے رہی تھی جو اس کے دلی جذبات کی چیخ چیخ کے عکاسی کر رہا تھا۔

اور آپ پلیز۔۔۔۔۔"وہ بات کرتی کرتی ضرغام کی طرف مڑی جو سیاہ" شلوار قمیض پہنے آستینیں کہنیوں تک فولڈ کیے محظوظ کن انداز میں انہیں دیکھ رہا تھا۔

اسے کچھ مت کہیں۔میری وجہ سے یہ لیٹ ہو گیا ہے۔ابھی یہ آپ کے" ساتھ چلا جائے گا۔"اس نے بیک وقت دونوں کو رام کرنا چاہا۔

یہ اکیلا نہیں آرہا ہے بلکہ آپ بھی ساتھ آرہی ہیں کیونکہ بھائی کی خوشی میں" بہنیں شریک ضرور ہوا کرتی ہیں۔اس لیے میں جلدی سے تیار ہو کے اس کے ساتھ آئیں۔میں آپ دونوں کا انتظار کروں گا۔"اپنی طبیعت کے برخلاف بہت نرمی اور تفصیل سے کہتے ہوئے وہ زحلے کو جز بز سا کر گیا۔ ابھی تو اس سے ناراضگی ہی ختم نہ ہوئی تھی کہ اس کے ساتھ فنکشن پہ جانا؟؟ وہ خاصے شش و پنج کا شکار ہو چکی تھی۔

بلکہ آپ ایسا کریں میرے ساتھ چلیں۔یہ بعد میں آجائے گا۔"اس کے" مزید کہنے پہ وہ اور زیادہ الجھی تھی۔

اس نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا جس کی آنکھیں اسے صاف صاف اسے اکیلا چھوڑ کے جانے کی نفی کر رہی تھیں۔

مم۔۔میں تیار ہو کے آجاوں گی۔"اسے کھل کے منع کرنا بھی مناسب نہ "
لگا کہ اس نے سیدھا بہن بنا دیا تھا اور نا یوں منہ اٹھا کے چلے جانا۔
ذوالنورین سے ناراضگی اپنی جگہ لیکن اس کے ہوتے ہوئے اس بات کی تسلی
توضرور رہے گی نا کہ وہ ان کمفرٹیبل یا ان سیکیور فیل نہیں کرے گی۔

اوکے جیسا آپ بہتر محسوس کریں اور تو اگر اپنی محبوبیت جتانے کی کوشش "
کرنے میں مزید لیٹ ہوا تو تو مجھے اچھی طرح سے جانتا ہے۔آدھ گھنٹے میں
زحلے کو لے کے پہنچو۔"زحلے کو نرمی سے کہہ کر اس نے ذوالنورین کو لتاڑا
تو کلس کے رہ گیا۔

ملک صاحب! یہ جو آپ غنڈہ گردی دکھا کے جا رہے ہیں نا یاد رکھیے گا آپ "
پہ ادھار رہے گی یہ۔"اس کے پلٹنے پہ اس نے عقب سے ہانک لگائی لیکن وہ
ان سنی کرتا ہوا کمرے کی دہلیز پار کر گیا۔

جبکہ کمرے کے بیچ و بیچ کھڑی زحلے اس بات پہ پریشان ہو رہی تھی کہ وہ فنکشن کے مطابق پہنے کیا؟

اس کی اس پریشانی سے قطعی بے خبر وہ ضرغام کی ہدایت پہ ناچاہتے ہوئے بھی کپڑے لیے واشروم کی جانب بڑھنے لگا۔

جب اچانک کچھ یاد آنے پر وہ مڑا اور واپس وارڈروب کی طرف گیا اور چند سیکنڈز بعد ایک پیکٹ لیے اس کی جانب بڑھا۔

مجھے اچھا لگے گا اگر آپ اسے پہنیں گی۔" گہرے لہجے میں بولتا وہ ہولے سے اس کے بالوں کو چھوتا واشروم میں غائب ہو چکا تھا جبکہ وہ غائب دماغی سے ہاتھ میں پکڑے پیکٹ کو دیکھتی رہ گئی۔

اس کے بے لگام ہوتے لب اس تل کی سواری پہ اپنا سلگتا ہوا لمس چھوڑتے اس کی سانسیں منتشر کرنے کے درپے تھے۔

ض۔۔ضرغام پلیز۔"لائٹ کے اچانک جانے پہ سب نے جب اپنے" موبائلز کی ٹارچ آن کی تو حیا آمیز کیفیت پہ کسی کے دیکھ لینے کا خوف غلبہ پانے لگا تھا۔

کیونکہ اس اچانک افتاد پہ ایک چیخ و پکار مچ چکی تھی جس میں سب سے زیادہ یہ "آواز تھی کہ 'سٹیج کی طرف روشنی کرو، شہرے گھبرا جائے گی۔

مگر یہ شخص یقیناً کچھ کر کے ہی یہاں بیٹھا تھا کہ ابھی تک کسی نے بھی ڈائریکٹ سٹیج کی طرف ٹارچ نہیں ماری تھی۔

میرا انتظار کیوں نہیں کیا؟"اس کے کانوں میں موجود جھمکے کو ہونٹوں سے "
چھوتے ہوئے اس نے بھاری لہجے میں استفسار کیا تو اس کا دل مارے شرم اور
خوف کے تیز تیز دھڑکنے لگا۔

اسی وجہ سے نہیں کیا تھا۔"لب ودست کی بڑھتی گستاخیوں پہ اس کی زبان "
پھسلی تو ضرغام کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ گئی۔
پھر تو آپ کی ایسی جرات کسی کام نہ آئی مسز ضرغام ملک۔"بھاری لہجے میں "
کہتے ہوئے اس نے چہرہ اس کے بالوں میں چھپانا چاہا جب اس کے ہونٹوں
سے بے ساختہ ایک چیخ سی نکلی تھی۔
اور اس کی چیخ کا نکلنا تھا کہ بیک وقت کئی ٹارچ کا رخ سٹیج کی طرف مڑا اور
اگلے چند سیکنڈز میں ہال ایک دفعہ پھر سے جگمگاتی روشنیوں سے نہلا گیا۔

کیاہواشہری تم ٹھیک ہو؟"ملک ہاوس کے بیشتر مکین متفکرانداز میں سٹیج کی" طرف بڑھے جہاں وہ حواس باختہ سی سرخ چہرہ لیے بمشکل ان کو جواب دے رہی تھی۔

اس کی چیخ پہ سب متفکر ہوئے پڑے وہاں ضرغام کی موجودگی کو نوٹس ہی نہ کر پائے مگر جب شہرے کی جانب سے تشفی ہو گئی تو ماہ وش چچی کا دھیان شہرے کے پہلو میں براجمان ضرغام کی طرف گیا جو خاصی گہری نگاہوں سے اپنی چھوئی موئی سی بنی مسز کو گھور رہا تھا۔

ضرغام! تم کب آئے اور یہاں کیا کر رہے ہو؟"ان کی حیرانی بجا تھی۔" اپنی ہی مہندی کے فنکشن پہ میں نہیں آوں گا تو کون آئے گا۔"اس نے" سنجیدگی سے انہیں جواب دیا تو وہ معنی خیزی سے مسکرانے لگیں۔

تواس کا مطلب یہ ہے کہ شہرے کی چیخ تمہاری آمد کے سبب تھی؟" وہ" مسکراتی نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں تو وہاں موجود ینگ جنریشن میں ہوہاسی مچ گئی جبکہ ان کی بات پہ اس کا جھکا ہوا سر مزید جھک گیا تھا۔

اس کا جواب تو مجھے بھی مطلوب ہے چچی بیگم۔" گہری نظریں اس پہ ٹکائے" وہ بظاہر ان سے بولا لیکن بات کا پسِ منظر سمجھتی شہرے نے بے ساختہ اپنا دوپٹہ زور سے دائیں ہاتھ کی مٹھی میں دبوچا۔

چلو بھئی شہرے، ہمیں بتاو کہ تمہاری چیخ اپنے شوہر کی اندھیرے میں" خوفناک شکل دیکھ کر نکلی ہے یا وجہ کوئی اور تھی؟" نگاہ نے شرارتی نظران دونوں پہ ڈالتے ہوئے استفسار کیا تو سب اشتیاق بھری نگاہوں سے انہیں دیکھنے لگے۔

جن کا یوں ایک ساتھ مل جانا سب کے لیے کسی معجزے سے کم نہ تھا۔

وہ۔۔۔"سب کی توجہ خود پہ مبذول پا کے وہ بوکھلا چکی تھی اس پہ مستزاد" ساتھ بیٹھے شخص کے کندھے کا مسلسل اس سے ٹکرانا اس کے حواس منتشر کر رہا تھا۔

وہ میں بال ٹھیک کرنے لگی تھی تو یہ انگوٹھی بالوں میں اٹک گئی تو مجھے لگا" بال کھل جانے لگے ہیں تو میری چیخ نکل گئی۔" بمشکل ذہن میں بات آنے پر اس نے ٹوٹے پھوٹے انداز میں بات بنائی تو سب مسکرا دیے جبکہ اس کے بالوں پہ نظریں جمائے ضرغام کی آنکھیں ایک دم سے لو دینے لگیں۔

ویسے بالوں میں اٹکنے والا ہاتھ تمہارا ہی تھا یا۔۔۔۔۔"سب کے ادھر" ادھر ہٹنے پہ نگاہ ذو معنی انداز میں بولتی بات ادھوری چھوڑ کے مسکرانے لگی تو اس کی ہتھیلیاں پسینے سے تر ہونے لگ گئیں۔

اسے اندازہ ہر گز نہ تھا کہ یہ سب اتنا مشکل ہو گا۔

نگاہ پلیز۔"اس نے بے ساختہ پہلو بدلتے ہوئے اسے ٹوکنا چاہا جب لحظے بھر "
کے لیے اسے اپنا سانس رکتا ہوا محسوس ہوا کیونکہ وہ بڑے استحقاق سے اس
کے اوپر موجود ڈوپٹے کے نیچے سے اپنا مضبوط بازو گزارتے ہوئے اس پہ اپنی
گرفت مضبوط کر چکا تھا۔

بالوں اور ان پہ لگے پھولوں کے بکھرنے پر ایسا پر زور احتجاج جبکہ میرے "
ارادے اس سے زیادہ خطرناک ہیں۔"گھمبیر لہجے میں مہکتے جذبات کی
حدت اسے موم کی طرح پگھلانے لگی تھی۔

وہ بے ساختہ خود میں سمٹی تھی کیونکہ کمر کے گرد لپٹا ہوا ہاتھ بڑی بے باکی
کے ساتھ اس کے وجود کی نرمی محسوس کر رہا تھا جبکہ وہ شرم وحیا میں ڈوبی
سٹیج پہ آنے والوں کو دیکھ رہی تھی جو باری باری رسم پوری کر رہے تھے۔

ہم پانچ دوستوں میں تم وہ واحد ہو جسے اپنی شادی کا ایسا کوئی فنکشن یوں" اٹینڈ کرنا نصیب ہوا ہے۔" جس لمحے رہبان اور نین نے اپنی بیویوں کے ساتھ سٹیج پہ قدم رکھا تھا اس وقت آف وائٹ شلوار قمیض پہنے ذوالنورین میر کے مضبوط قدموں کے ساتھ قدم ملاتی سی گرین لانگ فراک جس کے بارڈر اور بازوؤں پر سلور رنگ کا خوبصورت کام ہوا تھا زیب تن کیے، لمبے بالوں کی ڈھیلی سی چٹیا بنائے، لمبی آستین والے بازوؤں کے باوجود دونوں کلائیوں میں ہم رنگ کانچ کی چوڑیاں پہنے، پیروں میں کھسے پہنے وہ سلور کلر کے ٹاپس اور گلے میں اپنا وہی لاکٹ پہنے حسبِ عادت سر پہ دوپٹہ سجائے ہال میں داخل ہوئی تو بہت ساری نگاہیں ایک ساتھ ان کی طرف اٹھی تھیں۔

اور اس شاندار سی جوڑی کو دیکھ کر رشک و حسد کے ملے جلے احساسات بہت سی نگاہوں میں جھلملانے لگی۔

ضرغام کے والدین اور باقی سب سے ملنے اور زحلے کے تعارف کروانے کے بعد وہ اسے ساتھ لیے سٹیج کی طرف بڑھا تھا۔

"یہ میرا دوست ہے ذوالنورین میر اور یہ اس کی بیوی ہے زحلے ذوالنورین۔" ان کے سٹیج پہ آنے پر ضرغام نے شہرے کا ان سے تعارف کروایا۔

جو اگرچہ ان سب سے واقف تھی اور ان سے مل بھی چکی تھی مگر درمیان میں اتنے سالوں کا گیپ آیا تھا کہ وہ ان کو مکمل طور پر یاد نہ رکھ پائی تھی۔

"شی از سو کیوٹ اینڈ پریٹی۔" ہلکی سی لپ اسٹک لگائے سٹائلش مگر سادہ سی فراک اور ہم رنگ پاجامے میں ملبوس زحلے دوپٹہ اوڑھے اپنے نرم تاثرات اور ملائمت سے بھرپور نقوش کے ساتھ اس قدر خوبصورت لگ رہی تھی کہ اس سے ہاتھ ملاتی شہرے بے ساختگی میں بول اٹھی۔

شہرے کی تعریف پہ وہ پہلے حیران ہوئی، پھر جھینپی اور پھر اسی قدر سرخ پڑی تھی۔

اس پہ نظریں جمائے ذوالنورین نے اس کے چہرے پہ اترنے والے ہر رنگ کو نگاہوں کے رستے دل میں اتارا تھا۔

اب اس تعریف کے بدلے میں تمہاری غنڈہ گردی ہزار دفعہ معاف کر" سکتا ہوں۔"ضرغام کی طرف دیکھتے ذوالنورین نے لب دباتے ہوئے کہا تو ضرنے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

تم سے معافی مانگ کون رہا ہے؟"اس کے ناک پر سے مکھی اڑانے والے" انداز پہ رہبان فوراً الرٹ ہوا۔

یہ کون سی کوڈورڈ گفتگو جاری ہے جس کا مجھے علم نہیں؟"فوراً آنکھیں" سکیڑتے ہوئے اس نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

تو چھوڑ اس بات کو۔بچوں کے جاننے کی بات نہیں ہے یہ۔"ذوالنورین" نے اسے تاودلانے کو پچکارنے والے انداز میں کہا تو شہرے سمیت سٹیج پہ موجود ان سبھی کی ہنسی نکل گئ۔

جبکہ رہبان تو گویا جلتے توے پہ جا بیٹھا تھا۔

میں ایک بچے کا باپ بننے والا ہوں۔"اس کے احتجاجی الفاظ پہ آبگینے فوراً" سٹپٹائی تھی لیکن وہاں پرواہ کسے تھی۔

وہ آج ہر طرح کی فکر سے آزاد برسوں بعد یوں مل کے بیٹھے تھے جہاں وہ ایک دوسرے کو رگید رہے تھے۔

ٹھیک کہہ رہے ہو رہبان تم۔دوسروں کو بچہ بنا رہا ہے حالانکہ خود یہ ابھی" تک سٹوڈینٹ بنا گھوم رہا ہے۔" نگاہ نے ہنسی دباتے ہوئے ایک شرارتی نظر زحلے اور ذوالنورین پہ ڈالی تو زحلے نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا جو اسی کی طرف متوجہ تھا۔

یہ اس بات پہ عمل کرنے کی کوشش کر رہا ہے کہ ماں کی گود سے لے کر" قبر تک علم حاصل کرو۔" شہرے کے ساتھ بیٹھے ضرغام نے بھی ان کی شرارت میں حصہ لیا تو سب کی ہنسی بڑی بے ساختہ تھی۔

ہاں تو اس علم حاصل کرنے کا رزلٹ بھی تو انمول حاصل ہوا نا؟" والہانہ" نگاہوں سے زحلے کی طرف دیکھتا وہ محبت سے چور لہجے میں گویا ہوا تو زحلے سب کی نظریں خود پہ فوکس پا کے خود کو لاپرواہ شو کروانے کو ادھر ادھر

دیکھنے کی کوشش کرنے لگی مگر اس کے چہرے کی سرخی اس کی اندرونی جذبات کی عکاسی کرنے لگی۔

اسی طرح کی لفظی چھیڑ چھاڑ کے دوران ملک ہاوس کی ینگ جنریشن کے ساتھ مل کر انہوں نے شہرے اور ضرغام کو تیل اور مہندی سے اس قدر نہلایا کہ ان کی شکلیں بگڑ کے رہ گئیں۔

اب اگر ایک دفعہ پھر سے تم نے میری طرف دیکھا نا تو میں گاڑی سے نکل" جاوں گی۔"خود پہ اٹھتی نین کی نگاہوں سے چھلکتے جذبات سے خائف ہوتی نگاہ نے بظاہر شاکی لہجے میں کہا تو اس کی رنگت میں گھلتے گلال کو دیکھتی نین کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

گاڑی سے اترنے کی بجائے کیا یہ بہتر نہیں کہ تم یہاں آ کے بیٹھ جاو تا کہ " میں بار بار گردن موڑ کے تمہیں دیکھنے کی زحمت سے بچ جاوں۔"اپنی ٹانگوں کی طرف اشارہ کرتا وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا تو نگاہ نے کرنٹ کھا کے اس کی جانب دیکھا جو نچلا لب دانتوں میں دبائے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

یو آر سو مین ذوالقرنین میر۔"اس نے تپتے ہوئے لہجے میں کہا تو اس کا بے " ساختہ قہقہہ گاڑی میں گونجا تھا۔

ایسی خوبصورت بیوی پہلو میں بیٹھی ہو تو اتنا مین ہونا چلے گا یار۔" مسکراتے " ہوئے ایک گہری نظر اس پہ ڈالتا وہ مہکتے ہوئے لہجے میں بولا تو وہ بے اختیار خود میں سمٹی تھی۔

تم۔۔تم گاڑی پہ فوکس کرو اور دھیان سے گھر پہنچو۔مجھے نیند آ۔۔۔۔۔"""
دانستہ اِس کی توجہ خود سے ہٹانے کے لیے وہ بول رہی تھی جب اس نے فوراً ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس کی بات منقطع کی۔

آں ہاں! یہ نیند والا بہانہ ہر گز نہیں چلے گا کیونکہ میں گھر جا کے بہت زیادہ" مین ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" بے باک لہجے میں کہتے ہوئے اس نے یا تھ بڑھا کے اس کا دایاں ہاتھ اپنی گرفت میں لیا تو اس کے ہاتھ کے دباو پہ وہ دانتوں سے لب کچل کے رہ گئی۔

جبکہ بڑھتی ہوئی گاڑی کے ساتھ نین کا ہاتھ اس کی کلائی پہ ٹھہرتا اس کی نس کو ہولے ہولے سے پریس کرتا اس کی سانسوں پر بھاری پڑ رہا تھا جو ہمیشہ نین کے اس روپ سے خائف ہوتی راہِ فرار تلاشنے لگتی تھی۔

مگر ہمیشہ کی طرح اس بار بھی راہِ فرار اسے اسی ستمگر کی مضبوط بانہوں اور کشادہ سینے میں ملا تھا۔

تارکول کی بنی سڑک پہ فراٹے بھرتی گاڑی میں چھائی خاموشی کو ان دونوں کے ان کہے جذبات کی گونج توڑنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مگر ان کہے جذبات سے خوفزدہ زحلے میوزک پلیئر کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگی جب اچانک گاڑی میں گونجنے والے الفاظ پہ تھراہ سی گئی۔

ہم کو ہمی سے چرالو
دل میں کہیں تم چھپالو
ہم اکیلے کھو نہ جائیں
دور تم سے ہو نہ جائیں

پاس آو گلے سے لگالو

گانے کے اچانک گونجنے والوں بولوں پہ اس کی نگاہ بے ساختہ اس کی طرف اٹھی جو اسی کی طرف دیکھتا بہت سے پیام دے رہا تھا۔

ان جذبوں کی شدت سے چور نگاہوں کے تصادم سے گھبراتی زحلے نے فوراً سرخ ہوتے ہوئے میوزک پلیئر بند کیا اور اپنا رخ مکمل طور پہ ونڈو کی جانب موڑ کے اس کی نگاہوں سے بچنے کی سعی کرنے لگی تو اس کی اس حرکت پہ وہ زیرِ لب مسکراتا ہوا سر جھٹک کے رہ گیا۔

"یہ راستہ گھر کی طرف تو نہیں جاتا۔" کچھ لمحے ونڈو کے باہر جھانکنے کے بعد وہ اچانک بولی تو گاڑی کی فضا میں چھایا فسوں ٹوٹ سا گیا۔

یہ راستہ بھی گھر کو ہی جاتا ہے۔" وہ ٹھہرے لہجے میں بولتا اپنی تمام تر توجہ " ڈرائیونگ پہ مرکوز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا کیونکہ اس کا مہکا ہوا دلکش سراپا اس کے جذبات کو بھڑکائے جا رہا تھا۔

لیکن یہ راستہ تو م۔۔۔۔۔۔۔" جانے پہچانے راستے کو دیکھتی وہ الجھی " تھی۔

اگر آپ ابھی میری کوئی گستاخی برداشت نہیں کر سکتیں تو کچھ لمحے کے " لیے خاموشی سادھ لیں کیونکہ اب کی بار آپ کی مزاحمت ان جذبات کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔" ٹھنڈے لہجے میں پنہاں تپش پہ اس کے گال تپ اٹھے۔

وہ کم سن بچی ہرگز نہ تھی جو اتنی کھلی ڈلی بات کا مطلب نہ سمجھ پاتی۔ تبھی خود پہ لپٹا دوپٹہ مزید سختی سے اپنے گرد لپیٹتی وہ تب تک خاموشی سے رخ

موڑے بیٹھی رہی جب تک ان کی گاڑی ڈھلتی رات کے پونے چار بجے 'ابراہیم صاحب' کے گھر کے سامنے نہ رکی۔

چونکہ فنکشن لیٹ شروع ہوا تھا اس لیے وہ وہاں سے فارغ ہو کے نکلے بھی اچھا خاصا لیٹ تھے۔

اور پھر وہاں سے ابراہیم صاحب کے گھر تک کا فاصلہ ایک گھنٹے تک کا تھا اس لیے وہ لوگ خاصے غیر مناسب وقت پر پہلی دفعہ ایک ساتھ وہاں آئے تھے۔

جس پہ زحلے خاصی متعجب و بے چین تھی لیکن وہ پر سکون تھا کہ وہ ابراہیم صاحب کو اطلاع دے چکا تھا۔

ہم اس وقت بابا سے ملنے کیوں آئے۔۔۔۔۔۔"دروازے کے سامنے" ٹھہرتی زحلے اب مزید خود پہ قابو نہ رکھ پائی تو بول اٹھی لیکن مقابل موجود شخص اس کی توقع سے زیادہ بے شرم تھا۔

جواس کا سوال پورا ہوئے بغیر کمال جرات سے جھک کے اس کے ہونٹوں کو چھوتا ہوا سیدھا ہوا۔

آپ کچھ کہہ رہی تھیں؟"اپنے ہونٹوں کو دانتوں میں دبائے اس کے " ہونٹوں پہ نظریں جمائے وہ سادگی سے بولا تو زحلے نے جل کے رخ بدل لیا جبکہ وہ مسکراتے ہوئے اب دروازے پہ دستک دے رہا تھا۔

دروازہ ابراہیم صاحب کی دیکھ بھال کے لیے متعین لڑکے نے کھولا تھا۔ دروازہ کھلنے پہ وہ سیدھا ابراہیم صاحب کے کمرے کی طرف آئے جو نا صرف جاگے ہوئے تھے بلکہ خاصے پر تپاک انداز میں ان سے ملے۔

اس وقت آپ کو زحمت اس لیے دینا پڑی کہ پرسوں ہمارا ولیمہ ہے بلکہ " میرے بھائی کا ولیمہ بھی ہے جس میں آپ نے ضرور شرکت کرنی ہے۔"

چند مکالمات کے تبادلے کے بعد وہ مودبانہ اور محبت بھرے انداز میں ابراہیم صاحب سے گویا ہوا تو زحلے نے ششدر نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ولیمہ؟" اس کے کانوں میں بار بار یہی لفظ گونج رہا تھا جبکہ آنکھوں میں اب بے یقینی کے ساتھ شدید غصہ بھی امڈ آیا تھا۔

"کس کے ساتھ ولیمہ کرنا چاہتے ہو کیونکہ مجھے تو اس ولیمہ کے متعلق کوئی خبر نہیں۔" غصہ اس قدر شدید تھا کہ وہ ابراہیم صاحب کی موجودگی کا لحاظ کیے بغیر بولی تو ایک نیا کیس خود پہ دائر ہوتا دیکھ کے وہ گہری سانس بھر کے رہ گیا۔

ڈیڈاور مما کی طرف سے سرپرائز تھا لیکن مجھے ابھی تھوڑی پہلے نین سے " علم ہوا ہے تو ابھی بابا کو دعوت دی ہے۔"اس نے بڑے تحمل سے اپنی صفائی پیش کرنے کی کوشش کی تھی۔

زحلے بچے! شوہر کو عزت سے مخاطب کیا کرتے ہیں اس کی عزت کرتے " ہیں۔اس کی عزت کرو گی تو اپنی عزت ہو گی۔"بیٹی کے طرزِ تخاطب پر ابراہیم صاحب نے فوراً اسے ٹوکا تو وہ اس کی موجودگی کے باعث جز بز سی ہو گئی۔

جی بابا۔"ہولے سے کہتی وہ سر جھکا گئی جبکہ اس کا ماتھا چومتے ابراہیم " صاحب اب ذوالنورین کی جانب متوجہ ہو چکے تھے جو انہیں مناسب الفاظ میں ان سے چھپی باتوں کو ڈسکس کرنے لگا جن میں سرِ فہرست مم ڈیڈ اور نین کی اچانک منظر عام پہ واپسی تھی۔

ابراہیم صاحب کے ساتھ اچھا خاصا وقت گزارنے اور ناشتہ کرنے کے بعد جب وہ وہاں سے نکلے تو اس وقت صبح کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔

یہ تو آپ نے سن ہی لیا ہو گا کہ ہمارا ولیمہ ہے پرسوں تو اس ولیمہ کو حلال" کرنے کے لیے آج میرے لیے خود کو سجانے کی کوشش کریں گی؟"میر پیلس کے پورٹیکو میں گاڑی روکتے ذوالنورین نے اس کی جانب جھکتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے گھمبیر لہجے میں دلپزیر سی فرمائش کی تو نیند سے چور ہوتی زحلے کی نیند بھک سے اڑی۔

اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی جو پچھلی سیٹ سے برائیڈل ڈریس کا ڈبہ اٹھاتے ہوئے اس کی جانب بڑھا رہا تھا۔

اپنے تیل اور مہندی سے اٹے وجود کو ایک گھنٹے کے طویل نرم ہاتھ سے فریش کرنے کے بعد وہ سفید رنگ کے ڈھیلے ڈھالے ٹراوزر شرٹ میں ملبوس واشروم سے باہر نکلی تو خود کو خاصا تروتازہ اور پر سکون محسوس کر رہی تھی۔

تھینک گاڈ، یہ تیل اور مہندی کی سمیل تو ختم ہوئی ورنہ کچھ گھنٹوں سے تو" خود سے عجیب سی فیلنگ آ رہی تھی۔"خود کلامی کے سے انداز میں بڑبڑاتی وہ گیلے بال تولیے میں لپیٹے ڈریسنگ مرر کی جانب بڑھی اور موئسچرائزنگ کریم کی بوتل اٹھائی۔

اور مجھے اس وقت آپ کو اس ڈریس میں دیکھ کر عجیب سی فیلنگز آ رہی" ہیں۔"عقب سے آتی غیر متوقع بھاری مردانہ آواز پہ بوتل اس کے ہاتھوں

سے چھوٹتی کارپٹ پر جا گری جبکہ وہ ایک جھٹکے سے پیچھے مڑی تو بالوں میں اٹکا ہوا تولیہ بھی سرکتا ہوا پیروں میں آن گرا۔

جبکہ اس کی کھلی آنکھیں بے یقینی سے اس کی جانب دیکھ رہی تھیں جو صوفے سے اٹھ کر مضبوط قدم اٹھاتا ہوا اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔

یک ٹک اسے دیکھتی شہرے کا سکتہ اس وقت ٹوٹا جب اس کا مضبوط ہاتھ اس کے بالوں سے ٹپکتے پانی کے باعث نم ہونے والی شرٹ سے ٹکرایا۔

اس کے ہاتھ کا لمس یوں محسوس کر کے اس کے ہونٹوں سے دبی دبی سی چیخ نکلی تھی۔

مسز ضرغام! کیوں اپنے شوہر کو ظالم ثابت کرنے پہ تلی ہوئی ہیں؟"اس" کے چیخ کے لیے نیم وا گلابی ہونٹوں پہ ذو معنی نگاہ ڈالتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تو وہ خجل سی ہوتی فوراً چہرہ جھکاتی لب بھینچ گئی۔

کیسی ہیں؟"ایک ہاتھ اس کی کمر پہ رکھے دوسرے ہاتھ سے اس کے" چہرے پہ بکھرنے والی بالوں کی نم لٹوں کو چھوتے ہوئے وہ نرم لہجے میں گویا ہوا۔

تو اس کی بے تحاشا قربت و ہاتھ کے لمس سے گھبرائی شہرے کی دھڑکنیں اس کے نرم لہجے پہ بجائے اعتدال پہ آنے کے مزید بگڑنے لگیں۔

ٹھیک ہوں لیکن م۔۔مجھے نیند آئی ہے۔"جواب دینا ناگزیر تھا اس لیے" اس نے جواب دینے کے ساتھ فوراً پیشگی حفاظتی حد بندی لگائی تو وہ بے اختیار ہنس دیا۔

اس کے یوں ہنسنے پہ اس نے چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا جو سر کو ہولے سے جھکائے کھل کے ہنستا ہوا اسے دنیا کا بہترین منظر لگا تھا۔

اس نے بہت کم اسے یوں کھل کے ہنستے ہوئے دیکھا تھا تبھی اسے ہنستے دیکھ کر اس کا دل سرشار ہوا تھا۔

اسی سرشاری کے ہاتھوں اس نے بے اختیار اپنا مہندی کے دلکش رنگ سے سجا دایاں ہاتھ اٹھایا اور اپنا انگوٹھا اس کے نچلے لب اور تھوڑی پہ لمبائی کے رخ رکھتے ہوئے گویا اس ہنسی کو جذب کرنے کی بچگانہ سی سعی کی تھی۔

اس کی اس بے اختیارانہ حرکت پہ وہ جو کھل کے ہنس رہا تھا، وہ ایک دم سے ٹھٹھکا، ٹھہرا اور پھر چند لمحوں کے ساکت ہو گیا۔

پھر یکایک اس کی خوبصورت بھوری آنکھیں لو دینے لگیں جن کی حدت سے گھبراتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ کھینچنا چاہا۔

رات کے اس پہر،اس حلیے میں حق ملکیت رکھنے والے مرد کے سامنے اسی" کے نام کی مہندی سے ہاتھ رنگے ایسی بے اختیاری دکھائیں گی تو میں واقعی بال خراب کر دوں گا۔"اس کا اپنے چہرے پہ موجود ہاتھ وہیں تھامے دوسرے ہاتھ سے اسے مزید اپنے نزدیک کرتے ہوئے وہ مہندی کی مہک خود میں اتارتے گہرے لہجے میں بولتا اسے سرتاپا شرم وحیا کے خوش کن رنگوں سے نہلا گیا۔

آپ مجھے تنگ کرنے آئے ہیں؟"اس کی شرٹ کے بٹن پہ نظریں گاڑھے" وہ مدہم سے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔

اوں ہوں، تنگ میں کل رات کر لوں گا۔ابھی تو رسم کی تکمیل کے لیے آیا" ہوں۔"اپنے مخصوص لہجے میں مکمل سنجیدگی لیے بولتا وہ پل بھر میں اس کے وجود میں سنسناہٹ سی بھر گیا۔

اس کے بے حد نزدیک کھڑی وہ اس کی بے باک باتوں سے گھبراتی ہوئی اس کے سینے پہ سر رکھتی گویا خود کو چھپانے کی سعی کرنے لگی۔

آ۔۔آپ ایسی باتیں نہیں کریں پلیز۔"اس کے سینے پہ سر رکھے دونوں" ہاتھوں کی مٹھیاں اس کے پہلوؤں پہ دھرے اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ گویا حکم جاری کیا تھا۔

میری باتوں پہ پابندی لگائیں گی تو میرے جذبات بولنے لگیں گے۔""" ذو معنی انداز میں کہتے ہوئے اس نے اس کی گردن پہ بکھرے ہاتھ اپنے ہاتھ کی انگلیوں کی مدد سے پیچھے سرکائے تو وہ بے ساختہ خود میں سمٹی تھی۔

لیکن جب اگلے ہی پل اس کے ہونٹوں کا لمس اپنی گردن پہ محسوس کیا تو اس کا سانس گویا حلق میں ہی اٹک گیا ہو۔

اس کے لیے سب سے مشکل ہوتا تھا ضرغام کی ایسی شدت و لمس کو برداشت کر پانا۔

اس کی گردن، اس کے بالوں، اس کے کندھے کو نرمی سے چھوتے ہوئے وہ اس کی دھڑکنوں کو تہہ و بالا کیے جا رہا تھا جس کی بدولت شرم و حیا سے چور شہرے اس کی شرٹ کو پہلوؤں سے بہت سختی سے دبوچے ہوئے تھی۔

پ۔۔پلیز۔"جب لبوں کی گستاخی حدیں عبور کرنے لگی تو اس نے بے" ساختہ اسے پکارا جو بمشکل اپنے ابھرتے جذبات پہ قابو پاتا سیدھا ہوا اور اسے اپنے بازو کے حلقے میں لیے کمرے میں پڑے صوفے کی جانب بڑھا۔

جس کے سامنے پڑی میز پہ کچھ دیر قبل آئلہ اور آیت مہندی کا ایک تھام رکھ کے گئی تھیں اور اس کے پوچھنے پہ اپنی ہنسی دباتیں کندھے اچکا کے رفو چکر ہو گئی تھیں۔

مگر اب اس تھال کی موجودگی کی وجہ اسے سمجھ آ رہی تھی۔

آئیں دونوں مل کے اس لمحے کو قید کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"ہاتھ" میں مہندی کی کون پکڑے اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی ہولے سے مسکراتی اپنے ہاتھ اس کی جانب بڑھا گئی تھی۔

اس کے ہاتھ پہ مہندی آلریڈی لگ چکی تھی جسے اس نے شاور لینے سے قبل دھویا تھا۔

مگر پھر بھی اس نے اس کی ہتھیلیوں کے سائیڈ پہ اپنا اور اس کا نام لکھ دیا تھا۔

اس کے ہاتھوں پہ مہندی لگانے کے بعد اس نے تھال کی جانب اشارہ کرتے ہوئے اپنی ابرو اچکائی تو وہ ہلکا سا ہچکچائی مگر پھر اپنی ہمت مجتمع کرتے ہوئے اس نے ایک ہاتھ کی انگلیوں میں ہلدی لی اور دوسرے ہاتھ کی انگلیاں مہندی سے بھر کے بیک وقت اس کے دونوں رخساروں پہ مل دیں۔

"کھلکھلاتے ہوئے لہجے" انفیکٹ اب ہمیں اس لمحے کو کیپچر کرنا چاہیے۔ میں کہتی وہ اس کی شرٹ (قمیض) کی پاکٹ سے اس کا موبائل نکال کے جلدی سے اس کی تصویریں بناتیں اسے واقعی شہرے ملک لگی تھی۔

"مسکراہٹ دبا کے کہتے ہوئے اس" اونہوں، لمحہ پہلے مکمل تو کر لینے دیں۔ نے اس کے موبائل والے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے دوسرا ہاتھ اس کی گردن کے گرد حائل کرتا اسے اس کا چہرہ اپنے نزدیک کرتا اس کی ہنسی کو گھبراہٹ میں بدلنے لگا۔

لیکن اگلے ہی لمحے وہ اپنے رخساروں پہ لگی ہلدی اور مہندی اس کے رخساروں پہ ملتا ان لمحوں کو کیمرے کی آنکھ میں بند کرنے لگا۔

تو اس کے رخساروں کے ٹکرانے سے جسم میں پیدا ہونے والی برقی رو سے سٹپٹاتی وہ اس کی ہلکی ہلکی بیئرڈ کے چبھنے پہ اپنی ہنسی بھی نہ روک سکی تھی۔

بس۔۔بس ضرغام پلیز۔میرے چہرے پہ مہندی کا نشان رہ جائے گا۔""" اس کی قربت و گدگدی سے خائف ہوتی وہ احتجاجی انداز میں گویا ہوئی تو ضرغام نے اپنا چہرہ اس کے چہرے سے دور ہٹاتے ہوئے اسے دیکھا جو چہرے پہ نرم سی مسکان لیے اس سے نظریں چرا رہی تھی۔

لوگ فضول میں اس رسم کو اتنا لمبا لے کے چلتے ہیں انہیں چاہیے میاں" بیوی کو پرائیویسی دیں رسم زیادہ اچھے سے ہو جائے گی۔"ایک بار پھر سے

رخسار کے ساتھ رخسار ملاتے ہوئے اس نے شوخ لہجے میں کہا تو شہرے نے بوکھلا کے اب کی بار اسے پرے دھکیلا۔

ہاں اور رسم کے ساتھ شوہر بیوی کو پاگل کر دے۔"سٹپٹائے ہوئے انداز" میں کہتے اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال سمیٹتے ہوئے پیچھے کی طرف جھٹکے تھے۔

اور جو بیوی شوہر کو پاگل کر رہی ہے۔اس کا کیا؟"اس کے سراپے کو بغور" دیکھتے ہوئے اس کے لہجے میں نجانے کیا تھا کہ شہرے کو اس سے ٹوٹ کے حیا آئی تھی۔

تبھی اس کے چہرے پہ بکھرتے رنگوں کو نہارتا وہ اس کی گردن کی جانب جھکا اور اس کے اسی تل کو ایک دفعہ پھر سے نشانہ بنایا۔

ضرغام لالہ! جلدی کریں پلیز، زونیہ آنٹی آرہی ہیں۔" دروازے کے پار"
سے اچانک آئلہ کی بلند آواز پہ وہ جو اس کے ہوش ٹھکانے لگا رہا تھا۔
بے ساختہ ٹھٹھکا اور اس سے تھوڑا دور ہٹا۔

نئی زندگی کی ابھرتی صبح مبارک ہو۔" ایک نظر دیوار گیر گھڑی پہ ڈالتے"
ہوئے اس نے اپنی گستاخیوں کی بدولت سرخ ہوتی گردن سے بمشکل نظر
چراتے اس کی کنپٹی کو ہولے سے لبوں سے چھوا اور ٹشو کے ساتھ اپنے رخسار
تھپتھپاتا دروازے کی طرف بڑھا۔

جبکہ صوفے پہ رنگے ہوئے رخساروں، مہندی لگے ہاتھوں، بکھرے بالوں،
سرخ ہوتی گردن اور پاگل ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ بیٹھی شہرے تادیر اس
کی خوشبو کے حصار میں رہی۔

کمرے میں رکھے تھری سیٹر صوفے پہ بیٹھی وہ مخلوق اس وقت اس کی طبیعت بحالی سے زیادہ اس کا بی پی بڑھانے کا فریضہ زیادہ اچھے سے سرانجام دے رہی تھی۔

ویسے دریہ، مانا کہ تمہارا نیا نیا نکاح ہوا تھا لیکن شوہر سے ملنے کی اتنی خوشی" کے اپنا ہی پیر تڑوا کے بیٹھ گئی۔ چچ چچ۔۔۔"انگوروں کا گچھا ہاتھ میں پکڑے دانہ دانہ منہ میں ڈالتی زمل بظاہر بڑے پرتاسف انداز میں بولی لیکن اس کی آنکھوں سے جھلکتی کمینگی وہ بخوبی بھانپ چکی تھی۔

ہاں تھی اتنی ہی خوشی، پھر اب؟"ان کی فضول گوئی پہ تپتی وہ انہیں پھاڑ" کھانے کو دوڑی۔

پھر اب یہ کہ تمہیں سنبھالنے کے چکر میں تمہارے بیچارے شوہر کی کمر کا" درد نکل گیا ہے۔" داود نے جیسے اطلاع بہم پہنچائی جسے سن کے اسے درد سے زیادہ بے یقینی کا جھٹکا لگا تھا۔

واٹ؟ کمر کا درد؟ یہ کیا بکواس ہے؟" ایک نظر خود پہ ڈالتے ہوئے وہ بے" یقینی کی شدت سے چلائی تھی۔
لیکن جن پہ چلائی تھی وہ اثر لیے بغیر گود میں فروٹس کی پلیٹس رکھے خود میں انرجی ٹھونستے اپنے کام پہ لگے ہوئے تھے۔

تمہارے چیخنے سے حقیقت بدل تھوڑی جائے گی؟ خود سوچو جس طرح" مہندی کے فنکشن پہ جانے کے لیے تم تیار شیار سیڑھیوں سے اتر رہی تھی مگر جیسے ہی تم نے اپنے مجازی خدا کو سامنے دیکھا کسی الہڑ مٹیار کی طرح تمہاری پاؤں پھسلا اور تم پرانی دیوار کی طرح گرنے لگی۔ اب ایسے میں

ناچاہتے ہوئے بھی تمہارے بیچارے شوہر پہ فرض تھا گویا اپنی بیوی کو بچانا تو بس پھر کیا تھا ہیرو گیری کے چکر میں درد کروا بیٹھا ہے۔"حمدان تو گویا ایک دم سے کسی کمنٹیٹر کی طرح جو شروع ہوا تو ساری واردات کا احوال سنانے کے بعد چپ ہوا۔

اور اس احوال پہ پیر پہ پلاسٹر چڑھا کے نیم دراز دریہ کا دل مزید جلنے لگا۔ جسے ایک تو شادی اٹینڈ نہ کرنے کا صدمہ تھا اس پہ مستزاد طلال کے بارے میں یہ سب سننا۔۔۔

اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس اطلاع پہ دکھ محسوس کرے یا اس بات پہ کڑھے کہ اس کے نازک وجود کو سہارا دینے کے چکر میں اس کے شوہر کی کمر میں درد ہو گیا ہے۔

تمہیں کس نے بتایا؟"اس کی مدہم سی آواز ابھری جو کہ یقین و بے یقینی" کے ہنڈولے میں جھول رہی تھی۔

ہم کوئی نا سمجھ تھوڑی ہیں۔ طلال بھائی کی بہن ہیں آبگینے بھابھی، وہ بات کر" رہی تھیں اور خود سوچو کیا آج صبح سے آبگینے بھابھی یا طلال بھائی میں سے کوئی آیا آپ کے پاس؟" مشعل اس وقت پوری پھپھے کٹنی بنی لفظ جما جما کے بولی تو اس کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا لیکن دل۔۔۔۔۔

لیکن۔۔۔ لیکن صبح باقی گھر والے تو آئے تھے۔ زارا آپی بھی باقی سب" بھی۔ تب تو بھابھی آئی تھیں کمرے میں۔" اس نے ایک اور توجیہہ پیش کرنے کی کوشش کی۔

وہ تو بس اپنے گھر والوں کی وجہ سے آئی ت۔۔۔۔۔" رس بھری چیری منہ" میں ڈالتے ہوئے حمدان بڑے مدبرانداز میں اس کی توجیہہ کو رد کر رہا تھا جب دروازے میں ایک فریش سی بھاری آواز گونجی۔

السلام علیکم ! "طلال کی مسکراتی تروتازہ آواز پہ سب نے ایک ساتھ " دروازے کی طرف دیکھا جہاں وہ براون رنگ کے شلوار سوٹ کے ساتھ اپنی شاندار شخصیت لیے کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

وعلیکم السلام ! کیا بکواس ٹائمنگ اپنائی ہے برادر لینڈ نگ کی۔" باآواز سلام " کا جواب دینے کے بعد سب ہولے سے بڑبڑائے تو طلال نے چونک کے انہیں دیکھا۔

کیسے ہیں طلال بھائی؟ کمر درد کیسا ہے؟" دریہ کی کھوجتی نگاہیں طلال پہ " مرکوز پا کے داود نے خوش اخلاقی کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے استفسار کیا۔

کمر درد؟"اس نے اچنبھے سے ایک نظر انہیں دیکھ کر اسے دیکھا جو پھولے "
ہوئے چہرے کے ساتھ یک ٹک اسے گھور رہی تھی۔
ان کے سوال سے زیادہ اسے اُس کے دیکھنے کے انداز نے حیرت میں مبتلا کیا
تھا جس نے اس کے دیکھنے پہ بھی پلکیں نہ جھپکائی تھیں۔

وہی درد جو کل دریہ کو سہارا دیتے ہوئے آپ کی کمر میں ہوا تھا۔"حمدان "
نے آنکھیں گھماتے ہوئے کمینگی سے کہا تو اس کی آنکھوں میں پہلے تعجب اور
پھر شرارت سے چمک اٹھیں۔

اوکے اوکے آئی گاٹ اٹ !اب تم لوگ یہاں سے نودو گیارہ ہو جاو اور "
شادی پہ جانے کی تیاری کرو۔میں ذرا درد کا احوال سن سنالوں۔"اس نے
مسکراہٹ ہونٹوں پہ دبائے انہیں وہاں سے کھسکنے کو اشارہ کیا تو سب ایک

ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے کہ دریہ کا جس طرح کا موڈ تھا وہ سچ جاننے پہ ان کا سر بھی پھاڑ سکتی تھی۔

خدا آپ کا بھلا کرے بھائی اور ایک پوری کرکٹ ٹیم سے نوازے۔""

دروازے سے نکلتے زمل اور حمدان نے دعائیں دیں اور چھپاک سے سب غائب ہو گئے۔

ان سب کے جانے کے بعد کمرے میں نامحسوس سی خاموشی چھا گئی تبھی وہ اپنی قمیض کی آستینیں فولڈ کرتا ہوا اس کی جانب بڑھا تو اسے کب سے بے دریغ گھورتی دریہ جز بز سی ہونے لگی۔

"اس کے بیڈ کے نزدیک پہنچتا وہ بڑی سہولت کے" پاوں کا درد کیسا ہے؟ ساتھ اس کے پاس ہی بیڈ پہ براجمان ہوا تو اس کی ہمت ہوا ہونے لگی۔

وہ اس کے اس قدر نزدیک تھا کہ اس کے وجود سے اٹھنے والی کولون کی مہک اسے اپنے اندر تک اترتی محسوس ہو رہی تھی۔

کچھ پوچھا ہے میں نے۔"اس کا خود پر اوڑھے گئے کمفرٹر پر موجود اپنے ہاتھ " میں لیتے ہوئے اس نے اپنا سوال دوبارہ دہرایا تو اس کے ہاتھ کے دباو سے اس کا غصہ و ناراضگی گڈمڈ سی ہونے لگی۔

میرا پیر ٹھیک ہے۔آپ اپنی کمر کا خیال رکھیں جو میری وجہ سے درد کا شکار " ہوئی ہے۔" بنا اس کی جانب دیکھے اس نے مدہم مگر نروٹھے لہجے میں کہتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا۔

وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں اس دردِ دل کا خیال کیوں نہ رکھوں جو تمہاری " بدولت مجھے بے حد عزیز ہے۔"قدرے اس کی جانب جھکتے ہوئے اس کے

گہرے لہجے میں بولے گئے الفاظ پہ اس نے بے حد حیرت و بے یقینی سے پلکیں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو آنکھوں میں جذبات کا طوفان لیے اسے پلکیں جھکا کے خود میں سمٹنے پہ مجبور کر گیا تھا۔

مجھ سے ڈائیلاگ نہ بولا کریں۔"ایک دفعہ پھر سے ہاتھ کھینچنے کی کوشش" کی گئی لیکن اس نے گرفت مضبوط کرتے ہوئے اس کی نبض پہ انگوٹھے کا ہلکا سا دباو بڑھاتے ہوئے چہرہ مزید اس کی جانب جھکایا تو دریہ کو کمرے میں آکسیجن کی بے تحاشا کمی محسوس ہوئی تھی۔

ڈائیلاگ تھا تو کچھ دیر مزید میری آنکھوں میں دیکھ لیتی۔"اس کے نگاہیں" چرانے پہ چوٹ کرتے ہوئے اس نے اس کی جھکی پلکوں کو اپنے ہونٹوں کی جنبش سے چھوا تو وہ کپکپا سی اٹھی۔

تمہاری معصومیت پہ تو مجھے روزِ اول ہی یقین آ گیا تھا لیکن یار ایسی بھی کیا"
معصومیت کہ اپنے آفتی کزنز کی بدولت بیچارے شوہر کی محبت پہ بے اعتباری
کر بیٹھی۔"اس کے چہرے پہ بکھرتے رنگوں کو والہانہ انداز میں تکتے وہ
متبسم لہجے میں گویا ہوا تو دریہ نے بے ساختہ نظریں اٹھا کے اس کی جانب
دیکھا۔
جو اس کے دیکھنے پہ اپنی بائیں آنکھ دباتا اس کے رخسار پہ جھکا تھا۔

محبت پہ بے اعتباری نہیں تھی۔"اس کے چہرے کے نقوش پہ سرسراتے"
نرم گرم ہونٹوں کے لمس سے سمٹتی وہ دبے دبے لہجے میں گویا ہوئی تھی۔
تو کیا بازوؤں کی طاقت پہ یقین نہیں تھا؟"اس کے گلابی ہونٹوں کو گہری"
نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ گویا ہوئی تو اس نے شرمندگی سے نظریں چراتے
بے ساختہ اپنی گرفت اس کے ہاتھ پہ مضبوط کی تو اس کے اس ردعمل پہ وہ
کھل کے مسکراتا ہوا۔

اس کے چہرے پہ جھکا اور اس مسکراہٹ کو اس کے ہونٹوں پہ بھی بکھیرنے لگا جب اس اچانک افتاد پہ اس کی آنکھوں کی پتلیاں سائز میں دوگنا ہو گئیں جبکہ دھڑکنیں سرپٹ دوڑتی سانسوں کی راہ معطل کرنے لگیں۔

اس کی ڈوبتی ابھرتی سانسوں کا تال میل محسوس کرتا وہ اس کے ہونٹوں کی نرماہٹ جذب کرتے ہوئے اپنی طلب پوری کیے جا رہا تھا۔

جب وہ کچھ ثانیوں کے بعد پیچھے نہ ہوا تو اس پر فسوں قربت سے نڈھال ہوتی دریہ نے بے اختیار اپنے ناخن اس کے ہاتھ کی پشت پہ کھبوتے ہوئے گویا شعور کی راہ دکھانی چاہی مگر وہ اس کے اس تشدد پہ نہیں لیکن اس کی بکھرتی سانسوں پہ ترحم کھاتا ہوا پیچھے ہوا تو وہ گہرے گہرے سانس لیتی اسی کے کندھے پہ سر ٹکا گئی۔

میں نے ایک دہائیوں سے چلتی جنگ سے ٹکرا کے تمہیں حاصل کیا ہے"
دریہ۔اور تمہیں خوش رکھنے، تمہیں محظوظ رکھنے کے لیے میں ہر شے سے ہر
شخص سے ٹکرانے کی ہمت رکھتا ہوں۔اور اس سارے سفر کے دوران مجھے
تمہاری محبت اور تمہارے یقین کی ضرورت ہے۔"اپنے کندھے پہ ٹکے اس
کے سلکی بالوں والے سر پہ اپنے ہونٹ جماتا وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تو وہ
گہری سانس بھرتی جھجھکتی ہوئی اس کے کندھے سے سر اٹھاتی اس کا چہرہ
دیکھنے لگی جس پر اس کے ساتھ کا خمار درج تھا۔

آپ ہمیشہ مجھے ہر راہ پہ اپنے ہمراہ پائیں گے۔"دھیرے سے شرمگیں لہجے"
میں کہتی وہ اس کے سینے پہ سر ٹکاتی اسے زندگی کا اصل مفہوم سمجھا گئی تھی۔

ابھی آبی اور زارا آ کے تمہیں تیار کرتی ہیں کیونکہ آج کا فنکشن ہم ہر گز" مِس نہیں کریں گے۔"اس کے بالوں کو چومتے ہوئے اس نے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا گئی۔

اس نے یہ سوچا نہ پوچھا کہ وہ زخمی پیر کے ساتھ فنکشن کیسے اٹینڈ کرے گی کیونکہ وہ یہ بات جان چکی تھی کہ جس کو اس کے خدا نے اس کے لیے چنا تھا وہ اس کو اکیلا ہر گز نہ چھوڑے گا۔

اور اس احساس سے سرشار ہوتی وہ اس کے گرد اپنی بانہیں پھیلاتی اس کی گستاخیوں پہ سمٹتی جا رہی تھی۔

وہ کروٹ کے بل نیند میں سوئی ہوئی تھی جب اسے اپنے چہرے پہ کچھ سرسراتا محسوس ہوا تھا۔

نیند میں ہی کسمساتے ہوئے اس نے اپنا چہرہ اپنے بازووں میں چھپانا چاہا جب اسے محسوس ہوا کہ کوئی اس کے پہلو میں دراز ہوتا اس کی کوشش کو ناکام بنا چکا تھا۔

اور ایسی جرات کون کر سکتا ہے اس کا ادراک ہوتے ہی اس کی گہری نیند بھک سے اڑی تھی کیونکہ اسے جاگتے پا کر وہ مزید بے لگام ہوتا اس کے چہرے کے نقوش کو اپنے ہونٹوں سے چھوتا اس کے نیند کے نشے میں ڈوبے چہرے کو اپنی قربت کے رنگوں سے سجانے لگا تھا۔

رہبان!" اس کی بے باکی سے گھبراتے ہوئے اس نے بے ساختہ اسے پکارا جو اس کی تھوڑی پہ لب جمائے اب گردن کی حدود کو چھونے والا تھا۔

مسز رہبان!"گھمبیر لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس کی شہہ رگ کو" ہونٹوں سے چھوا تو اس کی دھڑکنیں تلپٹ سی ہو گئیں۔

صبح اٹھتے ہی کون سا نشہ کیا ہے آپ نے؟"نیند کے خمار میں ڈوبی آنکھیں" نیم وا کرتے ہوئے اس نے اس ساحر کو دیکھا جو اسے بہت پر فسوں انداز میں اپنے سحر میں جکڑ چکا تھا۔
جبکہ اس کے سوال پہ وہ کھل کے مسکراتا ہوا ایک بار پھر سے اس کی گردن پہ جھکا اور اپنے ہونٹ ثبت کرتا ہوا بولا۔

ہم تو نہایت شرافت کے ساتھ تیار ہو کے اپنے دوست کی طرف جا رہے" تھے لیکن نظر بھٹکتی ہوئی آپ پہ جا پڑی تو اندازہ ہوا کہ سوتے ہوئے میں بھی کیا قیامت ڈھاتی ہیں آپ۔"ذو معنی انداز میں بولتا ہوا وہ اس کے وجود میں خون کی گردش تیز کر گیا جبکہ دل گویا کنپٹیوں میں دھڑکنے لگا تھا۔

اور جو آپ ہر وقت اس موڈ میں آن رہتے ہوئے مجھ پہ قیامت ڈھاتے ہیں" اس کا کیا؟"اس کے سینے پہ نظریں جمائے وہ ہولے سے کہتی ہوئی اس کے ہونٹوں پہ کھلتی ہوئی مسکان مزید گہری کر گئی۔

اس کا نتیجہ بھی تو دیکھو کتنا پرفیکٹ مل رہا ہے۔"اس کے وجود پہ بے باک" نگاہ دوڑاتا وہ اس کے پورے وجود کو سنسنا سا گیا۔

افففف! ہٹیں پیچھے۔لوفر اور چھچھورے پولیس والے ہو آپ۔"شرم و" حیا کو جھنجھلاہٹ کے پردے میں چھپاتی وہ اسے پرے کرنے لگی جب اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اس نے نرمی سے چومے اور پھر اس کے کان کی طرف جھکا۔

چائے پیو گی؟"اس کے سوال پہ وہ لحظہ بھر کو ٹھٹھکی اور پھر مسکراتے" ہوئے اس کی گرفت سے نکلتی سیدھی ہو بیٹھی۔

اور میرے چائے پینے کے بعد کیا آپ واقعی اپنے دوست کی تیاری کے لیے" اس کے پاس جا سکیں گے؟"اس نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے جس معنی خیزی سے سوال کیا رہان پل بھر کے لیے ششدر رہ گیا۔
لیکن اگلے ہی لمحے اس نے کھلکھلاتی ہوئی آبگینے کو اپنے بازوؤں میں جکڑا اور پوری شدت سے اس کے چہرے کو چومنے لگا۔

میری بے بسی کا فائدہ اٹھا رہی ہو تم۔"اس کے وجود پہ گرفت نرم رکھے وہ" معنی خیزی سے اسے بہت کچھ باور کرواتا ایک دفعہ پھر سے کھلکھلانے پہ مجبور کر گیا۔

اس کی کھلکھلاہٹ کو نہارتے ہوئے اس نے جھکتے ہوئے اس کی کھلکھلاہٹ میں اپنی وارفتگی کے رنگ بھرے تو کمرے میں معنی خیز سی خاموشی چھا گئی اور یہ خاموشی مزید فسوں سمیٹ لائی جب اس کے سینے سے لگی آبگینے نے آہستگی سے اس کی گردن میں بازو حائل کرتے ہوئے اپنی خود سپردگی کا دلپزیر اظہار کیا تھا۔

وہ چومتا ہے ہر روز اک نئے انداز سے مجھے
اس کا اکلوتا عشق ہوں میں۔۔۔۔

حاسدین اور شر پسند افراد کے وہاں سے نکل جانے کے بعد 'میر پیلس' ایک دفعہ پھر سے خوشیوں کا گہوارہ بن چکا تھا۔

جہاں ولید میر اور کلثوم میر کے پر شفقت اور پیار بھرے سائے میں ان کے دونوں بیٹے و بہوئیں رہ رہی تھیں۔

جبکہ عبدالرحمن اور آفاق میر کے بچے ان کی منشا کے مطابق بیرونِ ملک شفٹ ہو چکے تھے کیونکہ ان کا کہنا تھا کہ وہ والدین کے شرمناک اعمال کی بدولت ابھی کچھ عرصہ یہاں سر اٹھا کے کھل کے نہیں رہ سکتے اس لیے ان کی مکمل حفاظت کا بندوبست کرتے ہوئے انہیں امریکہ بھجوا دیا تھا۔

نین اور ذونین کب نکلے تھے ضرغام کی طرف؟" ناشتہ کرتے ہوئے ولید" میر نے اپنی بہوؤں کی طرف دیکھا۔

نین تو کچھ دیر پہلے نکلا ہے، آپ کو بتانے کے لیے گیا تھا لیکن آپ شاور" لے رہے تھے لیکن ذوالنورین زحلے کو ڈراپ کرتے ہی واپس چلا گیا تھا۔"

نگاہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا تو آملیٹ کو فورک سے ادھر ادھر کرتی زحلے کو ایک دفعہ پھر سے وہ بند باکس یاد آیا تو جسم میں عجیب سی لہر دوڑ گئی۔

آپ ناشتہ نہیں کر رہی بیٹا؟ کیا ذوالنورین سے ابھی بھی ناراضگی ہے؟""
ولید میر نے ناشتے سے اس کی بے توجہی دیکھی تو نرمی سے استفسار کرنے لگے۔

جبکہ ان کے یوں مخاطب کرنے اور غیر متوقع سوال پہ وہ خجل سی ہو گئی تھی کہ آج صبح ہی انہیں اس بابت معلوم ہوا تھا کہ زحلے ذوالنورین کے چل سکنے کے متعلق لاعلم تھی۔

نہیں بابا! یہ لوگ اتنا کچھ پہلے ہی سفر کر چکے ہیں کہ اپنی انا اور ناراضگی میں" انہیں مزید کیسے کوئی سزا دے سکتے ہیں ہم۔" اس نے سنبھلتے ہوئے اپنے مخصوص نرم مگر سنجیدہ لہجے میں جواب دیا تو کلثوم میر نے پسندیدگی سے اسے

دیکھا جو حسبِ معمول کلائیوں پہ چوڑیاں سجائے دوپٹہ اوڑھے ناشتہ زہر مار کر رہی تھی۔

ویسے بھی میرے بابا کہتے ہیں کہ انار شتوں میں ایسی فصیلیں اگا دیتی ہے" جن کو کاٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔"اس نے مزید کہتے ہوئے بہت کچھ ان الفاظ میں کہہ دیا تو ان تینوں کے چہروں پہ پیار بھری مسکان پھیل گئی تھی۔

ہمیشہ خوش رہو بچے۔" ولید صاحب نے دعا دی تو وہ مسکراتے ہوئے سر" جھکا۔

تم لوگوں نے کب جانا ہے؟"کلثوم میر نے ناشتہ ختم کرتے ان سے پوچھا" تھا۔

مما! نین لوگ تو آج سارا دن ادھر ہی رہیں گے۔ ہمیں کہا تھا کہ تیار ہو" کے ڈیڈ ساتھ آجائیں تو بس تھوڑی دیر میں ہم تیار ہو جاتی ہیں۔"اب کی بار بھی نگاہ نے ہی جواب دیا تھا چونکہ زحلے اس بابت آگاہ نہیں تھی۔

چلیں بچے آپ لوگ تیار ہو جاو پھر نکلتے ہیں۔"کرسی گھسیٹ کے کھڑے" ہوتے ولید میر نے دونوں سے کہا تو وہ سر اثبات میں ہلا گئیں۔

چلیے میم! اس وقت تیار ہونے کی فارمیلٹی نبھایئے بس کیونکہ اصل تیاری" تو ہم رات میں کروائیں گے تمہاری۔"کلثوم میر کی موجودگی میں نگاہ کے ان الفاظ پہ پانی پیتی زحلے کو 'اچھو' سا لگ گیا۔

اس نے بے ساختہ کھانستے ہوئے ان کی جانب دیکھا جو مدہم سا مسکراتی ہوئیں اسے نظریں چرانے پہ مجبور کر گئیں۔

ڈونٹ وری یار لیکن مما اب نین کی دلہن کی بس چوڑیاں نہیں بلکہ نین" کے بچے بھی چاہیے۔" نگاہ کے شوخی سے کہنے پہ وہ اس قدر گڑبڑائی کے اسے ڈھنگ سے گھور بھی نہ سکی اور بے ساختہ اپنا رخ بدل گئی۔

یہ خوشخبری آپ پہلے سنائیں اماں کو کیونکہ آپ بڑی ہیں۔" زحلے نے خود" پہ قابو پاتے ہوئے اس پہ چڑھائی کی تو فطری طور پہ وہ فوری حیا کی لپیٹ میں آئی لیکن پھر کھل کے مسکرادی۔

مما کی دعائیں ہوئیں تو ضرور۔ ویسے تو جتنا عرصہ تم لوگوں کی شادی کو ہو" چکا ہے پہلے خوشخبری تم لوگوں کی طرف سے بنتی ہے مگر کیا کریں ہمارے لڑکے کا جھوٹ اس کے گلے پڑ چکا تھا۔" اس کے معذور ہونے کی طرف اشارہ کرتی نگاہ بظاہر پر تاسف لہجے میں گویا ہوئی تھی لیکن زحلے کی بے ساختہ نظر کلثوم میر کی جانب اٹھی تھی۔

جو اپنے 'معذور بیٹے' کی بے باکیوں کے مظاہرے لائیو دیکھ چکی تھی لیکن دونوں ساس بہو اپنی نا سمجھی میں کبھی یہ نہ جان پائیں کہ ٹانگوں سے معذور شخص کیسے اسے بے بس کر دیتا تھا۔

ان کی نظروں سے گھبراتی وہ اٹھی اور برتن اٹھا کے کچن کی جانب چل دی۔ اب بھی کچن کا زیادہ تر کام وہی کرنے کی کوشش کرتی تھی کہ اسے ملازماوں کی بجائے خود کو کنگ کرنا زیادہ اچھا لگتا تھا۔

ملازمہ کو برتن سمیٹنے کا کہہ کے وہ نگاہ کے ساتھ اپنے کمرے کی طرف بڑھی جہاں انہیں 'ضرغام ملک اور شہرے ملک' کی بارات کے لیے تیاری کرنا تھی۔

اس وقت 'ملک منزل' میں موجود شہرے کے بیڈ روم میں گویا طوفان سا مچا ہوا تھا۔

کیونکہ ایک سائیڈ پہ شہرے کو تیار کرتی بیوٹیشن تھی تو دوسری طرف 'ملک ہاوس' کی تمام لڑکیاں (جو اس وقت اس کی بہنوں کا رول ادا کرتی اس کی طرف سے شادی میں شریک ہو رہی تھیں اور رخصتی کے بعد ان کا ارادہ ضرغام کی سائیڈ ہونے کا تھا)، نگاہ، زحلے، آبگینے اور دریہ لوگ بھی موجود تھیں۔

جو ضرغام کے نام سے اسے چھیڑتی ہوئیں اسے گھبرانے پہ مجبور کر رہی تھیں۔

جبکہ عمارہ، انیلہ بھابھی کے ساتھ جب آبگینے اور نگاہ نے بھی اپنے شادی شدہ ہونے کی بدولت اسے کچھ مشورے بہم پہنچائے تو اس کے ہاتھوں کے طوطے چڑیاں سب اڑ گئے۔

مشورے یہ سب شہرے کو دیے جارہے ہیں، آپ کیوں لال پیلی ہورہی ہیں؟" شہرے کو چھیڑتے ہوئے آبگینے کی نظر آف وائٹ کلر کے دیدہ زیب سوٹ میں ملبوس مہرون کلر کی چوڑیاں پہنے دوپٹہ سر پہ رکھے اپنی ہتھیلیاں مسلتی ہوئی زحلے پہ پڑی تو بے ساختہ بول اٹھی۔

کیونکہ کے پلے جو پڑا ہے نا وہ تمہارے شوہر سے بھی زیادہ اتھرا ہے۔" نگاہ" نے آبگینے کو بھی رگید اتو وہ گڑبڑا گئی جبکہ زحلے نے تشکرانہ انداز میں نگاہ کو دیکھا جس نے فوراً بات سنبھالی تھی۔

ورنہ یہاں موجود شرارتی ٹولے نے اسے پریشان کر دینا تھا۔

شہری! پہلے تو جو تھا وہ ضرغام چاچو کے ضرغام بننے کا ہلکا پھلکا ٹریلر تھا لیکن" اب پوری فلم ہو گی اس لیے ہم تم سے بعد میں پوچھیں گے کہ ضرغام چاچو والا رول ٹھیک تھا یا ضرغام والا؟" انیلہ بھابھی نے بیوٹیشن کے ساتھ اس کا

زرتاری ڈارک مہرون آنچل اس کے سر پہ سجاتے ہوئے شرارت سے کہا تو اس کا دل ہتھیلیوں میں دھڑکنے لگا۔

انیلہ چچی! مجھے بہت گھبراہٹ ہو رہی ہے۔"اس نے نروس انداز میں کہتے" گویا چپ ہو جانے کی التجا کی تھی۔

اب اس گھبراہٹ کا علاج تو ضرغام ہی کرے گا۔"عمارہ کے برجستہ جواب" پہ اس نے بے ساختہ ہاتھ بڑھا کے سر پہ پڑے آنچل کو گھونگھٹ کی صورت اپنے چہرے پہ پھیلا لیا۔

گائز، ہمارے دلہے بھیا اپنے دوستوں کے بڑے شاندار انداز میں انٹری" مارنے والے ہیں اس لیے جلدی سے لان میں کھلنے والی کھڑکی کھولو۔"

اچانک زمل دروازہ ایک جھٹکے سے وا کرتی اندر آئی اور پر جوش انداز میں انہیں اطلاع پہنچائی جو وہ نیچے سے لے کر آئی تھی۔

اس کے بولنے کی دیری تھی جلدی سے پچھلے لان کی طرف کھلنے والی بڑی سی گلاس ونڈو کو پورا کھول کے پہلے شہرے، دریہ اور آبگینے کو تسلی سے بٹھایا اور پھر باقی سب ایک دوسرے پہ جھکتی پر اشتیاق نگاہوں سے باہر دیکھنے لگیں۔

جہاں 'ملک منزل' کے ہی خوبصورت لان میں بارات کے فنکشن کا انتظام کیا گیا تھا۔

اور اس وقت صرف اور صرف بارات کا ہی انتظار تھا حالانکہ آدھے باراتی تو پہلے ہی یہاں موجود تھے۔

اور پھر یکایک پورا گھر فائر ورکس کی پرزور آوازوں سے گونج اٹھا اور فائر ورکس کے رنگ برنگے دھوئیں کے مرغولوں کے بیچ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز پہ 'ملک منزل' کے مکین متجسس سے کھلے دروازے کو دیکھنے لگے۔

جبکہ شہرے کے کمرے میں کھڑکی سے لگی لڑکیاں یوں دم سادھے باہر دیکھ رہی تھیں کہ گویا سانس لینے سے منظر بکھر جانے کا خدشہ ہو۔

دھوئیں کے مرغولے تھوڑے سے چھٹے تو سامنے دکھائی دیتے منظر کو دیکھ کر سب لڑکیوں کے ہونٹوں سے ایک ساتھ نکلا تھا۔

کلاسیکل!"دو گھوڑوں سے سجی سفید بگھی جس کی سجاوٹ سرخ پھولوں" سے کی گئی تھی اس پہ سیاہ رنگ کی شیروانی زیب تن کیے سر پہ سیاہ کلہ پہنے وہ شہزادوں کی سی آن بان رکھتا ہوا شخص کسی ریاست کے شہزادے کی ہی مانند کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ براجمان اپنی شہزادی کو دنیا سے چرانے آیا تھا۔

جبکہ اس کے دوست آف وائٹ رنگ کے ایک جیسے سوٹ پہنے ان گھوڑوں کی باگیں تھامے اس شہزادے کی خوشیوں کو دوبالا کر رہے تھے۔

اس منظر کو تکتی بہت سی آنکھیں محبت ورشک کی ملی جلی کیفیات سے نم ہوئی تھیں۔

کیونکہ یہ سب بہت سی پتھریلی اور کٹھن راہوں سے گزرنے کے بعد دیکھنا نصیب ہوا تھا اور شاید تبھی بہت سے ہونٹوں سے برآمد ہوا تھا۔

"الحمدللہ۔۔۔۔!"

میرا دل کر رہا ہے میں ایک دفعہ پھر سے شادی کروں۔" سٹیج پہ موجود" صوفے کے پیچھے کھڑے رہبان نے بلا مبالغہ کوئی پانچویں دفعہ یہ فقرہ بولا تو ذوالنورین نے کھا جانے والی نگاہوں سے اسے گھورا۔

آبگینے کا سگا بھائی یہاں موجود ہے اور اس نے مجھے بھی بھائی کہا ہے۔اب"
اگر تم نے پھر بکواس کی تو بھول جاوں گا کہ تو میرا دوست ہے۔" سٹیج پہ
موجود طلال جو رہبان کی دہائی سن رہا تھا اس کی جانب اشارہ کرتے ذوالنورین
نے جس انداز میں کہا اس پہ وہ بھنا کے رہ گیا۔

میں پہلے تمہارے اس بھوسے بھرے دماغ کا بھرکس بنا دوں گا۔میرا دل"
آبگینے سے ہی شادی کرنے کو چاہ رہا ہے۔"اس نے دانت کچکچاتے ہوئے
جواب دیا تو ذوالنورین نے اس انداز میں 'اوہ' کہتے ہوئے سر ہلایا جیسے واقعتاً وہ
ابھی اس کی بات کا مطلب سمجھا تھا۔

اتنے لمبے ہنی مون ٹرپ کے ساتھ شادی انجوائے کرنے کے بعد بھی" تمہارے اندر شادی کرنے کی ہڑک جاگ رہی ہے؟" شہرے کے لیے منتظر ضرغام نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

پولیس والے جو ہوئے اور ان کا لالچ کبھی ختم نہیں ہوتا۔" طلال نے بڑی" سنجیدگی سے ٹکڑا لگایا تو اس کے اندر باہر جل اٹھا جبکہ اس کی بات پہ ایک فرمائشی قہقہہ سٹیج پہ گونجا تھا۔

اور یہ تھا تیرے لیے تیرے لیول کا جواب۔" نین نے ہنستے ہوئے کہا تو" اس نے کھا جانے والی نگاہوں سے بہنوئی پلس سالے کو گھورا جو بے نیازی سے ٹانگیں جھلاتا ہوا اسے زہر سے بھی برا لگا تھا۔

مجھے ایک بار پھر سے اپنی ساس سے اختلاف ہو رہا ہے کہ جنہوں نے تم" جیسے شخص کو جنم دیا اور اپنے باپ سے اس سے بھی زیادہ اختلاف ہو رہا ہے جنہوں نے تمہیں ایک پیاری سی لڑکی دی۔" کڑھتے ہوئے اب وہ اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا جس پہ طلال نے بے نیازی سے کندھے اچکا دیے تھے۔

تبھی ایک دم سے دلہن کے آنے کا شور مچا تو وہ سب بھی اینٹرس کی طرف متوجہ ہوئے جہاں سے وہ لڑکیوں کے جھرمٹ میں اسد صاحب اور احسن صاحب کے ساتھ قدم سے قدم ملاتی ڈارک ریڈیش مہرون رنگ کے برائیڈل ڈریس میں ملبوس، بھاری جیولری، مہندی اور چوڑیوں کے ساتھ اس شہزادے کی شہزادی لگ رہی تھی۔

اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر وہ ایک ٹرانس کی سی کیفیت میں صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا اور سٹیج کے کنارے پہ جا پہنچا۔

اسد صاحب اور احسن صاحب کے ہالے میں موجود شہرے جب سٹیج کے پاس پہنچی تو ضرغام نے اپنی مضبوط ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔

اسی دم ارسم نے ایک مائیک رہبان کی سمت پھینکا جسے اس نے فوری کیچ کرتے ہوئے اپنے ہونٹوں کے نزدیک کیا۔

تیرے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہو

ساری جنتیں میرے ساتھ ہوں

تو جو پاس ہو

پھر کیا یہ جہاں

تیرے پیار میں ہو جاوں فنا

تیرے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہو

ساری جنتیں میرے ساتھ ہوں

احسن صاحب نے اس کا کپکپاتا ہوا ہاتھ جب اس کی مضبوط ہتھیلی پہ رکھا تو رہبان کی دلکش آواز میں گونجتے ان الفاظ نے سب کو مسمرائز سا کر دیا تھا۔ جبکہ اس کی جانب محبت سے دیکھتی آبگینے کا دل چاہا کہ وہ شخص یونہی بولتا رہے اور وہ تاعمر بنا تھکے اسے سننے کو بے قرار تھی۔

اس کا ہاتھ تھام کے اس نے اسے صوفے پہ بٹھایا اور خود بھی اس کے ساتھ یوں براجمان ہوا کہ اس کا بایاں کندھا اس کے دائیں پہلو سے ٹکراتا بدن میں سرسراہٹ پیدا کر رہا تھا۔

"ریلیکس شہرے! "اسے یوں سمٹے ہوئے انداز میں بیٹھے دیکھ کر اس نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھام کے تسلی دی تو ینگ جنریشن کی ہوٹنگ پہ وہ جلدی سے ہاتھ کھینچتی اپنے دوپٹے کے نیچے چھپا گئی۔

اسی طرح کے ہلے گلے کے دوران ذوالنورین کی بے چین نگاہیں اپنی ٹیچر کو ڈھونڈ رہی تھیں جسے اس نے پچھلے کئی گھنٹوں سے نہیں دیکھا تھا۔

اور پھر چند منٹ بعد وہ اسے ضرغام کی بہن کے ساتھ ایک ٹیبل کی طرف جاتی ہوئی دکھائی دی تو آنکھوں کی جوت جل اٹھی۔

وہ فوراً سے پیشتر لمبے ڈگ بھرتا ہوا سٹیج سے اترا اور اس کی جانب بڑھا۔

"میڈم! حسبِ سابق اس نے وہی اندازِ تخاطب اپنایا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کی جانب مڑی جو آف وائٹ رنگ کے شلوار سوٹ میں ملبوس اپنی چھا جانے والی شخصیت کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"آپ کا شوہر بھی ہوں اور سٹوڈینٹ بھی لیکن آپ مجھ سے یوں نظریں چرا رہی ہیں جیسے جانتی ہی نہ ہوں۔" اس کے سامنے پھیل کے کھڑا ہوتا وہ جان

بوجھ کے گویا ہوا توزحلے نے حیرت سے نظریں اٹھا کے اس کی جانب دیکھا جو آنکھوں میں جذبات کی لپک لیے اسے تک رہا تھا۔

بڑے باوثوق ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ آپ کی میرے ساتھ ناراضگی ختم" ہو چکی ہے پھر یہ میوٹ میوٹ گیم کیوں؟"ایک قدم مزید اس کے نزدیک پہنچتا وہ گہرے لہجے میں گویا ہوا توزحلے نے کن اکھیوں سے ادھر ادھر دیکھا جہاں موجود ڈھیروں افراد سے لاپرواہ وہ بس اس پہ فوکس کیے کھڑا تھا۔

وہ ناراضگی صرف اماں اور بابا کے سامنے ختم کی ہے۔"اسے سمجھ نہ آئی کہ " وہ کیا توجیہہ پیش کرے تبھی بے ربط سے انداز میں گویا ہوئی تو اس کے ہونٹوں کے گوشوں میں دبی دبی سی مسکان مچلنے لگی۔

تواب کیا مماا ور ڈیڈ کے سامنے آپ کے ساتھ رومانس کروں اب؟"اس"
کی متبسم ذو معنی بات پہ اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔
اس نے نظریں اٹھا کے حیرت سے اس بے شرم انسان کو دیکھا جو اس کے
دیکھنے پہ آنکھوں کو جنبش دیتا گڑ بڑانے پہ مجبور کر گیا۔

آپ کو شرم نہیں آتی، ٹیچر ہوں میں آپ کی۔"جب کچھ اور سمجھ نہ آیا تو"
اس نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں اسے کہا جس کی آنکھیں اس کے چہرے
کے اتار چڑھاو پہ چمک رہی تھیں۔

اور یہ بات آپ اچھے سے جانتی ہیں کہ مجھے اپنی ٹیچر سے رو مینس جھاڑنا"
کس قدر پسند ہے۔"اس کی گردن پہ گہری نگاہیں ڈالتا وہ ذو معنی انداز میں
کہتا اس کی چہرے کو سرخ انگارے کی مانند دہکا گیا۔

افففف!ت۔۔۔"اس کے لفظوں کی برجستگی سے خائف ہوتی وہ اسے" پرے ہٹنے کو کہنے ہی والی تھی جب نگاہ ایک دم سے ان دونوں کے بیچ آ کھڑی ہوئی تھی۔

یہ دن دیہاڑے اتنے لوگوں کے سامنے ایک معصوم لڑکی کو ہراس کرنے" کا کیا مطلب ہوا بھلا؟"آنکھیں سکیڑتے ہوئے وہ تیکھے انداز میں بولتی کچھ فاصلے پہ کھڑے نین کو ہنسنے پہ مجبور کر گئی جو سب بڑوں کے فوٹو شوٹ کروانے کے باعث سٹیج سے نیچے اتر آئے تھے۔

مطلب بہت صاف ہے کہ یہ معصوم لڑکی اتنی پیاری لگ رہی ہیں کہ میرا" دل ان کے لیے مچل سا گیا ہے۔"نگاہ کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرتی زحلے کو تکتا وہ اس کے چودہ طبق روشن کر گیا۔

تبھی وہ سرپٹ دوڑتی دھڑکنوں کے ساتھ فوراً سے پیشتر مڑی اور سیدھا کلثوم میر کے پاس جا رکی تھی جو 'گردیزی فیملی' کی خواتین کے ساتھ ایک ٹیبل پہ موجود تھیں۔

جبکہ اس کے یوں وہاں سے بھاگنے پہ جہاں وہ حیران ہوا تھا وہاں نگاہ کی ہنسی نکل گئی تھی۔

زہر لگ رہی ہو قسم سے۔اچھا خاصا تمہیں نین کے ساتھ باندھا تھا لیکن تم" قید وو الے کام کرنے سے باز نہ آنا۔"اسے چڑانے کی خاطر تیز تیز بولتا وہ کچھ فاصلے پہ موجود نین اور رہبان کی طرف چل دیا۔

اوبھائی یہ اپنی آنکھوں کے نین تارے کو سنبھالو پلیز، یہ میری آنکھوں کے" دیپ بجھانے چلی آئی تھی۔"اس نے نگاہ کی کلائی پکڑ کے نین کے ہاتھوں میں تھمائی تو نگاہ اس کی فضول گوئی پہ اسے گھور کے رہ گئی۔

میرے نین کوتڑی دکھانے کی ضرورت نہیں۔وہ تمہاری طرح بے شرم" انسان نہیں ہے۔"اس نے فوراً جوابی کاروائی کی تو رہبان اور ذوالنورین کی آنکھیں بیک وقت چمک اٹھیں۔

چونکہ تمہارا نین بے شرم انسان نہیں ہے اس لیے آج تم آبگینے کے ساتھ" جاو گی۔وہ کچھ دیر پہلے رہبان سے کہہ رہی تھی کہ اسے تمہارے ساتھ ٹائم س۔۔۔۔۔"رہبان کو اشارہ کرتا وہ پر سکون انداز میں گویا ہوا تو نین نے یکلخت اس کی بات کاٹی۔

ہر گز نہیں۔"اس کے یوں اچانک بول اٹھنے پہ جہاں ان دونوں کے قہقہے" بلند ہوئے تھے وہیں وہ جز بز سی ہو گئی تھی۔

تبھی دودھ پلائی کا شور بلند ہوا تو ایک دفعہ پھر سے ضرغام کے باڈی گارڈز بنے اس کے دوست اس کے سر پہ جا کھڑے ہوئے۔

"یہ جتنی لڑکیاں ایک گلاس دودھ دینے آ رہی ہیں۔اتنے لوگ پورا بھینسوں کا جاڑہ سنبھالتے ہیں اس لیے ہماری طرف سے صاف انکار ہے۔" ارسم نے لڑکیوں کی پوری جماعت کو سٹیج کی طرف آتے دیکھ کر بلند آواز میں کہا تو لڑکوں نے فوراً تائید کی۔

"یہ آپ کے لیے ہے بھی نہیں اس لیے اچھا ہے آپ نے خود ہی انکار کر دیا۔یہ جن کے لیے ہے وہ اس وقت انکار کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔" آبگینے نے فوری طور پہ ارسم کو ٹکڑا توڑ جواب دیا تو لڑکوں نے فوراً رہبان کی طرف دیکھا۔

جو دانستہ آگے پیچھے دیکھتا اس گفتگو سے اپنی لاپرواہی ظاہر کر رہا تھا۔

ہم تمہارے زن مرید ہونے پہ پہلے ہی شک وشبہ نہیں ہے۔ایسی حرکتیں" کرکے اس پہ مہر نہ لگامیرے بھائی۔" جاذب نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بظاہر بڑی سنجیدگی سے کہاتو دونوں جھینپ گئے جبکہ باقی سب کی ہنسی بے ساختہ تھی۔

ایسے ہی چٹکلوں کے بیچ دودھ پلائی کی رسم کے بعد رخصتی کا شور بلند ہوا تو سٹیج پہ بیٹھی شہرے کا دل گویا مٹھی میں آن جھکڑا تھا۔

کیا خیال ہے، موقع بھی ہے، دستور تو نہیں لیکن دل کے تقاضے بھی ہیں،" گاڑی کا رخ 'پیر حویلی' کی جانب نہ موڑ لوں؟" ڈرائیونگ کرتے طلال نے

فرنٹ سیٹ پہ براجمان رائل بلیو کلر کے خوبصورت سوٹ میں ملبوس نک سک سی تیار دریہ کو دیکھا جس کا پیر ہنوز پٹی میں بندھا ہوا تھا۔

لیکن سب کے پرزور اصرار پہ وہ شادی میں شریک ہو گئی تھی۔

لیکن اس وقت اس کی بات سن کر اس نے جس طرح کرنٹ کھا کے اس کی طرف دیکھا تھا طلال کا خود پہ قابو رکھنا مشکل ہونے لگا تھا۔

اس نے ایک دم سے گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے اس کا بازو تھام کے نرمی سے اپنے نزدیک کیا تو وہ مزید سٹپٹائی تھی۔

گاڑی ڈرائیو کرتے مرد کو ان نگاہوں سے نہیں دیکھتے میری جان۔"اس" کی مسکارے سے سجی خوبصورت پلکوں پہ اپنے ہونٹ رکھتا وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تو اس کی دھڑکنیں مدہم پڑنے لگیں۔

تو گاڑی ڈرائیو کرتے مرد کو بھی ایسی بات نہیں کرنا چاہیے نا۔"اس کے" لمس سے گھبراتی وہ آنکھیں میچے آہستگی سے گویا ہوئی تو مدہم سی لائٹ میں دیکھتے اس کے چہرے کے نقوش کو محسوس کرتا جا رہا تھا۔

کیوں؟"اس کی لرزتی پلکوں کو ہونٹوں سے چھوتے ہوئے اس نے یک" لفظی سوال کیا تھا۔

کیونکہ مجھے صحیح والی شادی کرنی ہے۔نکاح بھی اتنی ایمرجنسی میں ہوا تھا۔" آپ ضرغام لالہ کی طرح لینے آئیں گے تو میں 'پیر حویلی' جاوں گی نا۔" آنکھیں یونہی موندے وہ بڑے بے ساختہ انداز میں اپنی خواہشات کا اظہار کر رہی تھی۔

اس انداز میں بلاو گی تو سر کے بل دوڑتا چلا آوں گا۔"اس کے ناک کی نوک"
کو ہونٹوں سے چھوتا وہ جانثار انداز میں گویا ہوا تو اس نے پٹ سے آنکھیں
کھول کے اسے دیکھا جو وارفتگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

دوڑتے ہوئے نہیں آنا گاڑی پہ یا بگھی پہ آنا ہے طلال۔"اس کے لہجے کی"
بے ساختگی میں چھپا شاکی پن اس پہ مستزاد آنکھوں کا انداز،اس کا سو بار اس کا
دیوانہ ہوا تھا۔

تم بہت خاص ہو دریہ میری جان۔ہمیشہ ایسی ہی رہنا۔"اس کے ہونٹوں کو"
نرمی سے چومتے ہوئے اس نے پوری شدت سے اسے سینے سے لگایا تو دریہ کو
لحظہ بھر کے لیے اپنی پسلیاں ٹوٹتی محسوس ہوئیں لیکن اگلے ہی لمحے وہ
مسکراتی ہوئی اس کے کندھے پہ سر رکھتی اسے گاڑی سٹارٹ کرنے کا اشارہ
کرنے لگی تو اس نے سر ہولے سے خم کرتے ہوئے سٹیئرنگ تھاما۔

جبکہ وہ اب اس کے کندھے پہ سر رکھے اسے اپنی بے تحاشا باتیں سنانے لگی جسے پوری توجہ سے سنتا زندگی سے بھرپور انداز میں مسکرا رہا تھا۔

بلڈ ریڈ کلر کے لہنگے چولی جس پہ گولڈن موتیوں کا خوبصورت کام ہوا تھا، زیب تن کیے وہ کھلے بالوں کو کندھوں پہ بکھیرے چہرے پہ ڈھیروں گھبراہٹ و الجھن لیے نگاہ کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔

جس نے کچھ دیر پہلے اس کے ہاتھوں پہ بڑی سمپل سی مہندی لگائی تھی جسے وہ پانچ منٹ قبل ہی دھو کے آئی تھی اور اب گورے ہاتھوں پہ مہندی کا نکھرا نکھرا رنگ عجب بہار دکھلا رہا تھا۔

اتنی نروس کیوں ہو؟"اس کے چہرے کو تکتی نگاہ نے ہلکی سی حیرانگی کے" ساتھ استفسار کیا تو وہ فقط سر نفی میں ہلا کے رہ گئی تھی۔

اب وہ اسے کیا بتاتی کہ جو شخص سٹوڈینٹ ہوتے ہوئے معذوری کا ناٹک کرتے ہوئے اپنی بے باک حرکتوں سے اس کی سانسوں کو درہم برہم کر دیتا تھا، وہ آج نجانے بے باکی و بے شرمی کے کون سے عظیم مظاہرے قائم کرتا۔

نگاہ اس کی بند آنکھوں پہ رنگ سجا رہی تھی جب اس کی آنکھوں میں چند مہینوں قبل کا منظر بڑی جاذبیت کے ساتھ جاگا تھا۔

وہ واشروم کے دروازے کے پاس ادھر سے ادھر چکر کاٹتی اس کا انتظار کر رہی تھی جس کی وہیل چیئر ریپیئرنگ کے لیے گئی تھی اور وہ آج مکمل طور پہ اس پہ منحصر تھا۔

چونکہ وہیل چیئر کو ریپیئرنگ کے لیے اس کا میل اسسٹنٹ لے کے گیا تھا اس لیے آج وہی اسے واشروم تک لے کے آئی تھی۔

"میم! "دروازے کے پار سے اس کی آواز آئی تو اس نے بند دروازے کو بے بسی سے دیکھا اور پھر اپنی ہمت مجتمع کرتی واشروم میں گئی اور بنا اس کی جانب دیکھے اسے سہارا دینے لگی۔

"آپ کون سا پرفیوم یوز کرتی ہیں؟" لمبے تڑنگے ایک مضبوط توانا مرد کو مکمل طور پہ سہارا دیتی وہ بمشکل گھسیٹتے ہوئے واشروم سے باہر نکال رہی تھی۔ جب اس کی گردن میں سانس بھرتا ہوا وہ سنجیدگی سے گویا ہوا تو اس کا چہرہ شرم و غصے سے تپ اٹھا تھا۔

اس فضول سوال کا مقصد؟" تنکتے ہوئے لہجے میں استفسار کرتے وہ ہولے "
ہولے قدم اٹھاتی جیسے گرنے والی ہو چکی تھی۔
کیونکہ آپ کی خوشبو مجھے ہیپناٹائز کر رہی ہے۔"اس کے سادگی سے "
جواب دینے پہ اسے اپنے کانوں سے دھواں سا نکلتا محسوس ہوا تھا۔
جبکہ چہرہ اس پل گویا لہو چھلکانے لگا تھا اور وہ ایک ہاتھ اس کے کندھوں پر
سے گزارے دوسرے ہاتھ سے اس کے اپنی کمر کے گرد لپٹے ہاتھ کو تھامے
وہ اس کی وجود کی خوشبو خود میں انہیل کرتا اس کی سانسوں کو ارتعاش کا شکار
کر رہا تھا۔

ذوالنورین پلیز!"یونہی گہری سانس بھرتے ہوئے اس نے اس کے کان "
کی لو کو ہولے سے چھوا تو وہ بے اختیار لڑکھڑائی مگر شکر تھا کہ وہ بیڈ کے
نزدیک پہنچ چکے تھے۔

اس نے اس کا رخ بدلتے ہوئے دونوں ہاتھ اس کی کمر کے گرد رکھتے ہولے ہولے اسے نیچے بیڈ پہ لٹانے کی کوشش کرنے لگی اور دوسری جانب وہ اس کے نازک وجود کے گرد اپنے بازو حمائل کیے اس کے کندھے پہ سر جھکائے اس کی اس کوشش سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

جو اس بلا کی قربت سے سرخ پڑتی اپنی لرزتی پلکوں کو جھکائے، اپنے کپکپاتے ہونٹ سختی سے بھینچے بمشکل اسے سہارا دیتی اس کے بے حد نزدیک تھی۔

اسے تکیے پہ لٹانے کے چکر میں وہ پوری طرح اس پہ جھکی ہوئی تھی جب اس کی کمر کے گرد جمے ذوالنورین کے ہاتھوں نے اس کی کمر پہ اچانک دباو ڈالا تو وہ ایک جھٹکے سے اس کے کشادہ سینے کا حصہ بنی تھی۔

ایک لاچار بندے پہ اتنا ظلم ڈھانا جرم ہے میم۔"اس دوری کی جانب" اشارہ کرتے ہوئے وہ اس کی گردن میں لپٹی چین کو انگلی سے چھوتا اس موتی

کو اپنا نشانہ بنانے ہی والا تھا جب اس اچانک افتاد پہ ششدر پڑی زحلے کو جیسے ہوش آیا تھا۔

اس کا ہاتھ بے ساختہ اٹھا اور اس کے بیئرڈ سے سجے رخسار پہ جا پڑا۔

تمہیں سہارا دینے کے چکر میں، تمہاری دیکھ بھال میں میری جان ہلکان" ہوئے جا رہی ہے اور تمہیں ان فضولیات کی پڑی ہے۔" بجلی کی سی تیزی سے اس کے اوپر سے اٹھتی وہ گہرے سانس لیتی کپکپاتے ہوئے لہجے میں گویا ہوئی۔

تو اس شاندار عزت افزائی پہ اپنے رخسار کو ہاتھ کی انگلیوں سے چھوتا ہوا وہ سرد نگاہوں سے اسے گھورنے لگا جو شرم و غصے سے لال ہوئی پڑی تھی۔

معذور ہونے کا یہ مطلب ہے کہ میرے اندر کے تمام جذبات بھی معذور" ہو چکے ہیں؟"اس کے سرد لہجے میں کیے گئے سوال پہ وہ پل بھر کے لیے چکرا سی گئی تھی۔

ایک دفعہ آنکھیں کھول کے خود کو دیکھو۔" نگاہ کی پر جوش سی آواز پر وہ" جیسے ماضی کے جھروکے سے نکلتی ہوش میں آئی تھی۔

اس نے فوراً پلکیں وا کرتے ہوئے ڈریسنگ مرر میں خود کو دیکھا تو پلکیں جھپکانا بھول گئی۔

وہ یقین ہی نہیں کر پا رہی تھی کہ اس روپ میں وہ تھی یا اس کا کوئی بہروپ۔اس نے ہمیشہ بڑی سادہ سی زندگی گزاری تھی اور ہمیشہ سادگی پسند رہی تھی۔

مگر اس وقت بھاری دیدہ زیب برائیڈل ڈریس زیب تن کیے، میچنگ جیولری پہنے وہ لمبے گھنیرے بالوں کو سائیڈ سے مانگ نکال کے کھلا

چھوڑے،ان میں جھومر سجائے،زرتاری آنچل کو سر اور کندھے پہ اٹکائے سج میں کوئی اپسر الگ رہی تھی۔

"یہ آئینہ تمہیں شاید اصل حقیقت نہ بتا پا رہا ہو۔ذوالنورین کے آنے کا انتظار کر لو۔"اسے خود کو یک ٹک گھورتا پا کے نگاہ شرارت سے گویا ہوئی تو وہ گڑ بڑاتی ہوئی فوراً پلکیں جھپکا گئی تھی۔

"اوکے گڈ لک،میں اب چلتی ہوں۔پریشان نہیں ہونا۔دل میں جو بھی بات ہے کوئی بھی خلش ہے اسے زندگی کا یہ نیا سفر شروع کرنے سے پہلے ختم کر لینا تاکہ آنے والا کل خوشگوار ہو سکے۔"محبت سے اس کے رخسار چھوتی وہ چلی گئی تو وہ بے چینی سے سٹول سے کھڑی ہوتی اپنی کلائی میں موجود چوڑیاں کو گھماتی ادھر سے ادھر چکر لگانے لگی۔

ملک ہاوس" میں اس کا استقبال نہایت ہی شاندار طریقے سے کیا گیا تھا جس" کے بعد آغا جان نے اس کو تحفے دیے جبکہ ثمرین بیگم نے اپنے خاندانی زیورات میں سے کنگن اس کی کلائیوں کی زینت بنائے تھے۔

چونکہ ایک ہی گھر والا سسٹم تھا اس لیے بہت سارا ہلہ گلا اور رسمیں 'ملک منزل' میں پہلے ہی ہو چکی تھیں اس لیے اس کی تھکن کا خیال کرتیں ثمرین بیگم نے اسے عمارہ بھابھی اور ماہ وش چچی کے ساتھ ضرغام کے کمرے میں بھجوا دیا۔

جہاں وہ اسے اچھا خاصا ریلیکس کرنے کے بعد جب کمرے سے چلی گئیں تو وہ گہری سانس بھرتی کمرے میں نظریں دوڑانے لگی جہاں فریش سرخ گلابوں سے بڑی خوبصورت سجاوٹ کی گئی تھی۔

چونکہ سرخ گلاب اس کے پسندیدہ تھے اس لیے اس کی پسند کو ملحوظِ خاطر رکھا گیا تھا۔

وہ اس کمرے میں لاتعداد مرتبہ آچکی تھی، پہلے رشتے کی نوعیت مختلف تھی تو کمرے میں آنا جانا زیادہ ہو گیا مگر جب ضرغام کے جذبات بدلے اور اس نے حالات کے پیشِ نظر اس سے دامن بچانا شروع کیا تو اس معمول میں تغیر آنے لگا۔

اور پھر وقت نے ایک پلٹا کھایا اور کمرے کے مکین سے اس کا رشتہ تبدیل ہوا تو اس نے اس کی منکوحہ کی حیثیت سے بھی بہت بار اس کمرے کی دہلیز کو پار کیا تھا اور آج وہ اس کی اولین چاہت کے طور پہ اس کی زندگی میں ہزاروں لوگوں کے سامنے شامل ہوئی تھی اور اس کے کمرے میں موجود تھی۔

اس کمرے کی دہلیز پار کرتے ہمیشہ اس کی کیفیات مختلف ہوا کرتی تھیں مگر جو آج کیفیات تھیں وہ ناقابلِ بیاں تھیں اور شاید انہی کیفیات سے خائف ہوتی وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اس کی کلوزٹ کی جانب بڑھ گئی۔

بھاری بھر کم لہنگے کو بمشکل سنبھالے وہ کھنکتے زیورات کے ساتھ اس کی کلوزٹ کو کھولے کھڑی تھی۔

وہ بڑی حیرانگی سے اس سرخ اسکارف، ان کیچرز، اپنی تصاویروں اور اپنے ضرکو دیے گئے تحائف کو دیکھ رہی تھی جن کے ساتھ نگاہ کی وہ والی تصاویر بھی موجود تھیں۔

وہ نجانے کب تک ان چیزوں میں کھوئی رہتی جب اچانک اس نے خود کو خوشبوؤں بھرے مضبوط حصار میں محسوس کیا تو ہاتھ میں پکڑی اشیاء چھوٹ کے نیچے جا گری۔

السلام علیکم!" دونوں ہاتھ اس کی کمر کے گرد لپیٹے وہ تھوڑی اس کے "
کندھے پہ ٹکائے بھاری آواز میں گویا ہوا تو ایک پل کو اس کی سانسیں تھم سی
گئیں۔

وے۔۔وعلیکم السلام!" بمشکل سلام کا جواب دیتی وہ اپنے پیٹ پہ بندھے اس "
کے دونوں ہاتھوں کو دیکھنے لگی جن کا لمس اسے خود میں سمٹنے پہ مجبور کر رہا
تھا۔

میری محبت کی ان نشانیوں کو دیکھنے کی بجائے میری آنکھوں کو پڑھنے کی "
کوشش کریں۔" چہرہ اس کی گردن میں چھپاتے ہوئے وہ گھمبیر آواز میں
بولا تو اس کی سانسوں کی پر تپش لپک پہ اس کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔

او۔۔اوکے لیکن پہلے دور ہوں نا۔" اس نے خائف سے انداز میں کہا تو اس "
نے گرفت مزید مضبوط کرتے اس کی پشت اپنے سینے سے لگائی۔

آج دوریاں بڑھانے کی بات نہ کیجیے گا، بڑی صعوبتوں کے بعد یہ وصل کی گھڑیاں نصیب میں آئی ہیں۔" اس کے حرکت کرتے لب اس کی گردن سے مس ہوتے اس کے ہوش اڑا رہے تھے۔

آپ مجھے ڈرا رہے ہیں؟" اس کی گستاخیوں سے گھبراتے ہوئے وہ بے ساختہ بولی تو اس کا قہقہہ بڑا بے ساختہ تھا۔

اونہوں، میں ذرا اپنے قدم مضبوط کر رہا ہوں کیونکہ آپ کا چہرہ دیکھنے کے بعد مجھے اپنے بن پیے بہکنے کا خدشہ ہے۔" معنی خیز لہجے میں کہتے اس نے اس کا رخ اپنی طرف موڑا تو مٹھیاں زور سے بھینچے اپنی پلکیں سختی سے موندے اس کے سامنے دلہنا پے کا مکمل روپ لیے کھڑی اسے سحر زدہ سا کر گئی۔

میں نے اس کو اتنا دیکھا کہ جتنا دیکھا جا سکتا تھا

مگر پھر بھی دو آنکھوں سے کتنا دیکھا جا سکتا تھا۔۔۔۔۔

اس کے چہرے کے ملائم نقوش پہ نگاہیں گاڑھے وہ بہکے بہکے انداز میں گویا ہوا تو اسے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

تبھی وہ آگے بڑھا اور پوری شدت کے ساتھ اس کے ٹیکے پہ لب جماتا اپنی پلکیں موند گیا تھا۔

"You are my eternal pleasure and reason of life Shehry Zargham."

اس کے ماتھے پہ لب ٹکائے وہ جان نثار انداز میں بڑبڑایا تو اس کے لفظ لفظ کی حدت و شدت اس نے پوری گہرائیوں سے اپنے دل کی سماعتوں میں اترتی محسوس کی تھی۔

میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ میری دلہن بنی شہرے" ملک دنیا کی خوبصورت ترین دلہن ہے۔"اس کا لفظ لفظ محبت کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا جبکہ اس کے بے لگام ہوتے لب بڑے استحقاق سے اس کے چہرے کے نقوش کو محسوس کر رہے تھے۔

تبھی اس نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس کے دوپٹے میں لگی پنز کو نکالنا چاہا تو اس نے تڑپ کے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

ضرغام نہیں پلیز۔"اس کی شرم وحیا میں لپٹی مزاحمت بڑی بے ساختہ" تھی۔

لیکن وہ بڑی نرمی سے اس کی آنکھوں میں جھانکتا جیسے اس کے ہر خوف کو زائل کرنے کی کوشش کرتا اس کے دوپٹے میں لگی پنز جیسے جیسے اتارنے لگا،

آنے والے لمحات کو سوچتی شہرے کو اپنی سانسیں سست ہوتی محسوس ہونے لگیں۔

اس کے دوپٹے سے پنز نکالنے کے بعد جب اس نے اسی صوفے پہ جہاں اس نے اپنی شیر وانی اور کلاہ اتار کے پھینکا تھا وہیں دوپٹہ اچھالا تو اس کا دل گویا اچھل کے حلق میں آن اٹکا تھا۔

فٹنگ والی شارٹ چولی میں ملبوس شہرے کے وجود کی رعنائیوں کو مخمور نگاہوں سے دیکھتے ضرغام کی آنکھیں یکلخت لو دینے لگیں تو شہرے نے بوکھلاتے ہوئے اپنا رخ بدلا۔

رخ موڑے وہ کمرے میں چھائی معنی خیز سی خاموشی میں اپنا سانس بحال کرنے کی کوشش کر رہی تھی جب بیک گہرے گلے پہ اس کے گرم ہونٹوں کا لمس اسے لڑکھڑانے پہ مجبور کر گیا۔

یااللہ!! "اس کے ہونٹوں سے بے ساختہ سسکی سی نکلی اور وہ دونوں ہاتھوں" میں لہنگا بھینچتی اس کا لمس خود میں اترتا محسوس کر رہی تھی جس کے ہونٹ اس کی گردن کی پشت پر جبکہ ہاتھ کانوں میں موجود جھمکے اتارنے میں مشغول تھے۔

یوں اس کو جیولری کے بوجھ سے آزاد کرتا وہ اس کی گردن و چہرے کو اپنے لمس سے سرخ کر رہا تھا۔

میری زندگی میں آنے، مجھے میری تمام خامیوں سمیت قبول کرنے اور یہ" پل میری زندگی میں لانے کا بہت شکریہ میری جان۔" محبت و احترام سے کہتے ہوئے وہ اس کے بالوں سے پنز نکالتا ہوا اس کی آنکھوں کو چوم رہا تھا۔

ضر نہیں پلیز۔"اس کے بال کھولنے کے بعد اس نے جب ایک جھٹکے سے "
اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا تو وہ بے ساختہ بول اٹھی لیکن پھر اس کے دیکھنے پہ
آنکھیں میچتی اس کے سینے میں سر چھپا گئی۔
اسے بیڈ پہ لٹانے کے بعد جب اس نے اپنی قمیض کے بٹن کھولنے شروع کیے
تو اسے اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی تھی۔
تبھی وہ آنکھوں میں جذبات کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لیے اس کے نزدیک
آتا اس پہ جھکا تو اس کا دل چاہا وہ کہیں غائب ہو جائے۔
اس کے مردانہ کولون کی مہک اسے اپنے اندر تک اترتی محسوس ہو رہی تھی
وہ اس پہ چھایا ہوا اس کے اس قدر نزدیک تھا۔

ریلیکس رہیں شہرے اور اتنے سالوں کی شدتوں اور جذبات کو برداشت "
کرنے کی کوشش کریں۔"بھاری گھمبیر لہجے میں بولتے ہوئے اس نے اس
کی گردن میں ڈائمنڈ لاکٹ پہناتے ہوئے اپنی محبت کی مہر ثبت کی تو وہ سختی

سے بیڈ شیٹ ہاتھوں میں جھکڑ گئی مگر اس نے بہت نرمی سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے ہاتھ بڑھا کے لائٹ آف کی تو اس کی گرفت میں موجود شہرے کو اپنی سانس بھی رکتی محسوس ہوئی تھی۔

ایک ہاتھ میں اس کے ہاتھ جھکڑے وہ دوسرے ہاتھ اس کی شرٹ کو کندھے سے سرکاتے ہوئے اس کے کندھے پہ اپنا لمس چھوڑنے لگا تو مچلتی ہوتی شہرے اس کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ آزاد کرواتی زور سے اس کی گردن کے گرد بازو حمائل کرتی گویا خود کو اس کے حوالے کر گئی۔

اور اندازِ سپردگی کی اس ادا پہ سرشار ہوتا وہ گزرتی رات میں اپنی جنون خیزی کے باعث اس کی سانسوں کے ڈوبنے اور ابھرنے کا باعث بنتا اس کی روح تک میں اتر گیا تھا۔

جبکہ شہرے جس نے کبھی اس شخص کے ساتھ ایسا تعلق کچھ نہ تھا وہ اس وقت اس شخص کو اپنی روح تک میں اترتا محسوس کرتی بوکھلاتی شرماتی اس کی بانہوں میں سمٹ رہی تھی۔

وہ دونوں کچن میں سلیب کے سامنے کھڑے اپنی اچانک زور آور ہونے والی بھوک سے نپٹنے کے لیے میکرونیز بنا رہے تھے۔

یہ اور بات تھی کہ بنانے والا کام نگاہ کر رہی تھی جبکہ اس کے ساتھ کھڑا نین میکرونیز سے زیادہ رومینس پہ فوکس کر رہا تھا۔

نین ہم کچن میں ہیں۔"اس کی شرارتوں سے خائف ہوتی نگاہ بظاہر اسے" گھورتے ہوئے بولی تو وہ زور سے اس کے رخسار کو چھوتا ہوا اس کے کندھے پہ تھوڑی ٹکا گیا۔

تو جب تم بیڈ روم کی بجائے زیادہ تر وقت ادھر ادھر گزارو گی تو مجھے کچن" رومینس ہی کرنا پڑے گا نا۔"شرارت سے کہتے ہوئے اس نے اس کی گردن پہ اپنے ہونٹ مس کیے تو اس کے ہونٹوں پہ شرمگیں مسکان پھیل گئی جسے دباتے ہوئے وہ اس کی جانب مڑی۔

یہ صبح کا تیسرا شکوہ ہے تمہاری طرف سے، خیر ہے نا؟"چونکہ وہ سبزیاں" بوائل کے لیے رکھ چکی تھی اس لیے تھوڑا ریلیکس ہو کے مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھی۔

بالکل خیر نہیں ہے۔تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ ہماری بھی نئی نئی شادی" ہوئی ہے۔"اس کے رخسار سہلاتے ہوئے وہ محبت بھرے لہجے میں گویا ہوا تو اس نے پیار سے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے اس پہ اپنے لب دھرے۔

اتنی مشکلوں سے ملے ہو تم۔یہ بات بھلا کیسے بھول سکتی ہوں۔"آنکھوں" میں چاہت کے دیپ جلائے وہ پیار سے بولی اور ہولے سے نزدیک ہوتی وہ اس کے چہرے پہ اپنا دوسرا ہاتھ رکھتی بہت نرمی سے اس کے ہونٹوں کو چھونے کے بعد حیا آمیز مسکان لیے پیچھے ہٹی لیکن اس کے مضبوط بازو کے حصار نے اسے وہیں روک دیا۔

کہ اس کی اس بے ساختہ حرکت پہ بہکتا ہوا نین پوری شدت کے اس کے ہونٹوں پہ تسلط جماتا اسے لڑکھڑانے پہ مجبور کر گیا۔

اس نے اس کے سینے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پرے کرنا چاہا لیکن وہ مکمل طور پر اس کے وجود کے نشے میں گم اس کے لبوں کا جام پیے جا رہا تھا۔

جبکہ وہ اس کے بازو تھامے اس جذباتیت کے مدہم ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

"میں تمہیں بہت شریف سمجھتی تھی۔" ہونٹوں کو رہائی ملنے پر اس کے سینے پہ سر دھرتی وہ مدہم لہجے میں گویا ہوئی تو اس کے کندھے کو ہونٹوں سے چھوتا وہ زیرِ لب بڑبڑایا تھا۔

"شرارت" شوہر کو شریف سمجھنا بیویوں کی سب سے بڑی غلطی ہے۔ بھری سنجیدگی سے کہتا وہ اسے بیچارگی سے سر ہلانے پر مجبور کر گیا۔

تبھی سبزیوں کے جلنے کا خیال آتے ہی وہ سرعت سے کوکنگ رینج کی طرف متوجہ ہوئی۔

"پین میں آئل ڈالتے ہوئے اسے" زوالنورین اب تک گھر کیوں نہیں آیا؟ اچانک خیال آیا تھا۔

کیونکہ وہ اپنی میم کا دماغ مزید خراب کرنا چاہتا ہے۔" نین نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تو وہ نفی میں سر ہلاتی اس کا نمبر ملانے لگی۔

جو اس وقت رہبان کے ساتھ سڑک کنارے موجود تھا۔

مکمل سولہ سنگھار کیے وہ دلہناپے کا مکمل روپ دھارے بیڈ پہ بیٹھنے کی بجائے اس صوفے پہ بیٹھی تھی جس پہ اکثر وہ اسے پڑھانے کے لیے بیٹھا کرتی تھی۔ بے چینی سے دبیز کارپٹ کو پاؤں کے انگوٹھے سے رب کرتی ہوئی وہ دیوار گیر گھڑی پہ بھی گاہے بگاہے نظر ڈال رہی تھی جہاں سوئی بارہ کے ہندسے کو چھونے کے قریب تھی۔

تبھی دروازے پہ نامانوس سی دستک ہوئی تو وہ چونکی۔اسی لمحے دروازہ کھلا اور دروازے کی چوکھٹ پہ ذوالنورین کو سہارا دیے رہبان کو دیکھ کر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

السلام علیکم زحلے !"رہبان کے سنجیدگی سے مخاطب کرنے پہ وہ جو پھٹی" پھٹی نگاہوں سے ذوالنورین کے ماتھے پہ لگی بینڈیج اور ایک ہاتھ میں پکڑی سٹک کو دیکھ رہی تھی، یکلخت چونکی تھی۔

وے۔۔وعلیکم السلام ! یہ۔۔۔۔۔"اس نے بے ساختہ مہندی لگے ہاتھ کی" انگلی سر کور ہبان کے کندھے پہ نڈھال سے انداز میں جھکائے ذوالنورین کی جانب اٹھی تھی۔

اپنا سر اٹھا میرے کندھے سے، کسی ترسی ہوئی ہیروئین کا ڈپلیکیٹ لگ" رہے ہو۔"رہبان نے اس کا چہرہ اپنے کندھے میں چھپا ہوا محسوس کیا تو بیئرڈ اور مونچھوں کی چبھن سے جھنجھلایا۔

چہرہ اٹھا کے میم کی طرف دیکھا تو پھر کچھ یاد نہیں رہے گا۔"اس کی"
بڑبڑاہٹ کے جواب میں وہ بھی مدہم سا بڑبڑایا تو وہ صبر کے گھونٹ بھر کے
رہ گیا۔

"یہ بس ضرغام کی طرف سے آتے اس کا ہلکا سا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔دونوں
ٹانگوں پہ چوٹ آئی ہے کچھ دن چلنے پھرنے میں مسئلہ ہو گا۔یہ تو کہہ رہا تھا کہ
ہاسپٹل ہی رہنے دو میم ناراض ہیں ایویں میری وجہ سے ڈسٹرب ہوں گی
لیکن میں گھر لے آیا کہ میں اس کے ساتھ ہاسپٹل نہیں رک سکتا تھا۔"اتنا
سنجیدہ رہبان شاید ساری زندگی نہ رہا تھا جتنی سنجیدگی کا مظاہرہ وہ اس وقت
کر رہا تھا۔

جبکہ رہبان کی بات سنتی زحلے کو اپنے دماغ میں دھماکے ہوتے محسوس ہو رہے تھے کہ وہ اس کے پاس آنے کی بجائے ہاسپٹل میں رہنے کو ترجیح دے رہا تھا۔

آہہ!"وہ جو غم وغصے کی شدت سے پینک ہونے کو تھی اس کی درد بھری کراہ پہ ہوش میں آتی اس کی طرف لپکی تو زیورات کی چھنک پہ رہبان کے سہارے کھڑے ذوالنورین کا دل مچل اٹھا لیکن۔۔۔۔۔۔۔۔

آپ پلیز ان کو بیڈ پہ بٹھائیں، ایسے کھڑے رہنے سے تو مزید تکلیف ہو" گی۔"اس نے اس کے ہاتھ سے چھری لیتے ہوئے رہبان سے کہا کیونکہ اسے اب ان سہاروں سے وحشت ہونے لگی تھی۔وہ کبھی بھی اب زندگی میں اس شخص کو ایسے کسی سہارے کا محتاج نہیں دیکھ سکتی تھی۔

تبھی اپنے غصے کو فی الوقت کے لیے پسِ پشت ڈال کے اس نے اپنے مہندی، انگوٹھیوں سے سجے نازک ہاتھ میں اس کا بازو تھاما اور رہبان کے ساتھ اسے سہارا دیتی بیڈ کی طرف لے جانے لگی۔

اوکے میں اب چلتا ہوں۔اگر رات میں کسی سہارے کی ضرورت محسوس" ہو تو نین یا مجھے کال کر لینا۔"زحلے جو نیم دراز ذوالنورین پہ جھکی اس کی کمر کے پیچھے تکیہ سیٹ کر رہی تھی۔

رہبان کے ایک دفعہ پھر سے اسی طرح کے ملتے جلتے الفاظ دہرانے پہ اس کے اندر آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔

اس کا دل چاہا وہ اپنے وجود کو بھی آگ لگا دے اور اس شخص کو بھی جھنجھوڑ کے رکھ دے۔

جب بیوی نہیں تھی تب تمہارا خیال رکھا، جب تم نے بدلہ لینے کے لیے" نکاح کیا تب بھی تمہارا خیال رکھا لیکن آج جب تم نے یہ لباس فاخرہ مجھے دیا کہ تمہیں اپنا ولیمہ حلال کرنا ہے تو آج تمہیں یاد آرہا ہے کہ میں تمہارا خیال نہیں رکھ سکتی۔" رہبان کے باہر نکلتے ہی وہ ایک دم سے پھٹ پڑی تو ذوالنورین جو کب سے اس کی طرف دیکھنے سے دانستہ پرہیز کر رہا تھا۔ اس کے بلند لہجے میں گھلتی نمی محسوس کر کے بے چینی سے اس کی طرف دیکھا تو نگاہ جیسے ساکت ہو گئی تھی۔

اس کے نام کا سنگھار کیے وہ بھاری لہنگے میں ملبوس گہرے سانس لیتی سرخ ہوتی آنکھوں کے ساتھ اس کی طرف متوجہ اس کو اپنے حصار میں جکڑ رہی تھی۔

میرا دماغ خراب تھا جو ایک دفعہ پھر سے تم پہ یقین کر کے آج تمہارا انتظار" کر رہی تھی حالانکہ تم ت۔۔۔۔۔۔۔" اسی انداز میں بولتی وہ غم و غصے کا شکار

لگ رہی تھی جب بیڈ پہ نیم دراز ذوالنورین نے لپک کے اس کی کلائی تھامی اور ایک جھٹکے سے اسے اپنی طرف کھینچا۔

تو وہ زیورات کی دلفریب گونج کے ساتھ اس کے چوڑے وجود کا حصہ بنی تھی۔

آپ کچھ ولیمہ حلال کرنے کے بارے میں بات کر رہی تھیں۔اتنی دور" سے واضح سنائی نہیں دے رہا تھا زرابات دوبارہ دہرائیں۔"اپنے بے حد نزدیک اس کے حیران چہرے کے دلکش نقوش کو والہانہ نگاہوں سے تکتے ہوئے وہ گھمبیر لہجے میں گویا ہوا تو وہ ایک دم سے ہوش میں آتی اس کی گرفت میں مچلی تھی۔

چھوڑو مجھے ذوالنورین۔"اپنی پوری قوت لگاتی وہ اس کی گرفت سے آزاد" ہونے کے لیے مچل رہی تھی۔

محبت کرتی ہیں نا مجھ سے ؟"اس کی کوشش ناکام بناتے ہوئے اس نے اس" کی کمر پہ ہاتھ کا دباو بڑھاتے ہوئے اسے اپنے مزید نزدیک کیا تو وہ تھم سی گئی۔

اس کی مسکارے اور آئی شیڈو سے سجی مخمور آنکھیں بڑے بے ساختہ انداز میں اس کی جانب اٹھیں جو چند لمحے قبل کی نسبت اس وقت بڑے سکون سے لیٹا ہوا اس کی طرف متوجہ تھا۔

میم ! محبت کرنے لگی ہیں نا مجھ سے ؟"اس کی اٹھی ہوئی ساحر آنکھوں میں" جھانکتے ہوئے وہ گہرے لہجے میں گویا ہوا تو اس کا دل سینے کی دیواروں سے ٹکرانے لگا لیکن سر بدقت نفی میں ہلا۔

آپ کی آنکھیں آپ کے جواب کی منافی کر رہی ہیں۔"اس کے نفی میں" سر ہلانے پہ زیرِلب مسکراتا ہوا وہ بولا تو وہ جیسے کسی گہرے خواب سے جاگی تھی۔

میری آنکھوں پہ غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ چھوڑو مج۔۔۔۔۔"وہ" اب اپنے ہاتھوں کے ساتھ اپنی ٹانگوں کو ہلاتی ہوئی اس کی گرفت سے آزادی کے لیے حرکت کر رہی تھی جب اچانک ذوالنورین نے اپنی ٹانگوں سے اس کی ٹانگوں کو لاک کیا تو اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے گردن گھما کے اس کی ٹانگوں کو دیکھا اور پھر ایک نظر اس کے ماتھے پہ لگی بینڈیج کو۔

پھر دھڑکتے دل کے ساتھ تیزی سے ہاتھ بڑھا کے ماتھے پہ لگی بینڈیج ایک جھٹکے سے کھینچی تو شفاف پیشانی اس کو بھڑکا کے رکھ گئی۔

تم۔۔۔۔۔۔"ایک دم سے اس کا ہاتھ اٹھا اور اس کے رخسار پہ جا پڑا جبکہ "
دوسرا ہاتھ قمیض کے گریبان کو جھنجھوڑے جا رہا تھا۔
جبکہ وہ جو اس کے اچانک بینڈیج کھینچنے پہ ٹھٹھکا تھا اس کے اس قدر غیر
متوقع رد عمل پہ ششدر سا رہ گیا جو دلہن کا روپ لیے اس پہ لیٹی اس کو زدو
کوب کرتی جا رہی تھی۔
مگر چونکہ غلطی اس کی تھی اس لیے وہ بڑے تحمل کے ساتھ اس کے سامنے
لیٹا اس کے تھپڑ برداشت کر رہا تھا۔
مگر پھر اس کی آنکھوں سے نکلتے آنکھوں اس کے صبر کو تار تار کرنے لگے۔

نفرت کرتی ہوں میں تم سے شدید نفرت۔ تمہیں اندازہ ہے کہ تمہیں"
ایک دفعہ پھر سے کسی کا سہارا لیے دیکھ کر میرے دل پہ کیا بیتی
ہے۔۔۔۔۔۔۔"اچانک ہی وہ ایک ہاتھ سے اس کی کمر پہ دباو بڑھاتا دوسرا
ہاتھ اس کے بالوں میں الجھاتا اس کے ہونٹوں کو نرمی سے چومتا اس کے

الفاظ خود میں جذب کرنے کی کوشش کرنے لگا تو زحلے جو اس کی اس اچانک حرکت پہ دم بخود سی ہو گئی تھی اس کا فریب یاد آنے پہ فوراً چہرہ پرے کرتی کپکپاتے نم ہونٹوں کے ساتھ گویا ہوئی۔

میں جو یہاں تمہارے لیے تمہارا انتظار کر رہی تھی تمہیں ایسے آتے دیکھ" کر میرا کیا حال ہوا تھا۔ ہیٹ یو۔۔۔۔"ایک دفعہ پھر سے ذوالنورین کے ہونٹوں نے اس کا غصہ خود میں مدغم کرنے کی گستاخی کی اور بڑی شدت سے اس کے ہونٹوں پر بوسہ دیتے ہوئے اس کے لب آزاد کیے تو وہ گہری سانس بھرتی اسی کے سینے پہ جیسے تھک کے سر ٹکا گئی۔

آئی۔۔۔۔جسٹ ہیٹ یو، ذوالنورین میر!"اب کی بار لہجے میں نمی نہیں" .مگر اس کی شدتوں کے باعث کپکپاہٹ تھی

"But you are the woman to whom I want to spend my whole life in love."

اس کو پوری شدت کے ساتھ اپنی بانہوں میں بھینچتے ہوئے وہ دل کی گہرائیوں کے ساتھ بولا تو اس کے سینے سے لگی زحلے کو اس کی دھڑکنیں بھی اس بات کا ورد کرتی محسوس ہوئی تھیں۔

ایسا کیوں کیا؟" کچھ ثانیے بعد اس کے سینے سے سر اٹھاتی وہ شکوہ کناں انداز" میں بولی تو ذوالنورین نے ہاتھ بڑھا کے اس کے سر کتے ہوئے جھومر پہ اپنے ہونٹ رکھے۔

کیونکہ آپ ناراض تھیں۔"سادگی سے جواب دیتے ہوئے وہ اس کے"
ڈھلکے ہوئے دوپٹے کو بڑی سہولت سے اس کے وجود سے الگ کرتا بیڈ کی
ایک طرف اچھالتا کانپنے پہ مجبور کر گیا۔

ذوالنورین!"اس نے لرزتے ہوئے اسے دیکھا جو بڑی مخمور نگاہوں سے"
اسے دیکھتا اس کا حلق خشک کر گیا۔

اپنا نام آپ کے ہونٹوں پہ محسوس کرنا میرے لیے سب سے بڑا نشہ"
ہے۔"جذبات کی شدت سے بوجھل ہوتی آواز کے ساتھ کہتا ہوا وہ اس کے
رخساروں کو چھو رہا تھا جب اس کے دونوں ہاتھوں کا لمس وہ اپنی چولی کے
پچھلے گلے پہ بندھی ڈوری پہ محسوس کرتی وہ اس شدت کے ساتھ اس کی
قمیض مٹھیوں میں جھکڑ گئی کہ اس کے سینے کے بال تک اس کی گرفت میں آ
گئے۔

اس کی اس بے اختیارانہ حرکت پہ کھل کے مسکراتے ہوئے وہ خود پہ جھکی زحلے کی کمر پہ بندھی ڈوری کو کھینچتا اسے تڑپنے پہ مجبور کر گیا۔

اس کے ڈوری کھینچنے سے ڈوری کے کھل جانے پہ وہ تڑپ کے اس کی ڈھیلی ہوئی گرفت سے نکلتی اپنا رخ موڑتی گہرے سانس بھرتے ہوئے اپنی دھڑکنوں کو اعتدال میں لانے کی سعی کرنے لگی۔

اس کے یوں اٹھ کے رخ بدلنے پہ ذوالنورین نے دائیں کہنی بیڈ پہ جماتے ہوئے اس کی طرف دیکھا جو اس کی طرف پشت کیے لرز رہی تھی۔

جبکہ گہرے گلے سے جھلکتی اس کی مومی کمر پہ نظر پڑتے ہی اس کے اندر جذبات کا طوفان امڈنے لگا جبکہ اس کے وجود کی طلب جسم و جان میں آگ بھڑکانے لگی۔

زحلے!" مخمور آواز میں کی گئی سرگوشی اور کمر پہ سرکتے لبوں کی بے باک" حرکت پہ وہ جیسے مرسی گئی تھی۔

یہ پہلی دفعہ تھا جب اس نے پوری جاذبیت وشدت کے ساتھ اسے اس کے نام سے پکارا تھا۔

اور اس سمے زحلے کو فقط اپنے نام کی گونج ہر سوں گونجتی محسوس ہو رہی تھی۔

میں نے اک عرصے سے تجھے ورد میں رکھا ہے

میرے ہونٹوں پہ تیرے نام کے چھالے ہیں بہت۔۔۔۔

گھمبیر لہجے میں بولتا ہوا وہ آگے بڑھا اور اس کی پشت پہ نگاہیں جمائے اس نے اس کے گلے میں موجود نیکلس کی ڈوری کو اپنے ہونٹوں کی زد میں لیا تو اس کی سانسیں بھاری ہونے لگیں۔

اگلے ہی لمحے اس کا نیکلس چھوٹ کے اس کی گود میں آن گرا لیکن اس کی گردن اس کے بے لگام ہونٹوں کے لمس سے سرخ ہوتی جا رہی تھی۔

ذوالنورین پلیز! میری سانس بند ہو جائے گی۔" ایک ہاتھ سے اس کے بال" اس کے بائیں کندھے پہ پھیلائے وہ ان میں چہرہ چھپائے دوسرا ہاتھ اس کی گردن کے پیچھے سے گزارتا اس کی بیوٹی بون سے الجھتا اس کی سانسوں کو مدہم کر رہا تھا۔

جب وہ دبی دبی سی آواز میں گویا ہوئی تو ذوالنورین نے ان ریشمی گھنگر گھٹاوں کی تحویل سے چہرہ نکالتے اسے دیکھا جو شرم وحیا کی سرخی سے سجی اس کا ایمان متزلزل کر رہی تھی۔

اور اگر آج میں آپ سے دور رہا تو میری سانس بند ہو جائے گی زحلے۔""

اس کے ہونٹوں پہ سجے مہرون رنگ کو پر تپش نگاہوں سے دیکھتا وہ اس کا رخ

بدلتے اس کی بیوٹی بون پہ جھکا تو زحلے نے زور سے اس کے گرد بازو حائل کرتے گویا جائے فرار چاہی تھی۔

سیدھا ہوتے ہوئے اس نے اس کی گردن کو دیکھا جو اس کی ہی شدتوں کے باعث سرخ ہوتی اس کو ترنگ بھرے احساسات سے دوچار کر گئی تھی۔ اس کی آنکھوں کی لو سے گھبراتی زحلے اپنے لب کچلتی اس کے ضبط کا شیرازہ بکھیر کے رکھ گئی تبھی وہ اس کی گردن پہ دونوں ہاتھ رکھتا پوری شدت سے اس کے مہرون رنگ سے سجے ملائم ہونٹوں پہ جھکا تو اس کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل سی گئیں لیکن اگلے ہی پل وہ ایک ہاتھ سے اس کے کھلے گریبان سے جھلکتے سینے کے بال دبوچتی دوسرا بازو مضبوطی سے اس کی کمر کے گرد حائل کرتی سختی سے پلکیں موند گئی تھی۔

پوری شدت و جنون خیزی کے ساتھ اس کے ہونٹوں کی نرمی خود میں جذب کرتا وہ اپنے پیروں کی انگلیوں سے اس کے لہنگے سے جھانکتی سپید پنڈلیوں کو چھونے لگا تو زحلے کا دل جیسے اس کے ہاتھوں میں دھڑکنے لگا۔

مجھے ایک نئی زندگی دینے، اس زندگی میں رنگ بھرنے اور اس نئے سفر " میں مجھے اس انداز میں شامل کرنے پر شکریہ میم۔"اس کے ہونٹوں کو رہائی بخشتا ہوا وہ اس کی سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھتا بات کے اختتام میں شرارت سے مسکرایا تو ایک مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پہ بھی پھیل گئی۔

اب کیا میں صحیح سے اپنا ولیمہ حلال کر سکتا ہوں؟"اپنے ہونٹوں پہ مچلتی " مسکراہٹ کو بمشکل دباتے ہوئے وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا بے باکی سے بولا تو اس کا رنگ دہکتے انگارے کی مانند سرخ ہوا جبکہ کانوں سے گویا دھواں نکلنے لگا تھا۔

یاخدا! "اس کی بے باک نگاہوں سے گھبراتی وہ کچھ اور چارہ نہ پاتی اسی کے "
سینے میں خود کو چھپاتی ان نگاہوں کی گرمی سے بچنے کی ناکام سعی کرنے لگی۔
جبکہ اس خود سپردگی پہ گہرے نشے میں چور ہوتا وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنی
گرفت میں لیتا اوپر تکیے کے ساتھ پِن کرتے ہوئے پوری قوت و شدت کے
ساتھ اس پہ جھکتا اس کی روح تک میں اترنے لگا تھا۔
جبکہ اس کی شدتوں اور جنون خیزیوں سے گھبراتی بوکھلاتی زحلے اس کا نام
سرگوشی نما آواز میں پکارتی اس کی گردن میں چہرہ چھپاتی کبھی اس پہ اپنے
لب جمارہی تھی تو کبھی دانت پیوست کر رہی تھی۔
اس کی ان معصومانہ حرکتوں سے مزید بہکتے ہوئے وہ اپنے ہونٹوں سے اس
کے وجود کے نشیب و فراز کو محسوس کرتا اس رات کو اپنی محبت اور جنون
خیزی کے رنگوں سے سجاتا بیتے دنوں کی تلخیوں کو زائل کرتے ہوئے دل و
جان میں اتر رہا تھا۔

اوراس کی بانہوں میں سمٹی زحلے بھی اس کے منہ زور جذبات کی شوریدگی کے باعث اس کے سنگ بہکتی چلی گئی۔

رات کی تاریکی میں وہ تاروں سے چمکتے آسمان پہ نظریں جمائے ٹیرس پہ موجود فلور کشنز پہ اپنے عقب میں براجمان رہبان کے حلقے میں موجود اس کے سینے پہ سر رکھے اس کے ساتھ پشت ٹکائے بیٹھی اسی کے ہاتھ کی بنی چائے پی رہی تھی۔

ویسے یہ میرے جیسے شخص کے ساتھ زیادتی نہیں ہے۔"اس کے بالوں کی" مہک خود میں اتارتے رہبان نے سنجیدگی سے استفسار کیا تو چائے کے سپ

لیتی آبگینے نے گردن اس کی جانب موڑتے استفہامیہ انداز میں ابرو اچکائے۔

"کیسی زیادتی؟"

یہی کہ میری بیوی اس حالت میں میری محبت کو قبول کرنے کے بعد" میرے ہاتھ کی بنی چائے نوش فرما رہی ہے۔"اس کے سراپے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے جس انداز میں کہا آبگینے کو ایک دم سے اس سے ٹوٹ کے اتنی حیا آئی تھی کہ وہ اسے ڈھنگ سے گھور بھی نہ سکی۔

بہت اچھا ہوا ہے اور میرا بیٹے نے جیسے آج آپ کی بے شرمی اور بے باکی" سے مجھے بچا کے رکھا ہے نا ویسے ہی بعد میں بھی بچائے گا۔"اس کی بے شرمی سے جھنجھلاتی وہ خالی ہوئے مگ کو سائیڈ پہ رکھتی بولی تو رہبان کو جیسے غش پڑنے لگا۔

خبر دار! یہ تو میں ابھی اس کا لحاظ کر رہا ہوں۔ جس دن اس نے اس دنیا میں" آنکھیں کھولیں میں اسے اس کے دادا دادی کے حوالے کر کے اس کے دوسرے بہن بھائی کے لیے اس کی ماں کی منت کروں گا۔"جواباً وہ جس تیزی اور برجستگی کے ساتھ بولا آبگینے کا دل چاہا وہ کہیں دیوار پہ جا کے سر دے مارے۔

آپ۔۔۔آپ ایسے کیوں ہیں؟"وہ زچ ہوتی گویا ہوئی تو رہبان نے" مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے دیکھا اور پھر اس کے رخساروں کو زور سے چومتا ہوا اسے گڑبڑا سا گیا۔

یہ چہرہ، یہ وجود، یہ احساس، یہ رشتہ ہے میرے ایسے ہونے کی وجہ۔"" کمال سادگی کا مظاہرہ کرتا وہ اسے ہی موردِ الزام ٹھہرا گیا۔

پھر میں ایسی کیوں نہیں ہوں؟"اس کے چہرے کو دیکھتی وہ متبسم لہجے"
میں اسے تنگ کرنے کو گویا ہوئی۔

تو آؤ نا بن جاو۔"ایک جھٹکے سے اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کرتا وہ اسے"
خود پہ جھکاتا ہوا گھمبیر لہجے میں بولا تو پل بھر کے لیے گھبرائی۔
لیکن اگلے ہی پل اپنی پوری ہمت مجتمع کرتی اس کی کشادہ پیشانی پہ جھکی اور
اپنے کپکپاتے لب وہاں دھرے۔
پھر اس سحر انگیز آنکھوں پہ جھکی پھر رخسار اور پھر۔۔۔۔۔
وہ اس مقام پہ آتی بے اختیار جھجھکی تھی لیکن دوسری جانب وہ اس کی اس
پیش قدمی پہ بہک چکا تھا وہ بنا کسی جھجھک کے خود پہ جھکی آبگینے کے ہونٹوں کو
چھونے لگا تو وہ بھی زور سے پلکیں موندتی ان لمحوں کو محسوس کرنے لگی۔

جبکہ ٹیرس پہ جھانکتا چاند اس معنی خیزی خاموشی پہ شرماتا ہوا بادلوں کی اوٹ میں چھپ گیا۔

بھاری پردوں کے باعث کمرے میں چھائی مدہم سی تاریکی ابھرتی صبح کے آثار دکھانے سے قاصر رہی تھی۔

ایسے میں ضرغام کی بانہوں میں بکھری سی شہرے گہری نیند میں گم تھی جب دروازہ ناک ہونے کی آواز سے اس کی نیند میں خلل پڑا تو اس نے کسمساتے ہوئے کروٹ بدلنے چاہی جب خود کے گرد کسی مضبوط زنجیر کی مانند لپٹے اس کے بازو کے لمس پہ اس کا ذہن مکمل طور پہ نیند کے خمار سے نکلا تو گزری رات کے مناظر اس کی آنکھوں میں جھلملانے لگے۔

اس نے بے ساختہ گردن گھما کے اپنے پہلو کی طرف دیکھا تو اپنے بے حد نزدیک اس کا خوبصورت وخوبرو چہرہ دیکھ کر اس کا دل بے ساختہ دھڑک اٹھا۔

اس نے کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ یہ شخص کبھی اس کے اتنے نزدیک ہو گا۔

اس نے اس کی طرف کروٹ لیتے ہوئے اس کے چہرے کو نہارتے اپنا ہاتھ بڑھا کے اس کی بند پلکوں کو چھوا تو دل میں ایک میٹھی سی لہر دوڑ گئی۔

آج مجھے یقین ہو گیا ہے کہ مرد کو بہکانے کا باعث عورت کی خوبصورت" ادائیں ہی ہیں۔"ضرغام کی گھمبیر نیند کے خمار میں ڈوبی اچانک آواز پہ اس کا دل اچھل کے حلق میں آن اٹکا۔

اس نے خائف سے انداز میں اسے دیکھا جو ہنوز پلکیں موندے اس کے بے حد قریب لیٹا ہوا تھا۔

صبح بخیر زندگی۔"اسے یوں خائف ہو کے دیکھنے پر اس نے اس کے گرد" لپٹے بازو کی مدد سے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا تو وہ لب دانتوں تلے دبا کے رہ گئی۔

ضرغام پلیز! بس۔۔بس کریں۔" گردن کو لبوں سے چھوتے جب لب" بے لگام ہوئے تو اسے رات والے جنون خیز روپ میں آتے دیکھ کر اس کے حواس خطا ہونے لگے۔

کس نے کہا تھا کہ بھڑکتی آگ کو مزید تیل دکھائیں۔"اس کی شرٹ کے" بٹنز پہ معنی خیز نظریں گاڑھے وہ گہرے لہجے میں بولتا سر تا پا حیا سے جھنجھوڑ کے رکھ گیا۔

باہر سب ویٹ کر رہے ہوں گے پلیز۔"اس کی مدہوش نگاہوں کے بے"
باک تقاضوں سے گھبراتی وہ مدہم آواز میں گویا ہوئی تو وہ نفی میں سر ہلاتا ایک دفعہ پھر سے اس پہ جھکا۔

جس کی طلب تھی کہ بڑھتی جا رہی تھی، پیاس تھی کہ بے حد و بے حساب ہو رہی تھی۔دل تھا کہ اس کی قربت کے لیے مچل رہا تھا۔

اس کے وجود کی نرمیوں کو محسوس کرتا وہ ایک بار پھر سے اس کی سانسوں پہ تسلط جماتا جذبات کے سمندر میں بہتا چلا گیا۔

گیلے بال پشت پہ بکھیرے وہ ہلکے گلابی رنگ کے لانگ شرٹ ٹراوزر میں ملبوس، دوپٹہ شانے پہ دھرے کچن سلیب کے سامنے کھڑی جلدی جلدی ہاتھ چلاتی چائے بنا رہی تھی۔

جب اچانک اپنے گرد مضبوط بازو کا حصار محسوس کرتی وہ اچھل سی گئی۔

مگر گردن کے گرد لپٹی چین پہ محسوس ہوتے لمس اور روح تک میں اترتی خوشبو کے احساس نے فوراً جتایا کہ آنے والا کون تھا۔

اتنی جلدی کیوں اٹھ گئیں؟"اس کی گردن،اس کے کندھے،رخسار،نم" بالوں پہ جابجا اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑتا وہ خمار آلود لہجے میں بولا تو منتشر دھڑکنوں کے ساتھ اسی میں سمٹتی زحلے نے گہری سانس خارج کی۔

مجھے بھوک لگ رہی تھی۔"آہستگی سے جواب دیتے ہوئے اس نے اس" کے بازو کا حصار توڑنا چاہا لیکن وہ اس کے نم بالوں میں چہرہ چھپائے گہری سانس بھرتا گویا اپنی سانسوں کو معطر کر رہا تھا۔

آج بھی نہیں بتائیں گی کہ کونسا پرفیوم یوز کرتی ہیں آپ؟"اس کی کمر سے "
چپکی نم شرٹ پہ اپنی انگلیاں پیانو کی طرح بجاتے ہوئے وہ ذو معنی انداز میں
بولا تو زحلے کا چہرہ فوراً کپڑوں کے ہم رنگ ہوا۔
جبکہ دل گویا وہیں دھڑکنے لگا جہاں اس کا لمس اپنا جادو بکھیر رہا تھا۔

ہم کچن میں کھڑے ہیں، یہاں کوئی بھی آسکتا ہے۔"اس نے اس کی "
مدہوشی پہ گویا بندھ باندھنا چاہا جو کچن کو لواسپاٹ بنائے بڑے استحقاق سے
اس کے ساتھ مگن تھا۔

ڈونٹ وری جو آئے گا، وہ واپس بھی چلا جائے گا۔"اس کے لاپرواہی سے "
کہنے پہ زحلے ایک جھٹکے سے اس کی جانب مڑی جو سیاہ ٹراوزر پہ سیاہ کلر کی لوز
سی شرٹ جس کے اوپری تین بٹن کھلے تھے پہنے آنکھوں میں نیند اور اس کی
قربت کا خمار لیے مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ تھا۔

اس کی کھلے گریبان سے دکھائی دیتی اس کی گردن پہ اپنے دانتوں اور ناخنوں کے نشانات دیکھ کر اسے خجالت و شرمندگی محسوس ہوئی تو فوراً پلکیں جھپکاتی خود کو سنبھالنے لگی۔

"مجھے شروع میں لگا تھا کہ آپ بہت اچھے اور میچیور ڈسٹوڈینٹ ثابت ہو گے لیکن آپ جیسا بے شرم سٹوڈینٹ اور شوہر میں نے آج تک نہیں دیکھا۔" وہ رات سے اس کی بے شرمی کے اتنے مظاہرے دیکھ چکی تھی کہ اب وہ زچ سی ہوتی بول اٹھی۔

"چونکہ آپ مجھے جو کلاسز دے رہی تھیں ان کی ڈگری میں دو سال پہلے لے چکا تھا تو میم میں کبھی سٹوڈینٹ بن کے آپ کے سامنے بیٹھا ہی نہیں۔" اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ ڈھٹائی سے گویا ہوا تو زچ ہو کے اس شخص کو

دیکھ کے رہ گئی جس نے نجانے مزید کون کون سے انکشافات اس پہ کرنے تھے۔

تم واقعی اپنی ڈگری مکمل کر چکے تھے لیکن شازمین میر کو تو علم نہیں تھا۔""
وہ ایک دفعہ پھر سے آپ اور تم کے چکر میں الجھ پڑی تھی۔

اس عورت کا ذکر نہیں کریں اور میں نے دو سال پہلے اس فیز سے نکلتے ہی"
اپنی ڈگری مکمل کی تھی۔آپ کے سامنے میں اتنے دن ہی سٹوڈینٹ کی شکل
میں آیا جب تک مجھے آپ کی گردن میں یہ موتی نظر نہیں آیا۔اس کے بعد
اگر آپ غور کرتیں تو میرا دھیان نوٹس کی بجائے اسی پہ مرکوز ہوتا تھا۔"
خلافِ عادت تفصیلی جواب دیتا وہ اس کو پلکیں جھپکانے پہ مجبور کر گیا۔
اسی لمحے موبائل فون کی چنگھاڑتی آواز پہ ذوالنورین نے ٹراوزر کی جیب سے
موبائل نکال کے دیکھا تو 'رہبان کالنگ' دیکھ کر زحلے اس کی گرفت سے

نکلتی ٹھنڈی ہو چکی چائے کو افسوس سے دیکھتی فریج سے فروٹس نکالنے لگی۔

"کیسی گزری رات؟ معافی آسانی سے مل گئی تھی یا پھر تھپڑوں سے" گھونسوں کی برسات ہوئی تھی؟" رہبان کی چہکتی ہوئی آواز موبائل کے سپیکر سے گونجی تو جہاں ذوالنورین نے کھا جانے والی نگاہوں سے موبائل کو دیکھا تھا وہیں دانتوں میں رس بھری سٹابری لیے زحلے کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی۔

اس کی ہنسی پہ ذوالنورین نے گردن گھما کے اس کی جانب دیکھا جس کے موتیوں کی مانند چمکتے دانتوں میں سرخ سٹابری اس پہ مستزاد اس کی ایسی ہنسی، وہ فوراً گال بند کرتا اس کی طرف بڑھا اور اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر ایک ہاتھ اس کی کمر کے گرد حائل کرتا وہ دوسرا ہاتھ اس کی گردن کے گرد

لپیٹتا ہوا اس کے چہرے پہ اس شدت سے جھکا کے اسے سٹابری کا ذائقہ اپنے منہ میں گھلتا ہوا محسوس ہوا۔

جبکہ زحلے اس اچانک افتاد اور اس کی ایسی شدت بھری پکڑ و بے اختیاری پہ خطا ہوتے اوسان کے ساتھ سلیب کی طرف جھکی ہوئی تھی۔

نجانے کب تک وہ یونہی اسے سلیب پہ لٹانے کے سے انداز میں جھکائے اس کی ہونٹوں اور گردن کی نرماہٹ محسوس کرتا اس کی سانسیں منتشر کرتا کہ اچانک باہر سے آنے والی ولید میر اور کلثوم میر کی آواز پہ زحلے نے ہوش میں آتے اسے زوردار انداز میں پرے دھکیلا اور خود تیزی سے سنک کی جانب بڑھتی اپنے لہو چھلکاتے چہرے پہ ٹھنڈے پانی کے چھپاکے مارنے لگی تھی۔

یااللہ!" تیز تیز دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے اپنی سرخ ہوتی گردن کو" چھپانے کے لیے دوپٹہ صحیح سے اوڑھا اور یونہی گردن موڑے اس سے گویا ہوئی۔

اپنی شرٹ کے بٹن بند کر لو پلیز۔"اس کی اس مدہم آواز پہ کچن کے "

دروازے کی طرف بڑھتا ذوالنورین اپنی گردن کو ہاتھ لگاتا بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

جنم جنم ساتھ چلنا یو نہی

ہے قسم تمہیں آ کے ملنا یو نہی

ایک جان ہے بھلے

دو بدن ہوں جدا

میری ہو کے ہمیشہ ہی رہنا

کبھی نہ کہنا الوداع

میری صبح ہو تمہی

اور تمہی شام ہو

تم درد ہو

تم ہی آرام ہو

میری دعاوں سے آتی ہے بس یہ دعا

میری ہو کے ہمیشہ ہی رہنا

کبھی نہ کہنا الوداع

شہر کے مہنگے اور خوبصورت بینکویٹ میں اس وقت سیاہ فور پیس ایک جیسے پینٹ کوٹ پہنے ضرغام ملک، رہبان گردیزی، ذوالنورین میر اور ذوالقرنین میر کا ولیمہ ایک جیسی سرمئی رنگ کی میکسیاں زیب تن کیے شہرے ملک، آبگینے گردیزی، زحلے ابراہیم اور نگاہ میر کے ساتھ ہو رہا تھا۔

بڑے سے ویل ڈیکوریٹڈ سٹیج پہ چار صوفے پڑے تھے جن پہ چاروں کپلز براجمان تھے یہ اور بات تھی کہ رہبان کے ساتھ بیٹھی آبگینے نے اپنے کندھے پہ موجود سیاہ فینسی شال سے خود کو کوور کیا ہوا تھا۔

اس وقت ہال میں ابراہیم صاحب، میر پیلس، پیر حویلی، گردیزی ہاوس اور ملک ہاوس کے سارے مکین خوش باش چہروں اور پر سکون دلوں کے ساتھ موجود تھے۔

لیکن فی الحال طلال اور دریہ بینکویٹ نہیں پہنچے تھے کیونکہ طلال دریہ کا پلاسٹر اتروانے کے لیے اسے ساتھ لیے ہاسپٹل گیا تھا۔

شہرے اب بتاو ذرا ثمرین بھابھی، بڑی دادو ہی رہیں گی یا مما بن گئی ہیں؟"""

ماہ وش چچی نے سجی سنوری شہرے کو مخاطب کیا تو وہ جھینپ گئی۔

پہلے یہ تو کنفرم کریں کہ ضرغام چچا سے سیاں بن گیاناں؟"ضرغام کی"
ممانی نے چٹکلہ چھوڑا تو محفل جیسے زعفران سی بن گئی۔
شادی کے بعد کیسی بے شرم باتیں سننا پڑتی ہیں۔"شہرے نے اپنے ساتھ"
موجود صوفے پہ بیٹھی زحلے سے مدہم آواز میں کہا جو خود کم و بیش انہی
خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اسی طرح کے ہلے گلے اور چٹکلوں کے بیچ ولیمے کی پر وقار سی تقریب اپنے اختتام کی جانب بڑھ رہی تھی جب اسد صاحب اور ولید صاحب نے چاروں کپلز کی طرف ٹکٹس بڑھائے۔

یہ تم سب کے آسٹریا میں ہنی مون ٹکٹس ہیں اور فلائٹس اب سے ٹھیک"
چار گھنٹے بعد ہے اس لیے جلدی سے اپنی بیویوں کو لے کر ولیمے سے دلہن
بھگانے کا نیا ٹرینڈ چلاو۔"اسد صاحب کے کہنے پر سب نے ایک ساتھ ایک

دوسرے کیطرف دیکھااور پھراپنی زندگانیوں کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اوراٹھ کھڑے ہوئے۔

"رہبان !آبگینے کو مکمل توجہ اور دھیان سے لے کے جانا ہے،ڈاکٹرز سے بمشکل اس کے سفر کرنے کی اجازت لی ہے۔"رہبان کو آبگینے کا بازو تھامتے دیکھ کر حماد صاحب نے ہدایت کی تو سر اثبات میں خم کرتا اسے ساتھ لیے سٹیج سے اترا۔

تو بینکویٹ میں موجود افراد دوستی کی اس عظیم مثال پہ کھلے دل سے مسکراتے ہوئے ان کی سچی خوشیوں کی دعا مانگنے لگے۔

جنہوں نے خوشی ہو یا غمی ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑا اور اپنی زندگی کے ہر لمحے کو اس دوستی کے سنگ مل کے گزارا تھا۔

اور شاید یہی وجہ تھی بے شمار صعوبتوں کے بعد بھی وہ سب آج اپنے اپنوں کے سنگ خوش تھے۔

جبکہ حاسدین، منافق اور قاتل جیل کی تنگ دیواروں اور کمروں میں اپنے کیے کا پھل پا رہے تھے۔

اور یہی شاید وقت کا کھیل ہے۔

ختم شد

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا
ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور
ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہے جو ناولز آپکو کہی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE

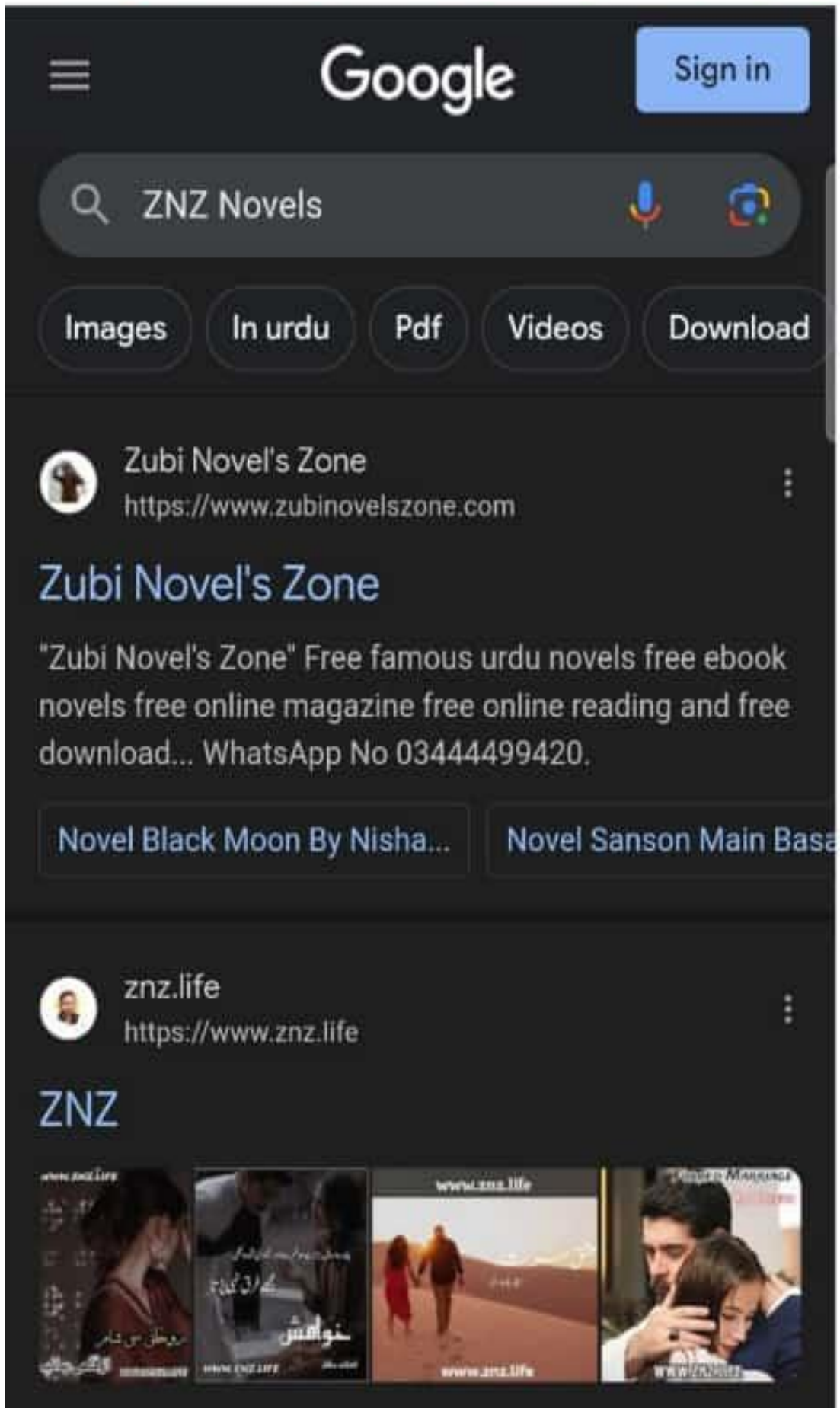

تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر
جائے اور ٹائپ کریں

ZNZ NOVELS

ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے
گے جسکی سکرین شاٹ آپ
سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی
ایک سائٹ وزٹ کریں اور
اپنے پسند کا ناول سرچ کر کے
بآسانی ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھ لیں
مذید کے لئے رابطہ کریں

0344 4499420

For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znz.life

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420

https://www.zubinovelszone.com/